

نَضْرُ الْبَارِي

شرح اردو

صَحِيحُ الْبَارِي

مولفہ

حضرت العلامة مولانا محمد عثمان مفتی صاحب

شیخ الحدیث مظاہر العلوم وقف سہانپور

شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی

حدیث: ۳۶۸۲-۳۱۳۶

باب: ۲۱۶۹-۲۲۵۹

پارہ: ۱۶-۱۸

جلد: ہشتم

کتاب المغازی

مکتبۃ الشیخ

ناشر

۳/۴۳۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔ فون: 021-34935493

نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَقَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِيرٌ الْمُؤْمِنِينَ

نَصْرُ الْبَارِي

شرح اردو

صَحِيحُ الْبَارِي

مولفہ

حضرت العلامة مولانا محمد عثمان مفتی

شیخ الحدیث ظاهر العلوم وقف سہانپور

شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی

جلد: ہفتم پارہ: ۱۶-۱۸ باب: ۲۱۶۹-۲۲۵۹ حدیث: ۳۶۸۲-۴۱۴۶

کتاب المغازی

مکتبہ الشیخ

۳/۴۳۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔ فون: 021-34935493

پاکستان بھر میں جملہ حقوق ملکیت بحق مکتبہ الشیخ کراچی محفوظ (C)

نام نضیر الباری فتح لدو صحیح البخاری ﴿جلد ہفتم﴾
 مؤلف حضرت العلامة مولانا محمد عثمان مفتوح
 ناشر مکتبہ الشیخ ۳/۳۳۵، بہار آباد، کراچی نمبر ۵۔

﴿انتباہ﴾

پاکستان میں نصر الباری مکمل ۱۳ جلدوں کی طباعت کے جملہ حقوق مؤلف سے باہمی معاہدہ کے تحت بحق مکتبہ الشیخ کراچی حاصل کر لیے گئے ہیں اور کاپی رائٹس آف پاکستان سے رجسٹرڈ ہے اس کتاب کا کوئی حصہ، صفحہ، پیرا اور ادارہ کی مصدقہ تحریری اجازت کے بغیر پاکستان بھر میں ”طبع“ نہیں کیا جاسکتا۔ کوئی فرد یا ادارہ اس کی غیر قانونی طباعت و فروخت میں ملوث پایا گیا تو بغیر ”پیشگی اطلاع“ کے ”قانونی کارروائی“ کی جائے گی۔

مکتبہ زکریا

دکان نمبر ۵ قرآن گل، اردو بازار کراچی۔
 موبائل: 0321-2277910

مکتبہ خلیلیہ

دکان نمبر-19، سلام کتب مارکیٹ، بخوری ٹاؤن، کراچی
 موبائل: 0321-2098691



نور محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی
 مکتبہ انعامیہ، اردو بازار، کراچی
 مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی
 زم زم پبلشرز، اردو بازار، کراچی
 المیزان، لاہور
 مکتبہ امدادیہ، ملتان
 مکتبہ عثمانیہ، راولپنڈی
 ادارہ اسلامیات، لاہور

دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی
 کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی
 مکتبہ ندوہ، اردو بازار، کراچی
 مکتبہ رحمانیہ، لاہور
 مکتبہ حریمین، لاہور
 ادارہ تالیفات، ملتان
 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
 مکتبہ علیہ، پشاور

قدیمی کتب خانہ، کراچی
 کتب خانہ اشرفیہ، اردو بازار، کراچی
 اسلامی کتب خانہ، بخوری ٹاؤن، کراچی
 مکتبہ العلوم، بخوری ٹاؤن، کراچی
 مکتبہ قاسمیہ، لاہور
 مکتبہ حقانیہ، ملتان
 مکتبہ العارفی، فیصل آباد
 سینڈ احمد شہید، اکوڑہ خشک

﴿ہر دینی کتب خانہ پر دستیاب ہے﴾

فہرست مضامین نصر الباری شرح اردو بخاری شریف

نمبر شمارہ	عنوانات	نمبر صفحہ	نمبر شمارہ	عنوانات	نمبر شمارہ
۳۹	باب بلا ترجمہ	۲۲	۹	کتاب المغازی	۱
۴۰	تشریحات الفاظ حدیث	۲۳	۹	ربط مقبول	۲
۴۸	باب شہود الملائکہ بدراً	۲۴	۹	تعریف غزوة دسریہ	۳
۶۰	حضرت قتادہ بن مطلقون ام اور شراب	۲۵	۱۰	باب غزوة العثیرة	۴
۶۲	اسیران بدر کی بابت مشورہ	۲۶	۱۰	تشریحات	۵
۶۸	ایک شبہ اور اس کا جواب	۲۷	۱۱	تعداد غزوات و مسایا	۶
۶۸	مسئلہ اجہاد	۲۸	۱۲	باب ذکر النبی م من قتل بیدر	۷
۷۰	صحیح بخاری میں شرکائے بدر کے اسماء	۲۹	۱۳	باب قصہ غزوة بدر	۸
۷۲	جنون فیر کا واقعہ	۳۰	۱۵	غزوة بدر	۹
۸۰	کعب بن اشرف کے قتل کا بیان	۳۱	۱۸	ارشاد الہی - اذ تستغیثون بلکم الہ	۱۰
۸۳	ابورافع یہودی کے قتل کا بیان	۳۲	۱۹	تشریحات	۱۱
۸۸	غزوة اُحد	۳۳	۲۲	اصحاب بدر کی تعداد	۱۲
۸۸	صحابہ کرام سے مشورہ	۳۴	۲۲	عام تحویل اور اس کا مقصد	۱۳
۸۹	حضور اقدس کی تیاری اور سلاح پوشی	۳۵	۲۴	کفار تریس پر بددعا	۱۴
۹۲	آیات متعلقہ کی تفسیر	۳۶	۲۶	غیر مقلدوں کا اعتراض	۱۵
۱۰۰	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۳۷	۲۷	سخوہ اور مثلہ کا فرق	۱۶
۱۱۶	باب ذکر اتم تطیبات	۳۸	۳۱	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۱۷
	اشکال و جواب	۳۹	۳۱	تشریحات	۱۸
۱۱۷	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت	۴۰	۳۴	مسئلہ سماع موتی	۱۹
۱۲۲	استنباط مسائل	۴۱	۳۵	تطبیق و تحقیق	۲۰
۰	استنباط مسائل	۴۲	۳۷	شرکاء بدر کی فضیلت	۲۱

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار
۱۹۲	واقعہ انگ	۶۶	۱۲۳	غزوة حمرہ الاسد	۴۳
۱۹۶	تیم کے حکم کا نزول	۶۷	۱۲۶	صلوة جنازہ	۴۴
۱۹۹	عزل اور اس کا حکم	۶۸	۱۲۷	دلائل ائمہ	۴۵
۲۰۰	ایک اشکال اور اس کا جواب	۶۹	۱۳۱	جبل احد کی محبت	۴۶
۲۰۲	باب حدیث الاثک	۷۰	۱۳۳	واقعہ ریح	۴۷
۲۰۶	ترجمہ و تشریح	۷۱	۱۳۸	واقعہ بیر معونہ	۴۸
۲۱۳	ازواج مطہرات پر تہمت لگانا کفر ہے	۷۲	۱۴۰	تقوت نازل	۴۹
۲۲۰	باب غزوة الحدیبیہ	۷۳	۱۴۹	غزوة خندق	۵۰
•	تفصیل واقعہ حدیبیہ	۷۴	•	وجہ تسمیہ	۵۱
۲۲۲	بیعت الرضوان	۷۵	۱۵۲	پہلا معجزہ	۵۲
۲۲۵	شرائط صلح	۷۶	۱۵۳	دوسرا معجزہ	۵۳
۲۲۷	فتح مہین	۷۷	۱۶۵	جنگ صفین	۵۴
۲۳۰	حضور اقدس کا عمرہ	۷۸	•	اظہار شکست سے بچنے کی	۵۵
۲۳۱	ایک شبہ اور اس کا جواب	۷۹	۱۶۵	سیاسی تدبیر اور جنگ کا اتمام	•
۲۳۲	صلح حدیبیہ اور فتح مہین	۸۰	۱۶۷	انتخاب خلافت کے بعد مخالفت بغاوت ہے	۵۶
۲۳۲	اعتراف و جواب	۸۱	۱۷۱	غزوة بنی قریظہ	۵۷
۲۳۵	اعتراف و جواب	۸۲	۱۷۸	باب غزوة ذات الرقاع	۵۸
۲۳۶	اصحاب شجرہ کی فضیلت	۸۳	۱۷۹	وجہ تسمیہ	۵۹
•	شیخہ کا غلط استدلال	۸۴	•	یہ غزوة کب ہوا؟	۶۰
۲۴۲	واقعہ حرہ	۸۵	۱۸۰	مشروعیت صلوة خوف	۶۱
۲۵۴	موتے مبارک و فرہ لہ جتہ	۸۶	۱۸۱	صلوة خوف	۶۲
•	قصہ عکلی و عربینہ	۸۷	۱۸۹	غزوة بنی المصطلق	۶۳
۲۵۶	اعتراف و جواب	۸۸	۱۹۰	ام المؤمنین حضرت جویریہ	۶۴
۲۵۷	قسامہ کی صورت اور اس کا حکم	۸۹	۱۹۱	منافقین کی شرارت	۶۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار
۲۰۱	مال غنیمت اور فقی کا فرق	۱۱۲	۲۵۹	ستر ہواں پارہ
۲۰۲	عبد فاروقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہما اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا مطالبہ	۱۱۳	۲۵۹	واقعہ ذات القرد
۲۰۳	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۱۱۴	۲۶۲	غزوة خیبر
۵	اہل سنت کا جواب	۱۱۵	۲۶۳	زہر دینے کا واقعہ
۲۰۵	میراث نبوی؟	۱۱۶	۲۶۴	تحریم لحم الخمر الانسیۃ
۲۰۹	غزوة زید بن حارثہ	۱۱۷	۲۶۵	ایک شبہ اور اس کا ازالہ
۵	حضرت زید کا خاص شرف	۱۱۸	۲۶۸	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا
۲۱۰	سرۃ ام قرنہ	۱۱۹	۲۶۹	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا خواب
۲۱۱	ایک شبہ کا ازالہ	۱۲۰	۲۷۰	دلیمہ اور حجاب
۵	عمرة القضا	۱۲۱	۲۷۱	حوقلہ کی تفسیر
۲۱۳	وہب نسیمہ	۱۲۲	۲۷۲	ثلاثیات بخاری
۲۱۸	نکاح محرم	۱۲۳	۲۷۳	کنانہ بن ربیع کا قتل
۲۲۰	غزوة موتہ	۱۲۴	۲۷۴	لبسن و فیرو کا شرعی حکم
۲۲۲	حضرت خالد بن ولیدؓ کی تلوار میں	۱۲۵	۲۷۵	افسادہ انور
۲۲۳	اعتراض و حجاب	۱۲۶	۲۷۶	عموم حجاب
۲۲۵	ایک شبہ کا ازالہ	۱۲۷	۲۷۷	نکاح متعہ
۲۲۸	ظلمہ گوئی کی گھبر بدترین حرکت ہے	۱۲۸	۲۷۸	گھوڑے کا حکم
۲۳۰	باب غزوة الفتح	۱۲۹	۲۷۹	غنائم خیبر کی تقسیم اور گھوڑوں کے حصے
۵	غزوة فتح مکہ کا سبب	۱۳۰	۲۸۰	اراضی مفقودہ کی تقسیم اور
۵	قریش کا اضطراب اور آنحضرتؐ سے استغاثت	۱۳۱	۲۸۱	امیر سلطنت کا اختیار
۲۳۱	ابوسفیان کی کوشش	۱۳۲	۲۸۲	عام چوری کی طرح مال غنیمت میں
۲۳۲	قصہ حاطب بن ابی بلتعہ	۱۳۳	۲۸۳	بھی چوری حرام ہے
۲۳۵	ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اسلام	۱۳۴	۲۸۴	ایک شبہ اور اس کا ازالہ
				اموال نبوی اور غنیمت کی تعریف

نمبر	مضمون	نمبر	مضمون	نمبر
۳۹۵	اشکال و جواب	۱۵۸	فتح مکہ کے روز حضور اقدسؐ نے	۱۳۵
۳۹۶	مسئلہ	۱۵۹	جہنم کہاں نصب فرمایا تھا؟	۱۳۶
۴۰۰	تقسیم غنائم حنین اور انصار کی وقتی ناراضگی	۱۶۰	ابن خطل	۱۳۷
۴۰۲	مسئلہ کا حقیقت اور وضاحت	۱۶۱	تیروں سے فال لینا	۱۳۸
۴۰۸	سرّہ بجانب نجد	۱۶۲	ایک شبہ کا ازالہ	۱۳۹
۴۱۰	سرّہ خالد بجانب بنی خزیمہ	۱۶۳	صلوٰۃ الضعیفی	۱۴۰
۴۱۲	سرّہ عبداللہ بن خفافہ و علقمہ	۱۶۴	ایک شبہ کا ازالہ	۱۴۱
۴۱۳	بن محمد زرضی اللہ عنہما	۱۶۵	حرم مکہ کے مسائل	۱۴۲
۴۱۴	یمن کی طرف تبلیغی وفد	۱۶۶	قصر صلوٰۃ	۱۴۳
۴۱۹	اشکال و جواب	۱۶۷	جوابات دلائل شواہخ	۱۴۴
۴۲۰	یمن کی طرف سرّہ خالد بن ولیدہ	۱۶۸	ازالہ شبہات	۱۴۵
۴۲۳	اعتراض و جواب	۱۶۹	نابالغ کی امامت	۱۴۶
۴۲۴	غزوہ ذوالخلفہ	۱۷۰	حدود حرم	۱۴۷
۴۲۵	جریر بن عبداللہ	۱۷۱	غزوہ حنین	۱۴۸
۴۲۶	استقسام بالالزام	۱۷۲	ازالہ شبہات	۱۴۹
۴۲۷	غزوہ ذات السلاسل	۱۷۳	اشکال و جواب	۱۵۰
۴۲۸	یمن کی طرف حضرت جریرہ کی روانگی	۱۷۴	اشکال و جواب	۱۵۱
۴۲۹	غزوہ سیف البحر	۱۷۵	دفد ہوازن	۱۵۲
۴۳۰	قیس بن سعدہ	۱۷۶	نذر جاہلیت کا حکم	۱۵۳
۴۳۱	سہک طافی	۱۷۷	غزوہ ادطاس	۱۵۴
۴۳۲	صدیق اکبرؓ کا حج	۱۷۸	غزوہ طائف	۱۵۵
۴۳۳	آخری سورہ و آخری آیت	۱۷۹	مختص کی تحقیق	۱۵۶
۴۳۴	دفد بنی تمیم	۱۸۰	سعد بن ابی وقاصؓ	۱۵۷
۴۳۵			ابو بکرؓ	۱۵۸

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۷۲	مدینے سے روانگی	۲۰۳	۲۲۹	اساتذہ و مشائخ کا ادب و احترام بھی لازم ہے	۱۸۰
۲۷۵	قارن کا طواف اور ائمہ کا اختلاف	۲۰۴	۲۳۲	علماء دین کے ساتھ بھی ادب ملحوظ رکھنا چاہیے	۱۸۱
۲۸۲	حضرت جریرؓ	۲۰۵	۶	وفد عبد القیس	۱۸۲
۲۸۴	طارق بن شہابؓ	۲۰۶		وفد کی حاضری کا سبب یا	۱۸۳
۲۸۴	اشکال و جواب	۲۰۷	۲۳۳	ایمان لانے کا واقعہ	
۲۸۷	سعد بن خولہؓ	۲۰۸	۲۳۵	اشکال و جواب	۱۸۴
۶	علق و تقصیر	۲۰۹	۲۳۶	ایک اور اشکال سے جواب	۱۸۵
۲۸۸	اشکال و جواب	۲۱۰	۲۳۸	دیہات میں جمعہ کی نماز	۱۸۶
۲۸۹	غزوة تبوک حجۃ الوداع سے پہلے ہوا ہے	۲۱۱	۲۳۹	واقعہ ثمامہ بن اثال	۱۸۷
۲۹۰	دبہ تسمیہ غزوة تبوک	۲۱۲	۲۵۱	استنباط مسائل	۱۸۸
۶	غزوة تبوک	۲۱۳	۲۵۲	وفد بنی حنیفہ	۱۸۹
۲۹۱	منافقین اور متخلفین	۲۱۴	۲۵۳	اسود بن سنیس کا قصہ	۱۹۰
۶	مقام حجر	۲۱۵	۲۵۶	اہل بخران کا واقعہ	۱۹۱
۲۹۲	مسجد طراز	۲۱۶	۲۵۸	بہا بلہ کی تحقیق و تعریف	۱۹۲
۲۹۵	اشکال و جواب	۲۱۷	۲۵۹	نصاری بخران و بہا بلہ	۱۹۳
۶	شیعہ کا غلط استدلال	۲۱۸	۲۶۱	حضرت عبیدہ بن الجراحؓ	۱۹۴
۵۰۲	ترجمہ حدیث کعب بن مالکؓ	۲۱۹	۶	باب قصہ عمان والبحرین	۱۹۵
۵۰۹	مسائل و احکام	۲۲۰	۲۶۳	باب قدوم الاشعریین	۱۹۶
۶	اشکال و جواب	۲۲۱	۲۶۸	قبیلہ دوس اور طفیل دوسی کا اسلام	۱۹۷
۵۱۰	حنفوا قدس سرہ کا حجر سے گذرنا اور بیانی کے متعلق حکم	۲۲۲	۲۷۰	حضرت ابوہریرہؓ	۱۹۸
۵۱۳	بادشہان عالم کے نقاب	۲۲۳	۶	باب قصہ وفد علی و حدیث عدی بن حاتمؓ	۱۹۹
۶	شاہ ایران کسریٰ کے نام مکتوب گرامی	۲۲۴	۲۷۲	حضرت عدی بن حاتمؓ	۲۰۰
۵۱۵	جنگ جمل	۲۲۵	۶	باب حجۃ الوداع	۲۰۱
				حج کی فرضیت	۲۰۲

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۳۵	قوت فراست	۲۳۹	۵۱۶	مسائل	۲۲۶
۵۴۰	یوم الوصال اور صحابہ کا اضطراب	۲۴۰	۵۱۸	اشکال و جواب	۲۲۷
۵۴۲	فوائد	۲۴۱	۵۱۸	باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۲۸
۵۴۳	مسئلہ خلافت	۲۴۲	۵۱۹	علائقہ کی ابتدا	۲۲۹
۵۴۴	رد انفس کے ہفتوں و موضوعات	۲۴۳	۵۲۰	تدین	۲۳۰
۵۴۷	باب وفات النبی	۲۴۴	۵۲۲	ام الفضل	۲۳۱
۵۴۷	اشکال و جواب	۲۴۵	۵۲۵	واقعہ قرطاس	۲۳۲
۵۴۸	حیات نبوی کی ایک جھلک	۲۴۶	۵۲۷	رد انفس کی تردید	۲۳۳
"	سیرتہ اسامہ بن زید	۲۴۷	۵۲۸	رد انفس کی ایک اور جہالت	۲۳۴
۵۵۱	باب کم غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۴۸	۵۳۱	فوائد	۲۳۵
"	تشریحات	۲۴۹	۵۳۱	دفع اشکال	۲۳۶
۸	مناجات مصنف — ۸	۲۵۰	۵۳۲	معدنات	۲۳۷
			۵۳۳	فوائد	۲۳۸

مناجات

یارب یہ آرزو ہے دل بیکسار کی؛ خدکت ملے حبیب خدا کے کلام کی
 ہیں خوش نصیب وہی فقط اس جہاں میں؛ لگے ہیں غلامی میں جو عالی دستار کی
 دیدار مصطفیٰ مجھے یارب نصیب ہو، یارب دعا قبول ہو مجھ خاکسار کی



کتاب المغازی :- ای ہذا کتاب فی بیان مغازی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات

ربطاً صحیح بخاری شریف تمام محدثین کے نزدیک بالاتفاق جامع ہے جو انواع ثمانیہ پر مشتمل ہے۔

سیر و ادب تفسیر و عقائد * فنن و احکام اشراط و مناقب

انواع ثمانیہ میں سے ایک نوع سیر ہے جو تاریخ کا ایک شعبہ ہے، تاریخ قدیم ترین علم ہے جس کا تعلق ابتدائے آفرینش سے ہے جسے بدو الخلق کہتے ہیں پھر اس کے دو حصے ہو گئے ایک کا تعلق سلطانی قوت و جبروت، حکومت و حکمرانی کے مظاہرے سے ہے اور دوسرے کا تعلق کسی اصلاح شعار شخصیت کے جمال جہان آرا کے پر تو سے۔ دوسرے حصے کو اسلامی تاریخ اور سیرت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ امام بخاری نے تاریخ کی داغ و بیل جلد اول ہی کے اخیر میں ڈال دی۔ چنانچہ تیرھویں پارے کا آغاز کتاب بدو الخلق سے فرمایا ہے جس میں عرش الہی کا تخلیق پھر زمین و آسمان، چاند سورج، ملائکتہ اللہ اور جنت و جہنم کے متعلق روایات کو بیان فرمایا۔ پھر کتاب الانبیاء کا عنوان قائم کر کے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرمایا، پھر کتاب المناقب کے عنوان سے سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر فرمایا۔

اور سیرت سید الانبیاء و اصحاب کرام کا ایک بڑا باغ اور عظیم باب مغازی ہے جس کے لئے امام بخاری نے کتاب المغازی کا ترجمہ قائم کر کے ان روایات و احادیث کو پیش کیا ہے جن میں غزوات و سہرا یا کا ذکر ہے۔

جس جنگ میں آپ نے شرکت کی ہے وہ غزوہ ہے اور جس میں آپ نے شرکت نہیں کی ہے وہ سرت ہے لیکن مقدمین میں ابن اسحاق ابن ہشام اور امام بخاری وغیرہ ایک کا اطلاق دوسرے پر کرتے ہیں اور فرق نہیں کرتے ہیں چنانچہ سرت موزہ کو غزوہ موزہ ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو بخاری صفحہ ۶۱۱ اور غزوہ ذات السلاسل صفحہ ۲۵۶ ان غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہ تھے لیکن باوجود اس کے امام بخاری اور اصحاب سیر غزوہ کہتے ہیں حضور اقدس کے اقدامات کیسے تھے؟ دفاعی تھے یا اقدامی؟ ابن تیمیہ نے کھا ہے کہ نبی اکرم نے جتنے غزوات کئے ہیں سب دفاعی تھے سوائے بدر و خیبر کے۔

مغازی جمع ہے مغزی کی، مغزی مصدر ہے غزا، یغزو غزوا و مغزی ارادہ کرنا، طلب کرنا، مغزی الکلام کلام کا مقصد و فی العینی الغزو والسیرالغزوالقتال مع العدا یعنی دشمن کے ساتھ لڑنے کی غرض سے چلنا و منشد الغازی بمعنی مجاہد جمع غزاة کا لغضای جمعہم قضاة۔

یہاں مغازی سے مراد وہ قصد ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کی طرف کیا خواہ بذات خود آپ نے شرکت فرمائی ہو یا من لشکر کو اپنی طرف سے بھیجنے پر اکتفا فرمایا ہو، قتال المحافظ والمراد بالمغازی ہنا منا وقع من قصد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکفار بنفسہا او یجیش من قبلہ

پھر ان کا فزوں کا قصد عام ہے کہ ان کے شہروں کی طرف ہویا ان مقامات و میدان کی طرف ہو جہاں ان کے لشکر پہنچے ہوں جسے احد اور خندق۔

بَابُ غَزْوَةِ الْعَشِيرَةِ أَوِ الْعَسِيرَةِ

غزوة عشیرہ یا عسیرہ کا بیان

عشیرة بضمة العين المهمله، فتح الشين وهو اسم مصغر۔

سنہ ۱۵ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جمادی الاولیٰ کے مہینہ میں ایک سو پچاس صحابہ کو لے کر نکلے تھے اور عند البعض اس غزوة میں آپ کے ساتھ دو سو آدمی تھے واللہ اعلم۔

عشیرہ اور عسیرہ میں رادی کو شک ہے مگر صحیح تر قول یہ ہے کہ غزوة عسیرہ بالسين المہملہ غزوة تبوک ہے جو سنہ ۱۵ھ میں ہوا اور یہاں سنہ ۱۵ھ والا غزوة عشیرہ بالشین المتعوطہ ہی صحیح تر قول ہے۔

وقال ابن اسحاق اول ما غزا النبي صلى الله عليه وسلم الابدواء ثم بواط ثم العشيرة (ابن اسحاق تابعی امام المغازی ہیں کہ قال انما غزا من اراد المغازی فهو عيال على محمد بن اسحاق (بداية والنهاية ص ۳۳) نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا غزوة ابو ار ہے پھر بواط پھر عشیرہ۔

تشریحات ابو ار یعنی المہزہ وسکون الموحدة بالمد۔ بواط بضم الموحدة وبتخفيف الواو۔

واقدمی کا بیان ہے کہ حضور اقدس کا پہلا غزوة 'غزوة ودان' ہے، نیز مغازی ابن اسحاق میں بھی یہی ہے کہ حضور کا سب سے پہلا غزوة 'غزوة ودان' ہے (فتح الباری) اور دراصل اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابو ار اور ودان (بفتح الواو و تشدید الدال) دونوں مقام ایک دوسرے کے بالکل قریب ہیں صرف دونوں کے درمیان چھ میل یا آٹھ میل کا فاصلہ ہے اس لئے اس غزوة کی نسبت دونوں طرف درست ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا غزوة یہی غزوة ابو ار ہے۔ ہجرت کے پورے ایک سال گزرنے پر سنہ ۱۵ھ صفر کے مہینہ میں آپ نکلے اور قریش سے جنگ کا قصد تھا لیکن مصالحت کی بنا پر جنگ نہیں ہوئی اور ابو ار کے لئے جب آپ نکلے تو حضرت سعد بن عبادہ کو آپ نے مدینہ کا حاکم (گورنر) بنا دیا تھا۔ اس غزوة میں جھنڈا حضرت حمزہ کے ہاتھ میں تھا۔

ثم بواط :- بواط ایک پہاڑ کا نام ہے۔ حضور اقدس سنہ ۱۵ھ ربیع الاول کے مہینہ میں قریش ہی سے جنگ کے لئے نکلے، اس وقت مدینہ کا حاکم سائب بن عثمان کو بنایا۔ اور جھنڈا حضرت سعد بن ابی وقاص کو دے کر دو سو سوار ہمراہ لے کر جبل بواط کی طرف نکلے۔ اس کے بعد اسی سال یعنی سنہ ۱۵ھ جمادی الاولیٰ میں عشیرہ کے لئے نکلے۔ اس میں مدینہ کا حاکم ابوسلمہ بن عبدالاسد کو بنایا۔ واقدمی کا بیان ہے کہ مذکورہ تینوں سفروں میں آنحضرت کا مقصد قریش کا قافلہ تھا کہ قافلہ قریش شام کی طرف تجارت کے لئے آتا اور جاتا تھا۔ راستہ گزرنے کا ان ہی جگہوں سے تھا

عہ شرادط صلح یہ تھی جو غزوة نہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور نہ مسلمانوں کے کسی دشمن کی مدد کریں گے اور نہ مسلمانوں کو کبھی دھوکہ دیں گے اور بوقت ضرورت مسلمانوں کی اعانت کرنی ہوگی۔

چنانچہ جنگ بدر کا بھی سبب یہی ہوا ہے۔

عشیرہ کے سفر میں جہنڈا حضرت حمزہ کے ہاتھ میں تھا قریش کا ایک قافلہ بفرس تجارت شام کے لئے نکلا۔ آنحضرت نے اسی قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے مدینہ سے سفر کیا لیکن مقام عشیرہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ قافلہ قریش نکل چکا ہے۔ بہر حال مذکورہ تینوں سفر میں جنگ کی نوبت نہیں آئی ہے مگر آنحضرت اس عظیم قافلہ کی شام سے واپسی کے منظر رہے چنانچہ اس قافلہ کی واپسی کے وقت آپ نے تعاقب کیا اور غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا۔

آنحضرت نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ ہم سفر تھے۔ نکلنے وقت حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ قریش مکہ نے اپنے پیغمبر کو نکال دیا ہے بلاشبہ یہ لوگ تباہ ہوں گے۔

چنانچہ جہاد کا حکم سن کر مدینہ میں نازل ہوا۔ اَذِنَ لِلَّذِينَ يُفَاتِلُونَ بَأْتَهُمُ ظُلُمًا اِلَیْهِمْ مِنَ الْاَیْتِمْ (۱۳)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا شَجْبَةُ عَنْ ابْنِ اسحاق كُنْتُ اِتَى جَنْبَ زَيْدِ بْنِ اِرْقَمٍ فَقِيلَ لَهٗ كُمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةٍ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ قَبْلَ كُمْ غَزْوَةٌ اَنْتَ مَعَهُ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتَ فَاَيْتَهُمْ كَانَتْ اَوَّلَ قَالَ الْعَشِيرُ اَوَّالِ الْعَسِيرَةِ فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ الْعَشِيرَةُ۔

ترجمہ: ابواسحاق سے روایت ہے کہ میں زید بن ارقم کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا سو ان سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات کئے؟ آپ نے کہا: "تیس" پوچھا گیا کہ آپ نے آنحضرت کے ساتھ کتنے غزوات کئے ہیں؟ فرمایا: سترہ۔ میں نے پوچھا ان غزوات میں سب سے پہلا غزوہ کون سا ہے؟ فرمایا: عیشہ یا عیثہ یعنی شک کے ساتھ بیان کیا، پھر میں نے اس کا ذکر قنادہ سے کیا تو آپ نے کہا کہ عشیرہ ہے یعنی صحیح شش منقوطہ کے ساتھ ہے۔ مطابقتاً للترجمہ ظاہرۃ فی قولہ "العشیرۃ او العسیرۃ"

تعداد غزوات و سرایا کی ہے کتنے ہیں؟ روایات میں اختلاف ہے تقریباً آٹھ اقوال ہیں مگر ائمہ مغازی و مہجور محدثین کے نزدیک صحیح تر قول یہ ہے کہ غزوات کی صحیح تعداد ستائیس ہے یہی رائے موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحاق اور ابن سعد، علامہ و اقدی اور علامہ ابن جوزی رحمہم اللہ کی ہے۔ ان میں سے صرف نو کے اندر قتل و قتال کی نوبت آئی ہے۔ بدر، احد، غزوہ خندق، بنی قریظہ، بنی المصطلق، خیبر، فتح مکہ، حنین، طائف۔

حضرت زید بن ارقمؓ سے انیس کی تعداد مروی ہے۔ جیسا کہ بخاری کی یہ روایت مزین مسلم اور ترمذی میں اسی طرح ہے اور سعید بن مسیب سے چوبیس^{۱۲} اور حضرت جابر بن عبد اللہ سے اکیس کی تعداد منقول ہے۔

سرایا کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے آٹھ تیس، و اقدی نے اڑتالیس، ابن جوزی نے چھپن^{۱۵} اور مسعودی نے ساٹھ نقل کیا ہے لیکن ابن سعد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ سرایا کی کل تعداد ستائیس^{۱۳} ہے "امنا

سرایا لا وبعوثه فقال ابن اسحاق ثمانية وثلثون وقال ابن سعد سبعة واربعون
(عہدہ ۱۶) پوری تفصیل کے لئے زرقانی صفحہ ۳۱ کی مراجعت کریں۔

رہا عزوات و سرایا میں اختلاف تعداد؟ تو اصل وجہ راویوں نے اپنی اپنی معلومات کے مطابق بیان کیا
ہے یا بعض حضرات نے چند غزوات کو قریب قریب اور ایک سفر میں ہونے کی وجہ سے ایک غزوہ شمار کر لیا۔ اس
لئے ان کے نزدیک غزوات کی تعداد کم رہی۔ جیسے غزوہ حنین اور طائف وغیرہ (حاشیہ بخاری ص ۵۶۳)

بخاری ص ۵۶۳

بَابُ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ قُتِلَ بِبَدْرٍ

بخاری ص ۵۶۳

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کر دینا ان لوگوں کا نام جو غزوہ بدر میں قتل کیا جائے گا، یعنی جنگ شروع
ہونے سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کر دی تھی کہ اس جگہ فلاں مارا جائے گا اور اس جگہ فلاں
قتل کیا جائے گا۔ اور یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف جلد ثانی صفحہ ۱۱۲ میں حضرت انس بن مالک کی حدیث
ہے کہ حضور اکرم نے زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس جگہ فلاں گرے گا۔ سو حضور کی بتائی ہوئی جگہ سے ذرا بھی
فرق نہیں ہوا اور سونی صد آپ کی پیشین گوئی صحیح نکلی۔

۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِمْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ

يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْمُونٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنَ
مَسْعُودٍ حَدَّثَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّهُ قَالَ كَانَ صَدِيقًا لِأُمِّيَّةَ بْنِ خَلْفٍ وَكَانَ أُمِّيَّةٌ
إِذَا مَرَّ بِالْمَدِينَةِ نَزَلَ عَلَى سَعْدٍ وَكَانَ سَعْدٌ إِذَا مَرَّ بِمَكَّةَ نَزَلَ عَلَى أُمِّيَّةَ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ انْطَلَقَ سَعْدٌ مُعَاتِرًا فَنَزَلَ عَلَى أُمِّيَّةَ بِمَكَّةَ فَقَالَ
لِأُمِّيَّةَ أَنْظِرِي لِي سَاعَةً خَلْوَةً لَعَلِّي إِنْ اطَّوَّفَ بِالْبَيْتِ فَخَرَجَ بِهِ قَرِيبًا مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ
فَلَقِيَهُمَا ابُوجَهْلٍ فَقَالَ يَا أَبَا صَفْوَانَ مِنْ هَذَا مَعَكَ فَقَالَ هَذَا سَعْدٌ فَقَالَ لَهُ ابُوجَهْلُ أَلَا
أَرَأَيْكَ تَطُوفُ بِمَكَّةَ أَمَّا وَقَدْ إِوَيْتُمُ الصُّبَا لَا وَرَعَمْتُمْ أَنْكُمْ تَنْصُرُونَهُمْ وَتَعِينُونَهُمْ
أَمَا وَاللَّهِ لَوْلَا أَنْكَ مَعِيَ ابْنِ صَفْوَانَ مَا رَجَعْتَ إِلَى أَهْلِكَ سَأَلْنَا فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ وَمَا نَفَعُ صَوْتَهُ
عَلَيْهِ أَمَا وَاللَّهِ لَنْ مَنَعْتَنِي هَذَا لَأَمْنَعَنَّكَ مَهْمَا أَشَاءَ عَلَيْكَ مِنْهَا طَرِيقًا عَلَى الْمَدِينَةِ
فَقَالَ لَهُ أُمِّيَّةَ لَا تَرْفَعِ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلَى ابْنِ الْحَكِيمِ سَيِّدِ أَهْلِ الْوَادِي فَقَالَ سَعْدٌ دَعَانَا عَنكَ
يَا أُمِّيَّةَ فَوَاللَّهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُمْ قَاتِلُوكَ تَالِ
بِمَكَّةَ قَالَ لَا أَدْرِي فَفَزِعَ لِيذَلِكَ لِمِّيَّةَ فَنَزَعَا شَدِيدًا فَلَمَّا رَجَعَا أُمِّيَّةَ إِلَى أَهْلِهَا قَالَ يَا مَعْصُومَانَ
أَنْتَ تَرَى مَا قَالُوا لِي سَعْدُ قَالَتْ وَمَا قَالُوا لَكَ قَالَ زَعَمُوا أَنَّ مُحَمَّدًا أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُمْ قَاتِلُوكَ
فَقُلْتُ لَهُ بِمَكَّةَ قَالَ لَا أَدْرِي فَقَالَ أُمِّيَّةَ وَاللَّهِ لَا أَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ اسْتَفْرَأَ
ابُوجَهْلُ النَّاسَ قَالَ أَدْرِكُوا عِيْرَكُمْ فَكِرَا أُمِّيَّةَ أَنْ يَخْرُجَ فَيَاتَا ابُوجَهْلُ فَقَالَ يَا أَبَا
صَفْوَانَ أَنْكَ مَتَى يَرَاكَ النَّاسُ قَدْ تَخَلَّفْتَ وَأَنْتَ سَيِّدُ أَهْلِ الْوَادِي تَخَلَّفُوا مَعَكَ

فلم یزل به ابو جہل حتی قال انا اذ غلبتني فوالله لا اشتريين اجدو بعير بمكة ثم قال امية يا ام صفوان جهزي بي فقالت له يابنا صفوان وقد نسيت ما قال لك اخوك اليتربى قال لا وما اريد ان اجوز معهم الا قريبا فلما خرج امية اخذ لا ينزل منزلا الا عقل بعيرا فلم يزل بذلك حتى قتل الله بدار.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آپ نے سعد بن معاذ کے واسطے سے حدیث بیان کی کہ سعد نے بیان کیا کہ وہ امیہ بن خلف کے دوست تھے (زمانہ جاہلیت سے) اور جب بھی امیہ مدینہ سے گذرتا تو حضرت سعد کے پاس قیام کرتا تھا۔ (شام جاتے اور آتے وقت) اسی طرح حضرت سعد جب مکہ سے گذرتے تو امیہ کے یہاں قیام کرتے، پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر مدینہ تشریف لائے تو ایک مرتبہ سعد عمر کے ارادے سے مکہ گئے۔ (معمول کے مطابق امیہ بن خلف کے یہاں قیام فرمایا) اور امیہ سے کہا کہ میرے لئے کوئی تنہائی کا وقت دیکھو یعنی ایسا وقت سوچو جو اور لوگ نہ دیکھیں) تاکہ میں بیت اللہ کا طواف کروں، چنانچہ امیہ آپ کو دوپہر کے قریب ساتھ لے کر نکلا (چونکہ عرب کی گرمیوں میں عام طور پر گھبراہٹ نہیں نکلتے ہیں) اتفاقاً ابو جہل ان دونوں سے ملا اور کہا "اے ابو صفوان (امیہ کی کنیت ہے) یہ تیرے ساتھ کون ہے؟ امیہ نے کہا یہ سعد بن معاذ ہیں اس پر ابو جہل نے حضرت سعد سے کہا "کیا نہیں دیکھتا ہوں میں تجھ کو کہ تو مکہ میں بے خوف طواف کرتا ہے۔ حالانکہ تم نے دین سے پھر نے (اولوں) (مسلمانوں) کو پناہ دے رکھی ہے اور تمہارا خیال ہے کہ تم ان کی مدد و اعانت کرو گے۔ سن لو! قسم سے اللہ کی اگر تم ابو صفوان (امیہ بن خلف) کے ساتھ نہ ہوتے تو اپنے گھر صبح سالم نہ لوٹ سکتے تھے اس پر حضرت سعد نے آواز بلند کر کے فرمایا "سن لو! قسم ہے اللہ کی اگر تم نے مجھے اس طواف سے روک دیا تو میں یقیناً روک دوں گا اس چیز سے جو تم پر اس سے زیادہ سخت گراں ہوگی۔ یعنی تیرا راستہ جو مدینہ والوں پر سے گذرتا ہے (مکہ والوں کی زندگی تجارت پر گذرتی تھی یہ لوگ تجارت کے لئے شام جاتے تھے اور شام کا راستہ مدینہ سے ہو کر گذرتا تھا۔ اس لئے حضرت سعد نے دھمکی دی کہ شام کا سفر بند کر دوں گا۔ جو تمہارے لئے موت و نیست کا سوال ہے) پھر امیہ نے حضرت سعد سے کہا "اے سعد اپنی آواز کو ابواالحکم (ابو جہل کی کنیت) پر بلند مت کرو کہ یہ مکہ والوں کا سردار ہے۔ سعد نے فرمایا چھوڑ دو ہم کو ای امیہ (یعنی اس طرح کی باتیں نہ کرو) خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا ہوں۔ فرماتے تھے کہ مسلمان تمہیں قتل کر دیں گے، امیہ نے پوچھا کیا مکہ میں؟ سعد نے فرمایا اس کا مجھے کچھ علم نہیں، امیہ اس بات سے سخت گھبرا گیا اس کا اصلی سبب یہ ہے جو دوسری روایت سے ظاہر ہے کہ امیہ نے قسم کھا کر کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جب بات کرتے ہیں تو غلط نہیں ہوتا ہے اس لئے امیہ کی حالت خراب ہونے لگی) پھر جب امیہ گھر واپس آیا تو اپنی بیوی سے کہا کہ اے ام صفوان! دیکھا نہیں سعد مجھ سے کیا کہہ رہے تھے؟ اس نے پوچھا کیا کہہ رہے تھے؟ امیہ نے کہا سعد نے کہا ہے کہ محمد نے انہیں خبر دی ہے کہ مسلمان مجھے قتل کر دیں گے، میں نے پوچھا کیا مکہ میں مجھے قتل کریں گے؟ تو انہوں نے کہا کہ اس کا مجھے کچھ علم نہیں، امیہ کہنے لگا "خدا کی قسم اب میں مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا" پھر جب جنگ بدر کا موقع آیا اور ابو جہل نے لوگوں کو حکم دیا اور کہا کہ اپنے قافلہ کی مدد کو پہنچو تو امیہ نے باہر نکلنے کو مکروہ جانا، پھر ابو جہل اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابو صفوان تم ہادی مکہ کے ایک سردار ہو۔ جب لوگ دیکھیں گے کہ تم لڑائی سے پیچھے رہ گئے ہو

تو بہت سے لوگ تمہارے ساتھ پیچھے رہ جائیں گے چنانچہ ابو جہل اس کے ساتھ ہمیشہ لگا رہا اور اصرار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ امید نہ کہی، بہر حال جب تو نے مجھ پر غلبہ کیا (یعنی تمہارا اصرار ہے) تو خدا کی قسم میں مکہ کا سب سے عمدہ اونٹ خریدوں گا تاکہ خطہ کا موقع دیکھ کر بھاگنے میں آسانی ہو، پھر امید نے داؤٹ خریدنے کے بعد گھر آکر کہا اے ابو صفوان میرا ساز و سامان تیار کر دو، اس نے کہا کہ اے ابو صفوان کیا اپنے بیٹے کی بھائی کی بات بھول گئے؟ ۱۹ امید بولا کہ میں بھولا نہیں ہوں میں نہیں چاہتا ہوں کہ ان کے ساتھ ساتھ جاؤں مگر تھوڑی دور مطلب یہ ہے کہ صرف جان چھڑانے کے لئے صرف تھوڑی دور تک جاؤں گا، پھر جب امید نکلا تو راستہ میں جس منزل پر بھی قیام ہوتا یہ اپنا اونٹ (اپنے قریب ہی) باندھے رکھا۔ اس طرح سارے سفر میں اس نے اہتمام کیا، لیکن اللہ نے اس کو بدر میں قتل کر دیا۔

ترجمتہ الباب کی مطابقت اسی آخری جلد حقیقتاً قتلہ اللہ بیدار سے ہے۔

تشریحات | اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کی حقیقت پھر حضور کی حدیث پر حضرت سعد کا یقین و اعتماد وغیرہ بہت سے مسائل نکلتے ہیں۔
یہ حدیث صلاہ جلد اول میں گذر چکی ہے۔

باب قصۃ غزوة بدر وقول الله تعالى ولقد نصرکم الله ببدر وانتم اذلتم فائقوا
الله لعلمکم تشکرون ○ اذ تقولوا لایؤمنین ان ینذکم ربکم بثلاثة الایم
من المملکة منزلین بلئی ان تصبروا وتتقوا ویا نؤکم من نوری ہم هذا جمادکم ربکم
بمخسة الایم من المملکة مسو مین وما جعلنا اللہ الا بشیء لکم ولتطمئن قلوبکم
به وما انصرنا الا من عند الله العزیز الحکیم یقطع طرفا من اللدین کفروا وایکبتہم
فینقلبوا خابئین (۱۲) پ ۴۵۔

وقال وحشی قتل حنزة طعیمة بن عبدی بن الخیار یوم بدر وقوله تعالى
واذ یعدکم الله احدی الظائفین انشها لکم الایة سورة انفال آیت ۱۷

ترجمہ: غزوة بدر کا واقعہ، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور میں نے تمہاری مدد کی ہے۔ بدر کی لڑائی میں حالانکہ تم گم کر رہے تھے یعنی فوج کے اعتبار سے بھی کہ کفار ایک ہزار اور مسلمان صرف تین سو تیرہ تھے۔ نیز ساز و سامان کے لحاظ سے بھی مقابلہ تیرے سر و سامان تھے، سو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار رہو۔ جب آپ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مسلمانوں سے کہہ رہے تھے کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہاری مدد تین ہزار اتارے جوئے فرشتوں سے کرے، کیوں نہیں (ہاں کافی ہوگا، اگر تم صبر و تقویٰ پر قائم رہو گے) یعنی اگر مستقل ڈٹے رہو گے اور خلافت اطاعت نہ کرو گے اور اگر وہ آئیں تم پر اسی دم (یعنی یکبارگی حملہ کر دیں) تو تمہارا پروردگار تمہاری مدد کرے گا پانچ ہزار فرشتوں سے نشان دار گھوڑوں پر، اور یہ امداد تو محض اللہ نے اس لئے کی کہ تمہارے لئے نشارت ہو (فتح و غلبہ کی) اور تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو اور مدد تو صرف اللہ کی ہی طرف سے ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے اور یہ مدد اس غرض سے تھی) تاکہ کفار میں سے ایک گروہ کو ہلاک کر

دے (چنانچہ ستر و سار کفار مارے گئے) یا انہیں ذلیل کر دے کہ وہ ناکام واپس جائیں (چنانچہ دونوں ہوا کہ ستر ہلاک ہوئے اور ستر قید ہو کر ذلیل ہوئے پھر باقی غائب و خاسر ذلیل ہو کر بھاگے۔

اور وحشی نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے طعیہ بن عدی بن خیار کو جنگ بدر میں قتل کیا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور جب اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کر رہا تھا دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ ایک تمہارے ہاتھ آجائے گی۔" الآية

غزوہ بدر مدینہ منورہ کے جنوب مغرب میں بدر ایک مشہور گاؤں کا نام ہے، یہاں ایک کنواں تھا جس میں اس وقت پانی صاف اور کثیر تھا۔ اور یہی سبب تھا کہ ریگستانی میدان میں پانی کی افراط اور وہ بھی صاف شفاف پانی، جس کی وجہ سے اس دور میں لوگوں کی منڈی اور مسافروں کی منزل اسی جگہ جوتی تھی۔ اسی مقام پر اسلام و کفر کا سب سے پہلا معرکہ توحید و شرک کی عظیم جنگ سُنہ ۲ھ، ۱۱ رمضان المبارک بروز جمعہ مطابق ۱۱ مارچ ۶۲۴ء کو پیش آیا تھا جو غزوہ بدر کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ فرنگی مورخوں نے اس جنگ کی اہمیت کا اقرار کیا ہے۔ امریکی پروفیسر ایچ کیٹ "ہسٹری آف دی عربین" میں لکھتا ہے "یہ اسلام کی سب سے پہلی فتح میں تھی۔"

اب غزوہ بدر کی پوری تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

شروع رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں یہ خبر ملی کہ ابوسفیان ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے مکہ جا رہا ہے جو مال و اسباب سے بھرا ہوا ہے۔ اس قافلہ کے پورے سرمایہ کے متعلق ابن عقبہ کی روایت یہ ہے کہ پچاس ہزار دینار تھے۔ دینار سونے کا سکہ ہے جو ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے جو آج سے پندرہ سو برس پہلے تقریباً پچیس لاکھ روپے کی مالیت تھی جو آج کے پچیس کروڑ سے بھی زیادہ حیثیت ہوگی۔ اس تجارتی قافلہ میں تقریباً ستر آدمی تھے۔ جس میں تیس یا چالیس علی اختلاف الاقوال قریش کے سرداروں میں سے تھے۔

چونکہ جنگ وجدال اور قتل و قتال کا وہم و گمان بھی نہ تھا اس لئے آپؐ بلا کسی اہتمام اور خصوصی تیاری کے بارہ رمضان المبارک کو سنبند کے دن مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ہمراہ صحابہ کرامؓ کی تعداد تین سو تیرہ تھی اگرچہ ۳۱۴ اور ۳۱۵ کا قول بھی ہے۔

ابوسفیان کو یہ اندیشہ لگا ہوا تھا اس لئے جب ابوسفیان حجاز کے قریب پہونچا تو ہراہ گیر اور ہر مسافر سے آپؐ کے حالات اور خبریں دریافت کرتا۔ پھر بعض مسافروں سے ابوسفیان کو خبر ملی کہ حضور اقدسؐ نے اپنے اصحاب کو تیرے قافلے کی طرف نکلنے کا حکم دیا ہے، ابوسفیان نے اسی وقت منضم غفاری کو اجرت دے کر مکہ روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے قافلہ تجارت کی خبر لیں اور اپنے سرمایہ کو بچانے کی کوشش کریں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو لے کر اس قافلہ کے تعاقب میں مدینہ سے روانہ ہوئے ہیں۔

نقل ہے کہ منضم جب مکہ پہونچا ہے تو اس زمانہ کی خاص رسم کے مطابق اپنا کرتہ پھاڑ کر حینیا شروع کر دیا کہ ای گروہ قریش اپنا مال بچاؤ، قافلہ تجارت کو بچاؤ۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت نے ابوسفیان کو لوٹنے کی تیاری کی ہے۔ اس خبر کے پہونچنے ہی مکہ میں ہل چل پڑ گئی۔ اس لئے کہ قریش میں کاکوئی عورت اور مرک

ایسا نہ رہا تھا کہ جس نے اپنا سرمایہ اس میں شریک نہ کیا ہو، اس لئے اس خبر کو سنتے ہی تمام مکہ میں خوش پھیل گیا۔ اور ابوہریرہ فرعون مکہ کی سیادت و قیادت میں ایک ہزار مسلح فوج نکل پڑی۔ بعض روایات میں سارٹھے نو سو کی تعداد منقول ہے دفع تعارض کے لئے یہ تطبیق بالکل مناسب ہے کہ لڑنے والے تو سارٹھے نو سو تھے اور بقیہ ہجاس خدمت گار وغیرہ تھے قریش نہایت کرفر اور سامان عیش و طرب کے ساتھ گانے بجانے والی عورتوں کو ساتھ لے کر اکڑتے ہوئے اور اترتے ہوئے میدان میں روانہ ہوئے۔ کہا قال تعالیٰ۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ
بَطْرًا وَرِيَاءَ النَّاسِ. سورہ انفال آیت ۴۴

اے مسلمانو تم ان کافروں کے مشابہ مت ہونا کہ جو اپنے گھر وں سے اترتے ہوئے اور اپنی قوت دکھلاتے ہوئے نکلے۔

تقریباً تمام سرداران قریش دوسو گھوڑے اور چھ سو زہریں لے کر شریک لشکر ہوئے صرف ابوہریرہ کسی وجہ سے نہ جاسکا اور اپنے بجائے ابوہریرہ کے بھائی عاص بن ہشام کو روانہ کیا، چونکہ عاص بن ہشام کے ذمہ ابوہریرہ کے چار ہزار درہم قرض تھے اور مغلس ہو جانے کی وجہ سے ادا کرنے کی طاقت نہ رہی تھی اس لئے قرض کے دباؤ میں ابوہریرہ کے عوض جنگ میں جانا قبول کیا۔

اسی طرح امیہ بن خلف نے بھی بدر میں جانے سے شردع میں انکار کیا لیکن ابوہریرہ کے جبر و اصرار سے ساتھ ہونا پڑا۔ امیہ کے انکار کا سبب حدیث علامین گذر چکا ہے دیکھ لیا جائے۔

بر خلافت اس کے آپ نے سب پر اس جہاد کی شرکت کو لازم نہیں قرار دیا بلکہ یہ حکم دیا کہ جن لوگوں کے پاس سواریاں موجود ہیں اور جہاد میں جانا چاہیں صرف وہی لوگ ہمارے ساتھ چلیں اور اس اختیار کی وجہ سے صحابہ کرام کی بہت بڑی تعداد اس جہاد میں شریک نہ ہوئی۔

آپ کا قافلہ جب بدر کے قریب مقام صفر پر پہنچا تو آپ کے مخبروں نے آپ کو خبر دی کہ ابو سفیان کا قافلہ اس حضور کے تعاقب کی خبر پا کر ساحل کے راستے سے گزر گیا اور اس کی حفاظت اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے مکہ معظمہ سے ایک ہزار مسلح فوج جنگ کے لئے آرہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس خبر نے حالات کا نقشہ پلٹ دیا۔ اس وقت آپ نے حضرات مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا کہ اس آنے والی فوج سے جنگ کرنا ہے یا نہیں؟ حضرت ابوایوب انصاری اور بعض حضرات نے عرض کیا کہ ہم میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں اور نہ ہم اس قصد سے آئے ہیں۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق کھڑے ہوئے اور آپ کے اشارے کو بسر و چشم قبول کیا اور دل و جان سے تعمیل حکم کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا، پھر فاروق اعظم کھڑے ہوئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جاں نثاری فرمایا۔ پھر حضرت مقداد بن اسود کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے آپ اس کو انجام دیجئے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ کو دیا تھا۔

إِذْ هَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَفَاتَلَا إِتَّاهَلْهُنَا
قَاتًا وَعَدُونَ

یعنی جائے آپ اور آپ کا رب لڑ رہے ہیں ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہمیں ملک حبشہ کے برک العنادر

جگہ بیٹے جائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ جنگ کے لئے چلیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور فرط مسرت سے چمک اٹھا اور مقداد کے لئے دعا خیر فرمائی۔ مگر ابھی تک حضرات انصار کی طرف سے موافقت میں کوئی آواز نہ اٹھی تھی اور یہ احتمال تھا کہ حضرات انصار نے جو معاہدہ نصرت امداد کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا وہ اندرون مدینہ کا تھا مدینہ سے باہر امداد کرنے کے وہ پابند نہیں تھے اس لئے آپ نے پھر مجمع کو خطاب کر کے فرمایا:-

اشيرو و غلبی ایہا الناس
اے لوگو مجھ کو مشورہ دو۔

سردار انصار حضرت سعد بن معاذؓ سمجھ گئے کہ اس خطاب کا روئے سخن انصار کی طرف ہے۔ فوراً حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے اور اس کی شہادت دی کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں سب حق ہے اور ہم نے آپ سے عہد و پیمانہ کئے ہیں کہ ہر حال میں آپ کی اطاعت کریں گے اس لئے آپ کو جو کچھ اللہ کا حکم ملا ہو اس کو جاری فرمائیے، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر آپ ہم کو مسند میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت مسند میں گھس جائیں گے اور ہم میں کا ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہم دستوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے۔ بالیقین ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور مقابلہ کے سچے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، ہمیں اللہ کے نام پر جہاں چاہیں لے چلیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بہت مسرور ہوئے اور قافلہ کو حکم دیا کہ اللہ کے نام پر چلو اور یہ خوشخبری سنائی کہ محمد سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابوہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے ایک جماعت پر جہار غلبہ ہوگا اور مجھ کو تو تم کفار کے پھیلائے جانے کی جگہیں دکھلا دی گئی ہیں کہ فلاں شخص اس جگہ اور فلاں شخص اس جگہ مارا جائے گا۔

پھر جب ابوسفیان اپنے قافلہ کو لے کر مکہ پہنچ گیا تو ابوہل کو خبر بھیجی کہ تم لوگ صرف ہم لوگوں کی حفاظت اور بچاؤ کے لئے نکلے تھے سو ہم لوگ بیکر بیکر پہنچ گئے ہیں لہذا تم سب مکہ واپس ہو جاؤ لیکن ابوہل نے فرعونیت میں آکر جنگ کی نشان لیا اور کہا کہ جب تک ہم بدر پہنچ کر تین دن تک کھاپی نہ ڈرا گیا جاکر مرے نہ اڑائیں اس وقت تک ہرگز واپس نہ ہوں گے۔ چنانچہ یہ مکہ کا نزاع خود بھی ہلاک ہوا اور امیہ بن خلف کو بھی جہنم رسید کر دیا۔

ادھر صحابہ کرام کو میدان بدر ہی میں معلوم ہوا کہ کرز بن جابر بخاری نے بھی کفار مکہ کی مدد کا ارادہ کر لیا ہے اور فوجی دستہ لے کر آ رہا ہے تو بارگاہ رب العزت میں استغاثہ کیا جیسا کہ سورہ انفال کی آیت کے الفاظ ہیں۔

اذ تستغيثون ربکم فاستجاب لکم
انی مبداکم بالف من الملائکة
مروفین (پ ۱۶)

جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے د اپنی قلت اور ان کی کثرت دیکھ کر پھر اس نے تمہاری سن لی اور فرمایا، کہ میں تمہیں ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار پہنچیں گے۔

پھر جب کرز بن جابر کی امداد آنے کی خبر معلوم ہوئی تو حق تعالیٰ نے مزید دو وعدے فرمائے جو سورہ آل عمران میں تین ہزار اور پانچ ہزار مذکور ہیں۔

حکیم الامت حضرت محالوی نے بیان القرآن میں نیکو بیان فرمایا ہے کہ کافروں کی تعداد ایک ہزار تھی اس لئے پہلے ایک ہزار فرشتے آئے۔ پھر کافر مسلمانوں سے تین گنا تھے اس لئے فرشتے تین ہزار ہو گئے تاکہ کافروں سے تین گنا

رہیں۔ پھر پانچ ہزار میں یہ رعایت ہے کہ لشکر کے پانچوں حصوں کے ساتھ ایک ایک ہزار رہیں۔ واللہ اعلم۔
 علامہ عینیہ نے عمدۃ القاری میں فرمایا ہے کہ قتل حمزہؑ ای ابن عبد المطلب طعمیۃ
 بن عدی بن الحیار یہ وہم ہے صحیح نہیں بلکہ صحیح ابن زفل ہے۔ وایضاً فی عاصیۃ البخاری بحوالہ فتح الباری
 ۳۔ حدثنی یحییٰ بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل بن ابن شہاب عن
 عبد الرحمن بن عبد اللہ بن کعب ان عبد اللہ بن کعب قال سمعت کعب بن
 مالک یقول کہ اتخلف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوة غزاها
 الا فی غزوة تبوک غیر انی تخلفت فی غزوة بدر ولم یعاتب احدٌ تخلف عنها
 انتباخراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرید غیر قریش حتی جمع اللہ بینہم
 و بین عدوہم علی غیر ميعاد۔

ترجمہ ۱۔ عبد اللہ بن کعب سے روایت ہے کہ میں نے کعب بن مالک سے سنا آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے غزوے کئے میں پیچھے نہیں رہا سوائے غزوة تبوک کے البتہ غزوة بدر میں بھی شریک نہیں
 ہوا تھا۔ لیکن جو لوگ غزوة بدر میں پیچھے رہے ان پر کسی قسم کا کوئی عتاب نہیں ہوا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ
 قریش کے ارادے سے نکلے تھے دینی کوئی جنگ و جہاد کا ارادہ نہیں تھا اس لئے اعلان بھی صحابہ میں نہیں ہوا، اتفاق اللہ
 تعالیٰ نے مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان جمع کر دیا۔

غیر ميعاد ای لا ارادۃ فتح الباری۔ مطلب یہ ہے کہ بلا نشان و گمان مذبح پڑ گئی اور خوب جنگ ہوئی۔
 تشریحات: چونکہ حضرت کعب بن مالک کے دونوں خلف میں فرق تھا اس لئے کہ اتخلف الا فی غزوة تبوک
 کے ساتھ غزوة بدر کا استثناء نہیں کیا اور اس طرح نہیں فرمایا الا فی غزوة تبوک و غزوة بدر بلکہ غزوة تبوک کے لئے
 حرف الا اور غزوة بدر کے لئے لفظ غیر کا استعمال کیا چونکہ اصل خلف غزوة تبوک ہی کا خلف تھا جو اپنے اختیار سے
 خلف تھا اور مذموم تھا۔ اس لئے کہ تبوک میں شرکت کا حکم ہو چکا تھا یہی وجہ ہے کہ تبوک سے خلف کرنے والوں پر بدگاہ
 خداوندی سے عتاب نازل ہوا اور غزوة بدر کا خلف مذموم نہ تھا چنانچہ جو شخص غزوة بدر میں شریک نہیں ہوا اس پر کوئی
 عتاب نہیں۔ اس لئے غزوة بدر کے خلف کو حرف غیر کے ساتھ ذکر فرمایا تاکہ غزوة بدر کے خلف کا غزوة تبوک سے
 مفارقت معلوم ہو جائے۔ فافہم ذالک فانہ دین فتح الباری۔

باب قول اللہ تعالیٰ اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی مَعِدُّکُمْ بِالْفِئْتَنِ
 الْمَلَائِکَةِ مَرْفُوعِینَ ① وما جعلہ اللہ الابشریٰ ولتطمئنن بہ قلوبکم وما النصر
 الامن عند اللہ ان اللہ عزیز حکیم، ② اذ یغشیکم النعاس امنة منذ وینزل
 علیکم من السماء ماءً لیطہرکم بہ ویدہب عنکم سجاہ الشیطان ولیربط
 علی قلوبکم وثبت بہم الاقدام ③ اذ یوحی ربک الی الملائکة انی معکم فثبتوا
 اللذین امنوا سألنی فی قلوب الذم من کفروا الی رب عیب فاضربون الاعناق واضربوا
 منهم کل بنان ④ ذالک بانہم شاقوا اللہ ورسولہ ومن یشاقق اللہ و

رسولک، فات اللہ شدید العقاب (۱۳) (پ ۱۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے (اپنی قلت اور ان کی کمزرت دیکھ کر) پھر اس نے تمہاری سن لی (اور فرمایا) کہ میں تمہیں ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار پہنچیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لئے کی کہ تمہیں بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان ہو جائے۔ اور واقع میں نصرت تو صرف اللہ ہی کے پاس سے ہے، بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ کو طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لئے اور آسمان سے تمہارے اوپر پانی برس رہا تھا تاکہ اس کے ذریعہ سے تمہیں پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسے کو دور کر دے اور تاکہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور اس کے ذریعہ تمہارے پاؤں جمادے (یعنی تم ریگ میں نہ دھنسو) اور اس وقت کو یاد کرو جب آپ کا پروردگار وحی کر رہا تھا، فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو ایمان والوں کو جمائے رکھو میں ابھی کافروں کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں سو تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو، یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ سزا دینے میں سخت ہے۔

۴۔ حَدَّثَنَا ابُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَمَاءُ ابْنُ اَبِيْلٍ عَنْ مَخَارِقِ بْنِ طَارِقِ بْنِ شَهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ شَهِدْتُ مِنْ الْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ مَشْهَدًا الْأَنْ كَوْنًا صَاحِبًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا عُدَّ لِي بِهَاتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُو عَلِيَّ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لَا نَقُولُ كَمَا قَالَ تَوَدُّ مُوسَىٰ إِذْ هَبَّ أَنْتَ وَمَنْ تَبِعَكَ فَقَاتِلْنَا وَلَكِنَّا نَقَاتِلُ عَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ فَرَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَقَ وَجْهَهُ وَسَمَّاهُ-

ترجمہ:- طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ میں نے ابن مسعود سے سنا فرما رہے تھے کہ میں نے مقداد بن اسود کو پایا اس مقام پر کہ اس مقام والا ہونا مجھ کو محبوب ترین ہوتا ان تمام چیزوں سے جو اس سے مقابل کیا جائے (مطلب یہ ہے کہ حضرت مقداد نے جنگ بدر کے سلسلے میں جو حضور قدس سے بات کہی اگر وہ بات میری زبان سے ادا ہوتی تو کائنات عالم کی ساری دولت اس کے مقابلہ میں بیخ اور کتر ہوتی)

حضرت مقدادؓ نبی اکرمؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ دریاں جالیگہ حضورؐ مسلمانوں کو مشرکین کے خلاف یعنی جنگ پر، آمادہ کر رہے تھے، تو مقداد نے کہا "ہم وہ نہیں کہیں گے جیسا کہ موسیٰؑ کی قوم نے کہا تھا (موسیٰؑ سے) کہ جاؤ تم اور تمہارا رب ان سے جنگ کرو، بلکہ ہم لڑیں گے آپ کے دائیں بائیں، آگے اور پیچھے، تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرمؐ کا چہرہ مبارک کھل گیا اور آپ مقداد کے قول سے خوش ہوئے۔ (کتاب التفسیر ۶۶۳ میں روایت آئے گی)

تشریح جات

۵۔ مطابقتہ للتوجہ، حضرت مقداد کا خوش کن قول غزوہ بدری کے متعلق ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت مقداد کی وہ بات جو ابن مسعود کو ہر چیز سے محبوب تر ہے، اس وقت کی ہے جبکہ آنحضرت صفر میں پہنچے اور آپ کو خبر ملی کہ قریش مکہ کا لادہ بدر کی جنگ کا ہے اور ابوسفیان کا قافلہ مکہ نکل گیا تو آنحضرت نے لوگوں سے مشورہ لیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے اور تائیدی تقریر کی پھر عمر فاروقؓ کھڑے ہوئے پھر حضرت مقداد نے کھڑے ہو کر تقریر کی جو حدیث میں مذکور ہے۔

بعض روایات میں اتنا زیادہ ہے کہ مقداد نے فرمایا "مستم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اگر آپ ہم کو برگ العناد دین میں ایک جگہ ہے، ہم نے جاویں تو ہم آپ کے ساتھ جہاد کریں گے۔"

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ ہم کو مشورہ دو۔ پس لوگوں نے معلوم کر لیا کہ آنحضرت کا مقصد حضرات انصار سے ہے اور آپ کو خطرہ تھا کہ شاید انصار آپ کا ساتھ نہ دیں اس لئے کہ انصار نے تو صرف اس پر بیعت کی تھی کہ ہم لوگ آپ کی مدد کریں گے جو بھی دشمن آپ پر حملہ آور ہوگا نہ یہ کہ آپ دشمن پر حملہ کریں، سو سعد بن معاذ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ جس پر چلیں، اس پر آنحضور بہت خوش ہوئے ایک روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ نے فرمایا "شاید آپ ایک کام کے لئے نکلے تھے یعنی ابوسفیان کے قافلہ تجارت کے مالوں کو لوٹنے کے لئے لیکن خداوند تقدس نے دوسرا معاملہ پیدا کر دیا سو آپ کے جو حکم ہوا ہے بدستور چلیں جو چاہیں کریں اور ہمارے اموال میں سے جو چاہیں لیں، حضرت ابویوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ ہم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ہم مدینے میں تھے کہ مجھ کو ابوسفیان کے قافلہ کی خبر پہنچی ہے پس کیا تم چاہتے ہو کہ اس کی طرف نکلو، شاید حق تعالیٰ اس کا مال ہم کو دلا دے، ہم نے کہا ہاں، سو جب ہم لوگ ایک دو روز چلے تو آپ کو خبر ملی آپ نے ہمیں بتایا اور فرمایا، جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ تو ہم نے کہا قسم سے اللہ کی ہم تو جہاد کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر آں حضرت نے وہی بات فرمائی تو مقداد نے کہا کہ ہم آپ کو نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا تھا "اذْهَبْ اَنْتَ وَرَبِّكَ اِخْ- بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے، اس پر ہم گروہ انصار نے نمانا کی کہ کاش ہم نے بھی حضرت مقداد کی طرح کہا ہوتا اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

کَمَا اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاَنْتَ
عَزِيزٌ قَامِنٌ الْمُؤْمِنِينَ لَكِنَّهُمْ هَوْنٌ ۝۵ انفال
پے ۱۵۰

جیسے آپ کے رب نے آپ کے گھر سے مصلحت کے ساتھ آپ کو نکالا (یعنی بدر کی طرف روانہ کیا) اور مسلمانوں کی ایک جماعت (اپنی قلت تعداد کی وجہ سے) اسی کو گراں سمجھتی تھی۔

۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشِبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ وَقَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ اللَّهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تَعْبُدْنَا خَدَّ ابُو بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ حَسْبُكَ فِجْرٌ وَهُوَ يَقُولُ سَيَهْزَمُ الْجَمْعُ وَيَوْلُونَ الدُّبُرَ۔

ترجمہ :- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے روز فرمایا تھا اے اللہ میں آپ کے عہد اور وعدہ کا طلب گار ہوں، جو تو نے اپنے نبی کی مدد اور کفار پر غلبہ کے متعلق کیا ہے،

ترجمہ:- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ برابر نہیں ہو سکتے ہیں وہ مسلمان جو بدر سے بیٹھنے والے ہیں یعنی جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے۔ اور جو لوگ بدر کی طرف نکلے یعنی شریک بدر ہوئے۔

تشریحات | ابن عباس کا مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ لا یستوی القاعدون الخ (پارہ ۵ صفحہ ۱۰) بدر والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اور یہ حدیث کتاب التفسیر ص ۶۱۱ میں آرہی ہے۔

۵۶۴ (باب عدۃ اصحاب بدر)

اصحاب بدر کی تعداد کا بیان

یعنی جو اصحاب جنگ بدر میں شریک ہوئے اور جن حضرات کو شریک سمجھا گیا۔

۴. حدثنا مسلم بن خالد قال حدثنا شعبة عن ابی اسحاق عن البراء قال استصغرت انا و ابن عمر ح و حدثنی محمود قال حدثنا وهب عن شعبة عن ابی اسحاق عن البراء قال استصغرت انا و ابن عمر يوم بدر و كان المهاجرون يوم بدر نيفاً على ستين و الانصار نيفاً و اربعون و ما اثنان.

ترجمہ:- حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ (غزوہ بدر کے دن) میں اور ابن عمرؓ چھوٹے سمجھے گئے۔ یعنی نابالغ ہونے کی وجہ سے ہم دونوں کو غزوہ بدر میں شرکت کی اجازت نہیں ملی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نابالغ بچوں کو جہاد سے چھانٹ دیتے تھے (فتح)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں اور ابن عمرؓ جنگ بدر کے روز چھوٹے قرار دے دیئے گئے تھے اور جنگ بدر میں مہاجرین مثلاً ٹھٹھ سے زیادہ تھے اور انصار دو سو چالیس ت زیادہ تھے۔

تشریحات | ایک روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ جنگ احد میں چھوٹے قرار دیئے گئے۔ مگر دونوں روایتوں میں تضاد ہے اس لئے نہیں ہے کہ ابن عمرؓ جنگ بدر میں تیرہ برس کے اور جنگ احد میں چودہ سال کے تھے۔ اس لئے ممکن ہے کہ دونوں جنگوں میں نابالغ قرار دیئے گئے ہوں۔ (فتح)

نيفاً منصوب لان خبر كان، ويجوز في نيفاً الثاني النصب والرفع اما النصب فعلى تقدير وكان الانصار نيفاً وقوله اربعين عطف عليها وقوله ما اثنان عطف على اربعين - واما الرفع كما في متن البخاري فعلى انما خبر بقوله، والانصار لكونه مبتدأ وبيتراً على هذا و اربعون و ما اثنان لانهما حينئذ معطوفان على المرفوع بهما في نيفاً و اربعين - نسخ بخاری میں اسی طرح ہے۔

ح | اس لئے اس کا مقصد یہاں | اس لئے اس کے بعد واو تخیل لایا گیا ہے۔

عہ مطابقہ للترجمۃ فی قولہ "عن بدر و ابی بدر ای لا مساواة بینہما

عہ مطابقہ للترجمۃ فی قولہ کان المهاجرون یوم بدر

حضرات محدثین کا قاعدہ ہے کہ اگر ایک حدیث کی مختلف سندیں ہوں تو ہر سند کو پوری بیان کرنے میں طوالت ہوگی۔ اس طوالت سے بچنے کے لئے محدثین کو عام یہ صورت اختیار کرتے ہیں کہ پہلے ایک سند کو مشترک شیخ تک پہنچا دیتے ہیں پھر دوسری سند اور تیسری سند کو اس شیخ تک پہنچاتے ہیں اور دونوں سندوں کے درمیان میں فصل کے لئے ح مہملہ معزہ لے آتے ہیں تاکہ دیکھنے والوں کو متعدد سندوں پر ایک ہی سند کا گمان یا اشتباہ نہ ہو۔

اس کے اندر اختلاف ہے کہ یہ حار مہملہ ہے یا جو لوگ جامعہ قرار دیتے ہیں ان کے بھی دو قول ہیں ایک تو یہ کہ مخفف ہے آخ کا اور آخ مخفف ہے الی آخرہ کا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حار مجملہ مخفف ہے اسناداً محرکاً۔ لیکن جامعیت کثیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حار مہملہ غیر منقوط ہے پھر اس جماعت میں چار فریق ہیں۔

ایک فریق کی رائے یہ ہے کہ یہ الحدیث کا مخفف ہے لہذا یہاں پہنچ کر الحدیث پڑھنا چاہئے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صحیح کا مخفف ہے قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی تحریر میں کسی جگہ تردد اور شبہ کا اندیشہ ہوتا ہے تو اس جگہ جھوٹا سا صحیح بنا دیتے ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ عبارت میں شک و شبہ نہ کرو یہ عبارت صحیح ہے اور چونکہ اس سے مقصود صرف تشبیہ ہے اس لئے اس کو پڑھا نہیں جائے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ الحاصل کا مخفف ہے حائل کے معنی آڑ کے ہیں تو چونکہ یہ حار دو سندوں کے درمیان حائل ہو رہی ہے یعنی صرف علامت جملوت ہے اس لئے اس کو پڑھا نہیں جائے گا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ یہ حار تحویل ہے ای تحویل من سند الی سند آخر یہاں پہنچ کر جا پڑھا جائے گا۔

پنجمی فریق کی آخری قول اصح الاقوال اور معمول ہے واللہ اعلم بالصواب۔

۸۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَصْحَابِ طَالُوتَ قَالَ مَا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَصْحَابِ طَالُوتَ إِلَّا أَنَّهُمْ كَانُوا عَدَاءً لَنَا وَأَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ جَاءُوا مَعَنَا النَّهْرُ بِيَضْعَةِ عَشْرٍ وَثَلَاثَ مِائَةٍ قَالَ الْبِرَاءُ لَا وَاللَّهِ مَا جَاءُوا مَعَنَا النَّهْرُ إِلَّا مَوْبِقٌ

ترجمہ :- حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور اقدس کے اصحاب میں سے جنہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی حدیث بیان کی کہ یہ لوگ اصحاب طالوت کی تعداد کے برابر تھے جنہوں نے حضرت طالوت کے ساتھ نہر (فلسطین) پار کیا تھا یعنی تین سو دس سے کچھ اوپر حضرت براء کا بیان ہے کہ نہیں خدا کی قسم طالوت کے ساتھ صرف وہی لوگ نہر سے پار اترے تھے جو ایمان والے تھے۔

تشریحات | طالوت سے حضرت طالوت ہیں جو نبی امین بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور حضرت نبی امین حضرت یوسف کے بھائی تھے اور ان طالوت ہی کو عبرانی زبان میں ساول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کا ذکر قرآن کی سورہ بقرہ سے مقول کے اخیر میں ہے فلیرجع ثمة طالوت عزیز تھے سست پایا، (باغ دفع)

عہ مطابقتہ للترجمة طاهرًا هذا الطريق اخبرني حديث البراء

۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رِجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا اسْمَاعِيلُ عَنْ أَبِي اسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا اصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَعَدُّ أَنْ عِدَّةَ اصْحَابِ بَدْرٍ عَلَى عِدَّةِ اصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ جَاوَزُوا مَعَهُ النَّهْرَ وَلَمْ يَجَاوِزْ مَعَهُمَا إِلَّا مَوْمِنٌ بَضْعَةَ عَشْرَ وَثَلَاثِينَ

ترجمہ: حضرت براء سے روایت ہے کہ ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں گنتو کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد بھی اتنی ہی تھی جتنی اصحاب طالوت کی جنہوں نے آپ (طالوت) کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا اور ان کے ساتھ نہر کو عبور کرنے والے مومن ہی تھے جو تین سو دس سے کچھ اوپر تھے۔

۱۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ عَنْ سَفِينِ بْنِ أَبِي اسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سَفِينٌ عَنْ أَبِي اسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا نَتَعَدُّ أَنْ اصْحَابَ بَدْرٍ ثَلَاثِينَ وَبَضْعَةَ عَشْرَ بَعْدَ اصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ جَاوَزُوا مَعَهُ النَّهْرَ وَمَا جَاوَزُوا مَعَهُ إِلَّا مَوْمِنٌ

ترجمہ: حضرت براء سے روایت ہے کہ ہم آپس میں گنتو کرتے تھے کہ اصحاب بدر تین سو دس سے کچھ اوپر تھے موافق تعداد اصحاب طالوت کے جنہوں نے طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا اور اس سے عبور کرنے والے مومن تھے۔

تشریحات | نہر سے نہر اردن مراد ہے اور جالوت فلسطینی ظالم تھا۔ اسی ظالم سے مقابلہ کے لئے طالوت کا اعلان تھا کہ جو جالوت کو قتل کر دے گا میں اپنی بیٹی سے اس کا نکاح کر دوں گا نیز آدھا ملک تقسیم کر کے دے دوں گا۔ چنانچہ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا تو طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی چھوٹی لڑکی حضرت داؤد کے نکاح میں دے دی۔ پھر بنی اسرائیل میں حضرت داؤد کی قدر و عزت بہت بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ حضرت داؤد مستقل بادشاہ ہو گئے تو طالوت کی نیت بدل گئی اور داؤد سے کچھ کشیدگی سی ہو گئی۔ پھر اس نے سلطنت چھوڑ دی اور جہاد میں نکلا چنانچہ شہید بھی ہو گئے۔

تفصیلی واقعہ کے لئے فیض الامامین شرح جلالین کا دوسرا پارہ آخری رکوع کا مطالعہ فرمائیے۔

بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ كَهَارِ قُرَيْشٍ شَيْبَةَ وَعْتَبَةَ وَالْوَلِيدِ وَابْنِ جَهْلٍ بَنِ هَشَامٍ وَهَلَاكِهِمْ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا قریش مشیبہ اور عتبہ اور ابو جہل بن ہشام کے لئے اور ان کا فردوں کی ہلاکت کا بیان۔

تشریحات | یہ بددعا وہی ہے جو مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بد بختوں کے لئے کی تھی جس وقت ان بد بختوں نے نماز کی حالت میں حضرت کی پشت مبارک پر اونٹنی کی اونچھری رکھ دی تھی۔

مع مطابقتہ للترجمة في قوله: "اصحاب بدر ثلثاثة وبضعه عشر"

تذیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے بخاری ص ۳۳ تا ص ۳۴ نیز کتاب الصلوٰۃ ص ۳۴

۱۱۔ حدثنا ابن عمير بن خالد قال حدثنا زهير قال حدثنا ابو اسحاق عن عمرو بن ميمون عن عبد الله بن مسعود قال استقبل النبي صلى الله عليه وسلم الكعبة فذاعا عن نضر بن قريش عاتى شيبه بن ربيعة وعتبة بن ربيعة والوليد بن عتبة وابي جهل بن هشام فاستشهدوا بالليلى لقد رأيتهم صرعى قد غيرتهم الشمس وكان يومًا حارًا۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کیا اور قریش کے چند شخصوں پر بے رحمی کی، شیبہ بن ربيعة، عتبہ بن ربيعة، ولید بن عقبہ اور ابو جہل بن ہشام پر۔ سو میں اللہ کو گواہ بنا کر عرض کیا کہ میں نے یہ سب کے میدان میں ان کی لاشیں پڑی ہوئی دیکھیں، ان کی لاشوں کو سورج نے متغیر کر دیا تھا یعنی بگاڑ دیا تھا، کیونکہ گرمی کا دن تھا، واللہ اعلم بالصواب۔

باب قتل ابي جهل

۱۲۔ حدثنا ابن عمير قال حدثنا ابو اسامه حدثنا اسمعيل قال اخبرنا قيس بن عبد الله انه اتى ابا جهل وبعده رمق يوم بدر فقال ابو جهل هل اعمد من رجل قتلتموه؟

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آپ (عبداللہ) ابو جہل کے پاس آئے اور ابھی اس میں جان باقی تھی جنگ بدر کے روز ابو جہل تلواروں کے زخم سے زمین پر پڑا ہوا تھا مگر ابھی کچھ جان باقی تھی، حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اس سے بات کی، تو ابو جہل نے کہا کیا کوئی زیادہ تجھ سے بڑا ہے اس آدمی سے جس کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے؟ کتنے ہتھیار تھے اور شریف قوم کو تم نے قتل کیا ہے؟ کہ اس سے بڑے درجے کا قوم میں کوئی نہیں ہے، جیسا کہ حضرت انس کی روایت آ رہی ہے جس میں ابو جہل کے الفاظ ہیں "قال وهمل فوق رجل قتلتموه کیا اس سے اوپر درجہ کا بڑے درجے والا، کوئی آدمی ہے جس کو تو نے قتل کر دیا ہے۔ رمق بقیہ زندگی۔ طہرانی میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے ابو جہل کو بدر کے روز پڑا پایا تو میں نے کہا اے دشمن خدا، حق تعالیٰ نے تجھ کو ذلیل کیا اس پر ابو جہل نے کہا "هل اعمد رجل قتلتموه؟"

۱۳۔ حدثنا احمد بن يوسف قال حدثنا زهير حدثنا سليمان التيمي ان الساجدة منهم قتل النبي صلى الله عليه وسلم وحدثنا عمرو بن خالد قال حدثنا زهير عن

منه مطابقة للترجمة في قوله "سأيتهم صرعى اي يوم بدر"

یعنی یعنی کئی قبیل کی ہمت اور باعث ننگ و عار نہیں ہے کیونکہ میں غیر لوگوں کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا بلکہ اپنی ہی قوم کے

ہاتھ سے مارا گیا ہوں۔

سليمان التيمي عن النبي قال قال النبي صلى الله عليه وسلم من ينظر ما صنع ابو جهل فانطلق ابن مسعود فوجد لا قد ضربه ابنا عنزاً حتى برود قال أنت ابو جهل قال فاخذ بلحيته قال وهل موق رجل قتلتموه لا اوس جل قتلتموه قال احمد بن يونس انت ابو جهل

ترجمہ :- حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو دیکھ آوے کہ ابو جهل نے کیا کیا ہے یعنی زندہ ہے یا مر گیا، تو ابن مسعود گئے اور ابو جهل کو پایا کہ عفرار کے دو صاحبزادوں (معاذ اور مود) نے اس کو مارا ہے یہاں تک کہ ٹھنڈا کر دیا یعنی سارا مخمور و زور اس کا ختم کر دیا اب مرنے کے قریب ہے، ابن مسعود نے کہا "کیا تو ہی ابو جهل ہے؟" حضرت انس کا بیان ہے کہ پھر حضرت ابن مسعود نے اس کی ڈاڑھی پکڑ لی، ابو جهل نے کہا کیا اس سے بھی کوئی بڑا انسان ہے جسے تم نے قتل کیا، یا اس نے یہ کہا کہ کیا اس سے بھی بڑا کوئی انسان ہے جس کو اس کی قوم نے قتل کر ڈالا ہے؟ دوسرا نسخہ انت ابا جهل بالنصب على النداء ای انت مصروع یا ابا جهل مله

غیر مقلدوں کا جاہلانہ یا متجاہلانہ اعتراض | غیر مقلد حضرات حضرت امام اعظم پر ایک اعتراض یہ کرتے ہیں کہ امام اعظم علم خویش کمزور تھے کیونکہ ابو عمر و علامہ بخاری نے حضرت امام اعظم سے سوال کیا کہ قتل بالثقل سے قصاص واجب ہے یا نہیں؟ امام نے فرمایا نہیں۔ اس پر ابو عمر و نے کہا کہ اگر وہ بلخین کے پتھر سے مارے پھر بھی نہیں؟ امام نے فرمایا: لو قتلہ بابا قلیس و اگرچہ جل ابی قلیس سے قتل کرے، چونکہ اب اسانے ستہ مگرہ میں سے ہے اور اس پر بارحرف جار داخل ہے اس لئے نخو کے مشہور قاعدے کے لحاظ سے حالت جرم میں یار کے ساتھ "لو قتلہ بابی قلیس ہونا چاہئے تھا اور حضرت امام اعظم نے الف کے ساتھ بابا قلیس فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے امام اعظم سے نخوی غلطی ہوئی۔

حالانکہ اس سے تو امام اعظم کا نخوی تجربہ ثابت ہوتا ہے اور معتزین کی بے مائیگی و جہالت ثابت ہوتی ہے حد یہ ہے کہ بخاری شریف پر بھی ان کی نظر نہیں ہے اگر دیکھنے اور پڑھتے ہی ہیں تو صرف روایت پڑھتے ہیں روایت و فہم سے محروم ہیں۔ بخاری شریف کتاب المغازی کی اس تیرھویں حدیث کو اگر بغور دیکھتے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود جب ابو جهل کا سر قلم کرنے گئے تو ابو جهل زخموں سے چور پڑا ہے مگر کچھ جان باقی ہے تو حضرت ابن مسعود نے کہا انت ابا جهل اگرچہ ایک نسخہ داؤ کے ساتھ بھی ہے۔ بہر حال اکثر نسخے اور معتد نسخے الف کے ساتھ ہی ہیں اور دونوں نسخے صحیح ہیں۔ اس لئے ستہ مگرہ میں ایک لغت یہ بھی ہے کہ جب غیر یا مستحکم کی طرف مضاف ہو تو ہر حالت میں الف کے ساتھ ان کا عرب "ہوگا جیسا کہ ایک شعر ہے: انباہا و اباباہا قد بلغنا فی المجد غایاتھا اس کی طرف حاشیہ میں بھی اشارہ ہے "ولابن عساکر و الاصبی و ابی ذر عن المحموی و الکشفینی

عہ لیکن علامہ عینی نے لکھا ہے والفرق بین المثل والبعنوان المثل متحد فی الحقیقۃ والنحو اعم وقیل مترادفان عمدۃ القاری ۲۹۳ یعنی فتح مکہ

ابا جہل بلالفت بدل الواو علی لفتة من یشث الالف فی الاسماء الستة فی کل حال ۵۶۵

تشریحات

ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ اگر کسان و کاشکار کے علاوہ مجھ کو مارتا تو بہتر ہوتا یعنی اس کا مار مجھ کو توہین ہے، ایک روایت میں ہے کہ ابن مسعود نے فرمایا کہ میں نے جب دیکھا کہ اس میں جان باقی ہے تو میں نے اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھ دیا اور میں نے کہا اسے دشمن خدا احق تعالیٰ نے مجھ کو ذلیل کیا، اس نے کہا مجھ سے ذلیل تر کون ہے جس کو تم نے قتل کیا۔ پھر میں نے اس کا سر کاٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا "یہ سر اللہ تعالیٰ کے دشمن ابو جہل کا ہے، پھر حضور نے حق تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی۔

۱۳۔ حدیثی محمد بن المہشبی قال حدثنا ابن ابی عدی عن سلیمان النبی عن انس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یومہ بدیر من ینظر ما فعل ابو جہل فانطلق ابن مسعود فوجدہ قد ضربہ ابنا عفراء حتی برؤ فاختذہ بلحیثہ قال انت ابو جہل قال وهل فوق رجل قتلہ قومه او قال قتلہ قوما

ترجمہ ۱۔ حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے روز فرمایا "کون دیکھ کر آئے گا کہ ابو جہل کا کیا ہوا؟ تو حضرت ابن مسعود گئے تو دیکھا کہ عفراء کے دونوں صاحبزادوں نے اسے مار دیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا پڑا ہے سو ابن مسعود نے اس کی ڈاڑھی پکڑ لی اور فرمایا "کیا تو ہی ابو جہل ہے؟ اس نے کہا کیا اس سے بھی بڑا کوئی آدمی ہے جس کو اس کی قوم نے قتل کر دیا ہے یا اس نے کہا تم لوگوں نے قتل کر ڈالا ہے۔

۱۵۔ حدیثی ابن المہشبی قال اخبرنا معاذ بن معاذ قال حدثنا سلیمان قال اخبرنا انس بن مالک نحوہ۔ ترجمہ واضح ہے۔

محدثین کرام کی اصطلاح ہے کہ اگر کسی حدیث کی دو سندیں ہوں تو پہلی حدیث بیان کرنے سے دوسری سند ذکر کر کے اختصار کے لئے مثلاً یا نحوہ فرمادیتے ہیں۔

فرق صرف یہ ہے کہ مثلہ کی صورت میں الفاظ بھی دونوں کے ایک ہی ہوتے ہیں اور نحوہ کی صورت میں صرف معنی و مفہوم کی موافقت ہوتی ہے الفاظ بدلے ہوئے ہوتے ہیں۔

۱۶۔ حدیثی علی بن عبد اللہ قال کتبت عن یوسف بن الماجشون عن صالح بن ابراہیم عن ابیہ عن جدہ لانی بدیر یعنی حدیث ابی عفراء۔

ترجمہ ۱۶۔ ہم سے علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی اس نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث یوسف بن صالح سے ماہنشون سے سنی۔ انہوں نے صالح بن ابراہیم سے اس نے اپنے باپ ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف سے اس نے اس صالح کے دادا عبد الرحمن بن عوف سے ہر کے ہاں سے یعنی عفراء کے دونوں بیٹوں کی حدیث۔

تشریحات علی بن عبد اللہ هو ابن المدینی، قولہ "کتبت" کنایت عن سمعت لان الکتابہ لازم السماع عادة والضمیر فی جدہ لانی صالح۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم نے بیان کیا کہ مجھ سے معاذ بن عمرو بن جوح نے

کہا کہ میں نے جب بدر کے دن سنا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو جہل کے پاس کوئی نہیں پہنچ سکتا تو میں نے اس کی طرف قصد کیا ، جب میں نے موقع پایا تو اس پر میں نے حملہ کر کے اس کا پاؤں زخمی کر دیا پھر اس کے پیٹے عکرم نے مجھ پر حملہ کر کے میرا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر معاذ بن حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک زندہ رہے ، پھر ابو جہل کے پاس معوذ بن عفرہ پہنچا اور اس نے جو ابو جہل پر حملہ کیا تو ابو جہل کو گرا ہی دیا کہ چلنے پھرنے سے مجبور ہو گیا مگر پھر بھی معوذ بن عفرہ سے جنگ جاری رہی یہاں تک کہ معوذہ شہید ہو گئے۔

اس روایت سے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی مذکورہ بالا حدیث سے تعارض ہوتا ہے حالانکہ حضرت عبدالرحمان کی حدیث بخاری کی حدیث ہے اس لئے تطبیق کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ معاذ بن عفرہ اور معاذ بن عمرو بن جموح دونوں ابو جہل پر حملہ کیا اس کے بعد معوذ بن عفرہ کا بھائی پہنچا اور اس نے ابو جہل کو گرا یا پھر خود بھی شہید ہو گئے ، مگر ابو جہل گرا ہوا پڑا تھا لیکن کچھ آخری سانس باقی تھی جیسے ذبح کیا ہوا جانور ہوتا ہے ، تو حضرت ابن مسعودؓ پہنچے اور ابو جہل کی گردن پر پاؤں رکھ کر گفتگو فرمائی پھر ابو جہل کا سر کاٹ کر سر کا رو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس صورت میں تمام روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے واللہ اعلم وعلماہم۔

۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَّاشِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَخْتَضِرُ بَيْنَ يَدَيْ الْحَمَلِ لِلْغُصَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ وَفِيهِمْ أَنْزَلْتُ هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمَا قَالَ هُوَ الَّذِي تَبَارَكَ وَابْتَدَأَ يَوْمَ بَدْرٍ حِزْبُهُ وَعَلِيٌّ وَعُبَيْدَةُ أَوْ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْحَارِثِ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةُ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ۔

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں قیامت کے روز پہلا شخص ہوں گا جو خدائے رحمان کے سامنے فیصلہ کیلئے دوڑاؤں ہو کر بیٹھے گا (یعنی سب سے پہلے خدا کے سامنے دوڑاؤں جھگڑاؤں پر مقدمہ پیش کروں گا) اور قیس بن عباد نے بیان کیا ہے کہ انہیں حضرات (حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوئی، "ہذا ان خصمان اختصموا فی ربہم" ، پانچ ۹ یہ دو فریق ہیں (صحابہ کرام اور کفار) جنہوں نے اللہ کے بارے میں جھگڑا کیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو بدر کی لڑائی میں تنہا تنہا جنگ کیلئے نکلے تھے یعنی حمزہ رضی اللہ عنہ اور عبیدہ یا ابو عبیدہ بن حارث رضوان اللہ علیہم اجمعین مسلمانوں کی طرف سے، اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عقبہ کفار قریش کی طرف سے۔

تشریحات | محمد بن عبداللہ ابو قلابہ کے والد ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں مسلم دونوں کے شیخ ہیں۔

رقاشی بفتح الراء والقاف المنخفضة والشین، قیس بن عباد بضم العین المهملة وتخفيف الباء الواوہ۔

انا اول من یجئ من جثا یجئ جثوا، دوزا لوبیٹھنا، انگلیوں پر کھڑا ہونا۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ کا مقصد اولیت سے یہ ہے کہ اس امت کے اولین مجاہدین میں سے ہیں چونکہ اسلام میں سب سے پہلا معرکہ اور عظیم غزوہ جنگ بدر ہے جس نے کافروں پر اسلام کا رعب ڈالا ہے، اس روایت میں مبارزین کی تفصیل نہیں ہے کہ کون کس کے مقابل کھڑا ہوا اور جنگ کی نیکن ابن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ عبیدہ بن

حارث اور عقبہ دونوں بڑھے تھے اس لئے عقبہ کے مقابلہ کے لئے حضرت عبیدہ اور شیبہ کے واسطے حضرت حمزہ اور ولید بن عقبہ کے لئے حضرت علیؑ نکلے۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے ولید کو قتل کیا اور حضرت حمزہ نے شیبہ کو ختم کیا اور عبیدہ سے مقابلہ عقبہ کا سخت ہو گیا تو حضرت حمزہ اور حضرت علیؑ رضی اللہ عنہما نے عقبہ کا قتل کرنے میں مدد کی فرضی اللہ عنہم اجمعین۔

۱۸۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي مَجْلِزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَادٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ نَزَلَتْ هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ فِي لُسْتَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ عَلِيٌّ وَحَمْزَةُ وَعَبِيدُ بْنُ أَبِي الْحَارِثِ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَعْتَبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ بْنُ عْتَبَةَ۔

ترجمہ: حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ قریش کے چھ افراد کے بارے میں نازل ہوئی زمین مسلمانوں میں سے ایک فریق حضرت علیؑ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم دوسرا فریق تین کفار شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عقبہ۔

۱۹۔ حَدَّثَنَا اسحاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الصَّوَّافِ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ كَانَ يَنْزِلُ فِي بَنِي ضَبْيَعَةَ وَهُوَ مَوْلَى لِبْنِي سَدَّوَسٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ التَّمِيمِيُّ عَنْ أَبِي مَجْلِزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَادٍ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ فِينَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ۔

ترجمہ: ہم سے اسحاق بن ابراہیم صواف نے حدیث بیان کی ان سے یوسف بن یعقوب نے حدیث بیان کی آپ کا ہی ضبیعہ کے یہاں آنا جانا تھا اور آپ بنی سدوس کے مولیٰ تھے ان سے سلیمان تیمی نے حدیث بیان کی ان سے ابو مجلز نے اور ان سے قیس بن عباد نے بیان کیا کہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ نے فرمایا کہ یہ آیت ہم لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ یہ دونوں فریق ہیں جنہوں نے خدا کے دین کے بارے میں نبرد آزمائی کی۔

۲۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اخْبَرَنَا وَكَيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي مَجْلِزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَادٍ سَمِعْتُ اِبَادِرَ يَقِيْتُمْ لَنْزَلَتْ هُوَ لَاءِ الْآيَاتِ فِي هُوَ لَاءِ الرَّهْطِ السُّتَّةِ يَوْمَ بَدْرٍ نَحْوَلًا۔

ترجمہ: قیس بن عباد سے روایت ہے کہ میں نے ابو ذرؓ سے سنا آپ ابو ذرؓ شیبہ بیان کرتے تھے کہ یقیناً یہ آیتیں هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ سے مکمل تین آیات (۱۹-۲۰-۲۱ سورہ حج) اس جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جو چھ آدمی تھے بدر کے دن حدیث قبیصہ کی طرح۔ (یعنی حدیث ۱۵)

۲۱۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ قَالَ اخْبَرَنَا الْبُوْهَاشِمِيُّ عَنْ أَبِي مَجْلِزٍ عَنْ قَيْسِ قَالَ سَمِعْتُ اِبَادِرَ يَقِيْتُمْ فَتَمَّانَ هَذِهِ الْآيَةُ هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ نَزَلَتْ فِي الَّذِيْنَ بَدْرُوْا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَعَبِيدُ بْنُ الْحَارِثِ وَعْتَبَةُ وَشَيْبَةُ ابْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ بْنُ عْتَبَةَ۔

ترجمہ: قیس بن عباد سے روایت ہے کہ میں نے ابو ذرؓ سے سنا آپ قسم کھا کر بیان کرتے تھے کہ یہ آیت هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو بدر کے دن مبارزت کے لئے نکلے تھے یعنی حمزہ، علی

اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم اور عقبہ، خبیبہ ربیعہ کے دو بیٹے اور ولید بن عقبہ۔

۲۲۔ حدثنی احمد بن سَعِيدُ ابُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مَنْصُوبٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي اسْحَاقَ سَأَلَ سَاجِلُ الْاَبْرَاءِ وَاَنَا اَسْمَعُ قَالَ اشْهَدَ عَلِيٌّ بِدِرْأٍ قَالَ بَارِزُو ظَاهِرٌ حَقًّا.

ترجمہ :- ابو اسحاق سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت برابر سے پوچھا اور میں سن رہا تھا کہ کیا حضرت علیؑ جنگ بدر میں حاضر ہوئے تھے؟ آپ نے فرمایا "ہاں مبارزت کی تھی یعنی تہا لڑنے کے لئے نکلے، اور غالب رہے۔ حضرت علیؑ چونکہ گم عمر تھے یعنی نوجوان تھے اس لئے کچھ لوگوں کو شہرہ تھا کہ جنگ بدر میں نکلے یا نہیں؟ اشہد ہمزہ استفہامیہ استفہام کے لئے اور شہد فعل ماضی بمعنی حضر ہے اور علی فاعل ہے۔ عبارت محقر ہے اصل تقریر عبارت یوں ہوگی "قال (یعنی برابر) نعم شہد بدر سا و باسرو ظاہر۔"

۲۳۔ حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ قال حدثنا یوسف بن الماجشون عن صالح بن ابراهیم بن عبد الرحمن بن عوف عن ابيه عن جده عبد الرحمن قال كانت امیة بنت خلف فلما كان يوم بدر باذکر قتله وقتل ابنه فقال بلال لا نجوت ان نجما امیة

ترجمہ :- حضرت عبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ امیر بن خلف سے (ہجرت کے بعد) میرا عہد نامہ ہو گیا تھا یعنی یہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ میرے املاک جو مکہ میں ہیں اس کی حفاظت تو کر تو میں مدینہ کے اندر تیرے املاک کی حفاظت کروں گا، پھر جب جنگ بدر کا دن ہوا تو آپ نے اس کے اور اس کے بیٹے کے قتل کا ذکر کیا تو حضرت بلالؓ نے جب امیر کو دیکھا فرمایا "اگر امیہ نے نجات پالی یعنی اگر وہ بچ گیا، تو میں نے نجات نہیں پائی یعنی میری سخت ناکامی ہوگی اس لئے کہ پھر ایسا موقع ملے نہ ملے۔"

ترجمہ :- چنانچہ حضرت بلالؓ نے اس کو صاف کر دیا چونکہ حضرت بلالؓ مکہ میں امیر بن خلف کے غلام تھے اور یہ نصیحت محض اس وجہ سے کہ حضرت بلالؓ مسلمان تھے بے پناہ سزا دیتا تھا پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے امیر سے حضرت بلالؓ کو خرید لیا تھا۔ مرا الحدیث علی صفحہ ۳۲

۲۴۔ حدثنا عبد ان بن عثمان قال اخبرني ابي عن شعبة عن ابي اسحاق عن الاسود عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم ان الله فترأ والنجم فسجد بها وسجد من معه غير ان شيئا اخذ كفا من تراب فرفعه الى جهته فقال يكفيني هذا قال عبد الله فلقده سائتة بعدة قتل كافرا۔

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مکہ میں) سورہ والنجم کی تلاوت فرمائی اور اس سورہ میں آیت سجد چلاوت کی (یعنی مسلمان اور کافر جتنے موجود تھے سب نے سجدہ کیا) سوائے ایک بوڑھے کے کہ اس نے ہتھیلی میں مٹی لی اور اس کو اپنی پیشانی تک اٹھایا اور پھر کہنے لگا مجھ کو بس اسی قدر کفایت کرے گا (یعنی تکبر و گھمنہ میں اس نے یہ کہا) حضرت عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ بلاشبہ میں نے اس کو دیکھا کہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

ایک شہر اور اس کا ازالہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آنحضرت نے آیت سجدہ کی تلاوت پر سجدہ کیا تو سب حاضرین مجلس مسلمان اور مشرک جو موجود تھے سب سجدے میں گر گئے۔ شہر یہ ہوتا ہے کہ مشرکین کے سجدہ کرنے کا کیا سبب ہے؟ شاہ ولی اللہ دس سرے لکھتے ہیں کہ اس وقت سب کو ایک غاشیہ البیہ نے گھیر لیا تھا تو ایک غیبی اور قہری تصرف سے طوفان مگر صاحب کو سرسجد ہونا پڑا۔ (فوائد عثمانی سورۃ نجم)

تشریحات یہ وہی غیبت امیر بن خلف بڑھا تھا جو غزوہ بدر میں مارا گیا۔ وراحدیث فی سجد القرآن علی صفحہ ۱۳۶

۲۵۔ اخباری ابراہیم بن موسیٰ خدشاہ شامہ بن یوسف عن معمر بن عروۃ قال کان فی الزبیر ثلاث ضربات بالسیف احدھن فی عاتقہ قال ان كنت لادخل اصابعی فیھا قال ضربتین یومہ بدر وواحدہ یومہ الیرموث قال عروۃ وقال لی عبد الملک بن مروان حین قتل عبد اللہ بن الزبیر یا عروۃ هل تعرفت سیف الزبیر قلت نعم قال فما فیہ قلت فیہ فلک فتمہا یومہ بدر قال صدقت بہن فلول من قیراع الکتائب ثم ردت علی عروۃ قال ہشام فامتنا فابیننا ثلاثہ الاف واخذہا بعضنا ولوددت انی کنت اخذتہ۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت زبیر کے جسم میں تلوار کے تین زخم (دشانات) تھے ان تین میں سے ایک ان کے شانے (موندھے) پر تھا (اور اتنا گہرا تھا کہ) میں اپنی انگلیاں اس میں داخل کر دیتا تھا، عروہ نے کہا ہے کہ دو زخم جنگ بدر میں لگے تھے اور ایک جنگ یرموک کے دن۔ عروہ نے بیان کیا کہ جب عبد اللہ بن زبیر (میرا بھائی حجاج کے ہاتھوں) قتل کر دیا گیا تو مجھ سے عبد الملک بن مروان نے کہا کہ اسے عروہ تو زبیر کی تلوار بچاتا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں بچانتا ہوں۔ اس نے پوچھا "اس میں کیا نشان ہے؟" یعنی کوئی علامت و نشانی تاؤ، میں نے کہا اس میں شمشیر کی تھی، جنگ بدر کے دن اس کی دھار چھڑ گئی تھی یعنی دیکھی کہ فزوں کو مارتے مارتے کچھ دھار ٹوٹ گئی تھی، عبد الملک نے کہا "تو نے سچ کہا فوجوں کے ساتھ خبر آرزمانی کی وجہ سے ان تلواروں کی دھار کئی جگہ سے ٹوٹ گئی تھی۔ یعنی دھاریں چھڑی ہوئی ہیں، پھر اس نے وہ تلوار حضرت عروہ کو ٹوٹادی۔ ہشام نے بیان کیا کہ ہم نے آپس میں اس کی قیمت ٹھہرائی تین ہزار اور ہمارے بعض کسی عزیز نے وہ تلوار لے لی میں تناکر نے لگا لگا کاش اسے میں لے لے لیا ہوتا۔

تشریحات یرموک ملک شام میں دمشق اور اذعات کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضرت عمر فاروق کے دور حکومت میں سلازہ کے اندر وقیل سلازہ رو میوں سے مسلمانوں کی عظیم ترین جنگ ہوئی مسلمانوں کے امیر شکر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح تھے اور رومی فوجوں کا امیر ہاتان یا ماہان تھا رمدۃ العتاری میں میم کے ساتھ ہے) اس روایت میں ان کنت لادخل الخ ہے یہ ان غنغفہ من النقیلہ ہے۔ (عمدہ)

اس جنگ میں مسلمانوں کی زبردست فتح اور کامیابی ہوئی رومیوں کے ستر ہزار فوجی وفی عملة القاری مائۃ العتاری وخمسۃ الاف یعنی ایک لاکھ پانچ ہزار مارے گئے۔ اور چالیس ہزار گرفتار۔ جبکہ مسلمانوں کے صرف چار ہزار شہید ہوئے۔ اس جنگ میں شرکاء بدر میں سے ایک سو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شریک تھے۔

عہ مطابقہ للتوجہ ظاہر فائدہ بصرف بحضور الزبیر بن العوام وقعتہ بدر فیدخل فی العدة

بہت فنون من قرائح الکتائب؛ یہ نابغہ زیبی کے ایک شعر کا ثانی مصرعہ ہے اور پورا شعر اس طرح ہے۔

ولا عیب فیہم غیر ان سیوفہم بہت فنون من قرائح الکتائب

ان مجاہدوں کی تلواروں میں کوئی عیب نہیں ہے بجز اس کے کہ نوجوں کی نبرد آزمائی کی وجہ سے ان میں شکستگی ہے۔ یعنی مارتے مارتے تلوار کی دھار جمع گئی جو سراسر فضیلت ہے۔

فنون جمع ہے فنون کی، تلوار کی دھار کی شکستگی فلسفہ کے بھی یہی معنی ہیں اور نصر، قتل و بکسر اتفاق مصدر بر وزن قتال مقارعہ و تو اعامضاً بآبہ بالسیف، ایک دوسرے کو تلوار مارنا، نیز ایک معنی قرعہ اندازی کرنے کے بھی آتے ہیں لیکن یہاں معنی اول ہی ہے۔ کتاب اس کا واحد کتیبہ ہے بمعنی فوج، لشکر قول "شعروہ علی عروہ" ای رد عبد الملث عانی عروہ یعنی عبد الملک نے وہ تلوار عروہ کو تلواری، یہ حضرت عروہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی ہیں جب حجاج بن یوسف (ظالم) نے مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کیا اور شہید کر دیا تو سارا سامان عبد الملک بن مروان کے پاس دستیغ بیع دیا گیا۔ اس سامان میں حضرت زبیرؓ کی تلوار بھی تھی۔ حضرت عروہ شام جا کر عبد الملک سے ملے تھے یہ حجاج بن یوسف عبد الملک کی طرف سے مکہ کا حاکم تھا۔

۲۶۔ حد ثنا فروث عن عیاتی عن هشام عن ابیہ کان سیف الزبیر محاتی بفضہ قال هشام وکان سیف عروہ محاتی بفضہ۔

ترجمہ:- حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ کی تلوار پر چاندی کا کام کیا ہوا تھا، ہشام (عروہ کے صاحبزادے) نے کہا کہ عروہ کی تلوار پر بھی چاندی کا کام کیا ہوا تھا۔

یہ حدیث سابقہ ہی سے متعلق ہے اس لئے سابقہ مطابقت کافی ہے۔

تشریحات

۲۷۔ حد ثنا احمد بن محمد قال حد ثنا عبد اللہ قال اخبرنا هشام بن عروہ عن ابیہ ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا للزبیر یوم الیرموک الا نشد فنشد معک فقال انی ان شدت کذبتم فقالوا لا نفعل فحمل علیہم حتی شق صفوفہم فجا وزہم ومامعہ احد ثم دحیہ مقبلاً فاخذوا اباجامہ فضرلوا ضریتین علی عاتقہ بینہما ضریہ ضریہا یومہ بدر قال عروہ کنت اذ خل اصابعی فی ثلاث الضریات العب وانا صغیر قال عروہ وکان معہ عبد اللہ بن الزبیر یومئذ وهو ابن عشر سنین فحملہ علی فرس وکل بیہ س جلا۔

ترجمہ:- حضرت عروہ سے روایت ہے کہ جنگ یرموک کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ کیا آپ حملہ نہیں کریں گے؟ تاکہ ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کریں، آپ نے فرمایا کہ اگر میں نے ان پر حملہ کیا تو تم لوگ پیچھے رہ جاؤ گے (یعنی جھوٹے ثابت ہو گے) تو اصحاب نے کہا کہ ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ آپ کا ساتھ دیں گے، چنانچہ آپ نے ان دروئی نوجوں پر حملہ کیا اور ان کی صفوں کو چیرنے ہوئے آگے نکل گئے اس حال میں آپ کے ساتھ کوئی (مسلمان) نہ تھا پھر واپس لوٹے اصحاب (مسلم فوج) کی طرف آنے لگے تو ردیوں نے آپ کے گھوڑے کی نگام پکڑ لی اور آپ کے گھوڑے پر تلوار سے، دو ضرب (یعنی دو زخم) لگائے۔ ان دونوں زخموں کے درمیان ایک اور زخم تھا جو جنگ بدر کے دن لگا تھا۔

عروہ کا بیان ہے کہ جب میں چھوٹا تھا تو ان زعموں میں اپنی انکھیاں ڈال کر کھیلتا کرتا تھا، عروہ نے بیان کیا ہے کہ جنگ یرموک کے موقع پر عبداللہ بن زبیر بھی آپ کے ساتھ تھے اس وقت ان کی عمر دس سال تھی چونکہ بہادری اور فرسیت کا جوہر رکھتے تھے، اس لئے حضرت زبیر نے ان کو گھوڑے پر چڑھایا اور ایک مرد کو اس پر تھمیں کر دیا کہ کہیں جو شش میں جنگ نہ شروع کر دیں۔

مرالحديث علی صفحہ ۵۲۔

تشریحات

اس روایت کا سابقہ روایت سے بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس روایت میں ہے کہ جنگ یرموک میں حضرت زبیر کے دو زخم لگے تھے اور ان دو یرموکی زعموں کے درمیان ایک زخم بدری تھا اور سابقہ روایت میں اس کا برعکس معلوم ہوا کہ ضرب ثلثین یومہ بدار یعنی دو زخم بدری اور ایک یرموکی تھا۔ تحقیقی تطبیق یہ ہے کہ کل زخم چار تھے جس کی صورت اس طرح تھی یرموکی اربعہ اور بدری اربا ۱۰۰ - ۱ - ۱ - ۱ - بہر حال کاغذ سے پرکھ کر زخم چار تھے راویوں نے اختصار میں ایک زخم کو چھوڑ دیا ہے اور ہر ایک نے ایک طرف سے تین کا شمار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب حضرت زبیر کی جنگ بدر کی بہادری کا بیان مقصود ہوا تو جنگ یرموک کے دو زعموں کا ذکر کر کے یرموک کے ایک زخم پر اکتفا کر لیا جو درمیان میں تھا اور جب جنگ یرموک کی بہادری کا بیان مقصود ہوا تو جنگ یرموک کے دو زعموں کا ذکر کیا اور بدر کے ایک زخم کے ذکر پر اکتفا کر لیا چونکہ ایک درمیان میں تھا۔

دوسرا جواب عمدۃ القاری میں یہ منقول ہے کہ کھلی روایت یعنی عبداللہ بن مبارک کی روایت کو ترجیح ہے چونکہ عمر کی روایت میں کلام ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ جنگ یرموک کے موقع پر عبداللہ بن زبیر اپنے باپ حضرت زبیر کے ساتھ تھے اور جب کسی کافر کو زخمی دیکھتے تو اس کو مار ڈالتے تھے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن زبیر انتہائی دلیر اور جری شہر سے ہی تھے۔ اسی وجہ سے حضرت زبیر نے ان پر نگراں مقرر کر دیا تھا نیز صحیح یہ ہے کہ جنگ یرموک کے موقع پر حضرت عبداللہ کی عمر بارہ برس کی تھی۔ دس برس کا مطلب یہ ہے کہ کسر کو چھوڑ کر صرف دہائی کے بیان پر اکتفا کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

۲۸۔ حدثنی عبد اللہ بن محمد سمری عن روح بن عباد قال حدثنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ قال ذکر لنا انس بن مالک عن ابی طلحۃ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر یوم بدار یاربعۃ وعشرین رجلاً من صنادید قریش فقد نوانی طوی من اطواء بدار عیبۃ محبث وكان اذا ظهر عانی قویاً قام بالعرضۃ ثلاث لیلال فلما کان بیدر الیوم الثالث امر جراحۃ فشد علیہا رحنہا ثم مشی واشبعۃ اصحابہ وقالوا من نری ینطلق الالبعض حاجبۃ حتی قام عانی شدة الرکی نجعل ینادیہم باسمائہم واسماء ابائہم یا فلان بن فلان ویافلان بن فلان الیسوکر انکم اطعمتم اللہ ورسولہ فاننا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقاً فهل وجدتم ما وعد ربکم حقاً قلنا نقل عنہم یرسول اللہ ما تکلم من اجساد ولا ارواح لہا فقلنا النبئی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدل ما انتم باسمہ لہما قول منہم قال قتادۃ احيائتم

ملہ مطابقتہ لترجمۃ توخذ فی مولہ یوم بدار دلالتہ علی حضورہ بدار۔

غیرت کمزوری میں ڈال دی گئیں تو قیس نے ان سے خطاب فرمایا فنا فتنا، وجدنا ما وجدنا وعلیٰ ما وعلیٰنا
حقاً۔ الخ کہ ہم نے تو اپنے رب کا وعدہ ہی پایا، تم نے بھی اپنے رب کا وعدہ سچ پایا، اس پر حضرت قیس کے سوال پر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ممانتم بما سمعنا قول منہم، جو کچھ میں ان لاشوں سے کہہ رہا ہوں تم لوگ ان سے زیادہ
نہیں رہے ہو یعنی یہ لوگ بھی اسی طرح میری باتیں سن رہے ہیں جیسے تم سن رہے ہو۔
ان احادیث کے علاوہ وہ احادیث جو زیارت قبور کے متعلق وارد ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کی طرف یہ منسوب کیا جاتا ہے کہ مردے نہیں سنتے ہیں اور استدلال
میں آیات کریمہ کو پیش کیا جاتا ہے طسورۃ نمل انک لا تسمع الموتی، فانک لا تسمع الموتی۔ تا سمعنا بطر
وما انت بمسموع من فی القبور، آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے ہیں جو قبروں میں ہیں۔

امام اعظم سے سماع موتی کا انکار ثابت نہیں ہے صرف ایک مسئلہ سے قیاس کیا گیا ہے جو فتح القدر
تطبیق و تحقیق میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلاں شخص سے بات نہیں کروں گا اب اس آدمی کے انتقال
کے بعد قبر کے پاس جا کر اگر کلام کیا تو عاثر ہوگا یا نہیں؟ امام اعظم کے نزدیک عاثر نہیں ہوگا۔

بس اس سے اخذ کیا جاتا ہے کہ امام صاحب سماع موتی کے منکر ہیں حالانکہ قسم کا معاملہ عرف پر معمول ہوتا ہے۔
مذکورہ تیئوں آیتوں میں اگر لڑکی جائے تو سماع موتی کی نفی بالکل نہیں ہے بلکہ سماع موتی کی نفی ہے جس کا صاف مفہوم یہ
ہے کہ ہم بافتیاری خود مردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں لیکن مردے نہیں سن سکتے ہیں آیت سے بالکل ثابت نہیں ہوتا ہے۔ خلاصہ
یہ ہے کہ مردے کو لا وقت نہیں ہے کہ اپنا کلام جب چاہے جو چاہے مردوں کو سنا سکے البتہ حق تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چیز چھٹی
سنانا چاہیں سنا دیتے ہیں پس جہاں ہر صوم احادیث موجود ہیں وہ مردہ کو حق تعالیٰ زندگی ڈال کر سنا دیتے ہیں جیسا کہ حضرت
قادر کا قول مشاہد ہے۔ نیز قرع نعل وغیرہ کی احادیث اسی طرح قبرستان میں جا کر سلام کے متعلق احادیث ہیں۔
لیکن جن چیزوں کے متعلق ہر صوم احادیث موجود نہیں ہیں ان چیزوں کے متعلق قیاس کر کے سماع کے تحت لانا
غلط جہالت ہے، ہو سکتا ہے کہ ایک وقت میں ہمارا کلام سن لیں اور دوسرے وقت میں نہ سن سکیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض کے
کلام کو سنیں اور بعض کے کلام کو نہ سنیں یا بعض مردے سنیں اور بعض نہ سنیں، صرف مشیتِ ایزدی پر موقوف ہے۔ واللہ
اعلم وعلیٰہم۔

۲۹ حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا عمرو عن عطاء عن ابن عباس
انہ یمن بانہ لو انعمتہ اللہ کفراً قاتل ہم واللہ کفار قریش قال عمرو وہم قریش ومحمد صلی اللہ
علیہ وسلم انعمتہ اللہ واحلوا قومہم دار البوار قال النار یومہم۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس سے آیت کریمہ الذین بدلوا نعمتہ اللہ کفراً کی تفسیر میں روایت ہے آپ نے
فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا خدا کی قسم کفار قریش ہیں، قاتل عمرو یعنی عمرو بن دینار نے کہا
کہ وہ لوگ قریش ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت ہیں احلوا قومہم دار البوار کفار قریش نے اپنی قوم کو نارا دار البوار
میں فرمایا جہنم کی آگ میں جھونک دیا ہر کے دن۔

تشریح جات آیت کریمہ الم قرانی الذین بدلوا نعمتہ اللہ کفراً واحلوا قومہم دار البوار تہن

کی تفسیر میں عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ الدین جلد لو کفار قریش ہیں اور اللہ کی نعمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دار ابواری یعنی دار اہلک نار جہنم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر قریش نے اپنی قوم کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا۔
وسیاتی الحدیث فی التفسیر علی صفحہ ۶۸۲

۲۔ حدثنا شیخ عبید بن اسمعیل قال حدثنا ابواسامہ عن هشام عن ابیہ قال ذکر عند عائشة ان ابن عمر سار فجع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان المیت یعذب فی قبرہ بکاء اہلہ فقالت انما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لیعذب بخطیئہ وذنبہ وان اہلہ لیبکون علیہ الا ان قالت ذالک مثل قوله ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام علی القلیب وفیہ قتالی ہلای من المشرکین فقال لہم ما قال انہم لیسعون ما قول وانما قال انہم الا ان لیسعون ان ما کنتم اقول لہم حق شہ قراؤتہ انک لا سمعہ الموتی وما انت بمسمع من فی القبور یقول حین تبوء واما معاہدہم من النار

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ کے نزدیک کسی نے اس کا ذکر کیا کہ ابن عمر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس حدیث کو مرفوع کیا ہے کہ میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے، اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آنحضرت نے تو یہ فرمایا تھا کہ عذاب میت پر اس کی بد عملی اور گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کے گھر والے ہیں کہ اب تک اس پر رورہے ہیں یعنی اس کی جدائی اور مرنے کی وجہ سے، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ابن عمر کا یہ کہنا کہ مردے کو عذاب ہوتا ہے بیکار اہل کی وجہ سے، اس کے اس قول کی مانند ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے خون پر کھڑے ہوئے جس میں مشرکوں کے مقتولین بدر کی لاشیں ڈال دی گئی تھیں ان کے متعلق فرمایا تھا کہ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں وہ سنتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ اب وہ کفار قریش جانتے ہیں کہ میں جو کچھ ان لوگوں سے کہتا تھا دنیا میں، وہ حق تھا پھر عائشہ نے اپنے قول پر استدلال کے لئے، اس آیت کی تلاوت کی "آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے سورہ نمل" اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے ہیں جو قبروں میں ہیں سورہ فاطر۔ حضرت عروہ کہتے ہیں۔ "جب انہوں نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنایا، بعض نسحوں میں تقول ہے اس وقت فاعل حضرت عائشہ ہوں گی یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ الخ۔ ہمارے نسحوں میں پہلی صورت یعنی میتوں بصیغہ مذکر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ کا مقصد یہ تھا۔

حضرت عروہ کی اس تفسیر پر تو ابن عمر اور عائشہ کی تفسیر میں تعارض بھی ختم ہو جاتا ہے لیکن بعض روایات مزید سے اختلاف کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ اس سے قبل والی حدیث کی تشریحات میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔

ومر الحدیث فی الجمانہ صفحہ ۱۵۱

رونے سے مراد کوہ اور مرثیہ ہے کہ میت کی خوبیوں کو بیان کر کر کے روایا جائے۔ پھر تعذیب میت بیکار اہل اس صورت میں ہے جبکہ کوہ کر کے رونا خود میت کی عادت ہو اس کا طریقہ ہو یا اس کے گھر و خاندان میں نوہ کی رسم ہو اور میت منع نہ کرنا ہو بلکہ اس پر راضی ہو اب اگر اس کے مرنے پر نوہ ہوگا تو اس نوہ کی وجہ میت پر عذاب باہن وجہ ہوگا کہ امر منکر پر اس نے منع نہیں کیا حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے قوا انفسکم

واہلیکم منا۔ اس آیت میں امر معصیت سے بچنے اور جانے کا حکم ہے کیونکہ میت نور کا مرکب تھا اور گھر والے اس کی موجودگی میں مرکب تھے اور اس نے اس فعل بدر سے منع نہیں کیا تو چونکہ خود کو نابینا بننے سے بچایا اور نہ اپنی وعیال کو، اس لئے مجرم ہے۔ نیز ارشاد نبوی ہے ملکم راجع وکلمم مسئول عن رعیتہ لیکن اگر نور نہ میت کا طریقہ تھا اور نہ اس نے گھر والوں کو نور کرنے کی وصیت کی اور نہ گھر و خاندان کا رسم مرتجع تھا تو بکار اہلہ سے عذاب نہ ہوگا بقولہ تعالیٰ لا تزر وازرہ وزرا اخری۔

۳۱۔ حدیثی عثمان حدثنا عبدہ عن ہشام عن ابیہ عن ابن عمر قال وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قلبی بدمر فقال هل وجدتم ما وعد ربکم حقاً ثم قال انتم الان لیسعون ما اتول لہم فذکر لعائشۃ فقالت انما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتم الان لیسعون ان الذی کنت اقول لہم هو الحق ثم قرأت انک لا تسمع الموتی حتی قرأت الآیۃ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کوزیوں پر کھڑے ہو کر فرمایا کیا تمہارے رب نے جو کچھ تم سے وعدہ کر رکھا تھا اسے تم نے حق پایا؟ پھر آپ نے فرمایا کہ اس وقت یہ لوگ دھنا دید کر لیں سن رہے ہیں جو میں ان سے کہتا ہوں۔ اس حدیث کا ذکر حضرت عائشہ کے سامنے کیا گیا تو عائشہ نے فرمایا کہ آنحضرت نے تو یہ فرمایا تھا کہ ان مشرکوں کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا وہ حق تھا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی انک لا تسمع الموتی پوری آیت تلاوت فرمائی۔

باب فضل من شہد بدرًا

ان حضرات کی فضیلت کا بیان جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے، مطلب یہ ہے کہ شریکوں کے بدر کی خصوصی فضیلت و انضیلت

۳۲۔ حدیثی عبد اللہ بن محمد قال حدثنا معاویۃ بن عمرو قال اخبرنا ابو اسحاق عن حمید بن قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اصیب حارثۃ یوم بدر و هو غلام نجباء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ قد عرفت منزلة حارثۃ منی فان یشک فی الجنة اصبروا احتسب وان تک الاخری تری ما اصنع فقال ویحکث او هبلت او جنتہ واحد لا ہی انہا جنات کثیرہ و انہ فی جنتہ الفردوس۔

ترجمہ۔ حمید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ حارث بن سراقہ انصاری غزوہ بدر کے دن شہید ہو گئے اور وہ ابھی نو عمر تھے۔ پانی پینے کے لئے حوض پر آئے تھے کہ ایک تیر نے شہید کر دیا، پھر ان کی والدہ درتیب بنت انصر حضرت انس کی پھوپھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ! آپ جانتے ہیں حارثہ کا مرتبہ مجھ سے (یعنی حارثہ میرا کتنا محبوب بیٹا تھا آپ کو معلوم ہے) سو اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور ثواب کی امید رکھوں گی اور اگر کہیں دوسری جگہ ہے تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں کیا کر رہی ہوں (یعنی بہت بخیندہ اور رو رہی ہوں) تو آپ نے فرمایا افسوس تجھ پر کیا تو رو رہی ہے کیا ایک جنت ہے وہاں بہت سی جنات ہیں اور بلاشبہ حارثہ تیرا بیٹا، جنت الفردوس

میں ہے یعنی اعلیٰ درجہ کی جنت میں ہے۔
 اس حدیث سے شرکار بدر کی غیر معمولی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

۳۳۔ حدیثی اسحاق بن ابراہیم قال اخبرنا عبد اللہ بن ادریس قال سمعت حُصَيْنَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ ابِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّامِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا مَرْثِدَةَ وَالزُّبَيْرِ وَكَلَّنَا فَارِسَ قَالَ انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَازِجٍ فَإِنَّ بِهَا امْرَأَةً مِنَ الْمُشْرِكِينَ مَعَهَا كِتَابٌ مِنْ حَاطِبِ بْنِ الْمُشْرِكِينَ فَأَدْرِكُنَا هَاتِسِيرَ عَالِيٍّ بَعِيرٍ لَهَا حَيْثُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَلْنَا الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعَنَا كِتَابٌ فَإِذَا نَحْنُهَا فَاتَمَسْنَا فَلَمْ نَرِ كِتَابًا فَقَلْنَا مَا كَذَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنُتْرَجِبَنَّ الْكِتَابَ أَوْ لِنَجْرِدَنَكَ فَلَمَّا رَأَيْتِ الْجَدَّ أَهْوَتْ إِلَى حُجْرَتِهَا وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ نَاخِرِجَتَهُ فَأَنْطَلَقْنَا بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَدْعُو خَانَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَدَعَانِي فَلَا ضَرْبَ عُنُقَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَمَلَكَ عَلَيَّ مَا صَنَعْتَ قَالَ حَاطِبٌ وَاللَّهِ مَا بِي إِنْ لَا أَكُونُ مُؤْمِنًا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ أَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ لِي عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يَدْفَعُ اللَّهُ بِهَا عَنِّي أَهْلِي وَمَالِي وَلَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِكَ أَكَلْنَا هُنَاكَ مِنْ عَشِيرَتِهِ مَسْنٌ يَدْفَعُ اللَّهُ بِهِ عَنِّي أَهْلَهُ وَمَالَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ وَلَا تَقُولُوا لَهُ إِلَّا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ إِنَّهُ تَدْعُو خَانَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَدَعَانِي لِأَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ السَّيِّدُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اذْهَبُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجِيتُمْ لَكُمْ الْجَنَّةَ أَوْ فَقَدْ عَفَرْتُمْ لَكُمْ فَدَعَانِي عَيْنًا عُمَرَ وَقَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اور ابو مرثدہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کو ایک ہم پر بھیجا، ہم سب ہسوار تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگ سیدھے چلے جاؤ یہاں تک کہ روضہ خازجہ کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے، روضہ خازجہ کے لغوی معنی ہیں شفا کو کبابخ تو اس جگہ کا نام غالباً اسی وجہ سے روضہ خازجہ پڑ گیا کہ وہاں شفا لوگ بہت درخت تھے، پر پہنچو گے تو وہاں مشرکین کی ایک عورت (سارہ) ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام، سو ہم لوگوں نے اس عورت کو پایا کہ اپنے اونٹ پر جا رہی تھی جہاں کے متعلق حضرت نے فرمایا تھا دشمنک وہیں ہم نے اس کو پایا، تو ہم نے اس عورت سے کہا کہ خط لاؤ، اس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھایا اور لاسی سی سو ہم نے کوئی خط نہیں دیکھا یعنی اس کے پاس ہم کو کوئی خط نہیں ملا، لیکن ہم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات غلط نہیں ہو سکتی تم فرضاً خط کالو دہ ہم تمہیں تنگ کر دیں گے۔ جب اس نے ہمارا سخت رویہ دیکھا تو اپنے نیفہ دکھانے کے لئے ہمارے پاس سے گریختی ہوئی چلائی، ایک طرف مائل ہوئی حالانکہ ایک چادر سے کمر باندھے ہوئے تھی چنانچہ اس نے خط نکالا، ہم اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر حاضر ہوئے، حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا "یا رسول اللہ اس نے دیکھی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے، دیکھو کہ اس نے کیا کیا، سو مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن مار دوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی حاطب بن ابی بلتعہ سے خیانت فرمایا، کہ تمہیں

کس چیز نے اس حرکت پر آمادہ کیا؟ حاطب نے کہا "خدا کی قسم یہ وجہ ہرگز نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر میرا ایمان باقی نہیں رہا، میرا مقصد تو صرف اتنا تھا کہ قریش پر اس طرح میرا ایک احسان ہو جائے گا اور احسان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دیکھ میں رہ جائے والے، میرے اہل و مال سے ہنز کو دفع کر دیں گے۔ آپ کے اصحاب میں جتنے بھی حضرات (مہاجرین) ہیں ان سب کا خاندان وہاں موجود ہے اور اللہ کے حکم سے وہ وہاں ان کے اہل و مال کی حفاظت کرتا ہے۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے سچی بات بتادی اور تم لوگ ان کے متعلق اچھی بات ہی کہو، حضرت عمرؓ نے پھر عرض کیا کہ اس شخص نے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے آپ مجھ کو چھوڑیے یعنی اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن مار دوں۔ آنحضرت نے فرمایا "کیا یہ اہل بدر میں سے نہیں ہیں؟ پھر آپ نے فرمایا لعل اللہ الخ یقیناً اللہ بدر والوں پر واقف تھا سو اس نے خود فرمایا ہے "مبارا جوجی چاہے کرو، تمہارے لئے جنت لازم ہے یا فرمایا کہ میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے، یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا اللہ ورسولہ اعلم۔"

مراحدیث صفحہ ۴۲۲ اور جلد ثانی میں صفحہ ۵۶۶، ۶۱۲، ۷۲۶، ۹۲۵ صفحہ ۱۰۲۶۔

تشریحات
اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنة سے شرکاء بدر کی خصوصی اور عظیم فضیلت ثابت ہوتی ہے
اعل جب خدا اور رسول کے لئے استعمال ہوگا تو وقوع اور یقین کے لئے ہوگا (مدہ)

ایک روایت میں آیا ہے لَنْ يَدْخُلَ النَّارَ اَحَدٌ شَهِدَ بَدْرًا۔ شرکاء بدر میں سے کوئی جہنم میں ہرگز داخل

نہیں ہوگا۔

البتہ اعمالوا ما شئتم سے بظاہر یہ اشکال ضرور ہوگا کہ اس سے کوئی معلوم ہوتا ہے کہ اہل بدر کے لئے گناہ کرنا جائز ہے حالانکہ اصول شرع کے خلاف ہے، شریعت نے کسی کو گناہ کی اجازت نہیں دی ہے۔

جواب :- یہ اخبار ماضی کی قبیل سے ہے مطلب یہ ہے کہ جو گناہ ہم کر چکے ہو سب معاف کر دیا۔ پھر دوسرا اشکال یہ ہوگا کہ حاطب بن ابی بلتعنہؓ کا واقعہ جنگ بدر کے چھ سال بعد کا ہے اگر کچھ گناہ مراد ہو تو حضرت حاطب کے قصہ میں استدلال کس طرح درست ہوگا۔؟

اس لئے اصل جواب یہ ہے کہ اعمالوا ما شئتم اہل بدر کی تکریم و تشریف کے لئے ہے نہ کہ گناہ کی اجازت البتہ اہل بدر کے گناہ مغفور ہوں گے فی الآخرت، چنانچہ احکام حد و بھی ثابت ہونے پر جاری ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے بہنوئی پر شراب نوشی کے ثابت ہونے پر حد جاری کی۔

باب

ای ہذا باب

یہ باب بلا ترجمہ ہے پس بغیر اعراب ہوگا یا مبتدا محذوف مان کرا عراب یا جائے گا اور کافصل من الباب السابق ہوگا۔
۳۴۔ حدثنی عبد اللہ بن محمد الجعفی قال حدثنا ابو احمد الزبیری قال حدثنا عبد الرحمن بن الغسیل عن حمزۃ بن ابی اسید والذبی بن المنذر بن ابی اسید عن ابی اسید قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یومہ بدرا اذا اکثبواکم فارمواہم واستبقوا نبلکم۔

ترجمہ :- ابراہیم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن ہم لوگوں سے فرمایا تھا کہ جب کفار تمہارے قریب آجائیں تو ان کو تیروں سے مارو اور اپنے تیر کو باقی رکھو دینی یعنی جب تک کافر دور ہیں اپنے تیروں کو محفوظ رکھو۔
والحدیث معنی فی الجہاد علی صفحہ ۴۵۔

تشریحات | اکتبوا ما مضی از باب افعال ہے کتب بمعنی قرب سے مانور ہے۔ استبقوا امر از باب استعمال ہے مشتق از بقار۔

۳۵۔ حدثنا محمد بن عبد الرحیم قال حدثنا ابو احمد الزبیری قال حدثنا عبد الرحمن بن العسلی عن حمزة بن ابی اسید والمنذر بن ابی اسید عن ابی اسید قال قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومہ بدر اذا اکتبکم یعنی اکثرکم فاروہم واستبقوا نبلکم ترجمہ :- ابراہیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے روز ہم لوگوں سے فرمایا کہ جب کفار تمہارے قریب آجائیں یعنی بکثرت ہجوم حملہ کریں اور اتنا قریب آجائیں کہ تم اپنے تیر کا ٹانہ بنا سکو، پھر ان کو تیروں سے مارو اور اپنے تیروں کو باقی رکھو۔

تشریحات | نبل بمعنی سهام ہے اور یہ جمع ہے اس لفظ سے اس کا واحد نہیں آتا ہے یعنی ایک تیر کو نبلہ نہیں کہتے ہیں بلکہ سہم اور نشاہ کہتے ہیں۔ واستبقوا نبلکم سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ سارے تیر اندھا دھند پھینک کر ختم نہ کرو بلکہ کچھ بچا کر رکھو۔ اور اکثر حضرات شرح فرماتے ہیں اور یہی الفاظ حدیث سے بھی ظاہر ہیں کہ جب تک کفار اتنے دور ہیں کہ تیر کا ٹانہ خطا کرنے کا گمان ہو تو ایسے وقت میں تیروں کو محفوظ رکھو۔ جب کفار اتنے قریب آجائیں کہ ظن غالب ہو جائے کہ نشانہ صحیح ہوگا تو تیر مارنا شروع کرو۔

دوسری روایت میں جو ”یعنی اکثرکم“ ہے اس کے متعلق حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ بعض راویوں نے اکتبکم کی تفسیر کی ہے مگر یہ تفسیر لغوی معنی سے بہت بعید ہے علامہ عینی فرماتے ہیں ہذا التفسیر لا یعرفہ اهل اللغة (مدۃ القاری) اگرچہ میں نے ترجمہ میں قریب کرنے کی کوشش کر دی ہے ورنہ کتب بمعنی قرب اور کثرت سے کیا مانا سبت ہے؟ لغت میں کتب بمعنی کثرت منقول نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۶۔ حدثنا عمرو بن خالد قال حدثنا زهير قال حدثنا ابو اسحاق قال سمعت البراء بن عازب قال جعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الرماة یومہ احدی عبد اللہ بن جبیر فاصابوا مئاة سبعین وكان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ اصابوا من المشرکین یومہ بدر مئاة اربعین ومائة سبعین اسیرا وسبعین قتیلًا قال ابو سفیان یومہ بیومہ والحرب سجال۔

ترجمہ :- حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ حضرت نبی اکرم نے جنگ احد کے دن عبد اللہ بن جبیر کو تیر اندازوں پر امیر مقرر کیا تھا سو کا فزوں نے ہم میں سے ستر آدمیوں کو شہید کیا اور نبی اکرم اور آپ کے اصحاب نے جنگ بدر کے دن نقصان پہنچایا تھا، مشرکوں میں سے ایک سو چالیس کو ستر کو قید کر کے اور ستر کو قتل کر کے، اس پر ابو سفیان نے کہا داحد کے دن آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی کی مثال ڈول کی سی ہے و مطلب یہ ہے کہ کبھی تم ہم پر غالب ہوتے ہو کبھی ہم غالب ہوتے ہیں تم پر جیسا کہ ڈول کنوئیں میں کبھی وہ بھجتا ہے کبھی ہم۔

میتوان داخل کرد۔ تم ہزرتہ آخری فعااد احسن ماکان پھر میں نے دوبارہ اس تلوار کو لیا تو وہ اس سے بھی زیادہ اچھی صورت میں ہو گئی جیسی پہلے تھی فاذا هو ما جاء الله به من الفتح واجتماع المومنین اس کی تعبیر اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ اور مسلمانوں کے اجتماع و اتحاد کی صورت میں ظاہر کی و ما ایت بها بقرا اور میں نے اسی خواب میں ایک گائے دیکھی تھی اور بعض روایات میں ہے بقرۃ فتدبح یعنی خواب میں جو گائے دیکھی تھی وہ ذبح ہو رہی تھی واللہ خیر فاذا هم المومنون یوم احد اور اللہ تعالیٰ کا کام بہتر ہے دینی اللہ کا سارا کام بہتر اور حکمت سے پر ہوتا ہے، اس کی تعبیر وہ مسلمان تھے جنگ احد کے دن (جو شہید ہوئے)

واللہ خیر کی مختلف ترکیبیں منقول ہیں عا مبتدا اور خبر ہے ای ضیعیہ اللہ بالمومنین المقنولین خیر لہم من بقائہم فی الدنیا یعنی حق تعالیٰ کا کام جو شہداء کے احد کے ساتھ ہوا ہے کہ شہادت بہتر ہے ان مسلمانوں کے حق میں دنیا میں بانی رہنے سے باعتبار اجر و ثواب کے۔

عا واللہ ہذا خیر، یعنی واو قسمیہ اور اللہ مجرور خیر، خبر۔

واذا الخیر ما جاء اللہ بہ من الخیر یعد و ثواب الصدق الذی اتانا اللہ بعد یوم بدر۔

یہی وہ نکر ہے جو یہاں حدیث ۳۷ میں نقل کیا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ واللہ خیر کے اندر جو خیر ہے اس کی تعبیر ہے کہ خیر و بھلائی وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ لایا یعنی غزوہ احد کے بعد شہادت، اور صدق و خلوص کا بدلہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں جنگ بدر کے بعد عنایت فرمایا یعنی فتح مکہ و خیر۔

۳۸۔ حدیث ثانی یعقوب قال حدثنا ابراہیم بن سعد عن ابیہ عن جده قال قال عبد الرحمن بن عوف انی لفی الصفّ یوم بدر یا اذ التفتت فاذا عن یمینی وعن یشاری فتیان حدیثنا السبّ فکانی لکم امن بمکانہما اذ قال لی احدہما سماً من صاحبہ یا عیم ارئی ابا جہل فقلت یا ابنی وما تصنع بہ قال عاهدت اللہ ان رأیتہ ان اقتلہ او موت دونہ فقال لی الآخر سراً من صاحبہ مثله قال مناسرتی انی بین رجلین مکاتھما فاشربت لھما الیہ فشدا علیہ مثل الصّقرین حتی ضربا لا وہما ابنا عفراء۔

ترجمہ:- مجھ سے یعقوب نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی ان سے ان کے والد سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی ان سے سعد کے دادا عبدالرحمن بن عوف نے۔

پس یہ حدیث سلسل بالاوۃ ہے اس لئے کہ امام بخاری کے شیخ یعقوب کا سلسلہ اس طرح ہے یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن فردی کل عن ابیہ قال انکرمانی، قال العینی بعد النقل "قلت ہذا غلط"۔ دلیل تحقیق کے لئے نا حلف فرمایئے عمدۃ القاری ص ۶۱

ترجمہ حدیث:- حضرت عبدالرحمن بن عوف نے فرمایا کہ میں جنگ بدر کے دن صف میں کھڑا تھا جب میں نے مڑ کر دیکھا تو یکایک میرے داہنی طرف اور بائیں طرف دو نوجوان ہیں جو بالکل نو عمر ہیں سو میں مطمئن نہیں ہوا ان دونوں کے مقام کی وجہ سے دینی فوج کو خوف ہوا کہ دشمن مجھ پر حملہ نہ کریں کیونکہ دونوں طرف صرف بچے ہی گویا میں نے اپنے آپ کو تنہا محسوس کر کے خائف ہوا۔ بعض لوگوں نے اس کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان دونوں لوگوں سے مطمئن نہیں کہ مبادا

دشن ان لوگوں کو ماریں کہ میلان جنگ میں یہ نو عمر لڑکا ہے علامہ عینی فرماتے ہیں وخیل ان یکن مکانہا کما یتہمضای لم اثن بہا لانہ لم یعر فیہا فلم یامن ان یکن من العدا، والاول السب واضح

اچانک ان دونوں میں سے ایک نے مجھ سے کہا اپنے ساتھی سے چھپا کر دینی آہستہ سے کہا کہ اس کا ساتھی نہ سن سکے اے چچا مجھے ابو جہل کو دکھا دیجئے تو میں نے کہا اے بھتیجے تم اس کو کیا کرو گے؟ اس نے کہا میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو اسے قتل کر دوں گا یا خود مر جاؤں گا اس کے سامنے پھر دوسرے نے اپنے ساتھی سے چھپاتے ہوئے اسی طرح کہا، آپ دینی عبدالرحمن بن عوف، ابیمان ہے کہ نہیں خوش کرتی مجھ کو یہ بات کہ میں ہزار درمیان دو مردوں کے ان دو لوگوں کے بدلے دینی اس وقت ان لوگوں کی ہمت و دلادری سے مجھے بہت خوشی ہوئی پھر میں نے ان دونوں کو ابو جہل کی طرف اشارہ کر دیا تو دونوں باز کی طرح اس پر جھپٹے یہاں تک کہ دونوں نے اسے مل گرایا اور یہ دونوں عفر کے بیٹے تھے۔

مرالحیزت صفحہ ۴۴۴ و صفحہ ۵۶۵ و لہنا صفحہ ۵۶۸

تشریحات

۳۶۔ صدیقی، صفحہ کا تشریح ہے بمعنی باز، یہ باز ایک شکاری پرندہ ہے چونکہ شکاری اس کا حمل کرنا مشہور ہے اس لئے تشریح دی گئی ہے۔ اور سب سے پہلے باز سے شکار عارض بن ثور نے کیا تھا۔ (فتح)

۳۶۔ حد ثنا موسیٰ بن اسمعٰل قال حدثنا ابراہیم قال اخبرنا ابن شہاب قال اخبرني عمرو بن اسيد بن جارية التقي حليف بنى زهراء وكان من اصحاب ابى هريرة عن ابى هريرة قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم عشرة عينا وامر عليهم عاصم بن ثابت الانصاري جد عاصم بن عمرو بن الخطاب حتى اذا كانوا بالهداة بين عسفان ومكة ذكروا العي من هذيل يقال لهم بنو لحيان فنفروا اليهم بقريب من مائة رجل ساروا فاقصصوا آثارهم حتى وجدوا اماكنهم التمرنى منزلا نزول فقاو ترميثر ب فاتبعوا آثارهم فلما حس بهم عاصم واصحابه لجوا الى موضع فاحاط بهم القوم فقالوا لهم انزلوا فاعطوا بايديكم ولكم العهد والميثاق الا نقتل منكم احدا فقال عاصم بن ثابت ايها القوم اما ان افلا انزل في ذمة كافر ثم قال اللهم اخبر عينا نبيك فرمهم بالنبل فقتلوا عاصمًا ونزل اليهم ثلثة نفر على العهد والميثاق منهم خبيث وزيد بن الدثنة وسجل الخرف فلما استمكنوا منهم اطلقوا وتاسر متتيم فربطوهم بها قال الرجل الثالث هذه اول الغدر والله لا اصحبكم ان لي بهؤلاء اسوة يريد القتي بن جرس ولا وعالجوة فابى ان يصحبهم فانطلق بخبيث وزيد بن الدثنة حتى باعوهما بعد وقعة بدر فابتاع بنو الحارث بن عامر بن نوفل خبيبا وكان خبيث هو قتل الحارث بن عامر يوم بدر فلبث خبيث عندهم اسيرا حتى اجتمعوا قتله فاستعاب من بعض بنات الحارث موسى يستكدها فاعارتته قد رجى بنتي لها وهى غافلة حتى اتاه فوجدته مجلسه على نخلة والموسى بيده قالت ففرغت فرعة عرفها خبيث فقال اتخشين ان اقتله ما كنت لافعل ذلك قالت والله ما رأيت اسيرا خيرا من خبيث والله لتد وجدته يوما ياكل قطفًا من عنب في يده واتته لوتق بالحد يد وما بمكة من ثمرة وكانت تقول ان الله لسرور

خیرا اور حضرت نجیب ہی نے جنگ بدر کے دن حارث بن عامر کو قتل کیا تھا، پس نجیب کچھ دنوں ان کے پاس قید رہے (یعنی اشہر حرام نکلنے تک) یہاں تک کہ ان لوگوں نے آپ کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ ان ہی دنوں حدیث کی کسی روایت سے آپ نے لڑتے مانگا تاکہ زیناٹ صاف کر لیں، اس نے دے دیا پھر اس کا ایک چھوٹا بچہ دیکھتا ہوا، ان کے پاس چلا گیا اور وہ عورت بے خبر تھی۔ یہاں تک کہ وہ لڑکا نجیب کے پاس آ گیا تو اس عورت نے دیکھا کہ نجیب اس بچہ کو اپنی ران پر بٹھائے ہوئے ہیں اور استرہ ان کے ہاتھ میں ہے، اس عورت کا بیان ہے کہ میں سخت گھرائی کہ نجیب نے اس گھبراہٹ کو محسوس کر لیا اور فرمایا، کیا تو ڈرتی ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں گا، میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا، اس عورت نے بیان کیا کہ خدا کی قسم میں نے کبھی کوئی قیدی نجیب سے بہتر نہیں دیکھا خدایا قسم میں نے اس کو ایک دن دیکھا کہ انھوں نے خوش ہاتھ میں لئے کھاتا ہے اور اس وقت وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور اس وقت مکہ میں کوئی پھل بھی نہیں تھا، وہ بیان کرتی تھی کہ بلاشبہ وہ زرق تھا جو اللہ نے نجیب کو دیا تھا، پھر جب بنو حارثہ ان کو لے کر حرم سے نکلے، تاکہ ان کو حل میں قتل کریں تو نجیب نے ان سے کہا کہ مجھے دو رکعت پڑھنے کی اجازت دے دو تو ان لوگوں نے ان کو اجازت دی تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا خدا کی قسم اگر تم لوگ یہ گمان نہ کرنے لگتے کہ مجھ کو گھبراہٹ ہے قتل کی تو یقیناً میں اور زیادہ کرتا یعنی دینک نماز پڑھنے سے تم خیال کرنے لگو گے کہ قتل کی گھبراہٹ کی وجہ سے دیر لگا رہا ہے تو میں اور بے نماز پڑھتا، پھر آپ نے دعا کی یعنی جب کافروں نے حرم سے باہر تنہم لے جا کر آپ کو سولی پر لٹکا دیا تو آپ نے اس وقت ان کافروں کے حق میں بد دعا کی، اے اللہ ان کے مدد کا احاطہ کر یعنی ہر ایک کو اپنی شمار میں رکھ، اور ان کو الگ الگ کر کے قتل کر اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ، پھر آپ یہ شعر پڑھنے لگے۔

ترجمہ اشعار:- میں اس وقت کچھ پر واہ نہیں کرتا جبکہ مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کر دیا جاؤں کہ کنس پہلو پر اللہ کے بارے میں میرا کچھاڑا جانا ہوا۔

اور یہ (قتل ہونا) اللہ کی ذات کے بارے میں ہے یعنی اس کی رضا کے لئے ہے، اور اگر وہ چاہے تو لکڑے کے لئے ہوئے جسم کے جوڑوں میں برکت دے سکتا ہے۔

پھر ابو سرد عقیب بن حارث ان کی طرف بڑھا اور ان کو شہید کر دیا۔ اور نجیب ہی ہیں وہ شخص جس نے نماز کی سنت قائم کر دی ہر اس مسلمان کے لئے جسے تہذیب کے قتل کیا جائے یعنی قتل سے پہلے دو رکعت)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اسی دن اطلاع دے دی جس دن شہید کئے گئے (دو حومن العجوات) یومہ اصیبو یہاں دو نئے ہیں ما یومہ اصیبو ای یوم اصیب طولار۔

دوسرا نسخہ بصیغہ واحد اصیب ہے ای اصیب کل واحد منہم۔

وبعث الناس اور قریش کے کچھ لوگوں کو حضرت عامر بن ثابتؓ کے پاس بھیجا گیا جبکہ ان کو معلوم ہوا کہ حضرت عامر شہید کر دیئے گئے تاکہ حضرت عامر کو کوئی حصہ لے کر آئیں کہ جس سے پہچانا جاسکے یعنی معلوم ہوجائے کہ عامر ماسے گئے وکان قتل رجلاً انخ اور حضرت عامر نے ان کے سرداروں میں سے ایک سردار کو قتل کیا تھا جنگ بدر میں، سو اللہ نے عامر کے واسطے ایک ریزروں کا جھنڈا بول کے مانند بیج دیا پس ان ریزروں (بھیروں) نے ان کی حفاظت کی کفار قریش کے فرستادوں سے، چنانچہ وہ لوگ آپ کے جسم کا ایک حصہ بھی نہ کاٹ سکے۔

تشریحاً: یہ حدیث واقعہ حرج میں ص ۸۵ پر آرہی ہے جس میں تصریح ہے وکان نجیب ہو قتل الحارث

یومہ بدما یعنی حضرت ضعیب نے غزوہ بدر میں حارث کو قتل کیا تھا نیز یہاں یعنی صفحہ ۵۶۸ کی روایت میں بھی صاف ہے کہ وہاں خبیث ہو قتل الحارث بن عامر یومہ بدر عمدۃ القاری میں علامہ عینی ترجمہ الباب سے مطابعت و مناسبت میں لکھتے ہیں و ذکر لہنا لاجلہما قولہ وكان قتل عظیمًا من عظیمائہم الخ تو چونکہ حضرت عامر نے جنگ بدر میں کفار قریش کے سردار کو قتل کیا تھا اس سے جنگ بدر میں ان کی شرکت معلوم ہوئی اور حضرت عامر شرکار بدر میں سے ہوئے۔ پھر علامہ عینی فرماتے ہیں کہ عامر نے عقبہ بن ابی معیط کو جنگ بدر میں باندھ کر قتل کیا تھا آنحضرت کے حکم سے۔

حقی اذ کانوا بالہدایۃ لفظ ہدایۃ تین طرح سے منقول ہے جن میں اصح ترین نسخہ بسکون الدال بعد ہمزہ مفتوحہ و بفتح الدال و تسہیل الہمزہ۔ تیسرا نسخہ حدہ بتشدید الدال بغیر العناہ حدایۃ عسکان سے سات میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے و فتح الباری و قال کعب بن مالک الخ اور حضرت کعب بن مالک کا بیان ہے کہ یعنی اپنی طویل سزا میں بیان کیا ہے کہ میرے سامنے لوگوں نے مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ واقعی کا ذکر کیا جو غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہو سکے تھے کہ دونوں صالح صحابہ میں سے ہیں اور جنگ بدر میں دونوں شریک تھے

فائدہ:- یہ ایک ٹکڑا کعب بن مالک کی حدیث کا ہے جو غزوہ تبوک میں فصل آئے گی اور اس طویل حدیث کا تعلق حضرت کعب کے واقعہ توبہ سے ہے۔

امام بخاری نے اس ٹکڑے کو نقل کیا ہے کہ بعض لوگ مثلاً امام زہری اور علامہ دیلمی وغیرہ کہتے ہیں کہ مرارہ اور ہلال غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ ان ہی لوگوں کی تردید میں امام بخاری نے اس ٹکڑے کو یہاں نقل کیا ہے ورنہ اس ٹکڑے کو حضرت عامر اور ضعیب کے واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امام بخاری کا مقصد استشہاد ہے اس بات پر کہ مرارہ اور ہلال رضی اللہ عنہما بدری ہیں اور اباب در اصل شرکار بدر کی فیصلت کے بیان میں ہے۔

استشہاد کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت کعب بن مالک مرارہ اور ہلال کے ساتھ ہیں پھر غزوہ تبوک کے مختلف نیز واقعہ توبہ کے شریک ہیں اس لئے ان دونوں بزرگوں کے حالات جتنا صحیح کعب کو معلوم ہوگا اتنا بعد میں آنے والوں کو نہیں ہو سکتا ہے اس لئے امام بخاری نے حضرت کعب سے استشہاد پیش کر کے امام زہری وغیرہ کی تردید کی ہے کہ یہ لوگ صحابی نہیں ہیں صحیح اصح یہ ہے جو حضرت کعب نے فرمایا ہے کہ مرارہ اور ہلال دونوں صالح بزرگ اور شرکار بدر میں سے ہیں اور امام زہری وغیرہ کا قول اس معاملہ میں صحیح نہیں ہے۔

۴۔ حدثننا قتیبۃ قال حدثنالیث عن یحییٰ عن نافع ان ابن عمر ذکر لہ ان سعید بن زید

بن عمرو بن نفیل وكان بلداً مريضاً في يوم الجمعة فركب اليه بعد ان تعانى النهام وابتدبت

الجمعة وتروك الجمعة وقال الليث حدثني يونس عن ابن شهاب قال حدثني عبيد الله بن

عبد الله بن عتبة ان ابا لكتب الي عمر بن عبد الله بن الارقم الزهري يامر ان يدفن علي

سبيحة بنت الحارث الا سامية فيسألها عن حديثها وعما قال لها رسول الله صلى الله عليه

وسلم حين استفتته فكتبت عمر بن عبد الله بن الارقم الي عبد الله بن عتبة يخبره ان سبيحة

بنت الحارث اخبرته انها كانت تحت سعد بن خولة وهو من بني عامر بن لؤي وكان ممن

شهد بدر اقولني عنهما في حجة الوداع وهما حامل فلتم تنشب ان وضعت حملها بعد وفاته

فلما تعذت من نفاسها تجملت للخطاب فدخل عليها ابوالسنا بل ابن بعكف ساجل من بني
عبد اللہ اس فقال لہامانی ارادت تجملت للخطاب تزجین النکاح وادک واللہ ما انت بنا لیر حتی
تسر علیک اربعة اشهر وعشرون قالت تدبیرة فلما قال لی ذاک جمعت علی ثیابی حین امسیت
واثیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسالته عن ذالک فقلتانی بانی قد خللت حین وضعت
حسائی وامرنی بالتزوج ان بدالی تالعة اوسعة عن ابن وهب عن یونس وقال الیث حدثانی
یونس عن ابن شہاب وسالنا فقال اخبرنی محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان مولی بنی عامر
بن لوی ان محمد بن ایاس بن البکیر وكان ابوا شهيداً بدراً اخبروا۔

ترجمہ: حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے ذکر کیا گیا کہ سعید بن زید بن عمرو بن غزوة بنی جلدی صحابی تھے
بیمار ہو گئے ہیں جمعہ کے روز سواہن عمر سوار ہو کر سعید کے پاس بیمار پر سی کے لئے گئے بعد اس کے کہ دن چڑھ چکا تھا اور جمعہ کی نماز کا
وقت قریب ہو گیا اور حضرت عبداللہ بن عمر نے جمعہ چھوڑ دیا یعنی جمعہ کی نماز نہیں پڑھ سکے۔

ترجمہ الباب کی مطابقت وکان بدربا سے ہے۔

تشریحات

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں یہ غزوة بدر میں شریک نہیں تھے مگر ان
کو بدری صحابی اس لئے شمار کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوة بدر کے مالِ غنیمت میں سے ان کا حصہ نکالا اور حضور نے ان کو
شرکار بدر میں سے قرار دیا چونکہ آنحضرت نے حضرت سعید اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو شام کے راستے کی طرف قافلہ گیر کے
تفتیش حال (جا سوسی) کے لئے بھیجا تھا۔ پھر ان دونوں کے جاتے ہی بدر کی جنگ واقع ہو گئی ان حضرات کی واپسی سے پہلے ہی
مگر آنحضرت نے ان حضرات کو شریک غزوة قرار دے کر حصہ غنیمت دیا اس لئے شرکار بدر میں شمار کئے گئے۔

قولہ "ذکر لہ" علی صیغۃ الجہول حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ لم اقف علی اسم ذاک والکما قولہ "واقوت بجمعة"
جمعہ کی نماز کا وقت قریب آیا یعنی وقت داخل نہیں ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ قبل الزوال جمعہ کے روز سفر کا مجاز ہے البتہ زوال کے
بعد چونکہ وقت داخل ہو گیا اس لئے سفر درست نہیں الا بعد معقول۔

حضرت سعید بن زید حضرت عمر فاروق کے چچا اور بھائی اور بہنوئی تھے یعنی قریبی رشتہ دار تھے، دیباچہ کنی کے عالم میں
ہونے کی خبر پر حضرت ابن عمر غزوة جمعہ کی نماز نہیں پڑھ سکے واللہ اعلم۔

وقال الیث حدثانی یونس عن شہاب قال حدثنی عبید اللہ۔ الخ

ترجمہ: اور الیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے حدیث بیان کی ابن شہاب سے ابن شہاب نے کہا کہ مجھ سے عبید اللہ
بن عبد اللہ بن ہشیر نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد عبد اللہ بن ہشیر نے عمر بن عبد اللہ بن ارقم زہری کو نکھا کہ وہ سبیر بنت عارث
اسلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے ان کے واقف کے متعلق پوچھیں اور جو کچھ اس (سبیر) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ
آنحضرت نے فتویٰ طلب کیا تو عمر بن عبد اللہ بن ارقم نے عبد اللہ بن ہشیر کو جواباً نکھا کہ حضرت سبیر بنت عارث سے ان کو خبر دی کہ وہ
(سبیر) سعد بن خولہ کے نکاح میں تھی اور وہ (سعد) بنی عامر بن لوی میں سے تھے اور آپ ان دونوں میں سے تھے جو غزوة بدر میں
شریک ہوئے تھے پھر عجمۃ اوداع میں ان کی وفات ہو گئی اور وہ (سبیر) حاملہ تھیں۔ سو زیادہ دن نہیں گزرا کہ ان کا وضع حمل ہو گیا
(مطلب یہ ہے کہ سعد بن خولہ کی وفات کے پچیس دن یا اس سے بھی کم دن گزرے کہ حضرت سبیر کا وضع حمل ہو گیا، پھر جب اپنے

نفس سے پاک ہوئیں تو نکاح کا پیغام بھیجنے والوں کے لئے اس وسیعہ نے اچھے کپڑے پہنے، سو بنی عبدالدار میں سے ایک شخص ابوالسناہل ابن بعلک ان کے پاس آئے اور ان سے کہا میرا خیال ہے کہ تم نے نکاح کا پیغام بھیجنے والوں کے لئے زیب و زینت کی ہے شاید تو نکاح کا ارادہ رکھتی ہے لیکن خدا کی قسم تو نکاح والی نہیں یعنی نکاح درست نہیں یہاں تک کہ تجھ پر چار مہینے دس روز و عدت وفات، گزر جائے۔ سبب کا بیان ہے کہ جب ابوالسناہل نے مجھ سے یہ بات کہی تو میں نے شام ہوتے ہی اپنے کپڑے پہن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے مجھ کو فتویٰ دیا کہ میں بلاشبہ حلال ہو چکی جس وقت کہ میرا وضع محل ہوا اور آپ نے مجھ کو نکاح کی اجازت دی اگر میری خواہش ہو۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت سعدؓ شکر کا بدر میں سے ہیں یعنی بدری صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔

نوٹ:- لیٹ کی اس روایت کو امام بخاری نے بواسطہ یحییٰ بن بکیر کتاب الطلاق میں بھی لکھا ہے۔

دیکھئے جلد ثانی صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲

تابعہ اصبع عن ابن وہب عن یونس

یعنی لیٹ کی متابعت اصبع بن الفرغ مصری نے کی ہے جو بخاری کے مشائخ میں سے ہیں۔ مذکورہ روایت میں اصبع نے متابعت کی، عن ابن وہب یعنی عن عبداللہ بن وہب عن یونس۔

وقال اللیث حدثنی یونس عن ابن شہاب وساننا لا فقال اخبونی الخ

اور لیٹ نے کہا کہ مجھ سے یونس نے ابن شہاب سے روایت کی، یونس کا بیان ہے کہ ہم نے ان سے یعنی ابن شہاب سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مجھ کو خبر دی جو ہام بن نوسی کے مولیٰ محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان نے کہ بے شک محمد بن یاس بن بکیر نے انہیں خبر دی اور ان کے والد غزوہ بدر میں شریک تھے۔

فائدہ:- امام بخاری نے یہاں کی مناسبت سے مرن ایک ٹکڑا نقل کیا ہے اور وہ ٹکڑا وکان الولا شہدہ بدساً ہے ورنہ یہ حدیث طویل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی شخص نے بڑی کوشش سے تو اب اس کے لئے یہ بڑی جائز نہیں۔ وکان ابو شہدہ بدساً جملہ معترضہ ہے ات کے اسم اہد اس کی خبر کے درمیان۔

(باب شہود الملائکۃ بدساً)

تشریحات | دو باب پہلے صفحہ ۵۶۳ پر گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر حق تعالیٰ نے بشارت دی اتنی مملکتکم بالف من الملائکۃ مردوفین الخ

یہی وغیرہ نے روایت نقل کی ہے کہ جنگ بدر میں جو کفار مدے گئے تھے ان میں فرشتوں کے ذریعہ جو مدے گئے تھے صحابہ کرام گردن پر اور جڑ بڑھ پر چوٹ کے خاص نشانات کے ذریعہ معلوم کر لیتے تھے کہ یہ فرشتوں کے ذریعہ قتل کئے گئے چونکہ مقتولین ملائکہ کی گردنوں اور پوروں پر آگ کے سیاہ داغ ہوتے تھے (نہج) اور مسند اسحاق میں جیر بن مطعم سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے روز کافروں کی شکست سے پہلے جب میں نے دیکھا کہ آسمان سے چیونٹیوں کی طرح نازل ہو رہے اس وقت بالکل سیاہ غبار کی طرح معلوم ہوا تھا۔ اس وقت مجھ کو ذرا بھی شک نہیں تھا کہ وہ فرشتے تھے، فرشتوں کے نزول کے بعد ہی کافروں کی شکست ہو گئی۔

اور مسلم میں ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جب کسی کافر کے پیچھے مسلمان دوڑتا تھا تو گھوڑے کی آواز اور کوڑے کی آواز سنتا تھا۔ ایک انصاری صحابی نے یہ آواز سنی کہ اسے جیزوم آگے بڑھ (جیزوم حضرت جبریلؑ کے گھوڑے کا نام ہے) اس کے بعد جو اس مشرک پر نظر پڑی تو دیکھتے ہیں کہ وہ مشرک زمین پر گر پڑا ہے اور اس کی ناک اور چہرہ کوڑے کی ضرب سے پھٹ کر نیلے ہو گئے ہیں۔

۴۱۔ حدیثی اسحاق بن ابراہیم قال اخبرنا جبریل عن یحییٰ بن سعید عن معاذ بن رفاعہ بن رافع الزرقی عن ابیہ وكان ابوه من اهل بدر قال جاء جبریل الى النبی صلی الله علیه وسلم فقال ما تعدون اهل بدر فیکم قال من افضل المسلمين او کلمة نحوها قال وکذا الک من شهد بدر امن الملائكة۔

ترجمہ:- معاذ بن رفاعہ بن رافع اپنے والد رفاعہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے والد حضرت رفاعہ اہل بدر میں سے تھے۔ یعنی بدری صحابی ہیں، رفاعہ کا بیان ہے کہ حضرت جبریل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "آپ اپنے درمیان بدر والوں کو کیا شمار کرتے ہیں، یعنی کس درجہ میں گنتے ہیں؟" حضرت نے فرمایا "مسلمانوں میں افضل یا آنحضرتؐ نے اسی طرح کا کوئی اور کلمہ فرمایا، حضرت جبریلؑ نے فرمایا، اسی طرح فرشتوں میں وہ فرشتے افضل ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے۔"

ترجمتہ اباب کا تعلق حدیث شریف کے آخری جملہ وکذا الک من شهد بدر امن الملائكة سے ہے۔

اولکلمة نحوها شک من الراوی، مطلب یہ ہے کہ آپ نے افضل المسلمین فرمایا یا من خیر المسلمین جیسا کہ بہمی کی روایت میں ہے۔

۴۲۔ حدیثنا سلیمان قال حدثنا حماد عن یحییٰ عن معاذ بن رفاعہ بن رافع وكان رفاعہ من اهل بدر وكان رافع من اهل العقبة وكان يقول لابنه مایسرتی الی شہادت بدر ا بالعقبۃ قال سئل جبریل النبی صلی الله علیه وسلم بهذا۔

ترجمہ:- معاذ بن رفاعہ بن رافع سے روایت ہے اور حضرت رفاعہ بدر والوں میں سے تھے اور ان کے والد حضرت رافع اہل عقبہ میں سے تھے اور آپ اپنے بیٹے رفاعہ سے فرمایا کرتے تھے کہ نہیں خوش کرتی مجھ کو یہ بات کہ میں بیعت عقبہ کے بدلے جنگ بدر میں حاضر ہوتا یعنی بیعت عقبہ کی شرکت کے مقابلے میں بدر کی شرکت کو میں ترجیح نہیں دیتا ہوں، آپ نے بیان کیا کہ جبریل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا۔

مطلب صاف ہے کہ ساقی روایت کی طرف اشارہ ہے کہ جبریلؑ نے پوچھا ما تعدون اهل بدر فیکم الخ۔ حضرت رافعؓ نے بیعت عقبہ کی شرکت کو جنگ بدر کی شرکت سے بھی افضل سمجھا حالانکہ آنحضرتؐ کی اتحاد سے اصحاب بدر کی ترجیح و افضلیت ثابت ہے۔

جواب یہ ہے کہ حضرت رافع کو اصحاب بدر کی فضیلت والی روایت نہیں پہنچی اس لئے اپنے اجتہاد سے فرمایا جو کہ بیعت عقبہ ہجرت کا سبب ہے نیز تمام غزوات میں قوت کا سبب بنا۔

عقبہ ایک گھائی کا نام ہے جو مکہ کے پاس منیٰ میں ہے اسی میں حجرہ یعنی ستون ہے جس پر حاجی کنکریاں مارتے ہیں اسی سے بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ الثانیہ ہے جس میں ہجرت سے پہلے انصار لوگوں نے مکہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے بیعت کی تھی عقبہ اولیٰ میں بارہ اور شانینہ میں ستر حضرات تھے۔

لیکن پھر بھی اصحاب بدر افضل ہیں والفضل بید اللہ یوثیہ من یشار۔

علامہ صینی علامہ کرماتی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ ما یستوی فی کے اندر لفظ ما استفہامیر ہے اور اس میں حظوی بدر کے لئے ثنا ہے ترجمہ ہوگا کیا ہی خوشی ہوتی تھی کہ کو کہ میں عقبہ کے بدلے عقبہ کے ساتھ بدر میں حاضر ہوتا، اس صورت میں بدر کی افضلیت کا کوئی اشکال نہیں ہوگا۔

۴۲۶۔ حدثنا اسحاق بن منصور بن اخیون یزید اخبارنا یحییٰ سمع معاذ بن رفاعہ ان ملکاً سال النبای صلی اللہ علیہ وسلم وعن یحییٰ ان یزید بن الہادی اخباراً انہ کان معہ یومہ حدیثاً معاذ ہذا الحدیث فقال یزید قال معاذ ان السائل هو جبریل۔

ترجمہ:- معاذ بن رفاعہ سے روایت ہے کہ ایک فرشتے نے نبی اکرمؐ سے پوچھا۔ اور یحییٰ سے روایت ہے کہ یزید بن ہار نے انہیں خبر دی کہ جس دن معاذ بن رفاعہ نے ان سے یہ حدیث بیان کی تھی تو وہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ یزید کا بیان ہے کہ معاذ نے فرمایا تھا کہ اسل حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔

۴۲۷۔ حدثنا ابی ہریرۃ بن موسیٰ قال اخبارنا عبد الوہاب حدثنا خالد عن جکومتہ عن ابن عباس ان النبای صلی اللہ علیہ وسلم قال یومہ ہذا جبریل اخذ برأس فرسہ علیہ اداۃ الحرب۔

ترجمہ:- حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر فرمایا کہ یہ جبریل ہیں۔ اپنے گھوڑے کی ناکام تھامے ہوئے اس پر جنگ کے اسباب یعنی ہتھیار ہیں۔

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

تشریحات

سعید بن منصور نے عطیر بن قیس سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے روز جنگ سے فارغ ہوئے تو حضرت جبریل سرخ گھوڑے پر سوار رہے جو آیت کے پاس تشریف لائے اور کہا "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ میں آپ سے اس وقت تک جدا نہ ہوں جب تک کہ آپ راضی نہ ہو جائیں سو کیا آپ راضی ہو گئے۔" آیت نے فرمایا "ہاں" (عمدہ، فتح)

ابن اسحاق نے ابو اقدیسثی سے روایت کی ہے کہ ابو اقدیس کا بیان ہے کہ جنگ بدر کے روز میں ایک کافر کا پیچھا کر رہا تھا کہ اس کو قتل کر دے اسے دیکھتا ہوں کہ اس کافر کا سر جدا ہو کر زمین پر گر پڑا قبل اس کے کہ میری تلوار اس کی گردن تک پہنچے (فتح) یہی نے محمد بن جبریل مطعم کی حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے حضرت علیؑ سے سنا، حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ آندھی سخت چلی کہ میں نے ایسی سخت آندھی نہیں دیکھی تھی یہ سخت آندھی چلی اور میرا خیال ہے کہ تیسری مرتبہ کو ذکر کیا سو پہلی آندھی حضرت جبریل تھے اور دوسری آندھی حضرت میکائیل اور تیسری حضرت اسرافیل۔ حضرت میکائیل آنحضرت کے دائیں جانب تھے، اور اسی جانب حضرت ابوبکرؓ تھے اور اسرافیل آنحضرت کے بائیں جانب تھے اور میں اسی جانب تھا۔ نیز حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ بدر کے روز مجھ سے اور حضرت ابوبکرؓ سے کہا گیا کہ تم دونوں میں سے ایک کے ساتھ جبریل ہے اور دوسرے کے ساتھ میکائیل اور اسرافیل ایک عظیم فرشتہ ہے جو صف میں آتے ہیں اور قتال میں موجود رہتے ہیں۔ (عمدہ)

حافظ عسقلانی نے شیخ تقی الدین سبکی سے نقل کیا ہے کہ کسی نے مجھ سے کہا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ جبریل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے ہیں جبکہ جبریل اپنے ایک پر کے ذریعہ کافروں کو شکست دے سکتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ حضرت کی معیت میں حکمت یہ ہے کہ یہ جنگ آنحضرت اور آپ کے اصحاب کی جنگ کہلائے اور فرشتے بطور شکر اور فخر کے معاون کہلائیں کہ عادت اللہ اس عالم اسباب میں پھی رہی ہے۔

باب

صفحہ ۵۰

یہ باب بلا تخریج ہے جو کہ فصل میں الباب الیٰی ہے یعنی شکر بدر کے متعلق ہے۔

۳۵۔ حدثنا خلیفۃ قال حدثنا محمد بن عبد اللہ الانصاری قال حدثنا سعید بن قتادۃ عن انس بن مالک البزید و سلم بن عبد ربیع عن عقیب بن عبد ربیع۔

ترجمہ :- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ البزید و سعید بن انس بن مالک انصاریؓ وفات پا گئے آپ نے کوئی اولاد

نہیں چھوڑی اور آپ بدری تھے۔

و مطابقہ للرحمن فی قولہ "کان بدیاً" امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں مختصر بیان کیا ہے باب مناقب الانصار و تشریحات صفحہ ۵۲ میں یہ حدیث گزری ہے کہ حضرت انس کا بیان ہے کہ بعد رسالت میں چار اصحاب نے قرآن حکیم جمع کیا جو سب کے سب انصاری تھے۔ ملا ابی بن کعبؓ ملا معاذ بن جبلؓ ملا البزیدؓ ملا زید بن ثابتؓ۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ البزید کون ہیں تو فرمایا کہ میرے ایک چچا۔

نوٹ :- اس مقام پر فتح الباری نے مناقب انصار کے حوالہ سے جس روایت کو نقل کیا ہے وہ روایت مناقب انصار میں نہیں ملی ہے، مناقب انصار میں جو روایت ملی ہے میں نے اس کا ترجمہ کر دیا ہے۔ نیز اس مفہوم کی حدیث جلد ثانی صفحہ ۳۸ میں بھی ہے۔

۳۶۔ حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال حدثنا اللیث قال حدثنا یحییٰ بن سعید عن القاسم بن محمد عن ابن خنیس بن ابی سعید بن مالک الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم لکما من لکوم الاضاحی فقال ما انا با کوم حتی اسأل فانطلق الی اخیه لاقمہ وکان بدیاً قتادۃ بن النعمان فسأله فقال انہ حدث بعدک امر نقض لما کالوا ینہون عنہ من اکل لکوم الاضاحی بعد ثلثۃ ایام ترجمہ :- ابن خنیس و عبد اللہ بن خنیس سے روایت ہے کہ ابو سعید بن مالک خدریؓ سفر سے آئے تو ان کے گھروالوں نے قربانی کا گوشت ان کے سامنے کیا تو ابو سعید نے فرمایا کہ میں اس کو اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک اس کا حکم دریافت نہ کر لوں کیونکہ ابتدائے اسلام میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کر دیا گیا تھا، چنانچہ ابو سعید خدریؓ اپنے ایک اخیان بنی بھائی کے پاس گئے اور وہ بدری تھے یعنی غزوہ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے تھے، یعنی قتادہ بن نعمانؓ تو ابو سعید خدری نے حضرت قتادہ سے پوچھا تو قتادہ نے فرمایا کہ تیرے بعد ایک نیا حکم آیا جو نسخ ہے اس حکم کے لئے جس سے تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت کھانے کی ممانعت کی جاتی تھی۔

تشریحات مقصد یہ ہے کہ تین دن سے زائد کی ممانعت والا حکم نسخ ہے لہذا اب کھا سکتے ہو، مزید شرح اس کی قربانی

کے بیان میں آوے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: الباب کی مطابقت وکان بدسایا الخ ہے۔

۴۷۔ حدثني عبيد بن اسمعيل قال حدثنا الواسمة عن هشام بن عروة عن ابيه قال قال الزبير لقيت يوم بدر عبد بن سعيد بن العاص وهو مدحرج لا يزي منه الا عينا وهو يكتفي ابودات الكرش فقال انا ابودات الكرش حملت عليه بالغزاة فطعنته في عينه ثمان قتل هشام فأخبرت ان الزبير قال لقد وضعت ساجي عليه ثم تمطت فكان الجهد ان نزع عنها وقد انشئ طرفاها قال عروة نسأله آیا لا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعطاها فلما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم اخذها ثم طلبها ابو بكر فاعطاها فلما قبض ابو بكر سالها آیا لا عمر فاعطاها اياها فلما قبض عمر اخذها ثم طلبها عثمان منه فاعطاها اياها فلما قتل عثمان وقعت عند ابي علي فطلبها عبد الله بن الزبير فكانت عند ابي حتى قتل.

ترجمہ :- حضرت زبیرؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے روز میری ملاقات ڈیڑھ بیڑ (عبد بن سعید بن العاص) سے ہو گئی اور اس کا سارا جسم ہتھیاروں میں ڈھکا ہوا تھا اس کی طرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں اس کی کنیت ابودات انکرش تھی سو اس نے کہا میں ابودات انکرش ہوں، تو میں نے نیزے سے اس پر حملہ کر دیا اور میں نے نیزہ اس کی آنکھ میں مارا چنانچہ وہ مر گیا۔ ہشام کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت زبیر نے فرمایا کہ میں نے اپنا پاؤں اس پر رکھ دیا پھر اپنا ہاتھ بڑھایا اور انتہائی شفقت سے اس نیزہ کو کھینچا اور اس کے دونوں کنارے مر گئے تھے۔ عروہ نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیرؓ کو وہ نیزہ عاریتہ طلب فرمایا چنانچہ زبیر نے آپؐ کو دے دیا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ سے اس کو لے لیا، پھر حضرت ابو بکرؓ نے طلب فرمایا تو حضرت زبیرؓ نے ان کو دے دیا۔ پھر جب حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت زبیرؓ نے اس کو لے لیا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے طلب فرمایا تو زبیرؓ نے حضرت عثمانؓ کو وہ نیزہ دے دیا۔ پھر جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تو حضرت علیؓ کے ہاتھ آیا اور حضرت علیؓ کی اولاد کے پاس رہا پھر عبد اللہ بن زبیرؓ نے طلب کر لیا چنانچہ وہ نیزہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے پاس رہا یہاں تک کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔

مطابقت ترجمہ "لقيت يوم بدر"

تشریحات

عزوة بفتح النون وهى المحرقة، نیزہ۔

۴۸۔ حدثنا ابواليمان قال اخبرنا شعيب عن الزهري قال اخبرني ابو ادريس عائد الله بن عبد الله ان عباد لابن الصامت وكان شهيد بدر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال بايعوني.

ترجمہ :- حضرت عباد بن صامتؓ سے روایت ہے اور عباد بدر میں شریک ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھ سے بیعت کرو۔

کتاب الایمان صفحہ ۱۱ میں حدیث گزر چکی ہے۔

۴۹۔ حدثنا يحيى بن بكير قال حدثنا الليث عن عقيل عن ابي بشهاب اخبرني عروة بن

الزبیر عن عائشة زوجة النبي صلى الله عليه وسلم ان ابا حذيفة وكان ممن شهد بدراً مع رسول الله صلى الله عليه وسلم تبنتي سالماً وناكحة بنت اخيه هند بنت الوليد بن عتبة وهو مولى لامرأة من الانصار كما تبنتي رسول الله صلى الله عليه وسلم زيداً وكان من تبنتي رجلاً في الجاهلية دعاه الناس اليه وورث من ميراثه حتى انزل الله تعالى ادعوهم لآبائهم فجاءت سهلة النبي صلى الله عليه وسلم فذكر الحديث -

ترجمہ :- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ابو حذیفہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک تھے حضرت سالمہ کو تبنتی (منجھ بولایا) بنایا تھا اور اپنی بیٹی بزد بنت ولید بن عتبہ سے اس کا نکاح کر دیا اور سالمہ ایک انصاری عورت کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو لے پا لیا (تبنتی) بنایا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کو لے پا لیا تبنتی تو لوگ اس کو اسی کی طرف منسوب کر کے پکارتے یعنی اس کا بیٹا کہتے تھے اور وہ تبنتی اس کی میراث کا وارث ہوتا تھا یعنی مرنے کے بعد ترک پاتا تھا، یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی ادعوہم لآبائہم ان لے پا لیا کو ان کے اصلی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو تو حضرت سہلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں پھر تفصیل سے آپ نے حدیث بیان کی۔

فائدہ :- مطابقتاً للترجمہ وكان ممن شهد بدراً اس حدیث کی شرح کتاب النکاح صفحہ ۷۲ کی شرح میں مفصل بحث کے ساتھ آئے گی انشاء اللہ۔

۵. حدثنا عای قال حدثنا ابن المفضل قال حدثنا خالد بن ذکوان عن الربیع بنت معوذہ قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عداً ابی حاتمی حاتم بنی فرائی کجلیسک منی وجویریات یضربن بالدفیند من قتل من ابائهن یومہ بدراً قالت جاسیة وینا نبی یعلم ما فی غد؛ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقولی هکذا وقولی ما کنیت تقویین۔

ترجمہ :- ربیع بنت معوذہ سے روایت ہے کہ جس روز میری شادی ہوئی تھی اس کی صبح کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے جیسے تو میرے پاس بیٹھا ہے دیکھو خطاب اس شخص کو ہے جس نے ربیع سے روایت کی (چند لڑکیاں دفن جگہیں اور اپنے اشعار میں خوبیاں بیان کر رہی تھیں اپنے باپ دادوں کی جو جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے یہاں تک کہ ایک لڑکی نے یہ مصرعہ پڑھا وینا نبی یعلم ما فی غد، کہ ہم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو آئندہ کل ہونے والی بات جانتے ہیں، تو نبی اکرم نے فرمایا اس طرح مت کہو اور جو تم پہلے سے پڑھ رہی تھیں وہی پڑھو۔

مطابقتاً للترجمہ چونکہ حدیث شریف میں یومہ بدراً کا لفظ آ گیا ہے اس لئے ادنیٰ مناسبت کی بنا پر یہاں ذکر کیا گیا ہے۔

غداً لا نصب علی انظرت مضاف الی الجملة الی بعدہا۔ یعنی بضم الباء علی صیغۃ المجرول علیّ بتشدید الیاء والباء جارة عن الدخول بالمرأة (امہ) وجویریات یضربن جملہ جاریہ ہے۔ بالدفین الدل والنحما وتشدید الغار۔ اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ شادی کے موقع پر دن بجانا اور سننا جائز ہے۔

مسئلہ عالم غیب کی نسبت مخلوق کی طرف جائز نہیں۔ (دمعۃ الغاری)

۵۱۔ حدثنا ابراهیم بن موسیٰ قال اخبرنا هشام عن معمر عن الزهري ح وحدثنا اسمعيل قال حدثنا ابي عن سليمان عن محمد بن ابي عتيق عن ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود ان ابن عباس قال اخبرني ابو طلحة صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان قد شهد بدرا مع رسول الله عليه السلام انه قال لا تدخل الملائكة بيوتا فيه كذب ولا صورة لا يوريد صورة التمثيل التي فيها الا واهم۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو طلحہ نے مجھ سے بیان کیا ہے اور ابو طلحہ آنحضرت کے ساتھ جنگ بدر میں شریک تھے۔ ابو طلحہ نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں جس میں تصویر ہو، مراد ان مجسموں کی تصویر ہے جن میں روح ہومینی جاندار کی تصویر۔

مطابقتہ للترجمہ وقد شهد بدرا۔

تشریحات

یہ حدیث صفحہ ۴۶۸ میں گزر چکی ہے جہاں عن ابی طلحہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ پس یہاں اختصار ہے اصل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ارشاد ہے۔

یہ کتاب البیاس صفحہ ۸۸۱ پر درود و آیتیں آرہی ہیں جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو میں کچھ داخل نہیں ہوتا ہوں۔

۵۲۔ حدثنا عبدان قال اخبرنا عبد الله اخبرنا يونس ح وحدثنا احمد بن صالح قال حدثنا عنبسة قال حدثنا يونس عن الزهري قال اخبرنا عاتي بن حسين ان حسين بن عاتي اخبرنا ان عاتي قال كانت لي شارف من نصليبي من المغنم يوم بدر وكان النبي صلى الله عليه وسلم اعطاني مائة الفاء الله عليه من الخمس يومئذ فلما اردت ان ابتي بفاطمة بنت النبي صلى الله عليه وسلم واعدت رجلا صواغاني بنى قينقاغ ان يرحل مع فنائي باذخر فاردت ان ابيعه من الصواغين فنستعين به في وليمة عروسي فبينا انا اجمع بشار في من الاقتاب والغرائر والجمال وشارفاني مناختان الى جنب حجره رجلي من الانصار حتى جمعت ما جمعت فاذا انا بشار في وقد اجبت اسميهما وبقرت نحو اصرهما واتخذ من ابا دهما فلم املك عيني حين رايت المنظر قلت من فعل هذا قالو فعلة حمزة بن عبد المطلب وهو في هذا البيت في شرب من الانصار عند لا قينة واصحابه فقالوا في غنائها "الايا حمز للشرب النبوة فوشب حمزة الى السيف فاجبت اسميهما وبقرت نحو اصرهما فاحد من ابا دهما قال علي فانطلقت حتى ادخل على النبي صلى الله عليه وسلم وعند لا زيد بن حارثة فعرف النبي صلى الله عليه وسلم الذي لقيت فقال مالك قلت يا رسول الله مارئيث كالليوم عدا حمزة علي فاقبتى فاجبت اسميهما وبقرت نحو اصرهما وها هو ذا في بيتي معه شرب فدعا النبي صلى الله عليه وسلم بردائه فارادتم انطلق يميتي واتبعته انا وزيد بن حارثة حتى جاء البيت الذي فيه حمزة

فاستاذن علیہ فاذن لہ فطفق النبی صلی اللہ علیہ وسلم یومہ حمنزۃ فیما فعل فاذا اخرتہ مثل
محرمۃ عینا فانظر حمنزۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم صعد النظر فنظرا الی رکتہ ثم صعد
النظر فنظرا الی وجہہ ثم قال حمنزۃ وهل انتم الا عبید لابن نعرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انہ مثل فنکص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی عقبیہ الفقہری فخرج وخرجنا معہ۔

ترجمہ: حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ میرے پاس ایک اونٹنی وہ تھی جو جنگ بدر کی غنیمت میں سے میرے حصے کی ملی
تھی اور ایک اونٹنی مجھ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمائی تھی۔ اس حمنس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے اس روز کی غنیمت میں سے
آپؐ کا حصہ فرمایا تھا پھر جب میں نے ارادہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؑ کو رخصتی کر کے لاؤں تو میں نے بنی
قیظاق کے ایک سنار مرد سے پختہ بات کر لی واما وہ کہہ لیا کہ وہ میرے ساتھ چلے کہ ہم اذخر گھاس لائیں اور میرا ارادہ تھا کہ میں
اس گھاس کو سناروں کے پاس فروخت کروں اور اس سے اپنی شادی کے ولیم میں مددوں، سو اس اتنا میں کہ میں اپنی اونٹنی کے لئے
پالان اور بوسے درسیاں جمع کر رہا تھا اور میری دونوں اونٹیاں ایک انصاری مرد (دھبانی) کے حجرہ کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں یہاں
تک کہ میں نے جمع کر لیا جو کچھ جمع کیا دینی اذخر لانے کے لئے سدا ان نظام مکمل کر لیا اور اونٹوں کو لینے گیا، سو اچانک دیکھا ہوں کہ میری
دونوں اونٹیوں کی کوبائیں کاٹ لی گئیں اور ان کی کولکھیں چیر کر ان دونوں کی کلبھیاں لے لی گئیں سو میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ پاسکا دے
اختیار اٹنوجاری ہو گئے، جس وقت میں نے یہ منظر دیکھا، میں نے پوچھا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حجرہ بن عبدالمطلب
نے کیا ہے اور وہ ابھی اس حجرہ میں ہیں انصار کے کچھ بیٹے والوں میں، ان کے پاس ایک گانے والی ہے اور اس کے اجاب ہیں
سوکانے والی لاشی اور اس کے ساتھیوں نے اپنے گانے میں کہا دیر بعد، ص

الایا حمنزۃ للنسۃ النواہ اور اسے حجرہ ۱۵۷ موٹی موٹی اونٹیوں کی طرف۔

چنانچہ حجرہ نے گوڈر تلواری اور ان دونوں کے کوبان کاٹ ڈالے اور ان دونوں کی کولکھیں چیر کر کلبھیاں نکال لیں۔ حضرت
علیؑ کا بیان ہے کہ پھر میں چلا یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، آپ کے پاس حضرت زید بن عمارؓ موجود تھے
نبی اکرم نے معلوم کر لیا اس ریح و غم کو جو حجرہ کو پہنچتی دینی حجرہ اس وقت تک نہیں دیکھ کر آپ نے جانپ لیا، آپ نے دریافت فرمایا تمہیں
کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول میں نے آج کی طرح امنوس ناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت حجرہ نے میری دوا اونٹیوں
پر ظلم کیا ہے کہ ان کی کوبائیں کاٹ ڈالیں اور ان کی کولکھیں چیر ڈالیں اور وہ ہیں ایک گھر میں ہیں ان کے ساتھ چند شراب پینے
والے بھی ہیں۔ پس آپ نے اپنی چادر طلب فرمائی اور اوڑھ کر تشریف لے چلے۔ میں اور زید بن عمارؓ آپ کے پیچھے چلے یہاں
تک کہ آپ اس گھر میں آئے جس میں حجرہ تھے پھر آپ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ کو اجازت مل گئی۔ پھر آنحضرت
حضرت حجرہ کو طاعت کرنے لگے اس فعل کے سلسلہ میں جو اس نے کیا تھا اونٹیوں کے ساتھ، حجرہ نیشے میں مست تھے۔
انکھیں سرخ ہڈی تھیں، حجرہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھائی، پاؤں کی طرف، پھر نظر کو اونچا کیا تو گھسنہ کی
طرف نظر ڈالی پھر نظر کو اونچا کیا تو آپ کے حجرہ مبارک کی طرف دیکھا اس کے بعد حجرہ نے کہا "تم لوگ میرے باپ کے غلام
ہی تو ہو، پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ وہ مدحوش ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے پاؤں واپس لوٹ گئے اور گھر
سے باہر نکل گئے اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ باہر نکل آئے۔

تشیہجات | مطابقت۔ للترجمہ: بدر کے دن مال غنیمت سے ایک اونٹنی حد میں آئی۔

عزایہ واقعہ حرمت شراب سے پہلے کا ہے۔

حل لغت :- یا جزمنا دی مرخم۔ شرف شادق کی جمع بڑھی اونٹنی۔ لواء بکسر انون جمع ناویہ یہ شرف کی صفت ہے بمعنی فریہ، موٹی۔

فائدہ :- اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفس کی آیت جنگ بدر کے موقع پر نازل ہوئی یہی جہود طار کا قول ہے بخلاف ابو عبیدہ کے کہ فرماتے ہیں کہ نفس کی آیت بدر کی غلبت تقسیم ہونے کے بعد نازل ہوئی۔

والحدیث معنی علی صفحہ ۳۱۹ تا صفحہ ۳۲۰ ایضاً صفحہ ۳۳۲ تا صفحہ ۳۲۵۔

فائدہ :- گانے والی عورت نے جو اشعار پڑھے تھے جن سے مشاعرہ ہو کر حضرت حمزہ نے اونٹنیوں پر حملہ کر دیا وہ یہ

۱۔ ایا حسنة للشرف النواء وھن معقلات بالغناء

ترجمہ :- اسے جزہ داٹھ موٹی فریہ اونٹنیوں کی طرف، اور وہ بندھی ہوئی ہیں گھر سے باہر میدان میں۔

۲۔ ضیع السکین فی اللبات منھا وضی جھن حسنة بالدماء

رکھ دے چھری ان کے گلے پر اور ان کو اسے حمزہ خون میں لت پت کر دے۔

۳۔ وعجل من اطابھا لشرب قد یدامن طبع او شواء

اور ان کا اچھا اچھا گوشت شراب پینے والوں کے لئے جلدی لے آ؛ لوٹیاں پکائی ہوں یا بمعنی ہوتی ہوں۔

حافظ ابن حجر نے نفع الباری میں فرماتے ہیں کہ معجم الشعراء میں مرزبانی نے لکھا کہ یہ اشعار عبداللہ بن السائب عمرویی کے ہیں پھر یہ اشعار کیا ہے کہ روایت میں تصریح ہے کہ اس وقت جو لوگ شراب پینے والے تھے وہ انصار تھے اور عبداللہ بن السائب انصاری نہیں ہیں۔ پھر اس کا جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ تمام حاضرین پر لفظ انصار کا اطلاق بطور تغلیب کر دیا ہو۔

مقصود اس شعر کے پڑھوانے کا یہ تھا کہ حضرت حمزہ کے اندر اونٹ کاٹنے کا جوش پیدا ہو جائے تاکہ تمام حاضرین گوشت کھالیں، حضرت حمزہ کی سخاوت پہلے سے معروف و معلوم تھی ان کو اشعار میں خطاب کر کے متوجہ کیا تاکہ اونٹیاں کاٹ ڈالیں۔

۵۳۔ حدثنی محمد بن عتبہ قال حدثنا ابن عیینة قال انفذ لنا ابن الاصبهانی سمعہ من

ابن معقل ان علیاً کبر علی سہل ابن حنیف فقال انتہ شہد بلساً

ترجمہ :- مجھ سے محمد بن عباد نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ مجھ سے ابن عیینہ نے حدیث بیان کی کہ ہمارے پاس ابن الاصبہانی سے یہ حدیث پہنچی۔ انہوں نے ابن معقل سے حدیث سنی کہ حضرت علی نے سہل بن حنیف پر تکبیر کی و جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور فرمایا کہ یہ جنگ بدر میں شریک تھے۔

فائدہ :- مطابقتاً للترجمہ "انتہ شہد بلساً"

انفذ لا انفذ الکتاب الی فلاں بیجنا جاری کرنا، انفذہ فلاں یعنی فلاں نے ہمارے پاس بھیجا یا فلاں سے ہم کو پہنچی بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ابن الاصبہانی سے بطور مکاتبتہ سفیان بن عیینہ کو یہ حدیث پہنچی۔

جنازے میں کتنی تکبیریں ہیں، روایات مختلف ہیں جہود کے نزدیک چار تکبیریں ہیں، حضرت علی نے حضرت سہل بن حنیف کی نماز میں کتنی تکبیریں پڑھیں، تو ایک روایت میں پانچ اور ایک میں چھ منقول ہیں۔ اس کی وجہ کی طرف شاید حضرت علی نے اشارہ کیا ہے کہ بدری صحابہ کی خصوصیت۔ اور انفسیت دوسروں پر ہے۔ تفصیلی بحث کے لئے کتاب الجنازہ دیکھئے۔

۵۶- حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعيب عن الزهري قال اخبرني سالم بن عبد الله ان
 سمع عبد الله بن عمر يحدث ان عمر بن الخطاب حين تايمت حفصة بنت عمر من
 خنيس بن حذافة السهمي وكان من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قد شهد
 بدر اتوني بالمدينة قال عمر فلقيت عثمان بن عفان فعرضت عليه حفصة فقلت ان
 شئت انكحتك حفصة بنت عمر قال سأنظر في امري فلبثت ليالي فقل قد بدد الى ان لا تزوج
 يومي هذا قال عمر فلقيت ابا بكر فقلت ان شئت انكحتك حفصة بنت عمر وضمت ابو بكر
 فلم يرجع الي شيئا فقلت عليه اوجد متى عانى عثمان فلبثت ليالي ثم خطبها رسول الله صلى
 الله عليه وسلم فانكحتها اياها فلقيت ابو بكر فقال لعث وحدثت علي حين عرضت علي
 حفصة فلم ارجع اليك قلت نعم قلن فاته لم يمنعني ان ارجع اليك فيما عرضت الا اني قد
 علمت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد ذكرها فلم اكن لانشئ ما روى رسول الله صلى الله عليه
 وسلم ولو تركها لقلتها.

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جب حفصہ بنت عمر اپنے خاوند خنيس بن حذافہ سہمی کے انتقال
 سے پورہ ہوئیں اور حضرت خنيس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے اور بدر کی لڑائی میں شریک تھے۔ مدینہ
 منورہ میں آپ کی وفات ہوئی، حضرت عمر فاروق کا بیان ہے کہ میں حضرت عثمان بن عفان سے ملا تو میں نے حضرت حفصہ کا ذکر کیا
 اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں، حضرت عثمان نے کہا کہ میں اپنے معاملہ میں غور کروں گا، یعنی سوچ کر
 جواب دوں گا، سو میں چند دن یہاں ٹھہرا رہا۔ پھر عثمان نے کہا کہ میرا خیال یہ ہوا کہ میں ابھی نکاح نہ کروں، حضرت عمر کا بیان ہے کہ
 پھر میں حضرت ابو بکر سے ملا اور میں نے کہا، اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ بنت عمر کا نکاح آپ سے کر دوں، تو حضرت ابو بکر
 خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا، سو میں حضرت ابو بکر پر اور زیادہ ناراض ہوا، بہ نسبت حضرت عثمان کے۔ پھر میں کچھ دنوں
 ٹھہرا رہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حفصہ کا پیغام بھیجا، چنانچہ میں نے اس کا نکاح آپ سے کر لیا۔ پھر حضرت ابو بکر مجھ
 سے ملے تو کہا، شاید کہ آپ مجھ سے ناراض ہو گئے، جس وقت آپ نے مجھ سے حضرت حفصہ کا ذکر کیا اور میں نے کوئی جواب
 نہیں دیا، میں نے کہا ہاں ناراضگی ہوئی تھی۔ ابو بکر نے فرمایا کہ آپ کی بات کا جواب دینے سے مجھ کو کوئی مانع نہیں تھا، بجز اس کے کہ
 میرے علم میں یہ باہمی تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر نہ فرمایا ہے۔ سو میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا راز کھولنا
 نہیں چاہتا تھا، اگر حضور اس کو چھوڑ دیتے تو میں اس کو ضرور قبول کرتا۔
 فائدہ :- مطابقتہ للترجمہ قد شهد بدرًا۔

خنيسی بضم الخاء المعجمة وفتح النون وسكون الیاء وبالسين۔ حضرت خنيس مہاجرین اولین میں سے بدری صحابی
 ہیں اور حضرت عبد اللہ بن حذافہ مشہور صحابی کے حقیقی بھائی ہیں۔
 تايمت بتشديد الیاء وانه ویره ہونا، میثہ صفت ایہہ ہونہ نیز اس کا اطلاق مطلق پر بھی ہوتا ہے۔ جمع ایانہ
 ایامی، ایامات۔

یہ حدیث کتاب النکاح صفحہ ۶۷ پر آرہی ہے انشاء اللہ مفصل بحث ہوگی۔

۵۵۔ حدثنا مسلم بن خالد قال حدثنا شعبة عن عدي بن عبد الله بن يزيد سمع ابا مسعود البدری عن النبي صلى الله عليه وسلم قال نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَالِي اَهْلِهِ صَدَقَةٌ۔
ترجمہ:- عبد اللہ بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو مسعود بدری سے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے یعنی ثواب ملتا ہے۔

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ: حضرت ابو مسعود بدری تھے۔

تشریحات
اس میں بعض حضرات کا اختلاف ہے کہ ابو مسعود غزوہ بدر میں شریک تھے یا نہیں؟ محمد بن اسحاق وغیرہ نے بدریوں میں شمار نہیں کیا ہے۔ حال السیوطی اکثر انہیں لم یشہد، ان کو بدری اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بدر میں سکونت پذیر تھے۔

لیکن امام بخاری کا خیال یہی ہے کہ ابو مسعود بدری صحابی ہیں۔ چنانچہ علامہ نعیمی ابن کلبی اور طبرانی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ بدری تھے، نیز مثبت اور ضمنی تعدض کے وقت اصول ہے کہ مثبت کو ترجیح ہوگی نیز بعد والی روایت یعنی حدیث ۵۵ میں تصریح ہے کہ بدری لڑائی میں شریک تھے۔

مر الحدیث فی الایمان علی صفحہ ۱۳۔

۵۶۔ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعيب عن الزهري قال سمعت عروة بن الزبير يحدث عمر بن عبد العزيز امارته اخرا المغيرة بن شعبه وهو امير الكوفة فدخل ابو مسعود عقبه بن عمرو الانصاري حدثنا زيد بن حسن شهد بدرنا فقال لقد علمت نزل جبريل نصلني نصلتي رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس صلوات ثم قال هكذا امرت كذا الا ان كان بشير بن ابى مسعود يحدث عن امية۔

ترجمہ:- امام زہری سے روایت ہے کہ میں نے عروہ بن زبیر سے سنا کہ امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیزؓ نے ان کے عہد خلافت میں یہ حدیث بیان کی کہ مغیرہ بن شعبہ نے ایک روز عصر کی نماز میں دیر کر دی اور وہ کوفہ کے امیر (حاکم) تھے۔ حضرت معاویہ کی طرف سے تزیید بن حسن کے نانا ابو مسعود عقبہ بن عمرو الانصاری داخل ہوئے (یعنی مغیرہ کے پاس پہنچے) اور ابو مسعود جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ پس ابو مسعود نے کہا "اے مغیرہ آپ کو معلوم ہے کہ جبریل نازل ہوئے (نماز کا طریق بتانے کے لئے) پس نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی (پانچ نمازیں پھر جبریل نے کہا) اسی طرح مجھ کو حکم ملا ہے۔ عروہ کہتے ہیں کہ اسی طرح بشیر بن ابی مسعود یہ حدیث اپنے والد کے واسطے سے بیان کرتے تھے فائدہ:- مطابقت بالترجمہ "شہد بدرنا"۔

یہ روایت مفصل موافقت صفحہ ۵، میں گذر چکی ہے اس میں تصریح ہے کہ ابو مسعود بدری صحابی تھے۔

۵۷۔ حدثنا موسى قال حدثنا ابو عوانة عن الاعشى عن ابراهيم عن عبد الرحمن بن يزيد عن علقمة عن ابى مسعود البدری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الايات من اخر سورة البقرة من قرأها في ليلة كفتا لا قال عبد الرحمن فليقت ابا مسعود وهو يطوف بالبیت فسأله فحدثه ثلثية۔

ترجمہ:- حضرت ابو مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سورہ بقرہ کی دو آیتیں راضون الر رسول سے ختم سورہ تک، ایسی ہیں کہ جو شخص انہیں رات میں پڑھ لے وہ اس کے لئے کافی ہو جائیں گی۔ صحابہ عبد الرحمن نے بیان کیا کہ پھر میں نے ابو مسعود سے ملاقات کی۔ آپ اس وقت بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ میں نے آپ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ:- "عن ابی مسعود البدری"

وسیاتی الحدیث فی فضائل القرآن علی صفحہ ۵۳،

۵۸۔ حدثنا یحییٰ قال حدثنا الیث عن عقیل عن ابن شہاب أخبرنی محمود بن الربیعی ان عتبان بن مالک وكان من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ممن شهد بدراً من الانصار ائنه اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحديثنا احمد قال حدثنا عنبسة حدثنا یونس قال ابن شہاب ثم سألت المحصین بن محمد وهو احمد بن سالم وهو من ساداتهم عن حدیث محمود بن الربیعی عن عتبان بن مالک فصد قرہ۔

ترجمہ:- محمود بن الربیع سے روایت ہے کہ عتبان بن مالک جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے اور بدر میں شریک ہونے والے انصار میں سے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ پھر میں نے حصین بن محمد سے جو نبی اکرم کے ایک فرد تھے اور قبیلہ کے سرداروں میں سے تھے، محمود بن الربیع کی حدیث کے متعلق پوچھا جو اس (محمود) نے عتبان بن مالک سے روایت کی تھی تو اس نے اس کی تصدیق کی۔

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ "ممن شهد بدراً" و مر الحدیث علی صفحہ ۶۰۔

۵۹۔ حدثنا ابو الیمان قال أخبرنا شعیب عن النہری قال أخبرنی عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ وكان من اکبری بنی عدی وكان ابوة شہد بدراً مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان عسرا استعمل قدامتہ بن مطعون علی البحرین وكان شہد بدراً وهو خال عبد اللہ بن عمرو حفصہ۔

ترجمہ:- ترجمہ روایت ہے کہ مجھے عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ نے خبر دی اور عبد اللہ بن عامر قبیلہ بن عدی کے سن ریہ بن زنگوں میں سے تھے اور آپ کے والد بدر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے۔ آپ نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے قدام بن مطعون کو بحرین کا ایک جگہ کا نام ہے میرہ اور عمان کے درمیان، کا خال بنایا تھا۔ آپ بدر کی جنگ میں شریک تھے اور حضرت عبد اللہ بن عمر و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے ماموں تھے۔

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ: حضرت عامر بن ربیعہ اور قدام بن مطعون رضی اللہ عنہما کا شریک بدر ہونا۔

تشریحات امام بخاری نے حضرت قدامہ کا اصل واقعہ بیان نہیں کیا چونکہ علی شرط البخاری نہیں تھا۔ یہاں تو صرف بدری ہونے کا بیان مقصود تھا لیکن پوری روایت عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں امام زہری سے نقل کیا ہے۔ اصل واقعہ کو علامہ حینی نے عمدۃ القاری میں اور حافظ عسقلانی نے نفع الباری میں نقل کیا ہے تو چونکہ عمدۃ القاری

مہ ای اغتالا عن قیامہ اللیل قبل یقینان من المکرولا۔

مزارعت میں ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت رافع نے جو ممانعت کو بالکل عام رکھا۔ گویا اپنے اوپر زیادتی اور تشدد کیا۔
 ۶۱۔ حدثنا آدم قال حدثنا شعبة عن حصين بن عبد الرحمن قال سمعت عبد الله بن شداد بن الهاد يحدثني قال رأيت رفاعاً بن رافع الانصاري وكان شهيداً بدمياً۔
 ترجمہ:- جبر اللہ بن شداد بن الہاد نے یہاں کیا کہ میں نے رافع بن رافع انصاری کو دیکھا اور وہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ وكان شهيداً بدمياً۔

باقی حدیث اس طرح ہے کہ جب رفاعہ بدری صحابی نمازیں داخل ہوئے تو پھر اس طرح ہی اللہ اکبر کیسے پڑھا۔ امام بخاری نے یہاں اس کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ موقوف ہے یعنی علی شرط البخاری نہیں ہے۔

تشریحات

۶۲۔ حدثنا عبدان قال أخبرنا عبد الله قال أخبرنا معمر بن وليس عن الزهري عن عروة بن الزبير انه أخبرنا ان المسور بن مخرمة أخبرنا ان عمرو بن عوف وهو عليف لبني عامر بن نؤي وكان شهيداً بدمياً مع النبي صلى الله عليه وسلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث ابا عبيد بن الجراح الى البحرين ياتي بجزيتها وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم هو صاحب اهل البحرين وامر عليهم العلاء بن الحضرمي فقتل ابو عبيد آجال من البحرين فسمعت الانصار يقولون ابي عبيد آ فواتوا صلوة الفجر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فامسا انصرفوا فمعرضوا له فبسطهم رسول الله صلى الله عليه وسلم حين ساء لهم ثم قال اظنكم سمعتم ان ابا عبيد آ قدم بشئ قالوا اجل يا رسول الله قال فابشر واواقتلوا ما ليس بكم فوالله ما انفقر اخشي عليكم ولكني اخشي ان تبسط عليكم الدنيا كما تبسط على من قبلكم فلتخافنوها وتهابنوها لئلا تكفم كما اهلكتهم۔

ترجمہ:- مسور بن مخرمہ نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن عوف جو بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے اور جنگ بدر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو بحرین کی طرف بھیجا کہ بحرین کا جزیرہ لے آؤں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین والوں سے صلح کر لی تھی۔ اور ان پر علامہ ابن حنفی کو امیر بنا دیا تھا پھر حضرت ابو عبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے اور حضرات انصار نے ابو عبیدہ کے آنے کی خبر سن لی تو حضرات انصار بحرین کی نمازیں آپہنچنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دینی مسجد نبوی میں، پھر جب آنحضرت نماز سے فارغ ہوئے تو حضرات انصار آنحضرت کے سامنے آئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستکرا دئے جب ان حضرات کو دیکھا پھر فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگوں نے سن لیا ہے کہ ابو عبیدہ آگئے ہیں کچھ لہجی بحرین کا ملن، لے کر ہاں لوگوں نے کہا جی ہاں اسے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا تمہیں خوشخبری بھرا امید رکھو اس کی جو تم کو خوش کر دے، سو خدا کی قسم جو تم پر عیبی کا خون نہیں ہے، لیکن مجھے تو اس کا خوف ہے کہ تم پر دنیا اس طرح کٹا دے کہ وہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر کٹا دے کر دی گئی تھی۔ پھر تم لوگ اس دنیا کی لذت کرو گے جیسا کہ پہلوں نے رحمت کی اور تمہیں بھی ہلک کر دے گی جیسا کہ ان لوگوں کو ہلک کر دیا۔

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ وکان شہد بدسرا

مرالحديث فی الجہاد علی صفحہ ۴۳۷۔

۶۳۔ حدثنا ابو النعمان قال حدثنا جریب بن حازم عن نافع ان ابن عمرو كان يقتل الحيات كلها حتى حدثه ابو لبابة البدری ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن قتل حيات البيوت فامسك عنها۔

ترجمہ:- نافع سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ ہر گھر کے سانپوں کو مار ڈالا کرتے تھے یعنی جب بھی انہیں نظر آتا خواہ چھٹی ہو یا ٹانگی، حتیٰ کہ ابولبابہ بدری نے ان سے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھروں میں بچکے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا تو ان عمر اس سے رک گئے یعنی مارنا چھوڑ دیا۔

مرالحديث صفحہ ۴۶۷۔

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ "ابولبابۃ البدری" لباہریم اللام و تحفیت البار الموعودہ۔

جنان بکسر الجیم و تشدید النون مع الجان وہی الحیة البیضا والرقیة اوالصغیرة (عدہ)

ابولبابۃ حافظ عسقلانی "فتح الباری میں فرماتے ہیں" والبولبابۃ ممن ضرب له بسلمہ واجرا ولم یحضر القتال یعنی حضرت ابولبابہ بدری لڑائی میں موجود نہیں تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حصہ نکالا تھا۔

والحدیث معنی فی بدر الخلق علی صفحہ ۴۶۷۔

۶۴۔ حدثنی ابو ہریر بن المنذر قال حدثنا محمد بن قلیب عن موسی بن عقبۃ قال ابن شہاب حدثنا انس بن مالک ان سجالا من الانصار استاذ نوار سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقوا اذ ان لنا فلن ترک لابن اختنا عباس فداء قال واللہ لا تدرسون منه درهما۔

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک نے حدیث بیان کی کہ انصار کے چند افراد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور عرض کیا کہ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنی بہن کے بیٹے حضرت عباسؓ کا فدیہ چھوڑ دیں حضرت نے فرمایا۔ خدائی قسم ایک درہم بھی اس میں نہ چھوڑنا۔

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ: ان رجالا من الانصار لانهم كانوا بدیہین۔

ومرالحديث صفحہ ۴۲۸۔

جنگ بدر میں اسلامی لشکر کو عظیم الشان فتح و کامیابی ہوئی جس میں ستر کا فرار سے گئے اور ستر قید ہوئے۔ ان قیدیوں میں آنحضرت کے چچا جاس بھی تھے، آنحضرت نے امیر ابن بد کے بارے میں

مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے؟ اور آپ نے یہ ارشاد فرمایا "ان اللہ امکنکم منہم دلماشہ حق تعالیٰ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے" حضرت عمر نے عرض کیا "یا رسول اللہ! مناسب یہ ہے کہ سب کی گردنیں اڑا دی جائیں" صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کرے، علیؓ کو حکم دیں کہ وہ اپنے بھائی عقیل کی گردن ماریں اور مجھ کو اجازت دیں کہ میں اپنے فلاں عزیز کی گردن ماروں اس لئے کہ یہ لوگ کفر کے پیشوا اور سردار ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری رائے ہے کہ یہ لوگ فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں بجز انہیں کہ

اور تعالیٰ ان کو اسلام کی ہدایت دے اور پھر یہی لوگ کافروں کے مقابل میں ہمارے معین و مددگار ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رائے کو پسند فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی رائے سے سن کر یہ ارشاد فرمایا کہ عمرتری شان حضرت نوح اور موسیٰ علیہما السلام کی سی ہے جنہوں نے اپنی قوم کے حق میں یہ دعا کی، نوح نے یہ دعا کی تھی:-
 رَبِّ لَا تَذَرْنَا عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ ذِقًا رَا
 اے پروردگار! موت چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو۔

اور حضرت موسیٰ نے یہ دعا مانگی۔

رَبَّنَا طَهِّرْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَطَهِّرْ دِينَهُمْ وَطَهِّرْ دِيَارَهُمْ
 قُلُوبَهُمْ فَلَا يُؤْمِنُوا هَٰؤُلَاءِ إِلَّا بِآيَاتِنَا
 سُوْرَةُ يُونُسُ
 اور اے ابوبکر تیری شان حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی سی ہے جنہوں نے یہ دعا مانگی۔
 پس جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے وابستہ ہے
 اور جس نے میری نافرمانی کی تو آپ بخشنے والے
 مہربان ہیں۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے روز یہ فرمائیں گے۔

ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر
 لہم فانک انت العزیز الحکیم۔
 اے اللہ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کی مغفرت فرمائیں تو آپ بڑے غالب حکمت والے ہیں۔

چنانچہ رحمت عالم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کا حکم دیا۔

ابن اخیٹنا عباس یعنی عباس بن عبدالمطلب۔ حضرت عباس کی والدہ انصاریں سے نہیں تھیں بلکہ عباس کی دادی عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو بن زید مخزومی انصاریہ تھیں۔ حضرات انصاریں اس رشتہ سے عباس کو بطور حجاز بہن کا بیٹا (بھانجہ) فرمایا کیونکہ عباس کی ماں نثیلہ انصاریں سے نہیں تھیں۔ تمیلہ بنون و مثناۃ من فوقی ثم لام معقرینت جناب۔ بحیم و لون حنیفۃ بعد الالف موحده من ولدیم اللات (فتح)

روایت ہے کہ بدر کے قیدیوں کے بڑی باندھنے کا کام حضرت عمر کے سپرد ہوا تو حضرت عباس کی بیڑی کچھ سخت باندھی گئی تھی جس سے حضرت عباس کے کراہنے اور رونے کی اطلاع آنحضرت کو ملی تو آنحضرت کو اس غم میں نیند نہیں آئی۔ یہ خبر انصار کو پہنچی تو حضرات انصار نے عباس کی بیڑی کھول دی۔ پھر حضرات انصار نے جب یہ دیکھا کہ آنحضرت عباس کی بیڑی کھولنے پر راضی ہیں اسی پر قیاس کر کے انصار نے آنحضرت سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو عباس کا فدیہ بھی چھوڑ دیا جائے اور بغیر فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا جائے چونکہ حضرات انصار کو آنحضرت کی پوری خوشنودی مطلوب تھی۔ لیکن آنحضرت نے فدیہ کی معافی کو قبول نہیں فرمایا جیسا کہ اس روایت (۶۳) میں تصریح ہے۔ (فتح الباری)

صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "آپ فرمائیں تو اگر کسی کا فر سے میری ملاقات دیکھ لیں، جو مجھے اور ہم قتال کریں پھر وہ مقابل میرے ہاتھ پر تلوار مارے اور اس کو کاٹ دے پھر مجھ سے (بچنے کے لئے) ایک درخت کی پناہ لے اور کہنے لگے "اسم اللہ" میں مسلمان ہو گیا ہوں یعنی ایمانی کلمہ پڑھ لیا تو اسے اللہ کے رسول! میں اس کلمہ کے پڑھنے کے بعد اسے قتل کر سکتا ہوں؟ تو آنحضرت نے فرمایا "اس کو مت قتل کرو۔" مقدار نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ پہلے میرا ایک ہاتھ کاٹ چکا ہے اس کے بعد اس نے اس کلمہ ایمان کو پڑھا ہے تو رسول اللہ نے فرمایا "لا تقتلوا" اسے مت قتل کرو، اس لئے کہ اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو وہ تیرے اس مرتبے میں ہو جائے گا جو اس کو قتل کرنے سے پہلے تیرا مرتبہ تھا اور تو اس کے مرتبے میں ہو گا۔ جو اس کا مرتبہ کلمہ پڑھنے سے قبل تھا۔

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ متن شہد بدر ۱۔

۶۶۔ حدثنی یعقوب بن ابراہیم قال حدثنا ابن عیینة قال حدثنا سليمان بن أبي خثیم قال حدثنا انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم بدر من ينظر ما صنع ابو جهل منا نطلق ابن مسعود فوجد لا قد ضربته ابنا عفراء حتى برؤ فقال أنت ابا جهل قال ابن عیینة قال سليمان هكذا قالها انس قال انس ابا جهل قال وهك فوق رجل قتلوا قال سليمان او قال قتله قومه قال وقال ابو مجلز قال ابو جهل فلو غيرا كما قتلني

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے روز فرمایا "کون ہے؟ کہ دیکھا آدھے گا کہ ابو جہل نے کیا کیا؟" (یعنی زندہ ہے یا مر گیا) تو ابن مسعود چلے سو یا ابو جہل کو اس حال میں کہ عفرار کے دو بیٹوں نے اس کو مارا ہے یہاں تک کہ ٹھنڈا ہو گیا (یعنی ساری بہادری ٹھنڈی ہو گئی) اور مرنے کے قریب ہے، پھر ابن مسعود نے کہا۔ کیا تو ہی ابو جہل ہے؟ ابن علیہ کا بیان ہے کہ سلیمان نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ ان سے انس نے اس قصہ کو بیان کیا تو ابن مسعود نے کہا (یعنی ابو جہل سے پوچھا) کیا تو ہی ابو جہل ہے؟ ابو جہل نے کہا "کیا اس سے کوئی فائق (بڑے درجہ کا) ہے جس کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے؟ سلیمان نے بیان کیا ہے کہ کیا ابو جہل نے یوں کہا "جس کو اس کی قوم نے قتل کر دیا ہے۔" لاوی کا بیان ہے کہ ابو مجلز نے بیان کیا کہ ابو جہل نے کہا "کاش کہ ان کے علاوہ نہ مجھ کو قتل کیا ہوتا۔"

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ عفرار کے دو بیٹے (معاذ اور معوذ) جنگ بدر میں شریک تھے۔

ابو جہل کو چونکہ انصار نے قتل کیا تھا یعنی معاذ اور معوذ دونوں انصاری تھے اور انصار ہرگز ان کے کاشتکار کسان تھے۔ ابو جہل کا مقصد اس سے حقیر ہے۔

۶۷۔ حدثنا موسى قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا عمرو بن الزهری عن عبيد الله بن عبد الله حدثني ابن عباس عن عمرو بن قنينة عن النبي صلى الله عليه وسلم قلت لابي بكر انطلق بنا في اخواننا من الانصار فلقينا منهم رجلا من صاحبان شهد بدر ما أخذت عروة بن الزبير وقال هما عوريه بن ساعدآ ومعن بن عدي

ترجمہ:- حضرت عمر فاروق سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ اپنے انصاری بھائیوں کے پاس چلئے، سوان میں سے دو ایسے نیک آدمی ہم کو ملے جو دونوں بدر کی

دوسری حدیث بھی حضرت جبریل بن مطعم ہی کی ہے کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے تو میں اساری بدر کے متعلق اس کی سفارش سن لیتا۔ الخ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مطعم بن عدی کے کس احسان پر مبنی ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ جب آنحضرت طائف سے واپس ہوئے تو مطعم بن عدی کی پناہ میں ٹھہرے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مطعم نے اپنے چادر لٹکوں کو آنحضرت کی حفاظت کے لئے مسلح کیا اور فغانہ کعبہ کے پاس کھڑا کر دیا جب قریش مکہ کو معلوم ہوا تو قریش نے کہا کہ تیرے دم و پناہ کو ہم نہیں توڑیں گے۔

بعض حضرات سے یہ منقول ہے کہ احسان مذکور سے مراد وہ احسان ہے کہ جب قریش مکہ نے دیکھا کہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسی شخصیت مشرف بہ اسلام ہو گئے، کافروں کا زور ٹوٹ رہا ہے تب کفار قریش کے قبائل نے جمع ہو کر ایک معاہدہ لکھا کہ آپ اور بنی ہاشم اور ان کے تمام حامیوں کا مقاطعہ کر دیا جائے یعنی سوشل بائیکاٹ، کھانا پانی، بیابا ہادی حتیٰ کہ سلام و کلام اس وقت تک بند رکھا جائے جب تک کہ بنو ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالے نہ کریں، سٹہ نبوی سے سٹہ نبوی تک آپ مع جملہ حامیوں کے شعب ابی طالب میں معصوم رہے، انتہائی تکالیف و معائب سے اوقات گزرتے، پھر بعض رشتہ داروں نے اس معاہدے کو توڑنے کا ارادہ کیا تو ہشام بن عمرو اور ظہیر وغیرہ کے ساتھ مطعم بن عدی نے بھی بیخ گوشش کی کہ اس عہد نامہ کو چاک کیا جائے یہ انسانیت کے خلاف مجنیفہ ظالمہ کو پھاڑ دیا جائے۔ الخ۔ تفصیل کے لئے تاریخ طبری جلد ثانی، طبقات ابن سعد جلد اول یا سیرۃ مصطفیٰ حضرت مولانا ادیس کاندھلوی ملا حفظ فرمائیے۔ پھر مطعم جنگ بدر سے قبل ہی انتقال کر گئے۔ نوے برس سے زائد عمر پائی تھی۔

ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۱۰۹ پر حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبریلؑ آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ اپنے اصحاب کو اساری کے سلسلہ میں اختیار دے دیجئے۔ کہ چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں، مگر اس شرط پر فدیہ لے کر چھوڑیں کہ آئندہ سال ان کے برابر دہی ستر قیدیوں کے بدلے ستر صحابہ شہید کئے جائیں گے، صحابہ کرام نے فرمایا کہ فدیہ لینا ہے اور یہیں منظور ہے کہ ہم میں سے آئندہ سال اتنے اصحاب شہید ہوں۔

مسلم شریف جلد ثانی صفحہ ۱۰۹ پر ایک طویل حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:-
کہ آنحضرت نے صحابہ سے فرمایا کہ ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ان سے فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دیں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور یہ مسلمان ہو جائیں۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ یہ کفر کے پیشوا ہیں اس لئے سب کی گردن اڑا دی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا حکم فرمایا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ماکان للنبی ان یکون لہ اسری حتی
یشحن فی الامراض تویدون عرضا لدنیا
واللہ یدید الاخرة ۵ واللہ عزیز حکیم
لو لا کتب من اللہ سبق لکم

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے پاس قیدی
باقی رہیں جب تک کہ وہ زمین میں خونریزی نہ کرے
(یعنی سب قتل کر دئے جائیں) تم دنیا کا مال و
اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتے ہیں

فیما اخذتم عن عذاب عظیم ○
(پارہ ۱۰: سورہ انفال)

اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست اور سخت والے ہیں
اگر اللہ کا نوشتہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو اس چیز کے بائیں
میں جو تم نے لی ہے تم کو بڑا عذاب پہنچتا۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

شبہ یہ ہے کہ جب منجانب اللہ فدیہ اور قتل دونوں کا اختیار دے دیا گیا تھا جیسا کہ
ترمذی کی روایت اور پر مذکور ہوئی، پھر فدیہ لینے پر عقاب کیوں آیا؟ اس کا
جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ اختیار ظاہر میں اختیار تھا مگر حقیقت میں اختیار یعنی امتحان تھا کہ دیکھیں دشمنان اسلام کے قتل کو
اختیار کرتے ہیں یا دنیا کے مال و متاع کو، جیسا کہ ازواج مطہرات نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مزید نان و نفقہ کا تقاضا
کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَازِجْكَ اللَّهُ يَا رَه ۲۱ (سورہ احزاب) یعنی اے نبی اپنی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی
زندگی اور آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو جوڑا دے کر مناسب طرح سے رخصت کر دوں، اور اگر اللہ اور اس کے رسول اور دار
آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے عالم آخرت میں تم میں سے نیکو کاروں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اس آیت میں اگر
چہ ظاہری طور پر ازواج مطہرات کو اختیار دیا گیا کہ خواہ دنیا اور اس کی زینت کو اختیار کریں اور خواہ اللہ اور اس کے رسول اور دار
آخرت کو اختیار کریں لیکن درحقیقت اختیار نہیں تھا بلکہ اختیار یعنی امتحان و آزمائش تھی۔

اور جیسا کہ ہاروت و ماروت کا تعلیم سحر کے لئے بابل میں اتارنا محض آزمائش و امتحان کے لئے تھا، جادو کے سیکھنے
اور نہ سیکھنے کا اختیار دینا مقصود نہ تھا۔

اور جیسا کہ شب معراج میں آپ کے سامنے شراب و دودھ اور شہد کے مختلف برتن پیش کئے گئے اور آپ نے دودھ
کو اختیار کیا، اس پر حضرت جبریل نے کہا کہ اگر آپ شراب کو اختیار نہ مانتے تو آپ کی امت گمراہی میں پڑ جاتی۔
خلاصہ کلام :- یہ کہ حضرت صدیق اکبر اور دیگر صحابہ کرام نے جو فدیہ کا مشورہ دیا وہ محض دینی اور انہروی مصلحت کی بنا
پر تھا اور بعض نے زیادہ تر مالی فوائد کو پیش نظر رکھ کر فدیہ لینے کا مشورہ دیا اس لئے یہ آیت عتاب نازل ہوئی اور اس
عتاب کے اصل مخاطب وہی لوگ ہیں کہ جن کو زیادہ تر مالی فائدہ پیش نظر تھا جیسا کہ ترمذی و ابن عساکر نے دنیا
کے لفظ سے مترشح ہوتا ہے اور مطلب عتاب کا یہ ہے کہ تم رسول خدا کے اصحاب ہو کر دنیا کے فانی مال و متاع اور حقیر
اسباب پر کیوں نظر کرتے ہو۔ اے اصحاب رسول تم جیسے سابقین اور مقربین کی شان جلیل اور منصب عالی کے ہرگز ہر
گمراہ مناسب نہیں کہ دنیا مال فدیہ وغنیمت پر نظر کرو۔ باقی آنحضرت پر رحم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فدیہ کی رائے کو
پسند فرمایا اس کا منشاء محض صلہ رحمی اور حمدی تھا، معاذ اللہ تم معاذ اللہ حضور پرورد اور صدیق اکبر کے سامنے ذرہ برابر بھی مالی
فائدہ پیش نظر نہ تھا اس لئے وہ اس عتاب میں داخل نہیں۔ بارگاہ رسالت میں تو پوری دنیا کا وجود و عدم برابر تھا وہاں فدیہ کے
دراہم معدودہ پر کیا نظر ہوتی۔

اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کبھی کبھی اجتہاد فرماتے
مسئلہ اجتہاد ہیں اور کبھی اس اجتہاد میں خطا بھی ہو جاتی ہے لیکن حق تعالیٰ شانہ انبیاء کرام کو کبھی خطا پر قائم نہیں
رہنے دیتے بلکہ بذریعہ وحی اس پر توبہ فرمادیتے ہیں۔

انبیا کرام اور مجتہدین کے اجتہاد میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہ یہ کہ نزول وحی کے بعد نبی کے اجتہاد پر عمل ساقط نہیں ہوتا اس لئے کہ حضور اقدس نے جو اجتہاد سے غدیر لینے کا حکم دیا تھا وہ نزول آیت کے بعد بھی باقی رہا اور اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا گیا اور آنحضرت نے قتل کی طرف رجوع نہیں فرمایا بلکہ اسی غدیر پر قائم رہے۔ بخلاف مجتہد کے کہ اگر اس کو اجتہاد کے بعد یہ ظاہر ہو کہ میرا یہ اجتہاد فلاں شخص کے خلاف ہے تو اس پر اجتہاد سابق سے رجوع لازم ہے۔

تیسری حدیث سعید بن مسیب کی ہے جس میں ہے کہ پہلے فقہ نے اصحاب بدر میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا اس میں تشبیہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد حضرت علی مرتضیٰ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین عرصہ تک زندہ رہے۔

جواب :- اس شبکہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ فقہ جس بنیاد پر اٹھا تھا اس وقت سے اکابرین بدر رخصت ہونے لگے یہاں تک کہ دوسرا فقہ حرہ تک میں شرکار بدر میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اکثر پر کل کا حکم لگا دیا گیا ہے واللہ اعلم وعلما حکم۔

حدیثنا الحجاج بن منہال قال حدثنا عبد اللہ بن عمرو النمیری قال حدثنا یونس بن یزید قال سمعت الزہری قال سمعت عروۃ بن الزبیر وسعید بن المسیب وعلقمہ بن وقاص وعبد اللہ بن عبد اللہ عن حدیث عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل حدیثی طائفة من الحدیث قالت فقلت انا وام مسطح فعترت امر مسطح فی مرطھا فقلت تعس مسطح فقلت بلنس ما قلت تسبین رجلا شہدا بدرا فذکر حدیث الکفک۔

ترجمہ :- زہری کا بیان ہے کہ میں نے عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص اور سعید اللہ بن عبد اللہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ کے واقعہ (کفک) کے متعلق سنا نا کورہ حضرت میں سے ہر ایک نے حدیث الکفک (واقعہ کفک) کا ایک حصہ بیان کیا۔ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ میں اور مسطح کی ماں متوجہ ہوئے (یعنی قضا سے حاجت کو چلے کیونکہ اس وقت تک گھروں میں بیت الخمار بنا ہوا نہیں تھا) کہ ام مسطح اپنی چادر میں الجھ کر پھسل گئیں اس پر ان کی زبان سے نکلا "سطح کا برا ہو" تو میں نے کہا آپ نے بری بات کہی، آپ ایسے شخص کو برا کہتی ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہو چکا ہے پھر اس نے حدیث الکفک یعنی تہمت کا واقعہ سنایا۔

فائدہ :- اس کی پوری تفصیل عنقریب ہی آرہی ہے یہاں صرف اس وجہ سے لایا گیا ہے کہ حضرت مسطح شہد

بدرا "شرکار بدر میں سے ہیں۔

۷۱۔ حدیثنا ابراہیم بن المنذر قال حدثنا محمد بن فلیح بن سلیمان عن موسیٰ بن عقبہ عن ابن شہاب قال حدثنا مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الحدیث فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یلقیہم هل وجدتم ما وعدکم بحکم حقا قال موسیٰ قال نافع قال عبد اللہ قال ناس من اصحابہ یا رسول اللہ تنادی ناسا ماواتا قال ما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما انتم باسمہ لبا قول منهم بجمیعہ من شہد بدرا من قریش متین ضرب لہ بسہمہ احد وثانون رجلا وكان عروۃ بن الزبیر یقول قال الزبیر قسمت شہدائہم

کا نام آئے گا جن کا بوری ہونا بخاری شریف میں مذکور ہے اس لئے کہ بعض حضرات کا بوری شریک ہونا مستمم ہے لیکن یہاں باب میں مذکور نہیں جیسے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح وغیرہ خلا اشکال۔

۱۔ تمام اسمائے گرامی حروف تہجی کی ترتیب کے اعتبار سے ذکر کئے گئے ہیں صرف آقائے کائنات حضور اقدس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام کو انہد فضیلت کے لئے تبرکاً مقدم کر دیا گیا ہے۔

النبی محمد بن عبد اللہ الهاشمی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا بن البکیر وبن لال بن مباح
 مولیٰ ابی بکر القرظیؓ، ہشون بن عبد المطلب الهاشمیؓ، حاطب بن ابی بلتعہ علیف القرظیؓ، ابو
 حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ القرظیؓ، حارثہ بن الربیع الانصاریؓ، قیل یومہ بدیر وھو
 حارثہ بن سراقہ کان فی النظار، خبیث بن عدی الانصاریؓ، خنیس بن حذافہ السہمیؓ
 رفاعہ بن رافع الانصاریؓ، رفاعہ بن عبد المنذر، ابوبابہ الانصاریؓ، زبیر بن العوام القرظیؓ
 زید بن سہل، ابوطحہ الانصاریؓ، ابو زید الانصاریؓ، سعد بن مالک الزہریؓ، سعد بن
 نھولہ القرظیؓ، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل القرظیؓ، سہل بن حنیف الانصاریؓ
 ظہیر بن رافع الانصاریؓ، واخو لا عبد اللہ بن عثمان، ابوبکر الصدیق القرظیؓ، عبد اللہ
 بن مسعود القندیؓ، عبد الرحمن بن عوف الزہریؓ، عبیدہ بن الحارث القرظیؓ، عبادہ بن
 الضامہ الانصاریؓ، عمرو بن الخطاب العدویؓ، عثمان بن عفان القرظیؓ، خلفہ النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم علی ابنتہ و ضرب لہ بسہمہ علی بن ابی طالب الهاشمیؓ، عمرو بن عوف
 حلیف بنی عامر بن لوی، عقبہ بن عمرو الانصاریؓ، عامر بن ربیعہ الغزنیؓ، حاصم بن
 ثابت الانصاریؓ، حویم بن ساعدہ لا الانصاریؓ، عتبہ بن مالک الانصاریؓ، قدامہ بن
 مظعون، قتادہ بن النعمان الانصاریؓ، معاذ بن عمرو بن الجموح، معوذ بن عفرہ واخو لا
 مالک بن ربیعہ الواسع الانصاریؓ، مرارہ بن الربیع الانصاریؓ، معن بن عدی الانصاریؓ
 مسطح بن اثاثہ بن عباد بن المطلب بن عبد مناف مقداد بن عمرو الکندیؓ، حلیف
 بنی زہرہ لال بن امیۃ الانصاریؓ۔

فائدہ:- منگدہ اسمائے گرامی جو تقریباً پینتالیس ہیں ان میں سے جن کی شرکت کے لئے بخاری شریف کے اندر
 جہاں روایت ہے حاشیہ بخاری پر مدہ صغیر درج ہے اس لئے احقر چھوڑ رہا ہے۔ علیہ

علی فتح الباری میں جملہ تعدادی ہے اربعہ واربعمون وچالیس لیکن میں نے جو شمار کیا تو ۴۵ ہوئے ممکن کہ جملہ سے
 مراد صحابہ ہیں آقا کے علاوہ کان فی النظار یعنی حارثہ بن ربیعہ وبنم الرار معفرہ، جو مد کے واسطے زیادہ مشہور ہوئے۔
 امیر ہی حارثہ بن سراقہ ہیں جو مرثہ دیکھنے والوں میں تھے جنگ کے لئے نہیں نکلے تھے

بَابُ حَدِيثِ بَنِي نَضِيرٍ

بنو نضیر کے واقعہ کا بیان

تشریحات مدینہ اور اس کے اطراف میں یہود کے مختلف قبائل آباد تھے جن میں تین زیادہ مشہور قبائل تھے بنو قریظہ بنو نضیر اور بنو قینقاع۔ اور چونکہ یہ لوگ اہل کتاب تھے اس لئے بمقابلہ مشرکین ان کو علیٰ توفیق امتیاز حاصل تھا ان لوگوں کو کتب سماویہ کے ذریعہ پیغمبر آخر الزماں کے احوال و اوصاف کا بخوبی علم تھا کما فی التنزیل العظیم یعنی وہ نہ تھے۔ حق سے حسد و عناد، جو دو استکبار ان کی گھٹی میں پڑا سوا تھا کما فی القرآن الحکیم و جحد و ابہا و استیقنتھا انفسہم ظلمنا و علوا۔

ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو جن کافروں سے سابقہ پڑا وہ تین قسم کے تھے۔ ۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کیا کہ نہ خود جنگ کریں گے اور نہ دشمنان اسلام کی مدد کریں گے اور یہ قبائل یہودی قینقاع، بنی نضیر اور بنو قریظہ تھے۔

دوسری قسم ان کافروں کی تھی جنہوں نے معاہدہ نہیں کیا اور برس برس بیکار و جنگ رہے جیسے کفار قریش۔ تیسری قسم ان کافروں کی تھی جنہوں نے درمیانی راہ اختیار کی، نہ معاہدہ کیا اور نہ ہی جنگ۔ بلکہ منتظر تھے کہ انجام کار کیا ہوتا ہے اور یہ لوگ عرب کے چند قبائل تھے پھر ان میں کچھ تو ایسے تھے کہ دل سے حضور کا غلبہ چاہتے تھے۔ جیسے بنو خزاعہ اور کچھ اس کے برعکس تھے۔

یہود کے جن قبائل سے معاہدہ ہوا تھا سب سے پہلے بنو قینقاع نے عہد شکنی کی پھر بنو نضیر نے پھر بنو قریظہ نے اور ہر ایک کا حشر و انجام آ رہا ہے۔

ومخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الیہم فی دبیۃ الرّجلین وما املد وامن الغدیرا
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس کا عطف حدیث بنو نضیر پر ہے اس لئے مخرج کا جیم مکسور ہے اور مخرج مصدر یہی یعنی خروج ہے۔ ترجمہ:- اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دو مردوں کی دیت کے سلسلہ میں ان کی طرف نکلنا اور اس عذر و نقض عہد کا بیان جس کا ارادہ ان لوگوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا۔

تشریحات واقعہ یہ ہے کہ عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ سے ایسے دو آدمی قتل ہو گئے تھے جن سے معاہدہ تھا اگرچہ یہ دونوں کافر ہی تھے مگر بنو کلاب یا بنی عامر کے لوگ تھے جن سے معاہدہ تھا اور عمرو بن امیہ کو اس کی خبر نہ ہو سکی۔ دشمن سمجھ کر قتل کر دیا۔ پھر جب مدینہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ دونوں آدمی اس قبیلہ کے تھے جن سے رسول اللہ کا معاہدہ صلح تھا۔ اس لئے ان دونوں کی دیت نون بیا، ادا کرنی ہوگی۔ آپ نے اپنے مسلمانوں سے اس دیت کے لئے چندہ حاصل کیا پھر یہ ارادہ ہوا کہ یہود بھی از روئے صلح نامہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اس لئے دیت میں ان کو بھی شریک کیا جائے اسی کام کے لئے آنحضرت قبیلہ بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ ان خدایوں نے یہ سازش کی کہ آپ کو

تقل کر دیئے کا موقع ہمارے ہاتھ آ گیا۔ اس لئے آنحضرت کو ایک جگہ بٹھلایا اور کہا کہ ہم دیت کی رقم جمع کرنے کا انتظام کرتے ہیں اور غنیہ مشکوٰۃ کر کے یہ طے کیا کہ جس دیوار کے نیچے آپ تشریف فرما ہیں کوئی شخص اور چڑھ کر کوئی بڑا بھاری پتھر آپ کے اوپر چھوڑ دے کہ آپ کا کام تمام ہو جائے۔ آپ کو نور ابدیہ و جی بنو نضیر کی یہ سازش معلوم ہو گئی، آپ وہاں سے اٹھ کر واپس تشریف لائے اور ان سے کہلا بھیجا کہ تم نے جھڈ سبکی کر کے صلح توڑ دی اس لئے اب تمہیں دس روز کی مہلت دی جاتی ہے کہ اس میں تم جہاں چاہو چلے جاؤ اس مدت کے بعد تم میں سے جو شخص یہاں نظر آئے گا اس کی گردن مار دی جائے گی۔ انہوں نے چلے جانے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن ابی منافق نے ان کو روکا کہ کہیں نہ جاؤ۔ میرے پاس دو ہزار آدمیوں کی جمعیت ہے جو تمہاری مدد کریں گے۔ بنو نضیر ان منافقوں کے کہنے میں آگئے اور آنحضرت سے کہلا بھیجا کہ ہم کہیں نہیں جائیں گے آپ سے جو کچھ ہو سکے کیجئے۔ آپ صحابہ کرام کے ساتھ اس قبیلہ پر حملہ آور ہوئے اور یہ لوگ قلعہ بند ہو گئے اور منافقین منہ چھپا کر بیٹھ گئے، آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے درخت جلوا دیئے، کچھ کٹوا دیئے، آخر تلک آ کر انہوں نے جلا وطن ہونا منظور کر لیا، آپ نے اس حال میں بھی ان کے ساتھ یہ رعایت کی کہ حکم دے دیا کہ جتنا سامان تم لے جا سکتے ہو لے جاؤ، بجز ہتھیار کے۔ کہ ہتھیار ضبط کر لئے جائیں گے۔ یہ لوگ خیر چلے گئے، یہ واقعہ سنہ ۶ ہجری میں پیش آیا۔ پھر حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو دوسرے یہود کے ساتھ خیبر سے ملک شام کی طرف جلا وطن کیا یہ دونوں جلا وطنی حشر اول اور حشر ثانی کہلاتی ہیں۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ بزم معونہ میں آئے گی۔

قال الزهري عن عروة كانت غای ما اس سنتہ اشہد من وقعة بدر ما قبل اُحد۔

امام زہری (محمد بن مسلم) نے عروہ کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ (غزوہ بنو نضیر) غزوہ بدر کے چھ مہینے بعد اور غزوہ اُحد سے پہلے ہوا تھا۔

وقول اللہ تعالیٰ هو الذی اخرج الذمین کفر ومن اهل الکتاب من دیا ما هم لا وائل الحشر۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وہ اللہ ہی ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو ان کے گھروں سے نکالا پہلی بار اکٹھا کر کے یعنی پہلی جلا وطنی ہے اور دوسری جلا وطنی حضرت عمر فاروق کے زمانے میں ہوئی۔

لا وائل الحشر حشر کے معنی ہیں جمع کرنا، اکٹھا کرنا، مطلب یہ ہے کہ جب یہود بنی نضیر نے اسلامی لشکر کو دیکھا تو ڈر گئے اور جلا وطنی پر راضی ہو گئے۔

فائدہ :- چونکہ بنو نضیر کے اموال بوقت قتل و قتال کے حاصل ہوئے تھے اس لئے سارے اموال بنو نضیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص ہیں۔

وجعلہ ابن اسحاق بعد بئرمعونۃ واحد۔

اور ابن اسحاق دامام مغازی محمد بن اسحاق بن یسار نے اس واقعہ کو بزم معونہ اور غزوہ اُحد کے بعد قرار دیا ہے۔

اکثر اصحاب سیر و مغازی نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے چونکہ یہ واقعہ سریتہ القراء کہلاتا ہے کہ ابو براء عامر بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے یہاں اسلام کے لئے صحابہ کرام کی ایک جماعت بھیجنے کی درخواست کی تو آنحضرت نے ستر صحابہ ان کے ساتھ کر دیئے۔ بعد میں یہ حقیقت کھلی تو ان لوگوں نے

پہنچنے سازش کی تھی۔ ان سب کو گھیر کر قتل کر دیا، صرف عمرو بن امیر مخری کسی طرح بچ گئے اور مدینہ واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں بنی عامر کے دو مشرک ملے، مسلمانوں نے ابھی ابھی مشرکوں کی یہ غلاری (بچشم خود دیکھی تھی) کہ فریب دے کر انہیں بھائیوں کا قتل کر دیا۔ ان کا جوش و جذبہ کفار کے مقابلے میں کیا ہوگا؟ ہر شخص خود اندازہ کر سکتا ہے۔ عمرو بن امیر نے ان دونوں مشرکوں کو قتل کر دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ دونوں قبیلہ بنی عامر کے تھے جن سے آنکھوں کا عہد و پیمانہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے ہمارا معاہدہ تھا اس لئے ان کی دیت دینا ضروری ہے۔ اس کی پوری تفصیل یہ موعودہ میں آئے گی انشاء اللہ۔

۷۳۔ حدیثی اسحاق بن نصر قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا ابن جبرئیل عن موسی بن عقبہ عن نافع عن ابن عمر قال حارب بنی النضیر وقریظہ فاجلا بنی النضیر واقتر قریظہ ومرت علیہم حتی حارب بنی قریظہ فقتلوا جالبہم وکسب نساءہم واولادہم واموالہم بین المسابین الا بعضہم حکمہ ابوالبقی صلی اللہ علیہ وسلم فقتلہم واساکوا واجلا یہود المدینۃ کتہم بنی قینقاع وھم سبط عبد اللہ بن سلیمان ویہود بنی حارثہ وکل یمہود بالمدینۃ۔

ترجمہ:- حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ نے معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی اس لئے آپ نے بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا اور قریظہ کو برقرار رکھا یعنی تجدید عہد کی وجہ سے جلا وطن نہیں کیا؛ اور ان پر احسان فرمایا۔ یہاں تک کہ قریظہ نے بھی جنگ کی دینی پھر عہد شکنی کی، تو آنحضرت نے ان کے مردوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں اور ان کے اموال اور اولاد کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا مگر ان بنو قریظہ میں سے بعض کو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آئے تو آپ نے ان کو امن دے دیا اور وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور آنحضرت نے مدینہ کے تمام یہودیوں کو جلا وطن کر دیا تھا۔ بنی قینقاع کو بھی جو حضرت عبد اللہ کا قبیلہ تھا اور یہود بنی حارثہ اور مدینہ کے تمام یہودیوں کو۔

بنو نضیر کا جلا وطن ہونا، ایک تو ابھی معلوم ہو چکا جو امام المغازی ابن اسحاق کا بیان ہے۔ دوسرا قول موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ بنو نضیر نے قریش کو پوشیدہ طور سے خط لکھا جس میں مسلمانوں سے جنگ کی ترغیب تھی، ممکن ہے کہ دونوں اسباب جمع ہو گئے ہوں، فلا اشکال۔

اور بنو قریظہ کا حال مفصل آئے گا۔ غزوہ خندق سے متصل انشاء اللہ کہ ان بد بختوں نے معاہدہ کے خلاف غزوہ خندق میں کفار قریش کی مدد کی۔

۷۴۔ حدیثی الحسن بن محمد بن کمال قال حدثنا یحییٰ بن حماد قال اخبرنا ابو عوانہ عن ابی بشر عن سعید بن جبیر قال قلت لابن عباس سورۃ الکحش قال قل سورۃ النضیر قابعہ ہشیم عن ابی بشر۔

ترجمہ:- سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس کے سامنے کہا "سورہ حشر" تو ابن عباس نے فرمایا "اس کو سورہ نضیر کہہ" اس کی متابعت ہشیم نے ابو بشر کے واسطے سے کی ہے۔

ایک روایت میں ابن عباس سے منقول ہے کہ سورہ حشر بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور حق تعالیٰ نے اس سورہ میں ان کے عذاب و سزا کا ذکر فرمایا ہے۔ (فتح الباری)

۷۵۔ حدیثی عبد اللہ بن ابی الاسود قال حدثنا معتمر عن ابیہ قال سمعت انس بن

مالک قال کان المرء الجبل يجعل للنبي صلى الله عليه وسلم النخلات حتى افتم قريظة والنضير فكان بعد ذاك يوم عليهم۔

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور کے کچھ درختوں کو مقرر کر لیتے تھے دوسری حضرات انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین ہجرت کے ابتدائی سالوں میں اپنے باغات کے چند درخت بطور ہیہ مخصوص کر لیتے تھے کہ ان درختوں کے پھل آنحضرت اور آنحضرت کے متعلقین ہی کھا سکتے تھے، یہاں تک کہ آنحضرت نے قریظہ اور بنونضیر کو فتح کیا تو اس کے بعد ان کو پھل واپس کر دیتے تھے جو درخت حضرات انصار نے حضرت کے لئے مخصوص کئے تھے کہ ان درختوں کا پھل آنحضرت کی خدمت میں بھیج دیتے بنونضیر کے باغوں پر قبضہ کے بعد ان کے پھل واپس کر دیتے کہ اب ضرورت نہیں مطابقتہ للترجمہ ظاہرہ۔

تشریحات

مرآۃ الحدیث علی صفحہ ۲۳۱ و ۲۳۲ سیاقی صفحہ ۵۹۱ مفصلاً۔

روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کو فتح کیا تو انصار سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تمہارے درمیان تقسیم کر دوں جو حق تعالیٰ نے مجھ کو عطا کیا ہے اور مہاجرین بدستور تمہارے مکانوں اور مالوں پر رہیں اور اگر تم چاہو تو میں یہ مال مہاجرین کو دے دوں اور وہ لوگ تمہارے گھروں کو چھوڑ دیں تو حضرات انصار نے دوسری صورت کو پسند فرمایا۔ چنانچہ حضرات مہاجرین نے ان مکانوں اور مالوں کو واپس کر دیا جو بطور عایت تھے۔ (فتح)

۷۶۔ حدثنا آدم قال حدثنا الليث عن نافع عن ابن عمر قال حرق رسول الله صلى الله عليه وسلم نخل النضير وقطع وهى البؤيرة فنزلت ما قطعتم من لينة او تركتموها قائمة على اصولها فبأذن الله۔

ترجمہ :- حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے کھجور کے درختوں کو جلا دیا اور کاٹ دیا اور وہ مقام بؤیرہ تھا چنانچہ اس پر آیت نازل ہوئی ما قطعتم من لينة او تركتموها قائمة على اصولها فبأذن الله۔ یعنی دونوں افعال میں مصلحت ہے چنانچہ ترک میں یہ مصلحت ہے کہ مسلمان اس سے نفع اندوز ہوں گے اور تعلق کرنے اور جلانے میں کافروں کو مرعوب و خائف کرنا اور علیہ کا مظاہرہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو کام مصلحت و حکمت پر مبنی ہو اس میں قباحت نہیں۔

بؤیرہ یعنی بضم الباء الموحدة وفتح الواو، مدینہ منورہ کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے جہاں بنونضیر کا باغ تھا۔ لینۃ ایک قسم کے کھجور کا درخت ہے۔ ابن اسحاق سے منقول ہے کہ بؤیرہ کے علاوہ تمام کھجوروں کو لیز کہتے ہیں۔

مطابقتہ للترجمہ ظاہرہ سیاقی الحدیث علی صفحہ ۷۵

۷۷۔ حدثني اسحاق قال اخبرنا جويرية بنت اسماء عن نافع عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم حرق نخل بني النضير قال ولها يقول حسان بن ثابت :-
وهان على سرة بني لؤي ؛
هريق بالبويرة مستطير
قال فاجابه ابو سفيان بن الحارث :-

ادامَ اللهُ ذالک من صنیع
وتعلمنا منہا بئز
وخرت فی نواجیہا السعی
وتعلمنا فی ما ضینا تضیی

ترجمہ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے درخت جلوادیئے اور ابن عمر کا بیان ہے کہ اس کے شعلین حسان بن ثابت نے یہ شعر پڑھا تھا وہان علی اخی - بنی ثوی (مہاجرین قریش) کے سرداروں پر آسان ہوا جلا نابویرہ کا ایسی آگ سے جو مشتعل تھی۔ دجن کے شرارے اڑ رہے تھے، بیان کیا کہ اس کے جواب میں ابوسفیان بن عدث نے پڑھا ادامہ اللہما - اللہ ہمیشہ رکھے اس کام کو (یعنی آگے جلانے کو) اور آگ جلائی رہے مدینہ کے گرد و نواح میں۔ تو حقیقہ جان لے گا کہ کون ہم ہیں سے اس زمین (بویرہ) سے دور ہے اور تو (یعنی) جان لے گا کہ دونوں زمینوں (یعنی سرزمین مکہ و مدینہ) میں سے تم کس کو نقصان پہنچا رہے ہو۔

ابوسفیان نے اپنے پہلے شعر میں مسلمانوں کو بددعا دی کہ یہ باغات جلتے جلانے کا کام مدینہ میں ہوتا رہے اور اس کے اطراف میں آگ دھکتی رہے اور اگر اس میں اس کے حلیفوں یعنی یہود کے لئے بھی بددعا ہے لیکن چونکہ مدینہ پر مکمل اقتدار مسلمانوں کا ہو چکا تھا اور اکثر یہود یعنی بنی قینقاع اور بنو نضیر مدینہ سے جلا وطن ہو چکے تھے اور یہود بنی قریظہ کے آثار بھی جمنے کے نہیں تھے اس لئے اس بددعا کا رنج مسلمانوں ہی کی طرف ہے، دوسرے شعر میں اس نے حضرت حسان کو خصوصاً اور عام مسلمانوں کو ٹوٹا خطاب کر کے کہا کہ بویرہ میں آگ لگنے کی بات ہم کو کیا سنا ہے جو یہ تو تمہارا اپنا نقصان ہے ہم تو مکہ میں ہیں جو مدینہ سے بہت دور ہے اور تم لوگ اسی زمین میں جو جس میں آگ لگی ہے اس کے اثر سے تمہاری زمینوں کو نقصان ہو سکتا ہے ہم کو اتنی دور سے کیا نقصان ہوگا۔ ہ تم خود سمجھ لو کہ آگ لگا کر تم نے کس کا نقصان کیا ہے؟ کس سرزمین کو نقصان پہنچایا؟ ہماری زمین کو نقصان پہنچایا اپنی سرزمین کو؟ اما ضینا بکسر الضاد جمع بھی منقول ہے اور اما ضینا بفتح الضاد تشبیہ بھی مفہوم اور مال میں کوئی فرق نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ شرح کرمانی نے لکھا ہے کہ بعض نسخوں میں نضیر بالنون ہے یعنی بجائے ناکے نون ہے اس وقت فعیل کے وزن پر نضامہ سے ماخوذ ہوگا اور اس مصرعہ کا ترجمہ یوں ہوگا کہ اسے غا طب تو جان لے گا کہ ہماری زمینوں میں کون سی زمین پر رونق ہے ہمارے یا تمہاری؟ مطلب یہ ہے کہ تم نے آگ لگا کر اپنی زمین خود خراب کر دی ہماری زمین اپنی ترقی و تازگی پر باقی رہی۔

۶۸۔ حد ثنا ابوالیمان قال اخبرنا شعيب بن الزهري قال اخبرني مالك بن اوس بن المحدثان النصرى ان عكر بن الخطاب دعاه اذ جاءه لاجبته يرفا قال هل لك في عثمان وعبد الرحمن والزبير وسعد يستادنون قال نعم فادخلهم فلبث قليلا ثم جاء فقال هل لك في عباس وعلي يستادان قال نعم فلما دخلوا قال عباس يا امير المؤمنين اقضي بيني وبين هذوهما يختصمان في التي افاء الله علي رسوليه من بنى النضير فاستب علي وعباس فقال الوهط يا امير المؤمنين اقضي بينهما وارج احد هما من الاخر فقال عمر اتمدوا الشدكم بالله الذي باذنهم تقوم السماء والارض هل تعلمون ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة يورثها الله لنفسه قالوا قد قال ذالك فاقبل عبره على علي

وعباس فقال انشد كما بالله هل تعلمان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد قال ذاك قال نعم قال فاني اعدتكم عن هذا الامران الله كان خص رسول الله في هذا الفئ بشي لم يعطيه احد غيري فقال جل ذكره لا وما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم عليه من ميل ولا راكبا الى قوله قد يروى فكانت هذه خالصة لرسول الله صلى الله عليه وسلم ثم والله ما اختارها دونكم ولا استأثر بها عليكم لقد اعطاكموها وتسمها فيكم حتى بقي هذا المال منها فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينفق على اهله نفقة سنتهم من هذا المال ثم ياخذ ما بقي فيجعلها يجعل مال الله فعيل ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم حياته ثم توفي النبي صلى الله عليه وسلم فقال ابو بكر فانا وفي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبضه ابو بكر فعيل فيه بما عمل رسول الله صلى الله عليه وسلم وانتم حينئذ واقبل على عبي وعباس وقال تدكران ان ابا بكر فيه كما تقولان والله يعلم انه فيه لصادق بائرا راشد تابع لبعي ثم توفي الله ابا بكر فقلت انا وفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر فقبضته سنتين من امارتي عمل فيها بنا عمل فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو بكر والله يعلم اني فيها صادق بائرا راشد تابع لبعي ثم جئتني كلكما واحدة واخر كلكما جميع فحشيتني يعني عباسا فقلت لكما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة فلما بد لي ان ادفعه اليكما قلت ان شئتما دفعتم اليكما على ان عليكما عهد الله وميثاقه لتعملن فيه بما عمل فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو بكر وما عملت فيه منذ وليت والا فلا تكلماني فقلتما ادفعه الينا بدالك فدفعت اليكما اقلتمسان مني قضاء غير ذاك فوالله الذي باذنه تقوم السماء والارض لا اقبضني فيه بقضاء غير ذالك حتى تقوم الساعة فان عجزتما عنه فادفعا الي فانما اليكما لا قل فحدثت هذا عروة بن الزبير فقال صدق مالك بن اوس ان اسمعت عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم تقول ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اني ابي بكر يسالني ثم نهيت مما افاء الله على رسوله صلى الله عليه وسلم فقلت انا اذ هون فقلت له ان لا تتقين الله الم تعلمن ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول لا نورث ما تركنا صدقة يريد بدالك نفسه اقبيا كل ال محمد في هذا المال فانهي ازوج النبي صلى الله عليه وسلم الي ما اخبرتهن قال فكانت هن لا الصدقة بيد عبي منعها عبي عباسا فغلبه عليها ثم كان بيد حسن بن عبي ثم بيد حسين بن عبي ثم بيد علي بن حسين وحسن بن حسين كليهما كانيتهما ولا نهاتم بيد زيد بن حسن وهي صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم حقا.

ترجمہ:- مالک بن اوس بن حدثان نضری نے بیان کیا کہ عمر بن الخطاب نے ان کو ذی بیعتی محکمہ طایما چاک آپ کا دربان یہاں آپ کے پاس پہنچا یعنی میں آپ کی مجلس میں موجود تھا کہ یہ نایاب اور نیرفانے کہا کیا آپ کی اجازت ہے حضرت عثمان ابن عفان اور حضرت عبدالرحمن ابن عوف اور حضرت زبیر ابن العوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص

اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا "ہاں سوان لوگوں کو اندر بلاو پھر ٹھوڑی دیر بعد یہ فاختے اور کہا۔ کیا آپ کی مرضی ہے؟ حضرت عباس اور حضرت علیؑ اجازت مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "ہاں" چنانچہ جب دونوں حضرت اندر تشریف لائے تو عباس نے کہا۔ "اے امیر المؤمنین میرے اور ان (حضرت علیؑ) کے درمیان فیصلہ کر دیجئے" اور ان دونوں حضرات کا انتقال ان اموال کے بارے میں تھا جو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اموال بنی نضیر میں سے بطور نبی دیا تھا، سو حضرت علیؑ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے سے سخت گلای کی (تعمیر کی) تو حاضرین نے کہا۔ "اے امیر المؤمنین ان دونوں کا فیصلہ کر دیجئے اور ایک کو دوسرے پر راحت دے دیجئے" یعنی ایسا فیصلہ کر دیجئے کہ جھگڑا باقی نہ رہے اور دونوں آرام پالیں، تو حضرت عمر نے فرمایا جلدی نہ کیجئے۔ میں آپ لوگوں کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں۔ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "ہم نبیوں کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صلہ ہے اور اس سے مراد آنحضرتؐ کی خود اپنی ذات تھی۔ حاضرین نے کہا "بے شک آنحضرتؐ نے یہ فرمایا ہے، پھر حضرت عمر، حضرت علیؑ اور عباسؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا میں آپ دونوں کو قسم دیتا ہوں اللہ کی۔ کیا آپ دونوں جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے یہ حدیث فرمائی تھی؟ ان دونوں حضرات نے فرمایا "ہاں" تو عمرؓ نے فرمایا پھر میں آپ لوگوں سے بیان کرتا ہوں اس معاملہ کے متعلق کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو خاص کیا تھا اس نعتی میں (جو بنی نضیر سے ملی تھی) ایسی خصوصیت کے ساتھ کہ آپ کے علاوہ کسی کو نہیں دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وہا افاء اللہ علیٰ رسولہ منہم ارج۔ جو کچھ اللہ نے دیا ہے اپنے رسولؐ کو ان سے سو تم نے اس پر نہ ٹھوڑے دوڑائے نہ اونٹ (یعنی بغیر جنگ یہ مال حاصل ہوا) ارشاد باری تعالیٰ قد جہنمک سویہ مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا۔ پھر خدا کی قسم آنحضرتؐ نے ان مالوں کو تمہیں چھوڑ کر مرجع نہیں کیا اور تم پر اپنی ذات کو ترجیح دی بلکہ ان مالوں کو تمہیں دیا اور تم میں اس کی تقسیم کی۔ یہاں تک کہ ان اموال فی میں سے یہ مال بیع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مال میں سے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے تھے سال بھر کا خرچہ پھر ما بقیہ مال کو لے کر اللہ کے مال کے مصرف میں خرچ کرتے تھے (یعنی ہتھیاروں کی خریداری اور دیگر رفاہ عام میں) چنانچہ یہ معمول رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری حیات، پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو ابو بکرؓ نے کہا کہ بے شک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی (جانشین) ہوں۔ پس حضرت ابو بکرؓ نے اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور اس مال میں عمل کرتے رہے جس طرح رسول اللہ نے کیا تھا (یعنی جن مصارف میں آنحضرتؐ خرچ کرتے تھے بعینہ حضرت ابو بکر کرتے رہے) اور تم لوگ اس وقت موجود تھے (یعنی تم لوگوں کے علم میں ہے) پھر حضرت عمر، علیؑ اور عباسؑ کی طرف متوجہ ہو گئے اور فرمایا "آپ دونوں کو یاد ہے (یعنی معلوم و ملحوظ ہے) کہ ابو بکرؓ اسی میں رہے (یعنی اسی طرز عمل میں رہے جو آنحضرتؐ کا تھا) جیسا کہ آپ کا قول ہے (یعنی آپ کو اقرار و اعتراف ہے) اور اللہ شہد ہے کہ وہ (ابو بکر) اپنے طرز عمل میں صادق (ہے) تھے نیک (فلس) تھے راہ راست پر اورتی کے توجہ تھے۔

نوٹ :- وقال قد کوان ان ابابکر فیه کما تقولا فما کے معنی بعض حضرات سے اس طرح منقول ہے۔ اور فرمایا "آپ حضرات ذکر کرتے تھے یعنی کہتے اور بیان کرتے تھے کہ ابو بکرؓ اس میں ہیں یعنی خطا پر جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں حالانکہ خدا شہد ہے۔ ارج۔

ثم توفی اللہ ارج پھر اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ کو اٹھایا تو میں نے کہا کہ میں خلیفہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا،

اور حضرت ابوبکر کا چنانچہ میں اس (جائیداد) پر قابض ہوں اپنی امدت (خلافت) کے دو سالوں سے سو میں عمل کرتا رہا اس میں جو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کرتے تھے اور اللہ گواہ ہے کہ میں اس طرز عمل میں سچا، مخلص، صحیح راستے پر اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔ پھر آپ دونوں حضرات میرے پاس آئے اور آپ دونوں کی بات ایک ہی تھی اور دونوں کا معاملہ متفق تھا، پھر آپ میرے پاس آئے یعنی عباسؓ، تو میں نے آپ دونوں سے کہہ دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انوس شدھما تزکنا صدقۃ ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ پھر جب میرے لئے ظاہر ہوا یعنی جب میری سمجھ میں آیا کہ میں وہ جائیداد آپ دونوں کو دے دوں تاکہ اس کا انتظام کریں اور ان مصارف میں خرچ کریں جن میں وہ خرچ ہوتی آئی ہیں ملکیت کے طور پر نہیں، تو میں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ حضرات چاہیں تو میں یہ جائیداد آپ کو دے سکتا ہوں اس شرط پر کہ آپ حضرات پر اللہ کا عہد و پیمانہ ہے کہ آپ دونوں عمل کریں اس میں جو عمل کیا ہے اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے اور جو عمل خود میں نے کیا ہے۔ اس میں جب سے والی بنا ہوں اور نہ دینی اگر یہ شرط منظور نہ ہوتی پھر مجھ سے اس کے بارے میں آپ لوگ گفتگو نہ کریں، سو آپ دونوں نے کہا "ہمارے سپرد کر دیجئے اس شرط پر" تو میں نے اس کو آپ دونوں کے سپرد کر دیا، کیا آپ حضرات اس کے سوا کوئی اور فیصلہ مجھ سے طلب کرتے ہیں (دکر وانا چاہتے ہیں؟) اس خدا کی قسم جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں قیامت تک میں اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اگر آپ دونوں (شرط کے مطابق انتظام سے) عاجز ہیں تو مجھ کو واپس دے دیجئے کہیں کفایت کروں تم کو اس سے (میں خود اس کا انتظام کروں گا)

زہری نے بیان کیا ہے کہ میں نے اس حدیث کا تذکرہ عروہ بن زبیر سے کیا تو عروہ نے فرمایا کہ مالک بن اوس نے یہ سچ کہا ہے (یعنی روایت صحیح بیان کی ہے) اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوج مطہرہ حضرت عائشہؓ سے سنا ہے فرماتی تھیں کہ آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات نے حضرت عثمانؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس بھیجا (جب خلیفہ ہوئے) کہ اپنے آنحضرتؐ کو حصہ کا مطالبہ کرتی ہیں اس مال نبیؐ سے جو اللہ نے اپنے رسول کو دیا سو میں انہیں ازواج مطہرات کو روکتی تھی اور میں نے ان سے کہا "تم لوگ خدا سے نہیں دو تیں؟ کیا تمہیں معلوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: "ہم پیغمبروں کے مال کا کوئی وارث نہیں جو کچھ ہم چھوڑ جائیں صدقہ ہے" مراد اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خود ذات شریفہ تھی البتہ آل محمدؐ اس مال میں سے کھائیں گے، پھر میں نے جب انہیں حدیث سنائی تو ازواج مطہرات رک گئیں (اپنی رائے بدل دی) عروہ نے بیان کیا سو پہلی صدقہ ہے جو حضرت علیؓ کے قبضہ میں تھا بطور متولی کے، حضرت علیؓ نے اس صدقہ کو عباسؓ سے باز رکھا یعنی انتظام میں شریک نہیں کیا اور اس پر غالب رہے (تصرف کے لحاظ سے) پھر وہ حسن بن علیؓ کے تصرف میں رہا۔ پھر حسین بن علیؓ کے پھر علی بن حسین اور حسن بن حسن دونوں کے کہ دونوں نوبت بہ نوبت اس کا انتظام کرتے رہے پھر زید بن حسن کے تصرف میں آیا، اور یہ صدقہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، پھر صحیح دیکھتے حضرات ملکیت و مالکیت کے طور پر تصرف نہیں کرتے تھے بلکہ بطور متولی انتظام کرتے تھے۔

تشریحات مطابقت بالترجمہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ کا حصہ اس مال میں تھا جو نبیؐ سے بطور فتنی حاصل ہوئے تھے "باقی تفصیل کے لئے قروض الخمس" ملاحظہ فرمائیے۔ صفحہ ۴۲۵۔

اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب تک خیانت ظاہر نہ ہو تو افضل یہی ہے کہ وقف کا متولی واقف ہی کی

اولاد میں سے ہو والا اعلم۔

۴۹ حدیثی ابراہیم بن موسیٰ قال اخبرنا هشام قال اخبرنا معمر بن الزہری عن عروۃ عن عائشة ان فاطمة والعباس اتيا ابابکر بیلتسان میراثہما ارضہ من فذک وسہسہ من عصیر فقال ابو بکر سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لانورث ما ترکنا صدقۃ اتمایا کل ال محمد فی ہذا المال واللہ لقرابتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی۔

ترجمہ:- حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس دونوں حضرات ابوبکر کے پاس آئے۔ دونوں مطالبہ کرنے لگے اپنی میراث کا جو آنحضرت کی زمین فذک میں تھی اور آنحضرت کے حصہ سے جو خیر میں تھا تو حضرت ابوبکر نے فرمایا "میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ کا ارشاد ہے۔ ہم میراث نہیں چھوڑتے ہیں جو کچھ ہم چھوڑیں صدقہ ہے البتہ آل محمد اس مال میں سے کھائیں گے، اور خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت مجھ کو زیادہ محبوب و عزیز تر ہے اس سے کہ اپنی قرابت (رشتہ داری) سے صلہ رحمی کروں۔

روایت توفیق الخس صفحہ ۴۳۵ میں گزری ہے لیکن یہاں مغازی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے حضرت ابوبکر صدیق کا قول واللہ لقرابتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی۔ الخ۔

ادیرہ وراصل حضرت صدیق اکبر کا اقدار ہے تقسیم سے رکاوٹ پڑی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سے حسن سلوک میں کوئی اثر نہیں پڑے گا نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرابت و رشتہ داری کا حق مقدم ہے لیکن اگر کوئی قابل تزیج ذات پیش نظر ہو تو قرابت پر بھی تزیج ہو سکتی ہے واللہ اعلم۔

باب قتل کعب بن الاشرف

کعب بن اشرف کے قتل کا بیان

غیر منورہ میں جب فتح بدر کی بشارت پہنچی تو کعب بن اشرف یہودی کو بے حد صدمہ ہوا اور کہا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے کہ مکہ کے بڑے بڑے سردار و اشرف مارے گئے تو پھر مر جانا بہتر ہے جیسے سے تاکہ آنکھیں ذلت و رسوائی کو نہ دکھیں۔ یہ کعب یہودی تھا۔ بڑے ڈیل و ڈول، دراز قامت، بڑی توند والا، دینہ کے پاس رہتا تھا۔ جب جنگ بدر کی تصدیق ہو گئی تو مقتولین بدر کی تعزیت کے لئے مکہ روانہ ہوا اور جو لوگ بدر میں مارے گئے ان کے مرتئے نکھے۔ جن کو پڑھ پڑھ کر خود بھی روتا تھا اور دوسروں کو بھی رلاتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں لوگوں کو جوش دلاتا تھا اور آمادہ قتال کرتا تھا۔ ایک روز قریش کو حرم میں لے کر آیا سب نے بیت اللہ کا غلاف تمام کر مسلمانوں سے قتال جنگ کرنے کا طلع اٹھایا۔

یہ یہودی آنحضرت کی ہجو میں اشعار نکھتا تھا اور مسلمانوں کو طرح طرح سے ایذا میں پہنچاتا تھا۔ رسول اللہ مسلمانوں کو صبر و تحمل کا حکم فرماتے رہے۔ لیکن کعب جب کسی شرارت سے باز نہ آیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا (ابوداؤد، ترمذی) ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ کعب بن اشرف نے آپ کو دعوت کے بہانے سے بلایا اور کچھ آدمی متعین کر دیئے

کہ جب آنحضرت تشریف لائیں تو قتل کر ڈالیں۔ آپ اچھی آکر بیٹھے ہی تھے کہ جبریل امین نے آکر آیت کو اس کے ارادے سے مطلع کر دیا۔ آپ فوراً وہاں سے روح الامین کے پردوں کے سایہ میں باہر تشریف لائے اور وہاں ہی کے بعد قتل کا حکم دیا۔ (فتح)
اس کے قتل کی پوری تفصیل حدیث شریف سے معلوم ہوگی، سنہ ۶۱ میں اس کو قتل کیا گیا ہے ایک قول ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا اور دوسرا قول ہے کہ ربیع الاول میں قتل کیا گیا۔ (عمدہ)

۸۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٍو سَمِعْتُ جَابِرِينَ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَكَعِبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ أَذَى اللَّهُ وَرَسُولَهُ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَيْتُكَ أَنْ أَتَيْتُكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاذَنْ لِي إِنْ أَتَيْتُكَ قُلْ فَإِنَّا لَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ إِنَّ هَذَا الرَّجُلُ قَدْ سَأَلَنَا مَدَقَةً وَإِنَّهُ قَدْ عَاتَا وَ إِنْ قَدْ أَتَيْتُكَ اسْتَسْلِفْتُكَ قَالَ وَإِيضًا وَاللَّهِ لَمَلَّمْتُكَ قَالَ أَتَا قَدْ أَتَيْتُكَ فَلَا نَحْبُ إِنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى إِي شَيْبَى يَصِيرُ شَانُهُ وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تَسْلِفْنَا وَسَقَاوُ وَسَقِيْنَا وَعَدْنَا غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكَرْ وَسَقَاوُ وَسَقِيْنَا فَقُلْتُ لَهُ فِيهِ، وَسَقَاوُ وَسَقِيْنَا فَقَالَ أُمِّي فِيهِ وَسَقَاوُ وَسَقِيْنَا قَالَ نَعَمْ إِنْ هُنُوِي قَالُوا إِي شَيْبَى تَرِيدُ قَالَ إِنْ هُنُوِي نِسَاءَ كُمْ قَالُوا كَيْفَ نَرَاهُكَ نِسَاءً نَاوَانَتْ، اجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ فَا ر هُنُوِي ابْنَاءَ كُمْ قَالُوا كَيْفَ نَرَاهُكَ ابْنَاءَ نَا قَيْسَتْ أَحَدُ هُمْ فَقَالَ ر هُنُوِي بُوَسْقِي أَوْ وَسَقِيْنَا هَذَا عَامٌ عَلَيْنَا وَلَكِنَّا نَرَاهُكَ الْإِلَامَةَ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي السَّلَاحَ فَوَاعَدَ إِنْ يَأْتِيَهُ جَاءَ لَا يَلِيَا وَمَعَهُ ابْنُ الْوَالِدَةِ وَهُوَ الْوَكْعِبُ مِنَ الرِّضَاعَةِ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْحِصْنِ فَتَرَلَّ إِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَهَا امْرَأَتُهُ إِيْن تَخْرُجُ هَذَا السَّاعَةَ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَإِخِي ابْنُ الْوَالِدَةِ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَتْ أَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ قَالَ إِنَّمَا هُوَ إِي مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَمَا ضِعِي ابْنُ الْوَالِدَةِ إِنَّ الْكُرَيْمِ لَوُدِجِي إِلَى طَعْنَةِ بَلِيلٍ لَا جَابَ قَالَ وَبَدَّ خَلَّ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ بَرَجِلِيْنِ تَسِيلُ لَسْفِيَانِ سَمَاهُمْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ بَعْضَهُمْ قَالَ عَمْرٍو جَاءَ مَعَهُ بَرَجِلِيْنِ فَقَالَ إِذَا مَا جَاءَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو ابُو عَيْسَى بَنُ جَبْرِ وَالْحَارِثُ بَنُ أَوْسَى وَعَبَادُ بَنُ بَشِيرٍ قَالَ عَمْرٍو جَاءَ مَعَهُ بَرَجِلِيْنِ فَقَالَ إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّي قَاتِلٌ بِشَعْرِي لَا فَاشِيَةَ فَإِذَا سَأَلْتُمُونِي اسْتَمَكْتُ مِنْ رَأْسِهِ فِدُونَكُمْ فَاضْرِبُوا وَقَالَ مَرَّةً لَا تَشْرَأْ أَشْرَكُمْ فَتَرَلَّ إِلَيْهِمْ مَتَوَشَّحًا وَهُوَ يَنْفَعُهُ مِنْهُ رِيحُ الطَّيِّبِ فَقَالَ مَا مَا أَيْتُ كَالْيَوْمِ مَا يَجَا إِي الطَّيِّبِ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَ عِنْدِي اعْطُرْ سَيْدَ الْعَرَبِ وَكَيْلَ الْعَرَبِ قَالَ عَمْرٍو فَقَالَ أَتَاذَنْ لِي إِنْ أَشْرَكْتُ مَسَاكُ قَالَ نَعَمْ فَشَمِّهِ تَشْرَأْ أَشْرَكْتُ أَصْحَابَهُ ثُمَّ قَالَ أَتَاذَنْ لِي قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا اسْتَمَكْتُ مِنْهُ قَالَ دُونَكُمْ فَتَقْتُلُوا تَشْرَأْ أَتُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوا.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کون ایسا شخص ہے جو کعب بن اشرف کے قتل کے لئے تیار ہوگا بلاشبہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے دجو کر کے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے کے، پس محمد بن مسلمہ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں، محمد بن مسلمہ نے عرض کیا کہ پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں کچھ باتیں کہوں۔

یعنی کچھ خوش کن باتیں بنا کر مطمئن کر دیں اگرچہ وہ بائیں غلط ہوں، ارشاد فرمایا: کہو، جو مناسب سمجھو، چنانچہ محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کہا: شخصِ دانا را حضوراً قدس کی طرف ہم سے صدقہ مانگتا ہے اور بلاشبہ اس نے ہم لوگوں کو تھکا مارا ہے اور میں تیرے پاس آیا ہوں کہ تجھ سے کچھ قرض حاصل کروں، کعب نے کہا اور نیز خدا کی قسم تم اکتا جاؤ گے، یعنی کعب نے موقع کو غنیمت سمجھا اور بھڑکانے کی کوشش کی کہ اے محمد بن مسلمہ ابھی کیا ہوا۔ آگے چل کر تم بالکل کبیدہ خاطر ہو جاؤ گے، محمد بن مسلمہ نے کہا: بے شک ہم نے اس کی اتباع کر لی ہے، سو ہم پند نہیں کرتے ہیں اس کو چھوڑنا، یہاں تک کہ دیکھیں انجام تک، البتہ ہم چاہتے ہیں کہ تو ہمیں قرض دے دے ایک وقت دشک راوی یا دو وقت۔

سفیان کا بیان ہے کہ ہم سے عمرو بن دینار نے یہ حدیث کئی مرتبہ بیان کی لیکن ایک وقت یا دو وقت کا ذکر نہ نہیں کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ اس میں ایک وقت یا دو وقت کا ذکر بھی ہے تو غور و فکر کیا کہ میرا بھی خیال ہے کہ اس میں ایک وقت یا دو وقت کا ذکر ہے۔

کعب بن اشرف نے کہا: ہاں اس میں قرض دینے کے لئے تیار ہوں، میرے پاس کچھ رہن رکھو، محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا۔ رہن میں تم کیا چیز چاہتے ہو؟ کعب نے کہا: تم اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھو، اصحاب نے کہا: تم عرب کے حسین ترین آدمی ہو، ہم اپنی عورتوں کو بہتارے پاس کس طرح رہن رکھیں؟ تو کعب نے کہا پھر اپنے بچوں کو رہن رکھو۔ اصحاب نے کہا ہم اپنے بچوں کو کیسے رہن (گروی) رکھیں؟ اور کہا جائے گا کہ ایک وقت یا دو وقت میں رہن رکھے گئے تھے بعد میں ان میں سے ہر ایک کو طعنے دینے جائیں گے۔ یہ ہمارے لئے عار بنے غیرتی کی بات ہے۔ لیکن ہم تمہارے پاس لامر رہن رکھیں گے سفیان نے بیان کیا کہ لامر سے مراد ہتھیار ہے، چنانچہ محمد بن مسلمہ نے وعدہ کر لیا اس کے پاس آنے کا۔ اور رات کو اس کے پاس آئے اور ان کے ساتھ ابوناٹلہ تھے جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ سو کعب نے ان حضرات و محمد بن مسلمہ اور ابوناٹلہ وغیرہ کو قلعہ کے پاس بلایا اور خود ان کے پاس آکر کعب کی بیوی نے کعب سے کہا اس وقت (اثنی رات کو) باہر کہاں جا رہے ہو؟ تو کعب نے کہا: صرف محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابوناٹلہ ہیں۔

عمرو بن دینار کے سوا دوسرے راوی نے بیان کیا کہ کعب بن اشرف کی بیوی نے کہا تھا۔ میں تو ایسی آواز سن رہی ہوں گویا کہ اس سے خون کا قطرہ ٹپک رہا ہے، کعب نے کہا تو صرف محمد بن مسلمہ اور میرا رضاعی بھائی ابوناٹلہ ہے، شریف آدمی اگر رات میں بھی نیزہ بازی کی طرف بلا جاتا ہے تو قبول کرتا ہے، یعنی نکل پڑتا ہے، کعب نے کہا کہ داخل کمرے محمد بن مسلمہ اپنے ساتھ دواؤ میوں کو دینی اندر آوے یا ترجمہ اس طرح ہوگا غیر عمرو نے بیان کیا کہ محمد بن مسلمہ داخل کمرے لگے اپنے ساتھ دو اشخاص کو، سفیان سے پوچھا گیا۔ کیا عمرو نے ان لوگوں کا نام بھی بیان کیا؟ سفیان نے جواباً کہ بعض کا نام بیان کیا۔ عمرو کا بیان ہے کہ محمد بن مسلمہ اپنے ساتھ دو آدمی لائے جب وہ آئے۔ اور عمرو بن دینار کے سوا راوی نے کہا، ابو جیس بن جبیر اور عمار بن اوس اور جبار بن بشر تھے۔ عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ وہ اپنے ساتھ دواؤ میوں کو لائے تھے اور کہا دینی محمد بن مسلمہ نے اپنے اصحاب کو ہدایت کی کہ جب وہ کعب آئے گا تو میں اس کے سر کا بال ہاتھ میں لے لوں گا اور سونگھنے لگوں گا۔ پھر جب تم مجھ کو دیکھو تو دینی اندازہ کر لو کہ میں نے اس کا سر اپنے قابو میں لے لیا ہے تو اس کو پکڑ لو اور مار ڈالو۔ عمرو نے ایک مرتبہ بیان کیا۔ پھر میں تم کو سناگھاؤں گا۔ چنانچہ کعب چادر پیٹھے ہوئے ان اصحاب کے پاس آیا اس حال میں کہ اس کے جسم سے خوشبو پھیل رہی تھی۔ محمد بن مسلمہ نے فرمایا: میں نے آج کی طرح خوشبو کبھی نہیں دیکھی تھی۔

عمر کے سوا دوسرے راوی نے بیان کیا کہ کعب اس پر بولا کہ میرے پاس سید العرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی سب سے کامل و کامل ہے۔

عمر نے بیان کیا کہ محمد بن مسلمہ نے کہا: تم اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارا سر سونگوں؟ کعب نے کہا: ہاں! پس محمد بن مسلمہ نے اس کا سر سونگھا پھر اپنے اصحاب کو سونگھایا پھر کہا کیا مجھے اجازت ہے؟ کعب نے کہا ہاں اجازت ہے۔ پھر جب محمد بن مسلمہ نے اس کو اپنے قابو میں لے لیا فرمایا لے لو! پس اصحاب نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اصحاب آئے اور آنحضرت سے بیان کر دیا۔

مراحدیث صفحہ ۲۳۱ ایضاً صفحہ ۲۲۵

بخاری

باب قتلِ ابی رافعِ عبدِ اللہ بنِ ابی الحقیقِ و یقالُ

سَلَّمَ بِنُ ابْنِ الحَقِیْقِ کَانَ بَحْبِیْرَ و یقالُ فی حِصْنِ لَهْ بَارِضِ الْجِجَارِ وَقَالَ
الزُّهْرِيُّ هُوَ بَعْدَ کَعْبِ بِنِ الْاَشْرَفِ۔

ابورافع عبد اللہ بن ابی حقیق کے قتل کا بیان اور اس کو سلام بن ابی الحقیق بھی کہا جاتا ہے وہ خیبر میں رہتا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سرزمین حجاز کے اندر اپنے ایک قلعہ کے اندر رہتا تھا۔ زہری نے بیان کیا ہے کہ اس کا قتل کعب بن اشرف کے بعد ہوا تھا۔

تشریحات

ممکن ہے کہ ابورافع کا قلعہ حجاز کی سرزمین میں ایسی سرحد پر ہو کہ خیبر کے قریب ہو اس طرح ہر دو نسبتیں میسج ہو سکتی ہیں۔ ابورافع ایک بڑا مالدار یہودی تاجر تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ کعب بن اشرف کا معین و مددگار تھا یہ ابورافع ان لوگوں میں تھا جو احزاب و قبائل کو آمادہ کر کے غزوہ خندق میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لایا تھا۔ اس کا ساتھی حبیب بن اخطب معاہدے کے مطابق خندق کے بعد بنی قریظ میں جا کر ٹھہرا اور وہیں مارا گیا یہ بیچ نکلا۔

یہ معلوم ہے کہ قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج میں ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا اور رسول اللہ کے سامنے ایک دوسرے سے ٹیکوں میں بڑھ جانے کی کوشش کرتے تھے تو چونکہ قبیلہ اوس کے لوگوں نے بڑے خطرے میں پڑ کر کعب بن اشرف کو قتل کیا تھا۔ خزرج کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن ابورافع ہے۔ اس لئے ہم لوگ اسی گستاخ دیدہ دین دشمن کو قتل کریں۔ چنانچہ عبد اللہ بن عتبک عبد اللہ بن انیس ابو تموہہ وغیرہ رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابورافع کے قتل کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دے دی اور حضرت عبد اللہ بن عتبک کو ان کا میر مقرر کر دیا اور آپ نے تاکید فرمائی کہ بچے اور عورتیں ہرگز نہ قتل کئے جائیں۔ قتل کی پوری تفصیل حدیث میں موجود ہے ترجمہ سے وضاحت ہوگی۔

قتل کی تاریخ میں اقوال مختلف ہیں مارمضان سنہ ۶ غنہ بعض ذی الحجہ سنہ ۶ یا سنہ ۶ یا سنہ ۶ البتہ امام بخاری نے زہری کی روایت سے اتنا واضح کر دیا کہ ابورافع کا قتل کعب بن اشرف کے بعد ہوا ہے۔

۸۱۔ حَدَّثَنَا اسْمَعُوقُ بْنُ نَصْرِ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ اَدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ ابْنِ زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

ابیه عن ابی اسحاق عن البراء بن عازب قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم رهطاً الى ابی اسافه فدخل عليه عبد الله بن عتيق بيته ليلا وهو قائم فقتله۔

ترجمہ :- حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ابورافع کی طرف قتل کے لئے بھیجا۔ سو حضرت عبد اللہ بن عتیق رات کو اس کے گھر میں داخل ہوئے ابورافع سو رہا تھا پس عبد اللہ بن عتیق نے اس کو قتل کر دیا۔

۸۲۔ حدثنا يوسف بن موسى قال حدثنا عبید الله بن موسى عن اسراييل عن ابی اسحاق عن البراء قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ابی اسافه اليهودي رجلاً من الأخصار وأمر عليهم عبد الله بن عتيق وكان ابورافع يوذى رسول الله صلى الله عليه وسلم ويعين عليه وكان في حصن له بارض الحجاز فمات دلوامنه وقد غربت الشمس ومراح الناس يسرحهم قال عبد الله لأصحابه اجلسوا مكانكم فاني منطلق ومتلطف للبواب لعلي ان ادخل فاقبل حتى دنا من الباب ثم تقنع بثوبه كأنه يقضي حاجة وقد دخل الناس فهتف به البواب يا عبد الله ان كنت تريد ان تدخل فادخل فاني اريد ان أغلق الباب فدخلت فكنمت فلما دخل الناس اغلق الباب ثم علق الأغلاق على ود قال فمئت الى الأقاليد فآخذتها ففتحت الباب وكان ابورافع يسير عندها وكان في علاقي له فلما ذهب عنها اهل نهمرا معدت اليه فجعلت كلباً فتكمت باباً اغلقت على من داخل قلت ان القوم لو فذروا بي لم يخلصوا الي حتى اقتلما فانتهيته اليه فاذا هو في بيت منظم وسط عياله لا ادري أين هو من البيت قلت ابارافع قال من هذا ناهويث نحو الصوت فاضربه ضربة بالسيف وانا دهنش فما اغنيث شيئاً وصاح فخرجت من البيت فامكت غير بعيد ثم دخلت اليه فقلت ما هذا الصوت يا ابارافع فقال لا أمك الويل ان رجلاً في البيت ضربني بالسيف قال فاضربه ضربة ائخنته ولم اقله وصعت ضيب السيف في بطنه حتى آخذ في ظهره فخرجت ابي قتلته فجعلت افتح الابواب باباً باباً حتى انتهيت الى درجته له فوضعت رجلي وانا ارمي ابي قد انتهيت الى الأرض فوقعت في ليلة مقبراً فانكسرت ساقى فعصبتها بعمامة ثم انطلقت حتى جلست على الباب فقلت لا اخرج الليلة حتى اعلم اقتلته فلما صاح الديك قام الناعي على السور فقال انعي ابا رافع تا جراً اهل الحجاز فانطلقت الى اصحابي فقلت النجاء فقد قتل الله ابارافع فانتهيته الى النبي صلى الله عليه وسلم فحدثته فقال ابسط رجلك فبسطت رجلي فمسحها فكانت لم اشتكها قط۔

ترجمہ :- حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے انھار میں سے کچھ لوگوں کو ابورافع یہودی کے پاس بھیجا اور حضرت عبد اللہ بن عتیق کو ان لوگوں کا امیر مقرر فرمایا۔ ابورافع رسول اللہ علیہ وسلم کو تکلیف

پہونچتا تھا اور آپ کے خلاف دشمنوں کی مدد کرتا تھا۔ سرزمین حجاز میں اس کا ایک قلعہ تھا وہیں وہ رہتا تھا۔ پس جب یہ حضرات اس قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے مویشی لے کر واپس ہو چکے تھے۔ عبداللہ بن عقیقہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "تم لوگ اسی جگہ بیٹھو اور میں جا رہا ہوں اور دربان سے چلہ کرتا ہوں۔ شاید کہ میں اندر جا سکوں چنانچہ وہ (یعنی عبداللہ بن عقیقہ) قلعہ کے پاس آئے یہاں تک کہ دروازے کے قریب پہنچ گئے پھر اپنے کپڑے سے اپنے آپ کو اس طرح چھایا (یعنی کپڑا اڑھ کر بیٹھ گئے) گویا کہ قضاے حاجت کر رہے ہیں اور قلعہ کے تمام لوگ اندر داخل ہو چکے تھے، دربان نے (قلعہ کا آدمی سمجھ کر) ان کو بھی آزادی، اے خدا کے بندے اگر اندر آنے کا ارادہ ہے تو اندر آ جاؤ اس لئے کہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں (حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ) پس میں داخل ہو گیا اور چھپ گیا۔ پھر جب سارے لوگ اندر آ گئے تو دربان نے دروازہ بند کر دیا پھر کبھیوں کو ایک میخ (کھونٹی) پر لٹکا دیا۔ عبداللہ کا بیان ہے کہ میں کبھیوں کی طرف تیار ہوا اور کبھیوں کو لے لیا پھر دروازہ کھول لیا۔ اور ابورافع کے پاس قصہ گوئی کی جاتی تھی۔ یعنی دستور معمول تھا کہ سونے سے پہلے قصہ کہانی کی محفل جیتی تھی، اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے اس کے پاس رات کا کھانا کھایا اور قصہ کہانی میں مشغول ہو گئے۔ پھر رات کا ایک حصہ گذرا تو لوگ اپنی اپنی منزلوں پر آ گئے، ابورافع اپنے بالا خانے میں رہتا تھا، پھر جب قصہ گو اجاب اس کی مجلس سے چلے گئے تو میں اس کے گھر سے کی طرف چڑھنے لگا اور میں ایسا کرنے لگا کہ جب میں کوئی دروازہ کھولتا تو میں اندر سے بند کر دیتا تھا، میں نے کہا دل میں یعنی اس بند کرنے سے میرا مقصد یہ تھا، کہ اگر لوگوں نے مجھ کو معلوم کر لیا تو مجھے تک نہیں پہنچ سکیں گے یہاں تک کہ میں اس کو قتل کر لوں گا، چنانچہ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ دیکھا تو وہ ایک اندھیرے گھر میں تھا اور اپنے اہل و عیال کے اندر تھا میں معلوم نہیں کر سکا کہ ابورافع گھر میں کہاں ہے؟ کس جگہ ہے؟ میں نے کہا یہی آواز لگائی "اے ابورافع! وہ بولا کون ہے؟ پس میں نے آواز کی جانب قصد کیا اور تلوار کی ایک ضرب لگائی اور میں گھبرا ہوا تھا سو میں نے کچھ فائدہ بھی نہیں اٹھایا یعنی اس کو قتل نہیں کر سکا اور ابورافع نے پیچ ماری تو میں مکر سے سے باہر نکل آیا، اور میں تھوڑی دیر ٹھہرا پھر میں اندر اس کے پاس گیا اور میں نے کہا اے ابورافع! یہ آواز کیسی تھی؟ تو ابورافع نے کہا۔ تیری ماں کی تباہی ہو، بلاشبہ کوئی آدمی گھر میں ہے جس نے ابھی مجھ پر تلوار سے حملہ کیا، عبداللہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے ایک ضرب ماری کہ گھری کر دی اور قتل نہیں کر سکا۔ پھر میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ میں گھسائی یہاں تک کہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی تو میں نے معلوم کر لیا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا۔ سو میں لگا دروازے کو ایک ایک کر کے کھولنے یہاں تک کہ میں سیرھی تک پہنچ گیا۔ پس میں نے اپنا اول رکھا دلں جا ایک میں سمجھ رہا تھا کہ میں زمین تک پہنچ چکا ہوں سو میں گر گیا، چاندنی رات تھی سو میری پٹنٹی ٹوٹ گئی تو میں نے اسے اپنی پگڑی سے باندھ لیا۔ پھر میں چلا یہاں تک کہ دروازہ پر آ کر بیٹھ گیا اور میں نے دل میں کہا (یعنی ارادہ کر لیا) تھا کہ رات کو نہیں نکلوں گا یہاں تک کہ معلوم کروں کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے، پھر جب صبح کے وقت مرض نے بانگ دی تو موت کی خبر دینے والا قلعہ کی دیوار پر گھڑا ہوا اور اعلان کیا کہ میں اہل حجاز کے تاجر ابورافع کے مرنے کی خبر دیتا ہوں۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس چلا اور میں نے کہا اب جلد کرو۔ بے شک اللہ نے ابورافع کو ہلاک کر دیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اوصاف سے بیان کر دیا تو آپ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ، تو میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا آپ نے اس پر ہاتھ پھیر دیا سو وہ ایسا اچھا ہوا، گویا کہ اس میں کبھی چوٹ ہی نہیں آئی تھی۔

تشریحات

اصح قول یہی ہے کہ ابرار نے قاتل غزوہ خندق کے بعد سترہ میں ہوا ہے۔ یہی قول حافظ ابن کثیر کا ہے۔ دو دیکھو البدر والہایہ جلد رابع صفحہ ۱۳۴، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں "قال ابن سعد کانت فی رمضان سنت ست دفتح ۳۶" اور باقی اقوال کو قیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ابورافع کا نام عبداللہ بن ابی العقیق ہے اور اسی کو سلام بن ابی العقیق بھی کہا جاتا تھا حقیق بضم الحاء مصنف ہے سلام بفتح الهمزة وتشدید اللام۔ راح الناس بسرحہم ای جوا ابوا شیخہم۔ تقع بثوبہ ای تغطي بہا۔ اغالیق جمع غلق بفتح الغین، غلق کے معنی تو اصل میں قفل اور تالے کے ہیں لیکن یہاں مراد کنجیان ہیں۔ چونکہ اس سے تالے کھولے اور بند کئے جاتے ہیں۔ وفتح الواو وتشدید الدال بمعنی وتذیعاً یعنی کھونٹی اور بعض نسخوں میں وقد ہی ہے۔ اقالید جمع اقلید بمعنی کچی۔ علالی جمع علیۃ بضم العین وکسر اللام وتشدید الیاء وہی العسرة۔ ضیب السیف بفتح الصاد وکسر الباء بر وزن رغیف اس کے اصل معنی سیلان خون کے آتے ہیں اسی لئے علامہ عینی خطابی اور حافظ عسقلانی زہم اللہ فرماتے ہیں کہ اصل میں یہاں خبثۃ السیف ہے تلوار کی نوک جمع ظہات۔

نعمی کے معنی ہیں موت کی خبر دینا، عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی بڑا آدمی مر جاتا تو کسی اونچی جگہ میں جا کر گھوڑے پر سوار ہو کر اعلان کرتے کہ فلاں آدمی مر گیا۔

۸۳۔ حدثنا احمد بن عثمان قال حدثنا شریح قال حدثنا ابراهیم بن یوسف عن ابيه عن ابی اسحاق قال سمعت البراء قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ابی رافع عبد الله بن عتيق وعبد الله بن عتبة في ناس معهم فانطلقوا حتى دلو امان الحصن فقال لهم عبد الله بن عتيق املكوا انتم حتى انطلق انا فانظر قال فتلطفت ان ادخل الحصن ففقدوا احصارهم قال فخرجوا بقبس يطبون قال خشيت ان اعرف قال فغطيت، اسی اور جلی وجلست کافی اقضی حاجۃ شمر نادى صاحب الباب من اراد ان يدخل فليدخل قبل ان اغلقه فدخلت شمر اغتبات في مويط حمار عند باب الحصن فتعشوا عند ابی رافع وتحدتوا حتى ذهب ساعه من الليل شمر رجعوا الى بيوتهم فلما هدت الاصوات والاسم حركه خرجت قال ورايت صاحب الباب حيث وضع مفتاح الحصن في كوة فاخذته ففتحت به باب الحصن قال قلت ان نذرتي القوم انطلقت على مهل شمر عمدت الى ابواب بيوتهم فخلقتهم عليهم من ظاهرتهم صعدت الى ابی رافع في سلم فاذا البيت مظلماً قد طفي سراجة فتم ادبر ايين الرجل فقلت يا ابا رافع قال من هذا قال قال نعمدت نحو الصوت فاضربه وصلاح فلم تغن شيئاً شمر جئت كافي اغشيه فقلت مالك يا ابا رافع وغيرت صوتي فقال الا اعجبك لامك الويل دخل على رجل فضربني بالسيف قال نعمدت له ايضاً فاضربه اخرى فلم تغن شيئاً فصاح وقام اهله قال شمر جئت وغيرت صوتي كهيلاً لا المغيب واذا هو مستلق على ظهره فاضع السيف في بطنه شمر انكفى عليه حتى سمعت صوت العظم شمر خرجت دهشاً حتى اتيت السهم اريد انزل

فاسقط منه فاخلعت رجلي فعصبتها ثم ايتت اصحابي اجملا فقلت انطلقوا فبشروا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاني لا ابرح حتى اسمع الناعية فلما كان في وجه الصبح صعد الناعية فقال انعي ابا رافع قال فقبضت امشي ما لي قلبه فادركت اصحابي قبل ان ياتوا النبي صلى الله عليه وسلم فبشروته۔

ترجمہ:- حضرت ابراہیم حازب نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عقیق اور عبد اللہ بن عتبہ کو چننا صحاب کے ساتھ ابورافع کے (قتل) کے لئے بھیجا، پس یہ حضرات چلے جب قلعہ کے قریب پہنچے تو عبد اللہ بن عتیق (امیر جماعت) نے ان اصحاب سے کہا "تم لوگ یہیں ٹھہرو، میں جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ عبد اللہ بن عتیق نے بیان کیا کہ میں قلعہ کے اندر داخل ہونے کی تدبیر میں لگ گیا۔ اتفاق سے ان لوگوں کا ایک گدھا گم ہو گیا تھا، بیان کیا کہ قلعہ کے لوگ آگ کا ایک شعلہ لے کر نکلے کہ گدھے کو تلاش کریں۔ حضرت عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں ڈرا۔ کہ میں پہچان لیا جاؤں گا بیان کیا کہ میں نے اپنا سر اور پاؤں ڈھانک لیا اور بیٹھ گیا، گویا کہ میں قضائے حاجت کر رہا ہوں۔ اس کے بعد وہاں نے آواز دی "جو قلعہ کے اندر جانا چاہتا ہے وہ اندر آجائے قبل اس کے کہ میں دروازہ بند کروں۔ چنانچہ میں اندر داخل ہو گیا، پھر میں چھپا ہاگدھوں کے مطبل میں جو قلعہ کے دروازے کے پاس ہی تھا، پھر لوگوں نے ابورافع کے نزدیک رات کا کھانا کھلایا اور باتیں کرنے لگے دقتہ کہانی میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا پھر لوگ اپنے اپنے گھروں میں واپس آئے۔ پھر جب آوازیں رک گئیں اور میں کوئی حرکت نہیں سننے لگا یعنی سنا ہا ہو گیا تو میں نکلا یعنی اس جگہ سے جہاں چھپا تھا، آپ نے بیان کیا کہ میں نے دربان کو دیکھ لیا تھا جہاں اس نے قلعہ کی کنجی رکھی ہے طاق میں، سو میں نے اس کو لیا اور اس سے قلعہ کا دروازہ کھولا، آپ نے بیان کیا کہ میں نے دل میں کہا (سوچا) کہ اگر قوم دکھار قلعہ) نے مجھ کو معلوم کر لیا تو میں آسانی سے نکل بھاگوں گا۔ پھر میں نے ان کے گھروں کے دروازوں کا قصد کیا یعنی کھولنا شروع کیا جن کے بعد ابورافع کا مخصوص کمرہ پڑتا تھا، اور اندر سے بند کر دیا، پھر میں بیٹھ گیا، ابورافع کی طرف چڑھا، دیکھا تو کمرہ اندھیرا ہے اس کا چراغ بجھا ہوا ہے سو میں نہیں معلوم کر سکا کہ وہ شخص (ابورافع) کہاں ہے؟ تو میں نے کہا اسے ابورافع، اس نے کہا کون ہے؟ آپ نے بیان کیا کہ میں نے آواز کی طرف قصد کیا اور اس پر حمل کیا، اس نے چیخ لگائی سو اس گلانے کوئی نفع نہیں پہنچایا۔ پھر میں دوبارہ آیا گویا کہ اس کا فریادیں ہوں چنانچہ میں نے کہا "کیا حال ہے اسے ابورافع؟ اور میں نے اپنی آواز بدل دی، اس نے کہا "کیا تجھ پر تعجب نہ کروں، تیری ماں کی تباہی کوئی آدمی میرے کمرے میں آیا اور مجھ پر تلوار سے حمل کیا، آپ نے بیان کیا کہ پھر میں نے قصد کیا اور دوسری مرتبہ اس پر حمل کیا پھر بھی کچھ فائدہ نہ ہوا اور وہ چیخا اور اس کے گھر والے اٹھ گئے۔ آپ نے بیان کیا کہ میں اپنی آواز بدل کر پھر آیا جیسے کوئی فریادیں ہو دیکھا تو وہ اپنی پیٹھ کے بل چلت بیٹھا ہوا ہے۔ سو میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹھ میں رکھ دی اور زور سے اسے دبایا یہاں تک کہ میں نے ہڈی ٹوٹنے کی آواز سن لی۔ پھر میں وہاں سے نکلا گھبراتا ہوا۔ یہاں تک کہ بیٹھ گیا، اس پر آگیا۔ میں اترا چاہتا تھا کہ میں گر پڑا، سو میرا پاؤں ٹوٹ گیا، پھر میں نے اس پر چٹی باندھی دی یعنی اپنی چنگڑی سے، اور میں نکلوتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس آیا سو میں نے کہا "تم لوگ جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنا دو۔ اس لئے کہ میں تو یہاں سے نہیں ہوں گا یہاں تک کہ موت کی خبر دینے والے کی خبر سن لوں، پھر صبح ظاہر ہوئی تو موت کی خبر دینے والا قلعہ کی تفصیل پر چڑھا اور بولا کہ میں ابورافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں۔ آپ نے بیان کیا کہ میں اٹھ کر چلا تو مجھ کو

کوئی تکلیف نہیں تھی یعنی فرط مسرت سے تکلیف کا کوئی احساس نہیں ہوا، چنانچہ میں نے ساتھیوں کو پایا قبل اس کے کہ وہ بھی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں، پھر میں نے آنحضرتؐ کو خوشخبری سنائی۔

تشریحات اس روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ سرجلی میرے پاؤں کا جوڑا کھر گیا اور سابقہ روایت گندزی ہے کہ میری پٹلی ٹوٹ گئی۔

دونوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ پاؤں کا جوڑا کھر گیا تھا اور پٹلی بھی ٹوٹ گئی تھی واللہ اعلم۔ اس سے چند مسائل پر روشنی پڑتی ہے عا جاسوسی کرنا درست اور جائز ہے۔

علا معلومت کے وقت بہم اور گول مول باتیں کرنی درست ہیں علا دشمن اسلام اور دشمن نبی کا قتل ہر حال میں جائز ہے وغیرہ

باب غزوة احد

غزوة احد کا بیان بمابہ شوال ۳ ہجرت مطابق مارچ ۶۲۵ء

اُحد بضم تین، مدینہ منورہ کے ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ سے تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔

دوسرے نام: علامہ عینی فرماتے ہیں سہمی احد التوحدا لانقطاعا عن جبال الخویمینی اس پہاڑ کو

اعمال و جہ سے کہتے ہیں کہ دوسرے پہاڑوں سے متوحد و منفرد و علیحدہ ہے

سبب غزوة: قریش مکہ جب بدر سے بری طرح شکست کھا کر مکہ واپس ہوئے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ قافلہ تجارت

جس کو ابوسفیان ساعلی راستہ سے پکا کر نکال لائے تھے وہ مع اصل سرمایہ اور زر منافع دارالندوہ میں محفوظ ہے۔ بدر کی یہ ذلت

آمیہ شکست کا زخم یوں ٹوکھا رہا کہ کے ہر شخص کے دل میں تھا لیکن جن لوگوں کے باپ، بھائی اور بیٹے بیٹھے بدر میں مارے گئے تھے،

ان کو رہ کر جو جوش آتا تھا، جذبہ انتقام سے ہر شخص کا سینہ لبریز تھا۔ بالآخر ابوسفیان بن حرب، عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمنہ بن

ابی جہل، صفوان بن امیہ اور دوسرے معززین ایک مجلس میں جمع ہوئے اور مدینہ منورہ پر زبردست حملہ کی تیاری پر غور و خوض ہوا

سب نے بیک آواز ملے کیا کہ اپنے باپ، بھائی اور اپنے ایمان و اشراف کا انتقام لینا ہے چنانچہ سب نے مل کر مل جمع کیا۔

اور قبائل میں قاصد دوڑائے جس سے عین ہزار آدمیوں کو جمع کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اس جنگ میں خاص کر عورتوں کو بھی ہمارا

لیا تاکہ رجزیہ اشعار سے مجاہدوں کی ہمت بڑھائیں اور بھاگنے والوں کو غیرت دل میں۔ یہ لوگ ابوسفیان کی سرکردگی میں ۵۰۰ شوال ۳

کو مکہ سے روانہ ہوئے جن میں سات سوزرہ پوش لشکر اور تین ہزار اونٹ، دو سو گھوڑے اور پندرہ عورتیں ہمراہ تھیں۔ الغرض

قریش اس طرح پرے ساز و سامان سے آئے اور جبل احد کے قریب مقام عین میں آکر ٹھہرے۔

مجاہد کرام سے مشورہ:۔ قریش مکہ کے ان تمام حالات کی خبر جب مدینہ پہنچی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہد کرام

سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے؟

خود آنحضرتؐ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ سے باہر نہ نکلین، کفار اگر مدینہ آ کر حملہ کریں تو شہری میں مرد آٹھنے سناٹے مقابلہ کریں اور

عورتیں مکانوں کے اوپر سے پتھر پھینک کر کافروں کو پریشان کر دیں یہی رائے کچھ اکابر صحابہ کی تھی، نیز یہی رائے عبداللہ بن ابی کی

بھی تھی لیکن بہت سے علیل القدر صحابہ اس رائے کے خلاف ہو گئے، بالخصوص وہ حضرات جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے

تھے اور شوق شہادت میں بے چین جیتے اب تھے کہنے لگے کہ ہم نکل کر مقابلہ کریں گے شہر میں بیٹھے رہنا بزدلی کی علامت

ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور ایک گائے ہے کہ
 ذبح کی جا رہی ہے۔ جس کی تعبیر یہ ہے کہ مدینہ منورہ بمنزلہ مضبوط زرہ کے ہے اور ذبح بقرہ سے اس طرف اشارہ ہے کہ میرے
 اصحاب میں سے کچھ لوگ شہید ہوں گے لہذا میری رائے میں مدینہ میں قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا جائے اور خواب میں یہ بھی دیکھا کہ
 میں نے تلوار کو بلایا، اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ کر گر گیا پھر اسی تلوار کو دوبارہ بلایا تو وہ پہلے سے زیادہ عمدہ ہو گئی۔ جس کی تعبیر یہ تھی
 کہ میں بیکرام بمنزلہ تلوار کے تھے جو آپ کے دشمنوں پر وار کرتے تھے صحابہ کو جہاد میں لے جانا بمنزلہ تلوار ہلانے کے تھے۔ ایک مرتبہ
 بلایا یعنی غزوہ احد میں تو اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ کر گر گیا یعنی کچھ صحابہ شہید ہو گئے پھر اس تلوار کو دوسرے غزوے میں
 استعمال کیا تو وہ تلوار پہلے سے زیادہ عمدہ اور تیز ہو گئی اور خوب دشمنوں پر چلی مگر جوانوں کے علاوہ بعض اکابر صحابہ مثلاً حضرت
 عمرہ، سعد بن عبادہ وغیرہ کا بھی شوق شہادت میں اصرار رہا کہ مدینہ سے باہر نکل کر یہی حکم کیا جائے تو آپ نے بھی یہی حکم فرمایا۔ یہ
 عمدہ کا دن تھا۔ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر وعظ فرمایا اور جہاد و قتال کی ترغیب دے کر تیار کیا حکم صادر فرمایا، حکم سنتے ہی شیدیان
 اسلام کی جان میں جان آگئی کہ اب اس دنیا کے جہنم خانہ سے رہائی کا وقت آگیا۔

غرم آں روز گزیریں مندرل ویراں بروم پڑ راحت جاں طلسم وز پینے جاناں بروم۔
 عصر کی نماز سے فارغ ہو کر آپ حجرہ شریفہ میں تشریف لے گئے تو
 حضور اقدس کی تیاری و سلاح پوشی

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے باہر نکل کر حملہ کرنے پر مجبور کیا ہے مناسب یہ ہے کہ حضور کی رائے پر چھوڑ دیا جائے۔ اتنے
 میں آپ مسلح ہو کر باہر تشریف لائے تو غلص اصحاب کو اپنے اصرار پر پشیمانی ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے غلطی سے
 اصرار کیا جو ہمارے لئے بالکل مناسب نہ تھا آپ اپنی رائے پر عمل فرمائیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ
 اختیار بند ہو جائے کے بعد دشمن سے فیصلہ کئے بغیر ہتھیار اٹک دے۔

الغرض آپ بروز جمعہ ارشوال سنہ ۱۱ھ ایک ہزار کی جمعیت لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ میں امامت کے
 لئے حضرت ابن ام مکتوم کو مقرر کر دیا جب حضور اقدس احد کے قریب مقام شوط پہنچے تو رئیس المنا فقین عبداللہ بن ابی
 تین سومنا فقوں کو ساتھ لے کر جہاد ہو گیا اور کہا کہ آپ نے جب میری بات نہیں مانی تو بلا ذمہ ہم اپنی جانوں کو ہلاکت میں کیوں
 ڈالیں؟ ان منافقوں کی علیحدگی پر قبیلہ خزرج میں سے بنی سلمہ اور قبیلہ اوس میں سے بنی عارضہ نے بھی واپسی کا ارادہ کر لیا مگر
 فضل انہی نے ان کی دست گیری کی اور واپس نہیں ہوئے۔ ان ہی کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اذھبت طائفتان
 منکم ان نفسلا والله ولیہما و علی اللہ فلیتوکل المؤمنون یادکر اس وقت کو جب تم مسلمانوں میں
 سے دو جماعتوں نے ارادہ کیا کہ ہمت ہار دیں اور اللہ ان کا مددگار تھا اس لئے واپس ہونے سے محفوظ رہے اور ایمان والوں کو
 اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

پھر جب آپ مقام شیمین پر پہنچے دیشیمین دو ٹیلوں کا نام ہے جہاں ایک لوٹھا اور ایک ٹوٹھی رہتے تھے دونوں
 اندھے اور چوری تھے۔ تو ان دونوں کی وجہ سے دونوں ٹیلے شیمین کے نام سے مشہور ہو گئے آپ نے نوح کا جائزہ لیا جو ان
 میں نو عمر اور کسن تھے ان کو واپس کر دیا، قتال میں شرکت کی اجازت نہیں دی جیسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت اٹامہ بن
 زیدؓ حضرت بلال بن عازب وغیرہ۔ ان کم عمر جوانوں میں حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما بھی تھے

جن کو شہرت سے منع کر دیا گیا تھا لیکن بعد میں جب لوگوں نے سفارش کی کہ سمرہؓ اور رافعؓ بہت اچھے تیر انداز ہیں تو آپؐ نے دونوں حضرات کو شہرت کی اجازت دے دی اور شب کے آخری حصہ میں آپؐ نے کوچ کیا۔ جب احد کے قریب پہنچے تو صبح کی نماز ہوئی اور شہر کے روز صبح کے وقت قتال کی تیاری ہوئی۔ روایت آرہی ہے کہ آپؐ نے پچاس تیر اندازوں کو حضرت عبداللہ بن جبرینؓ کے ماتحت جبل احد کے پیچھے بٹھلایا کہ کفار قریش سے ہلاکت سے بچیں اور یہ حکم دیا کہ اگر ہم کو مشرکوں پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی یہاں سے نہ ہٹنا اور اگر مشرکین کو ہم پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی تم اس جگہ سے نہ سرکنا۔ غرض فوج کی جو بھی حالت ہو تم یہاں سے ہرگز نہ حرکت کرو۔

اس کے بعد آپؐ نے صف بندی کی اور تلوار حضرت مصعب بن عمیرؓ کو دیا اور اپنی تلوار ابو جہانہؓ کو عنایت فرمائی۔ مشرکین کی طرف سے میدان میں سب سے پہلے ابو عامر عبداللہ بن عمرو بن صعیلہؓ نکلا، یہ پیام جاہلیت میں قبیلہ بنی اوس کا بڑا سردار تھا، اسلام کے ظہور کے بعد حضورؐ کا بڑا دشمن ہو گیا۔ مکہ چلا گیا اور قریش کو جنگ کی ترغیب دی اور امید دلائی کہ ہمیں دیکھ کر جنی اوس کے سارے لوگ میری طرف مائل ہو جائیں گے اور میرے پاس چلے آئیں گے۔ یہ پہلے راہب مشہور تھا۔ آنحضرتؐ نے ابو عامر فاسق کہا اور اسی لقب سے مشہور ہو گیا۔ اس نے میدان میں آکر اپنی قوم کو آزادی مگر قوم نے اس فاسق کو وہی جواب دیا جس کا وہ مستحق تھا۔ خود اس کے لڑاکے حنظلہؓ ہیں جن کا ذکر آگے آ رہا ہے انہوں نے بھی اس کی برواہ نہ کی، ابو عامر فاسق نے اس روز مسلمانوں سے خوب شدید جنگ کی۔

اسلامی لشکر میں سے جن بزرگوں نے داؤد شجاعت دی وہ یہ ہیں۔ حضرت علیؓ حضرت ابو جہانہؓ حضرت حمزہؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت النس بن نفیرؓ وغیرہ۔

دن کے اول وقت مسلمانوں کی نفع تھی کفار پناہ ہوتے ہوئے اس مقام تک پہنچ چکے تھے جہاں ان کی عورتیں تھیں لیکن غلطی یہ ہوئی کہ تیر انداز مسلمانوں نے جب کامزوں کی ہزیمت دیکھی تو وہ الغیمة الغلیمة کہتے ہوئے میدان میں چلے آئے اور اس مرکز کو چھوڑ دیا جہاں ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا، ان تیر اندازوں کے امیر حضرت عبداللہ بن جبرینؓ کے رہے مگر انہوں نے خیال نہ کیا مرکز پر صرف عبداللہ بن جبرینؓ اور دوسرے تیر انداز رہ گئے اور باقی چالیس حضرات غیمت جمع کرنے والوں میں جا ملے، حکم نبوی کے خلاف کرنا تھا کہ یکایک لڑائی کا پانسہ لپیٹ گیا اور نفع شکست سے بدل گئی، خالد بن ولید جو اس وقت مشرکوں کے میز پر تھے وہ احد کو خالی دیکھ کر پشت پر سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبرینؓ اپنے ہمراہیوں کے شہید ہو گئے۔

مشرکوں کے اس اچانک اور یکبارگی حملہ سے مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور مشرکین آنحضرتؐ تک پہنچے مسلمانوں کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیرؓ آپ کے قریب تھے۔ انہوں نے کامزوں کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے، چونکہ حضرت مصعب بن عمیرؓ حضور اقدسؐ کے مشابہ تھے اس لئے عبداللہ بن قتیہ نے حضرت مصعبؓ کو شہید کر کے سمجھا کہ میں نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کیا ہے اور اپنے مشرکوں میں جا کر اس نے یہی مشہور بھی کیا چنانچہ اس خبر وحشت اثر سے تمام مسلمانوں میں بے چینی اور اضطراب پھیل گیا۔ سب کے سب بدحواس ہو گئے اور اس بدحواسی میں دوست و دشمن کا بھی امتیاز نہ رہا، اور آپس میں ایک دوسرے پر تلوار چلنے لگی اور حضرت حذیفہؓ کے والد حضرت یمانؓ مسلمانوں کی تلوار سے شہید ہوئے۔

شیر خدا حضرت حمزہؓ کے متعلق خود ان کے قاتل حضرت وحشی کا بیان ہے کہ حضرت حمزہؓ جس طرف جاتے تھے کفار

منتشر ہو جاتے تھے اور جو سامنے پڑتا تھا اس کو حضرت عمرؓ قتل کر دیتے تھے آخر میں جریر بن مطعم کے بعض غلام وحشی نے چھپ کر دور سے نیزہ پھینکا جس سے آپ شہید ہو گئے۔

ابو عامر فاروقی کے لڑکے حضرت حنظلہ بڑے مرتبے کے صحابی ہیں عسیل الملائکہ ان کا لقب ہے احد کے روز ابو سفیان کے مقابلہ میں لڑ رہے تھے اور غالب تھے قریب تھا کہ اس کو قتل کریں لیکن شادا نے یہ دیکھا تو ابو سفیان کی مدد کی اور ان کو قتل کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حضرت حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں ان کے گھر تحقیق کر دو کہ یہ خاص معاملہ ان کے ساتھ کیوں ہے۔ ۹۰ ان کی زوجہ نے کہا کہ جس وقت جہاد کا اعلان ہوا وہ جہنی تھے اور اسی حالت میں وہ چلے گئے تھے حضور نے فرمایا۔

”یہی وجہ ہے۔“

اسی روز کسی کی ضرب سے حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ نکل پڑی لوگ ان کو آنحضرتؐ کے پاس لائے آپ نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھ کو اس کی جگہ پر لگا دیا تو کہتے ہیں کہ وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بہتر حالت میں تھی اور بہت صحت تھی۔ انرض مسلمان ہر طرف سے گھر گئے تھے، ہر طرف زور کی لڑائی ہو رہی تھی۔ مسلمانوں کے اضطراب کا یہ عالم تھا کہ ایک جانب سے حضور اقدسؐ تشریف لائے تو کعب بن مالک نے مغفر کے نیچے سے آپ کی آنکھیں دیکھیں اور پہچان لیا اور سے آواز دی کہ مسلمانو! بشارت ہو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ یہ سن کر ہر طرف سے حجاج کرام آ کر جمع ہو گئے آپ ایک شعب میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ تھے۔ آپ خون نکلنے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے، اٹھ کر بیٹھ گئے اور بیٹھ کر ہی نماز بھی ادا فرمائی، ملعون ابی بن خلف اپنے گھوڑے پر سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی نیت سے وہاں آیا، آنحضرتؐ نے حادثہ بن الصمٹہ سے ایک حربہ لے کر اس کی گردن پر مارا جس سے وہ تھلا گیا مگر دن پر معمولی زخم آیا مگر وہ بھاگا۔ قریش میں جا کر اپنے زخم کی وجہ سے اس نے بہت پریشانی ظاہر کی تو لوگوں نے کہا کہ تمہاری وجہ حالت ہے یہ تو ایک معمولی سی خراش ہے اس سے اتنے پریشان کیوں ہو؟ اس نے کہا کہ تم نہیں جانتے ایک دفعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ ہم تم کو قتل کریں گے اس لئے یہ تو زخم ہے اگر وہ تنوک بھی دیتے تو موت یقینی تھی۔ یہ واقعہ یہ ہے کہ مکہ میں اس ملعون نے ایک گھوڑا پالا تھا جس کا نام خود تھا اس کو چراتا تھا اور کہتا تھا کہ اس پر چڑھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کروں گا۔ حضورؐ کو خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ نیشا ازہ میں اس کو قتل کروں گا اس روز ناسی گھوڑے پر آیا تھا جو یہ واقعہ پیش آیا۔ آخر مکہ کی طرف لوٹتے وقت مقام سرف میں مر گیا۔

بنی عبدالاشہل میں ایک شخص تھے جو امیر مشہور تھے نام عمرو بن ثابت تھا، مسلمانوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آتے تھے مگر اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے تھے، جس روز غزوہ احد ہوا ان کے دل میں خود بخود اسلام کی محبت پیدا ہوئی مسلمان ہوتے، تلوار ہاتھ میں لی اور قتال میں آکر شریک ہو گئے مگر کسی کو خبر نہیں ہوئی۔ جب بنی عبدالاشہل کے لوگ شہیدوں کی لاشیں دیکھ رہے تھے تو ان پر نظر پڑ گئی، استہجانا لوگوں کی زبان سے نکلیا تو امیر میں دیکھا تو کچھ ریش زندگی باقی تھی پوچھا۔ کیسے آئے؟ قومی محبت سے یا اسلام کی رغبت سے؟ انہوں نے کہا میں خدا اور رسول پر ایمان لایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں لڑا اور جہاں اب ہے دیکھتے ہو اس وقت ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ امیرؓ نے ایک وقت کی نماز بھی قطعاً نہیں پڑھی مگر حضورؐ نے ان کے جہنی ہونے کی بشارت دی۔

دینے میں ایک شخص قرآن تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یہ جہنی ہے لیکن غزوہ احد کے روز اس نے کفار کا مقابلہ بڑی بہادری سے کیا۔ اس نے تہاسات آٹھ مشرکوں کو قتل کیا۔ صحابہ اس کی بہادری سے بہت خوش ہوئے۔ زخمی ہونے پر لوگ وار ہی ظفر میں اس کو لے گئے اور اس سے دریافت کیا کہ اے قرمان ہم تجھ کو بشارت دیتے ہیں آج تو نے بڑا کام کیا ہے۔ قرمان بولا بشارت کیسی ہے اور کس چیز کی ہے ہم تو صرف قوی جنت میں لٹے ہیں یہ نہ ہوتا تو ہم ہرگز نہ لڑتے، اس کے بعد جب زخم کی تکلیف اس کو زیادہ ہوئی تو اس نے خودکشی کر لی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ہند بنت عقبہ اور اس کے ساتھ کی عورتوں نے شہدار احمد کو مثل کیا ان کے کان اور ناک کاٹے اور ہار بنایا حضرت حمزہ کا بیٹ چاک کر کے ان کا جگر نکال کر چھایا اور فریاد اٹھا پرٹھے۔

اس کے بعد ابوسفیان جبل احد پر چڑھا اور مسلمانوں کو خطاب کر کے کہا کہ یہ غزوہ بدر کا برابر بدلہ ہے، آج اہل غالب ہوا آنحضرت کے حکم سے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اللہ غالب ہے اور وہی بزرگ و برتر ہے۔ اور برابر ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ ہمارے مقبول جنت میں ہیں اور تمہارے جہنم میں۔

ابوسفیان نے جب حضرت عمرؓ کو دیکھا تو پوچھا کہ اے عمر کیا یہ سچ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا "بخدا نہیں وہ تو تمہارا کلام سن رہے ہیں ابوسفیان نے کہا کہ ابن قیہ کہتا ہے کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا مگر ہم تم کو اس سے زیادہ پچا سمجھتے ہیں، پھر ابوسفیان نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارے مقتولوں میں کچھ لوگ شہدہ کر دیئے گئے ہیں ہم کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ اس سے ہم راضی ہوئے نہ ناراض نہ ہم نے کسی کو ایسا کرنے کو کہا نہ منع کیا، اس کے بعد کفار روانہ ہو گئے۔ مگر ابوسفیان کہتا گیا کہ اب ہمارا جہاد مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو حکم دیا کہ کہہ دیں نعم ہو بیننا و بینکم موعدا انشاء اللہ! ہاں ہمارا اور تمہارا یہ وعدہ ہے انشاء اللہ۔

مشرکین کی واپسی کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی نعش مبارک دیکھی تو آپ کو عظیم صدمہ ہوا۔ تمام شہدار کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کو وہیں دفن کیا ایک ایک قبر میں دو دو تین شہدار دفن کئے گئے بعض اصحاب بعض شہدار کی نعش کو دیر لے گئے مگر بعد میں آپ نے فرمایا کہ شہدار کو ان کے قتل ہی میں دفن کرو۔

اس غزوہ میں صادق الایمان اور منافق اچھی طرح پہچان لئے گئے۔ اس غزوہ میں صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کی ادنیٰ مخالفت بھی کیسے کیسے مصائب کا باعث ہو سکتی ہے۔

وقول اللہ تعالیٰ "واذ غدوت من اهلک تبوی المؤمنین مقاعد للقتال واللہ سامیعٌ علیم وقولہ جل ذکرہ "ولا تہنؤوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ان یمسکم قرع فقد مس القور قرعٌ مثلہ وتلك الایام نداد ولہا بین الناس ولیعلم اللہ الذین امنو ینتخذ منکم شہداء واللہ لا یحب الظالمین ولیخص اللہ الذین امنوا ویمیق الکفرین ام حسبکم ان تدخلوا الجنة ولما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم ولیعلم الصابریں ولقد کنتم تمون الموت من قبل ان تلقوا تقدرا یتمولوا وانتم تنظرون" وقولہ ولقد صدق اللہ وعدہ لا اذ تمسوتہم تستاصلونہم قتلا باذنه حتی اذا فشیتم وفتنا عنکم فی الامر وعصیتہم من بعد

ما اراکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرة ثم صرّفکم عنهم لیبترکتکم ولتقل عفا عنکم واللہ ذو فضل علی المؤمنین ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔ الایة

سورہ آل عمران

فائدہ :- دوقول الشربا بحر عطا علی قولہ غزوة احد۔ واخذنا وقت تقدیرہ اذ کربا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ارشاد الہی :-
ترجمہ :- اور اس وقت کو یاد کیجئے جب کہ آپ صبح کو اپنے گھر (مدینہ) سے نکلے بٹھلا رہے تھے دجا رہے تھے، مسلمانوں کو جنگ کے مقامات دموچوں پر اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں۔

اور نزول ذکرہ کا ارشاد :- اور بہت مدت ہارو اور نہ غم کرو، غالب تم ہی رہو گے، اگر تم پورے مومن رہے اگر تم کو زخم پہنچ جائے دجیسا کہ جنگ احد میں ہوا، تو اس قوم کو بھی پہنچ چکا ہے ایسا ہی زخم دینی گدشتہ سال بد میں ایسا ہی صدمہ ٹھا پکے ہیں اس لئے گھبرانے کی بات نہیں، اور ان ایام کو ہم ازلتے بدلتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان، اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے ایمان والوں کو اور تم میں سے بعض کو شہید بنانا تھا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتے، اور تاکہ اللہ تعالیٰ میل کھیل سے مٹا کر دے ایمان والوں کو اور کافروں کو مٹا دے، کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں جا داخل ہو گے حالانکہ جنوز اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانا ہی نہیں دیا ہی طور پر، جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو اور زندان کو جانا جو ثابت قدم رہنے والے ہوں اور تم تو مرنے دینی شہادت، کی تباہ کر رہے تھے، موت کے سامنے آنے سے پہلے سے سو اس کو اب تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

فائدہ :- چونکہ اس غزوہ میں ستر یا پچتر صحابہ شہید ہو گئے اس کے علاوہ زخمی اس لئے صحابہ کو بہت رنج و غم پہنچا تو حق تعالیٰ نے لا تقنوا ولا تحزنوا سے تسلی دی اور مسلمانوں کی ہزیمت و شکست کے اسباب و علل، اسرار و حکم کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر اس سال سزہ میں تم کو دکھ پہنچا ہے تو کبیدہ خاطر ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ گدشتہ سال قوم کفار کو تمہارے ہاتھوں اسی طرح کا دکھ پہنچ چکا ہے۔ بلکہ الایام نداد لہا میں ان اس، حکم کہ ایک سی نہیں رہتی روش زمانے کی۔

دوسری حکمت :- ولیعابم اللہ الذین امنوا، الخ تاکہ بکے مومن اور بکے کافر اور جوڑے اور سچے کا امتیاز ہو جائے تیسری حکمت :- تاکہ مخلصین و شامقین شہادت کو شہادت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز کیا جائے۔
چوتھی حکمت :- شہادت کی بدولت گناہوں سے پاک و صاف کرنا وغیرہ۔

وقولہ "ولقد صدقکم اللہ وعدہ لا اذ تحتونہم الخ۔"

اور ارشاد الہی :- اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تو تم سے اپنے وعدے (نصرت) کو سچا کر دکھلایا تھا جس وقت کہ تم ان کافروں کو قتل کر رہے تھے دینی ان کو قتل کے ذریعہ جڑ سے اکھاڑ رہے تھے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم خود ہی درائے میں کمزور ہو گئے اس طرح کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبرئیل کے ساتھ تیر اندازوں کو چوڑ پر بچے رہنے کی تاکید فرمائی تھی بعضوں نے غلط فہمی سے خلاف دینی کی اور چوڑ چھوڑ دیا، اور باہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں اختلاف کرنے لگے وکے بعض تو اسی حکم پر ثابت رہے اور بعضوں نے اجتہاد سے غلطی کی، اور نافرمانی کی۔ بعد اس کے کہ اللہ نے دکھایا تھا جو کچھ تم چاہتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کفار دیر غالب آنے، سے ہٹا لیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔ اور اللہ نے بلاشبہ تم سے درگزر کی اور اللہ ایمان والوں کے حق میں بڑا فضل والا ہے۔

اور آیت کریمہ لا تحسبن الذین اٰلحا اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ مت خیال کرو۔ الآیۃ فائدہ:- روایت ہے کہ اس آیت میں وعدے سے مراد آنحضرت کا حکم تیر اندازوں سے ہے کہ تم اپنے مورچہ کو مت چھوڑنا تم غالب ہو گے جیسا کہ روایت آ رہی ہے بحث ہوگی انشاء اللہ۔

پہری نے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے تیر اندازوں سے فرمایا کہ جب تک تم اپنی جگہ پر ثابت رہے غالب رہے اور مسلمانوں نے کافروں کو شکست دی پھر تیر اندازوں میں سے چالیس نے مورچہ چھوڑ کر غنیمت لوٹنے میں مجاہدوں کے ساتھ مشغول ہو گئے تو حضرت خالد نے جو اس وقت کافروں کے سواروں میں تھے حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ اصحاب رسول میں سے کوئی بھی طالب دنیا ہو گا یہاں تک کہ غزوہ اُحُد میں یہ آیت نازل ہوئی **مَنْ يَسْتَفِئِدِ الْعَيْنَا** الخ۔

ادریہ جوارشا و باری تعالیٰ ہے کہ شہدار کو مردہ مت سمجھو۔ مسلم شریف میں مسروق سے روایت ہے کہ ہم نے عبد اللہ بن مسعود سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو ہم سے فرمایا گیا کہ جب تمہارے بھائی احد کے روز شہید ہوئے تو حق تعالیٰ نے ان کی رو میں ہنر پرندوں کے پوٹوں میں ڈالیں اور وہ بہشت کے میوے کھاتے ہیں۔

۸۴۔ **حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى قَالَ اخْبَرَنَا عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ هَذَا جَبْرِئِيلُ اخَذَ بُرَّاسِي فَرَسِي عَلَيْهِ اِدَا لَا الْخُرُوبِ**

ترجمہ:- حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے روز فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں جو گھوڑے کی لگام تھامے ہیں اور اس پر جنگ کے ہتھیار ہیں۔

یہ روایت جنگ بدر میں منقولہ ۵۰ پر گذر چکی ہے۔ حدیث ۳۳۳ ملاحظہ فرمائیے۔

تشریحات

حافظ مستقانی فرماتے ہیں کہ انصواب استقامت کا کافی الحاشیہ۔ اور مشہور عند الحاشیہ میں بھی یہی ہے کہ اس کا تعلق غزوہ بدر سے ہے جیسا کہ علامہ عینی فرماتے ہیں "لولا حدیث غیر واقع فی محلہ صا۔ الخ۔"

۸۵۔ **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ اخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ قَالَ اخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَبِيْبَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ قَتْلِي اُحُدٍ بَعْدَ ثَنَائِي سَنِيْنَ كَالْمَوْءِجِ لِلْاِحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَتِ الْمَنْبَرُ فَقَالَ اِنِّي بَيْنَ اَيْدِيكُمْ فَرَطٌ وَاَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ وَاَنْ مَوْءِدُكُمْ الْخَوْضُ وَاِنِّي لَا نَظُرُ الْيَدِ مِنْ مَقَامِي هَذَا وَاِنِّي لَسْتُ اَخْشَى عَلَيْكُمْ اَنْ تَشْرُكُوا وَكَفَى اَخْشَى عَلَيْكُمْ اَلدِّيَانِ اَنْ تَنَافَسُوْهَا قَالَ فَكَانَتْ اَخْرَجَتْ نَظْرًا نَظَرْتُهَا اِنِّي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**

ترجمہ:- حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے شہیدوں پر آٹھ برس کے بعد نماز پڑھی یعنی آپ نے وفات سے پہلے غزوہ احد کے شہیدوں کے لئے دعا فرمائی، اس طرح جیسے آپ زندوں اور مردوں کو دعا کر رہے ہوں۔ اس کے بعد آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا میں تمہارے آگے پیش خیمہ ہوں یعنی میرا آخرت کا سفر قریب ہے یعنی تمہاری مغفرت کا سامان درست کرنے کے لئے آگے جانا ہوں، اور میں تم پر گواہ رہوں گا یعنی تمہاری قیامت

میں اور بلاشبہ تمہارے وعدے کا مقام خوش ہے دینی تم لوگ مجھ سے حوزن کو تیر طاقات کرو گے، اور بے شک میں اپنی اس جگہ سے حوزن کو ترک کر دیکھ رہا ہوں اور بلاشبہ مجھ کو تم پر اس کا خوف و خطرہ نہیں ہے کہ تم شرک کرو گے لیکن میں درتا ہوں تمہارے بارے میں دنیا سے کرم دنیا سے رغبت کرنے کو (دینی نہیں لاپرواہی میں نہ پڑ جاؤ) عقبہ کا بیان ہے کہ یہ آخری دیدہ تھی جس سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

مطابق تہذیب للترجمہ ظاہر ہے کیونکہ شہدار احد کے لئے دعا ہے۔

تشریحات

زندوں کا دواغ تو ظاہر ہے چونکہ سیاق سے ظاہر ہے کہ آپ کی اخیر زندگی کا واقعہ ہے، رہا مردوں کا دواغ سو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات مبارکہ میں تبرستان کی زیارت فرمائے اور مردوں کے لئے دعا فرماتے تو اب چونکہ یہ زیارت بند ہو رہی ہے اس کو صحابہ نے دواغ سے تعبیر کیا کہ اب نہیں۔
باقی تفصیل کے لئے کتاب انجماؤں دیکھیے: مرالمحدث صفحہ ۱۶۱۔

۸۶ - حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ عن اسرائیل بن ابی اسحاق عن البواء قال لقینا المشرکین یومئذ فاجلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم جیشا من الرماة وامر علیہم عبد اللہ وقال لا تبرحوا ان مایا تمونا ظہرنا علیہم فلا تبرحوا وان مایا تموم ظہروا علینا فلا تعینونا فلما لقینا ہرکبوا حتی رأیت النساء یشدن دن فی الجبل رفعن عن سوقہن قد بدت خلخلہن فاخذوا یقولسون الغنیمة الغنیمة فقال عبد اللہ علیہ السلام ان لا تبرحوا فابوا فلما ابوا صرف وجوہہم فأصیب سبعین قتیلا واشرف ابوسفیان فقال انی القوم محمد فقال لا تجیبوا فقال انی القوم ابن ابی مخنف قال لا تجیبوا فقال انی القوم ابن الخطاب فقال ان ہولاء قتیلوا فلو كانوا اھیاء لاجابوا فلم یملک عمر نفسه فقال کذبت یا عدو اللہ ابقی اللہ لک ما یغزیک قال ابوسفیان اعل ہبل فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجیبوا فالوا ما نقول قال تولوا اللہ اعلیٰ واجل قال ابوسفیان لنا العزیز ولا عزیز لکم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجیبوا قالوا ہا نقول قال تولوا اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم قال ابوسفیان یومہ یومہ جدہا والحرب سجال وتجدون مثلہ ثم امروہم لتسوی۔

ترجمہ :- حضرت برابر بن عازب کا بیان ہے کہ ہم اس دن مشرکوں سے ملے (یعنی جنگ احد کے موقع پر جب مشرکوں سے مقابلہ کے لئے پہنچے) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کا ایک لشکر پہاڑ پر بیٹھایا اور عبد اللہ کو امیر مقرر کر دیا اور فرمایا حکم دیا کہ تم لوگ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اور اگر تم دیکھ لو کہ وہ کفار ہم پر غالب آگئے ہیں تو ہمیں تم لوگ ہماری مدد کے لئے نہ آنا ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ ہم کو جانور ایک نے ہا میں تو بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا جب تک ہم بلا نہ بھیجیں، ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت نے ان تیر اندازوں کو ایک جگہ متعین کر کے فرمایا کہ تم ہماری پشت کی طرف نگاہ کر لو کہ دشمن پیچھے نہ آئیں، پھر جب ہم ملے دین کا فزوں سے مدد بھیجی ہوئی، تو وہ بھاگے (یعنی ان کی شکست ہو گئی اور ان میں بے گداز پڑ گئی) یہاں تک کہ میں نے عورتوں کو دیکھا جو ان کی ہمیشہ بڑھانے کے لئے آئی تھیں، کہ پہاڑ میں شدت سے دوڑی جا رہی ہیں پسندیلوں سے اوپر کپڑے اٹھائے ہوئے کہ جس سے ان کی پاؤں میں دکھائی دے رہی تھیں تو تیر انداز کہنے لگے۔

الغنیمة الغنیمة غنیمت لو غنیمت لو، تو حضرت عبداللہ بن جبر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تاکید فرمائی ہے کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا، اس لئے تم لوگ مال غنیمت لوٹنے نہ جاؤ، لیکن ان کے ساتھیوں نے نہیں مانا، سو جب ساتھیوں نے نہ مانا تو ان کے چہرے پھیر دیئے گئے، یعنی شکست ہو گئی، اور ستر مسلمان شہید ہو گئے، اور ابوسفیان پہاڑ پر چڑھا اور بولا، کیا قوم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ہیں؟ دیکھو کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اس کا جواب مت دو، پھر ابوسفیان نے آواز دی، کیا قوم میں ابی قحافة یعنی حضرت ابو بکر زندہ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اس کا جواب مت دو، پھر ابوسفیان نے آواز دی۔ کیا قوم میں ابن خطاب عرفہ روق زندہ ہیں؟ پھر ابوسفیان نے کہا کہ یہ سب قتل کر دیئے گئے، اگر یہ لوگ زندہ ہوتے تو جواب ضرور دیتے۔ اس پر عرفہ روق اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے اور فرمایا، اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے، اللہ نے تہیں رسوا اور ذلیل کرنے کے لئے انہیں باقی رکھا ہے۔ ابوسفیان نے کہا، بلند ہوا سے ہل دہل ایک بت کا نام ہے آج کل کے مشرکوں کی زبان میں ترجمہ ہوگا، ہل کی بے ہو، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کا جواب دو، صحابہ نے عرض کیا، ہم کیا جواب دیں؟ ارشاد فرمایا۔ کہو اللہ سب سے بلند و بزرگ تر ہے، ابوسفیان نے کہا، ہمارے واسطے عرتی ہے، یعنی ہمارا مددگار عرتی بت ہے، اور تمہارے لئے عرتی نہیں ہے، تمہارا مددگار عرتی نہیں ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، اس کا جواب دو۔ صحابہ نے عرض کیا، ہم کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا، کہو اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارے لئے کوئی مددگار نہیں ہے، ابوسفیان نے کہا، آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی مثل ڈول ہے، دیکھی تمہارے ہاتھ اور کبھی تمہارے ہاتھ، کبھی ہماری فتح اور کبھی تمہاری فتح، اور تم اپنے مقتولین میں مثلہ پاؤ گے، میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ میں نے اس حرکت کو برا جانا۔

مرآۃ الحدیث صفحہ ۴۲۶

تشریحات

یہ جو روایت میں ہے الغنیمة الغنیمة، تو ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن جبر کے تیر اندازوں نے کہا، مسلمانوں کا غلبہ ہو گیا اب کیا انتظار ہے؟ اس پر حضرت عبداللہ نے کہا تم آنحضرتؐ کا حکم بھول گئے، لیکن تیر انداز لشکروں نے نہیں مانا اور انکر غنیمت میں مشغول ہو گئے۔

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ جب کافروں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنا شروع کیا تو تیر انداز لشکر بھی آکر شریک ہو گئے اور مسلمانوں کی صفیں باہم مل گئیں سو جب تیر اندازوں کا ناکہ خالی ہو گیا تو کافروں کا لشکر اس ناکہ پر آپہنچا، جہاں مسلمانوں کے تیر انداز لشکر تھے اور مسلمانوں کو غنیمت کرنے لگے جس کی وجہ سے مسلمانوں کی شکست ہو گئی اور مسلمانوں میں بھگدڑ پڑ گئی، آنحضرتؐ اور تقریباً بارہ اصحاب آنحضرتؐ کے پاس رہے شیطان نے آواز لگا دی کہ محمد (ص) مارے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ بعض اصحاب بھاگ کر مدینے چلے گئے اور بعض پہاڑ پر چڑھ گئے۔ آنحضرتؐ اپنی جگہ ثابت قدم رہے سو موقع خالی دیکھ کر ابن قتیہ نے اپنے آپ کو پتھر مارا اور دندان مبارک شہید کر دیا۔ چہرہ مبارک خون آلود ہو گیا جیسا کہ روایت آ رہی ہے۔ اور یہ جو ابوسفیان کا قول گذرا کہ تم اپنے مقتولین میں مثلہ کیا ہوا پاؤ گے تو ابی اسحاق نے روایت کی ہے کہ ابوسفیان کی عورت ہند نے اپنے ساتھ چند کافرہ عورتوں کو لے کر میدان پہنچی اور شہیدوں کے کان ناک کاٹے۔ یہاں تک کہ ایک ہل بنایا اور حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کر کے جگر نکالا اور اس کو چبانے لگی اور جب نکل نہ سکی تو پھینک دیا۔

یہ اس حدیث کے بے شمار فوائد مسائل نظر آئے مثلاً شیخین کا مقام و مرتبہ جیسا کہ ابوسفیان نے آنحضرتؐ کے بعد ان دو بزرگوں کا ذکر خاص کیا اور دوسروں کی طرف توجہ نہیں کی کہ کون زندہ ہے اور کون مر گیا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ جامع میں اگر کچھ لوگ از کتاب جرم کریں گے تو مصیبت سب کو عام ہو سکتی ہے وغیرہ۔

مرالحديث صفحه ۲۲۶

۸۷۔ اخبار فی عبد اللہ بن محمد قال حد ثنا سفیان عن عمیر بن عبد الوہاب قال اصطحبنا الفخیر یومہ احد فناسنا ثم قتلوا شهداء۔

ترجمہ:- حضرت جابر سے روایت ہے کہ غزوہ احد کے روز کچھ لوگوں نے بیچ کو شراب نوشی کی اور اس وقت تک شراب حرام نہیں تھی، پھر مقتول ہونے سے شہید ہو کر رضی اللہ عنہم۔
فائدہ:- اس سے معلوم ہوا کہ شراب کی حرمت غزوہ احد کے بعد ہوئی۔

۸۸۔ حد ثنا عبد ان قال حد ثنا عبد اللہ اخبارنا شعبۃ عن سعد بن ابراہیم عن ابيه ابراہیم ان عبد الرحمن بن عوف اتى بطعام وكان صاحبنا فقال قتل مصعب بن عمير وهو خير مني كقن في برد وان غطيت راسه بدت رجلا وان غطيت رجلي لا بد اما اسه واما اقال وقتل حمزة وهو خير مني ثم بسط لنا من الدنيا ما بسط وقال اعطينا من الدنيا ما اعطينا وقد خشينا ان تكون حسنا فاعجلت لنا ثم جعل يبكي حتى ترك الطعام۔

ترجمہ:- ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کے پاس کھانا لایا گیا اور افطار کے وقت اور آپ روزہ دار تھے تو آپ نے فرمایا "مصعب بن عمیر جنگ احد میں شہید ہو گئے اور وہ مجھ سے افضل و بہتر تھے ایک چادر میں کفنائے گئے کہ اگر ان کا سر چھپایا جاتا تو ان کے پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر ان کے پاؤں چھپائے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا اور میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت حمزہؓ داسی غز و سے میں شہید کئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ پھر ہم کو دنیا کی وسعت اور کشادگی دی گئی جو وسعت دی گئی زمین تم دیکھ رہے ہو، یا آپ نے فرمایا "ہمیں دنیا دی گئی جو دی گئی اور میں تو اس کا خوف ہے کہ یہی ساری نیکیوں کا بدلہ ہو جو اس دنیا میں جلد دیا جا رہا ہے۔ پھر آپ رونے لگے یہاں تک کہ کھانا بھی تناول نہ کر سکے۔

مطالعتہ للترجمہ قتل مصعب بن عمیر و قتل حمزہؓ مرالحديث صفحه ۱۷۰

حضرت مصعب بن عمیر جلیل القدر صحابی ہیں وکان من السابقین الی الاسلام والی الجبرۃ۔

تشریحات

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر کو ابن قتیہ نے احد کے روز شہید کیا تھا اس خیال سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اسی خیال کے پیش نظر اس نے شوہر بھی چھپایا کہ میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا ہے۔
۲۰ حضرت عبدالرحمن بن عوف کا یہ فرمانا "ہو خیر منی" معنی اظہار تواضع اور انکساری کے طور پر تھا کیونکہ حضرت عبدالرحمن عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ (فتح)

اس حدیث کے پیش نظر ابن بطال نے فرمایا کہ صلحاء کرام کی سیرتوں کا بیان کرنا ثابت ہوتا ہے اور بلا شہرہ مفید ہے واللہ اعلم۔
۸۹۔ حد ثنا عبد اللہ بن محمد قال حد ثنا سفیان عن عمرو سمع جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومہ احد اما ایبت ان قتلت فاین انا قال فی الجنة فالقی ثمرات فی ید لاشم قائم حتی قتل۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ ایک شخص (صحابی) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ احد کے روز دریافت کیا کہ بتلائیے تو کہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: "بہشت میں" تو انہوں نے ان کھجوروں کو پھینک دیا جو ان کے ہاتھ میں تھیں پھر لڑنے لگے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

تشریحات صاحب تلویح اور صاحب توضیح وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ سوال کرنے والے صحابی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم الحار و تحیف الیمم، انصاری تھے اور صحابہ میں ان کے علاوہ اس نام کے اور کوئی نہیں تھے۔

انس بن مالک کی ایک روایت میں تصریح ہے کہ حضرت عمر کا یہ سوال بدر میں ہوا تھا اور اس میں صاف ہے کہ جنگ احد کا واقعہ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ دراصل دونوں روایتوں میں دو اشخاص کا الگ الگ واقعہ ہے، ظاہر انہما تقیتان و تقاریر طین و ہذا هو العوَاب (عمدة القاری)

۹. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عُبَابِ بْنِ قَالٍ هَاجِرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَعِي وَجْهَ اللَّهِ فَوَجِبَ اجْرُنَا عَلَى اللَّهِ وَمَنَّا مِنْ مَضِيٍّ أَوْ ذَهَبٍ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ اجْرٍ لَا نَشِيئًا كَانَ مِنْهُمْ مَصْعَبُ بْنُ عَمِيرٍ قَتَلَ يَوْمَ اِحْدٍ لَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمْرًا لَا كِتَابًا إِذْ غَطَيْنَا بِهِمَا سَهْمًا نَحْرُجَتِ سَهْمًا جَلَا وَأَذَا غَطِي بِهِمَا جَلَا فَخَرَجَ رَاسَهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُوا بِهِمَا سَهْمًا وَاجْعَلُوا عَلَيَّ رَجُلًا مِنَ الْإِذْخِرِ وَقَالَ الْقَوَاعِلِيُّ رَجُلًا مِنَ الْإِذْخِرِ وَمَنَّا مَنْ قَدْ آيَنَعَتْ لَهُ شَرِيئَةٌ فَهَوِيَ بِهَا نَبْهًا.

ترجمہ: حضرت عباب بن قالیہ (ابن الارث) سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ ہمارا مقصد اللہ کی خوشخودی تھا سو ہمارا اجر و ثواب اللہ کے ذمہ تھا پھر ہم میں سے بعض حضرات وہ تھے جو گزر گئے یا چلے گئے دشمنی راوی، یعنی وفات پا گئے جیسا کہ بعض روایات میں مات ہے، اور اپنے اجر و ثواب میں سے کچھ نہیں کھایا یا یعنی اس دنیا میں مال غنیمت وغیرہ میں سے کچھ نہیں کھایا یا ان ہی میں سے مصعب بن عمیر تھے جو غزوہ احد میں شہید ہو گئے، آپ نے ایک دھاری دار چادر کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا اور اسی چادر میں آپ کفنائے گئے، جب ہم لوگ اس سے ان کے سر کو ڈھانکتے تھے تو ان کے پاؤں کھل جاتے، اور جب ان کے پاؤں اس چادر سے ڈھانکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چادر سے ان کے سر کو ڈھانک دو اور پاؤں پر از غر گھاس ڈال دو یا آپ نے بجائے اجعلوا کے القواعل علی راجلہ من الاذخر فرمایا۔ اور ہم میں سے بعض وہ ہیں کہ ان کے لئے ان کا پھل پک چکا ہے چنانچہ وہ اس کو چنتے ہیں یعنی اس دنیا کے مال سے نفع اندوز ہوئے ہیں،

مطابقت بالترجمہ: "كان منهم مصعب بن عمير قتل يوم احد"

تشریحات و مرالحی بیہنی البخاری صفحہ ۱۱۰ ایضاً بیہنی ابن کعبہ صفحہ ۵۱ نیز کتاب المغازی میں دو جگہ صفحہ ۵۹، ۵۸، ۵۷ کتاب المغازی کی دونوں روایتوں میں نبتعی وجہ اللہ ہے لیکن جلد اول صفحہ ۵۱ پر نوید وجہ اللہ ہے۔ معنی میں کوئی فرق نہ ہوگا اور یہ جلد محل نصب میں ہے، نابہر حال کے۔

موقعہ اجرونا علی اللہ الخ۔ حق تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں مگر حق تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے وعدہ فرما کر۔ آینعت از نفع یفتح اور از افعال پھل کا پختہ ہونا، پک جانا۔ یہاں بہا از ضرب پھل ٹوٹنا، پھل کا ٹٹنا، علامہ عینی نے

کھائے کہ یہ دہشت کے وال کو کسرہ اور ضمہ دونوں درست ہیں۔

مسئلہ :- ابن بطلان نے کہلے کہ کھن کی تنگی پر سر ڈھا لگنا چاہئے بہ نسبت پاؤں کے اس لئے کہ سر افضل ہے۔

۹۱۔ اخبرنا حسان بن حسان قال حدثنا محمد بن طلحة قال حدثنا حميد عن انس ان
عنه غاب عن بدر بن فقال غبت عن اول قتال النبي صلى الله عليه وسلم لئن اشهدني الله
مع النبي صلى الله عليه وسلم ليرمين الله ما اجد فلقى يوم اُحُد فهدمه الناس فقال اللهم
اني اعدت ابيك وما صنع هؤلاء يعنى المسامين وابرا ابيك متباهاء به المشركون فقتله
بسيفه فلقى سعد بن معاذ فقال اين يا سعد انى اجد مسيح الجنية دون اُحُد فمضى فقتل
فما عرفت حتى عرفت اخته بشامة ابيها ناله نيه بضعه وثمانون من طعنة وضربة و
رمية بسهم

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ان کے چچا انس بن نضر، بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے
تھے تو اس نے کہا (انسوس) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے چچا میں غیر حاضر رہا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ حاضر کیا تو اللہ تعالیٰ نے دیکھیں گے جو میں کو شمش کر دوں گا (یعنی کس نے جگر سے لڑو گا) سو وہ انس بن نضر احد
کے دن طے یعنی کافروں سے پھر لوگوں میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو اس نے کہا "اے اللہ میں آپ کے سامنے معذرت خواہ
ہوں اس چیز سے جو انہوں نے کی یہی مسلمانوں نے دینی مسلمانوں نے بھاگ کر جو حرکت کی اس سے ہذر پیش کرتا ہوں۔ یہ
حضرت انس بن نضر کی طرف سے سفارشی کلمات ہیں اپنے اصحاب کے لئے، اور پیراری ظاہر کرتا ہوں تیرے حضور اس چیز
سے کہ جس کو شریک لائے، پھر اپنی تلوار نے کمر آگے بڑھے، پس سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ان سے کہا "اے
سعد کہاں جا رہے ہو، میں تو احد کے پاس جنت کی خوشبو چاہا ہوں پھر آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔ آپ نہیں پہچانے گئے
دینی آپ کی لاش پہچانی نہیں جا رہی تھی کثرت زخم کی وجہ سے، یہاں تک کہ آپ کی بہن نے ایک تل سے یا انگلی کے ذریعہ پہچانا
ان پر نیزے، تلوار اور تیر کے زخم اسی سے زیادہ تھے۔
مطابقتہ للترجمہ ظاہرہ۔

و مر الحدیث فی الجہاد صفحہ ۳۹۳۔

معانی الفاظ :- اول قتال رخ سے مراد اول قتالات العظیمہ ہے اس لئے کہ بعض عرواوت اس سے پہلے ہو
چکے تھے البتہ قتل و خون کی لڑائی کے لحاظ سے جنگ بدر اول وغزوہ ہے۔

لیروینج اللہ سارے عرواوت مفتوح ہیں اور نون مشدوہ ہے لام تاکید بانوں تاکید ثقید ہے اور لفظ اللہ قائل ہے
ما اجد فتح اجزہ و کسر بعیم و تشدید اللال کسی کام میں انتہائی کوشش کرنا، بانڈ کرنا۔
انی اجد رمی الجحمت حضرت انس بن نضر کا یہ قول کہ میں جنت کی خوشبو چاہا ہوں " بعض حضرات نے اس
کو مجاز پر محمول کیا ہے کہ ایک خاص قسم کی خوشبو محسوس کی جس کو جنت کی خوشبو سے تعبیر فرمایا اپنی شہادت پر جنت کا
نصیب فرمایا اور شہیدوں کے لئے جو بشارتیں منقول ہیں اس پر یقین کی بنا پر جنت کی خوشبو محسوس کی۔ لیکن بہتر اور انسب
ہے کہ حقیقت پر محمول کیا جائیسا کہ ابن بطلان وغیرہ نے محمول کیا ہے اس لئے کہ احادیث کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے کہ مومن

صالح کو موت کے وقت فرشتے رضاباری تعالیٰ کی خوشخبری سناتے ہیں ابن ماجہ کی روایت عن ابی ہریرۃ المیت تمحض
الملائکۃ فاذا کان الرجل صالحاً قالوا اخرجہا یتلھا النفس الطیبۃ والبشر بروح وریحان۔
الحديث۔ تفصیل کے لئے دیکھئے لایع الدراری ثالث صفحہ ۱۳۔

فائدہ:- اس حدیث سے حضرت انس بن نضرؓ کی بہادری و ولادری ثابت ہوتی ہے کیونکہ حضرت سعد بن معاذؓ موجود
ہوتے ہوئے آگے نہ بڑھ سکے جس طرح حضرت انس بن نضرؓ تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ مشرکوں نے ان کے کان اور ناک
کاٹ ڈالے تھے، حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ کنا نطق ان ہذا لا الایۃ الخ یعنی آیت مبارکہ من
المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ الآیۃ، حضرت انس بن نضرؓ وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
بخاری صفحہ ۳۹۳۔

۹۲۔ حدثنا موسیٰ بن اسمعیل قال حدثنا ابراہیم بن سعد قال حدثنا ابن شہاب قال
اخبرنی عاربہ بن زید بن ثابت انہ سمع زید بن ثابت یقول لقد ت آیتہ من الاحزاب
حين ناسخنا المصحف کنت اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ بها فالتسناها فوجدنا
ھامۃ خزیمۃ بن ثابت الانصاری "من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ فہنھم
من قضیٰ عنھم و منھم من ینتظر" فالتسناھا فی سورۃ تھانی المصاحف۔

ترجمہ:- زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ مجھے سورہ احزاب کی ایک آیت نہیں ملی (یعنی نکھی ہوئی نہیں پائی) جس
وقت ہم قرآن کھنے لگے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، میں سنتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ اس
آیت کو پڑھتے تھے سو ہم نے اس آیت کو تلاش کیا تو ہم نے اس آیت کو خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کے پاس پایا (آیت یہ تھی)

من المومنین رجال صدقوا ما	ایمان والوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے
عاهدوا اللہ علیہ فہنھم من قضیٰ	جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے
عنھم و منھم من ینتظر (احزاب)	پھر ان میں سے بعضے وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر

چکے اور بعضے ان میں مشتاق ہیں۔

پھر ہم نے اس آیت کو اس کی سورت میں قرآن شریف میں لائق کر دیا (یعنی نکھی کیا)

تشریحات | ترجمہ الباب سے مطابقت یہ ہے کہ اس آیت کریمہ منھم من قضیٰ عنھم میں سے حضرت
انس بن نضرؓ ہیں جن کا ذکر حدیث سابقہ میں گذرا، اور حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ
یہ آیت حضرت انس بن نضرؓ اور ان کے رفقاء کے بارے میں نازل ہوئی جو غزوہ احد میں شہید ہوئے رضی اللہ عنھم اجمعین
مراحدیث صفحہ ۳۹۳۔

فالتسناھا ای طلبناھا۔ خزیمۃ بضم الخاء الجعومہ و فتح الزار۔ ما عاهدوا اللہ المعاہدۃ کانت
لیئۃ العقبۃ علی الاسلام والفرۃ۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ | شبہ یہ ہوتا ہے کہ قرآنی آیات کے لئے تو اتر شرط ہے پھر خبر واحد سے حضرت
زید بن ثابتؓ نے کس طرح جز قرآن کر دیا؟

جواب :- آیت کریمہ حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس تو اتاری ہی سے ثابت تھی جیسا کہ لفظ "فقدت" دال ہے کہ ایک آیت نہیں ملی جس کو آنحضرتؐ سے میں بارہا سننا رہا۔

تو معلوم ہوا کہ صرف ان کو مکتوب کی تلاش تھی آیت قرآنی میں تو شبہ تھا ہی نہیں۔

۹۳۔ حدثنا ابو الولید قال حدثنا شعبۃ عن عدی بن ثابت سمعت عبد اللہ بن یزید یحدث عن زید بن ثابت قال لما خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی اُحد سجعاً فاسنّ من نحرہ معہ وكان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرقتین فرقتہ نقول نقاتلہم وفرقتہ تقول لا نقاتلہم فنزلت مناکم فی المنافقین فنتین واللہ امرکم بما کسبوا" وقال انہا طیبۃ تنفی الذنوب کما تنفی النائم خبث الفیضۃ۔

ترجمہ :- حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد کے لئے نکلے تو کچھ لوگ واپس لوٹ گئے آپ کے ساتھ نکلنے والوں میں سے یعنی عبداللہ بن ابی ریس المنافقین اور اس کے ساتھی تین سو کے قریب بہانہ بنا کر واپس ہو گئے، اصحاب اکرمؐ کے اصحاب دو گروہ ہو گئے یعنی عبداللہ بن ابی کے ساتھ جا گئے والے منافقوں کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی دو رائیں ہو گئیں یعنی رائے اور خیال کے لحاظ سے دو جماعتیں ہو گئیں، ایک جماعت کہتی تھی کہ ہم جنگ نہیں کریں گے اور ایک جماعت کہتی تھی کہ ہم جنگ کریں گے یعنی یہ دوسری جماعت اب تک ان کے کفر و نفاق میں متروقی اور مسلمان سمجھی تھی اس لئے جنگ سے انکار کرنے لگی، اس پر آیت نازل ہوئی :-

فلاکم فی المنافقین فنتین واللہ
امرکم بما کسبوا (پہ ۹۳)

پھر تمہیں کیا ہوا کہ منافقین کے بارے میں تم دو
گروہ ہو گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کی
وجہ سے انہیں پھیر دیا ہے۔

اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ مدینہ طیبہ ہے (مقدس و پاک مقام ہے) جو گناہوں کو دور کر دیتا ہے جیسے
انگ چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے۔

فائدہ :- مطالعتہ للترجمۃ ظاہرۃ

مراحدیث صفحہ ۲۵۳

تشریحات سجعاً فاسنّ الخ جو لوگ غزوہ احد کے موقع پر واپس پھر گئے تھے وہ عبداللہ بن ابی ریس المنافقین اور اس کے تین سو ساتھی تھے، بات یہ تھی کہ آنحضرتؐ نے اس جنگ کے لئے جو مشورہ دیا تھا تو اس میں منافق کی رائے وہی تھی جو ابست داؤہ آنحضرتؐ کی ذاتی رائے تھی کہ مدینہ سے باہر نہ نکلیں لیکن اکثر اصحاب بالخصوص وہ حضرات جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے باہر نکل کر مقابلہ کے لئے اصرار کرنے لگے تو آنحضرتؐ ان حضرات کے جذبہ جہاد اور شوق شہادت دیکھ کر باہر نکلنے پر راضی ہو گئے اور مسلح ہو کر نکل پڑے اس پر عبداللہ بن ابی منافق نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب ہماری بات ہی نہیں مانی گئی تو ہم اپنی جانوں کو کیوں قربان کریں گے اور تین سو ساتھیوں کو لے کر لوٹ گیا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صحیح تر قول یہی ہے کہ آیت فلاکم فی المنافقین الخ اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اگرچہ اقوال اور بھی ہیں مگر مرجوح ہیں۔ مثلاً ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی جب انکے عائشہ کے متعلق آنحضرتؐ نے خطبہ دیا اور حضرت سعد بن معاذؓ و سعد بن عبادہؓ کے مابین جھگڑے میں نازل ہوئی پوری تفصیل

انک میں آئے گی انشاء اللہ۔

بخاری ۲۵ باب اذہمت طائفتان منکم ان تفسلا واللہ ولیہما وعلیٰ

اللہ فلیتوکل المؤمنون (پ ۴۷)

یہ باب اس آیت کی تفسیر میں ہے۔ ای ہذا باب فی تفسیر الایۃ ،

ترجمہ آیت کریمہ :- جب تم مسلمانوں میں سے دو جماعتوں (بنو سلمہ و بنو حارثہ) نے دل میں خیال کیا کہ ہمیت مار رہیں (اور ہم بھی عبداللہ بن ابی کی طرح گھر جائیٹھیں) حالانکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں جماعتوں کا مددگار تھا اور مسلمانوں کو تو اللہ ہی پر اعتماد کرنا چاہئے۔

احادیث مانی اباب میں تفصیل آ رہی ہے کہ یہ دونوں جماعتیں قبیلہ انصار سے تھیں۔ قبیلہ خزرج میں

تشریحات

سے بنو سلمہ دلفتح السین و کسر اللام) اور قبیلہ اوس میں سے بنو حارثہ نے صرف کم ہمتی کا خیال کیا۔

جنگ احد میں آنحضرتؐ مدینہ سے تقریباً ایک ہزار صحابہ کے ساتھ نکلے پھر ایک تہائی یعنی تین سو آدمی بلالہ بن ابی رباحہؓ کے ساتھ واپس لوٹ گئے اس پر ان دونوں جماعتوں (بنو سلمہ اور بنو حارثہ) نے کم ہمتی کا خیال دل میں کیا لیکن حق تعالیٰ کی عنایت نے ان کا جرم سے بچایا۔

۹۴۔ حد ثنا محمد بن یوسف حد ثنا ابن عیینہ عن عمرو عن جابر قال نزلت ہذا الایۃ فینا اذہمت طائفتان منکم ان تفسلا بنی سمدۃ و بنی حارثۃ و ما احببتنا لہما تزل واللہ یقول واللہ ولیہما۔

ترجمہ :- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت اذہمت طائفتان منکم ان تفسلا ہماری قوم بنی سلمہ اور بنی حارثہ کے بارے میں نازل ہوئی اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی جبکہ اللہ تعالیٰ فرمادہ ہے "اللہ ان دونوں جماعتوں کا مددگار ہے"

تشریحات حضرت جابر کا مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ کے اندر اگرچہ ہماری پستی اور ہم پر عتاب کا ذکر ہے اس کے باوجود ہم اس کے خواہشمند نہیں ہیں کہ آیت نازل نہیں ہوتی کیونکہ عتاب کے ساتھ ہی عنایت و شرف کا کلمہ واللہ ولیہما بھی تو ہے، کیا خوب کہا گیا ہے۔

اگر یکبار گوید بندہ من از عرش بگذرد خندہ من۔

فائدہ :- ترجمہ سے مطابقت ظاہر ہے کیونکہ بنو سلمہ و بنو حارثہ نے جنگ احد میں کم ہمتی کا خیال دل میں کیا تھا مگر اللہ نے مدد فرمائی اور اس شیطانی خیال کو دور فرمادیا۔

یہ حدیث مغازی صفحہ ۵۸۰ کے علاوہ تفسیر صفحہ ۶۵۳ تا ۶۵۵ پر آ رہی ہے۔

۹۵۔ حد ثنا قتیبۃ قال حد ثنا سفین حد ثنا عمرو عن جابر قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل ناکحت یا جابر قلت نعم قل ما ذا ابکرا ام قیتا قلت لا بل قیتا قال

فہلا جاریۃً تَلا عِبکَ قلدتِ یا رسولَ اللہ انّ ابی قتلَ یومَ اَحدٍ و ترکَ تِسْعَ بَناتٍ کُنَّ لى تَبِعِ
اِخواتٍ فکَرتُ ان اِجمَعُ الیہنَّ جاریۃً خرقاءَ مِثلہنَّ و لکن امرأتا تَمشَطُہنَّ و تَقومُ
علیہنَّ قال اِحبَّتْ۔

ترجمہ:- حضرت جابر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "اے جابر کیا تو نے نکاح کر
یا ہے؟ میں نے عرض کیا "ہاں" آپ نے فرمایا "کیا ہے وہ عورت؟ کنواری ہے؟" میں نے عرض کیا کنواری نہیں بلکہ
ثیبہ ہے" آپ نے فرمایا "کیوں نہیں کسی کنواری سے کیا کہ وہ کچھ سے کھیتی دتلا جبکہ جلد جاریہ کی صفت ہے چونکہ
شیر کو جب کبھی پہلا شوہر خیال آئے گا تو توجہ اور محبت کامل نہیں ہوگی جیسی محبت باکرہ کی ہوگی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے
والد جلد اللہ بن عمر بن حرام (نصاری) جنگ احد میں شہید ہو گئے، انہوں نے نو بیٹیاں چھوڑیں سو میرے پاس نہ رہیں ہیں اس لئے
میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ ان کے پاس جمع کر دوں انہیں جیسی نا تجربہ کار لڑکی، لیکن میں نے چاہا کہ لاؤں ایسی عورت کو، جو
ان کو لنگھی کرے (یعنی ان کی صفائی ستھرائی کرے) اور دیکھ بھال کرے۔ آپ نے فرمایا "تم نے ٹھیک کیا"۔
فائدہ:- مطابقتہ للترجمہ فی قولہ ان ابی قد قتل یومہ احد۔

تشریحات اس کے بعد والی روایت یعنی حدیث ۹۶ میں ہے کہ ترک ست بنات یعنی چھ لڑکیاں چھوڑیں
تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ تین لڑکیوں کی شادی ہو چکی تھی اس لئے بعض روایات میں
لڑکیوں کی پوری تعداد ہے اور بعض میں صرف غیر شادی شدہ لڑکیوں کی تعداد ہے جیسا کہ جلد اول کتاب الجہاد صفحہ ۲۶ کی
روایت میں ہے وتوفی والدی ولی اِخواتٍ صغیرا فکَرتُ اِیح۔

خرقاء بفتح الخاء وسكون اللام۔ اذباب کرم خرقاة نادان و ناقمہ کار ہونا صیغہ صفت اخرق اور وراثت خرقار
۹۶۔ حدیثی احمد بن ابی سمریحہ قال اخبرنا عبید اللہ بن موسیٰ قال حد ثنا شیبان
عن فراس عن الشعبي قال حدثنی جابر بن عبد اللہ انّ ابا لا استشهد یومَ اَحدٍ و ترک
علیہ دینا و ترک ست بناتٍ فاما حضرَ جزارُ النخلِ قال انیتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فقلتُ قد علمتُ انّ والدی قد استشهد یومَ اَحدٍ و ترک دینا کثیرا و انی اِحبَّتْ
ان یراک الغرماءُ فقال اذہب فلید رکل تبصر علینا حیةً ففعلتُ ثم دعوتہ فلما نظروا
الیہ کانہم اغروا لی تلک الساعۃ فلما راى ما یصنعون اطاف حولاً عظیما فابید را تلث
مراتٍ ثم جلس علیہ ثم قال ادع لک اصحابک بما زال یکیل لہم حتی ادی اللہ عن والدی
امانتہ وانا رضی ان یؤدی اللہ امانتہ والدی ولا ارجع الی اِخواتی بتمردا فناما اللہ الیاد سا
کلہا حتی انی انظر الی البید را الذی کان علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان تھا لم تنقص
فتروا و اهدا۔

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ ان کے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے اور چھوڑ گئے ان پر بہت قرض
اور چھ لڑکیوں کو، سو جب کھجوروں کے کاٹنے کا وقت آیا تو حضرت جابر کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
اد میں نے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد احد کے دن شہید ہو گئے اور بہت قرض چھوڑ گئے ہیں۔ میں چاہتا

ہوں کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ لیں دہو سکتا ہے کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ کر کچھ نرمی برتیں، تو آپ نے فرمایا "جاؤ اور ہر قسم کے گھجوروں کا علیحدہ ڈھیر لگاؤ چنانچہ میں نے (حکم کے مطابق) کیا، پھر میں نے آپ کو بلایا، سو جب ان قرض خواہوں نے آپ کو دیکھا تو جیسے اس وقت بھڑ پر اور بھڑک اٹھے، قرض خواہ ہودی تھے جیسا کہ صفحہ ۳۲۲ کی حدیث میں تصریح ہے) تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا جو وہ کر رہے تھے یعنی سخت طرز عمل تو آپ سب سے بڑے ڈھیر کے چاروں طرف پھرے اس کے بعد اس پر بیٹھ گئے، پھر فرمایا اپنے قرض خواہوں کو بلالو، آنحضرت ان لوگوں کو برابر ناپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کی طرف سے ان کی امانت (قرض واجب الادا) ادا کر دی اور میں اس پر راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کی امانت ادا کر دے اور میں اپنی بہنوں کے پاس ایک گھجور بھی نہ لے کر جاؤں دینی قرض ادا ہو جائے اور گھر کے لئے ایک گھجور بھی باقی نہ بچے تب بھی میں راضی ہوں، سو اللہ تعالیٰ نے تمام ڈھیروں کو بچا دیا یہاں تک کہ میں اس ڈھیر کی طرف دیکھنے لگا جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے (اور جس سے آپ نے قرض خواہوں کو دیا تھا) کہ گویا ایک گھجور بھی کم نہیں ہوئی ہے۔

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ ان ابوالاستشہاد یومہ احد

اخراج حدیث ۱۔ یہاں یعنی مغازی صفحہ ۵۸۰ و صفحہ ۳۲۲ پر دو حدیثیں نیز صفحہ ۳۲۳ و صفحہ ۳۴۴

۹۰۔ حدیثنا عبد العزیز بن عبد اللہ قال حدثنا ابراہیم بن سعد عن ابیہ عن جلد لا عن سعد بن ابی وقاص قال سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ وَمَعَهُ رَجُلَانِ يِقَاتِلَانِ عَنْهُ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بَيْضٌ كَأَنَّ الْقِتَالَ مَا رَأَيْتُهَا قَبْلَ وَلَا بَعْدَ.

ترجمہ:- حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ احد میں دیکھا اور آپ کے ساتھ دو اشخاص تھے (حضرت جبریل و میکائیل علیہما السلام) جو آپ کی جانب سے لڑ رہے تھے، سخت لڑنا ان دونوں کے جسم پر سفید کپڑے تھے میں نے ان دونوں بزرگوں کو نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد کبھی دیکھا۔ فائدہ:- مطابقت بالترجمہ ظاہرہ۔

مسلم تشریف میں ہے کہ یہ دونوں حضرت جبریل و میکائیل علیہما السلام تھے۔

۹۱۔ حدثني عبد الله بن محمد قال حدثنا هرثمة بن معاوية قال حدثنا هاشم بن هاشم السعدي قال سمعتُ سعيد بن المسيَّب يقول سمعتُ سعد بن ابی وقاص يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كنفتة يوم أُحُدٍ فقال ابره فداك ابی وائحی۔

ترجمہ:- حضرت سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے دن اپنی ترکش کا تیر میرے لئے نکالا اور فرمایا "تیر مارو میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں"۔ مطابقت بالترجمہ ظاہرہ۔

نقل، بالنون وابتاء، المثلثة ارباب نصر وھرب مثل الكنانة تركش سے تیزوں کو نکالنا اور کھیر دینا مثل الجراب توشہ دان خالی کرنا۔ فائدہ:- مسلسل روایتیں آرہی ہیں۔

۹۱۔ حدثنا مسدّد قال حدثنا يحيى بن عيسى بن سعيد قال سمعتُ سعيد بن المسيَّب قال سمعتُ

سعداً ایقولُ جمعاً لى النبى صلى الله عليه وسلم ابويہ يوماً اُخذ۔

ترجمہ:- حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن اپنے والدین کو جمع فرمایا یعنی غزوہ احد کے موقع پر آپ نے اپنے ماں اور باپ کو ایک ساتھ جمع کر کے فرمایا میرے ماں باپ تم پر خدا ہوں دشمنوں پر تیر مارو۔

۱۰۰۔ حدثنا قتیبہ قال حدثنا ثمالیث عن یحیی عن ابن المسیب انہ قال قال سعد بن ابی وقاص لقد جمع لى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً اُخذ ابويہ کلہما یزید حنین قال فداک ابی واما حی وهو یقاتل۔

ترجمہ:- حضرت سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد میں (میری بہت افزائی کے لئے) اپنے ماں اور باپ دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا ان کی مراد آنحضرت کے اس وقت کے ارشاد سے تھی جب آپ نے فرمایا فداک ابی واما حی اور حضرت سعد جنگ کر رہے تھے۔

مر احديث صفحه ۵۲۴

تشریحات

حافظ عسقلانی نے اس واقعہ کا سبب حاکم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت سعد کا بیان ہے کہ احد کے دن لوگوں نے اس شکست کے بعد چکر لگایا تو میں ایک طرف ہو گیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اپنی ذات سے مدافعت کروں گا پھر یا پتخ رہوں گا یا شہید ہوں گا اچانک دیکھا کہ ایک شخص ہے جس کا چہرہ سرخ ہے اور مشرکین اس پر حملہ کرنے کے درپے ہیں پھر کسی مشرک نے ننگری ہاتھ میں لی اور ننگری پھینکی۔ اتنے میں اچانک دیکھا کہ میرے اہل اس سوئے روزات کے درمیان مقدار میں تو میں نے مقدار سے اس شخص کے بارے میں دریافت کرنا چاہا کہ یہ کون ہے؟ کہ مقدار نے مجھ سے کہا۔ اے سعد یہ اللہ کے رسول ہیں اور تجھ کو ہلا رہے ہیں سو میں اس طرح اٹھ کر کھڑا ہوا کہ جیسے مجھ کو کوئی تکلیف ہی نہیں پہنچی ہے اور آنحضرت نے مجھ کو آگے بٹھایا تو میں تیر مارنے لگا پھر حضرت سعد نے حدیث مذکور بیان کی (فتح) یعنی اس موقع پر آنحضرت نے میری بہت افزائی کے لئے یہ کلمہ ارشاد فرمایا تھا اور فداک ابی واما حی۔

۱۰۱۔ حدثنا ابو نعیم قال حدثنا مسعر عن سعد بن ابی شاذل قال سمعت علیاً یقول

ما سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يجمع ابويہ الا اُخذ غیر سعد۔

ترجمہ:- حضرت علی کا بیان ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سعد بن ابی وقاص کے علاوہ کسی کے لئے نہیں سنا کہ اپنے والدین کو ایک ساتھ ذکر کریں یعنی اس واقعہ فداک ابی واما حی سوائے سعد کے کسی کے لئے فرماتے نہیں سنا ہے)

فائدہ:- چونکہ اس کا تعلق حدیث سابق سے ہے اور حدیث سابق کے اندر غزوہ احد کا ذکر ہے اس لئے

ترجمہ الباب سے مطابقت ہو گئی۔ (عمدہ)

یہ کہا جائے کہ اس ارشاد (جمع ابویں) کا تعلق جنگ احد سے ہی ہے اس لئے مطابقت واضح ہے۔

۱۰۲۔ حدثنا یسرا بن صفوان قال حدثنا ابراهیم عن ابیہ عن عبد الله بن شداد عن

علی قال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يجمع ابويہ لا اُخذ الا لسعد بن مالك فسألنی

سَمِعْتَهُ يَقُولُ يَوْمَهُ أَحَدٌ يَا سَعْدُ اسْمُ فِدَاثِ ابْنِ وَاحِيٍّ -

ترجمہ :- حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ آپ نے سعد بن مالک کے سوا اور کسی کے لئے اپنے والدین کو جمع کیا ہو یعنی فداث ابنی و احمی فرمایا ہو، اس لئے کہ میں نے خود سنا کہ آپ احد کے دن فرما رہے تھے "اے سعد! جو تیرا برساؤ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں"

مطابقتہ للترجمة ظاهرة

فائدہ :- سعد بن ابی وقاصؓ کے والد کا نام مالک ہے اس لئے اس روایت میں ہے الا لسعد بن مالک -

تشریحات
علامہ عینیؒ نے امام زہری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس روز حضرت سعد نے ایک ہزار تیر بھینکے ایک شبہ اور اس کا جواب :- بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کے لئے فداث ابنی و احمی فرمایا ہے پھر حضرت علیؑ کا حصہ کے ساتھ بیان کرنا کہ سعد کے علاوہ کسی کے متعلق نہیں سنا ہے بظاہر تفسیر ہے۔

جواب :- حضرت علیؑ صرف اپنے سماع کی نفی کر رہے ہیں نہ کہ نفی و توثیح کے۔

وہ احتمال ہے کہ حصہ حضرت علیؑ کا غزوہ احد کے ساتھ فاض ہو۔ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ سے براہ راست یہ معنی بلا واسطہ حضرت سعد کے لئے اسی ارشاد کو سنا ہوا اور حضرت زبیرؓ کے لئے بلا واسطہ، پس حصہ بلا واسطہ کے لئے ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۰۳۔ حد ثنا موسى بن اسماعيل عن معتبر بن ابيہ قال نا عم ابو عثمان انه لم يبيت مع النبي صلى الله عليه وسلم في بعض تلك الايام التي يقاتل فيها غير طائفة وسعد عن حد يثهما -

ترجمہ :- حضرت ابو عثمان (ہندی) کا بیان ہے کہ ان ایام و اوقات میں سے جن میں آپ نے کفار سے قتال کیا ہے بعض میں ذبئی وغر وہ احد میں ایک موقع پر، نبی اکرم کے ساتھ کوئی نہیں رہا سوائے حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کے ان ہی دونوں دلوں و دلوں و سعدؓ کی حدیث سے۔

مطلب یہ ہے کہ ابو عثمان ہندی نے ان ہی دونوں بزرگوں سے یہ حدیث بیان کی تھی۔

ترجمہ الباب کی مطابقت فی بعض تلك الايام سے ہے اس لئے کہ مراد جنگ احد ہے۔ فی بعض تلك الايام التي اخ اور بعض نسخوں میں الذي ہے جیسا کہ حاشیہ میں نسخہ موجود

ہے، تو اول صورت یعنی التي مونث میں تلك الايام کا اعتبار ہوگا اور الذي یعنی مذکر کی صورت میں لفظ بعض کا لحاظ ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنگ احد کی شکست کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے حضرت طلحہ (یعنی ابن عبید اللہ احد العشرة المبشرة) اور حضرت سعد کے کوئی نہ رہا، لیکن کتاب الجہاد صفحہ ۵۳ پر حضرت انس بن مالک کی روایت گزر چکی ہے "لما كان يوم احد انهمز الناس عن النبي صلى الله عليه وسلم وبالوطائفة بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم محبوب عليه بحففة له الخ حنيفة وبتقديم المهدل الترس -

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب صحابہؓ آنحضرتؐ کے قریب سے ادھر ادھر منتشر ہونے لگے تو حضرت ابو طلحہ اسی

وقت اپنے ڈھال سے آپ کی حفاظت کر رہے تھے، ان دنوں میں بظاہر تمناؤں سے۔
جواب ملایا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت ابو طلحہ اس شکست کے بعد آنحضرت کے پاس آئے ہوں۔
ملا یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت سعد کی تفصیص باعتبار مہاجرین کے ہو یعنی مہاجرین میں سے
سوائے ان دونوں حضرات کے کوئی باقی نہیں رہا اور حضرت ابو طلحہ انصار میں سے تھے۔
مزید یہ اختلاف روایت باعتبار اختلاف احوال کے ہے (عمدة القاری)

۱۰۴۔ حدیثنا عبد اللہ بن ابی الاسود قال حدثنا حاتم بن اسماعیل عن محمد بن یوسف
قال سمعت السائب بن یزید قال سمعت عبد الرحمن بن عوف وطاحہ بن
عبید اللہ والمقداد وسعداً ثنا سمعت احداً منهم یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم الا انی سمعت طاحہ یحدث عن یومہ احد۔

ترجمہ :- سائب بن یزید کا بیان ہے کہ میں حضرت عبد الرحمن بن عوف، طلحہ بن عبید اللہ، مقداد بن اسود اور سعد
بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کی صحبت میں رہا ہوں لیکن میں نے ان حضرات میں کسی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے
سے حدیث بیان کرتے نہیں سنا، مگر میں نے حضرت طلحہ سے سنا کہ وہ جنگ احد کے متعلق حدیث بیان کرتے تھے۔
فائدہ :- ترجمہ الباب کی مطابقت اسی آخری جملہ یحدث عن یومہ احد سے ہے۔

و سائب بن یزید صحابہ میں سے ہیں (عمدہ، فتح)

علا جب سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنا "ان کذبا علی لیس کذب
علی احد ممن کذب علی متعمداً فلیتوبوا مقعداً من النار (مسلم) میرے بارے میں جھوٹ بولنا
ایسا نہیں ہے جیسے تم میں سے کسی کے بارے میں جو شخص خلاف واقعہ بات بیان کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تلاش کرے۔
اس ارشاد گرامی کے بعد ہی سے صحابہ حدیث پاک بیان کرتے ہوئے بہت ڈرتے اور انتہائی احتیاط کرتے تھے اور کثرت
حدیث سے بچتے تھے۔ رہ گیا معاذ حضرت طلحہ کا کہ وہ جنگ احد کے متعلق حدیث بیان کرتے تھے تو چونکہ یہ خود واقعہ
احد میں شریک تھے اس لئے جن لوگوں کو معلوم نہیں تھا ان سے آپ نے بیان کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت طلحہ
احد کے دن دوزخ میں چڑھائے ہوئے تھے۔

۱۰۵۔ حدیثی عبد اللہ بن ابی شیبۃ قال حدثنا وکیع عن اسمعیل عن قیس قال ساءت
ید طاحہ شلاء وقی بہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یومہ احد۔

ترجمہ :- حضرت قیس داہن ابی ہازم البجلی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت طلحہ (ابن عبید اللہ) کا وہ ہاتھ دیکھا
جو شل ہو چکا تھا جس ہاتھ سے طلحہ نے احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی۔

فائدہ :- مطابقت ترجمہ ظاہرہ۔ شلاء، شین و تشدید اللام از مع شل ہونا ہاتھ کا ہیرا ہونا۔

علا حافظ عسقلانی نے اکیلی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جنگ احد کے دن حضرت طلحہ کو اتالیس یا پینتیس
زخم لگے اور ان کی دو انگلیاں شہید ہو گئیں۔ (فتح)

ایک روایت حضرت عائشہ سے ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق جب جنگ کا ذکر کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے

کہ وہ سب دن حضرت طلحہ کے لئے تھے اور میں پہلا شخص تھا جو واپس پھر تو دیکھا کہ ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قتال کر رہا ہے ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کرے کہ وہ حضرت طلحہ ہوں یا میری قوم میں سے کوئی اور میرے اور اس کے درمیان ایک مشرک مرد تھا، سو اچانک میں نے دیکھا کہ وہ ابو عبیدہ تھا۔ پھر ہم آنحضرتؐ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم دونوں اپنے ساتھی کی خبر لو یعنی طلحہ کی، سو ہم نے دیکھا کہ اس کی اچھی کٹ گئی۔ چنانچہ ہم نے اس کا حال درست کیا، آنحضرتؐ نے فرمایا اگر تو بسم اللہ کہتا تو ابلتہ فرشتے تم کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور لوگ دیکھتے رہتے، پھر حق تعالیٰ نے مشرکوں کو دغ کر دیا۔ (فتح)

۱۰۶۔ حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا عبد العزيز عن النبي قال لما كان يوم أحد انظره الناس عن النبي صلى الله عليه وسلم وابوطحمة بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم محبوب عليه بحجة له وكان ابو طحمة رجلا ساهيا شديدا النزع كسريو مشد متوسين او ثلثا وكان الرجل يمر معه بحجة من النبل فيقول انثرها لابي طحمة قال ويشرف النبي صلى الله عليه وسلم ينظر الى القوم فيقول ابو طحمة جابي انت وامي لا تشرف يصيبك سهم من سهام القوم نحري دون مخرك ولقد سأيت عائشة بنت ابي بكر و ام سلمة و انهما لشاهمتان امرى خدما سو قهما تنفزان القرب على متونهما تفرغانه في افوالا القوم شتم ترجعان فاملا نهما شرجيتان فتفرغانه في افوالا القوم ولقد وقع السيف من يدي ابي طحمة اما مرتين واما ثلثا.

ترجمہ:- حضرت انس کا بیان ہے کہ جنگ احد کے دن جب ایسا ہوا کہ لوگ ذیعنی صحابہ کرام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے منتشر ہو گئے ذیعنی شکست دیکھ کر صحابہ بھاگنے لگے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر میدان جنگ میں پورے استقلال اور بہادری کے ساتھ کھڑے رہے، اور ابو طلحہ اپنے چوڑے کی ڈھال سے نبی اکرم کے سامنے پردہ کئے ہوئے یعنی آپ کی حفاظت کر رہے تھے، ابو طلحہ تیر انداز آدمی تھے جو کمان خوب کھینچ کر چلایا کرتے تھے۔ اس روز انہوں نے دو باتیں کمانیں توڑیں اور کوئی آدمی دستمانوں میں سے ایسا گذرنا جس کے ساتھ تیر کا ترکش (تھیلا) ہوتا تو آنحضرتؐ فرماتے کہ تیروں کو ابو طلحہ کے لئے ڈال دو، حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ جھانک کر قوم کفار کی طرف نظر کرتے، ابو طلحہ کی ڈھال کے اوپر سر اٹھا کر قوم کفار کو دیکھتے، تو حضرت ابو طلحہ کہتے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ مت جھانکنے ذیعنی سر مبارک اوپر نہ اٹھائے، کہیں قوم کفار کے تیروں میں سے کوئی تیر آپ کو نہ لگ جائے، میرا سینہ آپ کے سینے سے پہلے ہے ذیعنی میں اپنی جان آپ پر قربان کرتا ہوں، اور میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ بنت ابي بكر اور ام سلمہ و حضرت انس کی والدہ اپنی ہنڈیوں سے پھرے اٹھائے ہوئے ہیں۔ میں ان دونوں (عائشہ اور والدہ) کے پاس بیٹھ کر دیکھ رہا تھا دونوں اپنی کمر پر مشیکرے اٹھا رہی تھیں اور لوگوں کو پلار ہی تھیں، پھر واپس لوٹ جاتیں اور مشیکرے بھرتیں اور آکر لشکروں کو پلاتیں، اور بلاشبہ حضرت ابو طلحہ کے ہاتھوں سے دو مرتبہ باتیں مرتبہ (شک راوی) تلوار گر گئیں۔

فائدہ:- مطابقتہ للترجمہ لهما كان يوم احد مر السدث صفو ۲۰۳ و ۵۳۷

محبوب اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں درست ہے لیکن اسم فاعل کو ترجیح ہے۔ حجة نفع الحار المہلہ و البحیم

و حال جمعۃ بفتح الجیم و سکون الیمین و فتح الباء ترکش۔

فائدہ: علامہ مسلم کی روایت میں اتنی زیادتی ہے، یہ تلوار کا گرنا اور گھنے کی وجہ سے تھا اور یہی مراد ہے آیت کرمیہ میں — اذ یغشیکم النعاس امانة دعمة القاری

۱۰۷۔ حدثنی عبید اللہ بن سعید قال حدثنا ابواسامة عن هشام بن عروة عن ابیہ عن عائشة قالت لما کان یوم احد اُخذ ہرزم المشرکون فصرخ ابلیس لعنة الله علیہ ای عباد الله اخذکم فرجعت اولاهم فاجتلدت ہی واخذلہم فبصر حذیفۃ فاذا هو بابیہ الیمان فقال ای عباد الله ابی ابی قال فوالله ما احتجزوا حتی قتلوا فقال حذیفۃ یغفر الله لکم قال عروة فوالله ما زالت فی حذیفۃ بقیۃ خیر حتی لحق بالله بصوت علمت من البصیر قرنی الائمروا بصرت من بصیر العین ویقال بصرت وابدت واحد۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب جنگ احد کا دن ہوا تو پہلے مشرکین شکست کھا گئے تو شیطان لعنت اللہ علیہم چلایا کہ اے اللہ کے بندو (اے مسلمانو) اپنے پیچھے والوں سے بچو، چنانچہ ان کے اگلے مسلمان لوٹ پڑے اور وہ (اگلے) اور پچھلے لوٹنے لگے (مطلب یہ ہے کہ شیطان کے چلانے سے مسلمانوں کو غلط فہمی ہوئی اور شیطان کی آواز کو اپنے کسی آدمی کی آواز سمجھ کر پیچھے والوں پر حملہ کر دیا حالانکہ ان کے پیچھے بھی مسلمان ہی تھے۔ اس طرح مسلمان آپس ہی میں ایک دوسرے سے گھم گھما ہو گئے اور تلوار بازی کرنے لگے، سو حذیفہ (بن یمان) نے دیکھا کہ ان کے باپ یمان ہیں جن کو مسلمان کافر سمجھ کر مار رہے تھے، تو حذیفہ نے کہا اے اللہ کے بندو! میرا باپ ہے میرا باپ۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم مسلمان باز نہیں آئے یہاں تک کہ ان کو قتل کر دیا، پھر حذیفہ نے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔ عروہ نے بیان کیا کہ خدا کی قسم حضرت حذیفہؓ میں ہمیشہ رہی بقیہ نیکی دینی اپنے باپ کے قتل مسلمانوں کے لئے دعا مغفرت کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے دینی مرتے دم تک (بصوت و نعم انما و سکون المرار) بمعنی علت ہے۔ بصیرت فی الامر سے مشتق ہے یعنی میں نے معاملہ کو جان لیا سمجھ لیا، اور بصیرت مشتق ہے بصر الیمین سے یعنی آنکھ سے دیکھا، اور یہی قول ہے کہ بصیرت اور بصیرت دونوں کے معنی ایک ہیں۔

فائدہ: مطابقتہ للترجمۃ ظاہرہ۔ و تراجم الحدیث صفحہ ۲۶۲ تا صفحہ ۲۶۵۔

اخذلکم ای احتروزوا من جہت اخذکم یعنی اپنی پیچھے کی طرف سے بچو۔ یہ کلمہ ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جس کو لڑائی کے وقت پیچھے سے دشمن کے حملہ کا خوف ہو اور جنگ احد میں یہ حال اس وقت ہوا جبکہ تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مال غنیمت لوٹنے کے لئے کافروں میں گھس پڑے۔ فبصر حذیفۃ یعنی حذیفہ نے جب اپنے باپ کو دیکھا تو کہا ابی ابی یعنی میرا باپ ہے، اس کو چھوڑ دو، یہ تو مسلمان ہے اور تمہارا آدمی ہے۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ کے والد یمان اور ثابث بن وقش دونوں شیخ کبیر یعنی بہت بوڑھے تھے اس لئے ان حضرات نے ان دونوں کو طور توں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا لیکن دونوں نے مسلمانوں کی شکست دیکھی تو شوق شہادت میں مسلمانوں سے جا ملے تو ثابث کو کافروں کے ہی ہاتھوں شہادت ملی لیکن حضرت حذیفہ کے والد یمان، سولاطی میں مسلمانوں ہی کی تلواریں لگ گئیں۔ حضرت حذیفہ نے کہا تم لوگوں نے میرے باپ کو قتل کر دیا، مسلمانوں نے کہا خدا کی قسم تم نے ان کو نہیں پہچانا۔ اس پر

حضرت خدیفہ نے تصدیق کی اور فرماتے لگے خدا تم لوگوں کو معاف کر دے، آنحضرتؐ نے خدیفہ کو دیت دینا چاہا مگر خدیفہ نے مسلمانوں سے دیت بھی معاف کر دی اس وجہ سے مزید بخیر و نیکي حاصل کی۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّ الدِّينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَمَّتِ الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَرَزَلَهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ (پ ۷۰)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا ارشاد:- بے شک تم میں سے جن لوگوں نے اس دن میدان جنگ سے پشت پھیر دی تھی جس دن کہ دونوں جماعتیں مسلمانوں اور کافروں کی، باہم مقابل ہوئیں یعنی احد کے روز یہ تو صرف اسی سبب سے ہو کہ ان کو شیطان نے لغزش دے دی ان کے بعض اعمال کے سبب سے، اور بلاشبہ اللہ نے ان کو معاف کر دیا، واقعی اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے بڑے علم والے ہیں وہ کہ مخلص مسلمان کے مدد و رخصت کے وقت بھی کوئی سزا نہیں دی اور معاف فرما دیا۔

فائدہ:- علماء نقل کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کا تعلق جنگ احد سے ہے کہ بگڑنے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف تیرہ آدمی رہ گئے تھے مگر حق تعالیٰ نے اس فرار کو معاف کر دیا۔

جن لوگوں نے اس آیت میں جنگ بدر مراد لی ہے اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر کسی مسلمان سے تولی و فرار ثابت نہیں البتہ سورہ انفال کی آیت وما انزلنا علی عبدنا یومئذ النقی الجمعان میں جنگ بدر مراد ہے۔ بعض ما کسبوا حضرت عبد اللہ بن جبیر کے ساتھ پچاس تیر اندازوں میں صرف دس آدمی قائم رہے اور چالیس اصحاب نے مرکز چھوڑ دیا۔ پس اس قصور نے کتاباً بڑا انقلاب برپا کر دیا اور کتنا عظیم نقصان اٹھانا پڑا۔

۱۰۸۔ حدثنا عبدان قال اخبرنا ابو حمزة عن عثمان بن موهب قال جاءنا رجل حج البيت فرأى قوماً جلوساً فقال من هؤلاء المقعود قالوا هؤلاء قریش قال من الشیخ قالوا ابن عمرفا قال انی سائلک عن شئی افتحدثنی قال انشدک بحرومۃ هذا البيت اتعلم ان عثمان بن عفان فرأى یوم احد قال نعم قال فتعلمه تغیب عن بدر فلم یشهد قال نعم قال فتعلمه انہ تخلف عن بیعة الرضوان فلم یشهد ها قال نعم قال کثیر قال ابن عمر تعال لا خیبر ولا یبین لک عتبا سألتنی اما نرا لا یوم احد فاشهد ان الله عفا عنه واما تغیبته عن بدر فانه کانت تحتہ بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم وکانت مریضه فقال له النبی صلی الله علیه وسلم ان لک اجر جلیل ممن شهد بدر ما وسهله واما تغیبته من بیعة الرضوان فانه لو کان احداً عز بطن مکة من عثمان بن عفان لبعثه مکانه فبعث عثمان وکان بیعه الرضوان بعد ما ذهب عثمان الی

مکتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیذ لا الیمنیٰ ہذا لاید عثمان ف ضرب بہا علی یدہ لا
نقال ہذا لعثمان اذہب بہذا الان معک۔

ترجمہ :- عثمان بن مویب (فتح الیم والہا) سے روایت ہے کہ ایک شخص حج بیت اللہ کے لئے آیا تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، سو پوچھا کہ بیٹھے ہوئے کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ قریش ہیں، اس نے پوچھا کہ یہ شرح کون ہیں؟ یعنی جو مجلس میں سب سے متلا و مرجع قوم معلوم ہوتے ہیں وہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا "ابن عمر رضی اللہ عنہما یعنی عبد اللہ بن عمرؓ ہیں، پھر وہ شخص ابن عمر کے پاس آیا اور کہا "میں آپ سے کچھ پوچھتا ہوں کیا آپ مجھے بتائیں گے دینی آپ صاف صاف مجھ کو بتائیے، ہمزہ استفہام لاستعلام ہے۔ بعض روایات میں اس کے بعد نغم بھی ہے، شخص نے کہا میں اس گھر (بیت اللہ) کی عزت کی قسم دیتا ہوں آپ کو، کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان بن عفانؓ جنگ احد کے دن بھاگ گئے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اس شخص نے کہا "کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان بن عفانؓ جنگ بدر سے غائب رہے کہ اس میں شریک نہیں تھے، ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں یہ بھی صحیح ہے، اس شخص نے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بیعت الرضوان (حدیث) میں پیچھے رہ گئے اور حاضر نہیں ہوئے تھے، ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں یعنی یہ بھی صحیح ہے۔ اس پر اس شخص نے دمار سے خوشی کے، اللہ اکبر کہا، چونکہ اس معری شخص نے اپنے خیال کے مطابق جواب پایا اس لئے انتہائی خوشی اور تعجب کا اظہار کیا اور کبیر کبیر، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا "آؤ تاکہ میں تفصیل بیان کر دوں تجھ سے ان چیزوں کے متعلق جو تم نے سوالات کئے ہیں، بہر حال حضرت عثمان کا فرار جنگ احد میں، سو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے اس کو معاف کر دیا ہے، اور جنگ بدر سے حضرت عثمان کا غائب رہنا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے نکاح میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہؓ تھیں اور بیمار تھیں اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ جو لوگ غزوہ بدر میں حاضر و شریک ہوں گے ان میں سے ایک آدمی کا اجر (ثواب آخرت) اور اس کا حصہ (مال غنیمت) تجھ کو ملے گا (مطلب یہ ہے کہ تم رقیہ کی تیمارداری و خبر گیری کرو، پس غزوہ بدر کی غیر حاضری چونکہ آنحضرت کے حکم سے ہے اس لئے حاضری و شرکت سے بڑھ کر ہے واللہ اعلم) اور ان کا بیعت رضوان سے پیچھے رہنا شریک نہ ہونا، سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وادی مکہ میں حضرت عثمان سے زیادہ عزیز کوئی ہوتا تو آنحضرتؐ نے عثمان کے بجائے اسی کو بھیجے (مطلب یہ ہے کہ مکہ میں حضرت عثمان بن عفان کی قرابت اور عزت سب سے زیادہ تھی اس لئے آنحضرتؐ نے عثمان ہی کو بھیجا تاکہ مکہ والوں کو خبر کر دیں کہ آنحضرتؐ صرف عمرہ کی غرض سے تشریف لارہے ہیں جنگ کا ارادہ نہیں ہے، اور بیعت رضوان اس وقت ہوئی جب حضرت عثمان مکہ چلے گئے (یعنی اس میں بھی حضرت عثمانؓ کی غیر حاضری حکم رسول اللہؐ ہے اسی لئے بیعت کے وقت آپ نے اپنے داہنے ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا۔ "یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اس کو اپنے (بائیں) ہاتھ پر مار کر فرمایا کہ بیعت عثمان کی ہے، اذہب بہذا یعنی ابن عمر نے اس شخص (معری) سے کہا اب اپنے ساتھ اس حدیث کو لے کر جاؤ یعنی سابقہ جوابات کے ساتھ اس تفصیل کو شامل کر لو تاکہ تمہارا دل و دماغ صاف ہو جائے۔

فائدہ: ترجمہ الباب کی مطابقت حدیث کے مفہوم سے ظاہر ہے اور احد کا تذکرہ اس حدیث میں مکر رہے۔

۷۲۳ مراد حدیث صفحہ ۵۲۳

غزوہ احد کے موقع پر کفار مکہ کے چنانک حملہ سے دہشت پھیل گئی اور صحابہ کرام منتشر ہو گئے مگر آنحضرتؐ

صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر ڈٹے رہے اور صحابہ میں اس قدر افراتفری ہوئی کہ اکثر صحابہ آنحضرتؐ سے منتشر ہو گئے انہیں میں حضرت عثمانؓ بھی تھے۔ پھر توڑی ہی دیر بعد جب آنحضرتؐ نے صحابہ کو آواز دی تو صحابہ کرام جمع ہو گئے، حق تعالیٰ نے صحابہ کی اس غلطی کو معاف کر دیا اور اپنی کتاب مقدس میں معافی کا اعلان کر دیا۔

اس غزوہ میں مسلمانوں کو اگرچہ نقصان بہت اٹھانا پڑا لیکن یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ غزوہ احد میں مسلمانوں کو شکست ہو گئی کیونکہ مسلمانوں نے ہتھیار ڈالے تھے اور نہ ان کے قائد آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ چھوڑا تھا فتح و شکست کا دار و مدار فتح کے ساتھ کمانڈر کے ہتھیار ڈالنے پر ہوتا ہے حتیٰ کہ آخر میں آنحضرتؐ کے پکارنے پر سارے صحابہ جمع ہو گئے تو کافروں ہی نے میدان چھوڑا۔

فائدہ ملا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرمت بیت اللہ کی قسم کھانی جائز ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے من نہیں فرمایا

بخاری صفحہ ۵۸۲ باب اِذْ تَصْعَدُونَ وَلَا تَلُونَ عَلٰی اَحَدٍ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوَكُمْ

فِيْ اَخْرَاكُمْ فَاْتَا بَكُمْ نَسِيًّا يَغِيْمُ لَكِيْلًا تَخْرَتُوْا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا

اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ پ (۱۰) تَصْعَدُوْنَ قَدْ هَبُوْنَ اَصْعَدُوْا
صَعْدَ فَوْقَ الْبَيْتِ۔

ترجمہ:- ہذا باب فی ذکر قولہ تعالیٰ یعنی یہ باب آیت کریمہ کی تفسیر کے بیان میں ہے۔

وہ وقت یاد کرو جب تم چڑھے چلے جا رہے تھے اور کسی کو مر دکو بھی نہ دیکھتے تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے کہ ادھر آؤ، ادھر آؤ مگر تم نے سنا ہی نہیں، سو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں تم کو یاد کیا (تمہارے) علم دینے کے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) تاکہ اس پاداش اور معیبت سے تم میں پختگی پیدا ہو جائے جس سے پہلے تم مغموم نہ ہوا کرو نہ اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ اور نہ اس پر جو تم پر معیبت پڑے اور اللہ تعالیٰ سب خبر رکھتے ہیں تمہارے کاموں کی۔ تصعدون بمعنی تذاہبون مقصد یہ ہے کہ تصعدون اصعد سے ماخوذ ہے جو ذہاب یعنی صعد کے معنی میں ہے اور صعد ثلاثی ہے جو صعد فون البیت سے ماخوذ ہے گھر کے اوپر چڑھنا یعنی صعد کے معنی چڑھنے کے ہیں۔ پس امام بخاریؒ نے یہ بتایا کہ ثلاثی اور باعی میں فرق ہے (فتح) لیکن امام بخاری کا طرز بیان بتلاتا ہے کہ اصعد اور صعد مترادف و متحد المعنی ہیں معنی زمین پر چلنے اور بلند جگہ پر چڑھنے کے لئے مشترک ہے واللہ اعلم۔ (فتح)

۱۹۔۔ حدیثی عمرو بن خالد قال حدیثنا زہیر قال حدیثنا ابوالاسحاق قال سمعت البراء بن عازب قال جعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الرجالۃ یوم احد عبد اللہ بن جبیر واقبلوا منه زمین فذاک اذ یعوم الرسول فی اخیرتہم۔

ترجمہ:- حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں پیدل دستہ پر

دعویٰ کی تعداد پچاس تھی، عبداللہ بن جبر کو میرے یا تھا ان میں سے کچھ لوگ شکست خوردہ ہو کر آئے سو یہی سبب نزول ہے آیت کریمہؑ انھیں عوہم الرسول فی انحراسہم“
 واسعدیث معنی صفحہ ۵۹،
 فائدہ: مفصل طور پر یہ حدیث گزر چکی ہے۔ دیکھئے حدیث بلاد

بخاری صفحہ ۵

بَابُ قَوْلِهِ شَمَّا نَزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَنَمِ اَمَنَةٌ نَّعَاسًا يَغْشَى طَائِفَةً
 مِنْكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ اَهْتَبْتُمْ اَنْفُسَهُمْ يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنًّا الْجَاهِلِيَّةِ
 يَتَوَلَّوْنَ هَلْ لَكُمْ مِّنَ الْاَمْرِ مِشْيُومٌ لِّئَلَّا تُكْفِرُوا بِاللّٰهِ يُخْفُونَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ
 مَا لَا يَبْدُوْنَ لَكُمْ يَقُولُوْنَ لَوْ كُنَّا لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَا قَتَلْنَا هٰهٰنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ
 فِيْ بَيِّوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كَتَبَ عَلَيْهِمُ الْقِتْلَ اِلَىٰ مِضَابِعِهِمْ وَلِيَبْتَئِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ
 صُدُورِكُمْ وَلِيُبَحِّثَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذٰلِكَ الصُّدُورِ ﴿٥٩﴾ (پ ۵۹)

ترجمہ: یہ باب ارشادِ اہلبی کے بیان میں:-

پھر اللہ تعالیٰ نے اس عزم کے بعد تم پر راحت نازل کی یعنی اونگھ کہ تم میں سے ایک جماعت دینی (اہل ایمان) پر تو نیند کا ظہر ہو رہا تھا اور ایک جماعت وہ تھی دینی منافقین کی، کہ ان کو اپنی جان ہی کی فکر پڑ رہی تھی کہ دیکھئے یہاں سے پتہ چل کر بھی جاتے ہیں، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلافتِ حقیقت گمان کر رہے تھے مشرکوں جیسا گمان، وہ یوں کہہ رہے تھے کہ ہمارا کچھ اختیار چلتا ہے؟ درمطلب یہ تھا کہ ہماری رائے کسی نے نہیں سنی جو جنگ سے پہلے ہم نے دی تھی خواہ مخواہ سب کو مصیبت میں پھنسا دیا ہے، آپ فرمادیں گے کہ اختیار تو سب اللہ کا ہی ہے دینی سارا معاملہ اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اگر ہتھاری رائے پر عمل بھی ہوتا جب بھی فتنہ اہلی غالب رہتی اور جو اقتاد آئے والی تھی آکر رہی، وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی باتیں چھپائے رکھتے ہیں جو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے (دل میں مشرکانہ خیال لاتے کہ کیا اللہ کی مدد ہے اور کیا روز جزا؟ سب بنا دینی باتیں ہیں اور کبھی کہتے کہ اگر ہماری بات مان کر مدینہ سے باہر نہ نکلے تو ہم مارے نہ جاتے، کبھی کہتے ہیں کہ اگر ہمارا اختیار چلتا دینی ہماری رائے پر عمل ہوتا، تو ہم یہاں نہ مارے جاتے آپ فرمادیں گے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی رہتے تب بھی جن لوگوں کے لئے قتل ہونا کھا جا چکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل ہی پڑتے اور سب اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے باطن کی بات دینی ایمان کی آزمائش کرے اور تاکہ تمہارے دلوں کی بات دینی اس ایمان کو صاف کر دے دیکھو کہ مصیبت سے مومن کی توجہ غیر اللہ سے ہٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف لگ جاتی ہے جس سے ایمان کو جلا اور قوت پہنچتی ہے، اور اللہ تعالیٰ سب باطن کی باتوں کو خوب جانتے ہیں۔

۱۱۔ وقال لی علیہ حد ثنا یزید بن زریعہ قال حدثنا سعید عن قتادہ عن انس عن ابی طلحۃ قال کنت فیہن نعشا لا نعسا یومہ اعد حتی سقط سیفی من یدای مراراً لیسقط واخذ لا ویسقط واخذ لا۔

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ نے بیان کیا کہ میں ان لوگوں میں تھا جنہیں اونگھ ڈھانک رہی تھی احد کے دن یہاں تک کہ میری تلوار میرے ہاتھ سے گر پڑی تھی مگر جاتی دینی اونگھ کے ظہر سے بے اختیار، اور میں

اس کو اٹھالیتا پھر گرجاتی اور میں اس کو اٹھالیتا۔

فائدہ:- مطابقتہ للترجمۃ ظاہرہ۔

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو چونکہ علی سبیل المذاکرہ ذکر کیا ہے اس لئے حدیث ثانیاً اخبارنا کے صیغہ سے ذکر نہیں کیا گیا چنانچہ شارح بخاری علامہ عینی نے اس حدیث کے شمار میں نہیں کیا ہے لیکن حدیث مسند اور متصل اسناد ہے اس لئے میں نے اس حدیث پر شمار نمبر تصدداً ڈالا ہے۔ اس کی مزید شرح کے لئے حدیث علاء دیکھئے۔

فائدہ ملاحظہ:- ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حق تعالیٰ کا عجیب و غریب فضل تھا کہ مخلص مسلمانوں پر ایسی اونگھ نازل فرما دی کہ جیسے کوئی غم نہیں نگر نہیں، ایسا سو رہے ہیں کہ ہاتھ سے تلوار بھی گر پڑتی ہے بجلاں منافقوں کے کہ مارے علم و فکر کے ذرہ برابر بھی سکون نہیں بالکل خوف کے مارے لرز رہے تھے۔

بخاری صفحہ ۵۸۲

بَبَابِ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ

أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ (پت ۳۷)

ترجمہ:- یہ باب اس آیت کریمہ کے سبب نزول دشان نزول کے بیان میں ہے آپ کو اس معاملہ میں دینی کسی کے مسلمان ہونے یا کافر رہنے کے متعلق، کوئی دخل نہیں دعوا علم کا دخل ہو یا قدرت کا بلکہ یہ سب حق تعالیٰ کے علم اور قبضہ میں ہے آپ کو مہر کرنا چاہئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا اسلام کی توفیق دے کر یا انہیں عذاب دے گا اگر کفر پر رہے، کیونکہ وہ ظالم ہیں دونوں صورتوں میں معاملہ اللہ کے قبضہ میں ہے۔

فائدہ:- امام بخاریؒ نے اس باب میں دو روایتیں نقل کی ہیں جس سے دو سبب معلوم ہوتے ہیں۔ حافظ عسقلانی نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ دونوں روایتوں کا تعلق ایک ہی واقعہ (غزوہ احد) سے ہے کہ غزوہ احد میں آنحضرتؐ کے زخمی ہونے کا جو واقعہ ہوا وہ پہلی روایت حضرت انسؓ کی ہے اور اس پر آنحضرتؐ نے جو لعنت و بددعا فرمائی وہ دوسری روایت حضرت عمرؓ کی ہے۔ ان دونوں واقعات پر آیت مذکورہ "لیس لک من الامر" الخ نازل ہوئی۔

نیز اس کا ایک سبب اور ہے جو باب کے اخیر میں ذکر ہو گا (فتح)

قال حميد وثابت عن انس شأخ النبي صلى الله عليه وسلم يوم احد فقال كيف ينزل قومك شقوا انبيهم فنزلت ليس لك من الامر شيئا.

ترجمہ:- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے دینی آپ کے دانت شہید ہو گئے اور صبر مبارک زخمی ہو کر خون بہنے لگا، تو آپ نے فرمایا کہ وہ قوم کیسے فلاح پاسکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا ہے اس پر آیت مذکورہ بالا لیس لک من الامر شئیء نازل ہوئی۔

فائدہ:- امام بخاری نے حمید الطویل کی اور ثابت البنانی کی حدیث تعلقاً ذکر کی ہے۔ یہ دونوں روایتیں دوسری کتابوں (ترمذی و غیرہ) میں موصول مذکور ہیں۔ حمید کی اس حدیث کو ابن اسحاق نے مغازی میں ذکر کیا ہے کہ حمید نے جو سے حضرت انسؓ کی حدیث بیان کی، حضرت انس نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ احد میں بائی دانت

نیچے کا) شہید ہو گیا اور چہرہ مبارک زخمی ہو کر خون بہنے لگا تو آپ چہرہ انور سے خون پونچھتے اور فرماتے کہ وہ قوم کیسے فلاح پاسکتی ہے جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا درآن حالیکہ وہ نبی ان کو خدا کی طرف بلا رہا ہے اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت لیس لک من الامر شیشی نازل فرمائی

ثابت بنانی کی حدیث بھی اسی طرح ہے جس کو مسلم نے موصولاً حدیث منسوخہ سے من ثابت من انس نقل کیا ہے۔

ابن ہشام نے ابو سعید خدری کی حدیث میں ذکر کیا ہے کہ عقبہ بن ابی وقاص (دراور حضرت سعد بن ابی وقاص) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک پتھر پھینکا جس سے نیچے کا بائیں دانت اور نیچے لب مبارک مجروح ہو گیا اور عبد اللہ بن شہاب زہری نے آپ پر پتھر پھینک کر آپ کا چہرہ مبارک زخمی کیا اور عبد اللہ بن قیس نے جو قریش کا مشہور پہلوان تھا آپ پر اس زور سے حملہ کیا کہ رخصت مبارک زخمی ہوا اور خود کے دو ہاتھ آپ کے زخم مبارک میں گھس گئے اور مالک بن سنان ابو سعید خدری کے والد ماجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے خون چوس کر نکل گئے تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم کو آگ ہرگز نہیں چھو سکتی یعنی دنیا میں نہ آخرت میں۔

معم طبرانی میں ابوامامہ سے مروی ہے کہ احد کے دن عبد اللہ بن قیس نے آنحضرت کو پتھر مارا جس سے آپ کا چہرہ انور زخمی اور دندان مبارک شہید ہو گیا تو آنحضرت نے فرمایا "خدا تجھ کو ذلیل و خوار کرے" سو اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیا جو ہمیشہ سینگوں سے ماتلا بہا یہاں تک کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے (فتح) نٹ۔ دانت کی شہادت سے مراد نہیں ہے کہ جوشے اکھر گیا بلکہ صرف دانت کا ایک ٹکڑا ٹوٹ پڑا تھا۔

۱۱۱۔ حدیثنا یحییٰ بن عبد اللہ الشاشی قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا معاوية بن الزهري حدثني سالم عن ابيه انه سمع ما رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رافعه ما اسه من الركوع من الركعة الا خروا من الفجر يقول اللهم العن فلانا وفلانا وفلانا بعد ما يقول سمع الله لمن هملا لا ما بنا ولف الحمد فانزل الله لیس لك من الامر شیشی الخی قوله فانهم ظالمون وعن حنظلة بن ابی سفین سمعت سالیماً بن عبد الله يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يد عوعلی صفوان بن امیة وسهیل بن عمرو والحارث بن هشام فنزلت لیس لك من الامر شیشی الخی قوله فانهم ظالمون۔

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب آنحضرت فجر کی دوسری رکعت سے سر اٹھاتے تھے تو فرماتے تھے "اے اللہ فلاں اور فلاں جنس پر لعنت کر دینی صفوان بن امیہ اور اسیل بن عمرو اور حارث بن ہشام کو اپنی رحمت سے دور کر دیجئے، اور یہ بد دعا آپ سمع الله لمن هملا لا ما بنا ولف الحمد کے بعد کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت لیس لك من الامر شیشی سے فانهم ظالمون تک نازل کی۔

اور حنظلة بن ابی سفیان سے روایت ہے کہ میں نے سالم بن عبد اللہ سے سنا وہ (سالم) بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بد دعا کرتے تھے صفوان بن امیہ اور سهیل بن عمرو اور حارث بن ہشام پر اس پر یہ آیت

لیس لفظ من اکموشیعی سے فانیہم ظالمون تک نازل ہوئی۔

فائدہ:- حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ تینوں حضرات دمنوان بن امیہ اور سیل بن عمرو اور عارض بن ہشام، فتح مکہ میں مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ غالباً اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے ان کے حق میں بددعا کرنے سے منع کیا اور یہ آیت شریفہ نازل ہوئی (فتح الباری ص ۲۸۱)، اور ایک روایت مسلم شریف جلد اول ص ۲۳۱ پر حضرت ابو ہریرہ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبائل کفار رعل و ذکوان اور عیینہ پر بددعا کرتے تھے پھر جب آیت کریمہ لیس لفظ من اکموشیعی نازل ہوئی تو آنحضرت نے بددعا کرنے کی چھوڑ دی۔

اب اشکال ہوتا ہے کہ رعل و ذکوان کا واقعہ غزوہ احد کے بعد کا ہے کیونکہ اس کا تعلق پیر معونہ سے ہے جو حضرت محمد میں واقع ہوا۔

اس کا جواب حافظ عسقلانی نے یہ دیا ہے کہ اتنا مضمون "لما نزلت الایۃ" یعنی یہ آیت نازل ہوئی کا حصہ مدح منقطع ہے پس شان نزول کے سلسلے میں پہلی روایات صحیح ہیں یعنی آیت کا تعلق غزوہ احد ہی سے ہے لیکن یہ اشکال باقی رہتا ہے کہ پھر آنحضرت نے بددعا کیوں فرمائی؟ اس لئے صحیح ترجمان یہ ہے کہ ممکن ہے کہ آپ نے بقرہ یہ تفصیص سنائیں حکم کو الیٰ احد کے ساتھ خاص سمجھا ہو یا مخصوص "یتوب علیہم" سے اشارہ ان کے احتمال ایمان کا بھی معلوم ہوتا ہے اس لئے آپ نے رعل و ذکوان پر بددعا فرمائی ہو اور وہی آیت دوبارہ وحی سے یاد دلائی گئی ہوتی کہ آپ کو حکم کا عموم معلوم ہو جائے۔

جواب بلا تعلیق کے لئے یہ بھی جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ غزوہ احد کے صرف چار ماہ بعد ماہ صفر سنہ ۳ھ میں رعل و ذکوان کا قصہ ہوا تھا جس کی تفصیل انشا اللہ پیر معونہ میں آئے گی، اس لئے ممکن ہے کہ آیت کا نزول دونوں واقعات کے بعد ہوا ہو اگر سبب نزول سے کچھ مدت بعد آیت کا نزول ہوا ہو تو بعید نہیں۔ بہر حال آپ کا بددعا کرنے کا یا بددعا کا قصد کرنا اجتہاداً تھا و وحی الہی سے زافن ثابت تھا اور نہ ہی ممانعت، پس عصمت کے متعلق کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔

باب ذکر ام سلیط

صفحہ ۵۸۲

یہ باب ام سلیط کے تذکرہ کے بیان میں ہے

فائدہ:- سلیط سین کے فتح اور لام کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

ام سلیط حضرت ابوسید خدریؓ کی والدہ ہیں یہ پہلے ابوسلیط کے نکاح میں تھی، ہجرت سے قبل ہی ابوسلیط کا انتقال ہو گیا تھا تو ام سلیط نے مالک بن سنان خدری سے نکاح کیا اور ابوسید خدریؓ مشہور صحابی پیدا ہوئے۔ حضرت ام سلیط ان صحابیات میں سے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئیں۔

۱۱۲۔ حدیثنا یحییٰ بن یزید قال حدثنا الیث عن یونس عن ابن شہاب وقال ثعلبۃ

بن ابی مالک انی سمع من الخطاب قسّم مروطابین النساء اهل المدینۃ فبقی منها مروطاب

جید فقال له بعض من عندنا یا امیر المؤمنین اعط هذا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم الی عندک یریدون ام کلثوم بنت علی فقال عمرو بن سلیط الحق بہ وام سلیط

من نساء الانصار ممن بالیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عبر فانہا کانت تزفر لثا القرب یومہ اشد۔

ترجمہ۔ طعبر بن ابی ناکب نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب (ذفا روقی اعظم) نے اہل مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں، سو ان میں سے ایک عمرہ شرم کی چادری باقی بچ گئی تو ایک شخص نے جو ان کے قریب تھے کہا "اے امیر المؤمنین یہ چادری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی دینہ نواسی کو دے دیجئے جو آپ کے نکاح میں ہیں ان کا اشارہ حضرت علی کی بیٹی ام کلثوم کی طرف تھا تو عمر فاروقی نے فرمایا کہ اس کی زیادہ حقدار ام سلیطہ ہے۔ ام سلیطہ ان عواتین انصار میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیبت کی تھی، عمر فاروقی نے فرمایا کہ وہ ام سلیطہ غزوہ احد میں ہم لوگوں کے لئے مشک اٹھا کر لاتی تھیں۔

فائدہ۔ مطابقتہ للشریعتہ طاہرۃ۔ و عمر الحدیث صفحہ ۴۰۳۔

مروط بن مہین بن مہرط بکرم المیم ادنی یار شیم کی چادری نیز ہر بے سلاہو اچھا۔ تزفر بالزوار والظاری مثل وزنا و مہنی۔

بَابُ قَتْلِ حَمْزَةَ

یہ باب حضرت حمزہ کی شہادت کے بیان میں ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سید الشہداء، حمزہ ابن عبد المطلب (رحمہ) میں حضرت حمزہؓ کا حضور کے چچا، شہیدوں کے سردار ہیں۔

۱۱۳۔ حدثنا ابو جعفر محمد بن عبد اللہ قال حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ بن ابی صامیۃ عن عبد اللہ بن الفضل بن سلیمان بن یسار عن جعفر بن عمرو بن اسیۃ الضمری قال نزلت مع عبید اللہ بن عدی الخیار فلما قدمنا ہم من قال لی عبید اللہ هل لثا فی وحشیۃ نسأله عن قتل حمزۃ قلت نعم وکان وحشیۃ یسکن ہم من فسالنا عنہ فقیل لنا ہذا لثا فی ظل قصر کا کہہ حیث قتل نجسنا حتی وقفنا علیہ فیسیر فسالنا فرقا السلام قال وعبید اللہ معتبر بعدا متہ ما یرى وحشیۃ الا عینیدہ وراجلیدہ فقال عبید اللہ یا وحشیۃ اتعرفنی قال فنظر الیہ ثم قال لا واللہ الا انی اعلم ان عدی بن الخیار تزوج امرأۃ یقال لہا ام قتال بنت ابی العیص فولدت لہ غلاما بمکہ فکنت استرضعہ لہ فخلعت ذالک الغلام مع امہ ففنا وبتھا ایتاہ فلکانی نظرت الی قدمیک قال فکشف عبید اللہ عن وجہہ ثم قال الا تبصرنا بقتل حمزۃ قال نعم ان حمزۃ قال طعمتہ بن عدی بن الخیار بیدہ فقال لی مولای جیر بن مطعم ان قتلت حمزۃ بعماسی فانت

حزق قال فلما ان اخرج الناس حلہ عینین وھینین جبیل من جبال حد بینہ وادخرت مع الناس الی القتال فلما ابی اسطر القتال خرج سباع حلہ من مبارز قال فخرج الیہ حمزۃ بن عبد المطلب فقال اسباع یا ابا تمنا وقطعة البذر

اتحاد الله ورسوله قال ثم شد عليه فكان كأمس الذاهب قال وكنيت لحمة
تحت صخرة فاما دنا مني سميت بحربتي فأضعفها في ثلثه حتى خرجت من بين
ويعني قال فكان ذلك العهد به فلما رجع الناس رجعت معهم فاقمت بسكة حتى
فتأفيها لاسلام ثم خرجت الى الطائف فامسوا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم
رسلا ثقيل لي انه لا يهيج الرسول قال فخرجت معهم حتى قدمت على رسول الله صلى
الله عليه وسلم فلما راى قال انت وحشي قلت نعم قال انت قتلت حمزة قتلته كان
من الامم ما بلغك قال فهل تستطيع ان تغيب وجهك عني قال جرحيت فلما قبض رسول الله
صلى الله عليه وسلم فخرج مسيلمة الكذاب قتل لا يخرجني الى مسيلمة بعلي اقتله فأما
في به حمزة قال فخرجت مع الناس فكان من امر ما كان قال فاذا راى جمل قاتلني ثلثة جدارا
كانه جبل اوراق ثائر الراس قال فوميتته بحربتي فاضعها بين ثدييه حتى خرجت من
بين كتفيه قال ووثب اليه رجل من الانصار فضربه بالسيف على هامته قال عبد الله
بن الفضل فاخبرني سليمان بن يسار انه سمع عبد الله بن عمر يقول فقالت جارية
على ظهر بيت وامير المؤمنين قتله العبد الاسود -

ترجمہ :- حضرت جعفر بن عمرو بن امية الضمري سے روایت ہے کہ میں عبد اللہ بن عدی بن خیار کے ساتھ نکلا
دیعنی سفر میں) سو جب ہم پہنچے تو مجھ سے عبید اللہ نے کہا کیا تجھ کو وحشی سے ملاقات کی خواہش ہے ؟ دیعنی جس
نے مزہ اہد میں بحالت کفر آنحضرت کے چچا حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا۔ ہم لوگ وحشی سے مل کر حضرت حمزہ کی تہادت
کا حال معلوم کریں) میں نے کہا ہاں دیعنی ٹھیک ہے چلنا چاہئے) اور وحشی ہمیں رہتا تھا چنانچہ ہم نے لوگوں سے ان کے
متعلق پوچھا تو ہم سے کہا گیا دیعنی وحشی کا پرتہ بتایا گیا کہ وہ یہ اپنے گل کے سائے میں بیٹھے ہوئے ہیں جیسے کہ وہ موٹا سا پتہ
کا لے رنگ کا یعنی پانی سے بھری مشک ہو اور ایک روایت میں ہے کہ جب ہم نے لوگوں سے وحشی کو پوچھا تو ایک شخص
نے ہم سے کہا کہ وہ بہت شراب پیتا ہے سو اگر تم اس کو نشہ کی حالت میں پاؤ تو اس سے کچھ مدت پوچھنا اور واپس لوٹ آنا۔
اور اگر فاقہ کی حالت ہو تو جودل چاہے پوچھو) جعفر نے بیان کیا کہ پھر ہم ان کے پاس آئے اور تھوڑی دیر ان کے پاس
کھڑے رہے پھر ہم نے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا) جعفر نے بیان کیا کہ عبید اللہ نے اپنی پگڑی اس طرح پیٹ
لی تھی کہ وحشی ان کی صرف آنکھیں اور دونوں پاؤں دیکھ سکتے تھے) سو عبید اللہ نے کہا اے وحشی! کیا آپ مجھ کو پہچانتے ہیں؟
جعفر نے بیان کیا کہ پھر وحشی نے عبید اللہ کی طرف نظری اور کہا کہ نہیں خدا کی قسم مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ عدی بن خیار نے
ایک عورت سے نکاح کیا تھا جس کو ام قتال بنت ابی العیص کہا جاتا تھا) سو اس عورت نے عدی بن خیار کے لئے مکہ میں
ایک لڑکا جنا سو میں نے اس کے لئے آنا دودھ پلانے والی عورت) تلاش کی تھی پھر میں اس لڑکے کو اٹھا کر لے گیا اس کی ماں
(رضاعی) کے پاس اور اس لڑکے کو اس مرضہ کو دے دیا) سو گویا کہ میں نے تیرے دونوں پاؤں کو دیکھا تھا اور ابن اسحاق کی
روایت میں ہے کہ خدا کی قسم میں نے تجھ کو اس وقت سے نہیں دیکھا جب سے میں نے تجھ کو تیری ماں سعیدہ کے حوالے کیا جس
نے تجھ کو مقام ذی طوی میں دودھ پلایا میں نے جس وقت تجھ کو سعیدہ کے ہاتھ میں دیا تھا وہ اس وقت اونٹ پر تھی -

تو جب اس نے یہ باتیں سنی تھیں تو میرے پاؤں کو دیکھا تھا پھر میں نے مجھ کو کبھی نہیں دیکھا مگر یہ کہ تو میرے پاس گھرا ہوا اور میں نے تیرا قدم پہچانا، اس روایت سے وضاحت ہوتی ہے۔ روایت ماتی اباب کا لفظ کافی نظروں الی قدح ایک، یعنی وحشی نے تشبیہ دی اس لڑکے کے قدمین کو جس کو اٹھایا تھا کہ ہو بہو وہی ہے حالانکہ درمیان میں پچاس سال کا فاصلہ ہے اس سے وحشی کی ذکاوت اور کمال قیافہ شناسی کا اندازہ ہوتا ہے، جعفر نے بیان کیا کہ عبید اللہ نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھایا پھر کہا، کیا آپ ہم سے حضرت حمزہ کی شہادت نہیں بیان کریں گے؟ اس نے کہا ہاں (یعنی ان کا قصہ یہ ہے) کہ حضرت حمزہؓ نے غزوہ بدر میں طیب بن عدی بن خیار کو قتل کیا تھا تو میرے مولیٰ (مالک، جیر بن مطعم نے مجھ سے کہا کہ اگر تم نے میرے چچا (طیب) کے بدلے میں حمزہ کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو، وحشی نے کہا کہ پھر جب لوگ یعنی قریش عینین کے سال (غزوہ احد کے سال) جنگ کے لئے نکلے اور عینین احد کے مقابل ایک پہاڑ ہے اس کے درمیان (یعنی احد اور عینین کے درمیان) ایک وادی (انالا) حائل ہے تو میں بھی لوگوں کے ساتھ جنگ کی طرف نکلا سو جب لوگوں نے جنگ کے لئے صفت بندی کی تو سب جابجاء نکلا، یعنی قریش کی صف میں سے سب ابن عبد العزیٰ نکلا، اور اس نے کہا اھل منہ ہماں ذابہ کوئی لڑنے والا؟ اس نے بیان کیا کہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب اس کی طرف نکلے اور فرمایا، اے سب اے ام انار کے بیٹے جو عورتوں کی خدمت کرنے والی ہے (مطلب یہ ہے کہ حضرت حمزہ نے اس کو ہار دلیا کہ تم اس عورت کا تو بیٹا ہے جو مکہ میں عورتوں کی شرمگاہ کی خدمت کیا کرتی تھی)، کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے آیا ہے؟ بیان کیا کہ پھر حمزہؓ نے اس پر حملہ کیا چنانچہ وہ زائل ہونے والے گذشتہ دن کی طرح ہو گیا یعنی بالکل مر گیا۔ وحشی نے بیان کیا کہ میں حمزہ کے مارنے کے لئے ایک چٹان کے نیچے چھپ گیا سو جب وہ مجھ سے قریب ہونے میں سے ان کو اپنا نیزہ مارا، چنانچہ میں نے اس نیزہ کو ان کی شرمگاہ یعنی نات کے نیچے لگایا یہاں تک کہ ان کے دونوں سرین کے پار ہو گیا، بیان کیا کہ سو تھا یہ نیزہ ماننا اس کا معاملہ (یعنی ان کی موت ہو گئی) پھر جب لوگ (قریش) واپس ہوئے تو میں بھی اللہ کے ساتھ واپس آ گیا اور میں مکہ میں مقیم رہا یہاں تک اس مکہ میں اسلام پہنچ گیا (یعنی مکہ فتح ہو گیا)، تو میں طائف چلا گیا (ابن اسحاق کی روایت میں ہے فلما فتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ ہریت منھا الی الطائف حضور نے جب مکہ فتح کر لیا تو میں مکہ سے بھاگ کر طائف نکل گیا، پھر طائف والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصدوں کو بھیج دیا (ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ طائف کا وفد اسلام و اطاعت کے لئے نکلا تو میں تردد میں پڑ گیا کہ لب کیا کروں؟ شاید میں وغیرہ بھاگتا پڑے گا، تو مجھ سے کسی نے کہا کہ وہ (یعنی آنحضرت) قاصدوں پر برا بیگنہ نہیں ہوتے ہیں۔ یعنی حضور سے قاصدوں کو تکلیف نہیں پہنچتی ہے، جیسا ہی کی روایت میں ہے کہ جب طائف والوں نے اسلام قبول کرنے کے لئے وفد بھیجا تو مجھ پر زمین تنگ ہو گئی اور میں نے شام کی طرف بھاگنے کا ارادہ کر لیا تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تجھ پر تباہی ہے۔ اسے تو مسلمان ہو جا، خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو بالکل چھوڑ دیتے ہیں، وحشی کا بیان ہے کہ پھر میں ان قاصدوں کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سو جب آنحضرت نے مجھ کو دیکھا تو عرض فرمایا، کیا تو وحشی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں، آنحضرت نے فرمایا، کیا تو نے حمزہ کو قتل کیا تھا؟ میں نے عرض کیا ہاں، شک ہوا ہے وہ کام جو آپ کو پہنچا دینی حضرت حمزہ کی شہادت کے متعلق جو خبر آپ کو پہنچی ہے کہ یہ کام وحشی نے کیا ہے تو یہ خبر صحیح ہے، آنحضرت نے فرمایا کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ اپنی صورت مجھ سے چھپائے رکھو یعنی میری نظر کے سامنے نہ آؤ۔ وحشی نے بیان کیا کہ میں نکل گیا دینی مجھ کو بہت افسوس ہوا کہ آنحضرت کی نیابت سے محروم ہے۔

بیان تک کہ آنحضرت کا انتقال ہو گیا، ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا "۱" سے وحشی جا اور خدا کی راہ میں جہاد کر جیسے تو لوگوں کو خدا کی راہ سے روکا کرتا تھا، پھر جب آنحضرت کی وفات ہوئی اور میلہ کذاب نے ضرورت کیا دینی پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کیا، تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں میلہ کی طرف ضرور نکلوں گا شاید میں اس کو قتل کر سکوں اور اس سے حضرت حمزہؓ کی مکافات کر سکوں دینی شراناس و بدترین خلائق کو قتل کر کے نیرانہ اس کے گناہ قتل کی معافی ہو سکے، وحشی کا بیان ہے کہ پھر میں لوگوں (مسلمانوں) کے ساتھ نکلا سو ہوا اس کے معاملہ میں جو ہوا دینی میلہ کذاب اور حضرات صحابہ کے درمیان جنگ ہوئی میلہ کذاب مارا گیا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی جس کی تفصیل کتاب الفتن میں آئے گی انشاء اللہ، وحشی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا میدان جنگ میں کہ ایک شخص یعنی میلہ دیوانی شرافت و دراز میں لگا کھڑا ہے جیسے گندی رنگ کا کوئی اونٹ ہو، اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے وحشی نے بیان کیا کہ میں نے اپنا نیزہ اس پر پھینک کر مارا۔ دینی وہ نیزہ جس سے حضرت حمزہؓ کی شہادت ہوئی تھی، سو میں نے اس نیزے کو اس کے سینے پر لگایا یہاں تک کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان پار نکل گیا، بیان کیا کہ ایک انصاری مرد صحابی، جیسے اور تلوار سے اس کی کھوپڑی پر مارا و مطلب یہ ہے کہ جب حضرت وحشی کا نیزہ میلہ کو لگا تو میلہ گر کر ترپٹنے لگا تو ایک انصاری صحابی یعنی حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے تلوار سے مارا، عبداللہ بن فضل نے بیان کیا کہ مجھ سے سیلان بن یسار نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سنا آپ (عبداللہ بن عمر) بیان کر رہے تھے کہ (میلہ کذاب کے قتل ہونے پر) ایک لڑکی نے گھر کی چھت پر اعلان کیا "۔ کہ امیر المومنین (دینی میلہ کذاب) کو ایک کالے غلام حضرت وحشی نے قتل کر دیا۔

فائدہ:۔ مطابقتہ للترجمتہ ظاہرہ۔

جمل او موافق خاکستری رنگ والا اونٹ یعنی جنگ کے گرد و غبار سے بالکل بھرت بنا ہوا تھا۔ مہجمل صحت الانصار عبداللہ بن زید بن حاصم مازنی ہیں جیسا کہ اسحاق بن راہویہ اور واقدی کا بیان ہے۔ فقالت جاریدۃ علی ظہر بیت الخ اس میں اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ میلہ کذاب کو حضرت وحشی نے قتل کیا لیکن اس لڑکی نے جو میلہ کے بارے میں امیر المومنین کا لفظ کہا اس میں نظر ہے اس لئے کہ میلہ کا دعویٰ تو نبوت و رسالت کا تھا نیز اس وقت تک امیر المومنین کا لقب موجود ہی نہیں تھا۔ یہ لقب سب سے پہلے حضرت عمر فاروق کو دیا گیا اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ میلہ کذاب کے بہت بعد کا ہے اس لئے اس نسبت میں تامل ہے۔

استنباط مسائل:۔ اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے پر پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ وارد ہے الاسلام بیہدم ماکان قبلہ۔ بلا جنگ و لڑائی میں اپنی حفاظت و بچاؤ کا خیال رکھنا چاہئے و جنگ کے موقع پر کسی دشمن کو حقیر و معمولی نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ حضرت حمزہؓ نے رسول کو مار کر واپسی میں وحشی کو ضرور دیکھا ہو گا۔ لیکن معمولی و حقیر سمجھ کر تو یہ نہیں کی پھر جو ہونا تھا ہوا۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہؓ کی کفالت میں نکلے تو آپ نے ان کو بطن دادی میں شلہ کیا جو اذناک کان کما ہوا، پایا آپ کا دل بھر آیا، آپ نے فرمایا کہ اگر صیفہ دہنت جدم المطلب یعنی حمزہ کی ہن، غناک و رنجیدہ ہوئی اور اس کا خوف نہ ہوتا کہ میرے بعد طریقہ مسنون ٹھہر جائے گا تو میں یہیں چھوڑ دیتا کہ دزد سے اور پرند سے کھاتے پھر قیامت کے روز دزدوں کے شکم سے اور پرندوں کے پوٹوں سے اٹھائے جاتے۔

دن ہشام نے اتنی یاد دہی کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نازل ہو کر فرمایا کہ حضرت عمرؓ کا نام آسمان میں اس لئے اور اسد رسولہ یعنی اللہ اور اس کے رسول کا شیر، کھا گیا ہے۔

آپ نے اسی جگہ کھڑے کھڑے یہ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا تو تیرے بدلے ستر کافروں کو مثلہ کر دیا گا آپ اس جگہ سے ابھی بٹنے نہ گئے کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی :-

وإِن عَاقِبَتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عَاقِبْتُمْ
وَهُوَ لَئِن صَبَرْتُمْ لَهَوِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْبُرُوجِ
اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم کو تکلیف پہنچائی گئی تھی اور اگر تم صبر کرو تو البتہ وہ بہتر ہے مہر کرنے والوں کے لئے۔ (سورہ نحل)

اور آپ مہر کیجئے اور آپ کا مہر کرنا محض اللہ کی امداد اور توفیق سے ہے اور نہ آپ ان پر ٹمگیں ہوں اور نہ ان کے مکر سے تنگ دل ہوں۔ بے شک اللہ مہر کرنے والوں اور نیکیوں کے ساتھ ہے۔

آپ نے میز فرمایا اور قسم کا کفارہ دیا اور اپنا اداہہ فتح کر دیا۔

بَابُ مَا أَصَابَ لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِرَاحِ يَوْمَ أُحُدٍ

یہ باب ان زخموں کے بیان میں ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ احد میں پہنچے تھے
فائدہ :- کچھ بیان اس کا "باب لیس لاث من الامور شیشی کے ماتحت گذر چکا ہے، خلاصہ تمام اخبار کا یہ ہے کہ آپ کا چہرہ انور زخمی ہوا ملا دنان مبارک ٹوٹے راز خسار مبارک اور پیچھے کے ہونٹ اندر سے زخمی ہوئے رش اور گھٹنے میں خراش آگئی۔ (فتح)

۱۱۳۔ حدثنا المنهوق بن نصر قال حدثنا عبد الوزاري عن معمر بن هاشم سمع ابا هريرة قال قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اشتمت غضب الله على قوم فعلوا بنبى يشيرا الى رباعيته اشتمت غضب الله على رجل يقتله رسول الله في سبيل الله۔

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر سخت ہے جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ کیا آپ اشارہ کرتے تھے اپنے ربائی دنان مبارک کے ٹوٹنے، کئی طرف اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہے اس شخص (ابو بن خلف) پر جس کو اللہ کے رسول اللہ کے راستے میں قتل کر دیں۔

فائدہ :- ترجمہ کی مطابقت پیش پورالی ربا عیتہ الخ سے حاصل ہوگی۔ یعنی دنان مبارک کا زخمی ہونا احد کے روز ہوا۔

علاوہ حدیث مرسل صحابہ میں سے ہے نیز اس کے بعد والی حدیث حضرت ابن عباس کی بھی مرسل صحابہ میں سے ہے چونکہ حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما غزوہ احد میں شریک نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ بعد میں کسی صحابی سے سن کر روایت کی ہے۔

ربا عیتہ بفتح الراء وتختف الموحدة (فتح) اوزاعی سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ احد کے روز زخمی ہوئے تو کوئی چیر لے کر خون پونچھنے لگے اگر خون کا کچھ حصہ زمین پر گرے تو آسمان سے عذاب نازل ہو جاتا۔ پھر آنحضرتؐ نے

فرمایا اللہم اغفر تقوی فانہم لا یعلجون اے اللہ میری قوم کو معاف کر دے کہ یہ جانتے نہیں ہیں۔

۱۱۵۔ حدیثی محمد بن مالک قال حدیثنا یحیی بن سعید الاموی قال حدیثی ابن جریج عن عمرو بن دینار عن عکرمۃ عن ابن عباس قال اشتد غضب اللہ علی من قتله النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سبیل اللہ اشتد غضب اللہ علی قوم دموا وجہ نبی اللہ ﷺ۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس شخص پر انتہائی غضب نازل ہوا جس کو اللہ کے نبی نے اللہ کے راستے میں قتل کر دیا، اور اللہ تعالیٰ کا انتہائی غضب اس قوم پر ہوا جنہوں نے اللہ کے نبی کا چہرہ انور خون آلود کیا۔
فائدہ ۱۔ یہی غزوہ احد کے موقع پر اور یہی ترجمہ الباب کی مطابقت ہے۔

باب ای ذیابٹ و ہک انفل من الباب السابق اور اکثر نسخوں میں اس جگہ لفظ باب نہیں ہے۔

۱۱۶۔ حدیثنا قتیبۃ بن سعید قال حدیثنا یعقوب عن ابی حازم انہ ساء سہل بن سعید وهو یسأل عن جرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اما واللہ انی لا اعرّف من کان ینسل جرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن کان ینسکب الماء وبعاد ذوی قال کان فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تغسلہ وعاث ینسکب الماء بالمجنّ فلما رأت فاطمۃ ان الماء لا یزید الدّم الا کثرا لا اخذت قطعۃ من حصیر فاخرقتها فالصقتھا فاستمسک الدّم وکسرت ربا عینہ ليومشذ وجرح وجهه وکسرت البیضۃ علی راسہ

ترجمہ ۱۔ ابو حازم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت سہل بن سعد سے سنا، آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کے متعلق پوچھا گیا تھا، جو زخم غزوہ احد میں آپ کو پہنچا تھا، آپ (سہل بن سعد) نے کہا سنو خدا کی قسم میں خوب پوچھا نہ ہوں (یعنی یقینی طور پر یاد ہے)، جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زخم دھوتا تھا اور چو پانی ڈالتا تھا اور جس چیز سے آپ کا علاج کیا گیا، حضرت سہل نے بیان کیا کہ آنحضرت کی صاحبزادی حضرت فاطمہ دھوتی تھیں اور حضرت علیؑ ڈھال سے پانی ڈالتے تھے پھر جب حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ پانی سے اور خون بہہ رہا ہے تو فاطمہ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر اس کو بھلایا پھر اس کو زخم پر چپکا دیا چنانچہ خون بند ہو گیا، اسی روز آپ کے دندان مبارک ٹوٹے تھے اور آپ کا چہرہ انور زخمی ہوا تھا۔ اور خود آپ کے ہر مبارک پر ٹوٹ گئی تھی۔

فائدہ :- طرائق وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ مشرکین جب میدان احد سے واپس لوٹ گئے تو مسلمانوں کی عورتیں صحابہ کی خبر گیری کرنے کے لئے مدینہ سے نکلیں ان میں سیدۃ النساء حضرت فاطمہؑ بھی تھیں، آ کر حضرت فاطمہؑ نے جب دیکھا کہ چہرہ انور سے خون جاری ہے تو حضرت علیؑ شہر (دھال) میں پانی بھر کر لاتے اور فاطمہؑ دھوتی تھیں لیکن خون کسی طرح تھمتا نہیں تھا، جب دیکھا کہ خون بڑھتا ہی جاتا ہے تو ایک چٹائی کا ٹکڑا لے کر بھلایا اور اس کی راکھ زخم پر چپکائی تب خون بند ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ جنگ احد کے دن ابن قیرہ نے آنحضرت کو زخمی کیا اور اس سے کہا کہ مجھ سے یہ زخم لو اور میں ابن قیرہ ہوں۔ تو آنحضرت نے اس کو بد عادی کہ خدا تجھ کو ذلیل و خوار کرے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب ابن قیرہ گھر پہنچا اور بھریاں لے کر پہاڑ پر گیا تو ایک جنگلی بکرے نے اس پر سخت حملہ کیا اور سینگ سے مار مار کر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

استنباط مسائل | اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیماری میں علاج کرنا جائز ہے۔ علاج کو تاویل کے منافی نہیں

حضرت امیہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی امراض جسمانیہ و کالیف بذریعہ لاشعری ہوئی ہیں تاکہ ان کے درجات بلند ہوں اور ان کے متبعین ان حضرات کو دیکھ کر سمجھ لیں کہ یہ حضرات اللہ جل جلالہ کے پاک اور فاضل بندے ہیں۔ ان حضرات میں سے کوئی بھی مختار کل اور جدا نہیں ہیں۔ ان حضرات کے جملہ افعال کو نبوت و رسالت کے دلائل سمجھیں۔

۱۱۶۔ حدثنا شیخ عمرو بن علی قال حدثنا ابو عاصم قال حدثنا ابن جریج عن عمرو بن دینار عن عکرمہ عن ابن عباس قال اشتد غضب اللہ علی من قتلہ نبیاً و اشتد غضب اللہ علی من دعی وجہہ رسول اللہ۔

ترجمہ :- ابن عباس سے روایت ہے آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہے اس شخص پر جس کو اللہ کا نبی قتل کر دے اور اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہے اس شخص پر جو معنی عبد اللہ بن قیوم پر، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اور کونچوں کو لویکا فائدہ :- حدیث صحیحہ اور حدیث صحیحہ رکھی ہے۔"

صفحہ ۸۴ باب الذین استجابوا للہ والرسول۔

یہ باب ارشاد باری تعالیٰ الذین استجابوا للہ الخ کے شان نزول کے بیان میں ہے۔ ترجمہ :- وہ لوگ جنہوں نے تم پر پختہ کے بعد بھی اللہ اور رسول کا حکم قبول کیا تو ایسے نیکو کاروں اور پرہیزگاروں کے لئے اجر عظیم ہے۔

جنگ احد ختم ہو جانے کے بعد جب کفار قریش میدان احد سے واپس ہوتے تو راستے میں یہ غزوہ حمر الاسد خیال پیدا ہوا کہ ہم نے بڑی غلطی کی کہ غالب آجانے کے بعد ہم واپس لوٹ آئے۔ ہمیں چاہیے تھا کہ ایک جگہ کے ہرگز نہ ہوتا یا نہ مسلمانوں کو ختم کر دیتے اس پر واپسی اور دوبارہ حملہ کے مشورے ہونے لگے۔ کفار قریش کا یہ مشورہ ۱۵ شوال ۶ ہجرت کا دن گذار کر نیک شہادت کی رات کو ہوا، علی الصبح جس وقت حضرت بلال نے فجر کی اذان دی اور آپ تشریف لائے تو آپ کے ہنر نے اس کی اطلاع دی کہ کفار قریش کی فوجیں ابھی مکہ واپس نہیں گئی ہیں بلکہ مقام رومہ میں جا کر ٹھہر گئی ہیں اور دوبارہ حملہ کا مشورہ ہو رہا ہے۔ آنحضرت نے فوراً حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو طلب فرما کر مشورہ کیا، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ خود دشمن کا تعاقب فرمائیں ان کافروں کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ ہمارے اہل و عیال کی طرف نظر اٹھائیں۔ اس مشورہ کے بعد آنحضرت نے اسی وقت حضرت بلال کو بھیج کر منادی کوادی کہ دشمنوں کے تعاقب میں نکلنے کے لئے تیار ہو جائیں اور صرف وہی لوگ نکلیں جو کل جنگ احد میں شریک تھے۔

اس پر حضرت جابر بن عبد اللہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہ حضور پر روشن ہے کہ اس جاں نثار کو شرف صغریٰ کا بے حد شوق ہے لیکن غزوہ احد میں یہ قدر پریشانی کا لالہ محترم جب احد کے لئے روانہ ہونے لگے تو مجھے میسری بہنوں کی خبر گیری کے لئے چھوڑ دیا اور فرمایا کہ یہ مناسب نہیں کہ عورتیں یہاں تک تمہارا ہوا جائیں اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تم کو اجازت دے دوں اور خود آنحضرت کے ساتھ شریک جہاد ہونے کی سعادت سے محروم ہو جاؤں شاید مجھے شہادت ہی نصیب ہو جائے اس لئے والد کے حکم پر مجھے بہنوں کی خبر گیری کے لئے رکنہ پڑا اور والد صاحب کو اللہ نے اس نعمت سے نوازا اور وہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے اب مجھے ساتھ چلنے کی اجازت مرحمت فرمائیں آپ نے اجازت دے دی اس فروع سے آنحضرت کا مقصد

یہ تھا کہ کفار قریش یہ نہ سمجھیں کہ مسلمان کر وہ واپس آجھکے ہیں۔ صحابہ باوجودیکہ زخمی اور نیم جان ہو چکے تھے اور کچھ آرام کا موقع بھی نہ ملا تھا لیکن آپ کے اعلان پر نکل پڑے۔

رشتہ درگزر دم انگسدرہ دوست
می بر دہر جا کہ خاطر خواہ اوست

۱۱۔ شمال یوم یکشنبہ مدینہ سے نکل کر آپ نے مقام عمرار الاسد پر قیام فرمایا جو مدینہ سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپ مقام عمرار الاسد میں مقیم تھے کہ قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی جعد بن زبای جو اس وقت تک مسلمان نہیں تھا مگر مسلمانوں کا بہت بڑا ہمد و اور طیف تھا۔ اسکی شکست کی خبر سن کر بغرض تعزیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ان اصحاب کی تعزیت کی جو احد میں شہید ہوئے تھے۔ جعد آپ سے رخصت ہو کر کفار قریش کے لشکر میں پہنچا جو ابھی تک مقام رومہ میں پڑے ہوئے مشغول کر رہے تھے، بعد ازاں سفیان سے جا کر ملا۔ ابوسفیان نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ میرا ارادہ ہو رہا ہے کہ دوبارہ مدینہ پر چلا گیا ہے، جعد نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بڑی نونے نے کہ تمہارے مقابلہ احد تعاقب کے لئے نکل چکے ہیں ان کے بڑے لشکر کو حلالہ اسد میں دیکھ کر آیا ہوں جو پرور سے ساز و سامان سے تمہارے تعاقب میں نکلا ہے۔ یہ سنتے ہی ابوسفیان انتہائی مرعوب ہوا اور مکہ واپس ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن قیام فرما کر جمعہ کے دن مدینہ تشریف لائے اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ الذین استجابوا للآیۃ (فتح)

۱۱۸۔ حدثنا محمد قال حدثنا ابو معاویۃ عن هشام عن ابیہ عن عائشۃ الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابہم القرع للذین احسنوا منهم واتقوا اجر عظیم و سالت لعمرو بن ابی بن اخئی کان ابوک منہم الزبیر و ابو بکر لهما صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اصاب یوم احد فانصرف عنہ المشرکون ناعوا ان یرجعوا فقل من ینکھب فی اثرہم فانتداب منہم سبعون رجلا قتل کان فیہم ابو بکر والزبیر۔

ترجمہ:- حضرت عائشہ سے روایت ہے آیت مبارکہ الذین استجابوا للہ الخ کے شان نزول میں۔ جن لوگوں سے اللہ اور رسول کی بات کو مانا بعد اس کے کہ ان کو زخم ہو چکا تھا تو ایسے نیکو کاروں اور پرہیزگاروں کے لئے عظیم اجر ہے۔ حضرت عائشہ نے عرود سے کہا "اے میرے بھائی تمہارے والد زبیر اور دہتا سے ناتا) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما انہیں دوا جو عظیم کے مستحقین، میں سے تھے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے روز ایک قسم کی ہونچھی ہو چکی تھی، اور مشرکین مایس جانے لگے تو کھنڈر گرا اس بات کا خطرہ ہوا کہ میں مشرکوں واپس لوٹ کر عرود نہ کریں اس لئے آپ نے فرمایا کہ ان مشرکین کا تعاقب کرنے کو نہ جائے گا اسی وقت ستر صحابہ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ عرود کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت زبیر ان ہی میں سے تھے۔

فانہ۔ ان ہی بزرگوں میں سے تھے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، عثمان بن یاسر، طلحہ بن سعد بن ابی وقاص، جند بن عبد الرحمن بن عوف وغیر ہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

بَابُ مَنْ قَتَلَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ أَحَدٍ مِنْهُمْ حَمْرَةَ ابْنِ

عَبْدِ الْمَطْلَبِ وَالْيَمَانَ وَالنَّضْرِيْنَ النَّسَّ وَصُصْبَ

بْنِ عُسَيْرٍ

یہ باب ان لوگوں کے بیان میں ہے جو غزوہ احد کے اندر مسلمانوں میں سے شہید ہوئے ان میں سے حمزہ بن

عبدالمطلب اور یمنی اور انس بن نضر اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم تھے۔

فائدہ: حضرت حمزہؓ کا مفصل بیان مستقل باب میں صفحہ ۱۶۵ میں نیز حدیث ۱۱۳ میں گزر چکا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

یہ حضرت حمزہؓ کے والد ہیں جن کا بیان حدیث ۱۱۳ میں گزر چکا ہے۔

۱۱۳۔ نضر بن انس اصل کتاب کے حوض میں اسی طرح ہے لیکن صحیح انس بن نضر ہے جیسا کہ کتاب کے نقل میں نسخہ

کے نشان سے ظاہر ہو گیا ہے کیونکہ نضر بن انس جو حضرت انس بن نضر کے ماجزہ سے کا نام ہے اس وقت کم عمر تھے جو غزوہ

احد کے بعد بہت دنوں تک چلتے رہے ان بزرگوں کے علاوہ غزوہ احد میں شہید ہونے والے بزرگوں میں سے حضرت

جابر کے والد حضرت عبد اللہ اور تیر اندازوں کے سردار عبد اللہ بن جبیرؓ اور حضرت غنم بن عبد اللہ بن جابرؓ اور غیر ہم ہیں رضی اللہ عنہم

۱۱۴۔ حدثنی عمرو بن علی قال قال قتاد بن شیبان قال حدثني ابي عن قتادة قال قال

ما نعلم حيا من احياء العرب اكثر شهيدا ۱۱ عز ليوه القيامه من الانصار قال قتادة قال حدثنا

انس بن مالك انه قتل منهم يوم اُخذ سبعون ويوم بئر معونة سبعون ويوم اليمامة

سبعون قال فكان بئر معونة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ويوم اليمامة على

عهد ابي بكر يومئذ منسكمة الكذاب۔

ترجمہ: ۱۱۔ قتادہ نے کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ عرب کے تمام قبیلوں میں سے کوئی قبیلہ انصار سے زیادہ ہوشیار

ہوئے ہیں اور قیامت کے روز باعتراف ہوئے ہیں زمین گیرے ظلم میں تمام قبائل سے قبیلہ انصار زیادہ شہید ہوئے ہیں اور

قیامت کے روز سب سے زیادہ عزت پانے والے ہوں گے، قتادہ نے بیان کیا دو موصو لاً بالاستناد المذكور، کہ ہم سے

انس بن مالک نے حدیث بیان کی کہ غزوہ احد میں قبیلہ انصار کے ستر افراد شہید ہوئے اور ستر بیڑ معونہ کے دن شہید ہوئے

اور ستر افراد یمامہ کے دن شہید ہوئے، بیان کیا کہ بیڑ معونہ کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمد میں پیش آیا تھا اور یہی امر کی

جنگ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں ہوئی تھی جو میلہ کذاب سے جنگ ہوئی

فائدہ: ۱۔ قرطبہ کی مطابقت غزوہ احد میں ستر انصار کی شہادت کا ذکر ہے۔

فائدہ: ۲۔ ملاحظہ فرمائیں یہ ستر قبیلے صحابہ انصار میں سے اور چار ہاجرین میں سے تھے جیسا کہ ابن اسحاق نے

نام بنام شمار کر کے بیان کیا ہے اور ابن مندہ نے ابی بن کعب سے نقل کیا ہے کہ غزوہ احد کے اندر شہید ہونے والوں میں

سے چونسٹھ صحابہ انصار میں سے اور چھ صحابہ ہاجرین میں سے تھے کیونکہ ستر صحابہ میں اکثر حضرات قبیلہ انصار

میں سے تھے اور دوسرے حضرات کی تعداد اتہائی قلیل ہے اس لئے بقاعدہ لاکثر حکم الکل یہاں کل کی نسبت انفسا را کی طرف ہے۔

۱۳ اس حدیث میں ہے کہ ستر انصاریہ موعودہ میں شہید ہوئے، اس کی پوری تفصیل "واقعہ پیر موعودہ" معنی سریتہ القواء میں واقعہ ریح کے بعد آ رہی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ شہید ہونے والوں میں سے حضرت عامر بن نفیرہ اور نافع بن قاصم وغیرہ بھی جو مہاجرین میں سے تھے رضی اللہ عنہم۔ (فتح)

۱۴ حدثنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا الليث عن ابن شهاب عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك ان جابر بن عبد الله اخبرنا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يجمع بين الرجلين من قتلى احد في ثوب واحد ثم يقول ايهم اشر اخذ القرآن فاذا اشير له الى احد قدامه في الحمد قال انا شهيد علي هو لا يوم القيامة وامر بدفنهم بدمائهم ولم يُعمل عليهم ولم يغسلوا وقال ابو الوليد عن شعبة عن ابن المنكدر قال سمعت جابرا قال لما قتل ابي جعلت ابكي واكسفت الثوب عن وجهه فجعل اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ينهوني والنبي صلى الله عليه وسلم لم يبينه وقال النبي صلى الله عليه وسلم لا تبكيه او ما تبكيه ما زالت الملكة تظلمه باجاحتها حتى رافعه۔

ترجمہ :- حضرت جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوة احد کے شہداء میں سے دو دو آدمیوں کو ایک پکڑے میں جمع کرتے تھے (یعنی دو دو صحابہ کو ایک ہی چادر میں کفنا تے تھے، اور آپ دیانت فرماتے کہ ان میں سے زیادہ قرآن کس کو پڑھے، تو جب کسی ایک طرف اشارہ کیا جاتا تو لحد میں آپ اس کو مقدم رکھتے یعنی اس کو قبل کی طرف مقدم کر دیتے گویا کہ وہ امام ہے بسبب قاری قرآن کے اور بعد والے بمنزلہ مقتدی، اور آپ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اس پر گواہ ہوں گا۔ یعنی ان لوگوں کے حق میں شہادت دل کا، پھر آپ نے ان تمام شہداء کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا اور دن پر نماز یعنی نماز جنازہ پڑھی گئی اور نہ انہیں غسل دیا گیا۔

نآمدہ :- مطابقتہ لایترجمہ ترجمہ من قولہ کان یجمع بین الرجلین من قتلی احد۔

علامہ احمدیث فی کتاب الجنائز صفحہ ۱۱۹ ایضاً صفحہ ۱۸۰ دینی المغازی صفحہ ۵۸۴۔

صلوۃ جنازہ شہداء کی صلوة جنازہ کے متعلق اختلاف ہے امام مالک امام شافعی وغیرہ شہید پر صلوة جنازہ منع کرتے ہیں۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین واجب کہتے ہیں۔

یہ بات خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ اختلاف اقوال کی وجہ سے نقل مذاہب میں اختلاف ہوتا ہے، امام ترمذی اسحاق کو امام اعظم کے ساتھ بیان کرتے ہیں دیکھئے ترمذی صفحہ ۱۲۳۔ امام احمد کے دو قول ہیں ایک منع اور دوسرا تعارض اولہ کی وجہ سے پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ علامہ انور شاہ کشمیری کی تقریر ترمذی میں ہے وقال احمد الصلوۃ مستحبۃ ویجوز ترکھا لا تعرف الشذی صفحہ ۳۴۔

امام مالک کا مسلک عام کتابوں میں مذہب شوافع کے مطابق منع صلوة ہی ملتا ہے لیکن مدونہ کے حاشیہ میں ہے کہ اگر کفار پڑھائی کر کے آئیں تو اس جنگ کے شہداء پر نماز جنازہ نہ ہوگی اور اگر مسلمان پڑھ کر جائیں تو اس

وقت شہداء پر نماز ہوگی تو چونکہ غزوہ احد میں کفار چڑھ کر آئے تھے اس لئے نماز جنازہ نہیں ہوئی۔

بہر حال اصل مسلک دو ہیں اور ان کے ثلاث فرماتے ہیں کہ شہید پر نماز نہیں پڑھی جائے گی چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں۔

فذهب الشافعی ومالک وأحمد والشافعی فی ما وایة الیمان الشہید لا یصلی علیہ کما لا یغسل والیہ ذهب الظاہر عمدہ ص ۱۵۶، یعنی امام شافعی، امام مالک امام احمد اور ایک قول میں اسحاق رحمہم اللہ اس طرف گئے ہیں کہ شہید پر نماز نہیں پڑھی جائے، جس طرح شہید کو غسل نہیں دیا جاتا ہے اور اسی طرف اصحاب خواہر بھی گئے ہیں (عمدہ ص ۱۵۶)۔

دلائل ان کے ثلاث :- علامہ حضرت جابر کا مذکورہ بالا روایت ہے جس کو امام بخاری نے کتاب الجنائز صفحہ ۱۶۹ اور

صفحہ ۱۰۰ میں بھی ذکر کیا ہے جس میں ہے کہ ان شہداء احمد پر نماز نہیں پڑھی گئی اور نہ انہیں غسل دیا گیا، نیز یہ حدیث ترمذی جلد اول صفحہ ۱۳ پر ہے۔

علامہ حضرت انس بن مالک کی حدیث ہے ان شہداء اہل لہ یغسلوا ودفنوا ما نہم ولم

یصل علیہم یعنی شہداء احمد کو غسل نہیں دیا گیا اور اپنے خون آلود کپڑے میں دفنائے گئے اور ان شہیدوں پر نماز نہیں پڑھی گئی۔ (ابو داؤد صفحہ ۱۹)۔ تیسری دلیل ان کے ثلاث کی یہ ہے کہ جنازہ کی نماز اصل میں میت کی شفاعت و مغفرت کے لئے دعا ہے اور شہید کو جہاد میں شہادت کی وجہ سے گناہوں سے پاک ہو گیا لان السیف محباء الذلوث اس لئے اب نماز جنازہ کے ذریعہ کسی کی دعا مغفرت و شفاعت کی حاجت نہیں۔

چوتھی دلیل ارشاد ربانی ہے لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الخ یعنی اللہ کے راستے

میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت سمجھو بلکہ وہ سب زندہ ہیں اور ظاہر ہے کہ نماز جنازہ مردوں پر ہوتی ہے نہ کہ زندوں پر دوسرا مسلک یہ ہے کہ نماز پڑھی جائے گی اور ان شہداء کی نماز جنازہ واجب ہے یہی مسلک ہے امام اعظم اور صاحبین کا اور اسی طرف گئے ہیں امام ابو حنیفہ، ابن ابی لیلیٰ اور احمد بن حنبل فی روایت رحمہم اللہ جیسا کہ علامہ الزکامانی لکھتے ہیں قال فقہاء الکوفۃ ابن ابی لیلیٰ والثوری وابو حنیفہ واصحابہ وفقہاء البصرۃ عبید اللہ المحسن وغیرہ وفقہاء الشام سلیمان بن موسیٰ والاکوزلی وسعید بن عبد العزیز یصلی علی الشہداء (الجمہر المنتقى علی السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۱۵۶ عمدة القاری ص ۱۵۶)۔

دلائل احناف وغیرہ :- علامہ باب میں حدیث آرہی ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ

وسلم خرج لیوما فصلی علی اہل اہد صلاتہ علی المیت الخ زکامی ثانی صفحہ ۱۵۸ ایضا ابو داؤد صفحہ ۱۵۸ یعنی ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور اہل اہد پر اسی طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھتے ہیں الخ عن ماجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اغرفا علی حتی مین جہینتہ۔ الخ (ابو داؤد ص ۱۵۸)۔

ترجمہ :- ابو سلام نے ایک صحابی سے روایت کی ہے کہ ہم نے جبینہ کے ایک قیدی پر حمل کیا پس ایک مسلمان

نے دشمنوں میں سے ایک شخص کا پیچھا کیا اور اس پر وار کیا سو اس دشمن کو نہیں لگا اور خود مارنے والے کو لگ گیا اور وہ شہید ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمانو تمہارا بھائی ہے پس لگ دوڑے تو مردہ پایا۔ پس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسکے کپڑے اور خون میں پلیٹ دیا اور اس پر نماز پڑھی اور دُعا کی، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ شہید ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ شہید ہے اور میں اس کا گناہ ہوں۔

اس میں بھی صاف اور صریح ہے "صلی علیہ آپ نے اس شہید پر نماز پڑھی۔"

۱۲۔ مولانا شاہ عبدالحق صاحب نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عمرو بن العاص کو نوہر آؤمہوں کے ساتھ آئد اور شام کی جانب بھجوا تھا ان میں سے ایک سو تیس آدمی شہید ہوئے ان شہدار کے جنازے کی نماز عمرو بن العاص نے پڑھی (راج السیر ص ۱۵۵ ایضاً فتح القدير صفحہ ۱۲۵)

۱۳۔ حضرت شاد بن ابی ابراہیم سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لایا اور اس نے کہا کہ میں اسی واسطے ایمان لایا ہوں کہ میرے حلق میں تیرے لنگے پس مر کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آنحضرت نے فرمایا اگر تم نے اللہ سے سچا معاملہ کیا تو وہ تمہاری بات سچ کر دے گا۔ کچھ دیر کے بعد دشمنوں سے جنگ کے لئے لوگ اٹھے پھر وہ شخص زخمی ہو کر آنحضرت کی خدمت میں لایا گیا اس کے حلق میں ہی تیرے لنگے آئے آپ نے فرمایا "کیا یہ وہی ہے؟" لوگوں نے کہا جی ہاں، فرمایا اس نے اللہ سے سچ بولا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سچ کر دکھایا، پھر آنحضرت نے اس کو کفن دیا پھر اس پر نماز پڑھی (طحاوی ص ۱۱۷) اور ایضاً نسائی شریف۔

علامہ شوکانی تو کہتے ہیں کہ ماہین صلوة کے پاس ابو سلام کی حدیث جو ابو داؤد میں ہے اور حضرت شاد بن ابی ابراہیم کی اس روایت کا کوئی جواب نہیں ہے، اور ان صریح روایتوں کی وجہ سے علامہ شوکانی نے صلوة علی الشہدار کو ترجیح دی ہے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ علماء احناف کے مسلک کو دس وجوہ سے ترجیح حاصل ہے۔ اول یہ کہ حضرت عقب بن عامر کی حدیث اور اس کے علاوہ ہر وہ حدیث جس سے نماز ثابت ہوتی ہے مثبت ہیں۔ اور حضرت جابرؓ کی حدیث جاتی ہے اور اصول کے لحاظ سے تعداد کے وقت احادیث مثبتہ کو ترجیح ہوگی۔ دوم حضرت جابرؓ نے والد اور اپنے چچا کے شہید ہونے کی وجہ سے مشغول تھے چنانچہ مدینہ چلے گئے تھے تاکہ ان کو مدینہ لے جا کر دفن کا انتظام کریں لیکن جب انہوں نے یہ اعلان سنا کہ شہدار کو ان کی شہادت گاہ میں ہی دفن کیا جائے تب وہ جلدی سے لوٹے اس لئے وہ نماز جنازہ کے وقت موجود نہ تھے۔

سوم حنفیہ کے موافق روایت مخالفین کی روایات سے زائد ہیں۔

چہارم، نماز جنازہ فرض کفایہ ہے لہذا تعارض روایات کی وجہ سے اس کو چھوڑنا نہیں جاسکتا لیکن غسل کو اس لئے چھوڑا گیا کہ اس کے بارے میں روایات میں تعارض نہیں ہے۔

پنجم، اگر شہدار پر نماز مشرور نہ ہوتی تو آنحضرتؐ کو بیان فرمادیتے جیسا کہ غسل نہ دینے کا حکم فرمایا۔

ششم، ممکن ہے کہ حضور اقدسؐ نے نماز پڑھی ہو اور صحابہ کرام نے پڑھی ہو۔

ہفتم، یہ احتمال بھی ہے کہ اس روز نہ پڑھی ہو اور اس کے بعد پڑھی ہو کیونکہ اس روز آپؐ بہت زخمی اور خاص کر اپنے چچا حمزہ کی وجہ سے زخمی تھے اور بعد میں اس لئے پڑھی ہو کہ شہدار کے اجسام میں تغیر نہیں ہوتا کہ ایک روایت میں ہے کہ آٹھ سال کے بعد آپ نے شہدار کو پڑھا پڑھی۔

ہشتم، متعدد روایات سے ثابت ہے کہ آپؐ نے دوسرے مواقع کے شہیدوں پر نماز پڑھی ہے۔

نہم، ہمساز پڑھنے کی روایت کی یہ تاویل درست نہیں کہ نماز سے مراد دعا ہے کیونکہ روایت میں یہ لفظ موجود

ہے کہ آپ نے اسی طرح نماز پڑھی جیسے مردوں پر پڑھی جاتی ہے۔ (بخاری)

دہم، نماز پڑھنے میں احتیاط اور تفصیل ثواب ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے من صلتی علی میت فله قیراط اور ظاہر ہے کہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہے۔ عمدۃ القاری ص ۱۵۵

جوابات شوافع :- ان بزرگوں کی پہلی دلیل حضرت جابر کی روایت اور دوسری دلیل انس کی روایت کے الفاظ ہیں۔ لَمْ یُحْصَلْ عَلَیْہِم یعنی ان شہیدوں پر نماز نہیں پڑھی گئی، ہم کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لَمْ یُحْصَلْ عَلَیْہِم کما لو تہ علیٰ حیوۃ حیث صلی علیہ مردان یعنی حضرت حمزہؓ پر جس طرح بار بار نماز پڑھی گئی اس طرح دوسرے شہدار پر نماز نہیں پڑھی گئی جیسا کہ ابن ماجہ اور طحاوی میں روایات ہیں کہ آنحضرتؐ نے شہدار اہد پر نبوت۔ کوبت نماز پڑھی کہ دن دس صحابہ کو حضرت حمزہؓ کے پاس رکھتے جاتے تھے نماز کے بعد ان کو اٹھا کر دوسرے کو رکھا جاتا تھا اور حضرت حمزہؓ کو پانی جگر چھوڑ دیا جاتا تھا اس طرح حضرت حمزہؓ پر ستر بار نماز پڑھی گئی دوسری تفصیل کے لئے طحاوی دیکھئے

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضورؐ نے خود نہیں پڑھی چونکہ بہت زخمی ہو گئے تھے باقی دوسرے صحابہ نے پڑھ لی ہو جیسا کہ بعض روایات میں لَمْ یُحْصَلْ عَلَیْہِم یعنی معروف منقول ہے۔ (طحاوی)

دلیل ثالث کا جواب :- حضرات شوافع کی تیسری دلیل یہ تھی کہ شہادت کی وجہ سے گناہوں سے پاک ہونے کی وجہ سے دعا کی حاجت نہیں رہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بندہ کمالات کے بند سے بلند درجہ پر کیوں نہ پہنچ جائے سنا، اذعاسے بے نیاز نہیں ہوتا کیونکہ مراتب قرب کی انتہا نہیں ہے۔ شہادت کی وجہ سے اگر بے نیازی ہو جاتی تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے تو نہیں بڑھ سکتے تھے اور ان حضرات پر نماز ہوتی، پھر ان سے آگے بڑھے کہ آنحضرتؐ پر صحابہ نے نماز پڑھی، ظاہر ہے کہ نبوت فائق ہے ہزار شہادت پر چرچہ جائیکہ افضل الانبیاء و سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

دلیل رابع کا جواب :- حضرات شوافع کی چوتھی دلیل یہ تھی کہ شہدار با حیات ہیں اور نماز جنازہ مردوں پر ہوتی ہے اس کا جواب صاف ہے کہ شہدار با حیات ہیں انہرودی احکام کے اعتبار سے نہ کہ دنیوی احکام کے اعتبار سے، درندان کی بیویوں کا نکاح درست نہ ہوتا اور نہ ہی ان کے اموال ورثہ میں تقسیم ہوتے واللہ اعلم بالصواب۔ محمد عثمان چلیلی۔

وقال ابو الولید عن شعبۃ عن ابن المنکدر ما قال سمعت جابرا قال لقاتل ابی جعلت ابکی واكشف الثوب عن وجهہ فجعل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینھونہ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم لم ینہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تبکیہ او ماتبکیہ ما زالت الملائکۃ تظلمہ باجنتھا حتی مافع۔

ترجمہ :- اور ابو الولید دیمہ بن ہشام بن عبد الملک الطیلسی نے بیان کیا کہ انہوں نے شعبہ سے اور شعبہ نے ابن المنکدر دیمہ بن محمد بن المنکدر سے سنا، محمد بن المنکدر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جابر سے سنا، حضرت جابر نے بیان کیا کہ جب میرے والد حضرت عبد اللہ شہید ہو گئے دیمہ بن جنک احد میں، تو میں رونے لگا اور میں ان کے چہرے سے کچرٹا اٹھانے لگا دیمہ بن کچرٹا ہٹا کر چہرہ دیکھنے لگا، تو آنحضرتؐ کے اصحاب بھوکور کھنے لگے لیکن نبی اکرمؐ نے نہیں روکا۔ اور نبی اکرمؐ نے فرمایا "اس پر تم مت روقو یا آپ نے فرمایا "کیا تم اس پر روتے ہو؟ فرشتے برابر اس پر اپنے پرروں کا سایہ کئے ہوتے تھے۔ سنا آنکھ سے اٹھایا گی۔

مرآۃ صحیحہ ۱۶۶ و ۱۶۷

فائدہ:- یہ حدیث تعلیقات بخاری میں سے ہے اس حدیث کی ترجمہ سے مطابقت ظاہر ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ حضرت جابر بن عبد اللہ کے والد ہیں جو اسی غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ لاتبکیہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ خطاب حضرت جابر بن عبد اللہ سے ہے اور اسی کی تصریح کی ہے شارح بخاری علامہ کرمانی نے لیکن اکثر محدثین فرماتے ہیں کہ یہ خطاب حضرت فاطمہ بنت عمرو سے ہے جو حضرت جابر کی پھوپھی اور حضرت عبد اللہ کی بہن تھیں جیسا کہ مسلم شریف جلد ثانی صفحہ ۲۹ میں تصریح ہے وجعلت فاطمۃ بنت عمرو تبکیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبکیہ الخ نیز بخاری صفحہ ۱۶۶ کے الفاظ ہیں فسمعت صوت صائحۃ فقال من ہذا فقالوا بنت عمرو الخ نیز بخاری صفحہ ۱۶۶ کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے۔ فجعلت عمتی فاطمۃ تبکی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تبکیں الخ ان تمام روایتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خطاب حضرت فاطمہ بنت عمرو سے ہے۔

لاتبکیہ او ماتبکیہ شمشک راوی ہے اور ما استفنایہ یعنی نہ تبکیہ ہے قالہ کرمانی وقال فی الخیر البخاری ما نافیہ کما فی الحاشیہ۔

نوٹ:- حاشیہ بخاری صفحہ ۵۸۴ اور عمدۃ القاری نے جس باب کا حوالہ دیا ہے اس باب میں مجھ کو یہ حدیث نہیں ملی بلکہ صفحہ ۶۶ پر باب الذنوب علی المیت بعد الموت میں یہ حدیث ہے۔

۱۶۱- حدثنی محمد بن العلاء قال حدثنا ابواسامہ عن بريد بن عبد الله بن ابي بردة عن جده لا ابي بردة عن ابي موسى اُمرى عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت فی رویائی انی ہارت سیفا فانقطعت صدرا فاذا هو اما اُصیب من المؤمنین یوم اہلثم ہزنتہ اخری فعاد احسن ما کان فاذا هو ما جاء اللہ بہ من الفتح واجتماع المؤمنین ورأیت فیہا بقرا واللہ خیر فاذا هم المؤمنون یوم اہل۔

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے تلوار کو ہلایا تو اس کے اوپر سے اس کی دھار ٹوٹ گئی تو اس کا انجام دہی یعنی اس کی تعبیر وہ ہے کہ مسلمان اہل کے دن شہید ہوئے پھر میں نے تلوار کو دوسری مرتبہ ہلایا تو وہ اس سے بھی اچھی صورت میں ہو گئی جیسے پہلے تھی سو اس کی تعبیر اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ اور مسلمانوں کے اجتماع و اتحاد کی صورت میں ظاہر کی اور میں نے اسی خواب میں ایک گانے دیکھی تھی (جو ذوق ہو رہی تھی) اور اللہ تعالیٰ کا کام بہتر ہے (یعنی مضاف مخدوف ہے ای و صنع اللہ خیر مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کام بہتر اور حکمت سے پُر ہوتا ہے) اس کی تعبیر وہ مسلمان تھے جو جنگ احد کے دن شہید ہوئے) فائدہ:- مطابقت ظاہر ہے۔ اور تلوار سے مراد ذوق و لغفار ہے۔

تحقیق و تشریح کے لئے ملاحظہ فرمائیے حدیث ۱۶۲

۱۶۲- حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا زهير قال حدثنا الاعمش عن شقيق عن نصاب قال ما جرننا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نبتغی وجہ اللہ فوجب اجرنا علی اللہ فہنا من مضی اودھب لمریائل من اجر الا شیئا کان منہم مضعب بن عمیر قتل یوم۔

احد فلم یترک الا امرت لکنا اذا غطینا بہا راسہ نمرجت ، جلا لا و اذا عطیت بہا ، جلا لا فخرج
 راسہ قال لانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم غطوا بہا راسہ واجعلوا علی ، جلیہ من الاذخیر
 او قال القوا علی ، جلیہ من الاذخیر و منا من اینعت لہ ثمرتہ فهو یہلہا ۔

ترجمہ :- ترجمہ مع تشریح کے لئے حدیث سے ملاحظہ فرمائیے کیونکہ سند او متن متحد ہے اسی وجہ سے علامہ عینی فرماتے
 ہیں " ہذا یطبق علیہ حقیقتہ الشکرار فانہ عمدۃ القاری ۱۷۵" ۔

بخاری صفحہ ۵۰۹
بَابُ أَحَدٍ يُحِبُّنَا قَالَهُ عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ عَنْ أَبِي

حَمِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ای حدیث ابی الخیر یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ، عباس بن سہل
 نے ابو حمید کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے ۔

فائدہ :- یہ تعلیقات بخاری میں سے ہے ۔ فائدہ دہا ہمارے ہندوستانی نسخوں میں صرف اتنا ہی ہے احد یحبنا
 لیکن فتح الباری ، عمدۃ القاری وغیرہ میں تحبنا کا اضافہ ہے چنانچہ حاشیہ پر یہ محبت کا اضافہ موجود ہے اور یہی
 اصح نسخہ ہے ۔ اس لئے کہ اس باب کے ماتحت جو پہلی حدیث آ رہی ہے اس میں یہ زیادتی موجود ہے اس لئے ترجمہ میں
 بھی ہونا غلب ہے ۔

نوٹ :- ایسے مقامات متعدد ہیں جہاں بہ نسبت حوض متق کے حاشیہ کا نسخہ اصح ہے واللہ اعلم ۔
 فائدہ دہا حافظ عقلانی نے احد پہاڑ کی وجہ تشبیہ سہلی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جبل احد سے متصل کوئی پہاڑ
 نہیں ہے یہ واحد اور کیلا پہاڑ ہے اس لئے اس کو احد کہتے ہیں جو احد سے مشتق ہے اور احد مفعول المحروف اسم مہمل ہے
 فائدہ دہا احد یحبنا قیل بحذف المضاف ای یحبنا احد والمراد اہل المذینہ لیکن یہ احتمال بھی درست ہے کہ
 محبت کی نسبت حقیقتہ احد کی طرف مانی جائے کہ حق تعالیٰ احد کے اندر یہ صفت پیدا فرمادیں واللہ اعلم
 شیبی قدیمی جیسے تیج پڑھنے کی نسبت غیر جاندار مخلوق کی طرف ثابت ہے نیز احد پہاڑ سے محبت کی وجہ یہ بھی
 ہے کہ جبل احد بہشت کے پہاڑوں میں سے ہے نیز اس کے نام احد کا احدیت سے ماخوذ ہونا اور اس کے حروف پر
 رفع مشعر ہے اس کی زعوت و عظمت پر ۔

۱۲۳۔ حدثنی نصر بن علی قال أخبرنی ابی عن قرظ بن خالد عن قتادة قال سمعت
 انساك النبي صلى الله عليه وسلم قال هذا جبل يحبنا ومحبة ۔

ترجمہ ۱۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پہاڑ (یعنی احد پہاڑ)
 جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں ۔

۱۲۴۔ حدثنا عبد الله بن يوسف قال أخبرنا مالك عن عمرو مولى المطلب عن
 النبي بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم طلع له احد فقال هذا جبل

یحبنا ونحبہ اللہم ان اجاہیم حرام مکة وانی حرمت ما بین لائیسھا۔

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب احد نظر آیا تو فرمایا دینی جب آپ خیر سے واپس ہو رہے تھے اور مدینہ سے قریب ہوئے تو سب سے پہلے احد پہاڑ پر نظر پڑی اس وقت آپ نے فرمایا یہ پہاڑ تم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اسے اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا ہے اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں جو دو پتھر تلے میدانوں کے درمیان واقع ہے۔

فائدہ:- مراحديث صفحه ۲۰۴۔

ملا مدینہ منورہ کے مشرق اور مغرب ہر دو طرف پتھر تلے میدان ہیں لاجہد کے معنی ہیں سنگان پتھر تلے میدان۔
۳۱ اس امر میں اختلاف ہے کہ حرم مدینہ کے بعینہ وہی احکام ہیں جو حرم مکہ کے ہیں یا فرق ہے؟
امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین، ابن مبارک اور ثوری وغیرہ فرماتے ہیں کہ حرم مکہ کی طرح حرم مدینہ کا حکم نہیں ہے لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مدینہ منورہ بھی حرم مکہ کی طرح حرم ہے (حاشیہ بخاری صفحہ ۲۵۱)
مفصل مدلل بحث باب حرم المدینہ بخاری صفحہ ۲۵۱ میں آئے گی انشاء اللہ الرحمن۔

۱۲۵۔ حدثنی عمرو بن خالد قال حدثنا الليث عن يزيد بن ابی حبيب عن ابی الخیر عن عقبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نخرج یوماً فصلى علی اهل احد صلاته علی السیۃ ثم انصرف الی المنبوق قال انی فنرط لکم وانا شهید علیکم وانی لانظر الی حوضی الآن وانی اعطیت مفاتیح خزائن الامم من او مفاتیح الارض وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکنی اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا۔

ترجمہ:- حضرت عقبہ دابن عامر الجہنی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر نکلے اور آپ نے غزوہ احد کے شہیدوں پر اسی طرح نماز پڑھی جیسے میت پر نماز جنازہ پڑھتے ہیں پھر آپ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا میں تمہارے واسطے پیشوا آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بلاشبہ میں اپنے حوض کوثر کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانے کی کنیاں دی گئیں یا آپ نے فرمایا، مفاتیح الامم من دشک راوی ہے مگر معنوم میں کوئی فرق نہیں، اور خدا کی قسم میں تم پر اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے، لیکن میں تم پر اس سے ڈرتا ہوں کہ اس دنیا میں باہمی منافست کرنے لگو دینی دنیاوی دولت کے لالچ میں پروا کرنا ہی حسد نہ کرنے لگو۔

فائدہ:- ترجمہ سے مطابقت فصلى علی اهل احد مراحديث صفحه ۵۷۸

تشریح کے لئے حدیث ۸۵۵ ملاحظہ فرمائیے۔



بخاری صفحہ ۵۸۵

باب غزوة الرجیع ویر علی و ذکوان و بئر معونة و ہدایت عُضَلِ وَالْقَلَاءِ وَعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ وَجَبِيْبٍ وَأَصْحَابِهِ قَالَ ابْنُ اسْمَاقٍ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ أَنَّهَا بَعْدَ الْاُحُدِ۔

ترجمہ: یہ باب غزوہ رجیع کے بیان میں ہے اور غزوہ رعل و ذکوان اور بئر معونة کے بیان میں و حدیث عضل الخ اور قبائل عضل و قنارہ اور عاصم بن ثابت و جبیب اور ان کے ساتھیوں کا بیان۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ہم سے عاصم بن عمر نے حدیث بیان کی کہ وہ یعنی غزوہ رجیع غزوہ اہد کے بعد واقع ہوا۔ حافظ عینی اور حافظ مستطانی زہما اللہ دونوں کے نزدیک ابو ذر کی روایت میں لفظ باب نہیں

تشریحات

ہے مطلب یہ ہے کہ "غزوة الرجیع" ہے

رجیع بفتح الراء و کسر الجیم و سکون الیاء و فی آخرہ عین مہملہ رجیع کے لغوی معنی گویا ورید کے ہیں لیکن یہاں مراد بنی ہذیل کا موضع ہے تو چونکہ یہ واقعہ اسی مقام رجیع کے قریب ہوا تھا اس لئے اس واقعہ کا نام غزوہ رجیع یعنی (سریہ رجیع) رکھیا گیا۔ (مدہ بفتح)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ رجیع بنی ہذیل کے پانی کا مقام ہے یعنی بنی ہذیل کے ایک تالاب کا نام ہے، مقصد میں کوئی فرق نہیں ہوگا کہ رجیع جگہ کا نام ہے جس کی طرف یہ واقعہ منسوب ہے۔

وسر علی و ذکوان ای غزوہ رعل و ذکوان۔ سر علی بکسر الراء و سکون العین و باللام۔ ذکوان بفتح الذال۔ رعل اور ذکوان دونوں قبیلے قبائل عرب میں سے بنی سلیم کی دونوں شاخیں ہیں۔ بئر معونة بفتح المیم و ضم العین و سکون الواو و بالنون، معونة ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ اور عسفان کے درمیان واقع ہے اور یہ رعل و ذکوان کا ظالمناذہ عادیہ نہیں پیش آیا تھا اس لئے اس کو واقعہ بئر معونة کہتے ہیں اور اسی کا دوسرا نام سریہ القنارہ ہے جیسا کہ واقعہ بئر معونة میں تفصیل آ رہی ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ غزوہ رجیع کا تعلق عضل و قنارہ سے ہے اور بئر معونة کا تعلق رعل و ذکوان سے ہے۔

امام بخاری نے دو الگ الگ واقعات کو ایک باب میں ایک ساتھ بیان کیا ہے چونکہ ایک ہی سال ۳۱ھ میں نیز ایک ہی مہینہ ماہ صفر میں دونوں حادثے ہوئے۔

واقعی نے بیان کیا ہے کہ بئر معونة کی خبر اور اصحاب رجیع کی خبر دونوں ایک ہی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملیں جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہوگا کہ آنحضرتؐ نے بنی لحيان اور بنی عقیلہ وغیرہ پر ایک ہی ساتھ بددعا کی۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

صرفی ابتداء میں کچھ لوگ عضل و قنارہ کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلے کے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں لہذا ایسے چند حضرات کو ہمارے ساتھ بھیجئے جو ہمیں دین کی

باتیں بتائیں اور قرآن کی تعلیم دیں۔ آپ نے دس آدمیوں کو ان کے ساتھ بھیجا اور عاصم بن ثابتؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ لیکن

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ آپ نے چھ آدمیوں کو ان کے ساتھ بھیجا اور مرشد بن ابی مرشد کو امیر مقرر کیا اور یہی موسیٰ بن عقبہ کا قول ہے والدیہ والنہایہ ۴۷ صفحہ ۶۳، واللہ اعلم۔

جب یہ حضرات مقام ربیع پر پہنچے تو ان تلواروں نے صحابہ کرام کے ساتھ بد عہدی کی اور قبیلہ حذیل کے دو جوانوں کو بلایا جن میں سے ایک سو تیرا نڈاڑ تھے، صحابہ کرام نے جب ان کافروں کو دیکھا تو ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے، کافروں نے جہالت صحابہ کو گھیر لیا اور کہا "تم لوگ نیچے اتر آؤ، ہم تم کو امان دیتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کہ تمہارے ایک شخص کو بھی ہم قتل نہیں کریں گے، ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ تمہارے ذریعہ اہل مکہ سے کچھ مال حاصل کر لیں۔ حضرت عامر نے فرمایا میں کافر کی پناہ میں کبھی نہ اتروں گا اور یہ دعا کی۔

اے اللہ اپنے پیغمبر کو ہمارے حال کی خبر کر دے۔

اللہم اخبیر عننا رسولک

اس کے بعد حضرت عامر منجد سات رفیقار کے کافروں سے لڑ کر شہید ہو گئے، باقی تین حضرات زید بن دثنہ، خبیث بن عدی اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم کافروں کے عہد و پیمانہ کی بنا پر ٹیلے سے نیچے اترے، کافروں نے ان تینوں اصحاب کو باندھا، اسی وقت عبداللہ بن طارق نے کہا: "یہ پہلی عہد شکنی ہے نہ معلوم آئندہ کیا کرو گے کچھ ہی دور چلنے پر مقام نظر ان پہنچے تو کسی طرح عبداللہ بن طارق ہاتھ چھڑانے میں کامیاب ہو گئے اور تلوار ہاتھ میں لے لی مگر کافروں نے پیغمبر مار کر شہید کر دیا اور حضرت خبیث اور حضرت زید کو مکہ لے گئے، قریش مکہ کے پاس حذیل کے دو قیدی تھے ان کے بدلے میں ان دونوں کو فروخت کر دیا۔

صفوان بن امیر نے دجن کا باپ امیر بن خلف جنگ بدر میں مارا گیا تھا، حضرت زید کو اپنے باپ کے عوض میں قتل کرنے کے لئے خریدنا، حضرت خبیث کے ہاتھ سے غزوہ بدر میں حارث بن عامر مارا گیا تھا اس لئے حضرت خبیث کو حادثہ کے بیٹوں نے اپنے باپ کے عوض قتل کرنے کے لئے خریدنا۔

صفوان نے اپنے غلام نسطاس کے ساتھ حضرت زید بن دثنہ کو حرم کے باہر تنعیم میں قتل کرنے کے لئے بھیج دیا، قتل کا تماشہ دیکھنے کے لئے قریش کی ایک جماعت تنعیم میں جمع ہو گئی جس میں ابو سفیان بن حرب بھی تھے، جب حضرت زید کو قتل کے لئے سامنے لایا گیا تو ابو سفیان نے کہا: "اے زید کیا تم اس کو پسند کرو گے کہ تم کو چھوڑ دیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے بدلے میں قتل کر دیں اور تم اپنے گھر آرام سے رہو۔ حضرت زید نے ہنسی سے کہا: "خدا کی قسم مجھ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ ہم اپنے اہل و عیال میں رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا بھی جھپٹے! ابو سفیان نے کہا خدا کی قسم میں نے کسی کو کسی کا ایسا عجب اور جاں نثار نہیں دیکھا جیسا کہ محمد کے اصحاب محمد کو محبوب رکھتے ہیں پھر نسطاس نے حضرت زید کو شہید کر دیا اذنا للہ وانا الیہ ما جعون

بعد میں چل کر نسطاس مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ عنہ (اصحابہ)

حضرت خبیث نے ماہ قمر ختم ہونے تک ان لوگوں کی قید میں رہے جب لوگوں نے قتل کا ارادہ کیا تو حارث کی بیٹی زینب سے دجو بعد میں چل کر مسلمان ہو گئی، نظافت اور صفائی کی غرض سے استرہ مانگا، زینب استرہ دے کر اپنے کام میں مشغول ہو گئی، زینب کا بیان ہے کہ تھوڑی دیر میں دیکھتی ہوں کہ میرا بچہ خبیث کے زانو پر بیٹھا ہوا ہے اور ان کے ہاتھ میں استرہ ہے یہ منظر دیکھ کر میں گھبرا گئی، حضرت خبیث نے مجھ کو دیکھ کر یہ فرمایا "کیا تجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ میں اس

بچو کو قتل کر دوں گا، ہرگز نہیں انشا باللہ مجھ سے ایسا کام ہرگز نہ ہوگا اس کے بعد لڑکے کو چھوڑ دیا، جب حضرت خبیث کو قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر تنعیم میں لے گئے تو حضرت خبیث نے فرمایا کہ مجھ کو اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، لوگوں نے اجازت دے دی آپ نے خشوع، خضوع کے ساتھ دو رکعت نماز ادا فرمائی اور مشرکوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ اگر تم یہ نہ سمجھتے کہ میں موت کے ڈر سے دیر کر رہا ہوں تو میں نماز کو اور طویل کر دیتا اس کے بعد آپ نے یہ دعا کی:-

اللَّهُمَّ احْصِهِمْ عِدًّا وَاَقْتُلِهِمْ بَدًّا
وَلَا تَبْقَ مِنْهُمْ اَحَدًا

اے اللہ انہیں ایک ایک کر کے ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ۔ اس کے بعد اشعار پڑھے جو حدیث کے ترجمہ میں آ رہے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خبیث سولی پر لٹکائے گئے اور شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔

۱۱۶- حدثني ابراهيم بن موسى قال اخبرنا هشام بن يوسف عن معمر بن الزهرري عن عمرو بن ابي سفيان الثقفي عن ابي هريرة قال بعث النبي صلى الله عليه وسلم سرية خبيثا وامر عليهم عاصم بن ثابت وهو جده عاصم بن عمرو بن الخطاب فانطلقوا حتى اذا كان بين عسفان ومكة ذكروا الحيا من هذيل يقال لهم بنو حيان فاتبوهم بقرييب من مائة راه فاقصوا اثارهم حتى اتوا منزلا نزولا فوجدوا فيه نوى تمر نزرودوا من المدينة فقالوا هذا تمر يثرب فاتبوا اثارهم حتى لحقوهم فلما انتهوا عاصم واصحابه لجؤا الى فد فوجاء القوم فاحاطوا بهم فقالوا لكم العهد والميثاق ان نزلتم الينا الا نقتل منكم رجلا فقال عاصم اما اننا فلا نزل في ذمة كافر اللهم اخبرنا برسولك فقاتلوهم فمروهم حتى قتلوا عاصماني سبعة نفر بالنبل ولبني خبيث وزيد ورجل اخر فاعطوهم العهد والميثاق فلما اعطوهم العهد والميثاق نزلوا اليهم فلما استمكنوا منهم حلوا واثار قسيهم فربطوهم فقال رجل الثالث الذي معها هذا اول الغدر فاني ان يصحبهم مجزوا ولا واعجولا على ان يصاحبهم فلم يفعل فقتلوا وانطلقوا بجيب وزيد حتى باعوهما بمكة فاشترى خبيسا بنو الحارث بن عامر بن نوفل وكان خبيث هو قتل الحارث يوم بدر فحكيت عندهم اسيرا حتى اذا جمعوا قتله استعاس موسى من بعض بنات الحارث ليستأجدها فيها فاعارته قالت فغفلت عن صبيتي في فدرج اليه حتى اتالا فوضعه على فخذها فلما ايتته فرغت فرعة عرت ذاك مني وفي يدها موسى فقال تخشعين ان اتكته ما كنت لافعل ذاك ان شاء الله وكانت تقول ما رأيت اسيرا قط لميران خبيث لقد رأيت ياكل من قطف عنب وما بمكة يومئذ شرقة والله لموثق في الحديد وما كان الا مزوق ما رفته الله فخر جوابه من الحزم ليقتلوا فقال دعوني اأصلى ركعتين ثم انصرف اليهم فقال لو كان تروى ان ما بي جزع من الموت لزدت فكان اول من سرت ركعتين عند القتل هو ثم قال اللهم احصهم عددا ثم قال ما ان ابالي حين اقتل مسلما

عائی اسی شقی کان للہ مصرعی؛ وذلک فی ذات الالہ وان یشاء؛ یدبارک علی اوصال شلو
ممنوع؛

نہم قام الیہ عقبۃ بن الحارث فقتلہ وبعث قریش الی عاصم لیوتوا البشیائی من ہسدہ
یعرفونہ وكان عاصم قتل عظیمائہم من عظیمائہم یومہ ہسدہ فبعث اللہ علیہم قتل الخطلۃ من الذبیر
لخنتہ من ہسدہم فلم یقتلوا ہسدہ علی البشیائی۔

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ جا موسیٰ کے لئے بھیجا تا کہ حالات
کا جائزہ لے کر تحقیق خبر دیں، اور عاصم بن ثابتؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا اور آپ (یعنی عاصم بن ثابتؓ) عاصم بن عمر
بن الخطابؓ کے نانائیں (دشوار بخاری علامہ کرمانی کہتے ہیں کہ نانا کا قول عند البعض ہے اکثر حضرات کا قول یہ ہے کہ ماموں تھے)
(عہدہ) چنانچہ یہ لوگ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو قبیلہ حذیل کی ایک شاخ سے
جس کو بنو لیحان کہا جاتا تھا مدکرہ کیا گیا، پس ایک سو تیرا نڈولوں نے ان کا پیچھا کیا اور ان کے نشانات قدم کو تلاش کرتے ہوئے
چلے یہاں تک کہ ایک ایسی منزل پر یہ کفار پہنچے جہاں اصحاب نے پڑاؤ کیا تھا، سو ان کافروں نے اس منزل میں مجبور
کی گھٹلیاں پائیں جو اصحاب کرام مدینہ سے راہ خریج لائے تھے جس کو اسی منزل میں بیٹھ کر کھایا تھا، ان کافروں نے کہا یہ تو
یہ شرب (مدینہ) کی گھوڑے۔ پھر حضرات اصحاب کے نشانات قدم کا پیچھا کیا یہاں تک کہ ان کو پایا، پھر جب عاصم اور ان
کے اصحاب چلنے سے رک گئے (یعنی بے کس ہو گئے)، تو ان اصحاب نے ایک اونچے ٹیلے کی پناہ لی (یعنی چڑھ گئے) اور توہم
د قبیلہ دالوں نے آکر انہیں گھیر لیا اور اصحاب سے کہا: تمہارے لئے عہد و پیمان ہے اگر تم لوگ اتر کر ہمارے پاس آگے تو ہم
تم میں سے کسی شخص کو قتل نہیں کریں گے، اس پر عاصم نے کہا کہ میں تو کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا۔ اسے اللہ اپنے رسول کو
ہمارے حال کی خبر کر دے، پھر کافروں نے ان سے جنگ کی اور ان اصحاب پر تیرا نڈولوں کی۔ یہاں تک کہ حضرت عاصمؓ
اپنے ساتر رفتار کے ساتھ شہید ہو گئے اور حضرت خبیبؓ وزید اور ایک دوسرا آدمی (عبداللہ بن طارق) رضی اللہ عنہم باقی
رہے۔ پھر کافروں نے ان اصحاب (ثلثہ) کو عہد و پیمان دیا تو ان کے عہد و پیمان پر تینوں اصحاب ٹیلے سے نیچے اتر آئے۔ سو جب
کافروں نے ان پر قابو پایا تو ان کی کمان کی تانت کو اتارا اور اس تانت سے ان اصحاب کو باندھ دیا اس پر تیسرے صحابی (عبداللہ
بن طارق) جو ان دونوں (ذہیب اور زید) کے ساتھ تھے کہا یہ سہلی خداری ہے اور ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا تو کافروں
نے ان کو کھینچا اور کوشش کی ان کو لے جانے کی لیکن عبداللہ نے ایسا نہیں کیا تو کافروں نے ان کو قتل کر دیا اور ذہیب اور
زید رضی اللہ عنہما کو لے کر چلے یہاں تک کہ ان دونوں اصحاب کو مکہ میں فروخت کر دیا۔ حضرت ذہیب کو حارث بن عامر
بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا، ذہیب نے بدر کے دن حارث کو قتل کیا تھا۔ سو ذہیب ان کے پاس قیدی ہو کر رہے یہاں
تک کہ جب سب نے ان کے قتل پر اتفاق کر لیا تو حضرت ذہیب نے حارث کی کسی بیٹی (یعنی زینب) سے استرہ مانگا تا کہ
اس سے زینب کو صاف کر لیں۔ زینب نے استرہ دیا، زینب کا بیان ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد، کہ میں اپنے ایک بچہ
سے غافل ہو گئی (یعنی استرہ دینے کے بعد اپنے کام میں مشغول ہو گئی) تو وہ بچہ ذہیب کی طرف چلا یہاں تک کہ ان کے پاس
پہنچ گیا تو آپ نے اسے اپنی ران پر بٹھالیا، سو جب میں نے اس کو دیکھا تو میں بہت گھبرائی، حضرت ذہیب نے میری اس
گھبراہٹ کو بھانپ لیا اور استرہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ پھر آپ نے کہا: کیا تم اس بات سے طوطی ہے کہ میں اس کو قتل

کردوں گا، میں انشاء اللہ ایسا نہیں کروں گا، اور زینب بار بار کہا کرتی تھی۔

میں نے کبھی کوئی قیدی غیب سے بہتر نہیں دیکھا
البتہ تحقیق میں نے ان کو دیکھا کہ انکو رکنا عورت کھا رہے
ہیں حالانکہ اس وقت مکہ میں کسی طرح کا پھل موجود نہ
تھا اور وہ خود لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔
ذوق ان کے پاس صرف اللہ کی طرف سے آتا تھا۔

ما رأیت اسیراً قط خیراً من غیب لقد
سأیتہ یا کل من قطع عنب وہ سا
بمکتہ یومئذ شہراً وامتہ لموثق فی الحدید
وما کان الا مزیق مذقہ اللہ۔

پھر یہ لوگ حضرت غیب کو لے کر حرم سے باہر نکلے تاکہ ان کو قتل کریں تو غیب نے کہا، مجھ کو اتنی دیر چھوڑ دو کہ میں دو
رکعت نماز پڑھ لوں، پھر ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم سمجھو گے کہ مجھ کو موت سے گھبراہٹ ہے
تو میں اور زیادہ پڑھتا۔

سو غیب ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل کے وقت دو رکعت کی سنت جاری کی، پھر آپ نے فرمایا یعنی بد دعا کی
آئے اللہ ان کے عدد کو شمار کر لے یعنی ایک ایک کر کے ہلاک کر، کسی کو باقی نہ چھوڑ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ما ان اجالی حسین اقتل مسلماً
عالی ائی شوق صلوات اللہ علیہ
جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھ کو کچھ پرواہ نہیں ہے کہ کس پہلو پر اللہ کی راہ میں میرا چھوڑنا ہوگا
وذا اللہ فی ذات الالہ وان یشاء
یساہل علی اوھال یشدوا یشدوا
اور یہ مرزا اللہ کی راہ میں ہے اگر وہ چاہے گا تو مجھ کو مارے مارے گئے پھر حضور کے ہر جوش میں برکت دے گا۔
پھر عقبہ بن حارث ان کی طرف اٹھا اور انہیں شہید کر دیا۔

اور قریش نے کچھ لوگوں کو عاصم کی طرف بھیجا یعنی جب کفار قریش کو حضرت عاصم کے قتل کی خبر ملی تو اپنا آدمی بھیجا
تاکہ ان کے جسم کا کوئی بھی حصہ لائیں کہ جس سے یہ لوگ ان کو پہچان لیں، اور حضرت عاصم نے ان کے سرداروں میں سے ایک سردار
کو بدر کی لڑائی میں قتل کیا تھا سو اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل کی طرح زبوروں (دبھڑوں) کا ایک جھنڈ بھیج دیا۔ سوز زبوروں نے
ان کے قاصدوں سے عاصم کو محفوظ رکھا چنانچہ ان کی لاش میں سے کچھ بھی نہ کاٹ سکے۔
فائدہ:- مطابقتہ للترجمہ ظاہرہ۔

۱۱۶- عامر الحدیث فی الجہاد صفحہ ۲۲۷۔ مغازی صفحہ ۵۶۸۔ ایضاً صفحہ ۵۸۵۔ الفضا صفحہ ۱۱۰۔
عسکان بضم العین وسکون السین۔ بنو لیثان بکسر اللام وقیل بفتحہا و لیثان حوا بن حدیل۔
باقی تشریح کے لئے حدیث دیکھئے۔

۱۱۷- حدیثی عبد اللہ بن محمد قال حدثنا سفین بن عمرو سمع جابراً یقول الذی
قتل نجیباً هو البوسر وعۃ۔
ترجمہ:- حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت غیب کو جس نے قتل کیا وہ البوسر وعۃ تھا۔
فائدہ:- البوسر وعۃ کا نام عقربین حادث ہے۔

۱۱۸- حدثنا ابو سعید قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا عبد العزیز عن الذی قتال ابعدت

النبي صلى الله عليه وسلم سبعين رجلاً لحاجته يقال لهم انقرضوا عن ابي حنيفة من بني سليم رجل وذكوان عند بني قحطان لها بئر معونة فقال القوم والله ما اياكم امر دنا انما نحن مجتازون في حاجة للنبي صلى الله عليه وسلم فقتلوهم فلما عا النبي صلى الله عليه وسلم عليهم شهراني صلوات الغداة وذلك بدو القنوت وما كنت لتقنت قل عبد العزيز وسأل رجل ان ساعن القنوت ابعد الركوع او عند فداخ من القراءة قال لا بل عند فداخ من القراءة.

ترجمہ :- حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمیوں کو کسی ضرورت کے لئے دعوتی تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ انہیں قرار کہا جاتا تھا، سو بنی سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان ان اصحاب کے سامنے آئے جنگ کے لئے، ایک کنویں کے پاس جس کو بئر معونہ کہا جاتا تھا تو جماعت صلبانے کہا "خدا کی قسم ہم نے تمہارا ارادہ نہیں کیا ہے، یعنی ہم تم لوگوں سے لڑنے نہیں آئے ہیں، بلکہ ہم تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام کے لئے جا رہے ہیں مگر کافروں نے ان اصحاب کو شہید کر دیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ صبح کی نماز میں ان لوگوں پر بددعا کی اور یہ قنوت نازلہ کی ابتدا ہے اور ہم اس سے پہلے قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

عبدالعزیز راوی نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت انس سے دعا قنوت کے متعلق پوچھا کہ یہ دعا رکوع کے بعد ہے یا قرات سے فارغ ہونے کے وقت؟ دعوتی رکوع سے پہلے ہی، انس نے فرمایا کہ نہیں بلکہ قرات سے فارغ ہونے کے وقت (یعنی رکوع سے پہلے)

اس حدیث میں سربیتہ القراء یعنی بئر معونہ کا قصہ ہے واقعہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے :-

تشریحات

واقعة بئر معونة

ماہ صفر ۳۶ھ مطابق ۶۲۶ء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ابو براء عامر بن مالک جو ملاحب الاسنہ سے مشہور تھا آنحضرت کی خدمت میں آیا، حضور نے اسلام کی دعوت دی لیکن ابو براء نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ روکھا بلکہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ چند اصحاب کو اہل نجد کی طرف بھیجیں اور وہ دین کی دعوت دیں تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ لوگ اسلام قبول کریں گے، آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اہل نجد سے اندیشہ ہے، ابو براء نے کہا "اگر آپ مطلق اندیشہ نہ کریں، میں فسامن ہوں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر صحابہ کو جو قرار مشہور تھے اس کے ہمراہ روانہ فرمایا اور حضرت منذر بن عمرو سعدی کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ اصحاب یعنی جماعت قرار نہایت مقدس اور پاکیزہ تھے، دن کو لکڑیاں چینتے اور شام کو فروخت کر کے اصحاب ہنہ کے لئے کھانا لاتے اور رات کو کچھ وقت درس قرآن اور کچھ وقت قیام نیل میں گزارتے۔ جب یہ حضرات قرار یہاں سے چل کر بئر معونہ پہنچے جو ابن عباس بنی سلیم کے درمیان ہے تو آنحضرت کا خط انس کے ماموں حرام بن سلمان کے ہاتھ عامر بن طفیل کے پاس بھیجا جو ابو براء کا بھتیجا اور قبیلہ بنو عامر کا رئیس تھا۔ عامر بن طفیل نے خط پڑھنے سے پہلے ہی ایک شخص کو ان کے قتل کا اشارہ کیا اس نے حرام بن سلمان کو شہید کر دیا، حضرت حرام بن سلمان کی زبان مبارک سے اس وقت یہ الفاظ نکلے۔

اللہ سب سے بڑا ہے رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

اللہ اکبر فزت و مراب الکعبۃ

پھر اس نے اپنی قوم بنی عامر کو ترغیب دی کہ ان تمام مسلمانوں کو قتل کر دو لیکن ابوہریرہ کے عہد و امان کی وجہ سے بنی عامر نے انکار کر دیا اور صاف کہا کہ ہم اپنے رئیس ابوہریرہ کے ذمہ کو خفیہ نہیں کر سکتے تب عامر بن طفیل نے بنی سلیم سے کہا تو بنی سلیم کے قبائل رعل، ذکوان اور عقیقہ تیار ہو گئے اور سب نے مل کر تمام صحابہ کو گھیر لیا، صحابہ نے کہا "ہم تم سے لڑنے نہیں آتے ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک کام پر مامور ہیں اور وہیں ہمارے ہیں، مگر کفار نے نہیں مانا۔ مجبوراً صحابہ نے کچھ مدافعت کی مگر سب کے سب شہید کر دیئے گئے صرف کعب بن زید انصاری جو اگرچہ بہت زخمی ہو گئے تھے مگر مقتولوں کے درمیان سے کسی طرح بچ گئے اور کچھ عرصہ زندہ رہے پھر غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے علاوہ دو اشخاص اور بچ گئے تھے ایک کا نام منذر ذبیعی ابن عقبہ بن عامر بقول ابن تیمہ یا منذر بن محمد بقول ابن ہشام، اور دوسرے کا نام عمرو بن امیۃ الضمری تھا یہ دونوں حضرات مولیشی چرانے جنگل گئے تھے یکا یک آسمان کی طرف پندے اڑتے دکھائی دیئے یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کوئی بافت ضرور ہے، جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ تمام رقا خون میں نہاتے ہوئے بستر شہادت پر سو رہے ہیں۔ دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کریں، عمرو بن امیۃ نے کہا کہ مدینہ چلیں اور آنحضرت کو بجا کر اس کی خبر دیں، منذر نے کہا خبر تو ہوتی رہے گی شہادت کیوں چھوڑوں، الغرض دونوں آگے بڑھے حضرت منذر تو لڑکر شہید ہو گئے اور عمرو بن امیر کو انہوں نے گرفتار کر لیا اور عامر بن طفیل کے پاس لے گئے۔ عامر نے ان کے سر کے بال کاٹے اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذرمانی بھی لہذا میں اس نذر میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔

ابوہریرہ بن عامر بن مالک کو اس حادثہ کا بڑا رنج ہوا کہ اس کی امان میں اس کے بھتیجے نے فتور ڈالا۔ اس معرکہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن ہبیرہ شہید ہوئے اور ان کا جنازہ آسمان پر اٹھایا گیا چنانچہ عامر بن طفیل نے لوگوں سے دریافت کیا:-

من الرجل منهم لما قتل، ما ایتہ
 رافع بین السماء والارض حتی راہت
 السماء من دونه

اور بخاری شریف کی روایت درصفتین حدیثوں کے بعد صفحہ ۵۸، ۵۹ میں ہے کہ عامر بن طفیل نے کہا:-
 میں نے اس شخص کو قتل ہونے کے بعد خود دیکھا
 کہ اس کی لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی کہ آسمان
 اور زمین کے درمیان معلق رہی اور پھر زمین پر
 رکھ دی گئی۔

عمرو بن امیر جب بے معزز سے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک درخت کے نیچے بنی عامر کے دو اشخاص سوئے ہوئے تھے عمرو بن امیۃ نے یہ سمجھ کر کہ اس قبیلہ کے سردار عامر بن طفیل نے ہتر مسلمانوں کو شہید کیا ہے اس کے انتقام میں ان کو قتل کر دیا مگر وہ دونوں مشرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدے عمرو بن

ایسے کو اس کی خبر نہ تھی، یہ جب مدینہ آئے اور ساما واقعہ سنایا تو حضور نے فرمایا کہ ان دونوں کی دیت اور نفل بہا دینا ہر دو ہی ہے اور بنو نضیر بھی چونکہ بنی عامر کے حلیف تھے اس لئے آنحضرت اسی دیت کی گفتگو کے لئے بنی نضیر کے پاس تشریف لے گئے جو غزوہ بنی نضیر کا سبب ہوا۔
غزوہ بنی نضیر کے لئے صفحہ ۷۹ دیکھئے۔

۱۲۹۔ حدثنا مسلم قال حدثنا هشام قال حدثنا قتادة عن انس قال قنت ما رسول الله صلى الله عليه وسلم شهراً بعد الركوع يد هو على احياء من العرب -
ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک مہینے تک قنوت پڑھی جس میں آپ عرب کے بعض قبائل پر بد دعا کرتے تھے۔

تشریحات
اس حدیث کا تعارض ہے عبدالعزیز کی مذکورہ بالا روایت سے جس کو امام بخاری نے حدیث میں یہاں کیونکہ عبدالعزیز کی مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ دعا قنوت قرأت سے فارغ ہونے کے وقت یعنی رکوع سے پہلے۔ اور اس حدیث یعنی ۱۲۹ میں حضرت انس ہی سے قنوت نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی جس میں آپ عرب کے بعض قبائل پر بد دعا کرتے تھے۔

دفع تعارض صاف ہے کہ عبدالعزیز کی روایت دواہی قنوت نبی الوتر کے متعلق ہے کہ دعا قنوت کا عمل قرأت سے فارغ ہونے کے وقت رکوع سے پہلے ہے کیونکہ اس میں صرف اتنا ہے کہ کسی نے حضرت انس بن مالک سے دعا قنوت کے متعلق پوچھا کہ دعا قنوت رکوع کے بعد ہے یا قرأت سے فارغ ہونے کے وقت، حضرت انس نے جواباً فرمایا بل عند فراغ من القراءة۔

اور دوسری حدیث یعنی حدیث ۱۲۹ میں قنوت نازلہ کے متعلق ہے جو حضرت انس سے قنوت نقل کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی جس میں آپ عرب کے بعض قبائل پر بد دعا کرتے تھے، یعنی قنوت نازلہ جو صرف بڑے حوادث و نوازل کے وقت پڑھی جاسے۔
اور اسی کے متعلق مابعد کی بعض روایتیں آرہی ہیں۔

قنوت نازلہ
مذکورہ بالا روایت ۱۲۹ اور اس کے بعد آنے والی متعدد روایتیں متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیرۃ القراءۃ یعنی یہ معونہ کے واقعہ کے بعد حضرات قرار رضی اللہ عنہم کے قالموں پر ایک مہینہ مسلسل نماز فجر میں رکوع کے بعد بد دعا کی۔ ان احادیث صحیحہ کی وجہ سے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب امت پر کوئی مصیبت پیش آئے تو قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے اور رکوع سے قبل و بعد دونوں طرح درست ہے لیکن افضل و بہتر رکوع کے بعد ہے جیسا کہ حضرت انس کی مذکورہ روایت میں تصریح ہے۔ امام شافعی کے نزدیک قنوت نازلہ تمام نمازوں میں پڑھی جاسکتی ہے۔

حنفیہ کا قول یہ ہے کہ صرف فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی جاسکتی ہے، اور یہی منقول ہے امام احمد بن حنبل سے حنیفہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ سب جہری نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی جاسکتی ہے۔ شافعی نے پہلے قول کو راجح کہا ہے۔

جو محمد بن ادر حضرت گنگوہی و حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ قدہ نے فرمایا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک حوادث و مصائب کی شدت میں جہری اور شری تمام نمازوں میں پڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ مختلف صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ سب نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی گئی۔

چنانچہ ایک حدیث انس بن مالک کی ہے قال کان القنوت فی المغرب والفجر بخاری صحیح
دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ کی ہے فكان ابو ہریرۃ یقنت فی الركعة الاخيرة من صلوة الظهر و صلوة العشاء و صلوة الصبح بعد ما یقول سمع اللہ لمن حمد لا فیلہ عوا للہ المؤمنین و لیعن الکفار (بخاری صحیح) ایضاً مسلم شریف۔

ابوداؤد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے ایک ماہ مسلسل ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر سب میں آخری رکعت کے اندر سمع اللہ لمن حمد کے بعد قنوت نازلہ پڑھی۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قنوت نازلہ بوقت ضرورت بشدیدہ تمام نمازوں میں پڑھی جاسکتی ہے۔ بعض حنفیہ جیسے شارح متیہ ابن امیر الحاج کہتے ہیں کہ فجر کے سوا باقی تمام نمازوں میں قنوت منسوخ ہے۔ لیکن اس پر یہ اعتراض واقع ہوتا ہے کہ صرف احتمال سے نسخ نہیں ہوتا جب تک صراحۃً نسخ کی دلیل موجود نہ ہو نسخ کا دعویٰ نہیں مانا جاسکتا، یہاں نسخ کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور آیت لیس لث من الامور شیئی "قنوت نازلہ کو منسوخ نہیں کرتی بلکہ کچھ لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا اس لئے ان کے حق میں بددعا کرنے سے ممانعت فرمادی، اس سے قنوت نازلہ کا مطلق منسوخ ہونا لازم نہیں آتا ورنہ صحابہ کرام اپنے دور میں قنوت نازلہ پڑھتے لیکن صحابہ کرام کا پڑھنا ثابت ہے۔

مسئلہ کذاب سے حضرت صدیق اکبر کے وقت میں جنگ ہوئی تو انہوں نے قنوت میں دعا کی، حضرت عمر نے اہل کتاب سے مقابلہ کے وقت قنوت میں دعا کی، حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ ہوئی تو دونوں نے قنوت میں دعا کی پس صحابہ کرام کا تعالیٰ اس کی دلیل ہے کہ قنوت نازلہ منسوخ نہیں ہے۔

اسی طرح فجر کے سوا دوسری نمازوں میں بھی منسوخ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، نسخ کے قائلین کے پاس صرف یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام کے دور میں فجر کی نماز کے سوا کسی اور نماز میں نہیں پڑھی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ غیر فجر میں منسوخ ہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث فرمودہ صحیحہ غیر منسوخہ کے موجود ہوتے ہوتے صحابہ کرام کے عدم فعل سے منسوخ ثابت کرنا درست نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ صحابہ نے اتنی شدید ضرورت محسوس نہیں کی بلکہ صرف نماز فجر میں قنوت پڑھنے پر اکتفا کیا نیز صحیح کی نماز میں صحابہ کے قنوت پڑھنے کی خاص وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس میں طول مشروع ہے اور وہ صلوة لیل سے منقل ہوتی ہے اور وقت سحر نیز ساعت اجابت سے قریب ہوتی ہے۔ نزول رحمت کا وقت ہوتا ہے اس وقت ملائکہ لیل و نہار کا اجتماع ہوتا ہے اس لئے قنوت اس وقت زیادہ مناسب ہے۔ بہر حال عام مصائب کے لئے فجر کا وقت ہے اور شدت کی حالت میں تمام جہری نمازوں میں پھر انتہائی شدت کے وقت تمام نمازوں میں پڑھی جاسکتی ہے بحرا لائق میں ہے کہ قنوت کی اجانت عند النالہ صلوة جہریہ میں ہے۔

صاحب در مختار کہتے ہیں لا یقنت بغیر الوتر الا لئلا فیقتن الا ماہ فی الجہریۃ وقیل

فی السکلی یعنی غیر تہنیں قنوت نہیں پڑھنی چاہئے مگر مصیبت کے وقت امام صلوٰۃ جہریہ میں قنوت نازلہ پڑھے اور دوسرا قول یہ بھی ہے کہ کل منسا زوں میں پڑھے۔ اگرچہ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ کل نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھنا امام شافعی کا قول ہے حنفیہ کے نزدیک قنوت نازلہ فجر کے ساتھ خاص ہے اور کسی نماز کے ساتھ درست نہیں مگر یہ قوی نہیں ہے جیسا کہ بحر الرائق اور در مختار سے اوپر معلوم ہو چکا ہے اور احادیث قویہ سے اس کا ثبوت ہوتا ہے جیسا کہ گذرا اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے اذا صح الحدیث فهو مذہبی اس کے مطابق یہی قول راجح ہوا چاہئے، علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ حنفیہ کی بعض کتابوں سے صرف جہری نمازوں میں اور بعض سے تمام نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھے کا حجاز معلوم ہوتا ہے، معارف مدینہ بحوالہ فیض الباری، عرف الشذی،

قنوت نازلہ بعد از رکوع اور جہراً پڑھنا چاہئے۔ یہی راجح قول ہے۔

اب رہا دعاء قنوت فی الوتر اور دعاء قنوت فی الصبح والضحیٰ کا مسئلہ، تو اس مسئلہ پر کتاب الصلوٰۃ میں مفصل بحث آئی ہے انشاء اللہ۔

۱۳۔ حدیثی عبد الاعلیٰ بن حنظل قال حد ثنا یزید بن زریع قال حد ثنا سعید بن قتادۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ عدو فامدّہم بسبعین من الانصار کنا نسعیہم القراء فی زمانہم کانا یحتطبون بالنہار ویصلون باللیل حتیٰ کانا یبتر معونۃ قتلوہم وغدا وہم نبلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنقت شہراً یذعون فی الصبح علیٰ اخیاء من اخیاء العرب علیٰ راعل وذکوان وعصیۃ وبنی لیمان قال انس فقرأنا فیہم قراناً ثم ان ذالک رُفع بلغوا فماتوا منا انا قتادۃ لقینا ربننا فرضی عننا وارضا و عن قتادۃ عن انس بن مالک حدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت شہراً فی صلوٰۃ المسجید علیٰ اخیاء من اخیاء العرب علیٰ راعل وذکوان وعصیۃ وبنی لیمان زاد تخلیفہ حدیثنا بن زریع حد ثنا سعید عن قتادۃ قال حد ثنا انس ان اولئک السبعین من الانصار قتلوا بئثر معونۃ قراننا کنا بخوا۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ راعل، ذکوان، عصیۃ اور بنو لیمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست اسلام کے لئے، مدد طلب کی دشمن کے خلاف، تو آنحضرت نے ستر انصاری صحابہ سے ان کی مدد کی۔ ہم لوگ اس زمانے میں ان کا نام "القراء" رکھتے تھے، قرآن پڑھتے تھے، قرآن قاری کی جمع ہے، یہ حضرات دن میں کھڑیاں جمع کرتے تھے، دماغ حاصل کرنے کے لئے، اور رات میں نماز پڑھا کرتے تھے، جب یہ حضرات قرآن پڑھنے پر پہنچے تو مشرکین دہنوسلم نے ان حضرات کو قتل کر دیا اور ان کے ساتھ غداری کی۔ جب یہ خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی کہ صبح کی نماز میں قبائل عرب میں سے ان قبائل راعل، ذکوان، عصیۃ اور بنو لیمان پر بددعا کرتے تھے۔ انس نے بیان کیا کہ ان کے بارے میں ہم نے قرآن پڑھا یعنی ہم اس آیت قرآنی کی تلاوت کرتے تھے، پھر یہ آیت اٹھائی گئی یعنی اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی، "بلغوا عنا فماتوا منا انا قتادۃ لقینا فرضی عننا وارضا و عن قتادۃ عن انس بن مالک حدیث ان اولئک السبعین من الانصار قتلوا بئثر معونۃ قراننا کنا بخوا۔" ہماری طرف سے ہماری قوم (مسلمانوں) کو پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے مل گئے ہیں سو وہ ہم سے راضی ہے

اور ہم کو خوش کر دیا ہے (یعنی اپنی بے پناہ نعمتوں سے نوازا ہے۔)

وعن قتادة عن انس بن مالك حدثنا ان نبى الله صلى الله عليه وسلم قنت شهراً في صلوة الصبح يدعو على اعيان من اعيان العرب على راعل وذكوان وعصية وبني لحيان اور قتادہ سے روایت ہے ان سے حضرت انس بن مالک نے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں عرب کے چند قبائل راعل، ذکوان، عصیہ اور بنو لحيان کے لئے بد دعا کی تھی۔

زاد خلیفتمہ حدثنا ابن زریع حدثنا سعید بن قتادة قال حدثنا انس ان اولئك السبعين من الانصار قتلوا بئر معونة۔

خلیفہ نے (امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں) یہ اضافہ کیا ہے ان سے ابن زریع نے بیان کیا اور ان سے سعید نے حدیث بیان کی ان سے قتادہ نے اور ان سے حضرت انس نے کہ یہ ستر صحابہ قبیلہ انصار میں سے تھے جو بئر معونہ میں شہید ہوئے۔

”قرآن کتاب انجولہ“ قرآن سے مراد کتاب اللہ ہے (مقصد قرآن کی تفسیر کتاب سے بیان کرنا ہے)۔
بشولہ ای خود روایت عبد اللہ اعلیٰ۔

حدیث مذکور میں قتادہ کی دو روایتوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔

تشریحات پہلی روایت سعید بن قتادہ عن انس ہے اور دوسری روایت بھی عن قتادہ عن انس ہے جس میں یہ اضافہ ہے: عن یزید بن زریع عن سعید بن ابی عروبہ عن قتادة الخ
۲ قبیلہ راعل و ذکوان کے ساتھ میں سریتہ القرام کے اندر بنو لحيان کا ذکر وہم ہے اس لئے کہ بنی لحيان کا تعلق واقعہ بیع سے ہے جیسا کہ گذر چکا۔ (فتح)

”قرآن کتاب انجولہ“ اس سے مقصد قرآن کی تفسیر کرنا ہے کتاب اللہ سے؛ بخاری جلد اول صفحہ ۳۹۳ میں ہے۔

فان خبر جبریل النبى صلى الله عليه وسلم انهم قد لقوا سرا بهم فرضى عنهم وارضاهم فلما نقرأ ان بلغوا قومنا ان قد لقينا بنا فرضى عنا وارضانا ثم نضر بعد الخ
مطلب یہ ہے کہ حسب دعا حضرت صحابہ حق تعالیٰ نے حضرت جبریل کے ذریعہ حضور کو خبر کر دی کہ صحابہ اپنے رب سے جانے سوال اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات سے ان صحابہ کو خوش کر دیا۔

۱۳۱۔ حدثنا موسى بن اسماعيل قال حدثنا همام عن اسحاق بن عبد الله بن ابی طلحة قال حدثني انس ان النبي صلى الله عليه وسلم بعث خاله اخ كاهل بن سليم في سبعين راكباً وكان من ثيس المشركين عامر بن الطفيل خيريين ثلث خصال فقال يكون لك اهل السهل ولى اهل المكدر او اكون خليفتك او اغزو دك باهل غطفان بالهف والهف فطعن عامر في بيت ام فلان فقال غداة كعدت البعير في بيت امرأة من آل فلان اتوني بفرسي فمات على ظهر فرسه فانطلق حرام الخوام سليم

وهو رجل اعرج ورجل من بني فلان قال كونا قريبا حتى آتيتهم فان امنوني كنتم وان قتلوني اتيتكم اصحابكم فقل المؤمنون ابلغ رسالة رسول الله صلى الله عليه وسلم فاجعل مجدثهم واومئوا بي رجل فاقبالا من خلفه فطعنه قال هتاهما احسبه حتى انفذه بالروح قال الله اكبر فرت ورب الكعبة فالحق الرجل فقتلوا كلهم غيرا لا عرج كان في راس جبل فانزل الله علينا ثم كان من المنسوخ انا قد لقينا ربنا من ضنى عنا وارضانا فلما عا النبي صلى الله عليه وسلم عليهم ثلاثين صباحا على راس جبل وذكوان وبني لحيان وعصية السديين عصوا الله ورسوله -

ترجمہ :- حضرت انسؓ نے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دانش کے ماموں ام سلمہ کی والدہ کے بھائی (حرام بن ملحان) کو ستر سواروں میں بھیجا یعنی ستر قرار کی جماعت میں حضرت انس کے ماموں بھی شامل تھے، اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ رئیس انشکین عامر بن طفیل تھا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین باتوں کے درمیان اختیار دیا تھا چنانچہ اس نے کہا کہ دیہات کے لوگ آپ کا اور شہر والے میرا یعنی شہریوں پر میری حکومت رہے اور دیہات والوں پر آپ کی حکومت رہے، یا میں آپ کا خلیفہ ہو جاؤں یا پھر میں ہزاروں غطفانیوں کو لے کر آپ سے جنگ کروں گا اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بددعا کی، پھر عامر فلاں داکل رسول کی ایک عورت کے گھر میں طاعون میں مبتلا ہوا یعنی عامر کے کان کی جڑ میں طاعون کا غدود ظاہر ہوا، تو کہنے لگا یہ غدود یعنی طاعون ہو گیا ہے مجھ کو جو ان اونٹ کے طاعون کی طرح آل فلاں کی عورت کے گھر میں میرا گھوڑا لاؤ، چنانچہ وہ اپنے گھوڑے کی پشت پر ہی مر گیا۔ فانطلق حراہ الخ اس کا عطف بعثت نکالہ ہے درمیان کلام بطور استطراد ہے، بہر حال ام سلمہ کے بھائی (حرام بن ملحان) اور ایک شخص جو لنگڑے تھے داسمہ کعب بن زید) اور ایک تیسرے شخص جو بنی فلاں میں سے تھے داسمہ منذر بن محمد آگے بڑھے جب بنی عامر تک پہنچے تو اپنے دونوں ساتھیوں کعب بن زید اور منذر بن محمد سے خطاب کیا، حرام نے کہا آپ دونوں میرے قریب رہتے یہاں تک کہ میں ان کے پاس جاتا ہوں سو اگر ان لوگوں نے مجھ کو امن دے دیا تو تم ثابت قدم رہو اور اگر انہوں نے مجھ کو قتل کر دیا تو آپ حضرات اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جائیں۔ اور صحت حال کی اطلاع کر دیں، چنانچہ حضرت حرام نے کہا جب بنی عامر کے پاس پہنچ گئے، کیا تم مجھ کو امان دیتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دوں؟ پھر وہ حضرت حرام سے انہیں پیغام رسول پہنچانے لگے اور قبیلہ والوں نے ایک شخص کو اشارہ کر دیا سو وہ شخص حضرت حرام کے پیچھے آیا اور یہ ملا، اہام نے بیان کیا، "میرا خیال ہے کہ فیروزہ آپار ہو گیا تھا حضرت حرام نے کہا اللہ اکبر فزت ورب الکعبۃ" اللہ اکبر تم بت کیجہ کی میں کامیاب ہو گیا یعنی شہادت نصیب ہو گئی، رسول گیارہل یعنی حرام کا ساتھی اپنے اصحاب میں جا ملا، پھر کازوں نے تمام صحابہ کو شہید کر دیا سو لنگڑے صحابی کے کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تھے سو اللہ تعالیٰ نے ہم پر آیت کریمہ نازل فرمائی بعد میں وہ آیت منسوخ ہو گئی وہ آیت یہ ہے انا قد لقینا ربنا من ضنى عنا وارضانا فلما عا النبي صلى الله عليه وسلم عليهم ثلاثين صباحا على راس جبل وذكوان وبني لحيان وعصية السديين عصوا الله ورسوله - ترجمہ گزر چکا ہے تو آنحضرت نے قبائل رعل و ذکوان، عصبہ اور بنو لحيان پر جنہوں نے اللہ اور اس کے

رسول کی تافرمانی کی تھی ان پر تیس دن صبح کی نماز میں بددعا کی۔

تشریحات

حدیث کی مطابقت ترجمہ سے ظاہر ہے کہ پورا واقعہ سریتہ القرار کا ہے جو پیر معونہ میں پیش آیا۔
مراد حدیث صفحہ ۳۹۳۔

وہوہر جبل اعرج علامہ عینی لکھتے ہیں "والصواب فانطلق حرامہ ہووہر جبل اعرج۔
انجو یعنی اس جگہ کاتب کی غلطی سے ہو اور واؤ میں تقدیم قناخیر ہو گئی ہے کیونکہ حضرت حرام اعرج نہیں تھے۔
جیسا کہ آگے کی عبارت قال کو فافتربا مرزہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت حرام کے علاوہ دوا ششخص
اور تھے۔ نیز ایک روایت میں ہے فانطلق حرامہ و ہرجلان معہہ ہرجل اعرج و ہرجل من بنی
فلان انجو اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اعرج حرام کی صفت نہیں ہے اس لئے مجمع یہی ہے کہ اصل عبارت
اس طرح ہوگی ہووہر جبل اعرج "عمدة القاری" فالحق المرجل اس کے معنی میں مختلف احتمالات ہیں۔ ما
یہ لحنی صیغہ معروف ہو اور جبل اس کا قائل اور جبل سے مراد حضرت حرام کے ساتھی ہوں اس صورت میں تفسیر
عبارت ہوگی فالحق المرجل بالمسلمین اور اسی کا لحاظ ترجمہ میں کیا گیا ہے۔ مابعد احتمال یہ ہے کہ
مرجل سے مراد حضرت حرام کا ساتھی ہی ہو لیکن لحنی صیغہ مجهول ہو اس صورت میں معنی ہوں گے وہ شخص حرام کے
ساتھ ملا دیا گیا۔ مابعد احتمال یہ ہے کہ جبل سے مراد حضرت حرام کا قائل ہو اور لحنی صیغہ معروف ہو یعنی لحنی
مرجل بالحشر کہیں قال اپنے مشرکوں سے مل گیا پھر سارے مشرکین جمع ہو کر تمام صحابہ کو شہید کر دیا۔
چوتھا احتمال یہ ہے کہ ہرجل بسکون الجیم ہرجل کی جمع ہو یعنی مشرکوں کی پیدل جماعت نے
مسلمانوں کو پایا پھر سارے مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

۱۳۲۔ حدثنی جبان قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا جمر قال حدثني تمامة بن
عبد اللہ بن النبی انما سمع النبی بن مالک يقول لما طعن حرام بن ممان وكان خالما
يوم پیر معونہ قال بالدم هكذا فنضها على وجهه و اسما ثم قال فزيت و رباب الكعبية۔
ترجمہ: حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب حرام بن ممان کو جو آپ کے ماموں تھے پیر معونہ کے
دن نیزہ مار گیا تو آپ (حرام) نے خون کو ہاتھ میں لیا اس طرح زخم کی جگہ سے اور اس کو اپنے چہرے اور سر پر لگایا،
پھر فرمایا: "میں کامیاب ہو گیا کعبہ کے رب کی قسم"

تشریحات

قال بالدم هذا من اطلاق القول على فعل معناه اخذ الدم من موضع الطعن فنضه اي رشه
على وجهه و راسه۔

۱۳۳۔ حدثني عبيد بن اسمعيل قال حدثنا ابو اسامة عن هشام عن ابيه عن عائشة
قالت استاذن النبي صلى الله عليه وسلم ابو بكر في الخروج حين اشتد عليه الاذى فقال
له اقم فقال يا رسول الله اتطمع ان يؤذونك فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول
اني لارجوا قال قلت فانتظروا ابو بكر فا قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم
ظهر انا نادا فقال اخرج اخرج من عندك فقال ابو بكر انما هذا ابتى فقال اشعرت

انہما قداما ذن لى فى الخروج فقال يا رسول الله لصحبة فقال النبى صلى الله عليه وسلم الصحبة قل يا رسول الله عندي فاقتان قد كنت اعددتهما للخروج فاعطى النبى صلى الله عليه وسلم احدتهما وهى الجداء فركبا فانطلقا حتى اتيا الغار وهو بثوب فتواريا فيه فكان عامر بن فهيرة غلاما لعبد الله بن الطفيل بن سنبرة اخو عائشة لامها وكانت لابى بكر منحة فكان يروى بها ويعبد وعليهم ويصيح فيدفع اليهما ثم يسرح فلا يظن به احد من الرعاء فلما خرجا خرج معهما يعقباته حتى قدما المدينة فقتل عامر بن فهيرة يوم بدر معونته وعن ابى اسامة قال قال هشام بن عروة فاخبرني ابى قال لقاتل الذين بيئتم معونة وائسهم عمرو بن امية الضمري قال له عمرو بن الطفيل من هذا او اشار الى قاتل فقال له عمرو بن امية هذا عامر بن فهيرة فقال لقد رايتما بعد ما قتل رافع الى السماء حتى اتى لانظر الى السماء بينه وبين الارض نشر ونهض فأتى النبى صلى الله عليه وسلم فمبهم فنعاهم فقال ان اصحابكم قد اصابوا وانهم قد سألوا ربهم فقالوا ربنا اخبرنا اننا بما راينا عنك ورايتنا عننا فاخبرهم عنهم واصيب يومئذ فيهم عروة بن اسماء بن الصلت فنامى عروة نهبه ومنذ راى ومنذ رعى وسقى به من ذرا.

ترجمہ: حضرت عائشہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی۔ جب کفار مکہ کی تکلیف شدید ہو گئی، آنحضرت نے ان سے فرمایا: تمہارے رہو اتنی الحال، اس پر ابو بکر نے کہا: یا رسول اللہ کیا آپ بھی امید رکھتے ہیں کہ آپ کو ہجرت کی اجازت ہو جائے گی (اللہ کی طرف سے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس کی امید رکھتا ہوں۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ ابو بکر انتظار کرنے لگے، سو ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے وقت ابو بکر کے پاس تشریف لائے اور آواز دی اور فرمایا: یعنی گھر کے اندر تشریف لا کر، اپنے پاس والوں کو نکال دو (مطلب یہ ہے کہ تخلیہ کر دو تاکہ ہماری بات کو کوئی اور نہ سن سکے) تو ابو بکر نے فرمایا یہاں تو صرف دونوں لڑکیاں ہیں (یہاں کوئی غیر نہیں ہے) آنحضرت نے فرمایا آپ کو معلوم ہے کہ ہجرت کے بارے میں مجھ کو اجازت مل گئی ہے، حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ صحبت و رفاقت، چاہتا ہوں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں تیرا ساتھ ہوگا، ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس دو اونٹیاں ہیں اور میں نے ان دونوں کو ہجرت کے لئے ہی تیار کر رکھا ہے چنانچہ صدیق اکبر نے ایک اونٹنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جس کا نام بدر عار تھا، پھر دونوں حضرات سوار ہوئے اور چلے یہاں تک کہ دونوں حضرات غار کے پاس آئے اور وہ غار ٹور تھا پھر دونوں حضرات اس میں چھپ گئے۔ اور عامر بن فهیرہ جو حضرت عائشہ کے ماری بھائی عبد اللہ بن طفیل بن بن حنظلہ کے غلام تھے، اور حضرت ابو بکر کی ایک دودھ دینے والی اونٹنی تھی تو عامر بن فهیرہ اس اونٹنی کو شام صبح لے جاتے تھے اہل مکہ کے ساتھ اور صبح کرتے تھے مکہ والوں کے ساتھ اور رات کے آخری حصہ میں ان دونوں کو آنحضرت اور ابو بکر کے پاس آئے تھے یعنی دودھ پلانے کے لئے، کیونکہ غار ٹور کے اندر آپ حضرات کی خوراک اسی اونٹنی کا دودھ تھی، اور پھر عامر اس کو چرانے لے جاتے تھے اس طرح کہ کوئی چرواہا اس راز کو سمجھ نہ سکے، پھر جب دونوں حضرات

داً مخضوباً اور صدیق اکبر، غار سے نکلے تو عامر بن نبیرہ ان دونوں کے ساتھ نکلے کہ دونوں باری باری اپنے پیچھے اس کو بٹھا لیتے یہاں تک کہ دونوں حضرات مدینہ تشریف لے آئے، پھر عامر بن نبیرہ بی معونہ کے حادثہ میں شہید ہو گئے۔

تشریحیات ترجمتہ الباب کی مطابقت اسی آخری ٹکڑے سے ہے اور یہاں امام بخاری کا مقصد بھی اسی کا بیان کرنا ہے کہ عامر بن نبیرہ سابقین میں سے ہیں۔

را حافظ عثمانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں عبد اللہ بن الطفیل بن سبیرہ ہے اس میں قلب ہو گیا ہے۔ صحیح طفیل بن عبد اللہ بن سبیرہ ہے کافی الحاشیہ صفحہ ۵۸۰۔

دعوات حدیث صفحہ ۵۵۱ بطور مفصلاً۔

وعن ابی اسامۃ قال قال هشام بن عروۃ فاخبرنی ابی قال لما قتل الذین ببئر معونۃ وائسر عمرو بن امیۃ الضمری قال لما عمرو بن الطفیل من ہذا و اشار ابی قتیبہ فقال لہ عمرو بن امیۃ ہذا عامر بن نبیرۃ فقال لقد سأتیہ بعد ما قتل رفعا لى السماء بینہ و بین اکرمی وضع فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبرہم فنعاہم فقال ان اصحابکم قد اصبیول وانہم قد سألوا ربنا فبناخبر عناننا اننا بئنا رضینا عندک و رضیت عنا فانہم عنہم و اصیب یومئذ فیہم عروۃ و ابی اسامۃ بن الصلت فسما فی عروۃ بہ و منذر بن عمرو و سبیب بہ منذر۔

ترجمہ۔ ابی اسامہ سے روایت ہے ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ہشام کو ان کے والد عروہ بن سبیر نے خبر دی حضرت عروہ کا بیان ہے کہ جب بی معونہ میں حضرات قرار شہید ہو گئے اور عمرو بن امیر فہری گرفتار کر لئے گئے تو عامر بن طفیل نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ اور ایک مقتول کی طرف اشارہ کیا، تو عمرو بن امیر نے اس سے کہا کہ یہ حضرت عامر بن نبیرہ ہیں پھر عامر بن طفیل نے کہا "البتہ میں نے اس کو دیکھا کہ شہید ہونے کے بعد وہ لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی یہاں تک میں آسمان کی طرف دیکھنے لگا کہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہی پھر زمین پر گھڑی گئی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان شہداء کی خبر آئی دیکھنی حضرت جبریل نے آنحضرت کو اطلاع دی، چنانچہ آنحضرت نے ان حضرات کے شہید ہونے کی خبر صحابہ کرام کو دی اور فرمایا کہ تمہارے اصحاب شہید ہو گئے ہیں اور بلاشبہ ان حضرات نے اپنے پروردگار سے درخواست کی اور کہا "اے ہمارے رب ہمارے بھائیوں کو ہمارے حال کی خبر کر دیجئے کہ ہم آپ سے راضی ہیں اور آپ ہم سے راضی ہو گئے چنانچہ حق تعالیٰ نے ان حضرات کے متعلق قرآنی مجید کے ذریعہ، مجملہ کو خبر دے دی۔ اور اس دن دیکھنی بی معونہ میں، ان حضرات میں شہید ہونے عروہ بن اسلم بن صلت، سوسرہ بن زبیر کا نام عروہ ان ہی کے نام پر رکھا گیا یعنی بہت دنوں کے بعد جب زبیر کو لوٹا کہ ہوا تو عروہ بن اسلم کے نام پر اپنے صاحبزادے کا نام تھا و لا عروہ رکھ دیا، اور منذر بن عمرو بھی اسی موقع پر شہید ہوئے تھے (اور زبیر کے دوسرے لڑکے کا نام منذر ان ہی کے نام پر رکھا گیا۔

تشریحیات وعن ابی اسامۃ الخ اس کا عطف امام بخاری کا قول حدیثنا عبید بن اسماعیل حدیثنا ابو اسامہ پر ہے، امام نے محض موصول اور مرسل کو الگ کرنے کے لئے اس کو علیہ بیان

کیا ہے چونکہ پہلی حدیث یعنی حدیث ہجرت میں ام المومنین حضرت عائشہؓ آنحضرتؐ اور ابو بکر صدیقؓ کی ہجرت کا واقعہ لعل کرتی ہیں بخلاف دوسری حدیث کے یعنی حدیث پیر معونہ میں حضرت عائشہؓ کا ذکر نہیں ہے، اور دونوں میں مناسبت ظاہر ہے کہ عامر بن فہیرہ کی شرکت کا بیان ہے کہ ہجرت میں بھی شریک تھے اور پیر معونہ کے حادثہ میں تو ایسی شرکت فرمائی کہ کامیاب و کامران ہو گئے۔

۳ حضرت عامر بن فہیرہ کی لاش مبارک آسمان کی طرف فرشتوں کے اٹھانے میں حضرت عامر کی عظمت شان کا اظہار و کا فزون پر رعب طاری کرنا ہے

۱۳۴۔ حدثنی محمد قال اخبرنا عبد الله قال اخبرنا سليل بن الشيمث عن ابى بجلز عن النبي قال قنت النبي صلى الله عليه وسلم بعد الر كوع شهرًا يد عو على رعل وذكوان وليقول عصية عصت الله ورسوله۔

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھا رکوع کے بعد اس میں آپ رعل و ذکوان پر بد دعا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ قبیلہ عصبہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

مرآۃ حدیث صفحہ ۱۳۶

مفصل واقعہ پیر معونہ میں گزر چکا ہے دیکھئے تشریحات حدیث صفحہ ۱۳۵

۱۳۵۔ حدثنا يحيى بن بكير قال حدثنا مالك عن اسحاق بن عبد الله بن ابى طاهر عن انس بن مالك قال دعا النبي صلى الله عليه وسلم على الذين قتلوا يعني اصحابه ببئر معونة ثلثين صباحًا حين يد عو على رعل وذكوان ولحيان وعصية عصت الله ورسوله قال قال انس فانزل الله لنبيه صلى الله عليه وسلم في الذين قتلوا اصحاب بئر معونة مترانًا قرآنًا لاهاقي نبيهم بعد بلغوتهم منا فقد لقينا بنا فرضى عنا وما رضينا عنه۔

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر جنہوں نے آپ کے اصحاب کو پیر معونہ میں شہید کیا تھا۔ تیس دن صبح کی نماز میں بد دعا کی تھی اس وقت آپ بد دعا کرتے تھے قابل رعل، ذکوان، لحيان اور عصبہ پر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

حضرت انس نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان ہی لوگوں کے حق میں جو پیر معونہ میں شہید کئے گئے قرآنِ رمعی آیت قرآن، نازل فرمایا جس کو ہم نے پڑھا پھر بعد میں وہ آیت منسوخ ہو گئی وہ آیت یہ ہے :-
بلغوتهم منا فقد لقينا بنا فرضى عنا وما رضينا عنه۔

مرآۃ حدیث صفحہ ۳۹۵۔

تشریحات

۱۳۶۔ حدثنا موسى بن اسمعيل قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا عاصم الاحول قال سألت انس بن مالك عن القنوت في الصلوة فقال نعم فقلت كان قبل الركوع او بعد لا قال قبله قلت فان فلانا اخبرني عنك انك قلت بعد لا قال كذب انما قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الر كوع شهرًا الله كان بعثنا ساء

یقال لهم القراء وهم سبعون رجلا اثنی ناس من المشرکین و بینهم و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عهد قبلہم فظہر هؤلاء الذین کان بینہم و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عهداً فقلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد الرکوع شہراً یذعو علیہم۔

ترجمہ:- عاصم احوال کا بیان ہے کہ میں نے انس بن مالک سے نماز میں دعا قنوت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں درست ہے تو میں نے پوچھا کہ قنوت رکوع سے پہلے ہے یا رکوع کے بعد؟ فرمایا کہ رکوع سے پہلے ۱۰ میں نے کہا کہ فلاں دھندلے میں کوفی (بخاری صفحہ ۱۳۶) صاحب نے تو آپ ہی کے واسطے سے مجھے بتایا ہے کہ قنوت رکوع کے بعد ہے۔ انس نے فرمایا کہ انہوں نے غلط کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے جس کا واقعہ یہ ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کو بھیجا جنہیں قرا کہا جاتا تھا اور وہ ستر آدمی تھے۔ مشرکوں میں سے ایک جماعت کی طرف بھیجا تھا امدان مشرکوں کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ان کی جانب سے عہد تھا یعنی حفظ و امان کی ذمہ داری لی تھی، پھر غالب آگئے یعنی غدار کی، ان لوگوں نے جن کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عہد تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک مہینہ تک قنوت پڑھی کہ ان مشرکوں پر بد دعا کرتے تھے۔

تشریحات لفظ عہد مختلف معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے رامین و قسم و امان و حفاظت کی ذمہ داری وغیرہ۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور سے جس قبیلہ نے عہد کیا تھا اور حفظ و امان کی ذمہ داری لی تھی وہ قبیلہ بنی عامر تھا جس کا سردار ابوہریرہ تھا اور جن لوگوں نے صحابہ کرام و حضرات قرار، کو شہید کیا وہ دوسرا قبیلہ یعنی قبیلہ بنی سلیم تھا جس کا سردار عامر بن طفیل تھا جس کی وفات و حیات واقعہ میر معونہ میں گذر چکی ہے۔

باب غزوة الخندق و هی الاحزاب

یہ باب غزوة خندق کے بیان میں ہے اور یہی غزوة غزوة الاحزاب بھی ہے۔

قال موسیٰ بن عقبہ کان فی شوال سنۃ اربع۔

موسیٰ بن عقبہ و صاحب المغازی المتوفی ۱۳۱ھ کا بیان ہے کہ غزوة خندق شوال سنہ ۳ میں ہوا۔

اس غزوة کے دو نام ہیں چونکہ حفاظت کے لئے آنحضرت کے حکم سے مدینہ کے گرد خندق کھودی وجہ سے کہی گئی اس لئے اس کو غزوة خندق کہتے ہیں۔

اور دوسرا نام احزاب ہے حزب کی جمع ہے جس کے معنی جماعت یا گروہ کے آتے ہیں، اس غزوة میں کفار کے بہت سے قبائل اور بہت سی جماعتیں متحدہ ملازبا کر مسلمانوں کو ختم کر دینے کا معاہدہ کر کے مدینہ پر چڑھ آئی تھیں اس لئے اس غزوة کا نام احزاب بھی رکھا گیا در فتح الباری ص ۱۲۷

واقعہ غزوة خندق شوال سنہ ۶۲۷ھ مطابق سنہ ۶۲۷ھ

اس غزوة کی تاریخ و تواریخ میں اختلاف ہے۔ امام بخاری نے موسیٰ بن عقبہ کا قول نقل کیا ہے کہ غزوة خندق

۳۴ھ میں ہوا، اس لئے کہ حدیث ۱۳۷۷ آرہی ہے کہ عبداللہ بن عمر غزوہ احد کے وقت چودہ سال کے تھے۔ آنحضرت نے ان کو جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں دی لیکن غزوہ خندق کے وقت پندرہ برس کے تھے تو اجازت دے دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غزوہ احد اور غزوہ خندق میں صرف ایک سال کا وقفہ ہے اور یہ مسلم ہے کہ غزوہ احد ۳ھ میں ہوا لہذا غزوہ خندق کا ۳۴ھ میں ہونا ثابت ہے۔

اسی دلیل کے پیش نظر امام بخاری نیز ابن حزم کے نزدیک موسیٰ بن عقبہ کا قول راجح ہے۔
دوسرا قول امام المغازی محمد بن اسحاق کا ہے کہ غزوہ خندق شوال ۳ھ میں ہوا تمام ائمہ مغازی اور اہل بیت کا اس پر اتفاق ہے۔ علامہ ابن قیم اور حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح اور قابل اعتماد ہے۔
چہر ائمہ مغازی اور اہل بیت صحیحین کی روایت کا جواب دیتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر غزوہ احد کے وقت پورے چودہ سال کے نہ ہوں بلکہ چودھویں سال کا آغاز ہو اور غزوہ خندق کے وقت پندرہ سال کے ہوں یا ایک دو ماہ پندرہ سال سے زائد ہو اس اعتبار سے غزوہ احد اور غزوہ خندق میں دو سال کا وقفہ ہو سکتا ہے کیونکہ سال کے شمار میں کسو یعنی مہینوں کا ذکر نہ کرنا مستبعد نہیں ہے۔

غزوہ احد سے واپسی کے وقت ابوسفیان نے یہ کہا تھا کہ سال آئندہ بدر پر ہمارا ہتھیار مقابلہ ہو گا یہ وعدہ کر کے مکہ واپس ہوا، جب سال آئندہ ایفائے وعدہ کا وقت آیا تو ابوسفیان یہ کہہ کر راستہ سے واپس ہو گیا کہ یہ زمانہ قحط سالی کا ہے جنگ کے لئے مناسب نہیں پھر ایک سال کے بعد دس ہزار آدمیوں کی جمعیت لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوا جس کو غزوہ احزاب اور غزوہ خندق کہتے ہیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ غزوہ احد اور غزوہ احزاب میں دو سال کا وقفہ ہے جو چہر ائمہ مغازی علماء سیر کے قول کا مفید ہے۔ (فتح الباری)

اس غزوہ کا باعث اور سبب یہ ہے کہ یہود کے قبیلہ بنی نضیر کو آنحضرت نے مدینہ سے باہر نکال دیا تھا اس کے بعد وہ منتشر ہو گئے اور ایک جماعت ان کی خیر میں مقیم ہوئی جب خیبر والوں کو معلوم ہوا کہ غزوہ احد میں قریش مکہ کو غلبہ ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ابوسفیان نے پھر جنگ کی دھمکی ہے تو حنی بن اخطب وغیرہ سرداران بنی نضیر اور قبیلہ بنی فہل کے سردار ابوعمار وائل کی ایک جماعت لے کر مکہ پہنچا اور قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ اور جنگ پر آمادہ کیا اور کنانہ بن ربیع نے جا کر بنی غطفان کو ترغیب دی اور مقابلہ کے لئے تیار کیا اور بنی غطفان کو بطور رشوت یہ لالچ دیا کہ خیبر کے نخلستان میں جس قدر کھجوریں آئیں گی ہر سال اس کا نصف ہم تم کو دیا کریں گے یہ سن کر حدیب بن حسن فداری تیار ہو گیا قریش تو پہلے ہی سے تیار تھے لیکن سرداران قریش کو یہود پر اعتماد نہیں تھا قریش سردار سمجھتے تھے کہ جس طرح مسلمان ہماری بت پرستی کو کفر کہتے ہیں اور اس لئے ہمارے مذہب کو برا سمجھتے ہیں یہود کا بھی یہی خیال ہے تو ان سے موافقت و اتحاد کی کیا توقع رکھی جائے اس لئے ان لوگوں نے یہود سے سوال کیا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دین و مذہب کا اختلاف ہے اور آپ لوگ اہل کتاب اور اہل علم ہیں پہلے ہمیں یہ بات بتلانیے کہ آپ کے نزدیک ہمارا دین بہتر ہے یا ان کا؟ ہم دونوں میں کس کا مذہب اچھا ہے؟ یہود یوں نے اپنے علم و عنبر کے بالکل خلاف قریش کو جواب دیا کہ تمہارا دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے اچھا ہے اور تمہارا دین

قدیم و مقدم ہے ان ہی یہودی کی شان میں آیت نازل ہوئی۔

الم تترالی الذین اوتو نصیبنا من
الکتب یومنون بالجبوت والطغوت
ویقولون للذین کفروا هل نؤکلاء
اهدی من الذین امنوا سبباً...
... وکفی بجهنم سعیراً (پ ۳۷)

اے مخاطب، کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا
جن کو کتاب (یعنی تورات کے علم) کا ایک حصہ ملا
ہے پھر باوجود اس کے، وہ بت اور شیطان کو
مانتے ہیں کیونکہ مشرکین کا دین بت پرستی اور
شیطان کی پیروی تھا جب ایسے دین کو چھوڑ دیا
تو بت اور شیطان کی تصدیق لازم آتی، الخ

اس جواب کو سن کر یہ لوگ کچھ مطمئن ہوئے مگر اس پر بھی معاملہ یہ ٹھہرا کہ آنے والے سردارانِ یہود اور سردارانِ
ابنِ قائل سے سردارانِ قریش ایک ساتھ مسجدِ حرام میں جا کر بیت اللہ کی دیواروں کو سینے سے لگا کر اللہ کے سامنے
یہ عہد کریں کہ ہم میں سے جب تک ایک آدمی بھی زندہ رہے گا مسلمانوں سے جنگ کرتے رہیں گے۔
اس طرح باہمی قرارِ داد کے مطابق قریش مکہ کا شکر چار ہزار آدمیوں اور تین سو گھوڑوں اور ایک ہزار اونٹوں
کے ساتھ اوسفیان کی قیادت میں مکہ سے نکلا جب یہ لشکر مدینہ منورہ پہنچا تو قبیلہ بنی غطفان اور قبیلہ بنی نضیر
وغیرہ کے قبائل آ کر شامل ہو گئے جن کی مجموعی تعداد دس ہزار تھی (فتح ص ۳۷)

جب اس کی خبر آنحضرت کو ملی تو آپ نے مجاہدِ کرام سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی نے مشورہ دیا کہ ایسی صورت
میں کھلے میدان میں مقابلہ مناسب نہیں بلکہ حفاظت کے لئے خندق کھودی جائے تاکہ دشمن پار کرنے نہ آسکیں، آپ نے
اس مشورہ کو پسند کیا اور جگت کے ساتھ خندق کھودنے کا کام شروع کر دیا، آنحضرت نے خود اس کے حدود قائم
فرمائے اور خطِ کعبین کر دس دس گز زمین تقسیم فرمائی، فتح ص ۳۵، ایک روایت یہ ہے کہ ہر دس
افراد کو چالیس گز خندق کھودنے کو دی گئی تھی لمبائی تقریباً سارے تین میل تھی۔

ابنِ سعید فرماتے ہیں کہ چھ دن میں خندقیں کھودی گئیں (طبقات ابن سعد ص ۳۷)، حافظ عسقلانی نے ان پیام کی
تعداد میں چار قول نقل کئے ہیں، پندرہ دن، بیس دن، پچوبیس دن اور ایک ماہ (فتح ص ۳۷)، صحابہ کے ساتھ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی خندق کھودنے میں شریک ہوئے اور اول خود دست مبارک سے کدال زمین پر مارا اور
یہ پڑھا:-

بسم اللہ وبہ بدینا

و یو عبدنا غیوراً شقیناً

ہم نے اللہ کے نام سے اور اس کی مدد سے ابتلا کی، اور اگر اس کے سوا کسی کی عبادت کریں تو بد بخت ہو جائیں۔

فخبتنا سابقاً وخبنا دیناً

پس کیا ہی اچھا رب ہے اور کیا ہی اچھا دین ہے۔

خندق کی کھدائی ایسے وقت میں شروع ہوئی کہ موسمِ جاڑے کا تھا سرد ہوا میں چل رہی تھیں کئی کئی دن کا فاقہ تھا
خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا مگر حضراتِ صحابہ نہایت ذوق کے ساتھ خندق
میں مشغول تھے پھر خود ہی مٹی اٹھا کر لاتے اور یہ پڑھتے جاتے:-

نحن الذین بایعوا محمداً ؛ علی الجهاد ما بقینا ابداً
 ہم ہیں وہ لوگ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں یہ ارشاد فرماتے۔

اللھم ان العیش عیش الآخِرۃ ؛ فاغفر للانصار والمہاجرۃ
 اے اللہ بے شک زندگی تو حقیقت میں آخرت کی زندگی ہے، پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔
 اور آپؐ کبھی یہ فرماتے:-

اللھم انہ لا خیر الا خیر الا خیرۃ
 انصار لث فی الانصار والمہاجرۃ
 اے اللہ بلاشبہ حقیقی بھلائی آخرت ہی کی بھلائی ہے پس برکت عطا فرما انصار اور مہاجرین میں۔
 حضرت بلال بن عازبؓ راوی ہیں جو حدیث ۱۳۳۳ میں آ رہی ہے، کہ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس
 نفیس مٹی ڈھو ڈھوک رہے تھے یہاں تک کہ شکم مبارک گرد آلود ہو گیا اور غبار نے ڈھانپ لیا تھا اور آپؐ یہ فرماتے تھے:-
 واللہ لو لا اللہ ما اھتدینا ؛ ولا تصدقنا ولا صلینا
 خدا کی قسم اگر اللہ کی ہدایت (توفیق) نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدق دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔

فانزلن سکینۃ علینا
 وثبت الاقدار ان لا قینا
 سوائے اللہ ہم پر کون (قلبی، الطینان) نازل فرما اور قدموں کو ثابت قدم رکھنے (گرد دشمن سے) ہماری ڈبھیڑ بوجھا
 ات الاولۃ قد بغوا علینا ؛ اذا ارادوا فتننا ابینا
 بلاشبہ ان لوگوں (دشمنوں) نے ہم پر ظلم کیا ہے، جب یہ لوگ فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے،
 اور آخری لفظ ابینا کو بلند آواز سے بار بار ابینا ابینا فرماتے۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے (جو حدیث ۱۳۳۳ میں آ رہی ہے) کہ خندق کھودتے کھودتے ایک سخت اور چٹکے پتھر
 کی بڑی چٹان نکل آئی تو حضرت سلمان وغیرہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور واقعہ بتلایا آپؐ نے ارشاد فرمایا "ٹھہرو۔
 میں خود اترتا ہوں اور بھوک کی وجہ سے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا، آپؐ نے کدال اپنے دست مبارک میں لے کر
 چٹان پر مارا تو وہ چٹان ریت کا ڈھیر بن کر رہ گئی۔ (بخاری صفحہ ۵۸۸ حدیث ۱۳۳۱)

مسند احمد اور نسائی کی روایت ہے کہ آپؐ نے کدال لے کر بسم اللہ پڑھا اور تین ضربیں مایں بہر ضرب
 میں اس سے روشنی نکلتی تھی آپؐ اللہ اکبر فرماتے پھر صحابہؓ بکیر بکیر کہتے پھر آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جبریل امینؑ مجھ
 کو خبر دی ہے کہ امت ان شہروں کو فتح کرے گی (فتح ص ۳۲)

اس غزوہ میں صحابہؓ کی تعداد تین ہزار تھی اور سارے زور اور حضرات زور آزمائی کر چکے تھے جب پتھر کسی سے نہ ٹوٹ
 سکا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑا جو کھلا ہوا عظیم معجزہ تھا۔

گذرے ہیں دن اور میں راتیں اس مشقت میں ؛ رخ شامی یہ خندق کھود لی ارباب ہمت نے
 مگر اک مرحلے پر ہو گئی حائل چٹان ایسی ؛ اسے کوئی بشر توڑے کسی میں تھی نہ جان ایسی

لگا کر ضرب پتھر پر جوان پیر سب ہارے ۶ پیمبر کی طرف تکیے لگے اللہ کے پیار سے
 کیا نظارہ حسن مبارکی کا چشم شاہد نے ۶ کہ پتھر باندھ رکھا تھا شکم پر ہر جا ہونے
 تبسم لب پر کیا اور شکم سے پیر ہن سر کا ۶ ہوا آئینہ سب پر جملہ مہر پیمبر کا
 عجب عالم نظر آئے یہاں فاقہ گذاروں کے ۶ کہ دو پتھر بندھے سیٹھ پر محبوب باری کے
 کئی دن سے میسر تھا نہ کچھ جز آب حضرت کو ۶ کسی نے بھی نہ پایا تھا مگر بے تاب حضرت کو

جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق میں اتر کر وہ پتھر توڑا جو کسی سے نہ ٹوٹ سکا

دوسرا معجزہ

اس وقت بھوک کا یہ عالم تھا کہ تین دن سے آپ نے اور آپ کے اصحاب نے کچھ نہ کھایا پایا تھا۔
 حضرت جابر بھی وہاں موجود تھے ان سے بھوک کی یہ حالت دیکھ کر نہ رہا گیا، آنحضرت سے اجازت لے کر گھر گئے، بیوی
 سے کہا کہ میں نے حضور اقدس کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے، تیرے پاس کچھ ہے، یہ سن کر بیوی نے ایک تیلی نکالی،
 جس میں ایک صاع دس لٹھے تین پیر، جو تھے اور گھر میں بکری کا ایک بچہ تھا، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میری بیوی
 نے جو پیسے اور میں نے وہ بچہ ذبح کیا اور بوٹیاں کر کے تین پتھروں کا چولہا بنا کر ہانڈی میں چڑھا دیا جب بوٹیاں گلنے کے
 قریب ہو گئیں اور آنا گوندھے جانے کے بعد پکنے کے لائق ہو گیا تو میں حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے
 چلا، بیوی نے کہا کہ کہیں ایسا مت کرنا کہ حضور اقدس اور آپ کے دسب یا اکثر ساتھیوں کو لے کر آؤ اور لکھنا مک پرٹنے
 کی وجہ سے، میری رسوائی کرواؤ۔

میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور چپکے سے عرض کیا، یا رسول اللہ ہم نے تھوڑا سا کھانا تیار کر رکھا ہے آپ
 اور آپ کے ساتھ چند آدمی چلے چلیں، آپ نے فرمایا، کتنا کھانا ہے؟ میں نے پوری صورت حال عرض کر دی۔ آپ
 نے فرمایا، یہ تو بہت ہے اور فرمایا کہ بیوی سے جانکر کہہ دو کہ جب تک میں نہ آؤں ہانڈی کو چھوہے سے نہ اتارے
 اور روٹی پکانا شروع نہ کرے، ساتھ ہی آپ نے اعلان فرمایا کہ اے خندق والو! جلدی سے چلو، جابر نے کھانا تیار کیا ہے،
 میں جلدی جلدی دسب سے آگے، گھر کی طرف چلا اور بیوی سے کہا کہ وہ تو تمام حضرات مہاجرین و انصار اور سارے مسلمان
 آگئے۔ اول تو بیوی بہت بگڑی اور اٹا سیدھا کہا، پھر جب میں نے بتایا کہ تو نے جو بات کہی تھی، وہ کھانا تھوڑا سا ہے، وہ میں
 نے حضور اقدس سے عرض کر دی تھی اس پر وہ کہنے لگی۔ اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں ہم نے تو بتا دیا جو چاہا
 پاس ہے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میری بیوی نے ایسی بات کہی کہ جس سے میری بڑی پریشانی دور ہو گئی، دیکھو کہ اس
 نے مجھے سجا دیا کہ جب ہم نے بتا دیا کہ کھانا تھوڑا سا ہے اور پھر بھی حضور سب کو لے کر آئے تو حضور جابن، ہمیں فکر
 کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بارگاہ رسالت میں کھانے میں بہت برکت ہوتی ہے آج بھی ہو سکتی ہے۔

بیوی سے بتیں جو چہی رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ تشریف لے آئے آپ آگے آگے چل رہے
 تھے اور باقی حضرات پیچھے پیچھے آ رہے تھے آپ نے فرمایا کہ داخل ہو جاؤ اور آپس میں تنگی نہ کرو، میری بیوی نے آپ
 کی خدمت میں آٹا پیش کر دیا۔ آپ نے اس میں لعاب مبارک ڈال دیا اور برکت کی دعائی، پھر ہانڈی کی طرف توجہ
 فرمائی اور اس میں بھی لعاب مبارک ڈال دیا اور برکت کی دعائی، پھر فرمایا کہ تو اپنے ساتھ روٹی پکانے کے لئے ایک

اور پکانے والی بلا ہے۔

چنانچہ معنی پکنی شروع ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اس پر گوشت رکھنا کہہ کر اپنے محلہ کو دیتے رہے۔ جب ہاشمی سے سان اور توند سے روٹی لیتے تھے تو اسی وقت ٹھکانک دیتے تھے، پس آپ برابر معنی توڑ توڑ کر اور سان چھوڑ کر دیتے رہے یہاں تک کہ سب نے سیر ہو کر کھایا اور بہت کھانا بچ گیا، آپ نے دیمیری پیوی سے فرمایا کہ اس کو کھاؤ اور دپڑاوسیوں کو، ہدیہ بیبیج دو کیونکہ لوگ بھوک سے دوچار ہیں۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک ہزار افراد کھا کر تشریف لے گئے اور ہاشمی اسی طرح جو شش ماہ ہی تھی جیسا کہ شروع میں تھی اور ہمارا آٹا اسی طرح پکایا جا رہا تھا جیسا کہ شروع میں تھا بخاری ص ۵۵۵ فتح ص ۳۲۰

غرض مسلمان خندق میں کھو کر فداغ ہوئے تو کفار قریش دس ہزار آدمیوں کا لشکر حیار لے کر مدینہ پہنچے اور جبل احد کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار مسلمانوں کی جمیعت اپنے ہمراہ لے کر مقابلہ کے لئے کوہ صلح کے قریب جا کر ٹھہرے، خندق میں فریقین کے درمیان حائل آتھیں، عورتوں اور بچوں کو ایک قطعہ میں محفوظ ہونے کا حکم دیا۔

بیس دن کفار کا محاصرہ رہا، خندق کی وجہ سے دست بدست لڑائی اور مقابلہ کی نوبت نہیں آئی البتہ طرفین سے تیر اندازی ہوتی رہی، اسی تیر اندازی میں حضرت سعد بن معاذ کے ایک ہاتھ پر تیرا گرنے لگا جس سے بہت خون نکلا اور حضرت سعد زخمی ہو گئے۔ کفار حیاران تھے خندق کی تیزیران لوگوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی، خندق کے ارد گرد چکر کاٹتے اور حیران رہتے، بالآخر ان کا مشہور شہسوار عمرو بن جعدود، عکرمہ بن ابی جہل، ہبیرہ بن ابی وہب اور ہزار شاہر مقابلہ کے لئے نکلے۔

جب خندق کے پاس پہنچے حیران ہو کر چکر لگایا تو ایک تنگ جگہ دیکھ کر پار ہو گئے اور مبارزت طلب کی، حضرت علی اور چند مسلمان پہنچ گئے، مقابلہ ہوا، حضرت علیؓ نے عمرو بن جعدود کو قتل کیا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، جس سے مسلمانوں نے سحر یاکون تعالیٰ نے فتح دی بقیہ لوگ بھاگ گئے، ایک کافر نوفل بن عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے الزام سے آگے بڑھا۔ گوٹھے پر سوار تھا، خندق کو پھانسا چاہتا تھا کہ خندق میں گر پڑا، اگر دن ٹوٹ گئی اور گر گیا۔

مکہ کیہ ولی نہایت سخت تھا تمام دن سنگ باری اور تیر اندازی ہوتی رہی، اسی میں آنحضرتؐ اور صحابہ کی چار نمازیں قضا ہو گئیں۔ محاصرہ طویل ہو گیا تھا، صحابہ کرام مصائب میں گھرے ہوئے تھے، بظاہر کوئی امید افزا حالت نہ تھی۔ حق تعالیٰ نے

نے لطائف غیبی سے املا کا ایک عجیب ذریعہ پیدا کر دیا۔ قبیلہ بنی غطفان کا ایک شہسوار شمس بن مسعود آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اللہ ہل ان کا اللہ لا اللہ واشہد

انک رسول اللہ لیکن اب تک کفار کو میرے مسلمان ہونے کا علم نہیں، اگر اجازت ہو تو میں کوئی تدبیر کروں جس سے یہ صحابہ ختم ہو۔ آپ نے فرمایا تم کو اجازت ہے جو ممکن تدبیر کر سکتے ہو کرو فان الحروب عند عتہ دس لئے کہ

جنگ میں فریب جائز ہے، یہ پہلے ہی قرینہ میں گئے۔ اظہار یہ تھا تنگ و ہمدردی کے بعد کہ اگر تم لوگ لڑائی میں شریک تو ہو گئے ہو مگر یہ بھی سہل ہے کہ تیرا ایک ہوگا۔ قریش اور غطفان کا ایک ہے اگر فتح ہوئی تب تو خیر لیکن اگر شکست ہوئی تو یہ

سب چلے جائیں گے، پھر تمہارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سبقت ہوگا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ حق تعالیٰ نے پوچھا،

کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ پہلے اطمینان کرو، قریش اور غطفان کے کچھ آدمی رہن رکھو اگر دوسری تشریحات کرو۔ سب نے کہا واقعی یہ بہت صحیح اور فزوری ہے۔ حضرت نعیم بن مسعود اس کے بعد قریش کے پاس آئے امدان سے کہا کہ میں نے ایک بات سنی ہے اور اپنا فرم سمجھتا ہوں کہ تم کو اس کی خبر کر دوں، سنا ہے کہ یہود اپنے کئے پر پشیمان ہیں اور انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلا بیجا ہے کہ کیا آپ لوگ راضی ہو جائیں گے اگر ہم قریش اور غطفان کے کچھ سردار گرفتار کر کے آپ کے حوالے کر دیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رضامندی ظاہر کر دی ہے، اب یہودیوں کا امدادہ ہے کہ تم سے مطالبہ بھی کچھ آدمی طلب کریں گے اور ان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیں گے، نعیم بن مسعود نے یہی باتیں اس کے بعد غطفان سے بھی بیان کیں۔ اس کے بعد قریش اور غطفان نے حکمران بن ابی جبل وغیرہ کو یہی قرینہ کے پاس بھیجا کہ ہمیں بہت دن ہو گئے۔ لڑائی جلد ختم ہونی چاہئے تم لوگ بھی باہر نکلو تو مل کمن برد دست مل گیا جاتے، یہی قرینہ نے جواب میں پہلا بیجا کھل سبت (سینچر) سے امداد تم لوگ جانتے ہو کہ ہم سبت کے روز کوئی کام نہیں کر سکتے اس کے علاوہ ہم تمہارے ساتھ مل کر جنگ بھی نہیں کر سکتے جب تک ہمیں اطمینان نہ ہو جائے کہ تم کس حال میں ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں تمہارا چہرہ بڑھ چکا ہے اطمینان کی صورت یہ ہے کہ قریش اور غطفان اپنے کچھ سردار بطور رہن ہمارے پاس رکھیں۔ اس جواب سے قریش اور غطفان کو یقین ہو گیا کہ نعیم بن مسعود نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے، ان لوگوں نے پھر آدمی بھیجا کہ ہم رہن نہیں رکھ سکتے تم کو اگر لڑنا ہے تو آؤ اس جواب سے یہی قرینہ کو بھی معلوم ہو گیا کہ نعیم نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل درست ہے۔

اس طرح ان کفار میں سخت اختلافات پیدا ہو گئے، پھر طائف غیبی سے ایک دوسری امداد ہوئی کہ حق تعالیٰ نے فرشتوں کے لشکر بھیجے اور سبت کے وقت سخت طوفان آیا کہ قریش کے تمام خیمے ڈیرے اٹھ گئے، طائیں ٹوٹ گئیں۔ ہاتھیاں منتشر ہو گئیں، جو بچے بچے گئے سدا سے لوگ پریشان اور بدو اس ہو گئے، آنحضرت نے فرمایا کہ کوئی دیکھے کہ کفار کا کیا حال ہے اور کیا امداد ہے، لیکن یہاں بھی سردی سے ہر شخص پریشان تھا کوئی نہ اٹھا، آخر حضور اقدس نے حضرت حذیفہ بن یمان کو نام لے کر بلایا اور بھیجا، انہوں نے جا کر دیکھا کہ سدا سے کفار جو اس باختر ہیں اور یہ وہیں موجود تھے کہ ابو سفیان نے قریش سے کہا کہ "اے گروہ قریش، بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے، آندھی نے ہمارے خیمے ہمارے دیر سے، ہمارے جانور ہلاک ہو گئے، خوراً چلو، یہ کہہ کر ابو سفیان اونٹ پر سوار ہو گیا اور سدا سے کفار روانہ ہو گئے۔ جب قریش واپس ہوئے تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا:-

الان نخزوهم ولا يغزونا منهم
نسیر الیہم -

اب آئندہ ہم ان سے جنگ کریں گے یہ ہم سے جنگ
کرنے نہ آئیں گے۔ (بخاری ص ۵۹)

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ خداوند کریم نے باد صبا کے ذریعہ دو مشرق سے مغرب کو چلتی ہے، میری امداد فرمائی اور دوسرا دو مغرب سے مشرق کو چلتی ہے، کے ذریعہ تو تم ہاد کو ہلاک کیا۔

نوٹ:- اس غزوہ کے وقت یہاں القرآن سورۃ احزاب کا مطالعہ فرمائیے۔

۱۳۷- حدثنا يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا يحيى بن سعيد عن عبيد الله قال انسبرني
نافع عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم عرض له يوم اُخذوا وهو ابن اربعة عشرة فسلم

بجز لا و عرضہ یومہ الخندق و هو ابن خمسۃ عشر فاجاز لا۔

ترجمہ:- حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غزوہ احد کے دن ان کا جائزہ لیا، اس وقت آپ چودہ سال کے تھے تو آنحضرتؐ نے انہیں اجازت نہیں دی بلکہ واپس فرمادیا، اور غزوہ خندق کے موقع پر ان کا جائزہ لیا اس وقت آپ پندرہ سال کے تھے تو آنحضرتؐ نے آپ کو اجازت دے دی (جہاد میں شریک کر لیا) عرضہ عرض الجند سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں لشکر کا جائزہ لیا، مسلم کی روایت میں ہے

تشریحات

عرضہ یومہ احد الخ یعنی احد کے دن میرا جائزہ لیا۔

۱۳۸۔ حدثنا قتیبۃ قال حدثنا عبد العزیز عن ابی حازم عن سہل بن سعد قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخندق و ہم یحفرون ونحن ننقل التراب علی التراب فاقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللهم لا عیش الا عیش الاخرۃ فاغفر للمہاجرین والانصار۔

ترجمہ:- حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق میں تھے اصحاب خندق کو روہے تھے اور ہم لگ مٹی اپنے کانوں پر منتقل کر رہے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اللہم لا عیش الا عیش الاخرۃ فاغفر للمہاجرین والانصار
اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے پس مہاجرین و انصار کی مغفرت فرمائیے۔

تشریحات مراحدیث صفحہ ۵۳۵ نیز صفحہ ۳۹، حضرت انسؓ سے اسی طرح کی روایت ہے۔

۱۳۹۔ حدثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا معاویۃ بن عمرو وحدثنا ابو اسحق عن حمید سمعت انساً یقول خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابی الخندق فاذا بہا جرن والانصار یحفرون فی غداً ابارۃ فلم یکن لہم عیلة یحملون ذلک لہم فلما رمی ما بہم من النصب والمجوع قال اللہم ان العیش عیش الاخرۃ فاغفر للانصار والمہاجرۃ فقالوا یجبین لہ نحن الذین بایعوا محمد علی الجہاد ما بقینا ابداً۔

ترجمہ:- حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف تشریف لے گئے آپ نے دیکھا کہ سردیج میں خندق کھود رہے ہیں اسان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کے واسطے کام انجام دیتے (میں صحابہ کرام کے پاس نوکر چاکر نہیں تھے اس لئے خود ہی محض رضائے مولیٰ کی خاطر بغیر من ثواب سخت سردی میں کام کر رہے تھے) سو جب آنحضرتؐ نے ان کی مشقت اور بھوک کو دیکھا تو فرمانے لگے:- اے اللہ بلاشبہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے پس انصار و مہاجرین کی مغفرت فرمائیے، پھر انصار و مہاجرین اس کے جواب میں کہنے لگے "ہم ہیں وہ لوگ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے ہمیشہ جہاد کرنے پر جب تک زندہ رہیں گے۔"

مطابقت ظاہر ہے و الحدیث معنی فی الجہاد صفحہ ۳۹

تشریحات

آنحضرتؐ کا مقصد شہر بڑھانے سے یہ تھا کہ محمد چند روزہ تکلف سے بد دل نہ ہوں اور آخرت کی کامیاب زندگی کو سامنے رکھ کر کام کرتے رہیں اور حق تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے امیدوار رہیں، صحابہ نے بھی جواب میں یہ ظاہر کر دیا

کہ تا دم حیات جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیار رہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محنت و مشقت کے کاموں میں امتحان سے کام میں جو شخص وجہ پیدایا ہوتا ہے جیسا کہ آج بھی دیکھا جاتا ہے۔

۱۶۔ حدثنا ابو معمر حدثنا عبد الوارث عن عبد العزيز عن انس قال جعل المهاجرون يحفرون الخندق حول المدينة وينقلون التراب على متونهم وهم يقولون: نحن الذين بايعوا محمداً على الجهاد ما بقينا أبداً؛ قال يقول النبي صلى الله عليه وسلم وهو يجيبهم اللهم الله لا خير الا خيراً الا خيراً؛ فبارك في الانصار والمهاجرة. قال ويوتون بملء كفتي من الشعير فيمنع لهم باهالة سائحة توضع بين يدي العتوم والقوم جياح وهي بشفعة في الحلق ولها رية مستن.

ترجمہ: حضرت انس نے بیان کیا کہ حضرات مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کو دنگے اور اپنی پیٹھوں پر مٹی ڈھونٹے تھے اور کہتے تھے (یعنی یہ شعر پڑھتے تھے) نحن الذين بايعوا محمداً الخ یعنی ہم میں وہ لوگ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے جہاد کرتے رہیں گے۔

حضرت انس کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں فرماتے تھے "اللهم الله لا خير الا خيراً الا خيراً الخ" یعنی اے اللہ بلاشبہ حقیقی بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے، پس برکت فرماوے انصار و مہاجرین میں حضرت انس نے فرمایا کہ مٹی بھر جو دیے جاتے پھر بد بودار چربی میں پکاکر مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا جاتا اور مسلمان بھوکے تھے اور مٹی میں بدمرہ تھا جس کا مٹی سے اترنا دشوار ہوتا تھا، اور اس میں بد بو بھی ہوتی تھی۔

تشریح یوتون یعنی بھول ہے کفی من الشعیر علام یعنی نکلتے ہیں کہ اس میں تین طرح کے نسخے ملتے ہیں جو اکثر نسخوں کے متن میں کفی تشبیہ ہے جو اصل میں کفین تھا یا ہر مشکلم کی طرف اضافت کی جیسے تشبیہ کا نون سا قلم ہو گیا یا یعنی منفرد بیاضے مشکلم یعنی کفی بکر الفار سا کف من الشعیر بغیر اضافت (مدتہ القاری ص ۱۱۱)

یعنی یعنی یطبخ۔ اہالۃ بکر الہمزہ و تخفیف الہاء یعنی چربی۔ سائحة بفتح الیمن و کسر النون و فتح الخاء البجر بعد ما تانین یعنی بد بودار جس کا مزہ ابگر چکنا ہو بشفعة بفتح الباء و کسر الیمن ایسی مٹی ہوتی جو چیر جو مٹی سے اترنا دشوار ہو۔

۱۷۱۔ حدثنا خالد بن یحییٰ قال حدثنا عبد الواحد بن ایمن عن ابیہ قال اتیت جابرًا فقال اتالیوہ خندق تحفر فعرضت کدیة شدیدة آتجاء والنبي صلى الله عليه وسلم فقال شكلا كدية عرضت في الخندق فقال انا نازل بشم قادم بطنه معسوب بصبر ولبثنا ثلثة ايام لا تذوق ذواقا فاحد النبي صلى الله عليه وسلم المعول فمضرب فعاد كيشا اهيل او اھيم فقلع يارسوا الله انك ان لي الى البيس فقلت لامرأى رأيت بالنبي صلى الله عليه وسلم شيئاً قاتى ذالك صبر فعندك شئى قالت عندى شعير و عناق فذبحت عناق و طحنت

الشعیر حتی جعلنا للحرفی البرومة ثم جئت النبی صلی اللہ علیہ وسلم والعیین قد انکسر
والبرومة بین الاثنی قد کادت ان تنضج فقلت طعیتم لی فقم یا رسول اللہ وراجل أو برجلان
قال کم هو فذکرت له قال کثیر طیب قال قل لها لا تنزع البرومة ولا الخبز من التثور حتی ائی فقال
توموا فقام المهاجرون والانصار فلما دخل علی امرأته قال ویحک جاء النبی صلی اللہ علیہ
وسلم بالمهاجرین والانصار ومن معهم قالت هل سألک قلت نعم فقال ادخلوا ولا تضغطوا
لنجعل یکسرا لخبز ویجعل علیہ اللحم ویخیر البرومة والتثور اذا اخذ منه ویقرب الی اصحابه
ثم ینزع فلم یزل یکسرا لخبز ویغرف حتی شبعوا وبقي بقية قال کلی هذا واهل بی فانک
الناس اصابتهم مجاعة ۵۔

ترجمہ۔ حضرت جابر نے بیان کیا کہ ہم غزوہ خندق میں خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت قسم کی چٹان سامنے آگئی
وایسی سخت چٹان جو کسی سے نہیں ٹوٹ سکی اور بعض اصحاب کے کدال ٹوٹ گئے، تو محمد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
آئے اور عرض کیا کہ یہ ایک چٹان ہے جو خندق میں سامنے آگئی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میں خندق میں اترتا ہوں پھر آپ
کھڑے ہوتے اور ان کا لیکہ دشمنت بھوک کی وجہ سے، آپ کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے تین
دن سے کوئی کھانے کی چیز نہیں چکھی ہے۔ سوزی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لیا اور چٹان پر ملا تو وہ پتھر ریت کا ڈھیر ہو
گیا (شک راوی ہے کہ اھیل کہا ہے یا اھیم معنی میں کوئی فرق نہیں ہے) پھر میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے گھر جانے
کی اجازت دیجئے (یعنی تھوڑی دیر کے لئے) پھر گھر آکر، میں نے اپنی بیوی سے کہا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت
میں دیکھا ہے کہ مہر نہ ہو سکا، سو کیا ہتھارے پاس کھڑے، (یعنی کھانے کی چیز) اس نے کہا میرے پاس کچھ ہے اور ایک بکری
کا بچہ، چنانچہ میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور بیوی نے جو پیسے، یہاں تک کہ ہم نے گوشت کو ہانڈی میں رکھا دیکھنے کے
لئے، پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آٹا گوندھا جا چکا، ہانڈی چولہے پر تھی اور پکینے کے قریب تھی میں
میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ کھانا ہے سو آپ یا رسول اللہ اور آپ کے ساتھ ایک یا دو آدمی اور تشریف لے چلیں، آپ نے
فرمایا کھانا کتنا ہے، میں نے آپ کو بتا دیا تو آپ نے فرمایا، بہت ہے اور خوب عمدہ ہے، اور آپ نے فرمایا کہ اپنی
بیوی سے کہدو کہ ہانڈی داتا رکے اور نہ روٹی چولہے سے، یہاں تک کہ میں آجاؤں، پھر آپ نے (صحابہ سے) فرمایا تم سب
اٹھ کھڑے ہو۔ چنانچہ تمام مہاجرین و انصاریاں ہو گئے، پھر جابر جب بیوی کے پاس پہنچے تو کہا: میرا بھلا ہونبی اکرم تو تمام
مہاجرین و انصار اور اپنے سب ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لاسے ہیں، بیوی نے پوچھا کہ کیا حضور نے آپ سے دریافت
کیا تھا ہر کہ کھانا کتنا ہے، میں نے کہا ہاں، پھر آنحضرت نے (جملہ سے) فرمایا اندر داخل ہو جاؤ اور بیٹھو و تشنگی نہ کرو، پس
آپ روٹی توڑتے اور اس پر گوشت رکھتے اور اپنے اصحاب کے قریب کر دیتے اور ہانڈی اور تھور کوڑھا تک دیتے جب
اس سے لے لیتے (مطلب یہ ہے کہ جب آپ ہانڈی سے سامن اور تھور سے روٹی نکالتے تو اسی وقت ڈھانک دیتے تھے
جب اس سے پھر نکالتے۔ چنانچہ برابر آپ روٹی توڑتے اور روٹی نکالتے یہاں تک کہ سب آسودہ ہو گئے اور کچھ باقی بھی
رہ گیا، آپ نے فرمایا جابر کی بیوی سے، یہ تم کھاؤ اور یہ سچھ بھیجو دو گوں کے پاس، اس لئے کہ لوگ بھوکے ہیں (یعنی نصر

دعا تو میں مبتلا ہیں،

تشریحات

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت کے حکم سے ہم لوگ خندق کو دوڑے تھے کہ ایک سفید پتھر پیش آ گیا۔ جس نے ہمارے کدال توڑ دیئے لہذا ہم نے سوچا کہ اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائیں لیکن پھر خیال کیا کہ ہمارے رسالت میں عرض کرنا چاہئے لہذا ہم نے بارگاہ رسالت میں دو باسوط حضرت سلمانؓ اس کے متعلق عرض کیا، آپ نے بسم اللہ پڑھ کر کدال ملا تو اس میں روشنی چمکی اور وہ پتھر ایک تہائی پلٹ ٹوٹ گیا۔ آپ نے اللہ اکبر کہا اور مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کہا آپ نے اسے اٹھا کر دیکھا کہ مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئیں، خدا کی قسم میں اس کے سرخ عمل اس وقت دیکھ رہا ہوں مجھے جبریلؑ نے خبر دی ہے کہ ملک شام پر میری امت کا علم ہوگا۔

پھر آپ نے دوسری بار کدال ملا تو اس پتھر کی دوسری تہائی ٹوٹ گئی، آپ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ مجھ کو ملک فارس کی کنجیاں عطا ہوئیں خدا کی قسم میں مدائن کا سفید عمل دیکھ رہا ہوں، پھر آپ نے تیسری بار کدال ملا تو تیسری تہائی ٹوٹ گیا، آپ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ مجھ کو ملک یمن کی کنجیاں عطا ہوئیں خدا کی قسم میں ابھی منہار شہر کے دروازے اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں (فتح البدری ص ۱۲۱)

آپ کو کنجیاں دیتے جانے کا مطلب ان ممالک کے فتح ہونے کی بشارت تھی و امیر المومنینؓ کی پیشین گوئی پوری ہو گئی کدیۃ بنعم الکاف و سکون الدلال ثم الیاد وھی قطعة العبدۃ من الارض یعنی ٹھوس زمین، سخت چٹان اور اعلیٰ مطلب نسوچی ہے اگرچہ بعض نسخوں میں کبد آتی ہے قطعہ الکاف و سکون البار قبل الدال ہے معنی میں خاص فرق نہ ہوگا۔ یعنی سخت اور ٹھوس زمین کا ایک ٹکڑا، اس کے علاوہ بھی نسخے میں تفصیل کے لئے لکھ دیکھئے۔

کثیبا بفتح الکاف و کسر الراء حوالہ الی قول اللہ تعالیٰ "کان الیحب ال کثیبا مہیلا (پارہ ۲۹ سورہ مزمل) او اھم شک ماویٰ والمعنی واحد وقد قال تعالیٰ "فشار یون شراب الھیم" پارہ ۲۷، سورہ واقعہ)

۱۳۲۔ حدثنی عمرو بن علی قال حدثنا ابو عاصم قال اخبرنا حنظلة بن ابی سفیان قال اخبرنا سعید بن میناء قال سمعت جابر بن عبد اللہ قال لما حضر الخندق رأیت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم یحسنا شدیداً فانا نکفیت ابی امراًئی فقلت هل عندک شیء فاتی رأیت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحسنا شدیداً فانا خرجت الی جراباً فیہ صاع من الشعیر ولنا بہیمۃ دا جن قد جتھا و طحنھا الشعیر فنضغت الی فراغی و قطعھا فی بیوتھا ثم ولیت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت لا تفضحنی برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بمن معہ فجتہ فساہرتہ فقلت یا رسول اللہ ذمنا بہیمۃ لنا و طحنک صاعاً من شعیر کان عندنا فتعال انت و نفر معک فصاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا اهل الخندق ان جابراً قد منع سوراً فہی ہلاکم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنزلن برؤتکم ولا تمنرن مجینکم حتی اجعی فجت و جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقذہ الناس حتی جت امرأتی فقلت بک وبک فقلت لہ فعلت الذی قلت فاجرحت لہ مجینا فبسی فیہ وبارک ثم عند

الی بومتنا فسق فیند وبارک ثم قال ادع نهاره فلتخبز معی واطلحی من بومتکم فلا تنزلوها
وهم البعث فاقسم بالله لا کلوها حتی ترکوا ولا اخرجوا وان بومتنا لتغطف کما هی وان عجیننا لیخبز
کما هو۔

ترجمہ :- حضرت جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کو سخت بھوک میں دیکھا دینی محسوس کیا کہ آپ انتہائی بھوک میں مبتلا ہیں، سو میں اپنی بیوی کے پاس پہنچا اور میں نے کہا
”کیا تمہارے پاس کچھ دکھانا ہے اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سخت بھوکے ہیں۔ سو بیوی
ایک تھیلا نکال کر میرے پاس لائی جس میں ایک صاع جو تھے اور ہمارے پاس بکری کا ایک پالتو بچہ تھا، پس میں نے
اس بچہ کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیسا، چنانچہ وہ بھی فارغ ہو گئی (جو پینے سے) میرے فارغ ہونے تک اور میں
نے اس کا گوشت کاٹ کر ہانڈی میں رکھ دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھر تو میری بیوی نے کہا کہ رسول اللہ
اور آپ کے ساتھیوں کے ذریعہ رسوا نہ کرنا کہ اتنے زیادہ لوگوں کو نہ لے آؤ کہ کھانا کم ہونے کی وجہ سے رسوائی اور شرمندگی
ہو، چنانچہ میں نے آپ کے کان میں عرض کیا اور کہا اے اللہ کے رسول ہم نے اپنا ایک بکری کا بچہ ذبح کر لیا ہے اور میری
بیوی نے ایک صاع جو پیس لئے ہیں جو ہمارے پاس تھے۔ سو آپ اور آپ کے ساتھ چند آدمی تشریف لے
چلیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا: ”اے خندق والو! بے شک جبار نے تمہارے لئے دعوت
کا کھانا تیار کیا ہے سو جلدی چلو (یعنی سب کام چھوڑ کر جلدی کرو) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مجھ سے) کہ
جب تک میں نہ آ جاؤں اپنی ہانڈی کو چھو لے پر سے مت اتارو اور نہ آٹے سے روٹی پکاؤ، میں گھر آیا اور رسول اللہ
لوگوں سے آگے تشریف لائے گئے۔ یہاں تک کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا تو کہنے لگی ”خدا ترے ساتھ ایسا کرے
ایسا کرے (یعنی مجھ کو برا بھلا کہنے لگی) میں نے کہا کہ جو کچھ تو نے کہا تھا میں نے کیا، یعنی آنحضرت سے عرض کر دیا تھا۔
پھر میری بیوی نے آنحضرت کے سامنے آنا نکالا تو آنحضرت نے اس میں لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔
پھر آپ نے ہماری ہانڈی کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں بھی لعاب مبارک کی آمیزش کی اور برکت کی دعا فرمائی۔
اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب روٹی پکانے والی کو بلاؤ کہ وہ میرے سامنے روٹی پکائے اور ہم اپنی ہانڈی سے
گوشت نکالو لیکن ہانڈی کو چھو لے سے مت اتارو، اور وہ اصحاب ایک ہزار تھے، اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا
ہوں کہ سب نے کھا یا یہاں تک کہ سب نے شکم سیر ہو کر چھوڑ دیا اور بلاشبہ ہماری ہانڈی ابل رہی تھی جیسا کہ وہ
دشروع میں بھری ہوئی تھی، اور ہمارا آپکا یا جابا تھا جیسا کہ شروع میں تھا۔

مرکبیت مختصر صفحہ ۴۳۲۔

تشریحات

نکحھا بفتح الخاء والمیم ثم الصاد المہملہ یعنی بھوک بہیمتہ بضم الباء بہمتہ کی تصغیر
یعنی بکری کا چھوٹا بچہ۔ دا جن بکرہ نعیم از باب نصر دجنا دجنا اقامت کرنا، پالتو ہونا دا جن بکری کا وہ بچہ جو گھر
میں پالا جائے۔ تعال بفتح اللام صینہ امر یعنی آؤ تشریف لائیے از تعالیٰ تعالیٰ تالیما، جس کے معنی ہیں بلند
ہونا۔ سو ما بضم سین و سکون الواو بدون الہمزہ تیار کھانا، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ دعوت کے کھانے کو

فارسی زبان میں سورہتے ہیں اور پھر وہ کے ساتھ سورہ کے معنی ہیں جیٹھا۔ حتیٰ ہلا بکم اسم فعل بمعنی اقبل و عجل معنی آؤ جلدی کرو، اسی سے ہے حتیٰ علی الصلوٰۃ نماز کے لئے آؤ جلدی کرو اس میں مختلف لغات میں جیٹھا جیٹھا بزیادۃ الالف۔ جیٹھا بالتون للتکیر۔ جیٹھا تخفیف الیاء وغیرہ (۱۰۷)

حدیث شریف کی پوری وضاحت غزوہ خندق میں ہو چکی ہے۔

۱۴۳۔ حدیثی عثمان بن ابی شیبہ قال حدثنا عبد اللہ عن هشام عن ابیہ عن عائشۃ اذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ نزلت الایمان ابصاراً قالت کان ذالک یوم الخندق۔ ترجمہ :- حضرت عائشہ سے آیت کریمہ "اذ جاء وکم من فوقکم من الایمان" کے متعلق روایت ہے۔ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ یہ آنا کافروں کا خندق کے دن ہوا تھا۔

آیت کریمہ سورہ احزاب کی دسویں آیت ہے اب آیت کریمہ کا واضح ترجمہ ملاحظہ ہو :-

تشریحات

یاد کرو اس وقت کو جبکہ وہ دشمن لوگ تم پر آ پہنچے اوپر کی طرف سے اور نیچے کی طرف سے بھی دسویں آیت کریمہ کے نشیب کی طرف سے اور کوئی قبیلہ فراز کی طرف سے) اور جبکہ آنکھیں دہرا سے دہشت کے چکا چوندھ ہو

اذ جاء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ نزلت الایمان ابصاراً وبلغت القلوب الحناجر وتظنون بالله الظنون (۱۰)

گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے جیسا کہ مواقع شدت میں طبعی طور پر مختلف سو سے آنا کرتے ہیں اور یہ غیر اختیاری طور پر ہونے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں اور نہ اس قول کے منافی ہے جو آگے اہل ایمان کا قول آئے گا "ہذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ" کیونکہ اس میں لفظ ہذا کا مشار الیہ احزاب کا آنا ہے پس چونکہ اس کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دے دی گئی تھی۔ اس لئے یہ تو متعین تھا لیکن انجام اس واقعہ کا نہیں بتلایا گیا تھا اس لئے اس میں احتمالات مختلف غالب آنے اور مغلوب ہونے کے پیدا ہوتے تھے، مزید وضاحت کے لئے واقعہ غزوہ کو دوبارہ پڑھئے اور مزید تفصیل کے لئے بیان القرآن کا مطالعہ فرمائیے۔

۱۴۴۔ حدیثنا مسلم بن ابراہیم قال حدثنا شعبۃ عن ابی اسحق عن البراء قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقتل التراب یوم الخندق حتی غمر بطنہ او اغمر بطنہ یقول "واللہ لو لا اللہ ما ہتدینا ؛ ولا تصدقنا ولا صلینا فانزلن سکینۃ علینا ؛ وثبت اقدامنا ان لا قینا ؛ ان الاولی قد بغوا علینا ؛ اذا امرادوا فتنۃ ابینا ؛ ورسولنا صوحا ابینا ابینا۔

ترجمہ :- حضرت براء نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے دن خندق کھودنے کے دوران

مٹی ڈھو ڈھو کر لار ہے تھے یہاں تک کہ گرد و خبار نے آپ کے شکم مبارک کو ڈھانپ لیا کہ جلد مبارک چمپ گئی، یا آپ کا شکم مبارک گرد آلود ہو گیا (حکم راوی) اور آپ دمی ڈھوتے وقت کہتے جاتے :-

والله لو لا الله ما اهتدينا
فانزلن سكينته علينا
پس آپ ہم پر سکون و اطمینان نازل فرمائیے، اور قدموں کو ثابت رکھئے اگر ہماری ٹہنیٹھ ہو جائے۔

ان الاولیٰ قد بغوا علينا
بلا شبه ان لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے؛ جب یہ لوگ فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تو ہم قبول نہیں کرتے۔
اور اس آخری کلمہ کو بلند آواز سے بار بار فرماتے۔

والحدیث معنی فی الجہاد صفحہ ۳۹۸۔

تشریحات
۱۳۵۔ حدیثنا مسند قال حدیثنا یحییٰ بن سعید عن شعبة قال حدیثنا
الحکم عن مجاهد عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نصریت بالصبا و
اهلکت عاد بالذبور۔

ترجمہ :- حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پروا ہوا کے ذریعہ میری مدد
کی گئی اور پھپھو ہوا کے ذریعہ قوم عاد ہلاک کی گئی۔"

تشریحات
ترجمہ سے مطابقت اسی طرح ہے کہ پروا ہوا کے ذریعہ مدد وغر وہ خندق میں ہوئی جیسا کہ ارشاد
باری تعالیٰ ہے فارسلنا علیہم رایجا الخ (سورہ احزاب آیت ۹)

۱۳۶۔ حدیثنا احمد بن عثمان قال حدیثنا شریح بن مسلمة قال حدیثنا ابراهیم بن
یوسف قال حدیثنا ابی عن ابی اسحق قال سمعت البراء یحدث قال لما کان یوم الاحزاب
وخذق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رايتہ ینقل من تراب الخندق حتی واری عینی
الغبار جلدہ بطنہ وکان کثیر الشعر فسمعتہ یرتجز بکلمات ابن رواحة وهو ینقل من
التراب ویقول :-

اللهم لو لا انت ما اهتدينا
فانزلن سكينته علينا
اراد وفتنة ابينا
قال ثم يمد صوته باخبرها

ترجمہ :- حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ جب غر وہ احزاب کا موقع آیا اور رسول اللہ نے خندق سے
کھودی دہنی بغض نفیس بھی خندق کھودنے میں شرکت فرمائی، تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ خندق سے
مٹی منتقل کر رہے ہیں، یہاں تک کہ مٹی (گرد و خبار) نے آپ کے بطن مبارک کی کھال کو

چھاپا اور آپ کے سینے پر بال بہت تھے دیکھتے دیکھتے سے پیٹ تک گھنے بالوں کی ایک بیکر تھی، ہمیں نے سنا کہ آپ بن رسولہ کے جزیہ اشعار میں ڈھونڈنے کی حالت میں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے :-

اللہم لو لا اذنت ما اهدتہا لینا
ولا قصدتہا ولا صلینا
اے اللہ اگر آپ ہدایت نہ دیتے تو ہم ہدایت نہ پاتے، اور نہ مسدود دیتے اور نہ نساہت پڑھتے۔
فانزلن سکتینا علینا
وثبتنا الاقدار ان لا یقینا
سو آپ ہم پر سکون قلبی فرمائیے اور قدموں کو ثابت رکھتے اگر دشمن سے، ہماری بڑھتی ہو جاتے
ان الاولیٰ قتلا بغوا علینا
اذا ارادوا افتنة اپینا
بلاشبہ ان لوگوں نے ہم پر بوجھلانی کی ہے، جب یہ لوگ قدموں میں ڈولنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے
حضرت براہ نے بیان کیا ہے کہ آپ اس آنری کہ اپنی بیکر پڑھتے۔

تفسیر بیات اس روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سینہ مبارک پر بہت بال تھے حالانکہ حضرت علی کی روایت میں ہے کہ آپ طویل المسر بہ تھے اور دوسری روایت میں دوسری کا لفظ ہے۔

امام ترمذی تفسیر کرتے ہیں "والمسربة هو الشعر الدقیق الذی کانہ قضیب من الصمد ما الی المسربة" مسر بہ وہ باریک بال ہے دیکھتے دیکھتے بالوں کی بیکر ہے، گویا سینہ سے ناف تک ایک شانہ ہے۔ اس تفسیر سے دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں رہتا ہے اس لئے کہ شمال ترمذی سے معلوم ہوا کہ آنحضرت کے سینہ مبارک کے بال منتشر اور پھیلے ہوئے نہیں تھے بلکہ ایک باریک بیکر تھی اور بخاری کے کثیر الشعر کا مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ باریک بیکر تھی مگر بیکر گھنی تھی۔

۱۳۷۔ حدیثی عبد لابن عبد اللہ قال حدثنا عبد الصمد عن عبد الرحمن هو ابن عبد اللہ بن دینار عن ابیہ ان ابن عمر قال اول یوم شہدنا یومہ الخندق۔
ترجمہ ۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلا غزوہ جس میں میں نے شرکت کی ہے غزوہ خندق ہے۔

۱۳۸۔ حدیثی ابراہیم بن موسیٰ قال اخبرنا ہشام عن معمر عن الزہری عن سالم عن ابن عمر قال واخبرنی ابن طاووس عن عکرمۃ بن خالد عن ابن عمر قال دخلت علی حفصۃ ونوساتہا تنطقت قلت قد کان من امر الناس ما تریں فلم یجعل لی من الامر شیئاً فقالت الحق فانہم یبغضونک واخشى ان یکون فی احتباسک عنہم فنرفت فلم تدر عہ حتی ذہب فلما تفرق الناس خطب مصابیۃ قال من کان یزید ان بیتکم فی ہذا الامر فلیطعن لنا فربنہ فلنحمن الحق بہ منہ ومن ابیہ قال حبیب بن مسلمۃ فہذا اجبتہ قال عبد اللہ فقلت حبوی وھمست ان اتول احق بہذا الامر منک من قاتلت وابتک علی الاسلام فحشیت ان اتول کلمۃ تفرق بین الجمیع وتفسد الدم

و یجمل عنی غیر اللک فلذکرک ما عد اللہ فی الجنان قال حبیب حَفِظْتَ وَعَصَمْتَ فَتَالَ
محمود عن عبد الرزاق ولو سالتها -

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ میں حضرت حفصہؓ (ام المؤمنین) کے یہاں گیا، آپ کی زلفوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، میں نے عرض کیا: لوگوں کے معاملوں سے جو کچھ ہوا وہ آپ دیکھ رہے ہیں اور حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو صفین میں جنگ ہوئی وہ آپ کے سامنے ہے یعنی آپ کے علم میں ہے، اور معاویہ امارت و حکومت میں سے میرے لئے کچھ نہیں مقرر کیا گیا ہے (یعنی نہ حکومت ملی اور نہ کسی طرح کا کوئی دخل ہے)، تو حضرت حفصہ نے فرمایا کہ ”ملو“ (یعنی مشورہ کی مجلس میں جاؤ) اس لئے کہ وہ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ میں ڈرتی ہوں اس بات سے کہ ہوجائے تیرے رکنے میں ان سے پھوٹ (یعنی اس بات کا خطرہ ہے کہ تمہارا موقع پر نہ پہنچنا مرید اختلافات کا سبب بن جائے اور خدا بڑھ جائے اس لئے نہیں جانا ہی چاہئے) چنانچہ حضرت حفصہ نے ان کو نہ چھوڑا یعنی اصرار کیا یہاں تک کہ گئے پھر جب لوگ منتشر ہو گئے (مجلس ختم ہو گئی) تو حضرت معاویہؓ نے خطہ دیا اور کہا کہ جو لوگ امارت (خلافت) کے معاملہ میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں وہ ہمارے سامنے آئیں اس لئے کہ ہم اس سے اشارہ ابن عمرؓ کی طرف تھا، خلافت کے زیادہ حقدار ہیں اور اس کے باپ سے بھی (یعنی حضرت عمر فاروقؓ) حضرت حبیب بن مسلمہ نے ابن عمر سے کہا، پھر آپ نے وہیں اس کا جواب کیوں نہیں دیا؟ عبداللہ بن عمر نے کہا سو میں اپنا کپڑا کھول لیا تھا (یعنی آستینیں چڑھائی اور دامن سمیٹ لیا) اور میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ ان سے کہوں کہ ”اس خلافت کا زیادہ حقدار وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کے لئے جنگ کی (یعنی حضرت علیؓ زیادہ مستحق ہیں کہ جنگ اعدا اور غزوہ خندق میں تم لوگوں سے اسلام کی خاطر جنگ کی اور تم دونوں کو اسلام میں داخل کیا) پھر میں ڈرا کہ میں ایسی بات کہہ دوں کہ جس سے جماعت میں اختلافات پڑیں اور نوحوں ریزی ہونے لگے اور معمول کیا جائے میری بات کو میری مراد کے خلاف (یعنی میری بات کا مطلب میرے منشاء کے خلاف لیا جائے) سو میں نے ان نعمتوں کو یاد کیا جو اللہ نے جنت میں دہر کرنے والوں کے لئے تیار کر رکھی ہیں۔ حضرت حبیب نے کہا واقعی آپ محفوظ رہے اور اپنے آپ کو پالے گئے (یعنی آپ نے صحیح کیا اور جذبات پر کنٹرول کر کے دورانِ نبی سے کام لیا) محمود نے عبدالرزاق کے واسطے سے ”ولو سالتها“ کہا ہے یعنی بجائے نسواتھا کے۔

تشریحات ترجمہ اباب کی مطابقت اسی ٹکڑے سے ہے دہمت ان اقول احق بہذا
لا مرئک ومن قاتلک و ابان علی الا سلاہ“ یعنی میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ
ان سے کہہ دوں کہ اس خلافت کا تم سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ (ابوسفیان) سے
اسلام کی خاطر جنگ کی ہے کیونکہ حضرت معاویہؓ کے والد حضرت ابوسفیان غزوہ اعدا اور جنگ خندق میں کامیوں کے
کمانڈر اور سردار تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور حضرت معاویہؓ نے فلسحن
احق بہ ومن ابید سے قرابت نسبی مراد لی حالانکہ خلافت کی ترتیب قرابت سے بالکل عکس ہے کیونکہ حضرت
علیؓ قرابت بالنبی میں حضرت ابوبکرؓ سے قریب تر تھے اور حضرت معاویہؓ بہ نسبت عمرؓ کے اقرب بالنبی تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث کا تعلق جنگ صفین سے ہے جو حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان ہوئی تھی اس لئے جنگ صفین کا اجمالی خاکہ پہلے ملاحظہ فرمائیے :-

جنگ صفین

اس لڑائی کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت معاویہؓ حضرت عثمانؓ کا قصاص لینا چاہتے تھے اور حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ بلوائیوں کی قوت ابھی زیادہ ہے، ابھی ان سے قصاص نہیں لیا جاسکتا ہے، حضرت معاویہؓ کہتے تھے کہ آپ درمیان سے ہٹ جائیے میں ابھی ان سے قصاص لے لیتا ہوں، سبائی پارٹی اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھی ہی دونوں طرف سے اسی پارٹی نے بہت مبالغہ آمیزی کر کے لوگوں کو بھڑکایا بالآخر فوج کشی ہوئی اور حکیم پر معاملہ ختم ہوا۔ جنگ کی تفصیل یوں ہے :-

ذی الحجہ ۳۶ سنہ ھ میں اسی ہزار فوج کے ساتھ حضرت علیؓ شام کی طرف بڑھے اس فوج میں عام مسلمانوں کے علاوہ ستر بدمذہب صحابہ، سات سو بیعت رضوان کے جاہل نثار اور چار سو عام مہاجرین و انصار صحابہ تھے۔ ادھر سے حضرت معاویہؓ اپنی فوجوں کے ساتھ صفین کے میدان میں پہنچے اور فرات کے ساحل پر فوجیں اتار دیں اور میدان میں صلح کی گفتگو ہوتی رہی لیکن ناکام ہو گئی۔

جمادی الاولیٰ ۳۶ سنہ ھ سے جنگ شروع ہو گئی لیکن کوئی بڑی خونریز جنگ نہیں ہوئی بلکہ ایک ایک دستہ میدان میں آتا تھا اور صبح شام معمولی جھڑپ ہوجاتی تھی، پھر رجب کا مہینہ شروع ہوتے ہی اشہر حرم کی حرمت میں جنگ روک دی گئی اور خیر خواہان امت نے پھر صلح کی کوششیں شروع کر دیں مگر مصالحت کی ساری کوششیں ناکام رہیں اور صفین سے فریقین پوری قوت سے میدان میں اتر آئے اور خونریز جنگ شروع ہو گئی جس کا سلسلہ کئی مہینے تک جاری رہا۔

مختصر یہ ہے کہ فریقین کے درمیان نوے معرکے ہوئے ان میں ۳۵ ہزار شامی اور ۲۵ ہزار عراقی کام آئے۔
تاریخ اسلام صفحہ ۳۳۱ تا صفحہ ۳۳۳ بحوالہ ابوالفداء ج ۱ صفحہ ۱۶۵

اظہار شکست بچنے کی ایک سیاسی تدبیر اور جنگ کا التوار۔ ۱

جنگ کا نقشہ ہر دو فریق کے سامنے آشکارا ہو چکا تھا، حضرت علیؓ کو اس کا پورا اندازہ ہو گیا تھا کہ اب شامی کوئی دم میں میدان چھوڑنا چاہتے ہیں اس لئے کہ اب شامیوں کی تعداد بہت تھوڑی رہ گئی تھی اور بہت ہمت ہو چکے تھے۔ حضرت علیؓ نے فوج کے سامنے ایک پر جوش تقریر کی اور فرمایا: "لوگو اب جنگ آخری حد کو پہنچ چکی ہے تمہارا حریف آخری سانس لے رہا ہے اس لئے فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

حضرت معاویہؓ کو بھی اپنی فوج کی حالت کا اندازہ ہو چکا تھا کہ حالت نازک ہے اب شکست کا خطرہ ہے تو اپنے مشیر خاص اور عرب کے مشہور و مسلم سیاسی مدبر عمرو بن العاصؓ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا ایسے وقت

کے لئے میں نے پہلے سے یہ تدبیر سوچ رکھی تھی کہ ہم لوگ قرآن کو حکم بنانے کی دعوت ہیں اس کے قبول و انکار دونوں صورتوں میں حضرت علیؓ کی توجہ میں چھوٹا بڑھا جائے گی، چنانچہ دوسرے دن جب شامی و معاویہ کی فوج، میدان میں آئے تو دمشق کے معصوم اعظم کو پانچ شامی آگے آگے نیزے پراٹھائے تھے اور اس کے پیچھے ہزاروں قرآن نیزوں پر بلند تھے۔ یہ تدبیر حضرت معاویہ کی شکست سے بچنے کے لئے بہت کارگر ثابت ہوئی۔ حضرت علیؓ اس سیاسی چال کو خوب سمجھ چکے تھے آپ نے صفائی کے ساتھ فرمایا کہ محض فریب ہے لیکن حضرت علیؓ کی ایک بڑی جماعت پر یہ جادو چل گیا تھا۔ اس نے کہا، شاہیوں کو اسی کتاب کا پابند بنانے کے لئے تو ہم ان سے لڑ رہے تھے اب جبکہ وہ خود ہمیں اس کی دعوت دیتے ہیں تو ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔

دوسری طرف امیر معاویہ نے اعلان کر دیا کہ جنگ بہت طویل کھینچ گئی ہے اور اس سے زیادہ خونریزی ہو چکی ہے اس لئے اس جھگڑے کو چکانے کے لئے ہم نے قرآن شریف کو حکم ماننے کی دعوت دی ہے اگر اسے وہ لوگ قبول کرینگے تو جہنا، ورنہ ہماری جنت تمام ہو چکی، اس اعلان کے ساتھ حضرت علیؓ کو بھی دکھا کہ اس خونریزی کا مواخذہ میرے اور تمہارے سر ہے اب میں تم کو اس کے بند کرنے، اللہ و محمدؐ کو قائم کرنے اور بغض و عناد کو بھلا دینے کی دعوت دیتا ہوں۔

چنانچہ اس قرار داد پر جنگ روک دی گئی اور فریقین کی جانب سے ایک ایک حکم منتخب کئے گئے۔ امیر معاویہ کی جماعت نے عمرو بن العاصؓ کو اپنا حکم بنایا، اور حضرت علیؓ کی جماعت نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا نام پیش کیا اور حضرت علیؓ چار و ناچار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے حکم بنانے پر راضی ہو گئے چنانچہ ایک مفصل عہد نامہ لکھا گیا اور اس عہد نامہ پر فریقین کے دست زلوگوں کے دستخط ہو گئے اس جنگ بندی اور معاہدے کی کتابت کے بعد شام، مکہ، مدینہ کے اکابر و علمت از اصحاب کو خطوط لکھے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہ سے مشورہ کیا اور فیصلہ کے اعلان کے روز دو مہلے الجندل تشریف لائے جس کا تذکرہ اس حدیث میں ہے۔

فلما تفرق الناس ای بعدان اختلف المحکمات، یعنی اعلان فیصلہ میں دونوں حکم کے اختلاف کے بعد لوگ منتشر ہو گئے جس کی تفصیل یہ ہے۔

حکیم کے درمیان کافی گفتگو ہوئی۔ آخر میں دونوں حکموں نے اس تجویز پر اتفاق کر لیا کہ دونوں حضرت علیؓ کو بھی معزول کر دیا جائے اور حضرت معاویہؓ کو بھی چھوڑ دیا جائے اور مسلمانوں کو نئے سرے سے فیصلہ کے انتخاب کا حق دیا جائے اس قرار داد کے بعد دونوں حکم فیصلہ سنانے کے لئے دو مہلے الجندل آئے اور یہ فیصلہ چونکہ امت کی قسمت کا فیصلہ تھا اس لئے ہزاروں مسلمان اور بہت سے اکابر صحابہ بھی آئے جس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی تھے۔

پہلے تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے عمرو بن العاصؓ سے کہا پہلے تم سناؤ، لیکن عمرو بن العاصؓ انتہائی چالاک تھے۔ انہوں نے کہا آپ فضل و منقبت میں آپ مجھ سے افضل ہیں، آپ کے ہوتے ہوئے میں اس کی جرأت نہیں کر سکتا، حضرت ابو موسیٰؓ پر یہ جادو چل گیا چنانچہ انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر فیصلہ کا اعلان کیا:-

اما بعد، لوگو! ہم نے اس مسئلہ پر غور کیا، اس امت کے اتفاق و اتحاد، دراصلح کے علاوہ اور کوئی صورت نظر نہ آئی کہ حضرت علیؓ و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کو معزول کر کے خلافت کو شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے۔ عام مسلمان

جسے اہل سمعیس اسے منتخب کر لیں۔ اس لئے میں علی اور معاویہ دونوں کو معزول کرتا ہوں۔ آئندہ تم جسے پسند کرو اپنا خلیفہ بناؤ۔

ان کے بعد عمر بن العاصؓ نے اپنا فیصلہ سنایا۔

اما بعد، لوگو! ابو موسیٰ کا فیصلہ آپ لوگوں نے سن لیا، انہوں نے اپنے آدمی کو معزول کر دیا، میں بھی اس کو معزول کرتا ہوں لیکن اپنے آدمی معاویہ کو برقرار رکھتا ہوں۔

یہ فیصلہ سن کر حضرت ابو موسیٰ چلائے کہ یہ کیا غداری ہے؟ لیکن اب تیر کمان سے چھوٹ چکا ہے، اس کی تلانی کی کوئی صورت رہتی چنانچہ دونوں اپنے اپنے حامیوں کے غلیظ ہو گئے۔

امیر المومنین حضرت عثمان کی شہادت کے عین دن بعد تمام مہاجرین و انصار نے حضرت علیؓ کو خلیفہ منتخب کیا اور مجمع عام میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جس میں مدینہ کے تمام ممتاز صحابہ شریک تھے۔

۲۔ اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کی حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **وَبِأَنَّ عَمَّاسَ قَتَلَهُ الْفِئَةُ الْبَاطِنِيَّةُ** انہوں نے کہا کہ عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ بخاری صفحہ ۶۴، ایضاً بخاری صفحہ ۶۴ حضرت عمار بن یاسرؓ جنگ صفین کے اندر حضرت علیؓ کے لشکر میں شریک تھے، حضرت معاویہ کے حامی لشکر کے ہاتھوں سے آپ کی شہادت ہو گئی، چونکہ حضرت عمار کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا اثر و سارے صحابہ میں مشہور و معروف تھا جس کی رعایت بخاری کے علاوہ مسلم، ترمذی، نسائی اور ابوداؤد وغیرہ میں بھی ہے اور متعدد صحابہ و تابعین نے جو حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ میں منہذب تھے۔ حضرت عمار کی شہادت کو یہ معلوم کرنے کے لئے ایک علامت بھی قرار دے دی تھی کہ فریقین میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟ حافظ نے الامصابہ ص ۲۵ میں لکھا ہے کہ قتل عمار کے بعد یہ بات ظاہر ہو گئی کہ حق صرف حضرت علیؓ کے ساتھ تھا اور اہل سنت اس بات پر متفق ہو گئے۔ دراصل عمار کے پہلے اس میں اختلاف تھا۔ حافظ ابن کثیر نے بھی البدایہ منہذب میں لکھا ہے کہ حضرت عمار کی شہادت سے اس حدیث کا راز کھل گیا کہ حضرت عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ حضرت علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہ باغی۔

صاحب تاریخ انہیں نے خلاصۃ الوفا سے اس طرح نقل کیا ہے: حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت معاویہ کے وزیر تھے۔ جب حضرت عمار شہید کر دیتے گئے تو آپ جنگ سے رک گئے۔ پھر آپ کی اتباع میں ایک بڑی تعداد گئی، اس پر حضرت معاویہ نے پوچھا کہ تم کون رک گئے؟ تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے جواب دیا کہ ہم نے اس شخص کو قتل کر دیا اور میں نے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ ”ان کو باغی جماعت قتل کرے گی“ حضرت معاویہ نے کہا: چپ ہو جاؤ۔ کیا ہم نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان کو تو علیؓ اور ان کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے جنہوں نے ان کو ہم سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ پھر جب یہ بات حضرت علیؓ کو پہنچی تو فرمایا اگر میں نے ان کو قتل کیا ہے تو حضرت عمرؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کیا ہوگا کیونکہ آپ نے ہی ان کو قتل کفار کے لئے بھیجا تھا۔

بہر حال بخاری شریف کی حدیث مذکورہ سے یہ بات صاف معلوم ہو گئی کہ چوتھے نمبر پر حضرت علیؑ کی خلافت برحق تھی اور ان کی مخالفت بغاوت تھی اگرچہ امر اجتہاد ہی ہونے کی وجہ سے حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی مانع ہوئے۔

۳۔ علماء اہل سنت میں سے کوئی بھی ایسا نہیں گذرا جس نے حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؑ کو خلیفہ راشد تسلیم نہ کیا ہو یا ان کی بیعت خلافت کے صحیح ہونے میں شک کیا ہو۔

۴۔ صاحب ہدایہ نے بھی ہدایہ ثالث کتاب ادب القاضی میں حضرت علیؑ کی خلافت کے دور میں معاویہؓ کی مخالفت کو جو رو بغاوت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے "والحق کان بید علی رضی اللہ عنہ فی نوبتہ" بہر حال حضرت معاویہؓ جنگ صفین میں بلاشبہ غلطی پر تھے مگر ایک عظیم المرتبت صحابی تھے اس وجہ سے گستاخانہ کلمات سے پرہیز لازم ہے، واللہ اعلم۔

۱۴۹۔ حدثنا ابو نعیم قال حدثنا سفین عن ابی اسحاق عن سلیمان بن صرد قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب نغزوہم ولا یغزونا۔

ترجمہ: سلیمان بن صردؓ رضی اللہ عنہما وفتح الرار سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے موقع پر جب کفار کا لشکر نام واپس ہو گیا، فرمایا "اب ہم ان سے لڑیں گے ذمہ ابی کفار قریش میں یہ ہمت و طاقت نہیں ہوگی کہ ہم سے لڑنے کے لئے چڑھ آئیں البتہ ہم ان سے لڑنے جائیں گے۔"

مذکورہ۔ چنانچہ یہی ہوا کہ غزوہ خندق کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق کفار قریش کبھی نہیں آسکے یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے فتح مکہ سے مسلمانوں کو مشرف کیا اور یہی عظیم معجزہ ہے آنحضرتؐ کا کہ آپ نے آئندہ کی خبر دی اور جیسی خبر دی ویسا ہی ہوا۔

۱۵۰۔ حدثنا ابی عبد اللہ بن محمد قال حدثنا یحییٰ بن ادر قال حدثنا اسرائیل سمعت ابا اسحاق یقول سمعت سلیمان بن صرد یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول "حین اُجلی الاحزاب عندہ الآن نغزوہم ولا یغزونا نحن لیسیر الیہم۔"

ترجمہ: ابواسحق کا بیان ہے کہ میں نے سلیمان بن صرد سے سنا آپ بیان کر رہے تھے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ سے جب کفار کے سارے گروہ ہٹا دیئے گئے (بھگا دیئے گئے) تو آپ فرمایا ہے تمہارے کلاب ہم ان سے جنگ کریں گے وہ ہم سے جنگ نہیں کریں گے ہم ان پر فوج کشی کریں گے۔

مذکورہ:۔ اجلی الاحزاب اکثر نسخوں میں بضم لامزہ و سکون البیوم معنی بیسٹھ مہول ہے۔ فتح الباری، عمدۃ القاری میں اسی طرح ہے اس میں اشارہ ہے کہ کفار سخت پریشان ہو کر بھاگے گویا بھاگتے گئے محض حق تعالیٰ کی غیبی مدد سے ایک تو حضرت نعیم کا بروقت مسلمان ہو کر تہذیب کرنا، دوسرا طوفان شدید۔ تفصیل کے لئے غزوہ خندق کا دوبارہ مطالعہ فرمائیے۔

دوسرا نسخہ اجلی الاحزاب بصیغہ معروف ہے کما فی الحاشیہ یعنی جب کفار کے سارے گروہ بھاگ گئے، تا کام واپس ہو گئے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہ واقعہ غزوہ خندق ۶ شہ کعبہ سال آئندہ ۳۰ھ میں آپؐ بغرض عمرہ مدینہ سے پہلے یکن کفار قریش نے مکہ جانے سے روکا اور معاملہ صلح حدیبیہ پر ختم ہوا پھر آپؐ ۳۱ھ میں مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ کر کے واپس تشریف لے گئے یہاں تک کہ کفار قریش سے صلح کی خلاف ورزی ہوئی اور مکہ فتح ہوا۔

۱۵۱- حدثنا اسحاق قال حدثنا روح قال حدثنا هشام عن محمد عن علي بن عبد الله عن علي بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال یوم الخندق ملا اللہ علیہم بیوتہم وقبورہم ناماً كما شغلونا عن الصلوة الوسطی حتی غابت الشمس۔

ترجمہ:- حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھر اور اہل ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح کافروں نے ہیں صلوة وسطیٰ (صلوة عصر) سے باز رکھا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

فائدہ:- مرالحديث فی الجہاد صفحہ ۴۱۰ ومطابقتہ الحریث للترجمہ ظاہرہ۔

فائدہ ۷۱:- یہاں تو صرف ایک نماز عصر کے فوت ہونے کا ذکر ہے مگر بعض روایتوں سے ثابت ہے کہ ظہر عصر اور مغرب تین نمازیں فوت ہوئی تھیں۔

۱۵۲- حدثنا المکی بن ابراہیم قال حدثنا هشام عن یحییٰ عن ابی سلمة عن جابر بن عبد اللہ ان عمر بن الخطاب جاء یوم الخندق بعد ما غربت الشمس جعل یسب کفار قریش وقال یا رسول اللہ ما کدت ان اصلی حتی کادت الشمس ان تغرب قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأنا واللہ ما صلیتہا فنزلنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بطعان فتوضأ للصلوة وتوضأنا لہا فصلی العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلی بعدھا المغرب ترجمہ:- حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ (فاروق اعظم) غزوہ خندق کے موقع پر سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے۔ آپؐ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نماز کے قریب نہیں ہو سکا یعنی عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا، اور آفتاب غروب ہونے کہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "واللہ نماز تو میں بھی نہیں پڑھ سکا" جابر کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام بطنان میں اترے تو آپؐ نے نماز کے لئے وضو کیا پھر آپؐ نے عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

فائدہ ۷۲ یہ حدیث کتاب الصلوة صفحہ ۸۴ میں گزر چکی ہے۔

بطنان، بضم الباء الموحدة غیر منصرف دھواسم وادی المدینہ۔

فائدہ ۷۳ اس حدیث سے ترتیب صلوة فائزہ اور دقتہ کا ثبوت ہوتا ہے، امام بخاری بھی وجوب ترتیب ہی کی طرف مائل ہیں جیسا کہ صفحہ ۸۴ کے ترجمہ الباب سے واضح ہے۔

۱۵۳- حدثنا محمد بن کثیر قال اخبرنا سفین عن ابن المنکدر قال سمعت جابراً یقول

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الاحزاب من ياتينا بخبر القوم فقال الزبير اننا
ثم قال من ياتينا بخبر القوم فقال الزبير اننا قال ان لكل نبي حواريًا وان حواري
الزبير -

ترجمہ :- حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب (غزوہ خندق) کے دن فرمایا "کون ہے جو قوم کفار کی خبر تمہارے پاس لائے، تو زبیر نے کہا کہ میں تیار ہوں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو قوم کفار کی خبر لائے گا؟ تو زبیر نے فرمایا "میں ہوں" آپ نے پھر فرمایا کون ہے جو قوم کفار کی خبر لائے گا، تو زبیر کے فرمایا میں ہوں، آنحضرت نے فرمایا بلاشبہ ہر نبی کے لئے حواری مددگار ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔

فائدہ :- مراد حدیث فی الجہاد صفحہ ۲۲۰ تا صفحہ ۲۲۱۔

فائدہ :- علامہ عینی نے واقعی سے نقل کیا ہے کہ یہاں قوم سے مراد بنو قریظہ ہے کہ اس قوم نے معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے کفار قریش کا ساتھ دیا، اور حضرت خدیجہؓ کو جو آنحضرت نے قوم کفار کی خبر لائے بیجاہ اور ہے کہ جب طوفان شدید سے کفار بدحواس ہو گئے تھے اس وقت کی خبر لانے کے لئے حضرت خدیجہ کو بھیجا تھا۔

۱۵۲- حدثنا قتیبہ بن سعید قال حدثنا الليث عن سعيد بن ابى سعيد عن ابى
عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول لا اله الا الله وحده لا
ونصر عبداً ولا وغلب الاحزاب وحده لا شياً بعداً -

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے "خدا کے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے اپنے لشکر دینی مسلمانوں کو عزت دی، اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی، اور غالب ہوا احزاب (قبائل عرب) پر تہا وہی پس اس کے بعد کسی چیز کی کوئی حقیقت و حیثیت نہیں۔"

فائدہ :- یعنی حق تعالیٰ کے مقابلے میں ساری کائنات کا عدم ہے کما قال اللہ تعالیٰ - کل شیء ہالک الا وجہہ -

۱۵۵- حدثنا محمد بن ابي يعقوب قال حدثنا الفزاري وعبد الله بن عبد الله بن ابي خالد قال سمعت
عبد الله بن ابي اوفى يقول دعاه رسول الله صلى الله عليه وسلم على الاحزاب فقال اللهم
هنزل الكتب سميرة الحسب اهزم الاحزاب اللهم اهزمهم وذلزلهم -

ترجمہ :- عبد اللہ بن اوفیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے گروہوں پر بددعا کی اسے اللہ کتاب کے نازل کرنے والے، جلد حساب لینے والے، کفار کے گروہوں کو شکست دے، اسے اللہ نہیں شکست دیکھے اور جھجھوڑ دیکھے۔

فائدہ :- مراد حدیث فی الجہاد صفحہ ۲۱۱۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ اگر بلا تکلف اور بلا قصد متقی عبادت ہو جائے تو مذموم نہیں ہے اور جس حدیث سے منافعت معلوم ہوتی ہے وہ تکلف اور التزام مالا لیرم پر محمول ہوگا۔

۱۵۶۔ حدثنا محمد بن مقاتل قال أخبرنا عبد الله قال أخبرنا موسى بن عقیبة عن سالم ونافع عن عبد الله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا قفل من الغزو والحج والعمرة يبدأ فیکبر ثلاث مرات ثم یقول لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على کل شیء قدير انبئون قائلون عابدون ساجدون لربنا هاملدون صدق الله وعدا لا ونصر عبدا وهزم الاحزاب وحده۔

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد حج یا عمرہ سے واپس آتے تو سب سے پہلے یمن بارتکبیر کہتے پھر فرماتے لا الہ الا اللہ الخ خدائے وحدہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے، تعریف اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم سفر سے واپس ہو رہے ہیں توبہ کرتے ہوئے جہاد کرتے ہوئے، اپنے رب کے حضور سجدہ ریز اور اس کی حمد بیان کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور کفار کے تمام گروہوں کو تنہا اسی نے شکست دی۔

فائدہ :- مراحمیرث فی الجہاد صفحہ ۴۲، رایشا صفحہ ۴۳ تا صفحہ ۴۴۔

فائدہ سلا :- مطابقتہ الحدیث فی آخر الحدیث "وحرّم الاحزاب وحده"

باب مَرَجِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَحْزَابِ وَ

مُخْرَجِهِ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ وَمُحَاصَرَتِهِ إِيَّاهُمْ۔

ترجمہ :- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ احزاب سے مدینہ واپس ہونا اور بنو قریظہ کی طرف نکلنا اور ان کا محاصرہ غزوہ بنی قریظہ ۵۸

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی قریظہ کے درمیان پہلے سے معاہدہ تھا، جب قریش دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے تو بنی قریظہ رسول اللہ کا عہد توڑ کر قریش کے ساتھ مل گئے، حق تعالیٰ نے جب احزاب کو شکست دی تو آپ غزوہ خندق سے صبح کی نماز کے بعد مدینہ واپس تشریف لائے اور آپ نے اور تمام مسلمانوں نے ہتھیار کھول دیئے، جب ظہر کا وقت قریب آیا تو حضرت جبریل امین ایک نچر پر سوار عمامہ باندھے ہوئے تشریف لائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہا "کیا آپ نے ہتھیار اتار دیئے؟" آپ نے فرمایا "ہاں" جبریل نے کہا فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں کھولے اور نہ وہ ہنوز واپس ہوئے آپ خود اپنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میرے اصحاب ابھی نکلے ہوئے ہیں، جبریل نے کہا آپ اس کا خیال نہ کریں روانہ ہو جائیں، میں بھی جا کر ان کو متزلزل کئے دیتا ہوں، یہ کہہ کر جبریل فرشتوں کی جماعت کے ساتھ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے کوچہ بنی غنم تمام گروہ و جنار سے بھر گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ کوئی شخص سوئے بنی قریظہ کے کہیں نماز عصر نہ پڑھے، راستہ میں جب نماز عصر کا وقت آیا تو اختلاف ہوا، بعض نے کہا ہم تو بنی قریظہ ہی پہنچ کر نماز پڑھیں گے، بعض نے کہا

ہم نماز پڑھ لیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہ تھا کہ نماز قضا کر دی جائے بلکہ تعجیل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی پر اظہارِ ملامتی نہیں فرمایا، ملاحظہ ہو حدیث ۱۵۹ اس لئے کہ نیت ہر ایک کی بجنیب رہتی۔

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جس حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا اس کو بھی اجر ملا اور جس نے اجتہاد کیا اس کو بھی اجر ملا لیکن جن لوگوں نے ظاہر الفاظ پر نظر کر کے بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز عصر ادا نہ کی حتیٰ کہ وقت عصر نکل گیا تو ان لوگوں کو فقط ایک فضیلت حاصل ہوئی، یعنی حکم نبوی کی تعمیل کا اجر ملا اور جن لوگوں نے اجتہاد و استنباط سے کام لیا اور سمجھا کہ منشاء نبوی یہ نہیں ہے کہ نماز عصر قضا کر دی جائے بلکہ مقصود جلد پہنچنا ہے اس لئے نماز عصر راستہ میں پڑھ لی۔ ان لوگوں کو اس اجتہاد کی بدولت دو فضیلتیں حاصل ہوئیں، ایک فضیلت حکم نبوی کی تعمیل کی اور دوسری فضیلت صلوة وسطیٰ (نماز عصر) کی محافلت کی جو درحقیقت بے شمار فضائل کو متضمن اور شامل ہے جس کی محافظت کا حکم قرآن حکیم میں آیا ہے۔

حافظوا علی الصلوات والصلوات الوسطیٰ اور حدیث میں ہے کہ جس کی نماز عصر فوت ہو گئی اس کے مال اور اہل سب برباد ہو گئے۔

پھر آپ نے بنی قریظہ پہنچ کر پچیس برس روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا۔ اس اثنا میں ان کے سردار کعب بن اسد نے ان کو جمع کر کے یہ کہا کہ میں تین باتیں تم پر پیش کرتا ہوں ان میں سے جس ایک کو چاہو اختیار کرو تو ناکرم کو اس مصیبت سے نجات ملے۔

اول یہ کہ ہم اس شخص دینی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور اس کے مطیع اور پیرو

بن جائیں :-

فواللہ لقد تبین لکم انہ لندی مرسل
وانہ للذی مجد ونبہ فی کتابکم
فتامنون علی دمانکم واموالکم و
نسانکم۔

کیونکہ خدا کی قسم تم پر یہ بات واضح اور روشن
ہو چکی ہے کہ وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور
رسول ہیں اور بلاشبہ یہ وہی نبی ہیں جن کو تم تو
میں لکھا پاتے ہو اگر ایمان لے آؤ گے تو

مباری جان اور مال، بچے اور عورتیں سب محفوظ ہو جائیں گے بنی قریظہ نے کہا کہ ہم کو یہ منظور نہیں کہ ہم اپنا دین چھوڑ دیں۔

کعب نے کہا اچھا اگر یہ منظور نہیں تو دوسری بات یہ ہے کہ بچوں اور عورتوں کو قتل کر کے بے فکر ہو جاؤ اور شمشیر بکھت ہو کر پوری ہمت اور تہذیب کے ساتھ محمد (ص) کا مقابلہ کرو اگر ناکام رہے تو بچوں اور عورتوں کا کوئی غم نہ ہوگا اور اگر کامیاب ہو گے تو عورتیں بہت ہیں ان سے بچے بھی پیدا ہو جائیں گے۔

بنی قریظہ نے کہا ہاں وہ عورتوں اور بچوں کو قتل کر کے زندگی کا لطف ختم کرنا ہوگا۔ کعب نے کہا "اچھا اگر یہ بھی منظور نہیں تو تیسری بات یہ ہے کہ آج ہفتہ کی شب ہے عجب نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب غافل اور بے خبر ہوں اور ہماری جانب سے بائیں وجہ مطمئن ہوں کہ یہ دن یہود کے نزدیک محترم ہے اس میں وہ جملہ نہیں

کر سکتے۔ مسلمانوں کی اس بے خبری اور غفلت سے یہ نفع اٹھاؤ کہ یکایک ان پر شب خون مارو، بنو قریظہ نے کہا: اسے کعب تجھے معلوم ہے کہ ہمارے اسلاف اسی دن کی بے حرمتی کی وجہ سے ہندرا اور سور بنائے گئے پھر تم ہمیں اس کا حکم دیتے ہو الغرض بنو قریظہ نے کعب کی ایک بات کو بھی نہ مانا۔

بالآخر مجبور ہو کر بنو قریظہ اس بات پر آمادہ ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم دیں وہ ہیں منظور ہے جس طرح خزرج اور بنو نضیر میں حلیفانہ تعلقات تھے اسی طرح اوس اور بنو قریظہ میں حلیفانہ تعلقات تھے اس لئے اوس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ خزرج کے التماس پر بنی نضیر کے ساتھ جو معاملہ فرمایا اسی طرح کا معاملہ ہماری استدعا پر بنی قریظہ کے ساتھ فرمائیں، آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا فیصلہ تمہیں میں کا ایک شخص کر دے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کر دیں گے وہ ہیں منظور ہے۔

سعد بن معاذ جب غزوہ خندق میں زخمی ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگوا دیا تھا کہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں، ان کے بلانے کے لئے آدی بھیجا، تمہارے سوار ہو کر تشریف لائے جب آپ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا "تو موالیٰ مسیدا کم یعنی اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو، جب آثار کر بیٹھا دینے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنا فیصلہ تیرے سپرد کیا ہے۔ سعد نے کہا میں ان کی بابت یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں سے لڑنے والے یعنی مرد قتل کئے جائیں اور عورتیں اور مرد امیر کر کے لڑائی اور غلام بنائے جائیں اور ان کے تمام مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دینے جائیں، آپ نے ارشاد فرمایا بے شک تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔ چنانچہ تمام بنی قریظہ گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے، اور ایک انصاری عورت کے مکان میں ان کو جوبوں رکھا گیا اور بازار میں ان کے لئے خندقیں کھدوائی گئیں۔ بعد ازاں دو دو چار چار کو اس مکان سے نکلوا جاتا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں ماری جاتیں۔ حنی بن اخطب اور سردار بنی قریظہ کعب بن اسد کی بھی گردنیں ماری گئیں۔ ترندی وغیرہ میں حضرت جابرؓ سے باسناد صحیح مروی ہے کہ ان کی تعداد چار سو تھی۔

عورتوں میں سوائے ایک عورت کے جس کا نام بناہ تھا اور کوئی قتل نہیں کی گئی اس عورت کا جرم یہ تھا کہ اس نے کوٹھے سے چکی کا پاٹ گرایا تھا جس سے غلام بن سوید شہید ہو گئے۔

۱۵۰۔ حدثنا ابن شیبہ قال حدثنا ابن نمیر عن هشام بن عمار عن عائشة قالت لما رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الخندق ووضع السلاح واغتسل انا و جبریل فقال قد وضعت السلاح واللہ ما وضعنا الا خرج الیہم قال ابن قال ہلنا وانشاء الی بنی قریظہ فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہم۔

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو جبریلؑ آپ کے پاس آئے اور کہا "آپ نے ہتھیار اتار دیا ہے،" خدا کی قسم ہم نے بھی ہتھیار نہیں اتارے، سو آپ ان کی طرف نکلیں (یعنی فوج کشی کیجئے)، آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ کس طرف؟ جبریلؑ نے کہا اس طرف اور اشارہ کیا یہودی بنی قریظہ کی طرف۔ چنانچہ حضور اکرمؐ نے بنو قریظہ پر فوج کشی کی۔

۱۵۸۔ حد ثنا موسیٰ قال حدثنا جبریل بن ہازم عن حمید بن ہلال عن النبی قال
کأنی انظرالی الغبار سا طعانی زقاق بنی غنیم موبک جبریل حین سار رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم الی بنی قریظۃ۔

ترجمہ :- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ گویا کہ میں اب بھی غبار دیکھ رہا ہوں جو اٹھا تھا بنو غنیم کی گلی میں جبریلؑ
کے سوار فرشتوں سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کی طرف چلے۔

۱۵۹۔ حد ثنا عبد اللہ بن محمد بن اسماء قال حدثنا جویریۃ بن اسماء عن نافع عن
ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یومہ الا حزاب لا یصلن احدن العصر الا فی
بنی قریظۃ فادرك بعضهم العصر فی الطريق فقال بعضهم لا نصالی حتی ناتیہا وقال بعضهم
بل نصلی لویندنا ذالک فذکر ذالک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعتف واحد منهم

ترجمہ :- حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ غزوہ احزاب کے موقع پر یعنی احزاب سے واپسی پر نبی اکرمؐ نے فرمایا
کہ تمام مسلمان عصر کی نماز بنو قریظہ تک پہنچ کر ہی ادا کریں، پھر بعضوں نے عصر کی نماز کا وقت راستہ میں پایا جو کچھ پیچھے
رہ گئے ہوں گے، ان میں سے بعض نے کہا ہم نماز نہیں پڑھیں گے یہاں تک کہ بنی قریظہ میں پہنچیں (کیونکہ آنحضرتؐ نے
بنی قریظہ میں عصر پڑھنے کے لئے فرمایا ہے) اور بعضوں نے کہا ہم تو نہ پڑھ لیتے ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اگر راستہ میں نماز کا وقت ہو جائے پھر بھی نہ پڑھی جائے بلکہ صرف بنی قریظہ تک پہنچنے
میں عجلت مقصود تھی، پھر بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ان میں سے کسی پر اظہار
ناراضگی نہیں فرمایا۔

فائدہ :- مراد حدیث صفحہ ۱۲۹۔

علاوہ بنی قریظہ کے آخر میں حافظ ابن تیمیہ کی تحقیق دوبارہ دیکھئے۔

تلا بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عصر کی نماز تھی اور مسلم کی حدیث ہے کہ وہ ظہر کی نماز تھی۔
بعض علماء نے تطبیق اس طرح دی ہے کہ ممکن ہے کہ حکم سے پہلے کچھ لوگوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی اور کچھ نے
نہیں پڑھی تو جن لوگوں نے ظہر نہیں پڑھی ان کو حکم دیا گیا کہ یصلین احد الظہر الخ اور جنہوں نے ظہر کی نماز
پڑھ لی انہیں حکم دیا گیا کہ لا یصلین احد العصر۔

تطبیق کا احتمال ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت دوپہر کے بعد پہلے روانہ ہو گئی پھر دوسری جماعت بعد میں
روانہ ہوئی پس پہلی جماعت کو ظہر اور دوسری جماعت کو عصر کے متعلق کہا گیا ہو۔

۱۶۰۔ حد ثنا ابن ابی الاسود قال حد ثنا معتمر ح و حد ثنا خلیفۃ قال حد ثنا معتمر
قال سمعت ابی عن النبی قال کان الرجل یجعل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم النخلات حتی
اقتتحت قریظۃ والنضیر وان اہلی امرؤی ان اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسأله الذمین
کانوا اعطوا او یعضدہ وكان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد اعطاه ام ایمن فجات ارا من فجعلت الثوب

فی عنقی تقول کلا والذی لا اله الا هو لا یعطیکم وقد اعطانیها او کما قالت والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا کذا وتقول کلا واللہ حتی اعطاها حسبت انہ قال عشر امثالہ او کما قال۔

ترجمہ :- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ صحابی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور کے چند درخت متعین کر دیتے تھے یعنی صحت پھل کھانے کے لئے بغیر تملیک رقبہ کے چند درخت آنحضرتؐ کو دے دیتے تھے یہاں تک کہ قبائل قریظہ و نغیر فتح ہو گئے تو آنحضرتؐ نے ان ہلایا کو واپس کر دیا، اور میرے گھر والوں نے بھی مجھ کو حکم دیا کہ میں نبی اکرمؐ کے پاس جاؤں اور آپ سے مانگوں جو انہوں نے حضرت کو دیا تھا کل یا بعض اور نبی اکرمؐ نے وہ کھجور ام ایمن کو دے دی تھی اتنے میں ام ایمن آئیں اور میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہنے لگیں۔ "ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں آپ یہ کھجور تم کو نہیں دیں گے یہاں حالیکہ آپ مجھے عنایت فرما چکے ہیں او کما قالت شک راوی ہے یعنی یا اسی طرح کے کوئی اور الفاظ حضرت ام ایمن نے بیان کئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام ایمن سے فرماتے تھے "تیرے لئے اتنا ہے (یعنی اس کے بدلے اتنا ہے) لو اور ان کا مال انہیں واپس کر دو اور ام ایمن کہتی تھی۔ "ہرگز نہیں خدا کی قسم یہاں تک حضرت نے اس کو دیا حسبت انہ قال الخ لفظ حسبت راوی حدیث سلیمان بن طرخان کا قول ہے یعنی راوی کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے کہ حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ نے اس کو اس کھجور کا دس گنا دیا او کما قال یا اسی کے مثل کوئی کلمہ انسؓ نے فرمایا جیسا کہ مسلم شریف میں ہے "او تریبیا من عشر امثالہ"

فائدہ :- مطابقتہ للترجمہ تؤخذ من قوله حتی افتتحه قریظہ والنضیر

علا مر الحدیث فی الہبۃ صفحہ ۳۵۸ ایضاً فی الجہاد صفحہ ۲۲۱۔

فائدہ :- ابتداء میں حضرت انصارؓ نے اپنے باغوں کے کچھ درخت مہاجرین کو دیئے تھے کہ موسم پر چھڑتا بھی پھل کھائیں۔ پھر جب حق تعالیٰ نے بنو قریظہ اور بنو نغیر کے غنائم سے مسلمانوں کو سرفراز کیا تو آنحضرتؐ نے یہ غنیمتیں مہاجرین میں تقسیم فرما کر مہاجرین کو حکم دیا کہ اب تم لوگ اپنے بھائی انصار کے درخت واپس کر دو اور چنانچہ سب نے عمل کیا، حضرت ام ایمن نے یہ سمجھا کہ شاید میں اصل درخت کی مالک ہو گئی ہوں حالانکہ سب کو صرف پھل کھانے کے لئے دیا گیا تھا بغیر تملیک رقبہ کے۔ پھر آنحضرتؐ نے انتہائی نرمی اور کمال مہربانی کا برتاؤ دکھا کر جس گناہ پر راضی کیا۔

۱۶۱۔ حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا غندمر قال حدثنا شعبۃ عن سعد قال سمعت ابا امامۃ قال سمعت ابا سعید بن الخدری یقول نزل اهل قریظۃ علی حکم سعد بن معاذ فارسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی سعد فاتی علی حمار فلکادنا من المسجد قال للانصار قوموا الی سیدکم او اخیکم فقال هو لاء نزلوا علی حکمک فقال تقتل مقاتلتہم وتسنی ذراہم یتھم قال قضیت بحکم اللہ ورمبما قال بحکم الملک۔

ترجمہ :- حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ بنو قریظہ سعد بن معاذ کے فیصلہ پر اترے (یعنی راضی ہوئے)

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو بانے کے لئے آدمی بھیجا چنانچہ وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے، سو جب مسجد کے قریب آئے دیہاں مسجد سے مراد نماز پڑھنے کی وہ جگہ ہے جو آنحضرتؐ نے بنی قریظہ کے ایام حصار میں نماز کے لئے منتخب اور متعین فرمائی تھی، تو آنحضرتؐ نے انصار سے فرمایا تو موالیٰ سید کم، اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو زیا آنحضرتؐ نے فرمایا شک راوی، اپنے سے بہتر کی تکریم کے لئے اٹھو، پھر آنحضرتؐ نے سعد سے فرمایا کہ یہ لوگ دیہہ بنی قریظہ تمہارے فیصلہ پر راضی ہوئے ہیں، چنانچہ سعد نے کہا "ان کے لڑنے والے جوان قتل کر دیئے جائیں، اور ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنا لئے جائیں، اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تو نے اللہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا اور کبھی راوی نے بحکم الملک کا لفظ کہا پس اگر بحکم اللہ ہو یعنی بادشاہ کے حکم کے مطابق تو اولیٰ معنی سے فرق ہوگا بادشاہ کے حکم کے مطابق یعنی خدا کے حکم کے مطابق، اور اگر بفتح اللام ہو تو معنی ہوں گے کہ اے سعد تو نے جبریلؑ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا۔

فائدہ ۱۰۔ مراحلیث فی الجہاد صفحہ ۲۷۶۔

۱۶۲۔ حدیثنا زکریا بن عیسیٰ قال حدیثنا عبد اللہ بن نمیر قال حدیثنا ہشام بن ابیہ عن عائشۃ قالت أصیب سعد بن الخندق، ما لا راہل من قریش یقال لہ حبان العرقۃ، ما لا فی الکحل فضرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیمۃ فی المسجد لیعود لا من قریب فلما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الخندق وضع السلاح واغتسل فانا لا جبریل وهو یفرض، اسۃ من الغبار، فقال قد وضعت السلاح واللہ ما وضعتہ اخرج الیہم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فابن فاشام الی ابی قریظۃ فاتاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزلوا علی حکمہ فرد الحکم الی سعد قال فانی احکم فیہم ان تقتل المقاتلۃ وان تسبی النساء والذراریہ وان تقسم اموالہم قال ہشام فاخبرنی عن عائشۃ ان سعداً قال اللہم انک تعلم انہ لیس احدٌ احب الی ان اجاہدہم فیک من قوم کذبوا رسولک واخرجوا اللہم فانی اظن انک قد وضعت الحرب بیننا و بینہم فان کان بقی من حرب قریش شیئی فابقنی لہم حتی اجاہدہم فیک وان کنت وضعت الحرب فاجزہا واجعل موتی فیہا فانفجرت من لبتہ فلم یرعہم و فی المسجد خیمۃ من بنی غفار الا الدم یسئل الیہم فقالوا یا اهل الخیمۃ ما ہذا الذی یاتینا من قبلكم فاذا سعد یغد واجزہ دما فمات منها۔

ترجمہ :- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ سعد غزوہ خندق کے موقع پر زخمی ہو گئے قریش کے ایک شخص جس کا نام حبان بن عرقہ تھا ان پر تیر بھینکا اور اس نے ان کے ایک بازو کی رگ میں ان کو تیر مارا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ نصب کر دیا تاکہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور تیرھارا مارا کر غسل فرمایا تو حضرت جبریلؑ آپ کے

پاس آئے اس حال میں کہ وہ اپنے سر سے عجلد جھاڑ رہے تھے سو جبریل نے کہا "آپ نے ہتھیار رکھ دینے؟ خدا کی قسم میں نے ابھی ہتھیار نہیں اتارا ہے آپ ان کی طرف نکلنے (یعنی فوج کشی کیجئے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کس طرف؟ تو جبریل نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے (یعنی ان کا محاصرہ کیا۔ بنو قریظہ جب پندرہ روز کے مسلسل محاصرہ سے پریشان ہو گئے، تو آنحضرت کے فیصلہ پر اترے (یعنی بس آپ جو فیصلہ ہمارے حق میں کریں ہمیں منظور ہے) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کو حضرت سعد کی طرف پھیر دیا، سعد نے کہا میں ان کے بارے میں فیصلہ کتنا ہوں کہ ان میں لڑنے کے قابل لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتیں اور بچے قید کر لئے جائیں اور ان کا مال تقسیم کر لیا جائے۔

ہشام نے بیان کیا کہ پھر مجھے میرے والد (عروہ) نے حضرت عائشہؓ کے واسطے سے خبر دی کہ سعد نے یہ دعا کی تھی "خدا یا تو خوب جانتا ہے کہ اس سے زیادہ مجھے کوئی چیز عزیز نہیں کہ میں تیرے راستہ میں اس قوم سے جہاد کروں جس نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور انہیں ان کے وطن سے نکالا۔ سوائے اللہ اب مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی تو نے موقوف کر دی لیکن اگر قریش سے ہماری لڑائی کا کوئی بھی سلسلہ باقی ہے تو اس کے لئے مجھے زندہ رکھئے یہاں تک کہ میں تیرے راستے میں ان سے جہاد کروں اور اگر تو نے لڑائی کو موقوف کر دیا ہے تو میرے زخم کو پھر سے ہرا کر دیکھتے (آپؐ کے زخم تقریباً ٹھیک ہونے لگے تھے) اور اسی میں میری موت واقع کر دیکھئے، چنانچہ سینہ پر ان کا زخم پھر سے تازہ ہو گیا۔ مسجد میں ایک اور غیمہ..... قبیلہ بنو غفار کے کچھ صحابہ کا تھا خون ان کی طرف بہ رہا تو وہ گھبرائے اور ان لوگوں نے کہا "اے اہل غیمہ! یہ خون تمہاری طرف سے آ رہا ہے یہ کیا ہے (یعنی کیا سبب ہے) دیکھا تو سعد کے زخم سے خون بہ رہا ہے، چنانچہ اسی کی وجہ سے آپؐ کی وفات ہو گئی ارضی اللہ عنہ۔

فائدہ ۱۔ مرقا الحدیث صفحہ ۶۶۔

فائدہ ۲۔ الکحل بفتح الجھزہ وسکون الکاف وباللام وهو عرق فی وسط الذراع یعنی اکحل بازو کے درمیان ایک رگ ہے، علامہ حسینی نے خلیل سے نقل کیا ہے کہ وہ زندگی کی رگ جب کٹ جاتی ہے تو اس کا خون بند نہیں ہوتا لبتہ بفتح اللام وکشدید الباء الموحدة۔
باقی فوائد کے لئے غزوہ بنو قریظہ دیکھئے۔

۱۶۳۔ حدثنا حجاج بن منہال قال اخبرنا شعبۃ قال اخبرني عبدی اللہ سمعہ البراء

قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحسان اھجھم اوھا جھم وجبرئیل معک وخذ ابراہیم بن طھمان عن الشیبانی عن عبدی بن ثابت عن البراء بن عازب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یومہ قریظۃ لحسان بن ثابت اھج المشرکین فان جبرئیل معک۔

ترجمہ :- براء ابن عازبؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان سے فرمایا کہ مشرکین کی جو جگہ کرو۔ (اوھا جھم شک راوی ہے) اور جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں۔

اور ابراہیم بن طہان نے شیبانی سے اتنا اضافہ کیا ہے کہ ان سے عدی بن ثابت نے اور ان سے ہار بن عازب نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بنو قریظ کے موقع پر حسان بن ثابتؓ سے فرمایا کہ مشرکین کی ہجو کرو اور جبریل تمہارے ساتھ ہیں یعنی جبریل کی طرف سے مضمون کا فیضان ہوگا۔
فائدہ:- مراحدیث صفحہ ۲۵۶ تا صفحہ ۲۵۷۔

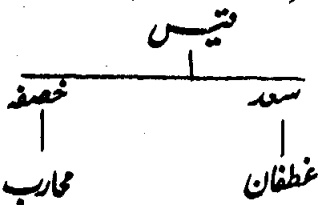
بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصْفَةَ

من بنی ثعلبۃ من غطفان فنزل مخلد وہی بعد خیبر لان ابا موسیٰ جاء بعد خیبر وقال عبد اللہ بن رباح ان خبرنا عمران القطان عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمۃ عن جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی باصحابہ فی الخوف فی غزوة السابعة غزوة ذات الرقاع وقال ابن عباس صلی اللہ علیہ وسلم الخوف بذی قرد وقال بکر بن سوادۃ حدثنی زید بن نافع عن ابی موسیٰ ان جابراً حدثہم صلی اللہ علیہ وسلم بہم یومہ محارب و ثعلبۃ وقال ابن اسحاق سمعت وھب بن کیسان سمعت جابراً خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ذات الرقاع من نخل فلقی جمعا من غطفان فلم یکن قتالاً وانعاف الناس بعضهم بعضاً فصلى النبی صلی اللہ علیہ وسلم رکعتی الخوف وقل یزید عن سلمۃ غزوت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یومہ القرد۔

ترجمہ:- یہ باب غزوہ ذات الرقاع کے بیان میں ہے اور یہ غزوہ (جنگ) قبیلہ محارب خصفہ کا ہے محارب کی اضافت خصفہ کی طرف تعین اور تمیز کے لئے ہے چونکہ عرب کے اور قبائل میں محارب نام کے لوگ تھے جیسے محارب بن ہر وغیرہ، پس محارب خصفہ کہہ کر معین کر دیا گیا کہ یہ محارب بن خصفہ ہے اسی کو محارب بن ہر سے الگ کرنے کے لئے اضافت کے ساتھ محارب خصفہ کہہ دیا گیا۔

من بنی ثعلبۃ من غطفان اس ٹکڑے کا ترجمہ تو یہ ہے کہ محارب بن خصفہ کا غزوہ جو محارب بن خصفہ ثعلبہ کی اولاد میں سے ہے قبیلہ غطفان سے، اس سے تو یہ مفہوم نکلا کہ ثعلبہ جد محارب ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ ثعلبہ غطفان کی اولاد ہے اور غطفان کا نسب اس طرح ہے۔ غطفان بن سعد بن قیس بن غیلان الخ

اور محارب کا نسب: محارب بن خصفہ بن قیس، پس غطفان اور محارب دونوں چچا زاد بھائی ہیں۔
حکماً:-



اس لئے صحیح عبارت اس طرح ہوگی جو

محمد بن اسحاق سے حافظ عسقلانی، علامہ عینی اور علامہ سیوطی رحمہم اللہ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ اصل عبارت اس طرح ہوتی چاہئے ”وہی غزوہ محارب خصمة وبنی ثعلبة من غطفان“ مطلب یہ ہے کہ غزوہ ذات الرقاع ہی کا دوسرا نام غزوہ محارب خصمہ اور بنی ثعلبہ ہے جو قبیلہ غطفان میں سے تھا یعنی من بنی ثعلبة کے بجائے واؤ عاطف ہے ”و بنی ثعلبة“

امام نووی اور ابن سعد کہتے ہیں کہ ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں آپ نے اس غزوہ میں نزول وجہ سے کہیں فرمایا تھا اس میں سیاہ اور سفید اور سرخ نشانات تھے۔

ابن اسحاق سے منقول ہے کہ ذات الرقاع ایک درخت کا نام ہے۔

لیکن خود بخاری شریف اور مسلم شریف میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ سواری کی کمی کی وجہ سے ہم لوگ چھ آدمی ایک اونٹ پر باری باری سوار ہو کر گئے تھے ہم لوگوں کے پیر چلتے چلتے پھٹ گئے تھے تو چونکہ پیرزں میں چیتیرے پیٹ لئے تھے اس لئے اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع ہو گیا۔

تعلیق کے لئے کہا جاسکتا ہے کہ اس چیتیرے کے علاوہ درخت اور پہاڑ کے نام بھی ہوں۔

یہ غزوہ کب ہوا؟ اس کی تاریخ وقوع میں اختلاف ہے امام المغازی محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ غزوہ غزوہ خندق کے بعد اور غزوہ خندق سے پہلے جمادی الاولیٰ سنہ ۶ھ میں ہوا۔

فہند ابن اسحاق انہا بعد بنی النضیر وقبل الخندق سنة اربع الخ (فتح)

اور ابن سعد اور ابن جہان کہتے ہیں کہ یہ غزوہ محرم سنہ ۶ھ میں ہوا۔

لیکن امام بخاری فرماتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خندق کے بعد سنہ ۶ھ میں ہوا جیسا کہ آ رہا ہے۔

غزوہ ذات الرقاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یزید بن جہلی کہ بنی محارب اور بنی ثعلبہ آپ کے مقابلہ کے لئے لشکر جمع کر رہے ہیں تو آپ چار سو صحابہ کی جمعیت لے کر نجد کی طرف روانہ ہوئے، جب آپ نجد پہنچے تو کچھ لوگ غطفان کے نئے مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صلوة خوف پڑھائی۔

واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیر دار درخت کے نیچے قیلو لہ فرمایا اور تلوار درخت سے لٹکادی ایک مشرک آیا اور تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا اور آپ سے دریافت کیا کہ بتلاؤ اب تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا آپ نے نہایت اطمینان سے فرمایا اللہ۔

یہ بخاری کی روایت ہے، ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جبریل امین نے اس کے سینہ پر ایک گھونہ رسید کیا نور آہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی اور آپ نے اٹھالی اور فرمایا ”بتلا میرے ہاتھ سے تجھے کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں! آپ نے فرمایا اچھا جاؤ میں نے تم کو معاف کیا۔

واقعی کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہو گیا اور اپنے قبیلہ میں پہنچ کر اسلام کی دعوت دی بہت سے لوگ اس کی دعوت سے مسلمان ہوئے، صحیح بخاری میں ہے کہ اس شخص کا نام غورث بن حارث تھا۔

فنزول تخللا وهما بعد خبيبر كان اباموسى الخبيبي آنحضرت صلى الله عليه وسلم نے معتم نخل
 رفيع النون وسكون الحمار، میں نزول فرمایا، پڑا تو کیا (یہ نخل ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے دو دن کا راستہ ہے نجد میں)
 اور یہ غزوہ وغزوہ خیبر کے بعد ہوا ہے کیونکہ ابو موسیٰ اشعری غزوہ خیبر کے بعد ششہ ہجرت میں حبشہ سے مدینہ آئے تھے۔
 فائدہ :- امام بخاری کا استدلال ہے کیونکہ آنے والی روایت میں اس کی صراحت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری
 غزوہ ذات الرقاع میں شریک ہیں اور روى واقعہ میں جس سے معلوم ہوا کہ غزوہ ذات الرقاع میں شریک ہیں اور یہ
 معلوم ہو چکا ہے کہ ان کی آمد خیبر کے بعد ہے۔ لاجلہ غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ خیبر کے بعد ہونا لازمی ہے کیونکہ روایت
 آئے گی کہ ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلى الله عليه وسلم کے پاس آئے جبکہ آپ نے خیبر کو فتح کیا۔
 بعض حضرات نے تطبیق کے لئے کہا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع دو جنگوں کا نام ہے ایک خیبر کے قبل اور دوسرے
 بعد خیبر۔

وقال عبد الله بن رجا الخ حضرت جابر بن عبد الله سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلى الله عليه وسلم نے
 اپنے اصحاب کو خوف کی حالت میں نماز پڑھائی (یعنی صلوٰۃ خوف) ساتویں غزوہ وغزوہ ذات الرقاع میں۔
 فائدہ :- غزوہ ذات الرقاع مجرور ہے چونکہ غزوہ السابعة سے بدل ہے۔
 مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلى الله عليه وسلم کے غزوات میں سے ساتواں غزوہ ذات الرقاع ہے علامہ
 علامہ احمد خندق بلا سنی قرظیہ مد مرسیع علا خیبر اور ساتواں غزوہ غزوہ ذات الرقاع ہے۔
 حضرت جابر کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غزوہ ذات الرقاع میں
 مشروعیت صلوٰۃ خوف | آنحضرت نے صحابہ کے ساتھ صلوٰۃ خوف ادا فرمائی۔

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ صلوٰۃ خوف کس سال مشروع ہوئی؟

مہر کہتے ہیں ان اول ما صلیت فی غزوہ ذات الرقاع یعنی سب سے پہلے صلوٰۃ خوف غزوہ
 ذات الرقاع میں پڑھی گئی، نیز مسند امام احمد اور سنن میں روایت ہے کہ مروان بن الحکم کے سامنے ابو ہریرہ
 نے بیان کیا کہ ہم نے صلوٰۃ خوف غزوہ نجد میں رسول اللہ صلى الله عليه وسلم کے ساتھ پڑھی ہے اور حضرت ابو ہریرہ غزوہ
 خیبر کے قریب مسلمان ہوئے، پھر سب کا اتفاق ہے کہ صلوٰۃ خوف کی مشروعیت غزوہ خندق کے بعد ہے۔ علامہ ابن
 قیم بھی کہتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف کی مشروعیت غزوہ ذات الرقاع میں ہوئی۔

وقال ابن عباس الخ ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی اکرم نے صلوٰۃ خوف ذی قرد میں پڑھی۔

فائدہ :- قرظی بفتح القاف والراء هو موضع علی الخویریم من المدینۃ ممالی من بلاد غطفان یعنی ذی قرد ایک جگہ کا نام
 ہے جو مدینہ سے ایک دن کی مسافت پر ہے۔ بلاد غطفان کے قریب۔

ابن عباس کی اس روایت کو امام نے تعلیقاً نقل کیا ہے، نسائی اور طبرانی نے موصولاً تخریج کی ہے۔

وقال بکرمین سواد الخ اور بکرمین سواد الخ اور بکرمین سواد الخ نے بیان کیا کہ بکرمین بفتح الباء الموحدة وسكون الکا ف
 سواد ذی قرد سین و فتح الخاؤ، حضرت جابر نے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلى الله عليه وسلم نے غزوہ حارث اور

ثعلبہ کے دن عہد اکرام کو نماز پڑھانی یعنی صلوٰۃ خوف دینی غزوہ ذات الرقاع ہے) نوٹ ۱۔ اس حدیث سے ترجمتہ الباب کی عبارت کی غلطی بھی ملاحظہ معلوم ہوگئی کہ محارب ثعلبہ کے درمیان واؤ عاظفہ ہے۔

وقال ابن اسحاق انہ حضرت جابر کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع کے لئے موضع نخل سے نیکے قربی غطفان کی ایک جماعت سامنے آئی مگر جنگ نہیں ہوئی اور لوگ خوف کرتے رہے بعض بعض سے دہشت چاک حملہ سے ڈرتے رہے، اس لئے نبی اکرم نے دو رکعت صلوٰۃ خوف پڑھی۔

فائدہ ۱۔ نخل نجد کے ایک موضع کا نام ہے حافظ عثمانی کہتے ہیں غطف من قال ان المراد نخل الخ یعنی جن لوگوں نے یہاں نخل سے مراد مدینہ کے کھجور کا درخت لیا ہے اس نے غلطی کی ہے۔

وقال یزید بن سلمۃ انہ اور یزید نے سلمہ بن اکوع سے روایت نقل کی ہے کہ میں نبی اکرم کے ساتھ غزوہ قرد میں شریک تھا۔

فائدہ ۱۔ حضرت سلمہ بن اکوع کی یہ حدیث پورے طور پر صفحہ ۶۰۳ پر آرہی ہے جس کا عنوان ہی ہے۔ باب غزوہ ذات الرقاع لیکن وہاں صلوٰۃ خوف کا ذکر نہیں ہے۔ امام بخاری نے جو مختلف آثار نقل کئے ہیں بعض سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ خوف ذات الرقاع میں پڑھی گئی اور بعض سے معلوم ہوا کہ غزوہ قرد میں اور یہ بلاشبہ دونوں الگ الگ غزوے ہیں۔

یہ سچی بات ہے کہ ہم کو نماز بھی شک نہیں ہے کہ صلوٰۃ خوف کی اولیت میں اختلاف ہے لیکن یہ مسئلہ صاف ہے کہ آل حضرت نے صلوٰۃ خوف مختلف غزوات میں پڑھی ہے۔

اس کی پوری اور تفصیلی بحث کے لئے جلد اول باب صلوٰۃ الخوف دیکھیے جس کا حاصل یہ ہے کہ صلوٰۃ خوف متعدد طریقوں سے پڑھی گئی۔

صلوٰۃ خوف

امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک صلوٰۃ خوف کے سلسلہ میں حضرت ابن عمر کی روایت راجح ہے جو بخاری اول صفحہ ۱۲۰ پر ابواب الخوف کی پہلی حدیث ہے نیز یہ روایت صحاح ستہ میں سب سے قوی ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ نے سہل بن حنظلہ کی روایت کو راجح قرار دیا ہے جو اسی صفحہ ۵۹۲ کے نیچے آرہی ہے۔

حنفیہ کے نزدیک صلوٰۃ خوف کا افضل طریقہ یہ ہے کہ مجاہدین کے دو گروہ کر کے ایک گروہ کو دشمن کے سامنے کر دیا جائے اور دوسرے گروہ کو امام ایک رکعت پڑھائے، پھر یہ گروہ دشمن کے سامنے چلا جائے اور پہلا گروہ دشمن کے مقابل والا امام کے پیچھے آجائے، اس کو بھی امام ایک رکعت پڑھا کر سلام پھیر دے اور گروہ دشمن کے مقابل چلا جائے اور اول گروہ جس نے سب سے پہلے ایک رکعت امام کے پیچھے پڑھی تھی وہ اگر ایک رکعت لاحق کی طرح پوری کرے پھر یہ چلا جائے اور دوسرا گروہ (امام کی آخرت رکعت والا) اگر اپنی رکعت مسبوق

کی طرح پوری کرے لیکن امام کے سلام کے بعد اگر دونوں گروہ ترتیب وار اپنی اپنی جگہ ایک ایک رکعت پوری کر لیں، تب بھی جائز ہے۔ (شامی)

بیزیر کیفیت مؤطا امام محمد میں ابن عباس کی روایت سے بھی ثابت ہے پس حنفیہ کا مسلک ابن عمر، ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی روایات کے مطابق ہے نیز قرآن حکیم میں جو ارشاد الہی ہے وَاذْکُنْتَ فِیْہِم مَّاعَمْت لَہِم الصَّلٰوۃَ فَلْتَقِمِ طَائِفَتَہُمْ مَّعًا وَّلِیَا نَعُوْذُ وَاِیْحٰذِیْہُمْ وَاَسْلِحْتِہُمْ۔ اس سے بھی حنفیہ کا مسلک قریب تر ہے کیونکہ فاذا سجدا و افلیکونو کا مطلب یہ ہوا کہ پہلا گروہ سجدے سے فارغ ہو کر چلا جائے، یہ حنفیہ کا مسلک ہے، ائمہ ثلاثہ کے مسلک میں سجدے سے فارغ ہو کر اپنی نماز پوری کرنی ہوتی ہے۔

شوافع اور مالکیہ میں کچھ فرق ہے وہ یہ کہ شوافع کے نزدیک دوسری جماعت کو ایک رکعت پڑھا کر امام انتظار کرے گا جب وہ اپنی رکعت پوری کر کے قعدہ کر لیں گے تب امام سلام پھیرے گا، مالکیہ کے نزدیک امام انتظار کئے بغیر سلام پھیر دے گا۔

ائمہ ثلاثہ نے سہل بن حنظلہ کی روایت کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ اس میں حرکات کی کمی ہے اس کے برخلاف حضرت ابن عمر کے روایت کردہ طریقے میں حرکات کی کثرت ہے جو شان نماز کے خلاف ہے۔

علا کثرت طرق کی وجہ سے یہ روایت قابل ترجیح ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ ابن عمر کی روایت آیت قرآنی کے زیادہ مطابق ہے، ہر اکثر حرکات کا معاملہ تو اس موقع پر شریعت نے کثرت حرکات کو جائز قرار دیا ہے اور خود آیت میں نقل و حرکت کا حکم دیا گیا ہے۔

علا حضرت ابن عمر کی روایت منوع اور بہت قوی ہے، بخاری اور مسلم نے اس کو ذکر کیا ہے بخلاف سہل بن حنظلہ کی روایت کے کہ موقوف ہے اس کے منوع ہونے میں کلام ہے علا تاریخ کا اتفاق ہے کہ سہل بن حنظلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ سال کے تھے پھر اس صلوة خوف کے وقت ان کی عمر کیا ہوگی؟ پس روایت یقیناً مرسل ہے اور مرسل عند الشوافع حجت نہیں۔

علا نیز ابن حنظلہ کی روایت میں مقتدیوں کا امام سے پہلے نماز سے فارغ ہونا لازم آتا ہے جس کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

علا اس میں قلب موضوع لازم آتا ہے کہ امام کو مقتدیوں کا انتظار کرنا پڑتا ہے گویا امام کا تابع ہونا لازم آتا ہے جو منصب امام کے خلاف ہے، برخلاف اس کے کہ ابن عمر کے طریقے میں صرف نقل و حرکت کی کثرت لازم آتی ہے جس کی شریعت میں متعدد نظیریں ملتی ہیں جیسا کہ حضرت ابو بکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے تھے اور آنحضرت نے آگے بڑھ کر امامت و زمانہ، اسی طرح نماز کی حالت میں اگر حدیث لاحق ہو جائے تو وضو کرنے کے لئے نقل و حرکت کی اجازت ثابت ہے مگر امام کا انتظار کرنا ثابت نہیں۔

فت دبر۔

۱۷۴۔ حدثنا محمد بن العلاء قال حدثنا أبو أسامة عن بريد بن عبد الله بن أبي بردة عن أبي بردة عن أبي موسى قال خرجنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في غزاة ونحن ستة نفر بيننا بغير نعتقه فنقبت اقدامنا ونقبت قدمائنا وسقطت اظفارنا فكتفنا نعتف على ارجلنا الخرق فسيئت غزوة ذات الرقاع لما كنا نعصب من الخرق على ارجلنا وحدث ابو موسى بهذا ثم كبره ذلك قال ما كنت اصنع بان اذكره لانه كره ان يكون شيئا من عملنا افسادا۔

ترجمہ :- حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں نکلے، ہم چھ آدمی تھے کہ ہمارے درمیان صرف ایک اونٹ تھا جس پر ہم یکے بعد دیگرے (ہادی ہادی) سوار ہوتے تھے۔ سو ہمارے پاؤں پھٹ گئے تھے، اور میرے دونوں پاؤں پھٹ گئے تھے، چونکہ زمین پتھر مٹی اور ریتیلی تھی، نیز طویل سفر پیمار پیدل، اور میرے ناخن گر گئے تھے چنانچہ ہم لوگ اپنے پیروں پر کپڑے کی پٹیاں باندھتے تھے اس لئے اس کا نام غزوة ذات الرقاع رکھا گیا (رقمہ کپڑے کا ٹکڑا) خرقہ، چندیا پیروں پر باندھنا باندھ کر چلنے کی وجہ سے چنانچہ وجہ تسمیہ میں اس حدیث کا بھی ذکر کیا ہے، اور ابو موسیٰ نے یہ حدیث بیان کر دی پھر یہ بیان کرنا اچھا نہیں معلوم ہوا فرمانے لگے کہ میں اس کام کو اس لئے نہیں کرتا تھا کہ اس کو بیان کروں گویا کہ آپ نے اچھا نہیں سمجھا اس بات کو کہ آپ اپنے عمل خیر میں سے کوئی عمل ظاہر کریں۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ اپنے اعمال صالحہ کو چھپانا افضل ہے لیکن بسا اوقات اگر ترغیب و ترہیب کے پیش نظر عمل خیر کا اظہار کریں تو یقیناً بہتر ہوگا، انما الاعمال بالنیات۔

۱۷۵۔ حدثنا قتيبة بن سعيد عن مالك عن يزيد بن رومان عن صالح بن نحووات عن شهد مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم ذات الرقاع صلوة الخوف ان طائفة صفت معه وطائفة وجا لا العدو فصلى بالتي معه ركعة ثم ثبت قائما واتموا لانفسهم ثم انصرفوا فصفوا وجا لا العدو وجاءت الطائفة الاخرى فصلى بهم الركعة التي بقيت من صلاته ثم ثبت جالسا واتموا لانفسهم ثم سلم بهم وقال معاذ حدثنا هشام عن ابى الزبير عن جابر قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم بنخل فذكر صلوة الخوف قال مالك وذالك احسن ما سمعت في صلوة الخوف تابعنا، والبيت عن هشام عن زيد بن اسلم ان القاسم بن محمد حدثه صلى النبي صلى الله عليه وسلم في غزوة بني النضير۔

ترجمہ :- صالح بن نحووات سے روایت ہے صانع نے ایک ایسے صحابی سے روایت کی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں شرکت کی تھی صلوة خوف کی (یعنی آنکھوں کے ساتھ صلوة خوف اس طرح پڑھی) کہ ایک گروہ نے آپ کے ساتھ صف باندھی اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابل رہا تو آپ

نے اس گروہ کو جو آپ کے ساتھ پیچھے تھا ایک رکعت نماز پڑھائی پھر آپ اپنی جگہ کھڑے رہے اور اس گروہ نے اپنی نماز پوری کر لی (یعنی الگ الگ از خود باقی ایک رکعت پوری کر لی پھر یہ لوگ واپس آگئے اور دشمن کے مقابل صف آرا ہوئے اور دوسرا گروہ آیا آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو وہ رکعت پڑھائی جو آپ کی نماز سے باقی رہ گئی تھی، یعنی دوسری رکعت پھر اپنی جگہ قعدہ میں آپ بیٹھے رہے اور اس جماعت نے اپنی نماز (جو باقی رہ گئی تھی) پوری کر لی پھر حضرتؐ نے ان کے ساتھ سلام پھیرا۔

اور معاذ نے بیان کیا ان سے ہشام بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی ان سے ابو زبیر نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام نخل میں تھے پھر آپؐ نے صلوٰۃ خوف کا تذکرہ کیا۔ امام مالک نے بیان کیا کہ صلوٰۃ خوف کا یہ طریقہ سب سے بہتر ہے ان طریقوں میں جو میں نے صلوٰۃ خوف کے اندر سنی ہے، لیث نے اس روایت میں متابعت کی (یعنی معاذ کی) عن ہشام بن زید بن اسلم کہ قاسم بن محمد نے اس (زید بن اسلم) سے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بنی انار میں نماز پڑھی (یعنی صلوٰۃ خوف) نوٹ:۔ یہ ہشام جس سے لیث نے روایت کی ہے ہشام بن سعد اونی ہیں بخلاف ہشام مذکور کے جن سے معاذ نے روایت کی وہ دستوائی تھے۔

فائدہ:۔ ان متابعات سے امام کا مقصد کیا ہے؟ غالباً امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت جابر کی مختصر و مفصل تمام روایتیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ صلوٰۃ خوف غزوہ ذات الرقاع ہی میں ہوئی جو کناہمہ النبی بنی نخل سے صاف ظاہر ہے لیکن حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ لکن فیہ نظر الخ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہشام کی روایت عن ابی الزبیر کا سیاق دال ہے اس بات پر کہ دوسری حدیث ہے اور دوسرے غزوے کے متعلق ہے اور ابو الزبیر کی روایت حضرت جابر سے عسفان کے واقعہ میں ہے جس کو امام احمد اور اصحاب سنن ابو یعلیٰ الزرقانی سے اور ترمذی ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف پہلے پہل غزوہ عسفان میں آنحضرتؐ نے پڑھی ہے اور ان دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ ضحیان اور عسفان کے درمیان اترے تھے اور کفار کے لشکر میں سردار خالد بن ولید تھے، مسلمان جب نماز نظر سے فارغ ہوئے تو کافروں نے اٹھوسس کیا کہ ہم نے ایک موقع کھودیا پھر خالد نے کفار سے مشورہ کیا کہ عصر کی نماز مسلمانوں کو اپنے مال و اولاد سے بھی عزیر ہے، جب یہ لوگ عصر کی نماز شروع کریں تو متفقہ طور پر حملہ کر دیا جائے، حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ کو اس مشورے کی خبر دی اور اصحاب کو دو حصہ کر کے صلوٰۃ خوف پڑھنے کا پہلے پہل حکم دیا۔ اب اگر بات یہ ہے کہ صلوٰۃ خوف کا حکم غزوہ عسفان میں ہوا جو بالاتفاق غزوہ خندق کے بعد ہے۔ اب اگر ذات الرقاع کو غزوہ خندق سے پہلے مانا جائے جیسا کہ اسباب سیر و مغازی کی رائے ہے تو عظیم اشکال ہوگا کہ آنحضرتؐ نے غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ خوف کیسے پڑھی؟ تو امام بخاری ان دلائل سے اپنی رائے مضبوط کرنا چاہتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہے ان دلائل سے متاثر ہو کر علامہ ابن قیم بھی یہی کہتے ہیں کہ ذات الرقاع غزوہ عسفان اور غزوہ خیبر کے بعد ہوا۔

رہا یہ اشکال کہ پھر امام بخاری نے غزوہ ذات الرقاع کو غزوہ خیبر سے مقدم کیوں بیان کیا، اس کا

جواب صرف یہ ہو سکتا ہے کہ روایت بخاری سے ترتیب کی گڑبڑی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

فائدہ ۱۔ قال مالک وذا اللث احسن ما سمعت انہ امام مالک کا یہ کہنا کہ یہ طریق یعنی صالح بن خوات کی روایت عن شہد والا طریق جو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک راجح ہے احسن طریق ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام مالک نے صلوٰۃ خوف کے مختلف طریقے سنے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ صلوٰۃ خوف کے طریقے آنحضرتؐ سے مختلف منقول ہیں، اب بعض حضرات نے اس کو اختلاف احوال پر محمول کیا ہے، بعض نے توسع و تنجیح پر یعنی طرق منقولہ میں سے جس طریقہ پر انا کرے جائز اور درست ہے اور یہی ائمہ مجتہدین کا فتویٰ ہے کہ ابن عمر کے منقول طریقہ ادا کرے، یا سہل بن حشمہ کے طریقہ منقولہ پر درست سب ہے صرف افضلیت کا اختلاف ہے عن شہد معہ سوال للہ سے مراد کون ہیں؟ دو قول ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ قیل ان اسم هذا المصنف سہل بن حشمہ پھر فرماتے ہیں هذا هو الناظر من روایت البخاری وکن الراج ان ابوہ خوات بن جیر۔ خلاصہ یہ ہے کہ راوی کے والد حضرت خوات بن جیر ہوں یا سہل بن حشمہ ہر دو بزرگ صحابی ہیں اور صحابی کی جہالت و بہام روایت کے لئے قاصر نہیں ہے لان الصحابة کلہم عدول باقی احادیث و شوافع کا مسلک ہم نقل کر چکے ہیں۔

۱۶۶۔ حدثنا مسدد قال حدثنا يحيى عن القاسم بن محمد عن صالح بن خوات عن سهل بن حشمه قال يقوم الامام مستقبل القبلة وطائفه منہم معهم وطائفه من قبل العدا ووجوهہم الى العدا ویتصلی بالذین معہ ركعة ثم يقومون فيركعون لائنفيسهم ركعة ويسجدون سجدتين في مكانهم ثم يذهب هؤلاء الى مقام اولئك فيسجدون سجدتين في مكانهم ثم يركعون ويسجدون سجدتين۔

ترجمہ:۔ حضرت سہل بن حشمہ سے روایت ہے کہ صلوٰۃ خوف میں، امام قبلہ رو ہو کر کھڑا ہوگا اور ایک گروہ ان میں سے (یعنی مجاہدین میں سے)، امام کے ساتھ کھڑا ہوگا اور ایک جماعت دشمن کے سامنے یعنی مقابل کھڑی ہوگی۔ ان کا رخ دشمن کی طرف ہوگا۔ امام اپنے ساتھ والی جماعت کو پہلے ایک رکعت پڑھا دے گا پھر یہ لوگ ایک رکعت پڑھنے کے بعد کھڑے ہو جائیں گے اور ایک رکوع اور سجدے سے ایک رکعت خود پوری کریں، اسی جگہ پھر یہ لوگ ان کی جگہ چلے جائیں گے (یعنی دشمن کے مقابل)، اور وہ لوگ اویں گے تو امام اس دوسری جماعت کو ایک رکعت پڑھا دے گا پس امام کی دو رکعتیں پوری ہو جائیں گی اور یہ دوسری جماعت ایک رکوع اور دو سجدے خود پورے کریں گے یعنی بغیر متابعت امام کے۔

فائدہ:۔ یہ روایت ائمہ ثلاثہ کی مستدل ہے اور اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ امام بیٹھ کر مقتدی کے ختم نماز کا انتظار کرے۔

۱۔ اس متابعت کا مقصد یہ ہے کہ غزوہ بنی النذر وغزوۃ ذات الرقاع ایک ہے۔

۱۶۷۔ حدثنا مسدد قال حدثنا يحيى عن شعبة عن عبد الرحمن بن القاسم عن ابيه عن صالح بن خوات عن سهل بن حشمه عن النبي صلى الله عليه وسلم

مشکہ -

ترجمہ :- مسدود نے دوسری سند سے اسی سابق کی طرح حدیث نقل کی ہے۔

۱۶۸- حدثني محمد بن عبد الله قال حدثني ابن أبي حازم عن يحيى بن سمع القاسم
اخبرني صالح بن نحووات عن سهل حدثه فتوكل -

ترجمہ :- صالح بن نحووات نے سهل بن حنظل سے روایت کی ہے جس میں سهل بن حنظل نے اپنے سابق قول میں معنی
مذکورہ بالا حدیث صلوٰۃ خوف کے متعلق صالح سے بیان کی ہے۔

۱۶۹- حدثنا ابوالیمان قال اخبرنا شعيب عن الزهري قال اخبرني سالم ان ابن عمر
قال غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل نجد فنوا زينا العسود
فصافنا لهم -

ترجمہ :- حضرت ابن عمر کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف جہاد کیا، سو
ہم دشمن کے مقابل ہوئے اور ہم نے ان کے مقابلہ کے لئے صف بندی کی۔

فائدہ :- چونکہ امام بخاری ابن عمر کی اس حدیث کو مکمل پوری حدیث صفحہ ۱۲۸ باب الخوف میں نقل کر چکے تھے
اس لئے صرف ٹکڑا نقل کر کے اشارے پر اکتفا کیا ہے پوری حدیث کے لئے بخاری صفحہ ۱۲۸ دیکھو، صلوٰۃ خوف
کے اندر حنفیہ کا عمل اسی پر ہے۔ اور نجد کی طرف جہاد سے مراد غزوة ذات الرقاع ہے۔

۱۷۰- حدثنا مسدد قال حدثنا يزيد بن زريع قال حدثنا معمر عن الزهري
عن سالم بن عبد الله بن عمر عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلي
ياحدى الطائفتين والطارفة الاخرى مواجهاة العدو ثم انصرفوا فقاموا في مقام
اصحابهم فجاء اولئك فصلى بهم ركعة ثم سلم عليهم ثم قام هو لاء فقضوا
صكعتهم وقام هو لاء فقضوا ركعتهم -

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کے ساتھ نماز
(خوف) پڑھی، دوسری جماعت اس عرصہ میں دشمن کے مقابل رہی پھر یہ لوگ پلٹ گئے، جو ایک رکعت پڑھ چکے
اور اپنے ان ساتھیوں کی جگہ میں کھڑے ہو گئے، جو دشمن کے مقابل تھے، پس وہ لوگ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان لوگوں کو ایک رکعت نماز پڑھائی، پھر آپ نے ان پر سلام پھیرا، پھر یہ لوگ کھڑے ہو گئے اور اپنی ایک
(باقی) رکعت پوری کی اور ان لوگوں نے (چوتھی) جماعت بھی، کھڑے ہو کر اپنی ایک رکعت پوری کی۔

۱۷۱- حدثنا ابوالیمان قال اخبرنا شعيب عن الزهري قال حدثني سنان بن سلمة
ان جابراً اخبرنا انه غزا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل نجد -

ترجمہ :- حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف (یعنی
غزوة ذات الرقاع میں) جہاد کے لئے گئے۔

۱۷۲ - ح و حدثنا اسمعيل قال حدثني اخي عن سليمان عن محمد بن ابى عتيق عن ابن شهاب عن سنان بن ابى سنان الذؤبى عن جابر بن عبد الله اخبرنا انه غزا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل نجد فلما قفل رسول الله صلى الله عليه وسلم قفل معه فادركتهم القائله في واد كثير العضا لا تنزل رسول الله صلى الله عليه وسلم وتفرق الناس في العضا يستظلون بالشجر وينزل رسول الله صلى الله عليه وسلم تحت سمره فعلق بها سيفه قال جابر فبينما نومه ثم اذا رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعوننا نجشأ فاذا عندنا اعرابي جالس فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان هذا اخترط سيفي وانا انتم فاستيقظت وهو في يده صلتا فقال لي من يمنعك مني قلت الله فيها هوذا جالس ثم لم يعاقبه رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال ابان حدثنا يحيى بن ابى كثير عن ابى سلمة عن جابر قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم بذات الرقاع فاذا اثبتنا على شجرة ظليمة تركناها للنبي صلى الله عليه وسلم فجاء رجل من المشركين وسيف النبي صلى الله عليه وسلم معلق بالشجرة فاخرطه فقال تخافني قال لا قال فمن يمنعك مني قال الله فتهللا اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وقيمت الصلوة فصلى بطائفية ركعتين ثم اخرجوا وصلى بالطائفية الاخرى ركعتين وكان للنبي صلى الله عليه وسلم اربع وللقوم ركعتين وقال مسدد عن ابى عوانة عن ابى بشير اسم الرجل عنوم بن بن الحارث وقاتل فيها محارب خصفة وقال ابو الزبير عن جابر كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم بنجمل فصلى الخوف وقال ابو هريرة صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم في غزوة نجد صلوة الخوف وانا جاء ابو هريرة الى النبي صلى الله عليه وسلم و سلم ايام حبيب -

ترجمہ :- حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف (غزوہ ذات الرقاع میں) جہاد کے لئے نکلے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہونے کے ساتھ یہی واپس ہونے سو ان لوگوں کے قبول کا وقت ایسی وادی میں آیا جہاں کانٹے دار درخت (ببول) بہت تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول فرمایا اور تمام لوگ (مجاہد کرام) درخت کا سایہ حاصل کرنے کے لئے وادی میں پھیل گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ببول کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی تلوار کو اس درخت پر ٹکا دیا۔

حضرت جابر کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ سو گئے ایک نیند کہ اچانک آنحضرت ہم کو پکارتے گئے چنتا پختہ ہم آپ کے پاس پہنچے دیکھا تو کہ آپ کے پاس ایک اعرابی بیٹھا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اس شخص نے میری تلوار (مجد پر) کیسینگی لی تھی دراصل حالیکہ میں سویا ہوا تھا آپس میں بیدار ہوا دراصل حالیکہ اس کے ہاتھ میں تلخی تلوار تھی اس نے مجھ سے کہا "آپ کو کون پچائے گا مجھ سے" میں نے کہا "اللہ" سو دیکھو وہ بیٹھا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے پھر اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

وقال ابان حدثنا الخ یہاں سے بطور تعلق حضرت جابرؓ کی مذکورہ روایت بیان کر رہے ہیں ترجمہ:۔ ابان کا بیان ہے کہ ہم سے یحییٰ بن کثیر نے حدیث بیان کی ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے حضرت جابر نے، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پھر ہم ایسے درخت کے پاس پہنچے جو بہت سایہ دار دکھنا، تھا ہم نے اس درخت کو آنحضرتؐ کے لئے چھوڑ دیا تاکہ آپ آرام فرمائیں، پھر مشرکین میں سے ایک شخص آیا، آنحضرتؐ کی تلوار درخت پر لٹک رہی تھی۔ اس مشرک نے اس تلوار کو حضور پر کھینچ لیا اور کہا۔ ”تم مجھ سے ڈرتے ہو، آپ نے فرمایا نہیں،“ مشرک نے پوچھا: اس وقت میرے ہاتھ سے تمہیں کون پکائے گا؟“ آپ نے فرمایا اللہ۔ پھر آنحضرتؐ کے اصحاب نے اسے ڈانٹ ڈپٹ کیا اور نماز کی اقامت بھی گئی، پھر آنحضرتؐ نے ایک جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی (صلوۃ خوف)، اس کے بعد جماعت بھیجے ہوئے گئی اور آپ نے دوسری جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئیں اور قوم کی دو رکعتیں۔

اور مدونے بواسطہ ابو عوانہ ابو بشر سے نقل کیا کہ اس شخص کا نام جس نے آپ پر تلوار کھینچی تھی (غورث بن حارث تھا) اور آنحضرتؐ نے اس غزوہ وغزوہ ذات الرقاع میں محارب خضفہ سے جنگ کی تھی۔ اور ابوالزیر نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام علی میں تھے تو آپ نے نماز خوف پڑھی۔

اور حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز خوف غزوہ نجد میں پڑھی، اور یقینی بات ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں (سب سے پہلے) غزوہ خیبر کے موقع پر آئے تھے (مراحدیث فی الجہاد)

فائدہ:- ترجمتہ الباب سے مناسبت یہ ہے کہ نجد کی جانب غزوہ سے مراد غزوہ ذات الرقاع ہی ہے۔ عرب کے دو حصے ہیں، نشیبی علاقہ تہامہ اور بالائی حلقہ کو نجد کہتے ہیں جو عراق کی جانب کا علاقہ ہے۔ واقعہ کا بیان ہے کہ غورث بن حارث بعد میں مسلمان ہو گیا تھا، علامہ خطابی کا بیان ہے کہ جب غورث نے آنحضرتؐ کی دلیری و شہادت قدمی دیکھی تو اس نے یہ مشاہدہ کیا کہ کوئی طاقت ہے جو حملہ سے مانع ہے، پھر اس نے ہتھیار رکھ دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جبریل نے اس کے سینے پر مارا تو مارے خوف کے اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی، آنحضرتؐ نے تلوار لے لی اور آپ نے فرمایا: اب جتا، کہ میرے ہاتھ سے تجھے کون پکائیگا اس نے جواب دیا کوئی نہیں، آپ نے پھر چھوڑ دیا اور فرمایا جتا، پھر آنحضرتؐ کے اصحاب جمع ہو گئے اور غورث مشرف باسلام ہو کر اپنی قوم میں گیا اور بہتر سے لوگوں کو مشرف باسلام کیا۔

اشکال:- یہ ہوتا ہے کہ آپ مسافر تھے پھر چار رکعتیں کس طرح پڑھیں؟

جواب:- یہ ہے کہ قوم نے آنحضرتؐ کے ساتھ دو رکعتیں ادا کیں یعنی ایک جماعت نے ایک رکعت

اور دوسری جماعت نے بھی ایک رکعت لیکن راوی نے دو رکعت کو دو رکعت سمجھ کر جمع کر دیا۔

بَابُ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُرَاعَةَ وَهِي

غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيَعِ

اُیٰٰ هٰذَا بَابٌ فِی بَيَانِ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ، الْمُصْطَلِقُ بِغَمِّ الْمِيمِ وَسُكُونِ الْعَادِ الْمَهْلَةِ وَفَتْحِ الطَّارِ وَكَسْرِ اللَّامِ
مِيعْنِي بِرَبِّ بَابِ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ كَمَا بَيَّانَ فِي هَذِهِ "مِنْ خُرَاعَةَ" بِغَمِّ الْخَاءِ وَتَخْفِيفِ الزَّاءِ بِعَيْنِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ
خُرَاعَةَ كِیٰ بَابِ شَارِحٍ هُوَ۔

اور اس غزوے کا دوسرا نام غزوہ مرسیع ہے۔ مرسیع بغم المیم وفتح الخاء وسکون الیاء۔ بنی آخرہ عین
مہلہ، مرسیع ایک چشمہ یا تالاب کا نام ہے جہاں بنی المصطلق سے مقابلہ ہوا۔

وَقَالَ ابْنُ اسْمَاقٍ وَذَلِكَ سَنَةٌ سِتِّ

مُحَمَّدِ بْنِ اسْمَاقٍ لَمْ بَيَّنَّ كِیٰ كَرِهَ غَزْوَهُ سَنَةً هُوَ فِيهَا۔

فائدہ :- بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ شعبان ۶ھ میں ہوا۔

وَقَالَ مُوسَىٰ بِنُ عَقْبَةَ سَنَةِ اَرْبَعٍ

اور موسیٰ ابن عقبہ نے بیان کیا کہ یہ غزوہ ۶ھ میں ہوا۔

فائدہ :- علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ کاتب کی غلطی ہے سن۶ خمس کے بجائے سن۶ اربعہ لکھ گیا۔

اس لئے کہ موسیٰ بن عقبہ کے مغازی میں متعدد طرق سے منقول ہے کہ یہ غزوہ ۶ھ میں ہوا۔ حافظ عسقلانی
کہتے ہیں کہ یہی صحیح تر قول ہے اس لئے کہ سعد بن معاذ کا اس غزوہ میں شریک ہونا بخاری میں مذکور ہے، اور
احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ سعد بن معاذ نے غزوہ خندق سے فارغ ہو کر غزوہ بنی قریظہ کے زمانے

میں وفات پائی جو ۶ھ میں ہوا۔ پس اگر غزوہ مرسیع ۶ھ میں غزوہ بنی قریظہ کے ایک سال بعد مانا
جائے تو سعد بن معاذ کی شرکت مرسیع میں کیسے صحیح ہو سکتی ہے، پس یہی صحیح ہے کہ غزوہ مرسیع ۶ھ میں
ہوا۔ یہی ابن سعد کی رائے ہے وقل ابن سعد خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المرسيع
يوماً الاثنين ليلتين نخلتا من شهر شعبان سنة خمس وعدة القاري (ص ۶۶)

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ حَلْدَيْثُ الْأَفْطِ فِي غَزْوِ وَقْتِ الْمُرَيْسِيَعِ

اور نعمان بن راشد نے زہری کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ واقعہ انک جنگ مرسیع میں پیش آیا تھا۔

فائدہ :- واقعہ انک یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت کا واقعہ جنگ مرسیع سے واپسی

کے وقت پیش آیا تھا۔

غزوہ بنی المصطلق

یہ غزوہ شعبان ۶ شہ میں ہوئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حارث بن ابی ضرار سردار بنی المصطلق نے بہت سی فوج جمع کی ہے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری میں ہے، حضور نے بیدہ بن حصیبؓ کو تفتیشی کے لئے روانہ فرمایا، بیدہؓ نے آکر بیان کیا کہ خبر صحیح ہے، آپ نے صحابہ کو خروج کا حکم دیا۔ اس مرتبہ منافقین بھی مجال غنیمت کے لالچ میں شریک ہوئے جو اس سے پہلے کسی غزوے میں شریک نہ ہوئے تھے۔ حضور نے مدینہ میں حضرت زید بن حارثہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور ازواج مطہرات میں سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام المومنین ام سلمہ کو ساتھ لے کر، شعبان بروز دوشنبہ مدینہ سے نکلے، راستہ میں ایک جاہل سوس ملا، جس کو کفار نے بخبری کے لئے مقرر کیا تھا، حضرت عمرؓ نے اس کو گرفتار کر لیا اور رسول اللہؐ سے اجازت لے کر اس کو قتل کیا، جب کفار کو حضور کی روانگی اور جاہل سوس کے قتل ہونے کی خبر ملی تو کفار پر رعب چھا گیا اور قبائل کے لوگ منتشر ہو گئے، حارث کے ساتھ صرف اس کے قبیلے کے آدمی رہ گئے۔ حضور جب اسلامی لشکر لے کر پہنچے تو کفار اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے اسلامی لشکر نے اچانک حملہ کر دیا جیسا کہ بخاری اول صفحہ ۳۲۵ میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اغار علی بنی المصطلق وهم غارون وانعاصمهم تسقی علی السماء الخ نبی اکرم نے بنی المصطلق پر اچانک حملہ کر دیا اور وہ لوگ غافل اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے، حملہ کی تاب نہ لاسکے، دس آدمی ان کے قتل ہوئے باقی مرد و عورت، بچے اور بوڑھے سب گرفتار کر لئے گئے، مال و اسباب لوٹ لئے گئے دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں غنیمت میں ملیں، کوئی مسلمان اس غزوہ میں شہید نہ ہوا مگر کلب بن عوف کے ایک شخص ہشام بن صبابہ خود حضرت عبادہ بن صالت کے ہاتھ سے قتل ہوئے، حضرت عبادہ نے دشمن کا آدمی سمجھ کر غلطی سے قتل کر دیا۔

ام المومنین حضرت جویریہؓ رضی اللہ عنہا

بنی المصطلق کے دو سو گھرانے قید ہوئے انہیں قیدیوں میں سردار بنی المصطلق کی بیٹی جویریہ ہوں تقسیم میں ثابت بن قیس کے حصہ میں پڑی ہوں، ثابت نے مجھ کو مکاتبہ بنا دیا ہے یعنی اگر اتنی تمہارا کردوں تو آزاد ہو جاؤ گی، مگر میں مال ادا نہیں کر سکتی بدل ثابت میں آپ سے اعانت و املا کی امید لے کر آئی ہوں کہ آپ میری املا کریں تاکہ میں وہ مال ادا کر سکوں، حضور نے فرمایا اس سے بہتر سلوک میں تمہارے ساتھ کروں گا، پوچھا کہ وہ کیا رسول اللہ ہے آپ نے فرمایا کہ مال مکاتبہ ادا کر کے میں خود تمہارے ساتھ عقد کروں گا، بہت خوش ہوئیں اور فرمایا یا رسول اللہ آپ نے ثابت بن قیس کو بلویا اور مال ادا کر دیا اور حضرت جویریہ کو آزاد کر کے ان سے عقد کر لیا۔

صحابہ میں جب یہ خبر پہلی تو سب نے بنی المصطلق کے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہو گئے ہیں۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے جویریہ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے لئے بابرکت نہیں دیکھا کہ جس کی وجہ سے ایک دن میں سو گھر نئے آزاد ہوئے ہوں۔ (ابوداؤد ابواب العقاق حنفی)

اس سفر میں چونکہ منافقین کا ایک گروہ شریک تھا ہر موقع پر اپنی شرانگیزی اور منافقانہ رویہ کو ظاہر کرتا تھا، چنانچہ ابھی مسلمانوں کا لشکر اسی مریح کے پانی

منافقین کی شرارت

پر جمع تھا کہ ایک ناگوار واقعہ پیش آیا کہ ایک مہاجر اور ایک انصاری میں باہم جھگڑا ہو گیا، کہ مہاجرین میں سے بنی غفار کے ایک شخص ججہاہ بن مسعود، جو حضرت عمر بن الخطابؓ کے اجیر تھے اور سنان بن دبر الجہنی ابن خزرج کے حلیف تھے پانی بھرنے کے ڈول کے متعلق دونوں میں تکرار ہو گئی، ججہاہ نے سنان کو ایک لات ماری، سنان نے انصار کو بلا انصار کہہ کر اور ججہاہ نے مہاجرین کو اپنی اپنی مدد کے لئے آواز دی، دونوں جمع ہو گئے اور بات بڑھ گئی۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کے باہم قتل و قتال کی نوبت بھائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً موقع پر تشریف لے گئے اور محنت نارفنگی کے ساتھ فرمایا "ما جال دعوی الجاہلیۃ" یعنی یہ جاہلیت کا نعرہ کیسا ہے، کہ وطنی اور نسبی قومیت کو بنیاد بنا کر امتداد و دفاع کا معاملہ ہونے لگا اور فرمایا دعویٰ جہاہلیت کا نعرہ منقذہ اس نعرے کو چھوڑ دو، یہ نعرہ بدبودار ہے، نسبی قومیت کی بنیاد پر تعاون و تناصر کفر و جاہلیت کا نعرہ ہے، اور فرمایا کہ مسلمانوں کو ہر معاملہ میں یہ دیکھنا چاہئے کہ مظلوم کون ہے اور ظالم کون؟ پھر ہر مسلمان کا خواہ مہاجر ہو یا انصاری اور کسی قبیلہ و خاندان پر یہ فرض ہو جاتا ہے کہ مظلوم کو ظلم سے چھڑاؤ اور ظالم کا ہاتھ روکے، خواہ وہ اپنا حقیقی بھائی اور باپ ہی کیوں نہ ہو، یہ نسبی اور وطنی قومیت جاہلانہ اور بدبودار نعرہ ہے جس سے گندگی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنتے ہی جھگڑا ختم ہو گیا، اس معاملہ میں زیادتی ججہاہ مہاجر کی ثابت ہوئی، حضرت عبادہ بن صامتؓ کے سمجھانے سے سنان بن دبر نے معاف کر دیا اور جھگڑا ختم کرنے والے ظالم و مظلوم پھر بھائی بھائی بن گئے، بات رفع دفع ہو گئی۔

مگر اس سفر میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بکرؓ بھی تھا اس کو موقع مل گیا، اس نے کہا کہ یہ تو وہی مثل ہوئی سنن کلبہ یا کلبہ افاواللہ لئن، جعلنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل۔ یعنی کتے کو موٹا کرو کہ تہیں کو کھالے، خدا کی قسم اگر ہم مدینہ لوٹے تو عورت والا ذلیل کوٹ کال باہر کرے گا، گو یا کہ ملعون نے اپنے آپ کو اعز کہا اور رسول اللہ کو اذل، اور اس قسم کی وجہ سے لوگوں کو حضور اقدسؐ سے برا سمجھنے لگا، چاہا جس وقت وہ یہ کہہ رہا تھا حضرت زید بن ارقمؓ وہاں موجود تھے، انہوں نے جب حضور سے تذکرہ کیا تو اس وقت حضرت عمرؓ فاروق بھی موجود تھے، ان کو جلال آیا، کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اجازت دیجئے ابھی اس منافق کو قتل کر دوں، حضور نے فرمایا، رہنے دو، لوگ حقیقت حال کو تو سمجھیں گے نہیں اور یہ گمان کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ سخت دھمپ کا وقت تھا اور ایسے وقت حضورؐ سے نہیں کیا کرتے تھے مگر اس روز اسی وقت کو پرجاکم دے دیا، انسید بن حفیر نے موبدانہ عرض کیا کہ حضور! آپ تو ایسے وقت سفر نہیں کیا کرتے تھے، آج

کیا ہے؟ فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں ہے کہ عبداللہ بن ابی نے کیا کہا ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو بچنے دیجئے وہ مجھ سے ہے کہ آپ نے اس کی امارت چھین لی ہے۔

آپ تمام دن چلتے رہے کہ شام ہوگئی پھر تمام رات چلتے رہے کہ صبح ہوگئی دوسرے روز صبح ہی صحابہ کرام منزل پر اترے کہ غو خواب ہو گئے، رات کے سحر سے ہر شخص تھک گیا تھا، آپ کی غرض یہ تھی کہ اس منافق کی گفتگو کا تذکرہ زیادہ تو ہونے پائے ورنہ کہیں مہاجرین و انصار میں اختلاف پیدا نہ ہوں۔ عبداللہ بن ابی سے انصار نے دریافت کیا کہ تو نے ایسا کیوں کہا؟ تو اس نے انکار کیا کہ میں نے نہیں کہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر اس نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں کہا ہے۔

حضرت زید بن ارقمؓ کس تھے لوگوں نے سمجھا کہ انہوں نے غلطی کی اور انصار ان سے کہتے تھے کہ تم نے ایک معزز سردار پر ہتھمت باندھ کر یہ کیا ہنگامہ چاڑھا ہے۔ حضرت زید اس الزام سے بہت افسردہ اور پریشان ہوئے لیکن اس کے بعد سورۃ منافقین کی آیتیں نازل ہوئیں جن میں حضرت زید کے قول کی تصدیق ہوئی اور جھوٹ سچ ظاہر ہو گیا۔

جب اس منافق کی تکذیب قرآن پاک نے کر دی اور صحابہ کو صحیح حال معلوم ہوا تو یہ مدینہ میں ہر جگہ ذلیل ہوا، اور لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ اب یہ قتل کر دیا جائے گا اس کے لڑکے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپ میرے والد عبداللہ بن ابی کو قتل کرنا چاہتے ہیں اگر ایسا ارادہ ہو تو آپ مجھے حکم دیں میں اس کا سر خدمت میں حاضر کر دوں، میں خزرج میں باپ کا سب سے میطیع لڑکا مشہور ہوں لیکن میں مسلمان ہوں آپ کا حکم مقدم ہے۔ اگر آپ نے کسی اور کو حکم دیا تو ممکن ہے کہ باپ کے قاتل کو دیکھ کر مجھ میں حیمت پیدا ہو جائے اور مبادا ایک کافر کے بدلے ایک مسلمان کو قتل کر کے جنمی بن جاؤں، حضور نے فرمایا کہ تم اطمینان رکھو میں عبداللہ کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا نہیں چاہتا۔

اسی غزوہ بدر (سیدہ) میں افک کا واقعہ یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر ہتھمت کا واقعہ پیش آیا۔

واقعہ افک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جب غزوے میں جاتے تو اہمات المومنین کے نام قرعہ ڈالنے کا نام نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے، اس غزوے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ ساتھ تھیں، فتح کے بعد واپسی میں مدینہ کے قریب ایک مقام پر قیام کیا، حضرت عائشہؓ قناتے حاجت کے لئے لشکر سے دور میدان میں چلی گئیں جب بوٹنے لگیں تو دیکھا کہ گلے میں ہار نہیں ہے، یہ ہار اپنی بہن اسماء سے عاریتہ لے کر آئی تھیں اس کو تلاش کرنے پھر اسی مقام پر گئیں اور یہاں قافلہ کو روانہ کیے کا حکم ہو گیا۔

چونکہ پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا اس لئے حدود میں سواری کی جاتی تھیں اور جب اتاری جاتیں تو حدود سمیت اتاری جاتیں اور حدود پر پردے لٹکے رہتے تھے۔

حضرت عائشہؓ کا حدود اٹھانے کے لئے جو لوگ مقرر تھے وہ آئے، سمجھا کہ حضرت عائشہؓ حدود میں ہیں حدود کو اونٹ پر رکھ کر روانہ ہو گئے، کسی کو شک بھی نہ ہوا کہ یہ خالی ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ کم عمر تھیں اور دہلی چلی تھیں۔

اس کے علاوہ کئی آدمی مل کر حدود اٹھاتے تھے وزن سے کچھ اندازہ نہ کر سکے۔ حضرت عائشہ فرج ب لوط کر آئیں تو دیکھا کہ میدان صاف ہے، اب کیا کرتیں سمجھا کہ جب منزل پر لوگ نہ پائیں گے تو کوئی تلاش کرنے آئے گا، خدا کی مرضی پر بھروسہ کر کے چادر لپیٹ کر لیٹ گئیں، رات باقی تھی نیند آگئی۔

خود فرماتی ہیں کہ میری نیند صفوان بن معطل کے استرجاع داناللہ وانا الیلہ (اجعون) سے ٹوٹی، حضرت صفوان بن معطل جو تفسلی گری پڑی چیر کے اٹھانے کے لئے پیچھے رہا کرتے تھے وہ آئے اور دیکھتے ہی پہچان لیا چونکہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا اس وقت دیکھتے ہی اناللہ وانا الیلہ (اجعون) پڑھا، یہ تو رسول اللہ کی زوجہ مطہرہ ہیں، پھر مجھ سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ خدا آپ پر رحم کرے میں نے کچھ جواب دیا۔ فرماتی ہیں واللہ ما کلمتی کلمۃ ولا سمعت منہ کلمۃ غیر استرجاعہ (خدا کی قسم صفوان نے مجھ سے کوئی بات تک نہیں کی اور نہ ان کی زبان سے سوائے اناللہ کے میں نے کوئی کلمہ سنا۔

وہ اونٹ میرے قریب نے آئے اور کہا سوار ہو جائیے اور خود پیچھے ہٹ گئے، میں اونٹ پر سوار ہو گئی وہ ہمارے (ڈوری) پکڑ کر روانہ ہوئے اور تیز چلے کہ جلد شکر سے مل جائیں، دن زیادہ ہو گیا تھا لوگ ایک منزل پر پہنچ چکے تھے کہ میرا اونٹ پہنچا۔

لوگوں میں پوری گوسایاں شروع ہو گئیں، بالخصوص عبداللہ بن ابی حمیث منافق نے باتیں بنا بنا کر لوگوں میں خوب پھیلایا سب سے اس کا تذکرہ کرتا، کچھ لگتا کچھ بڑھاتا تھا اور اس کے ساتھی ہر جگہ اس کا تذکرہ کرتے تھے لیکن مجھے ان باتوں کا علم نہ ہوا۔

فرماتی ہیں کہ مدینہ پہنچ کر میں بیمار ہو گئی اور وہاں ہر طرف اس کا تذکرہ ہونے لگا حتیٰ کہ کچھ صادق مسلمان بھی منافقین کے دھوکے میں آگئے اور اس بلا میں مبتلا ہو گئے جن کے نام حسب ذیل ہیں:-

علا حضرت حسان بن ثابتؓ حضور اقدس کے مشہور شاعر ۲۰ مسطح بن اثاثہ حضرت ابو بکر صدیق کی خالہ زاد بہن کے بیٹے یعنی خالہ کے ناتی ۳۰ حذہ بنت محش ام المومنین حضرت زینب بنت محش کی بہن۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے کوئی علم ان باتوں کا نہیں ہوا، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر کیا نہ میرے والدین نے مجھ سے کچھ کہا نہ کسی اور شخص نے، لیکن میں یہ دیکھتی تھی کہ رسول اللہ کا لطف و کرم جو اور بیماریوں میں میرے حال پر ہوتا تھا وہ اس دفعہ نہ تھا، آتے خیریت پوچھتے اور چلے جاتے، اس تغیر کا سبب نہ سمجھ سکتی مگر اس کا مجھ کو رنج ہوتا تھا۔

ایک رات میں مسطح بن اثاثہ کی ماں کے ساتھ حاجت ضروری کے لئے مدینہ سے باہر جنگل کی طرف گئی کیونکہ ان دنوں بدبو کی وجہ سے گھروں میں بیٹ اٹھارہ نہیں بناتے تھے، عورتیں صرف رات کے وقت قضا سے حاجت کے لئے باہر جایا کرتی تھیں اور ام مسطح ابی رحم بن مطلب بن عبد مناف کی لڑکی تھیں اور ان کی ماں حضرت ابو بکر صدیق کی خالہ تھیں، راستہ میں ان کا پیر چادر میں پھنس گیا تو ان کی زبان سے نکلا کہ مسطح ہلاک ہو۔ میں نے کہا تم ایسے شخص کو جو بدری ہیں کیوں برا کہتی ہو۔ ام مسطح نے کہا اسے بھولی بھالی تم کو قصہ کی خبر نہیں، مسطح

کیا جتنا ہے، میں نے کہا وہ کیا ہے تو انہوں نے سب حال بیان کیا، میرا تو ہوش جا تا رہا میں نے کہا کیا تم سچ کہتی ہو، انہوں نے کہا ہاں بالکل سچ۔

میں لوٹ کر گھر آئی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے اپنے ماں باپ کے یہاں جانے کی اجازت چاہی تاکہ ماں باپ کے ذریعہ سے اس واقعہ کی تحقیق کروں۔ آپ نے مجھ کو اجازت دے دی، میں اپنے ماں باپ کے یہاں آگئی اور اپنی ماں سے کہا یہ کیا قصہ ہے، اتنی بات میری بابت ہو رہی ہے اور تم نے مجھ سے ذکر نہ کیا، انہوں نے کہا کہ بیٹی صبر کرو، سوتن والی عورتوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے، میں نے کہا کیا واقعی لوگوں نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں کے منہ سے یہ بات نکلی ہے؟ کیا رسول اللہ تک ایسی گفت گو پہنچی ہے؟ کیا میرے باپ نے یہ سب سنا ہے؟ یہ کہہ کر میں بے اختیار روئے لگی۔ تمام رات روتی رہی، صبح ہو گئی مگر آنسو زر کے زیند آئی، بیماری اور بھی بڑھ گئی، دوسرے گھر میں والد صاحب قرآن مجید پڑھ رہے تھے میرے رونے پر وہ بھی رو پڑے اور فرمایا عائشہ ہجر کر، دیکھ خدا کیا حکم کرتا ہے۔

حضرت عائشہ کی بیماری کی حالت حضور کو ملتی تھی اور خاطر شریف کو بہت خلیجان تھا اکثر گھر میں تنہا اور ملول رہتے تھے اس عرصہ میں کوئی وحی بھی اس معاملہ کے متعلق نازل نہ ہوئی، تو حضور نے مشورے کے لئے لوگوں کو بلایا، حضرت اسامہ بن زید نے کہا یا رسول اللہ میں آپ کے اہل میں خیر و بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا یہ سب جھوٹ اور افترا ہے۔ حضرت علیؑ نے حضرت اسامہ کی طرح صاف صاف صفائی نہیں پیش کی بلکہ رسول اللہ کو سچ و غم اور حزن و ملال کے خیال سے یہ عرض کیا :-

یا رسول اللہ! اللہ نے آپ پر تنگی نہیں کی عورتیں
یا رسول اللہ! لیسم یضیق اللہ علیہا
ان کے سوا بہت ہیں آپ اگر گھر کی لونڈی سے
والنساء سواھا کثیر وان تسأل
دریافت کریں تو وہ سچ سچ بتا دے گی۔
المجاریة تصدقک -

یعنی آپ مجبور نہیں، مفارقت آپ کے اختیار میں ہے لیکن پہلے گھر کی لونڈی سے تحقیق فرمائیں، وہ آپ سے بالکل سچ بتا دے گی، اس لئے کہ باندی اور خادمہ بہ نسبت مردوں کے خانگی حالات سے زیادہ باخبر ہوتی ہیں۔ اس پر حضرت بریدہ بٹانیؓ گئیں، انہوں نے کہا: خدا کی قسم میں نے حضرت عائشہ کی کوئی ناپسندیدہ حرکت نہیں دیکھی، البدینہ غافل اور کمسن لڑکی ہے سو جاتی ہے بگری اگر گندھا ہوا خمیر کھا جاتی ہے یہ تو صحیح بخاری میں ہے، علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ جب سادات صحابہ کے سامنے تذکرہ ہوا تو حضرت ابویوب انصاریؓ اور دوسرے اصحاب نے کہا سبحانک ہذا بہتان عظیم۔

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ بعض ارباب میر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان بن عفان نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! یہ ہونہیں سکتا کہ خدائے ذوالجلال آپ کی اہلیہ کو ایسی ناپاکی میں ملوث ہونے دے اور حضرت علیؑ نے بھی پیچھے ایسا ہی کہا، صحاح میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ زینب بنت جحش سے رسول اللہ نے پوچھا تو فرمایا کہ یا رسول اللہ! میں اپنے کان آنکھ کو اس سے بچانا چاہتی ہوں کہ بغیر دیکھنے سے کوئی بات دیکھنے سننے کی طرف منسوب کر دوں، خدا کی قسم عائشہ سے سوائے خیر کے میں کچھ نہیں جانتی۔ حالانکہ زینب حسن و جمال اور

قدر و منزلت میں رسول اللہ کے نزدیک میری برابری کرتی تھیں لیکن زہد و تقویٰ کی وجہ سے کذب و افتراء میں نہ پھنسیں، ان کی بہن حمنہ بنت عجبش ان سے لڑتی تھیں کہ اس وقت کچھ کہتی کیوں نہیں۔

الغرض اس کے بعد حضور مسجد تشریف لے گئے، خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ کون ہے جو ہماری مدد کرے اور اہتمام لے اس شخص (عبداللہ بن ابی) سے جس نے مجھے میرے اہل کے متعلق سخت ایذا دی ہے حالانکہ بخدا میں اپنے اہل کے متعلق نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتا اور اس کے متعلق ایسے شخص (صفوان بن معطل) کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق نیکی کے سوا کچھ معلوم نہیں ہے۔ اس پر قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں اگر وہ شخص ہمارے قبیلہ اوس کا ہے تو بتائیے ہم اس کی گردن اٹادیں گے اور اگر برادرانِ خزرج کا ہے اور آپ نے حکم دیا تو ہم تمہیں حکم کریں گے۔

عبداللہ بن ابی قبیلہ خزرج کا تھا اس لئے سعد بن عبادہ سردار خزرج کو یہ خیال ہوا کہ سعد بن معاذ ہم پر تعریف کر رہے ہیں کہ اہل انکب قبیلہ خزرج سے ہیں اس لئے ان کو جو شش آگیا انہوں نے سعد بن معاذ کو خطاب کر کے کہا۔ "خدا کی قسم تم اس کو ہرگز قتل کر سکو گے، مقصد یہ تھا کہ اگر ہمارے قبیلہ کا ہوا تو ہم خود اس کو قتل کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔"

سعد بن معاذ کے حجازی بھائی امید بن حفیہ کھڑے ہوئے اور سعد بن عبادہ کو مخاطب بنا کر کہا تم غلط کہتے ہو، رسول اللہ جب ہم کو قتل کا حکم دیں گے تو ہم ضرور قتل کریں گے۔ اگر یہ وہ شخص قبیلہ خزرج کا ہو یا کسی قبیلہ کا ہو کوئی ہم کو روک نہیں سکتا اور کیا تم منافقین کی پاسداری کرتے ہو، اس پر بات بڑھ گئی، دونوں طرف لوگ جنگ کے لئے مستعد ہو گئے، حضور منبر سے اتر آئے اور لوگوں کو خاموش کیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اوس و خزرج کا یہ قصہ جب مجھ کو میری ماں کے گھر معلوم ہوا تو روتے روتے میری بری حالت ہو گئی، میری بیماری اور اس قصہ کو ایک مہینہ ہو گیا تھا اور اب تک خدا کی طرف سے کوئی وحی نہیں آئی تھی، ایک بیک حضور تشریف لائے، سلام کیا، حال پوچھا، پھر میرے قریب بیٹھ گئے، پہلے آپ نے خدا کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا کہ اے عائشہ مجھ کو تیرے متعلق یہ باتیں معلوم ہوئی ہیں، اگر تو پاک ہے تو خداوند کریم خود تیری برابرتی ظاہر کرے گا اور اگر تو گناہ میں مبتلا ہو گئی ہے تو خدا سے معافی طلب کر، توبہ کر اور خدا کی طرف رجوع کر کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو خداوند کریم اس کے گناہ کو بخش دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے کلام کو ختم فرمایا تو میرے آسنو بالکل خشک ہو گئے، میں نے والدین سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دےنا انہوں نے کہا خدا کی قسم ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دیں سچ تو یہ ہے کہ آل ابی بکر جو مصیبت ان دنوں گذری ویسی کبھی نہ گذری تھی۔

عائشہ فرماتی ہیں کہ میں خوب سمجھتی تھی کہ میں پاک ہوں مجھ کو اطمینان تھا کہ حق تعالیٰ ضرور اپنے رسول پر حق ظاہر کرے گا مگر میں اپنے کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتی تھی کہ میری برابرتی میں قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوں گی جس کی ہمیشہ تلاوت ہوتی رہے گی۔ میں سمجھتی تھی کہ خواب میں یا اور کسی طرح حضور کو آگاہ کر دیا جائے گا۔ جب میں نے دیکھا کہ والدین ساکت ہیں تو میں نے خود کہا کہ میں کم عمر لڑکی ہوں میں نے قرآن شریف بھی زیادہ نہیں پڑھا لیکن یہ جانتی

ہوں کہ جو باتیں آپ لوگوں نے سنی ہیں وہ آپ کے دلوں میں جم گئی ہیں آپ لوگ اس کو سچا سمجھ چکے ہیں اب اگر میں کہوں کہ میں بری ہوں، پاک اور منزه ہوں تو آپ لوگ یقین نہ کریں گے اور میری بات کو سچا نہیں سمجھیں گے لیکن اگر میں آپ کے سامنے بالفرض ان عرفات کا اعتراف کروں اور خدا جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں تو آپ اس کو سچا سمجھیں گے۔ پس اس وقت میں وہی کہتی ہوں جو یوسفؑ کے باپ نے کہا تھا فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون ۱۰

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ غایت حزن و اضطراب کی وجہ سے اس وقت مجھ کو باوجود کوشش کے حضرت یعقوبؑ کا نام یاد نہ آیا اس لئے یوسفؑ کا باپ کہا، فرماتی ہیں کہ یہ کہہ کر میں تکیہ پر جھک گئی۔ فرماتی ہیں کہ ان باتوں کے بعد ابھی اہل بیت میں سے کوئی شخص باہر نہ گیا تھا کہ آپ پر نزل وحی کے آثار شروع ہو گئے اور زخما مبارک سے موتیوں کی طرح پسینہ بہنا شروع ہو گیا، میں یہ دیکھ کر بہت مطمئن ہوئی اور سمجھی کہ اب اللہ تعالیٰ حق ظاہر کرے گا اور میں نے حضورؐ کے سر کے نیچے حکیم رکھ دیا، لیکن میرے والدین کی یہ حالت تھی کہ گویا جان نکل رہی ہے اس خیال سے کہ معلوم حق کیا ظاہر ہوتا ہے۔

جب رسول اللہؐ کو اس حالت سے آفاقہ ہوا تو فرمایا کہ اے عائشہؓ مجھ کو بشارت ہو، خدا نے مجھ کو تہمت سے پاک کیا، تیری پالی کی گواہی دی اور تیری شان میں قرآن پاک کی آیتیں نازل کیں، والدین نے کہا اے عائشہؓ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کر، میں نے کہا خدا کی قسم میں ان کا شکریہ ادا نہیں کرتی میں اپنے خدائے بزرگ و بزرگ کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس نے مجھ کو اس تہمت سے بچایا اور میرے حق میں قرآن نازل فرمایا۔ اس کے بعد حضور سجد تشریف لے گئے، خطبہ پڑھا اور جو آیتیں نازل ہوئی تھیں وہ سنائیں یعنی سورہ نور کی دس آیتیں۔ پھر اہل انک میں سے حسان بن ثابتؓ، مسطح بن اثاثہؓ اور عذہ بنت عشب کو حد قدف میں اتنی اتنی دیتے مارے گئے۔

حضرت مسطح بن اثاثہؓ بچپن میں یتیم ہو گئے تھے اور محتاج تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کی کفالت کرتے تھے مگر واقعہ انک کے بعد قسم کھائی کہ اب اس کی امداد نہ کروں گا آیت نازل ہوئی ولا یاتل اولوالفضل الا یعنی سورہ کی آیت ۱۰۱

اور اس طرح کی قسم سے منع کیا گیا، آپ نے پھر امداد شروع کر دی اور قسم کھائی کہ کبھی امداد بند نہ کروں گا۔ حسان بن ثابتؓ کو اگر کوئی شخص حضرت عائشہؓ کے سامنے برا کہتا تو آپ منع کرتیں کہ حسان نے کفار کے مقابلہ میں رسول اللہ کی مدد کی ہے ان کو برا نہ کہو۔

فائدہ سورہ نور کی ان آیات سے حضرت عائشہ صدیقہ کی فضیلت و منقبت ظاہر و باہر ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کیا اور طیبہ فرمایا اور مغفرت و رزق کا وعدہ فرمایا جس سے حضرت عائشہ کی مغفرت کا قطعی اور یقینی ہونا معلوم ہوا۔

فائدہ ۱۰ آیت کریمہ ولا یاتل اولوالفضل الا یعنی آخر الآیۃ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت

ظاہر ہوئی، حق تعالیٰ جس کو صاحب فضل فرمائے اس کے فضل و کمال میں کہاں شبہ کی مجال ہے۔
فائدہ ۳: واقعہ انک سے صدیق اکبرؓ کے کمال و درج اور غایت تقویٰ کا پتہ چلتا ہے کہ یہ قصہ ایک ماہ سے
زائد متدرہا مگر پیشی کی حمایت میں ایک حرفت زبان سے نہیں نکلا۔ شدت رنج و غم میں صرف ایک مرتبہ ابو بکر کی زبان
سے یہ نکلا:-

واللہ ما قیل لنا ہذا فی الجاہلیۃ
فکیف بعد ما اعزنا اللہ باسلامہ
(فتح الباری ص ۳۶)

خدا کی قسم یہ بات تو ہمارے حق زائد جاہلیت
میں بھی نہیں کہی گئی پھر جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو
اسلام سے عزت بخشی تو اس کے بعد یہ کیسے
ممکن ہے۔

فائدہ ۴: ان آیات اور احادیث انک سے یہ بات واضح ہو گئی کہ علم غیب سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔
اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ کامل ترو میں رہے لیکن بدون حق تعالیٰ کے بتلائے حقیقت حال نہ کھلی۔

ابن سعد اور علامہ ابن عبدالبر وغیرہ کہتے ہیں کہ اسی غزوہ دغر وہ بنی المصطلق،
جس کو غزوہ مرسیح بھی کہتے ہیں، میں حضرت عائشہ کا ہارگم ہو جانے پر آیت تیمم
نازل ہوئی۔ جیسا کہ بخاری کتاب التیمم کی پہلی حدیث میں یہ واقعہ ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم بعض سفر میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب ہم لوگ مقام بیدریا ذات الجحیش میں پہنچے تو میرا ہارگم ہو گیا رسول اللہ اس
کی تلاش میں ٹھہر گئے اور آپ کے ساتھ سب لوگ ٹھہر گئے اس جگہ پانی نہ تھا اس لئے سب لوگ پریشان ہو گئے، کچھ
لوگ حضرت ابو بکر صدیق کے پاس آئے اور شکایت کی کہ آپ دیکھتے ہیں کہ عائشہ نے کیا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
اور ساری جماعت کو ایسی جگہ روک دیا جہاں پانی نہیں ہے۔

فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر میرے پاس آئے، اس وقت رسول اللہ میرے زانو پر سر مبارک رکھ کر سو گئے تھے حضرت
ابو بکر نے رنار منگی کا اظہار کرتے ہوئے، فرمایا: تو نے رسول اللہ کو اور تمام لوگوں کو ایسی جگہ روک دیا ہے جہاں پانی
نہیں ہے اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر مجھ پر غصہ ہوئے اور جو کچھ کہنا تھا کہا اور میری مکر
میں اپنے ہاتھ سے کچھ لگانے لگے اور میں رسول اللہ کے خیال سے حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی چنانچہ صبح کو جس وقت اٹھے تو
پانی نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی تو سب نے تیمم کر کے نماز پڑھی۔

اسید بن حفیر نے کہا ماہسی باؤل برکتکم یا آل ابی بکر۔ یعنی اے آل ابی بکر تیمم کا حکم
نازل ہونا تمہاری پہلی برکت نہیں بلکہ تمہاری برکت سے اور میری بہت سی سہولت اور آسائشوں کے حکم نازل ہو
چکے ہیں۔

حضرت اسید اور دوسرے لوگ ہاتھ لاش کرنے گئے تھے جب نہیں ملا تو واپس لوٹے پھر حضرت عائشہؓ
کا اونٹ اٹھا تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔

علامہ ابن قیم اور دیگر علماء محققین کا قول یہ ہے کہ آیت تیمم کا نزول غزوہ بنی المصطلق میں نہیں بلکہ اس غزوہ

کے بعد کوئی دوسرا سفر پیش آیا اور حضرت صدیقہ کا ہار دوسری مرتبہ گم ہوا پہلی مرتبہ غزوہ بنی المصطلق میں ہار گم ہونے پر حضرت عائشہ غزوہ تلاش کرنے گئیں جس میں قصہ افک پیش آیا، اور دوسری مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو تلاش کے لئے بھیجا جن کے سردار حضرت اسید بن حنفیہ تھے اور اسی دوسری مرتبہ آیت تیمم کا نزول ہے جیسا کہ مجمع طبری میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میرا ہار گم ہوا جس پر اہل افک کو کچھ کہنا تھا کہا اس کے بعد پھر دوسرے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئی اور میرا ہار گم ہوا، اور اس کی تلاش میں ایسی جگہ رکنا پڑا جہاں پانی نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کر کے نماز ادا کرو، تیمم کی رخصت نازل ہونے سے حضرت ابوبکر کو خاص مرمت ہوئی اور عائشہ سے مخاطب ہو کر تین بار یہ کہا افک لمبارکۃ افک لمبارکۃ افک لمبارکۃ اے بیٹی تو بلاشبہ بڑی مبارک ہے۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ آیت تیمم کا نزول غزوہ بنی المصطلق میں نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد کسی دوسرے غزوے اور سفر میں دوبارہ ایسی جگہ ہار گم ہوا جہاں پانی نہیں تھا اور نماز صبح کا وقت آگیا تھا اس وقت آیت تیمم نازل ہوئی۔ واللہ اعلم۔

۱۴۳- حدیثنا قتیبہ بن سعید قال اخبرنا اسمعيل بن جعفر عن مبيعة بن ابی عبد الرحمن عن محمد بن يحيى بن حبان عن ابن مكيروانہ قال دخلت المسجد فرأيت ابان سعید بن الحدادی جالساً اليه فسألته عن العزل قال ابو سعید خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة بنى المصطلق فاصبنا سبيًا من سبي العراب فاشتبهينا النساء واشتدت علينا العزبة واحببنا العزل فارادنا ان نعزل وقتلنا نعزل ورسول الله صلى الله عليه وسلم بين اظهرا فقبل ان نسأله فسألنا عن ذلك فقال ما عليكم ان لا تفعلوا ما من نسمة كائنة اى يوم القيامة الا وهى كائنة۔

ترجمہ:- ابن مکرین سے روایت ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے حضرت ابو سعید غفاری کو دیکھا سو میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور عزل کے متعلق ان سے سوال کیا، ابو سعید نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی المصطلق میں نکلے سو عرب کے قیدیوں میں سے کچھ قیدی ہمیں ملے جن میں عورتیں بھی تھیں، پھر ہم نے عورتوں کی خواہش کی (یعنی صحبت کی خواہش ہوئی) اور مجرور رہنا ہم پر سخت مشکل ہوا اور ہم نے عزل کرنا چاہا مطلب یہ ہے کہ ہماری خواہش وطمح کی ہوئی، مگر چونکہ ام ولد کی بیع جائز نہیں اس لئے استقرار محل سے بچنے کے لئے عزل کرنے کو سوچا، چنانچہ ہم نے عزل کرنے کا ارادہ کیا، اور ہم نے دل میں سوچا کہ ہم عزل کریں درل حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں قبل پوچھنے کے مناسب نہ ہوگا، چنانچہ ہم نے آپ سے اس دعویٰ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تم پر کوئی حرج نہیں اگر تم عزل نہ کرو کیونکہ قیامت تک جو جان آنے والی ہے وہ تو ضرور آکر رہے گی۔

عزل اور اس کا حکم | عزل یہ ہے کہ عورت سے جماع (صحبت) کر سے اور جب انزال (منی نکلنے کا وقت) قریب ہو تو آزاد تناسل کو شرمگاہ سے نکال کر منی کو باہر خارج کیا جائے تاکہ

استقرار حمل نہ ہو۔

مسئلہ عزل میں ائمہ کے اقوال مختلف ہیں چونکہ جس عورت سے صحبت کے وقت عزل کیا جائے گا اس کی تین

صفتیں ہیں۔

۱۔ زوجہ حرتہ یعنی آزاد عورت سے عزل بلا اجازت جائز نہیں اور اس پر ائمہ کرام کا اتفاق ہے، امام نووی شافعی فرماتے ہیں "اماز و حثہ المحترقة فان اذنت فیہ لسم یحرم" "دشرح مسلم جلد اول صفحہ ۴۶۴) یعنی اگر زوجہ حرمه عزل پر راضی ہو اور اجازت دے دے تو عزل بلا مشغہ جائز ہے لیکن اگر راضی نہ ہو تو شتخاف کے اقوال مختلف ہیں اصح قول جائز ہے کہ چونکہ شتخاف کے نزدیک جماع میں عورت کا کوئی حق نہیں ہے۔

حنیفہ و مالکیہ کے نزدیک حرمه سے عزل بلا اجازت ممنوع ہے جیسا کہ امام مالک فرماتے ہیں قال مالک لا یعزل الرجل المرأة المحترقة الا باذنها (نور اہبذ ص ۱۵۵)

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں وتفصیل القول فیہ ان المرأة ان كانت حرة فقد ادعی فیہ ابن عبد البرقی التہمید انہ لا خلاف بین العلماء فی انہ لا یعزل عنها الا باذنها عمدة القاری کتاب النکاح صفحہ ۱۹۵)

۲۔ اپنی مملوکہ باندی سے عزل بلا اجازت بھی بالاتفاق جائز ہے لانه لاحق بہانی الجماع۔

۳۔ اگر باندی منکوحہ ہے یعنی غیر کی باندی سے شادی کی ہے اس صورت میں اگر منکوحہ برضام و رغبت اجازت دے دے تو بطریق اولیٰ عزل جائز ہے اس لئے کہ جب حرمه منکوحہ سے بصورت اذن عزل جائز ہے تو باندی سے بطریق اولیٰ جائز ہوگا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ منکوحہ باندی سے اجازت کی ضرورت ہے یا اس کے موالی سے۔ یہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام دارالہجرت مالک کے نزدیک باندی کے موالی سے اذن کی ضرورت ہے والراجح عن احمد لان العزل کل بمقصود الولد و هو حق الموالی فی غیر رضاه۔

صاحبین یعنی امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک منکوحہ باندی سے عزل کرنے میں خود باندی سے اذن کی ضرورت ہے وحی روایت عن احمد

حضرات صاحبین حرمہ پر قیاس کرتے ہیں کہ خود بیوی سے اذن کی ضرورت ہے مگر یہ قیاس درست نہیں کیونکہ منکوحہ باندی پر اس کے موالی کا حق ہے بخلاف حرتہ کے کہ اس پر موالی کا حق نہیں ہے۔ قال المحافظ فی حدیث الباب اشار علی اللہ علیہ وسلم ان الاذنی ترک العزل لانه انما کان خشیتہ حصول الولد فلاف اذنی ذالک لان اللہ تعالیٰ ان کان قدر خلق الولد لم یمنع العزل ذالک فقد سبق المار ولا یشرع العازل فیحصل العلوق و یحیة الولد ولا راد لما قضی اللہ، حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ حدیث الباب میں اشارہ ہے کہ عزل کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ یعنی عزل نہ کرنا افضل ہے اس لئے کہ عزل حصول ولد کے خوف سے ہوتا ہے یعنی عزل اس لئے کیا جاتا ہے کہ استقرار

حاصل نہ ہو، سو اس تدبیر میں کوئی عیب آندہ نہیں یہ خام خیالی ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے جس روح کا پیدا کرنا مقدر کیا ہے اس کو عزل روک نہیں سکتا۔ کبھی مٹی سبقت کر جاتی ہے اور عزل کرنے والے کو خیر تک نہیں ہوتی چنانچہ عمل کا استقرار ہو جاتا ہے اور بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ نے جو مقدر کر دیا ہے اس کو پھیر نہیں سکتا۔

امام نوویؒ نے بھی قریب قریب یہی لکھا ہے (شرح مسلم ص ۴۶۵)

وتدل الاحادیث علی انکراہتہ کما فی حدیث ابی سعید الخدری قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن العزل ففتال
لا علیکم الا تفضلوا ذاکم فانما هو القدر (مسلم شریف صفحہ ۴۶۵)

ایک روایت میں ہے کہ عزل واذخنی ہے واذخنی کے معنی ہیں زندہ درگور کرنا تو چونکہ نطفہ میں روح نہیں ہے اس لئے یہ حقیقتہً واذخنی بنا نہیں واذخنی فرمایا گیا پس مگر وہ ہو گا یعنی تنزیہی۔

جدلہ بنت وھب کی حدیث میں تو حضور اقدسؐ نے عزل کو واؤ
اذخنی فرمایا حالانکہ ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ یہود جب اس عزل کو

ایک اشکال اور اس کا جواب

مروءۃ الصغریٰ کہتے تھے حضور اقدسؐ نے یہودی پر رد کرتے ہوئے فرمایا کذب الیہود

اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ واؤذخنی حضرت جابرؓ کی حدیث سے منسوخ ہے۔

یاد رہے کہ جس کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا تو آنحضرتؐ نے اس میں اہل کتاب کے موافق فرمایا ذالک السواد

الغنی پھر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو اطلاع دی تو فرمایا کذب الیہود۔

فلا تعارض ولا اشکال۔

۱۶۴۔ حد ثنا محمود قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزهري عن ابی سلمة
عن جابر بن عبد اللہ قال غزونا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزواً مجذلاً فلما
ادركته القائلۃ وھونی وايد كثير العضا لا فنزل تحت شجرة واستظل بها وعلق سيفه
فتفرق الناس في الشجر يستظلون وبينا نحن كذالك اذ دعا ناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فجننا فاذا اعرابي قائم يدين يديه فقال ان هذا اتاني وانا نائم فاخترت سيني
فاستيقظت وهو قائم اعلى مني فاختلط صلنا قال من يمنعك مني قلت الله فشامه
ثم تعد فهو هذا قال ولم يعاقبه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ :- حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف غزوہ کے لئے نکلے، سو جب دوپہر کا وقت ہوا تو آپ ایک ایسی وادی میں پہنچے جہاں بھول کے درخت بہت تھے، آپ نے ایک بڑے درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لئے قیام کیا اور اپنی تلوار لٹکادی، پھر لوگ دہشتی صحابہ بھی درختوں کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لئے منتشر ہو گئے اور ابھی اسی حال میں تھے کہ اجانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پکارا پھر ہم حاضر ہوئے تو ایک اعرابی آنحضرتؐ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ شخص میرے پاس آیا تو میں سو رہا تھا تے میں اس نے میری تلوار کھینچی تو میں جاگ پڑا اور یہ میری تلوار کھینچنے

ہوئے میرے سر پر کھڑا تھا، مجھ سے کہنے لگا کہ مجھ سے تمہیں کون بچائے گا میں نے کہا اللہ وہ شخص اس لفظ سے اتنا
موجوب ہوا کہ تلوار نیام میں رکھ کر بیٹھ گیا اور دیکھ لو یہ بیٹھا ہوا ہے، آنحضرت نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔

نائدہ :- یہ حدیث اسی صفحہ ۵۹۳ پر گزرنی ہے دیکھو حدیث ۱۷۲

یہ واقعہ غزوہ ذات الرقاع کا ہے تفصیل کے لئے حدیث ۱۷۲ دیکھئے۔

تشریحات

اب یہ اشکال کہ جب اس کا عمل غزوہ ذات الرقاع تھا چنانچہ وہاں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

پھر اس باب میں یہ حدیث کیوں اور کیسے آگئی :-

اس کا جواب ملا یہ ہے کہ بعض نسخوں میں یہ حدیث یہاں نہیں ہے بلکہ سابق باب ہی میں ہے۔

بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث حاشیہ پر تھی کاتب نے اس کو اس باب میں نقل کر دیا ہے

بخاری صفحہ ۵۹۳

باب غزوة انمار

ای ہذا باب فی ذکر غزوة انمار یعنی غزوہ بنی انمار کا بیان

حافظ عسقلانی اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس غزوہ کا محل غزوہ بنی المصطلق سے پہلے ہے۔

تشریحات

اس لئے کہ اس کے بعد متصلاً باب حدیث اکافل آ رہا ہے اور ظاہر ہے کہ واقعہ اکافل کا

تعلق غزوہ بنی المصطلق سے ہے نہ کہ غزوہ بنی انمار سے۔

بنی انمار کا علاقہ بنی ثعلبہ کے ہی قریب ہے اس لئے احتمال ہے کہ غزوہ بنی انمار و غزوہ محارب و ثعلبہ ایک ہی

غزوہ ہو چنانچہ عام طور پر سیرت کی کتابوں میں غزوہ انمار الگ کوئی غزوہ نہیں ملتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۷۵۔ حدثنا آدم قال حدثنا ابن ابی ذئب قال حدثنا عثمان بن عبد اللہ بن سراقہ

عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال ما أیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوة انمار

یصلی علی ما احلته متوجهاً قبل المشرق متطوعاً۔

ترجمہ :- حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم کو غزوہ انمار میں دیکھا

کہ آپ اپنی سواری پر نفل نماز مشرق کی طرف رخ کر کے پڑھ رہے تھے۔

نائدہ :- یعنی آپ سواری پر نفل نماز پڑھ رہے تھے اور سواری پر مشرق کی طرف یعنی غیر قبلہ کی طرف رخ تھا۔

ع والحدیث معنی فی الصلوة ص ۱۳۵

ع متطوعاً نصب علی الحال من البنی صلی اللہ علیہ وسلم



باب حدیث الافک

یہ واقعہ افک کے بیان میں ہے۔

تشریحات | باب غزوہ بنی المصطلق میں گذر چکا ہے کہ افک کا واقعہ اسی غزوے سے واپسی کے وقت پیش آیا تھا جس کی تفصیل غزوہ بنی المصطلق میں گذر چکی ہے۔

الإفک والافک بمنزلة النجس والنجس يقال افكهم وافكهم وانكهم۔
یعنی اس میں دو لغتیں ہیں مشہور لغت بکسر اہمزہ وسكون الفار ہے اور دوسری لغت بفتح ہیں ہے جیسے نجس اور نجس۔

امام بخاری نے لغوی تحقیق کرتے ہوئے دونوں کی نظیر پیش کی ہے کہ افک اور افک دونوں اسم ہیں اور اس کی نظیر نجس اور نجس ہے۔

یقال انکهم اس سے امام بخاری نے مشہور لغت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قرآن شریف کی آیت کریمہ **سَبَلُوا عَنْهُمْ ذُلَّتْ اَفْکُهُمْ وَمَا كَانُوا لِيَفْتَرُونَ** (پہ ص ۲۴) میں مشہور قرأت بکسر اہمزہ وسكون الفار ہی ہے اور کات کا رافع اس بنا پر ہے کہ افکهم ذالک کی خبر ہے۔ البتہ شاذ قرأت افکهم بالفحات بعید ماضی ہے۔ یعنی پھر ان کو نیزہ ایک لغت بت شدید الفار افکهم ہی منقول ہے۔ فمن قال انکهم یعنی فعل ماضی کے ساتھ تو اس کے معنی پھرنے کے ہیں۔

يقول صرّفهم عن الايمان وكذبهم كما قال يوفك عنك من اذك تصروف عنك من صرفك۔

یعنی افک بمعنی صرف ہے جیسے بولتے ہیں ان کو ایمان سے پھیر دیا اور ان کو غلط خبر دی جیسا کہ ارشاد ہے: **يُؤفك عنك من افك** (پارہ ۲۶، سورہ زاریات) مطلب یہ ہے کہ اس قرآن سے وہی پھیرے جاتے ہیں جو ازل ہی میں پھیرے گئے یعنی اذلی محروم ہی قرآن حکیم سے باز رہتے ہیں۔

بہر حال امام بخاری اکثر لفظی و لغوی تحقیق کرتے اور خوب کرتے ہیں، جب کوئی لفظ قرآن حکیم کا لیا جاتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری جس طرح حدیث کے حافظ تھے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر قرآن حکیم کے ماہر حافظ تھے۔

۱۷۶۔ حدثنا عبد العزيز بن عبد الله قال حدثنا ابراهيم بن سعد عن صالح عن ابن شهاب قال حدثنا عروة بن الزبير وسعيد بن المسيب وعلقمة بن وقاص و عبید الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم حين قال لها اهل الافك ما قالوا وكنهم حدثني طائفة من حديثها وبعضهم كان اوغى لحديثها من بعضي وانثبت له اقتصاصا وقد وعيت عن كل رجل منهم الحديث

الذي حدثني عن عائشة وبعض حديثهم يصدق بعضها وان كان بعضهم اوغى له من بعض قالوا قالت عائشة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اراد سفرا اترع بين ازواجه وايتهن خرج سهمها خرج بها رسول الله صلى الله عليه وسلم معه وقالت عائشة فامرنا في غزواتها فخرج فيها سهمي فخرجت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعدما انزل الحجاب فكنت احمل في هودج وانزل فيه فيسرينا حتى اذا فرغ رسول الله صلى الله عليه وسلم من غزواته تلك وقفل دنونا من المدينة قافلين اذن ليلة بالرَّحِيل فقمنا حين اذنوا بالرحيل فمشيت حتى جاوزت الجيوش فلما قميت شاني اقبلت الى اهل حلي فلمست همدكي فاذا عقد لي من جزع ظفاري قد انقطع من جمعت فالتسست عقدي نجسني ابتغاء لا قالت واقبل الرَّهط الذين كانوا يرحلون بي فاخذلوا هودجي فزحلوا علي بعيري الذي كنت اركب عليه وهم يحسبون اني فيه وكان النساء اذا ذكوا خفا لم يهبلن ولم يغشهن اللهم انما ياكلن العلقة من الطعام فلم يستنكرن القوم حفنة اليهود حين رفعوا وحملوا وكنت جارية حديثة السن فبعثوا الجمل فساوا ووجدت عقدي بعدما استمر الجيوش فنجت منار لهم وليس بها منهم داع ولا مجيب فتيست منزلي الذي كنت به وظننت انهم سيفقدوني فيرجعون الي بنينا انا جالسة في منزلي غلبتني عيني فتمت وكان صفوان بن المعطل السلمي شمر الذكواني من وراء الجيوش فاصبح عند منزلي فرأى سواد الناس نالهم فعرفني حين رااني وكان رااني قبل الحجاب فاستيقظت باسترجاعه حين عرفني فخرت وجهي بجلالي والله ما تكلمنا بكلمة ولا سمعت منه كلمة غير استرجاعه وهو حتى انما حركته فوطئ علي يدها فقمنا اليها فركبتها فانطلق يقودني الراحلة حتى اتينا الجيوش موغرين في نحو الظهيرة وهم نزول قالت فهلك في من هلك وكان الذي تولى كبراك فيك عبد الله بن ابي بن سفلون قال عروة اخبرت انه كان يشاع ويتحدث به عنده فيقرأ ويستمعه ويستوشيه وقال عروة ايضا لم نيسم من اهل الافك ايضا الا حسان بن ثابت ومسطح بن اثاثة وحمزة بنت جحش في ناس اخرين لا علم لي بهم غير انهم عصبه كما قال الله تعالى وان كبره الله يقال عبد الله بن ابي بن سفلون قال عروة كانت عائشة تكره ان يسب عندنا حسان وتقول انه الذي قال :-

فان ابى والى والى وعرضى وعرضى محمدا منكم وتاء

قالت عائشة فقد منا المدينة فاشتكت حين قدمت شهرا والناس يفيضون في قول صحاب الافك لا اشعر بشيئ من ذلك وهو يريني في وجهي اني لا اعرف من

رسول الله صلى الله عليه وسلم اللطف الذي كنت ارى منه حين اشتكى انما يدخل
على رسول الله صلى الله عليه وسلم فيسلم ثم يقول كيف تيكم ثم ينصرف فذا لك
يريبني ولا اشعر بالشمر حتى نخرجت حين نقهت فخرجت معي امر مسطح وتبيل
المناصع وكان متبرزنا وكنا لا نخرج الا ليلا الى ليل وذلك قبل ان نتخذ الكنف قريبا
من بيوتنا و امرنا امر العرب الاول في البرية قبل الغائط وكاننا نأذي بالكنف ان نتخذها
عند بيوتنا قالت فانطلقت انا و امر مسطح وهي ابنة ابي رهم بن المطلب بن عبد
مناف و امها بنت صخر بن عامر بحالة ابي بكر الصديق وابنها مسطح بن اثاثه بن عباد
بن المطلب فاقبلت انا و امر مسطح قبل بيتي حين فرغنا من شأننا فعرش امر مسطح
في مرطها فقالت تعسن مسطح فقلت لها بنس ما قلت استبين رجلا شهيدا بدرا فقالت
هنا لا ولم تسمع ما قال قالت و قلت ما قال فان خبرتني بقول اهل الافك قالت فاردت
مرضا على مرضي فلما رجعت الى بيتي دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم
ثم قال كيف تيكم فقلت له اتاذن لي ان اتى ابوي قالت و اريد ان استيقن الخبر من
قبلها قالت فاذن لي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت لا ييا متا لا ماذا يتحدث
الناس قالت يا بنيتة هو لي عيبك فوالله لقلما كانت امرأ لا قط و ضيئة عند رجل يمشيها
لها ضرائر الا كثرن عليها قالت فقلت سبحان الله اولقد تحدثت الناس بهذا قالت
نكيت تلك الليلة حتى اصبحت لا ايرقالي دمغ ولا اكل بنوم ثوا صحت اكلت دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم
علي بن ابي طالب و اسامة بن زيد حين استلبت الوحى يسألها و ليستشيرها في فراق
اهله قالت فاما اسامة فاشار علي رسول الله صلى الله عليه وسلم بالذي يعلم من
براءة اهلته و بالذي يعلم بهم في نفسه فقال اسامة اهلك ولا تعلم الا خيرا و اما علي
فقال يا رسول الله ثم يضحى الله عليك و النساء سواها كثير و سل التجارية تصدقت
قالت فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بريرة فقال اي بريرة هل ابيت من شيبي
يريبك قالت له بريرة و الذي بعثك بالحق ما ابيت عليها امر قط اغضبه غير انها
جارية حديثة السن تنام عن عجين اهلها فتاتي الداجن فتاكد قالت فقام رسول
الله صلى الله عليه وسلم من يومه فاستعد من عبد الله بن ابي وهو على المنبر
فقال يا معشر المسلمين من يعذرني من رجل قد بلغني عنه اذ الاتى اهلي و الله ما
علمت عنى اهلي الا خيرا و لقد ذكر و امر جلا ما علمت عليه الا خيرا و ما يدخل على اهلي
الا معي قالت فقام سعد بن معاذ اخو بيتي عبدا لا سهل فقال انا يا رسول الله اعذر
فان كان من الاوس ضربت عنقه و ان كان من انصارنا من الخزرج امرتنا ففعلنا

امرئك قالت حرقاً فخرج من الخروج وكانت أم حسان بنت عمه من فخذة وهو سعد بن عبادة وهو سيده الخزرج قالت وكان قبل ذلك رجلاً صالحاً ولكن احتلمته الحمية فقال لسعد كذبت نعمة الله لا تقبله ولا تقدر على قتله ولو كان من رهطك ما أحببت أن يقتل فقام اسيد بن حضير وهو ابن عم سعد فقال لسعد بن عبادة كذبت نعمة الله لنقتله فانك منافق تجادل عن المنافقين قالت فثار الحيتان الاوس والخزرج حتى هموا ان يقتلوا رسول الله صلى الله عليه وسلم قائماً على المنبر قالت فلم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يخفضهم حتى سكتوا وسكت قالت فبقيت يومئذ ذلك كله لا يرقأ لي دمع ولا كتجل بنوم قالت واصبح ابواي عندي وقد بقيت ليبتين ويوما لا كتجل بنوم ولا يرقأ لي دمع حتى اني لا ظن ان البكاء فالحق كبدى فيينا ابواي جالسان عندي وانا ابكي فاستاذنت على امرأة من الانصار فاذنت لها فجلست تبكي معي قالت فيينا نحن على ذلك دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم علينا فسلم ثم جلس قالت ولم يجلس عندي منذ قيل ما قيل قبلها وقتلته شهر الا يوحى اليه في شاني بشيء قالت فتشهد رسول الله صلى الله عليه وسلم حين جلس ثم قال اما بعد يا عائشة انك بلغني عنك كذا وكذا فان كنت بريئة فسيبرئك الله وان كنت الحسيت بذنب فاستغفري الله وتوبى اليه فان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله عليه قالت فلما قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم مقالته قلص دمع حتى ما احس منه قطرة فقلت لابي اجب رسول الله صلى الله عليه وسلم عني فيما قال فقال ابي والله ما ادرى ما اقول لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت لا في اجيب رسول الله صلى الله عليه وسلم فسلم فيما قال قالت في والله ما ادرى ما اقول لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت وانا جاريتة حديثة السن لا اقرأ من القرآن كثيراً في والله لقد علمت لقد سمعتم هذا الحديث حتى استقر في انفسكم وصدتم به فلن قلت لكم اني بريئة لا تصدقوني ولن اعترفن لكم بامر والله يعلم اني منه بريئة لتصدقني فوالله لا اجدي ولكم مثلاً ابا يوسف حين قال نصير جميل والله المستعان على ما تصفون ثم نحو لست واضطجعت على فراشي والله يعلم اني حينئذ بريئة وان الله مبرئ بريأتى ولكن والله ما كنت اظن ان الله منزل في شاني وحياتى تلى كشاني في نفسي كان احقر من ان يتكلم الله في بامر ولكن كنت ارجو ان يرعى رسول الله صلى الله عليه وسلم في النوم رؤيا يبرئني الله بها فوالله ما ادر رسول الله صلى الله عليه وسلم مجلسه ولا خرج احد من اهل البيت حتى انزل عليه فاخذ لا ما كان ياخذ لا من البرحاء حتى ان الله ليتحدراً

منہ من العرق مثل الجمان وهو فی یوم نشأت من ثقل القول الذی انزل علیہ قالت فستری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یضعف فكانت اول کلمۃ تکلم بہا ان قال یا عائشۃ اما اللہ فقد برأک قالت فقالت لی ائی قومی الیہ فقلت واللہ لا اتوم الیہ فانی لا احمدا الا اللہ قالت وانزل اللہ تعالیٰ ان النذین جاء وبالافک عصبۃ منکم العشاء الایات ثم انزل اللہ ہذا فی براءتی قال ابو بکر الصدیق وكان ینفق علی مسطح بن اثاثۃ لغرابتہ منہ وفقرۃ واللہ لا انفق علی مسطح شیئا ابدا بعد الذی قال لعائشۃ ما قال فانزل اللہ ولا یاتل اولوالفضل منکم ائی قولہ غفور رحیم قال ابو بکر الصدیق بلی واللہ ائی لا أحب ان یغفر اللہ لی فرجع الی مسطح النفقۃ الیہ کان ینفق علیہ وقال واللہ لا انزعها منہ ابدا قالت عائشۃ وكان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سأل زینب بنت جحش عن امری فقال لزینب ماذا علمت اور ایت فقالت یا رسول اللہ احمی سماعی و بصری واللہ ما علمت الا خیرا قالت عائشۃ وہی الی تسمینی من الزواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعصمها اللہ بالوہی ع قالت وطفقت اختها حمنا تخارب لہا فہلکت فینم ہلک قال ابن شہاب فہذا الذی بلغنی من حدیث ہؤلاء الرہط ثم قال عروۃ قالت عائشۃ واللہ ان الرہل الذی قتل لہ ما قیل لبقول سبحان اللہ فوالذی نفسی بیدہ ما کشفتم من کف انشی فظ قالت ثم قتل بعد ذلک فی سبیل اللہ۔

ترجمہ :- ابن شہاب سے روایت ہے کہ تم سے حدیث بیان کی عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ بن مسعود نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوہر مطہرہ عائشہ سے کہ جب اہل افک (تہمت لگانے والے) نے حضرت عائشہ کے متعلق کہا جو کچھ کہا اور سب نے (یعنی مذکورہ چاروں حضرات نے) عائشہ کی حدیث کا ایک ایک حصہ مجھ سے بیان کیا اور ان حضرات میں سے بعض عائشہ کی حدیث کو زیادہ یاد رکھنے والے تھے بعض سے اور حدیث بیان کرنے میں بہت زیادہ ثابت اور عمدہ تھے اور بلاشبہ میں نے ان تمام حضرات سے وہ حدیث محفوظ کی جنہوں نے عائشہ کے واسطے سے مجھ سے بیان کی اگرچہ بعض حضرات کو بعض کے مقابلے میں حدیث بہتر طریقہ پر محفوظ تھی پھر بھی ان میں ایک کی حدیث دوسرے کی حدیث کی تصدیق کرتی ہے ان حضرات نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو ازواج مطہرات کے دریاں قرعہ اندازی کرتے تھے اور جگہ جگہ انہیں نکلتا حضرت اس کو اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے، عائشہ نے بیان کیا کہ ایک غزوے میں جس کا آپ نے ارادہ کیا قرعہ والا سو اس غزوے میں میرا نام نکلا چنانچہ میں آنحضرت کے ساتھ نکلی، یہ واقعہ پر دوسرے حکم کے نازل ہونے کے بعد کہ ہے چنانچہ میں ہودج کے اندر (یعنی ہودج سمیت) اٹھائی جاتی اور اسی ہودج میں اتاری جاتی (یعنی اتارنے وقت میں ہودج کے اندر رہتی ہودج سے باہر نہیں نکلتی تھی) سو ہم چلے پھر جب رسول اللہ اپنے اس غزوے سے فارغ ہوئے اور واپس ہوئے، واپسی میں ہم لوگ مدینے کے قریب پہنچے (ایک مقام پر پڑاؤ تھا) آنحضرت نے رات کو کوچ کا اعلان کیا تو میں اٹھی

اور پل پڑی دفقنائے حاجت کے لئے یہاں تک کہ میں لشکر سے تجاوز کر گئی (باہر دور نکل گئی) پھر جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوئی اور اپنی سواری کے پاس آئی سو میں نے اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو اچانک دیکھا کہ میرا ہار جو ظفار زمین کے ایک شہر کے مہرے کا تھا ٹوٹ کر گر پڑا ہے پھر میں واپس ہوئی اور اپنا ہار تلاش کرنے لگی، سو اس ہار کی تلاش میں مجھ کو دیر ہو گئی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان ہے کہ جو لوگ مجھے سوار کیا کرتے تھے وہ آئے اور میرے حودج کو اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی وہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں حودج کے اندر ہوں اور عورتیں اس وقت ہلکی ہلکی ہوتی تھیں مگر ان کے جسم پر گرفت ہوتی تھی کیونکہ بہت معمولی خوراک کھاتی تھیں اس لئے لوگوں نے جب اٹھایا تو حودج کے پکے پن میں کوئی اجنبیت محسوس نہیں کی اور میں اس وقت کم سن لڑکی تھی، سو ان لوگوں نے اونٹ کو اٹھایا اور رواد ہو گئے، اور مجھ کو اپنا ہار لشکر کے کویچ کے بعد ملا۔ پھر میں ان کی منزل دقیام گاہ پر آئی اس حال میں کہ وہاں نہ کوئی بلائے والا تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص نہ تھا، سو میں نے اس منزل کا قصد کر لیا جس منزل میں میں تھی اور میں نے خیال کر لیا کہ عنقریب وہ لوگ مجھ کو نہیں پائیں گے تو میرے سینے کو واپس آئیں گے، سو اس اشارہ میں کہ میں اپنی منزل میں پیشی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی چنانچہ میں سو گئی اور صفوان بن مطل سلمیٰ ثم الذکوانی لشکر کے پیچھے پیچھے رہا کرتے تھے (تاکہ لشکر کی گری پڑی چیر یا خود لشکر کے ٹھکے ماندے شخص کو ساتھ لائیں) سو صبح کے وقت میری منزل کے پاس پہنچے اور انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا سایہ دیکھا اور جب مجھے دیکھا دقرب آکر تو پہچان لیا اور وہ ذبیحی صفوان بن مطلق پر دسے کے حکم سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے سو میں ان کے استرجاع سے بیدار ہو گئی ذبیحی جب قریب آکر انہوں نے مجھے دیکھا اور پہچان لیا تو عقب سے اذال اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا کہ یہ تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں یہ کیسے یہاں رہ گئیں؟ اور میں ان کے استرجاع یعنی اذال اللہ وانا الیہ راجعون کے پڑھنے سے جاگ اٹھی پھر میں نے فوراً اپنی چادر سے اپنا چہرہ چھپایا اور قسم ہے خدا کی ہم نے کوئی بات نہیں کی اور نہ اذال اللہ وانا الیہ راجعون کے سوا ان سے کوئی بات سنی، وہ سواری سے اتر گئے اور اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اس کے ہاتھ پر اپنا پاؤں رکھا یعنی اونٹ کی اگلی ٹانگ کو موڑ دیا تاکہ ام المومنین حضرت عائشہ آسانی سے سوار ہو سکیں، تو میں اٹھی اور اس پر سوار ہو گئی، پھر وہ سواری کو آگے سے کھینچتے ہوئے نے چلے یہاں تک کہ ہم کو کئی دو پہر میں لشکر کے پاس پہنچے اور وہ لوگ (لشکر) پراٹوئے ہوئے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر مجھے میرے بارے میں ہلاک ہونا تھا ہلاک ہوئے اور وہ شخص جس نے ہمت کا بیڑا اٹھایا تھا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا، عروہ نے بیان کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ہمت کی اشاعت کرتا تھا اور اس کے پاس اس کا چرچا ہوتا تھا تو وہ عبداللہ بن ابی (اس کو ثابت رکھتا تھا یعنی اس کی تصدیق کرتا تھا) اور اس کو خوب سنا اور اس کو پھیلاتا تھا، نیز عروہ نے بیان کیا کہ حسان بن ثابت، مسطح بن اثامہ اور حمزہ بنت حبش کے سوا ہمت لگانے میں شریک کا نام بھی نہیں لیا گیا، مجھے ان لوگوں کا علم نہیں مگر بلاشبہ ان دہمت لگانے والوں کا ایک گروہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان الذین جاءوا باحلاف عصبۃ یعنی ہمت لگانے

والوں کا ایک گروہ ہے اور بے شک اس کا بڑا بوجھ اٹھانے والا عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ ناپسند کرتی تھیں کہ ان کے سامنے حستان کو برا بھلا کہا جائے اور فرماتی تھیں کہ وہ حستان ہی ہے جس نے یہ شہر کہا ہے :-

فاتح ابی اسخ میرے والد اور والد کے والد (یعنی دادا) اور میری عورت محمد کی عورت کی فاطمہ تمہارے سامنے ڈھال بنی رہیں گی۔

عائشہؓ نے بیان کیا کہ پھر ہم مدینہ آئے، جب میں پہنچی تو ایک ہمدینہ بیمار ہی اور لوگ چرچا کرتے تھے تہمت والوں کے قول کا اور اس تہمت کے متعلق مجھ کو کچھ خبر نہیں البتہ مجھ کو میری بیماری کے دوران ٹسک پڑتا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مہربانی جو بیماری کے وقت پہلے دیکھا کرتی تھی وہ اب معلوم نہیں ہوتا ہے صرف اتنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے اور سلام کرتے پھر دریا فت کرتے کہ تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ پھر واپس تشریف لے جاتے سورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے مجھ کو ٹسک ہوتا تھا لیکن شہ تہمت کا مجھے کوئی علم نہ تھا یہاں تک کہ جب مجھ کو کچھ صحت ہوئی تو میں اور میرے ساتھ ام مسطح مناصع (آبادی سے باہر میدان) کی طرف نکلی اور وہ ہمارے قضاے حاجت (پانخانہ پھرنے) کی جگہ تھی اور ہم نہیں نکلتے تھے مگر راتوں رات (یعنی ہم عورتیں اس زمانے میں صرف رات کے وقت قضاے حاجت کے لئے باہر میدان جاتے تھے) اور یہ (یعنی میدان جانا) اس سے پہلے کی بات ہے کہ ہمارے گھروں کے قریب بیت الخلاء بنائے جائیں، ہمارا دستور عرب قدیم کا دستور تھا کہ قضاے حاجت کے لئے میدان میں جاتے تھے یہیں اس سے تکلیف ہوتی تھی کہ اپنے گھروں کے پاس بیت الخلاء بنائیں۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ میں اور ام مسطح (قضاے حاجت کے لئے) نکلے اور ام مسطح اور ہم بن مطلب بن عبد مناف کی بیٹی ہے اور اس کی ماں محضر بن عامر کی بیٹی حضرت ابوبکر صدیق کی خالہ ہیں اور اس دام مسطح کے بیٹے مسطح بن اثانہ بن عباد بن مطلب ہیں، پھر ام مسطح اپنے کام سے فارغ ہو کر آ رہی تھیں اپنے گھر کی طرف کہ ام مسطح اپنی چادر میں الجھ کر گڑ پڑی تو بولی "سطح ہلاک ہو" پھر میں نے اس سے کہا آپ نے جو زبان سے نکالا، برا ہے۔ کیا ایسے شخص کو آپ بڑکھتی ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہو چکا ہے (یعنی وہ قبدری صحابی ہیں) اس پر ام مسطح نے کہا کہ اسے بھولی بھالی کیا آپ نے نہیں سنا جو مسطح نے کہا ہے؟ عائشہ کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا ہے، پھر اس نے تہمت لگانے والے کی باتیں مجھ سے بیان کیں، حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ پھر میرا مرض اور بڑھ گیا، پھر جب میں اپنے گھر واپس آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور سلام کے بعد دریا فت فرمایا کیسی طبیعت ہے۔؟ پھر میں نے آپ سے عرض کیا "کیا آپ مجھے اپنے ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت دیتے ہیں؟ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میرا زادہ یہ تھا کہ والدین سے اپنی خبر کی تصدیق کروں گی۔ عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اجازت دے دی پھر میں نے (گھر جا کر) اپنی ماں سے پوچھا اے ماں وہ بات کیا ہے جس کا چرچا لوگ کر رہے ہیں اس نے کہا اے بیٹی تو مت گھبرا، سو قسم ہے خدا کی ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ ایک عورت جو خوب صورت ہو اور ایسے مرد کے پاس ہو جو اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سونکیں بھی ہوں پھر بھی اس پر تہمتیں نہ لگتی ہوں (یعنی اس پر بکثرت عیب

گتے ہیں، عائشہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا سبحان اللہ میری سوکھوں سے اس کا کیا تعلق ہے کیا لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں؟ بیان کیا کہ پھر میں روتی رہی اس رات صبح تک میرے آنسو نہیں تھمتے تھے اور نہ مجھ کو نیند ہی آتی تھی پھر میں نے روتے ہوئے صبح کی۔

عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو بلایا، اس وقت تک وحی رکی رہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے پوچھ رہے تھے اور مشورہ طلب کر رہے تھے اپنی بیوی کو دیکھتی میرے، الگ کرنے کے متعلق۔

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ حضرت اسامہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مطابق مشورہ دیا، جو ان کی اولیہ و مرد خود اپنی ذات ہے، کی پاک دامنی جانتا تھا اور جو اپنے ذہن میں اہل بیت کے متعلق علم رکھتا تھا چنانچہ اسامہؓ نے کہا کہ وہ آپ کی اولیہ ہیں ہم تو خیر و نیکی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ اور حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے اور خود میں بھی ان کے علاوہ بہت ہیں اور آپ باندی حضرت بریرہؓ سے پوچھئے وہ آپ سے سچ سچ بتلا دے گی۔

عائشہ کا بیان ہے کہ آپ نے بریرہ کو بلایا اور فرمایا اے بریرہ تو نے کبھی عائشہ سے ایسی چیز دیکھی ہے جس سے اس کی پاک دامنی میں شک ہو جاوے۔ بریرہ نے آپ سے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میں نے کبھی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جسے میں معیوب سمجھوں مگر اتنی بات البتہ ہے کہ وہ کم سن لڑکی ہیں اپنے گھر والوں کے آٹے گوندہ کر سوجھتی ہیں پھر گھر کی بکری آکر اسے کھا جاتی ہے (یعنی ٹوٹری کی دوسرے عقلمند ہے)۔

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور منبر پر کھڑے ہو کر عبد اللہ بن ابی کے معاملہ میں مدد طلب کی، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اے گروہ مسلمان! اس شخص کے مقابلہ میں میری کون مدد کرے گا جس کی طرف سے مجھے تکلیف پہنچتی ہے میرے اہل (یعنی میری بیوی) کے بارے میں، خدا کی قسم میں نے اپنے اہل میں نیکی کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور عام بھی ان لوگوں نے ایسے شخص (صفوان بن مطلق) کا یا ہے کہ جس کے بارے میں بھی سوائے خیر و نیکی کے کچھ نہیں جانتا ہے وہ تو میرے گھر میں داخل نہیں ہوتے مگر میرے ساتھ۔

عائشہ نے بیان کیا کہ اس پر سعد بن معاذ بنی عبدالمطلب کا بھائی کھڑا ہوا اور عرض کیا: میں ہوں اے اللہ کے رسول! کہ آپ کی مدد کروں گا نہ بھی تکلیف دینے والے سے بدل لوں گا۔ سو اگر وہ شخص قبیلہ اوس کا ہوگا تو میں اس کی گردن مار دوں گا اور اگر وہ ہمارے غزیری بھائیوں کے قبیلہ سے ہو تو آپ جو حکم دیں گے ہم آپ کا حکم بجالائیں گے۔

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ اس پر قبیلہ خزرج میں سے ایک شخص کھڑا ہوا، حسان کی والدہ ان کی چچا زاد بہن تھی اس کے خاندان میں سے (یعنی حقیقی چچا کی بیٹی) تھی بلکہ صرف قبیلہ کی دوسرے چچا زاد بہن تھی) اور وہ شخص قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن جبرادہ تھے اور وہ اس سے پہلے نیک شخص تھے لیکن خاندانی حیثیت ان پر غالب آگئی اپنا پورا ہونے لے سعد بن معاذ سے کہا، خدا کی قسم تم جو لے ہو تم سے قتل نہیں کر سکتے ہو اور نہ تم اس کے قتل پر قدرت رکھتے ہو اور اگر وہ (مجرم) تمہارے قبیلہ کا ہوتا تو تم نہیں چاہتے کہ قتل کیا جائے، پھر حضرت اسید بن حمیرہؓ نے جو سعد بن معاذ

کے چچا زاد بھائی تھے انہوں نے سعد بن جعدہ سے کہا خدا کی قسم تم جو ٹوٹے ہو ہم اسے ہز و زقل کریں گے بلاشبہ تو منافق ہے تو منافقوں کی طرف سے ملاحظت کرتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ پھر دونوں قبیلے اوس و خزرج بھڑک اٹھے یہاں تک کہ آپس میں لڑنے کا ارادہ کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان لوگوں کو خاموش کراتے رہے یہاں تک کہ سب خاموش ہو گئے اور آنحضرتؐ بھی خاموش ہو گئے، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ پھر میں اس روز پورے دن روتی رہی نہ میرا آنسو ٹھنسا تھا اور نہ آنسو لگتی تھی۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ صبح کو میرے والدین میرے پاس آئے اور میں دو راتیں اور ایک دن روتی رہی، نہ آنسو بند ہوتے تھے اور نہ ہی نیند آتی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے کلیجہ پھٹ جائے گا، ابھی میرے والدین میرے پاس ہی بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی میں نے انہیں اجازت دے دی سو وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ ہم بھی اسی حالت میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپؐ نے سلام کیا پھر بیٹھ گئے۔ عائشہؓ نے بیان کیا کہ اس سے قبل حضور میرے پاس نہ بیٹھے تھے جب سے مجھ پر تہمت لگائی گئی ایک جہیدہ لڑ گیا تھا اور آپؐ پر میرے حال کے بارے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔

عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھے تو آپؐ نے کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا انا بعد اسے عائشہؓ مجھے تہماتے بارے میں ایسی اطلاعات ملی ہیں کہ اگر تم اس معاملے سے بری (پاک) ہو تو اللہ تمہاری برأت کر دے گا اور اگر تو گناہ سے آلودہ ہو گئی ہے تو اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے حضور میں توبہ کرو کیونکہ بس یہ ہے جب اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ کو قبول کر لیتے ہیں۔

عائشہؓ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کلام پورا کر چکے تو میرے آنسو اس طرح خشک ہو گئے کہ ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا سو میں نے اپنے والد سے کہا کہ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے کلام کا جواب دیجئے تو میرے والد نے کہا خدا کی قسم میں کچھ نہیں جانتا کہ رسول اللہ سے کیا کہوں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا کہ حضورؐ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا جواب دو، میری ماں نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ آنحضرتؐ کو کیا جواب دوں، پھر میں نے خود ہی عرض کی حالانکہ میں کم عمر لڑکی تھی اور قرآن مجید بھی میں نے زیادہ نہیں پڑھا تھا میں نے عرض کی کہ خدا کی قسم مجھ کو معلوم ہو چکا ہے کہ آپؐ لوگوں نے یہ بات سنی ہے یہاں تک کہ وہ بات آپؐ کے دلوں میں جم گئی ہے، اور آپؐ لوگوں نے اس کی تصدیق کی اب اگر میں آپؐ سے کہوں کہ میں پاک ہوں تو آپؐ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں معاملہ تہمت کا اعتراف کروں اور اللہ خوب جانتے ہیں کہ میں اس سے بری اور پاک ہوں تو یقیناً آپؐ لوگ اس کی تصدیق کرنے لگ جائیں گے، پس خدا گواہ ہے میری اور آپؐ لوگوں کی مثال یوسفؑ کے باپ (یعنی قوت) جیسی ہے۔ جب انہوں نے کہا تھا صبر جميل واللہ المستعان علی ما تصنلون اب میری بہتر ہے،

اور اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے، اس بارے میں جو ہم ہمہ سہ ہے، پھر میں پھر گئی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی، کوئی نہ کوئی کہہ کر میرے پیار اور کڑھوتی، اور اللہ خوب جانتے تھے کہ میں اس وقت بالکل بری اور پاک ہوں اور اللہ میری برامت کرے گا میرے پاک دامن ہونے کی وجہ سے، لیکن خدا کی قسم مجھے اس کا دم و گمان نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں ایسی وحی نازل کرے گا، جو ہمیشہ تلاوت کی جہالتے گا (یعنی قرآن مجید کی آیات) کیونکہ میں اپنے آپ کو اس سے کتر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں خود کوئی کلام فرمائیں، لیکن مجھ کو یہ امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خواب دیکھیں گے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ میری برامت کر دیں گے سو خدا گواہ ہے، ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس سے جدا نہیں ہوئے اور نہ کوئی گھر والوں میں سے باہر نکلا یہاں تک کہ آپ پر وحی نازل ہونے لگی چنانچہ آپ پر وہ شدت طاری ہونے لگی جو شدت آپ پر طاری ہوا کرتی تھی وحی کے بوجھ سے، یہاں تک کہ میتوں کی طرح آپ کے چہرہ اور سر سے پسینہ گرنے لگا حالانکہ موسم سردی کا تھا یہ اس کلام ربانی کے ثقل کی وجہ سے تھا جو آپ پر نازل ہو رہا تھا۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ پھر وہ حالت رسول اللہ سے دور ہوئی تو آپ تبسم فرما رہے تھے، سب سے پہلا کلام جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا یہ تھا کہ اے عائشہ حق تعالیٰ نے تیری پاک دامنی بیان کر دی۔
عائشہ کا بیان ہے کہ اس پر میری ماں نے مجھ سے کہا کہ حضور اقدسؐ کے سامنے تعلیم کے لئے کھڑی ہو جاؤ میں نے کہا خدا کی قسم میں ان کے سامنے نہیں کھڑی ہوں گی، میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کروں گی، ذکر اسی نے میری برامت نازل کیا

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ان الذین جاؤا باک فانہم دس آیات یعنی سورہ نور کی آیت دس آیت ملائکہ یعنی ان لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے الخ
پھر جب اللہ نے یہ آیات میری برامت کے لئے نازل فرمائیں تو ابوبکر صدیقؓ نے جو مسطح بن اثاثہ کے اخراجات ان سے قربت اور ان کی محتاجی کی وجہ سے خود اٹھاتے تھے کہا خدا کی قسم میں مسطح پر کبھی کچھ خرچ نہیں کروں گا اس کے بعد کہ اس نے عائشہؓ پر شہمت لگائی (یعنی شہمت لگانے والوں میں شریک رہا) تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ وکلا یا کل اولوالفضل منکم یعنی تم میں سے بڑے درجہ والے اور وسعت والے قسم دکھائیں، ان سے غنہوش تراجم تک۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کیوں نہیں خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف کر دے پھر مسطح کو دوہا وہ خرچ دینے لگے جو وہ خرچ کیا کرتے تھے اور کہا خدا کی قسم اب اس وظیفہ کو میں کبھی بند نہیں کروں گا
حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش سے میرے معاملہ کے متعلق پوچھا تھا چنانچہ آپ نے زینب سے فرمایا تھا کہ عائشہ کے متعلق تجھے کیا معلوم ہے یا فرمایا کہ عائشہ کے کے اندر تو نے کیا دیکھا ہے یعنی تیرا کیا خیال ہے؟ تو ام المومنین زینبؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں نے اپنے کانوں اور سینوں کو محفوظ رکھا ہے، دیکھنے کی طرف نکلتا وقتہ منبت کروں، خدا کی قسم میں ان کے متعلق خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا۔
عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے زینب ہی میرا مقابلہ

کرتی تھیں (یعنی حسن و جمال اور حسب و نسب میں) لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے اس طوفان میں شریک ہونے سے محفوظ رکھا۔ اور ان کی بہن حمہ ان کی طرف داری میں لڑنے لگی چنانچہ ہلاک ہونے والوں میں یہ بھی ہلاک ہوئی تھیں، ابن شہاب نے بیان کیا کہ یہی تھی وہ تفصیل اس حدیث کی جو اس گروہ (یعنی ان اکابر) کی طرف سے مجھے پوچھی تھی۔ پھر عروہ نے بیان کیا کہ عائشہ نے فرمایا خدا گواہ ہے بلاشبہ وہ شخص جن صحابی (صنوان بن معطل) کے لئے یہ کہا گیا جو کہا گیا یعنی تہمت، لگائی گئی تھی وہ اپنے اوپر تہمت سن کر کہتے سبحان اللہ اس ذات کی قسم جن کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے کبھی کسی دغیر، عورت کا پردہ نہیں کھولا یعنی جارح نہیں کیا۔

حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پھر اس واقعہ کے بعد اللہ کے راستے میں وہ شہید ہو گئے۔

۶۹۹ | تشریحات | یہ حدیث الافک بخاری میں صفحہ ۳۵۹ مفصل ۳۶۳ تا صفحہ ۳۶۵ نیز صفحہ ۵۹۳ اور صفحہ ۶۹۹ مطابقتاً للترجمۃ ظاہرہ۔

فی غزوة مراد غزوة بنی المصطلق ہے اور اسی غزوة کو غزوة مرسیع کہتے ہیں جس کی تفصیل غزوة بنی المصطلق میں گذر چکی ہے۔

من جنوع خلفاء الجوزع بفتح الجیم وسكون الزا، مہرہ، پتھر کا رنگ، جنوع کی اضافت ظفار کی طرف ہے ظفار بن کا ایک شہر ہے۔ حسنة بفتح الحاء وسكون الیم وبالنون بنت حشم بفتح الحشم وسكون الحاء المہرہ۔ وبالشین كانت عند مصعب بن عمیر فقتل عنها یوم احد فترت وجهها طلحة بن عبد اللہ۔ نقهت بفتح القاف وكسر الای سین افقت من المرض یعنی ان باب فتح وسمعت صحت یاب ہونا اور مرکزوری بانی تہنا۔

کیف تیکم تا اور تہ اسم اشارہ مونث کے لئے آتا ہے اور خطاب کے لئے کاف کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے تیکم، تیکما اور تیکم۔ کنف بضم تین جمع کینف، اس کا اطلاق ہر اس دیوار اور گڑھے پر ہوتا ہے جو چھپانے والا پردہ ہو، پانچ خانہ۔

هنتا لا بفتح الحاء وسكون النون وفتحها واما الهاء الانيرة فتضم وتسكن وهذا اللفظة تختص بالسنداء ومعناها يا هنتا لا وقيل بلهااء وفتح ر ہے کہ بلہ ان باب سمع بلهااء وبلاهة منيف بعقل ہونا، مکروہ رائے والا ہونا، میض صفت ایک لہ اور مونث بلهااء۔

اهلك قال انكر باني بالرفع والنصب، قلت وجر الرفع على ان مبتدا وخبره محذوف والتقدير يهوى اهلك ما بهائثي وجر النصب على تقدير انهم اهلك۔

سرديضق الله عليك قول علي هذا الم يكن عداوة ولا بغضا ولكن لهما أي النزاع النبي صلى الله عليه وسلم بهذا الامر، تقلقه به الراد اراحة خاطره وتسهيل الامر عليه۔ پروری تفصیل و تشریح کے لئے "واقعہ افک" ملاحظہ فرمائیے۔

۱۷۷۔ حدثنا عبد الله بن محمد قال املى علي هشام بن يوسف من حفظه قال اخبرنا عمر عن الزهري قال قال لي الوليد بن عبد الملك ابغضت ان عليا

كان فنيمن قذوف عائشة قذت لاولكن قد اخبرني رجلان من توفيلع ابو سلمة بن عبد الرحمن وابوبكر بن عبد الرحمن بن الحارث ان عائشة قالت لهما كان علي مسلماني شأنها فراجعوا فلم يرجعوا وقال مسلما بلا شاك فيه وعليه كان في اصل العتيق كذالك -

ترجمہ :- زہری سے روایت ہے کہ ولید بن عبد الملک (ابن مروان اموی) نے مجھ سے پوچھا کیا آپ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت علیؑ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی تھی؟ میں نے کہا نہیں لیکن تیری قوم (قریش) کے دو شخصوں ابو سلمہ بن عبد الرحمن اور ابوبکر بن عبد الرحمن نے مجھے خبر دی کہ عائشہؓ نے ان دونوں سے فرمایا کہ حضرت علیؑ عاقبتہ کے معاملہ میں تسلیم کرنے والے تھے (یعنی تہمت سن کر خاموش تھے، مخلص صحابہ کی طرح تہمت لگانے والوں کا رد نہیں کیا) کہ حضرت صدیق پر اقرار اور بہتان ہے، بلکہ حضرت علیؑ غیر جانبدار رہے۔

پھر راویوں نے زہری سے مراجعت کی (یعنی مزید تحقیق کے لئے دوبارہ پوچھا) تو زہری نے کوئی جواب نہیں دیا اور زہری نے بلا کسی شک کے لفظ مستحایان کیا (یعنی بجائے مسیحا کے) اور لفظ علیہ کا بھی انہوں نے اضافہ کیا ای لم يرجع علی الولید یعنی زہری نے ولید کو اس کے علاوہ کوئی مزید جواب نہیں دیا۔

تشریحات من اجعوا علامہ کرمانی اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مراجعت زہری کے نزدیک ہے۔ معنی د راویوں نے زہری سے مراجعت کی فلم يرجع ای فلم يرجع بغیر ذالک یعنی زہری نے ولید کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ولید حاکم تھا اگر کوئی غیر ہوتا تو زہری کچھ سخت کامی سے کام لیتے واضح رہے کہ عبد الملک بن مروان کے چار بیٹے تھے۔ سلیمان، ہشام، ولید، یزید۔ والاولان صاحبان والاخران جیشان وکانوا کہم خلفاء رضی اللہ عنہم

صاحب فتح الباری حافظ مستطانی فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں مراجعت کا تعلق ہشام بن یوسف سے ہے یعنی شاگردوں نے ہشام بن یوسف سے مزید تحقیق کرنی چاہی تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مستحایان اس لفظ میں تین طرح کی روایتیں ہیں۔ ایک اللام المشدودہ، اس صورت میں تسلیم سے ماخوذ ہوگا، جس کے معنی ہوں گے کہ حضرت علیؑ تہمت کے ماننے والے تھے، یعنی تہمت لگانے والوں کا انکار و رد نہیں کیا بلکہ خاموش رہے۔

علا بفتح اللام یعنی حضرت علیؑ حضرت عائشہؓ کے معاملہ میں بالکل محفوظ تھے تہمت لگانے والوں میں شریک نہیں ہوئے۔

۳۱ ایک روایت میں مستحایان ہے یعنی حضرت علیؑ خطا کار تھے کیونکہ تہمت لگانے والوں کی پرزور تردید نہیں کی اور حضرت اسدؓ نے جس طرح صفائی کے ساتھ کہا کہ عائشہؓ آپ کی اہلیہ ہیں ہم تو خیر ذیکی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے حضرت علیؑ نے اس طرح صفائی پیش نہیں کی بلکہ حضرت علیؑ کی نظر صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حزن و ملال پر تھی اس لئے آپ نے آنحضرت سے کہا یا رسول اللہ لم یضیق اللہ علیک الخ یعنی اے اللہ کے

رسول اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں کی ہے عورتیں بہت ہیں کوئی کی نہیں ہے، مفارقت آپ کے اختیار میں ہے لیکن پہلے گھر کی لوندی سے تحقیق فرمائیں وہ آپ کو بالکل سچ بتا دے گی۔

بہر حال حضرت علیؓ پر گڑ بھرت لگانے والوں میں شریک نہیں تھے صرف علیؓ کی خاموشی سے چند مرد وایوں کو تحریف کا موقع مل گیا تھا اور اسی خاموشی اور پر زور دیدہ کرنے کی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو کچھ بدگمانی ہو گئی تھی جس کی وجہ بالکل ظاہر تھی کہ تو عمری، پھر اتنا بڑا عظیم بہتان پر ادنیٰ سے ادنیٰ شک سے بدگمانی کوئی بعید نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور دیگر انواع مطہرات پر تہمت لگانے والوں کا حکم قرآن مجید کی ان آیات کے نازل ہوجانے کے بعد جو شخص ام المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق زوہر مطہرہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میراۃ من السما پر تہمت لگائے وہ باجماعت کافر و مرتد ہے اس لئے کہ وہ قرآن کریم کا مرتع مکذّب اور منکر ہے جس طرح مریم صدیقہ بنت عمران کی عصمت و عفت میں شک کرنا کفر ہے اسی طرح عائشہ صدیقہ بنت امردمان کی طہارت و نزاہت میں بھی شک کرنا بلاشبہ کفر ہے اور جس طرح یہود نے یہود مریم صدیقہ پر بہتان باندھنے کی وجہ سے ملعون و مغضوب بنے اسی طرح روافض عائشہ صدیقہ بنت صدیق پر تہمت لگانے کی وجہ سے ملعون و مغضوب بنے، مریم صدیقہ پر تہمت لگانے والے امت محمدیہ کے یہود ہیں۔

بعض ائمہ اہل بیت کے سامنے کسی رافضی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ پر طعن کیا تو فوراً اپنے غلام کو اس کی گردن مارنے کا حکم دیا اور یہ فرمایا :-

جس شخص نے جب عائشہ پر تہمت لگائی تو اس شخص نے درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا اس لئے کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ نجیثات نجیثین کے لئے ہیں الی آخرہ۔

بس معاذ اللہ اگر عائشہ صدیقہ نجیثت تھیں تو معاذ اللہ نبی اکرم علیہ السلام کا بھی نجیثت ہونا لازم آئے گا اور جو نجیثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نجیثت کہے وہ بلاشبہ کافر ہے اور قابل گردن زدن ہے۔ اس ارشاد کے بعد اس رافضی کی گردن ماری گئی اور میں اس وقت حاضر تھا جبکہ اس رافضی کی گردن ماری گئی۔

هَذَا رَجُلٌ طَعَنَ عَلِيَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى الْجَنِيثَاتُ وَالْجَنِيثُونَ وَالْجَنِيثَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ وَالطَّيِّبُونَ وَالطَّيِّبَاتُ أَوْلَئِكَ مَبْرُؤُنَ مِنَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَمَرْزُقٌ كَرِيمٌ فَإِنَّ كَانَتْ عَائِشَةُ جَنِيثَةً فَالِنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنِيثٌ فَهَوُ كَافِرٌ فَاصْرَبُوا عَنْقَهُ فَاصْرَبُوا عَنْقَهُ وَأَنَا حَاضِرٌ

(رواه اللالكائي)

اسی طرح حسن بن زید کے سامنے عراق کے ایک شخص نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی شان میں یہودہ کلمہ کہا اسی وقت حضرت حسن بن زید اٹھے اور ایک ڈنڈا اس کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا پھیپھڑا نکل گیا اور ختم ہوا۔

کذا فی مصادر، لسلول علی شاتم الرسول لفظ ابن تیمیہ۔

اور اسی طرح دوسری ازواج مطہرات کے بارے میں بدگمانی کرنے والا بھی کافر اور واجب القتل ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سابق خطبہ سے واضح ہے کہ آپ نے برسبر منبر ارشاد فرمایا:

یا معشر المسلمین من بعد منی من
ساجل قد بلغ غشی اذا ذانی اهل بیتہی۔
اے گروہ مسلمین کون ہے کہ جو میری اس دشمن
کے مقابلہ میں مدد کرے کہ جس نے مجھ کو میرے اہل
خانہ کے بارے میں ایذا پہنچائی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص آپ کے اہل خانہ میں سے کسی کے حق میں خواہ وہ عائشہ صدیقہ ہوں یا دوسری زبور مطہرہ، اس قسم کا کوئی ناپاک لفظ زبان سے نکالے وہ آپ کے لئے باعث ایذا اور تکلیف دہ ہے اور جو شخص اللہ کے رسول کو ایذا پہنچائے وہ شخص بلاشبہ کافر ہے کا قال تعالیٰ۔

ابن الدین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلہم عذابا مہینا
الی قولہ تعالیٰ ملعونین، اینما تلقوا خذوا وقتلوا تقتیلا الآیۃ۔
تفصیل کے لئے مصادر المسلول صفحہ ۳۱ تا صفحہ ۵ کی مراجعت کی جائے۔

چنانچہ آپ کے یہ فرماتے ہی کہ کون ہے جو میری اس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے جس نے مجھ کو میرے اہل خانہ کے بارے میں ایذا پہنچائی ہے، سحر بن معاذ کھڑے ہو گئے، یا رسول اللہ ہم اس کے قتل کے لئے دل و جان سے حاضر ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص عام مسلمانوں کی بیویوں پر تہمت لگائے وہ کفار حق و فاجر ہے اور جو عیبت اپنی خماشت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر تہمت لگائے وہ بلاشبہ مرتد اور کافر ہے۔

یزعزی بل شانہ لے پیغبر علیہ السلام کی بیویوں کو قرآن کریم میں امہات المؤمنین وتمام مسلمانوں کی مائیں) فرمایا ہے قال تعالیٰ:

النبی اولى بالمؤمنین من انفسہم
واذواہم اشد اہماتہم۔

معنا اللہ کیا خداوند قدوس کسی زانیہ اور فاجرہ کو اس عظیم الشان لقب سے اپنے کلام قدیم میں سزاوار فرما سکتا ہے
حاشا ثم حاشا۔ ابن عباس کا قول ہے۔

ما بلغت ہرانا کما بلغت
کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا (تفسیر ابن کثیر)

یہ جو پیغبر اللہ کی جانب سے اس لئے جموعت ہوا کہ ظاہری اور باطنی فواحش دے دیوں کا استیصال کرے چنانچہ اس پیغبر نے دنیا میں ہر چند ہی روز میں ایک پوری تعلیم اور ملک کی بے غیرتی اور بے چائی کو جیا اور غیرت سے اور ان کی بدکاری کو عفت و عصمت سے بدل دیا، کیا ایسے پاک اور برگزیدہ ظاہر و مطہر رسول کے متعلق یہ واہم ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ اس کا گھرانہ بھی اس سے پاک نہیں ہوا۔ سبحانک خدا بہت شان عظیم واللہ عذرا لک میں۔

یزحق جل شانہ نے جس کو نبوت و رسالت، محبت و خلعت کے عظیم الشان منصب پر فائز فرمایا اور اس کو اپنا معظیٰ اور مجتبیٰ، مقدس اور مرتضیٰ، پسندیدہ اور برگزیدہ بندہ بنایا۔ عصمت و نزوحت تقدس اور ملکیت پر شریک و میکائیل کو اس کا ثانی اور وزیر بنایا اس کی شان تقدیس و تزیینہ کے خلاف ہے کہ وہ اکرم المخلوق اور شرف کائنات کی زوہیت اور مصاحبت کے لئے کسی خبیثہ اور زانیہ کو مقرر فرمائے اسی وجہ سے ارشاد فرمایا:-

ولو اذ سمعتموه قلتم ما یکون
لنا ان نتکلم بهذالما کانک هذا
بهتان عظیم۔ (سورہ بقرہ)

تم نے سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لئے جانتی
ہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں تم کو یہ کہنا چاہئے تھا
کہ سبحان اللہ یہ بہتان عظیم ہے۔

اس مقام پر کلمہ سبحانک لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کے پاک اور برگزیدہ رسول کی بیوی فاجرہ ہو۔ اس لئے تم پر محض سنتے ہی سبحانک هذا بہتان عظیم کہہ دینا فرض اور لازم ہے جیسا کہ سعد بن معاذ اور ابویوب انصاری اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ خبر سنی تو فوراً ان کی زبان سے یہی نکلا سبحانک هذا بہتان عظیم درمنثور ص ۳۰۳ اور فتح الباری میں ابویوب انصاری اور سعد بن معاذ کے علاوہ زید بن حارثہ کے بجائے اسامہ کا نام مذکور ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ پیغمبر کی بیوی کی شان میں جو ایسی نازیبا بات کہے اس کی طرف انتقادات ہی جائز نہیں کسی کی بیوی کو فاجرہ اور بدکار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا شوہر دیوث ہے۔ جو لوگ عائشہ صدیقہ کو تمہم سمجھتے ہیں تو وہ سمجھ لیں کہ درپردہ رسول مطہر کو کیا کہہ رہے ہیں جس کے تصور سے بھی دل کانٹا ہے (ماخوذ از سیرت مصطفیٰ جلد اول)

۱۷۸۔ حدثنا ابو عبد الله محمد بن اسمعيل بن ابراهيم بن المغيرة الجعفي، رحمة الله عليه قال حدثنا موسى بن اسمعيل قال حدثنا ابو عوانة عن حصين بن ابي وائل قال حدثني مسروق بن ابي اجدع قال حدثني ابراهيم بن وهان وهان بن وهان وعائشة رضي الله عنها قالت بينا انا قاعدة انا وعائشة اذ ولجت امرأة من الانصار فقالت فعل الله بفلان و فعل فقالت امرءة ومان وماذا لي قالت ابني من حدث الحديث قالت وماذا لي قالت كذا وكذا قالت عائشة سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت نعم قالت وابوبكر قالت نعم فخرت مغشياً عليها فمنا افاقت الآ وعليها حشيت بنا فاض فطرحها عليها ثيابها فغطيت بها فجاء النبي صلى الله عليه وسلم فقال ما شان هذا قلت يا رسول الله اخذتها الحشيت بنا فاض قال فلعنني حديثك به قالت نعم فقعدت عائشة فقالت والله لئن هلفت لا تصدقوني ولئن قلت لا تعدونني مثلي ومثلكم كيعقوب وبنيه والله المستعان علي ما تصفون قالت فانصرف ولم يقل لي شيئاً فانزل الله عزها قالت بحمد الله لا بحمد اجدع ولا بحمد لي.

ترجمہ :- مسروق بن اجدع نے کہا کہ مجھ سے ام رومان نے حدیث بیان کی اور آپام رومان، عائشہ

کی والدہ ہیں، ام رومان نے بیان کیا کہ میں اور عائشہ بیٹھی ہوئی تھیں کہ ایک انصاری عورت آئی دینی اجازت لے کر گھر داخل ہوئی، اور کہنے لگی کہ اللہ فلاں کے ساتھ ایسا کرے دینی اس نے تہمت لگانے والوں کے حق میں بددعا کی، ام رومان نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بیٹا ان لوگوں میں شامل ہے جنہوں نے یہ بات اٹھائی ہے۔ دینی تہمت کی بات پریدگی ہے، ام رومان نے پوچھا آخر بات کیا ہے؟ اس نے کہا ایسی ایسی بات ہے دینی تہمت لگانے والوں کی باتیں نعتیں کر دیں، عائشہ نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باتیں سنی ہیں؟ اس نے کہا ہاں، حضرت عائشہ نے پوچھا اور ابو بکر (یعنی کیا میرے باپ نے بھی یہ باتیں سنی ہیں؟) اس نے کہا ہاں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر گڑبڑیں پھر جب ہوش آیا تو جاڑے کے ساتھ بجا چڑھا ہوا تھا سو میں نے ان کے کپڑے ان پر ڈال دیئے اور میں نے ان کو ڈھانک دیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور فرمایا کہ اس کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ جاڑے کے ساتھ بجا چڑھ گیا ہے، آنحضرت نے فرمایا شاید یہ اس بات کی وجہ سے ہوا ہوگا جس کا چرچا کیا گیا ہے، ام رومان نے کہا جی ہاں، پھر عائشہ بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں کہ خدا کی قسم اگر میں قسم کھاؤں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں کچھ کہوں دکہ شک سے پیچھے رہ جانا میرے ہار کے گم ہونے کی وجہ سے تھا، تو میرا عذر قبول نہیں کرو گے میری مثال اور تم لوگوں کی مثال یعقوب اور ان کے بیٹوں جیسی مثال ہے (انہوں نے کہا تھا) اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے اس بارے میں جو تم کہہ رہے ہو، ام رومان کا بیان ہے کہ آنحضرت نے رخ پھیر لیا اور مجھ سے کچھ نہیں کہا، چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے عائشہ کا عذر یعنی برارت نازل کی، عائشہ نے کہا اللہ کا شکر کرتی ہوں نہ کسی اور کا شکر اور نہ آپ کا شکر۔

تشریحات ترجمہ سے مطابقت ظاہر ہے کہ اس حدیث کا تعلق اسی مفصل و مطول حدیث سے ہے جس میں افک کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو حدیث ۱۶۹۔

والحدیث من مضمون ۲۱۹

۱۶۹۔ حدثنی یحییٰ قال حدثنا وکیع عن نافع بن عمرو عن ابن ابی ملیکہ عن عائشة کانت تقرأ اذ تلقونہ بالسنتکم وتقول الولیء الکذیب قال ابن ابی ملیکہ وکانت اعلم من غیرہا بذات اللہ لانه نزل فیہا۔

ترجمہ :- ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ عائشہ (سورہ نور کی آیت میں) قرأت کرتی تھیں تَلْقَوْنَهُ بِالسِّنِّتِکُمْ رکبہ اللام وضم القاف الخفض، اور فرماتی تھیں کہ ولویء کے معنی جھوٹ کے ہیں دینی جب جھوٹ بولنے لگے تم اپنی زبانوں سے، ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ اس آیت کے متعلق زیادہ جانتے والی تھیں غیر لوگوں سے کیونکہ ان ہی کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

مطابقت ترجمہ سے یہ ہے کہ اذ تلقونہ بالسنتکم سے وہی تہمت مراد ہے جو یہی یہ روایت اسی مطول و مفصل کا مختصر ہے۔

تشریحات حضرت عائشہ کی قرأت کی صورت میں ولویء سے ماخوذ ہوگا از باب ضرب ولویء یلق ولقاً

جموٹ بولنا، جموٹ میں جلدی کرنا۔ قَلِقُونَ اصل میں تو قَلِقُونَ تھا لَعْد اور تَعْد کے قاعدہ سے واؤ گر گیا۔

مشہور قرأت قَلِقُونَہ بالسننکم ہے (بفتح اللام وتشدید القاف ہے) اس صورت میں ناقص یا ناقص یعنی سے ماخوذ ہوگا جس کے معنی ہیں پانا، دیکھنا، ملاقات کرنا اذ قَلِقُونَہ بالسننکم، قَلِقٌ مصدر سے اصل میں تَلَقَّقُونَہ تھا، ایک تار کو صاف کر دینا یا معنی ہوگا جب سینے لگے تم اس جموٹ کو اپنی زبانوں پر یعنی بات کو سن کر تم بلا تحقیق اپنی زبانوں سے نقل و نقل کر رہے تھے۔

۱۸۰۔ حَدَّثَنَا عَثْمُنُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِيهِ قَالَ ذَهَبَتْ أَسْبُتُ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا تَسْبُكُ فَإِنَّهُ كَانَ يُنَافِضُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ اسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ قَالَ كَيْفَ بِنَسَبِي قَالَ لَا سَلْنَاكَ مِنْهُمْ كَمَا تَسْأَلُ الشَّعْرَةَ مِنَ الْعَجِينِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَقِبَةَ حَدَّثَنَا عَثْمُنُ بْنُ فَرْزُوقٍ سَمِعْتُ هِشَامًا عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَبَيْتُ حَسَّانَ وَكَانَ مَقْنًا كَثْرًا عَلَيْهَا۔

ترجمہ: عروہ سے روایت ہے کہ میں عائشہ کے سامنے حسان (بن ثابت) کو برا بھلا کہنے لگا تو عائشہ نے کہا کہ اس کو برا مت کہو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے اور عائشہ نے بیان کیا کہ حسان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کی بچو مذمت کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ پھر میرے نسب کو کس طرح کرو گے؟ یعنی جب تم مشرکین قریش کی بچو کرو گے تو میرے نسب کے معاملہ میں کس طرح کرو گے کیونکہ میری اور مشرکین قریش کی نسب آپس میں ملتی جلتی ہے تو ان کی جو میں میرے باپ دادا کی بچو لازم آوے، حسان نے کہا میں آپ کو ان سے اس طرح الگ کر لوں گا جیسے بال پھینچ لیا جاتا ہے آٹے سے۔

(امام بخاری نے اپنے دوسرے شیخ محمد بن عقبہ سے اس طرح روایت کی)

محمد نے بیان کیا کہ ہم سے عثمان بن فرقہ نے حدیث بیان کی عثمان نے ہشام سے سنا اور ہشام نے اپنے والد عروہ سے، عروہ نے بیان کیا کہ میں نے حسان کو برا بھلا کہا اور حسان ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگانے میں بکثرت حصہ لیا تھا۔

مطابقتاً للترجمۃ من حدیث ابن حسان ما ذکر فی حدیث الباب۔

عبد القاسم بن سبکون البارالموحدة ابن سلیمان الکلابی وكان اسمه عبدالرحمان فغلب عليه لقبه عبدة۔

والحدیث فی البخاری صفحہ ۵۰۵، صفحہ ۵۹، صفحہ ۹۰، تا صفحہ ۹۰۹۔

۱۸۱۔ حَدَّثَنَا يَشْرُبُ بْنُ عَمَالِدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلْمَانَ عَنْ أَبِي الضَّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ وَعِنْدَهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يَتَشَدَّهَا شَعْرًا يَشْتَبُّ بِأَبْيَانِ لَهَا وَقَالَ :-

حصان سزان ما تزوت بربیبہ ۛ و تصیح عروثی من لحوہ الغوافل
فقلت لہ عائشہ لکنک لست کذا لث قال مسروق فقلت لہا لہ تاذنی لہ ان
یک عمل علیک وقد قال اللہ تعالیٰ والذی توئی کبراً منهم لہ عذاب عظیم قال ت و ای
عذاب استذون العسی فقلت لہ اقمہ کان ینافحہ اویہا حی عن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم -

ترجمہ :- مسروق سے روایت ہے کہ میں عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عائشہ کے نزدیک حسان بن
ثابت موجود تھے اور ام المومنین کو شعر سنار ہے تھے اپنے اشعار سے تشبیب کرتے تھے دینی حضرت عائشہ کے حاسن
واوصاف بیان کرتے تھے، ایک شعر کہا :-

حصان الخ ترجمہ :- باعفت دیاک دامن بوبادقار ہیں کسی شک سے متہم نہیں کی جاسکتی ہیں اور صبح کرتی
ہیں اس حال میں کہ بھوکی ہوتی ہیں غافل عورتوں کے گوشت سے (یعنی کسی کی غیبت نہیں کرتی ہیں کیونکہ دینی بھائی بہن
کی غیبت کرنے والا شخص اس کا گوشت کھاتا ہے) اس پر عائشہ نے ان سے کہا لیکن آپ تو ایسے نہیں ہیں (کیونکہ آپ
تو بہت لگانے والوں کے ساتھ شریک ہو گئے تھے جس کی وجہ سے غیبت کر کے لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں)

مسروق نے یہاں کیا کچھ میں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ آپ انہیں اپنے یہاں آنے کی اجازت کیوں دیتی
ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ ان میں سے وہ شخص جس نے بڑا بوجھ اٹھایا ہے (یعنی بہت لگانے میں سب سے
زیادہ ذمہ دار ہے) اس کے لئے بڑا عذاب ہے، اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا کہ نابینا ہو جانے سے سہمت اور کون عذاب
ہوگا حضرت حسان کی بیانی آخر میں جاتی رہی تھی، عائشہ نے مسروق سے کہا کہ حسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
سے مداخلت کرتے تھے یا فرمایا کہ مشرکوں کی جھجکیا کرتے تھے۔

مطابقت لفظ جزہ من حیث ان حسان مذکور فی حدیث الباب۔

تشریحات

۱۔ و الحدیث فی البخاری صفحہ ۵۹، فی التفسیر صفحہ ۶۹۹، ایضاً صفحہ ۶۹۹۔

۱۔ آیت کریمہ والذی توئی کبراً الخ عبداللہ بن ابی رسیس المنافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جیسا
کہ واقعہ افک سے معلوم ہو چکا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں کسی برسے کلمہ کو گوارا نہیں کرتی تھیں، حضرت حسان
سے بہت میں شرکت کی غلطی ضرور ہوئی تھی لیکن جن صحابہ نے اس میں غلطی سے شرکت کی تھی وہ سب حضرات تائب ہو
گئے تھے اور ان کی توبہ قبول ہو گئی تھی، لیکن بہر حال حضرت عائشہ صدیقہ پر بہت بڑی بہت لگائی گئی تھی اگرچہ دل آپ کا
غلطی سے شریک ہونے والے صحابہ کی طرف سے صاف ہو گیا تھا جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہے لیکن جب اس طرح کے
تذکرے ہوتے تو دل کا کبیدہ ہو جانا ایک قدرتی بات تھی یہاں بھی حضرت عائشہ نے دو ایک چیمتے ہونے جلے غائباً اسی
ماثر میں کہہ دیئے۔

بَابُ غَزْوَةِ الْحَدِيثِ

یہ باب غزوہ حدیبیہ کے بیان میں ہے

لَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى لَقَدْ أَضَلَّ اللَّهُ عَنْ الْمَوْتِمِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (سورہ فتح ۱۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ نبیؐ نے مکہ کے مسلمانوں سے غوثش ہو گیا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ جہاد میں ثابت قدم رہنے پر، اخیر آیت تک۔

اس بیعت سے مراد بیعت حدیبیہ ہے اور اسی بیعت کو بیعت رضوان بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے اس بیعت کے شرکار سے اپنی رضا کا اعلان فرمادیا ہے۔

تشریحات

میمنہ مسلم میں امّ البشر سے منوعاً روایت ہے لایدل فصل الناس ان شاء الله من اصحاب الشجرۃ
احد من الذین بایعوا تحتها الخ (مسلم شریف جلد ثانی صفحہ ۳۰۳)

یعنی اصحاب شجرہ میں سے انصار اللہ کوئی جہنم میں نہیں جائے گا جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے اس بیعت کے شرکار کی مثال شرکار غزوہ بدر کی سی ہے جیسا کہ ان کے متعلق قرآن و حدیث میں رضوان الہی اور جنت کی بشارتیں ہیں اسی طرح شرکار بیعت رضوان کے لئے بھی یہ بشارت آئی ہے، یہ بشارتیں اس پر شاہد ہیں کہ ان سب حضرات کا خاتمہ ایمان اور اعمال صالحہ مرتبہ ہو گا کیونکہ رضائے الہی کا یہ اعلان اسی کی ضمانت دے رہا ہے۔

یہ آیت روافض کے قول کی واضح تردید ہے جو حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ پر کفر و نفاق کے الزام لگاتے ہیں۔

تفصیل واقعہ حدیبیہ

حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے جس کے متصل ایک گاؤں آباد ہے جو اسی نام سے مشہور ہے، یہ گاؤں مکہ معظمہ سے نو میل کے فاصلے پر ہے آجکل

اس مقام حدیبیہ کو تیسرا کہا جاتا ہے۔ اس کا کچھ حصہ حرم میں ہے اور کچھ حصہ حل میں، یہ واقعہ اسی مقام پر پیش آیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ سترھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک خواب دیکھا کہ آپ اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ مکہ معظمہ میں امن و اطمینان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ سے فارغ ہو کر بعض اصحاب نے حلق کیا (یعنی سر منڈایا) اور بعض نے قصر (یعنی بال کٹائے)

اس خواب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے بیان کیا تو خواب سننے ہی سب کے سب مکہ معظمہ جانے اور بیت اللہ کا طواف کرنے کے ایسے مشتاق تھے کہ نور اُہی تیار شروع کر دی اور جب صحابہ کرام کا ایک مجمع تیار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارادہ فرمایا اور چونکہ نبی کا خواب وحی ہے اس لئے اس صورت کا واقعہ ہونا یقینی تھا مگر خواب میں اس واقعہ کے لئے کوئی خاص سال یا مہینہ متعین نہیں کیا گیا تھا اس لئے ایک احتمال یہ بھی تھا کہ ابھی اسی سال یہ مقصد حاصل ہو جائے۔

چنانچہ آپ نے یکم ذی قعدۃ الحرام سترھ بروز دوشنبہ مدینہ منورہ سے بقصد عمرہ مکہ معظمہ کا قصد

فرمایا، پروردہ سوم ہاجرین و انصار آپ کے ہمراہ تھے (بعض روایات میں پندرہ سو کی تعداد بیان کی گئی ہے) اور چونکہ جنگ کا ارادہ نہ تھا اس لئے سوائے تیراؤ تلوار کے کوئی ہتھیار جنگ ساتھ نہیں لیا اور یہ بات اجماعی طرح ظاہر کر دی گئی کہ آپ کا یہ سفر عرض عمرہ کی غرض سے ہے جنگ کا ارادہ قطعاً نہیں ہے، جب آپ ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ نے عمرہ کا احرام باندھا اور حدیسی یعنی قربانی کے جانور کی اشعار اور تقلید کی، اشعار یہ ہے کہ بڑے جانور جیسے اونٹ کے کوہان کو اتنا چیر دیں کہ خون جاری ہو جائے اور تقلید یہ ہے کہ نعلیں وغیرہ کو باندھ کر قلاوہ بنا کر بکری وغیرہ کے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں (اشعار و تقلید) اس بات کی علامت ہوتی ہیں کہ یہ قربانی کے جانور ہیں اور آپ نے بشر بن سفیان کو جاسوس بنا کر کہہ مغلطہ بھیجا کہ وہ قریش میں مکہ کے حالات و خیالات معلوم کر کے آپ کو اطلاع کریں۔

جب آپ غیر اشطاط پر پہنچے تو آپ کے جاسوس نے آکر آپ کو اطلاع دی کہ آپ کی خبر پاتے ہی قریش نے لشکر جمع کیا ہے، اجاش کو اکٹھا کیا ہے اور آپ کے مقابلے کے لئے تل گئے ہیں اور یہ عہد کیا ہے کہ آپ کو بیت اللہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ رسول اللہ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ کیا ان لوگوں کے مکانوں پر حملہ کر دیا جائے جو قریش کی امداد کے لئے گئے ہیں تاکہ وہ منتشر ہو جائیں یا ہم بیت اللہ چلیں اور جو کوئی روکے اس سے جنگ کریں، حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کسی سے مقابلہ کے لئے نہیں نکلے ہیں لیکن اگر کوئی شخص ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوگا تو ہم ضرور لڑیں گے۔

حضرت نے کوپ کا حکم دیا مگر فرمایا کہ خالد بن ولید بطور مقدمہ بجیش کے دو سو سواروں کو لے کر مقام نمیم میں پہنچ گئے ہیں اس لئے راستہ بدل کر چلو، چار راستہ بڑا مشکل اور بہت نشیب و فراز کا تھا مگر صحابہ نے حکم کی تعمیل کی، اور اسی راستے سے چلے، اعداد میں یہ پہنچنے تو آپ کا اونٹ قصوی بیٹھ گیا لوگوں نے اٹھانے کی کوشش کی مگر نہ اٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اصحاب ذیل کو مکہ سے روک دیا تھا اسی نے اس کو روک دیا ہے، ورنہ یہ اونٹ ایسا نہیں ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں ان تمام باتوں کو قبول کر دوں گا جن میں حرم کی تعظیم ہوگی اس کے بعد قصوی کو اٹھایا گیا تو وہ اٹھ کر چلنے لگا حتیٰ کہ آپ مقام حدیبیہ میں ٹھہرے وہاں پر جو قلب تھا یعنی پرانا کنواں اس میں پانی بہت قلیل تھا اس کا پانی بہت جلد ختم ہو گیا سب لوگ راستہ چلے ہوئے تھے، پیاس سے پریشان ہو گئے اور العطش العطش کہنے لگے، حضور نے اپنے ترکش سے چیرہ کال کر دیا کہ اس میں ڈال دو، ڈالتے ہی اتنا پانی نکلا کہ سارا لشکر میرا ب ہو گیا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ کسی کو قریش کی طرف بھیجیں چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب کو آپ نے پیغام دے کر بھیجے گا ارادہ فرمایا حضرت عمر نے معذرت کی، عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل مکہ مجھ سے کس قدر تم ہیں اور کس درجہ میرے دشمن ہیں، مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی شخص نہیں جو مجھے چا سکے اگر آپ حضرت عثمان کو بھیجیں جن کی مکہ میں قرابتیں ہیں تو زیادہ بہتر ہوگا، آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان کو بلا کر یہ حکم دیا کہ اوس سفیان اور رذیہ کو ہمارا پیغام پہنچا دو کہ ہم محض عمر سے کی نیت سے آئے ہیں قتال مقصود نہیں ہے اور مکہ میں جو مسلمان ہیں ان کو یہ بشارت سنا دو کہ گھبرائیں نہیں بہت جلد اللہ تعالیٰ اسلام کو مکہ میں غالب کرنے والا ہے۔

حضرت عثمان اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا اور ضعفار مسلمین کو بشارت سنائی۔

سب نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ اس سال تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے تم اگر چاہا ہو تو طواف کر سکتے ہو، حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کبھی طواف نہ کروں گا۔ قریش یہ سن کر خاموش ہو گئے اور حضرت عثمان کو روک لیا، حضرت عثمان وہاں روک لئے گئے اور ادھر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ عثمان غنی قتل کر دیئے گئے۔

بیعتہ الرضوان | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو بہت مددہ ہوا اور وہیں لیکر کے درخت کے نیچے صحابہ کرام کو جمع کیا کہ سب جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جہاد کے لئے بیعت کریں، سب صحابہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ جب تک جان میں جان ہے جہاد و قتال کریں گے مر جائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں۔

سب سے پہلے ابو سنان اسدی نے بیعت کی اور سلمہ بن اکوع نے تین مرتبہ بیعت کی ابتدا میں اور درمیان میں اور اخیر میں۔ اور حضرت عثمان غنی چونکہ آپ کے حکم سے مکہ گئے ہوتے تھے اس لئے ان کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مار کر فرمایا کہ عثمان کی بیعت ہے یہ خصوصی فضیلت عثمان کی تھی کہ آپ نے اپنے ہی ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کر لی۔

قریش کو جب اس بیعت کا علم ہوا تو مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے اور صلح کے لئے گفت و شنید کا سلسلہ شروع کیا چنانچہ عبد بن درقار قبیلہ خزاعہ کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے یہ رسول اللہ کے غلمین میں سے تھے بعض کہتے ہیں کہ یہ پوشیدہ مسلمان تھے اور بعض کہتے ہیں کہ مسلمان تو نہ ہوتے تھے لیکن اہل مکہ کی باتوں سے رسول اللہ کو مطلع کر دیا کرتے تھے اور ان کا قبیلہ خزاعہ بھی جو اہل شہام میں سے تھا رسول اللہ کا طرفدار تھا بدیل نے ان کو یہ بیان کیا کہ قریش نے نواہی حدیبیہ میں عظیم لشکر جمع کیا ہے اور انہوں نے آپ کو بیعت اللہ سے روکنے اور مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے، رسول اللہ نے فرمایا کہ ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے ہیں صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں، لڑائی نے قریش کو نہایت کمزور کر دیا ہے اگر وہ چاہیں تو ایک مدت کے لئے مصالحت کر کے جنگ روک سکتے ہیں، ہم کو دوسرے مشرکین عرب کے مقابل چھوڑ دیں اگر اللہ کے فضل سے ہم غالب ہوتے تو دوسرے لوگوں کی طرح اس دین میں داخل ہو سکتے ہیں اور اگر بالفرض عرب غالب آئے تو ان کا مقصد حاصل ہو جائے گا لیکن میں تم سے یہ کہہ دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اس دین کو غالب کر کے رہے گا اور اگر اس بات کو نہ مانیں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس دین کے لئے ہم ان سے اس وقت تک مقابلہ کریں گے کیا تو میری گردن نہ رہے گی یا خدا کا حکم نافذ ہو کر رہے گا، بدیل نے کہا کہ میں جانتا ہوں آپ کا کلام قریش تک پہنچانا ہوں دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں، اس کے بعد وہ قریش کے پاس گئے اور کہا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ باتیں سنی ہیں اگر اجازت دو تو بیان کر دوں اس پر عکرمہ بن ابی جہل اور حکم بن العاص وغیرہ نوجوانوں نے کہا کہ ان کی باتوں کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے

ہم سننا نہیں چاہتے، لیکن قریش کے مسٹر اور اہل الرائے لوگوں نے کہا کہ ہودہ کیا ہے؟ انہوں نے جو کچھ حضورؐ سے سنا تھا، بیان کر دیا، اس پر عروہ بن مسعود ثقفی نے اٹھ کر کہا کہ اگر یہ باتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ہیں تو پسندیدہ اور مناسب ہیں اور قبول کرنی چاہئے مگر ہجرت دو کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر دیکھیں کہ ان کی غرض کیا ہے اور مصلحت کیا ہے۔

عروہ بن مسعود بڑے معزز اور ذی اثر شخص تھے ان کے تعلقات بڑے وسیع تھے اس وقت کافر تھے، پوچھے مسلمان ہو گئے۔ سب نے کہا کہ ہاں تم جاؤ یہ حضور کی خدمت میں آئے، حضور نے ان سے وہی کہا جو بتیل سے کہا تھا عروہ نے کہا کہ اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تم نے اگر اپنی قوم کو تباہ بھی کر دیا تو کون سا اچھا کام کیا، کیا اس سے پہلے کسی عرب کو تم نے سنا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو اس طرح تباہ کیا ہو اور ہم تو کسی شریف کو تمہارے پاس نہیں دیکھتے۔ یہ اطراف کے اوباش جمع ہو گئے ہیں زیادہ دن نہیں گزریں گے کہ یہ سب تم کو تہزہ چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے۔

عروہ کی یہ بات حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ناگوار گذری آپ نے غصہ میں کہا اھصحن بظلم اللات انفسر عندہ وذل عندہ یعنی تو جا کر اپنے لات کی پریشاب گاہ چاٹ تو کیا جانے کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت ہے یہ کیا ہم لوگ رسول اللہ سے بھاگ جائیں گے ماراں کو چھوڑ دیں گے؟ ناممکن ہے۔

لات قبیلہ ثقیف کے بت کا نام تھا، عربوں میں یہ سخت گالی تھی، عروہ کو حیرت انگیز تکلیف ہوئی اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ابو بکر، عروہ نے کہا کہ تمہارا ہم پر احسان ہے جس کا بدلہ ہم نے ادا نہیں کیا ہے یہ نہ ہوتا تو ہم تم کو اس سخت گالی کا جواب دیتے۔

یام جاہلیت میں عروہ پر ایک دفعہ دیت لازم ہو گئی تھی اور حضرت مدینؓ نے دس جوان گائین دے کر اس کی امداد کی تھی یہ اسی طرف اشارہ ہے۔

عروہ یہ کہہ کر پھر حضورؐ سے گفتگو میں مشغول ہو گیا جب یہ گفتگو کر رہا تھا حضرت منیرہ بن شعبہؓ نو دہن ہوئے اور تلوار نئے ہوئے کمر سے تھے، عروہ جب بات کرنا تو رسول اللہؐ کی ڈاڑھی مبارک پر ہاتھ لے جاتا جیسا کہ عام عربوں کا قاعدہ تھا، حضرت منیرہ تلوار کے نعل سے عروہ کے ہاتھ پر مارے کہ ہاتھ رسول اللہؐ کی ڈاڑھی سے الگ رکھ، عروہ نے سر اٹھا کر پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تمہارا بھتیجہ منیرہ بن شعبہؓ ہے، عروہ نے کہا او غدار! میں نے تیرے غدر کی اصلاح کے لئے کوشش کی اور اب تک کمر ہا ہوں اور تیرا یہ سلوک ہے۔

عروہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ منیرہ بن شعبہؓ اور بنی مالک کے تیرہ آدمی مقوقس کے پاس اسکن دیر گئے تھے دہنی مالک قبیلہ ثقیف کا جد و تھا، وہاں مقوقس نے منیرہ پر ان لوگوں کو ترجیح دی اور انعامات دیئے، اس سے منیرہ کو بڑا میلان ہوا راستہ میں ایک روز شراب پی کر وہ سب غافل سوئے تھے انہوں نے سب کو قتل کر دیا اور ان سب کا مال و اسباب لے کر مدینہ چلے آئے اور مسلمان ہو گئے، رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اسلام تو تمہارا میسج ہے مگر اس مال سے ہمیں کوئی ضرر کار نہیں یہ خبر جب بنی مالک کو ملی تو وہ منیرہ کے خاندان سے قصاص لینے کو مستعد ہو گئے، جنگ کا سامان جو گیا تھا مگر عروہ بن مسعود نے بیچ میں پر ڈر کر بنی مالک کو دیت پر راضی کر لیا یہ اسی طرف اشارہ ہے عروہ اس طرح

باتیں کر رہا تھا مگر پرانا تجربہ کار شخص تھا گوشرہ چشم سے اصحاب رسول اللہ کے طرز عمل کو خوب جانچ رہا تھا اور صحابہ کی تعظیم و تکریم سے حیران تھا، ٹوٹ کر گیا تو کہا کہ اے معشر قریش! میں قیصر و کمری اور بخاشی کے پاس بھی گیا ہوں اور ان کے آداب بھی دیکھے ہیں مگر مجزا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب محمد کی تعظیم کرتے ہیں اگر ان کا شکوک ان کے ہاتھ پر پڑ جائے تو یہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتے ہیں کوئی بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلتی ہے تو سب اس کو پورا کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں، و منو کرتے ہیں تو عسالہ کا پانی لینے کے لئے اس طرح کوشش کرتے ہیں کہ گویا لڑ پھاٹیں گے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بولتے ہیں تو بھی آواز سے تعظیم اور جلالت شان کی وجہ سے کبھی نظر نہیں ملاتے اور اسے قریش محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بیجا بات نہیں کہی ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں مناسب ہے مان لو۔

اس کے بعد ہی کنانہ کے ایک شخص نے جس کا نام حلیس تھا د بیئہ تصغیر اللہ کر کہا اجازت دو دو راہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کر کے دیکھیں، قریش نے اجازت دی، یہ شخص جب حضور کو سامنے سے نظر آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے اس کی قوم قربانی کی دلدلہ ہے قربانی کے جانور اس کے سامنے لاؤ، صحابہ لبیک کہتے ہوئے اس کے استقبال کو گئے اور ہدی کے جانوروں کو اس کے سامنے منکا دیا، اس نے جب دیکھا کہ وادی کی طرف سے اونٹوں کا ایک سیلاب آرہا ہے اور سب کے گلے میں قلاوے پڑے ہوئے ہیں تو اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور اس نے کہا سبحان اللہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ایسی قوم کہ بیت اللہ سے روکا جائے، یہ حضور سے ملا بھی نہیں اور ٹوٹ گیا قریش سے جا کر حال بیان کیا قریش نے کہا کہ تو اعرابی ہے تجھ کو علم نہیں بیٹھ جا۔ حلیس کو اس پر بڑا غصہ آیا اس نے کہا اے قریش ہمارا تہنہا یہ معاہدہ نہیں ہے نہ اس پر ہم حلیف ہوئے ہیں کیا خدا کے گھر سے اس شخص کو روکا جائے گا جو اس کی تعظیم کے لئے آیا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبض میں حلیس کی جان ہے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع دو کہ وہ جو کرنا چاہتے ہیں کریں ورنہ ہم تمام اجاش یعنی گرد ہوں کولے کر جاتے ہیں، قریش نے حلیس کی دلہری شروع کی اور کہا دراتم چپ رہو اور ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسب فیصلہ کر لینے دو۔

اس کے بعد مکہ میں حلیس آیا، رسول اللہ نے دیکھا تو فرمایا یہ مکہ میں حلیس ہے فلاں شخص ہے اس نے باتیں شروع ہی کی تھیں کہ سہیل بن عمرو آیا حضور نے دیکھا تو فرمایا کہ ہاں اب قریش نے اس شخص کو بھیجا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ارادہ صلح کا ہے، سہیل بن عمرو آیا تو بنا صلح پر گفتگو شروع ہوئی حضور نے فرمایا کہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل نہ ہو تاکہ بیت اللہ کا طواف کر سکیں، سہیل نے کہا کہ سارا عرب یہ کہے گا کہ تم نے ڈر سے تم کو چھوڑ دیا یہ نہیں ہو سکتا، ہاں آئندہ سال آکر تم طواف کر سکتے ہو حضور نے اس کو مان لیا، سہیل نے پھر یہ شرط پیش کی کہ قریش کا کوئی شخص بلا اذن اپنے ولی کے ہتھارے پاس جائے تو گو وہ تمہارے دین پر ہو اس کو ہماری طرف واپس کر دینا ہوگا اور تمہارا کوئی شخص قریش کے پاس جائے تو وہ واپس نہیں کریں گے، صحابہ نے کہا سبحان اللہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے جو مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے گا اس کو ہم کیونکر واپس کریں گے مگر حضور نے اس شرط کو بھی قبول کر لیا۔

جب یہ شرائط طے ہو گئے تو حضور نے حضرت علی کو تحریر معاہدہ کا حکم دیا اور فرمایا کہ سب سے پہلے لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم، چونکہ عرب کا دستور یہ تھا کہ سرنامہ پر باسما اللہ اللہم لکھا کرتے تھے اس بنا پر پہلے نے کہا کہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہیں جانتا جو طریقہ تحریر کا تم میں چلا آتا ہے باسما اللہ اللہم لکھو، حضور نے فرمایا اچھا باسما اللہم لکھو، اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ لکھو :-

ہذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ یعنی یہ وہ عہد نامہ ہے جس کا فیصلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

پہلے نے کہا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو نہ آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ کی مخالفت کرتے آپ صرف محمد بن عبد اللہ لکھوائیں (یعنی صلح نامہ میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہونا چاہئے جو کسی فریق کے عقیدہ کے خلاف ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم نے میری تکذیب کی ہے، پھر اس کو منظور فرما کر حضرت علی سے فرمایا کہ جو لکھا ہے اس کو مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھ دو، حضرت علی نے عرض کیا میں تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتا، کہ آپ کے نام کو مٹا دوں، آپ نے فرمایا کہ اچھا وہ جگہ دکھاؤ جہاں تم نے رسول اللہ لکھا ہے، حضرت علی نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتائی، آپ نے خود اپنے ہاتھ سے اس لفظ کو مٹایا اس کے بعد روایات مختلف ہیں، بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے محمد بن عبد اللہ لکھا اور بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت علی کو دیا کہ محمد بن عبد اللہ لکھو، قاضی عیاض کہتے ہیں کہ راجح یہ ہے کہ بطور مجرہ حضور نے خود لکھا اور شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ بعض روایتوں میں جو فلکتاب رسول اللہ کا لفظ آیا ہے وہ امر بالکتابت یعنی کتابت کا حکم دیا مراد ہے جیسا کہ کتب الی قیصر و کسریٰ میں اسناد بخاری ہے اس لئے کہ لغوی قرآنہ اور احادیث متواترہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی ہونا واضح ہے اور اس واقعہ میں حضرت علی کے ہاتھ صلح نامہ لکھوانا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے۔

لیکن اس میں بھی کوئی استحالہ نہیں کہ بطور مجرہ آپ نے اپنے قلم سے لکھ دیا ہو۔ واللہ اعلم۔

شرائط حسب ذیل تھے :-

۱۔ دس سال تک آپس میں لڑائی موقوف رہے گی۔
۲۔ قریش میں کا جو شخص بغیر اپنے ولی اور آقا کی اجازت کے مدینہ جائے گا وہ واپس کیا جائے گا اگرچہ مسلمان ہو کر جائے۔

۳۔ اور جو شخص مسلمانوں میں سے مدینہ سے مکہ آجائے تو اس کو واپس نہ دیا جائے گا۔

۴۔ اس درمیان میں کوئی ایک دو برسے پر تلوار نہ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی سے خیانت کرنے کا۔

۵۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اسی سال بیتر عمرہ کئے مدینہ واپس ہو جائیں مکہ میں داخل نہ ہوں سالی آئندہ صرف تین دن مکہ میں رہ کر عمرہ کر کے واپس ہو جائیں اور سوائے تلواروں کے اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہوں اور تلواریں بھی نیام یا غلاف میں ہوں۔

۶۔ قبائل متحدہ کو اختیار ہے کہ جس کے معاہدہ اور صلح میں شریک ہونا چاہیں شریک ہو جائیں۔

چنانچہ بنو خزاعہ آپ کے عہد میں اور بنو بکر قریش کے عہد میں شریک ہو گئے، بنو خزاعہ آپ کے حلیف اور ہم عہد ہو گئے اور بنو بکر قریش کے حلیف اور ہم عہد ہو گئے۔

صلح نامہ ابھی لکھا ہی جا رہا تھا کہ اسی سہیل بن عمرو کے صاحبزادے ابو جندل بن سہیل پا بنو بکر قحید سے نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ مسلمان تھے، کفار مکہ طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے زنجیروں میں باندھ رکھا تھا کسی طرح موقع پا کر اس وقت یہاں پہنچ گئے ان کو دیکھتے ہی سہیل نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ابو جندل کو صلح نامہ کے مطابق واپس ہونا چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی تو صلح نامہ پورا لکھا نہیں گیا، یعنی لکھے جانے اور دستخط ہوجانے کے بعد سے اس پر عمل شروع ہونا چاہئے۔

سہیل نے کہا تب تو قطعاً کسی بات پر ہرگز صلح نہیں ہو سکتی، حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو میری خاطر اجازت دے دو سہیل نے کہا میں ہرگز اجازت نہ دوں گا، بالآخر آپ نے ابو جندل کو سہیل کے حوالے کر دیا۔ حضرت ابو جندل نے حسرت بھرے الفاظ میں کہا اے گروہ اسلام، ہم کو دشمن کے حوالے کر رہے ہو حالانکہ ہم جیسی مہینتیں جھیل چکے ہیں اس سے واقف ہو، اس وقت مسلمانوں کے اضطراب کا جو عالم ہو گا وہ ظاہر ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو جندل صبر کرو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ عنقریب تمہاری نجات کی کوئی صورت نکالے گا۔

مگر عام مسلمانوں کو ان کی واپسی رشتاقی گذری حضرت عمرؓ نے منبٹ نہ ہو سکا اور عمر بن کیا یا رسول اللہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں؟ آپ نے فرمایا بے شک، حضرت عمرؓ نے کہا کچھ یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا اور وہ میرا معین و مددگار ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے آپ نے فرمایا میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔

بعد ازاں حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور ان سے ٹھیک یہی سوالات کئے اور انہوں نے بھی ٹھیک دہی جوابات دیتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے تھے اور زیادہ کہا کہ اے عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں مستحکم رہو جب تک موت نہ آجائے خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں میں اپنی اس گستاخی پر بہت نادام ہوا اور اس کے کفارہ میں بہت سی نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے اور صدقہ و خیرات کی۔

گفتگو سے عاشقانِ درکار رب جوششِ عشقت نے ترک ادب

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس شرط پر کیسے صلح کی جائے کہ ہم میں سے جو ان کی طرف چلا جائے تو اس کو واپس نہ کیا جائے، آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص ہم میں سے جو ان سے جا ملے وہیں اس کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان میں کا جو شخص مسلمان ہو کر ہماری طرف آئے گا اگرچہ از روئے معاہدہ واپس نہ کر دیا جائے گا لیکن گھبرانے کی بات نہیں اللہ تعالیٰ قریب ہی میں

اس کے لئے نجات کی کوئی صورت ضرور پیدا فرمائے گا۔

انقرض ان شرائط کے ساتھ صلح نامہ مکمل ہو گیا اور فریقین کے دستخط ہو گئے۔

تکمیل صلح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا یہ گویا احترام کے عزم کرنے اور طواف کے ملتوی کرنے کا حکم تھا مگر شرائط صلح کی وجہ سے صحابہ اس قدر مغموم اور شکستہ خاطر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار حکم دیا مگر ایک شخص بھی نہ اٹھا۔

جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ حضرت ام سلمہ کے پاس گئے اور بطور شکایت یہ واقعہ بیان فرمایا، ام المومنین ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق گذری جس کی وجہ سے افسردہ دل اور شکستہ خاطر ہیں اور صحابہ معذور ہیں آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں بس آپ اپنے اونٹوں کی قربانی کر کے سر منڈائیئے آپ کو دیکھ کر خود بخود اتباع کرینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے قربانی کرتے ہی سب سے قربانی شروع کر دی۔

تقریباً دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس ہوئے تو راستے میں سورہ فتح نازل ہوئی اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا اٰلِیْ اٰخِرِ السُّوْرَةِ۔

فتح مبین

بے شک ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی، اٰلِیْ اٰخِرِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کر کے سورہ فتح سنائی، صحابہ اس صلح کو اپنی شکست سمجھے ہوئے تھے، جس کو اللہ تعالیٰ نے فتح مبین فرمایا، صحابہ نے سن کر ازراہ تعجب عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک یہ عظیم الشان فتح ہے۔

سیرت مصطفیٰ بحوالہ احمد ابو داؤد والحاکم

امام زہری فرماتے ہیں کہ فتح حدیبیہ ایسی عظیم الشان فتح تھی کہ اس سے قبل اس شان کی فتح نصیب نہیں ہوئی آپس کی لڑائی کی وجہ سے ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے مصالحت کی وجہ سے لڑائی ختم ہوئی اور امن قائم ہوا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے وہ غلامیہ طور پر احکام اسلام بجالانے لگے آپس میں بات چیت کا موقع ملا، مسائل اسلامیہ پر گفتگو کا موقع ملا، قرآن کریم کو سنا جس کا اثر یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ ابتداء بعثت سے لے کر اس وقت تک اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

اسلام تو مکہ کا رم، اخلاق اور محاسن اعمال کا سرچشمہ اور تمام خوبیوں کا مجموعہ تھا ہی لیکن حضرات صحابہ بھی فضائل و مناقب محاسن و شمائل کی زندہ تصویر تھے اب تک عناد اور منافرت اور بغض و عدالت کی آنکھیں ان کے ارگ سے مائل رہیں۔

چشم بد اندیشی کہ برکت نہ باد عیب نہ ساید ہنرش در نظر

اب صلح کی وجہ سے عناد اور منافرت کا پردہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹا تو اسلام کی دلغریب تصویروں نے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔

مردم کی پیشانی کا نور کب چہار ہوتا ہے پیش ذی شعور

صلح سے پیشتر کفار مکہ و لکن لایشعرون کا مصداق تھے اس لئے اسلام اور مسلمانوں کا نور ان سے پوشیدہ

اور چھپا ہوا تھا، صلح کی وجہ سے جب عداوت اور منافرت دلوں سے دور ہوئی تو اب ذی شعور بنے اور حقانی لوگوں کی پیشانی کا نور ان کو نظر آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ پہنچ گئے تو ابو بصیر مشرکین کے قید و بند سے بھاگ کر مدینہ پہنچنے قریش نے فوراً ہی دو آدمی ان کے لینے کے لئے بھیجے روانہ کئے آپ نے از روئے معاہدہ ابو بصیر کو ان دونوں آدمیوں کے حوالے کر دیا اور ابو بصیر سے فرمایا کہ میں خلافت عہد نہیں کر سکتا بہتر ہے کہ تم واپس چلے جاؤ، ابو بصیر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھ کو مشرکین کی طرف واپس کئے دیتے ہیں جو مجھ کو دین سے پھیرنا چاہتے ہیں اور طرح طرح سے مجھ کو ستاتے ہیں، آپ نے فرمایا صبر کرو، اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھو کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کی صورت پیدا فرمائے گا یہ دونوں آدمی ابو بصیر کو لے کر روانہ ہوئے جب ذوالحلیفہ پہنچے تو دم لینے کے لئے وہاں ٹھہر گئے اور جو مجبورین ساتھ تھے انہیں وہ کھانے لگے ابو بصیر نے ان میں سے ایک سے کہا کہ تمہاری تلوار بہت عمدہ معلوم ہوتی ہے اس نے تلوار کو نیام سے نکال کر کہا ہاں خدا کی قسم یہ نہایت عمدہ تلوار ہے بارہا میں اس کو آزما چکا ہوں، ابو بصیر نے کہا ذرا مجھ کو بھی دکھاؤ، اس شخص نے تلوار ابو بصیر کو دے دی ابو بصیر نے فوراً ہی اس پر ایک وار کیا جس سے وہ ٹھنڈا ہو گیا دوسرا شخص یہ دیکھتے ہی بھاگا اور فوراً مدینہ پہنچا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرا ساتھی تو مارا گیا اور میں بھی اب مارا جائے والا ہوں، اس کے بعد ابو بصیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد کو پورا کیا آپ تو مجھ کو ان کے حوالے فرما چکے تھے اب اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ان سے نجات دی یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اگر میں مکہ واپس چلا جاؤں تو یہ لوگ مجھ کو دین اسلام سے پھر جانے پر مجبور کریں گے، جو کچھ میں نے کیا وہ فقط اس لئے کیا، میرے اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں، آپ نے فرمایا بڑا ہی لڑائی کا بھڑکانے والا ہے اگر کوئی اس کا ساتھی ہو، ابو بصیر سمجھ گئے کہ اگر میں یہاں رہا تو آپ مجھے کفار کے حوالے کر دیں گے اس لئے مدینہ سے نکل کر سابل بھر جا کر ٹھہر گئے جس راستے سے قریش کے کاروان تجارت شام کو آتے تھے مکہ کے بے کس و بے بس مسلمانوں کو جب اس کا علم ہوا تو چھپ چھپ کر ابو بصیر کے پاس پہنچنے لگے۔ اور سہیل بن عمرو کے صاحبزادے ابو جندل بھی وہیں پہنچ گئے اس طرح ستر آدمیوں کا جھنڈا ہاں جمع ہو گیا قریش کا جوت فائدہ وہاں سے گذرنا اس سے تعرض کرتے اور جو مال غنیمت ان سے حاصل ہوتا اس سے گذر اوقات کرتے، قریش نے مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں آدمی بھیجا کہ ہم آپ کو اللہ کا اور قرابتوں کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ابو بصیر اور ان کی جماعت کو مدینہ بلائیں اور جو شخص ہم میں سے مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے گا ہم اس سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔

آپ نے ایک والا نامہ لکھو کر ابو بصیر کو بھیجا جس وقت آپ کا والا نامہ پہنچا اس وقت ابو بصیر اس دنیا سے رحلت ہو رہے تھے آپ کا والا نامہ ابو بصیر کو دے دیا گیا پڑھتے جاتے اور خوش ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ ابو بصیر نہ جا سکتا ثابت ہوئے اور والا نامہ ان کے ہاتھ میں تھا ابو جندل بن سہیل نے ابو بصیر کی تجہیز و تکفین کی اور اسی جگہ ان کو دفن کیا، اور قریب میں ایک مسجد بنائی پھر ابو جندل اپنے تمام زلفا کو لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔

سہیل بن عمرو کو جب اس شخص کے قتل کی خبر پہنچی جس کو ابو بصیر نے قتل کیا تھا وہ شخص سہیل کے قبیلہ کا تھا۔

سہیل نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی دیت کا مطالبہ کرے ابوسفیان نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی دیت کا مطالبہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آپ نے اپنا عہد پورا کیا اور ابوبصیر کو تمہارے قاصد کے حوالے کر دیا اور ابوبصیر نے آپ کے حکم سے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ ان خود قتل کیا اور اس دیت کا مطالبہ ابوبصیر کے خاندان اور قبیلہ سے بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ابوبصیر ان کے دین پر نہیں (فتح الباری کتاب الشروط) معاہدہ کے بعد جو مسلمان مرد مکہ سے بھاگ کر مدینہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو از روئے معاہدہ واپس کر دیا بعد چندے کچھ مسلمان عورتیں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں اہل مکہ نے از روئے معاہدہ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی ان کی واپسی سے منع فرمایا اور یہ ظاہر کر دیا کہ واپسی کی شرط مردوں کے ساتھ مخصوص تھی عورتیں اس شرط میں داخل نہ تھیں چنانچہ بعض روایتوں میں یہ لفظ ہے لایا تئیلہ س جمل الخ یعنی نہیں آئے گا آپ کے پاس کوئی مرد مگر اس کو آپ واپس فرمائیں گے اور ظاہر ہے کہ س جمل کا لفظ جس کے معنی مرد کے ہیں وہ عورتوں کو کیسے شامل ہو سکتا ہے مشرکین مکہ عورتوں کو بھی اس میں شامل کرنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا اور خاص اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْجِبُوا كَلِمَةَ الْمُؤْمِنِ
مَاجِرَاتٍ الخ
سورہ متعمدہ آیت ۱۵۷
اے ایمان والو جب مسلمان عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو ان کا امتحان کر لو کہ کس لئے ہجرت کر کے آئی ہیں،

اس کے بعد کفار بھی خاموش ہو گئے اور عورتوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔

۱۸۲۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ نَصَرَ جَنَامِعٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْخَمْسِ بِبَيْتِ فَاصِبَانَا مَطْمُ ذَاتِ لَيْلَةٍ فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ اذْهَبُوا مَاذَا قَالَ يَا بَكْمُ قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَقَالَ قَالَ اللَّهُ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنِ بْنِ وَكَافِرُ بْنُ فَا مِمَّنْ قَالَ مُطَرْنَا بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَبِرِزْقِ اللَّهِ وَبِفَضْلِ اللَّهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِاللَّوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطَرْنَا بِنَجْمِ كَذَا فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِاللَّوْكَبِ كَافِرٌ بِي۔

ترجمہ :- زید بن خالد سے روایت ہے کہ ہم غزوہ حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے سو ایک رات ہم پر بارش ہوئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی اس کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صبح ہوئی تو میرے کچھ بندوں نے اس طرح صبح کی کہ ان کا ایمان مجھ پر تھا اور کچھ نے اس حالت میں صبح کی کہ مجھ پر کفر کئے ہوئے تھے سو جس نے کہا ہم پر یہ بارش اللہ کی رحمت اور اللہ کے رزق اور اللہ کے فضل سے ہوتی ہے تو مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستاروں کے اثرات، کانکار کرنے والا ہے اور جو شخص کہتا ہے کہ یہ بارش فلاں ستارے کی تاثیر، کی وجہ سے ہوئی ہے تو ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے

اور میرا انکار کرنے والا۔

مطابقتہ للترجمۃ "نحو جنانا عام الحدیثیة"
والحدیث مرت فی صلوة صفحہ ۱۴۱۔

تشریحات

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ بارش خدا کے حکم سے ہوتی ہے اس کی نسبت ستاروں کی طرف جائز نہیں اور نہ اللہ کے سوا کسی مخلوق کی طرف نسبت جائز ہے بارش تو حق تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے کہ جس سے انسان اور تمام حیوانات کی حیات متعلق ہے پس بارش کی نسبت ستاروں کی طرف کرنا نعمت خداوندی کا انکار و کفر ہے۔

۱۸۳۔ حدثنا هذبة بن خالد قال حدثنا همام عن قتادة ان انساً أخبرنا قال اعتمر رسول الله صلى الله عليه وسلم اربع عمر غير كلفت في ذي القعدة الا الشئ كانت مع حجته عمرة من الحدیثیة في ذي القعدة وعمرة من العام المقبل في ذي القعدة وعمرة من البعثة انك حيث قسم غنائم حنین في ذي القعدة وعمرة مع حجة۔
ترجمہ: انس (دین مالک) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے اور سوائے اس عمرہ کے جو آپ نے حج کے ساتھ کیا (یعنی وہ ذی الحجہ میں تھا) تمام عمرے ذی قعدہ میں کئے، ایک عمرہ حدیبیہ سے ذی قعدہ (یعنی ۱۰ سالہ) میں اور ایک عمرہ (یعنی دوسرا عمرہ) اگلے سال (عمرہ القضا برشتہ) ذی قعدہ میں اور ایک عمرہ (یعنی تیسرا عمرہ) جعرانہ (ایک جگہ کا نام ہے) سے جہاں حنین کی غنیمتیں آپ نے تقسیم کی یہ عمرہ بھی ذی قعدہ ۱۰ سالہ میں تھا اور ایک عمرہ (چوتھا عمرہ) اپنے حج کے ساتھ (یعنی حجتہ الوداع کے ساتھ ساتھ) میں۔

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "من الحدیثیة" والحدیث قد رضی فی الحج صفحہ ۲۳۹

تشریحات

حضور کا عمرہ

بخاری کی اس حدیث صفحہ ۱۵۹ اور حدیث صفحہ ۲۳۹ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ چار مرتبہ کیا ہے، نیز مسلم شریف صفحہ ۲۰۹ میں حضرت انس کی روایت ہے کہ آپ نے چار عمرے ادا کئے ہیں سب ذی قعدہ میں سوائے اس عمرہ کے جو حج کے ساتھ تھا۔

ایک عمرہ حدیبیہ جو ۱۰ سالہ میں ہوا کہ آپ عمرہ کی نیت کر کے احرام باندھ کر روانہ ہوئے حدیبیہ تک پہنچے مگر کفار مانع ہوئے اور آپ مکہ میں داخل نہ ہو سکے اس لئے طواف وسیع جو عمرہ کے ارکان ہیں ان کو ادا نہ کر سکے۔ حدیبیہ ہی میں آپ نے اور آپ کے اصحاب نے ہمدی کے جانوروں کی قربانی کی اور حلق کر کے احرام سے باہر ہو گئے۔ پوری تفصیل گذر چکی ہے دیکھئے تفصیل واقعہ حدیبیہ۔

احصار کی وجہ سے اگر چہ ارکان عمرہ ادا نہ کر سکے لیکن نیت، احرام اور ہمدی کی قربانی کی وجہ سے مستقل عمرہ شمار کیا گیا۔

دوسرا عمرہ عترہ القضاء ہے جو حدیبیہ کے دوسرے سال اس شرط کے موافق جو کفار مکہ سے طے ہوئی تھی آپ آئندہ سال سجدہ میں عمرہ کے لئے نکلے اس دفعہ آپ مکہ میں داخل ہوئے اور مناسک کو ادا کیا تین دن مکہ معظمہ میں قیام فرمایا مگر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

تیسرا عمرہ جبرائیل سے جو فتح مکہ کی غرض سے آپ مکہ میں داخل ہوئے اس دفعہ آپ نے ذرا حرام باندھا تھا عمرہ یا حج کی نیت کی تھی، خفیف جنگ کے بعد مکہ نفع ہو گیا تو آپ وہیں سے حنین اور طائف کے غزوہات کے لئے تشریف لے گئے۔ ان دونوں غزوہات سے قدرتاً ہونے کے بعد جبرائیل میں آپ نے غنیمت تقسیم کیا اور وہیں سے ایک رات عشا کی نماز کے بعد احرام باندھ کر مکہ تشریف لے گئے اور رات ہی کو عمرہ کمر کے یعنی صبح ہونے سے پہلے ہی مکہ سے روانہ ہو گئے حتیٰ کہ بعض صحابہ کو اس عمرہ کا علم بھی نہ ہو سکا جیسا کہ بخاری صفحہ ۲۲۵ میں نافع سے منقول ہے "قال فافزع ولم یعت مرسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الجعرانۃ ولوا عاتم لسم یخف علی عبد اللہ یعنی نافع نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے عمرہ نہیں کیا ہے اور اگر آپ عمرہ کرتے تو حضرت عبد اللہ بن عمر سے پوشیدہ نہیں رہتا۔

حالانکہ احتمال ہے کہ عبد اللہ بن عمر موجود نہ ہوں یا بھول گئے ہوں کیونکہ آپ کا جبرائیل سے عمرہ کرنا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے جیسا کہ انس بن مالک کی روایت ۵۹۶ اور ۲۳۹ میں ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ اہل علم کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر کا انکار نسیمان یا اشتباہ پر محمول ہے میرا خیال ہے کہ عمرہ جبرائیل صرف رات کی بات ہے اس وجہ سے بعض صحابہ کو علم نہ ہو سکا تو یہ احتمال ہے کہ حضرت عبد اللہ کو بھی عمرہ جبرائیل کا علم نہ ہو سکا۔ واللہ اعلم۔
چوتھا عمرہ ثلاثہ میں حجۃ الوداع کے ساتھ تھا۔

۱۸۴۔ حدثنا سعید بن الربیع قال حدثنا علی بن المبارک عن یحییٰ عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ ان ابا لا حدثنا قال انطلقنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عامہ الحدیبیۃ فاحرموا صحابہ ولم احرموا۔

ترجمہ :- ابو قتادہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ کے سال روانہ ہوئے، تمام صحابہ نے احرام باندھا اور میں نے احرام نہیں باندھا۔

مطابقتہ للترجمہ ظاہرہ فی قولہ "عامہ الحدیبیۃ"
والحدیث قد مضی مفصلانی ابواب العمرۃ ص ۲۲۵۔

تشریحات

ایک شبہ اور اس کا ازالہ | میقات سے بغیر احرام باندھے آگے بڑھنا جائز نہیں پھر ابو قتادہ بغیر احرام کیسے بڑھے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ نے احرام باندھا لیکن میں نے احرام نہیں باندھا۔

جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ تمام صحابہ نے میقات سے پہلے احرام باندھا ہو اور ابو قتادہ نے باندھا چونکہ

میقات سے پہلے احرام باندھنا جائز ہے

جواب ملا تمام صحابہ چونکہ عمرہ کی نیت سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے تھے اس لئے احرام باندھنا ضروری تھا لیکن ابو قتادہ کی نیت مکہ جانے کی نہیں تھی اور احرام و نخل مکہ کے لئے لازم ہے، طحاوی ابو سعید خدری سے روایت نقل کی ہے بعثت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابا قتادہ علی الصداقۃ علی الصدقۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابوقتادہ صدقہ پر مامور تھے مکہ جانا نہیں تھا اس لئے احرام باندھنے کی ضرورت ہی نہیں۔

۱۸۵- حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ عن اسماء ائیل عن ابی اسحاق عن البراء قال تعدون انتم الفتح فتح مکة وقد كان فتح مکة فتحاً ونحن نعد الفتح بيعة الرضوان يوم الحديبية كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم اربع عشرة مائة والحديبية بئر فنزهاها فلم نترك تطرفة فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فاتاها فجلس على شفيرها ثم دعا بانياً من ماء فتوضأ ثم مضى ودعا ثم صبّه فيها فتركنا ها غيبي لبعيد ثم اتها اصدراً تناها شئنا نحن وراك بنا۔ ترجمہ :- برادر بن عازب سے روایت ہے کہ تم لوگ فتح مکہ کو ذبیحی آیت مبارکہ انا فتحنا للہ فتحنا ما لبينا میں فتح سمجھتے ہو اور فتح مکہ تو بلاشبہ فتح تھی اور ہم غزوہ حدیبیہ کے بیعت رضوان کو حقیقی فتح سمجھتے تھے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو آدمی تھے حدیبیہ ایک کنواں تھا ہم نے اس میں سے اتنا پانی کھینچا کہ ایک قطرہ پانی بھی نہیں رہا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی کہ پانی ختم ہو گیا ہے اور لوگ اور جانور پیا سے ہیں، تو آپ کو نین پر تشریف لائے چنانچہ اس کے کنارے پر بیٹھ گئے پھر پانی کا ایک برتن اٹھایا اور وضو کیا پھر آپ نے کلی کی اور دعا کی پھر اس کو نین میں ڈال دیا سو ہم نے تھوڑی دیر اس کو چھوڑ دیا اس کے بعد جتنا ہم نے چا پایا اور اپنے سواروں کو پلایا۔

مطابقتہ للترجمہ فی قولہ "یوم الحديبية"

تشریحات

صلح حدیبیہ اور فتح مبین

شرائط صلح کے وقت سے آیت مبارکہ نازل ہونے تک اکثر صحابہ نے اس مصالحت کو ذلت آمیز سمجھا۔ لیکن حق تعالیٰ نے اس مصالحت کو فتح مبین بتایا جیسا کہ مصالحت والے واقعات نے بتایا کہ اشاعت اسلام اور تمام فتوحات اسلامی کی بنیاد اسی مصالحت پر ہے یہی مصالحت فتح مکہ کا ذریعہ بنی اور یہی مصالحت استیلاء اسلام کا ذریعہ ثابت ہوئی، اسلام نے جس اسوہ حسنہ کی بنیاد ڈالی تھی اور اسلام کی وجہ سے صحابہ کرام کی جماعت اخلاق حسنہ کے جس مرتبہ عالیہ پر پہنچ گئی تھی اس سے قریش اور دوسرے دشمن قبائل مطلع نہیں ہو سکتے تھے ہر وقت کے جنگ و جدال، قتل و قتال کی وجہ سے وہ اطمینان کے ساتھ اسلامی تعلیم کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکتے تھے، اس مصالحت کے بعد جب اطمینان کے ساتھ ایک ایک دوسرے سے ملے تو انہوں نے دیکھا کہ خود ہماری ایک جماعت تھوڑے دنوں میں اسلامی تعلیم سے بہرہ اندوز ہو کر انسانیت اور شرافت کے کیسے اعلیٰ مرتبہ میں پہنچ گئی ہے اس کا فوری نتیجہ ہوا کہ قریش اور تمام قبائل اسلامی اخلاق و افعال سے متاثر ہوئے اور صرف دوسرے

کے عرصہ میں اتنے لوگ مشرف باسلام ہوئے کہ بعثت سے لے کر تین تک انیس برس میں نہ ہوئے تھے چنانچہ حدیبیہ میں آنحضرتؐ چودہ سو صحاب کو ہمراہ لے کر نکلے تھے اور دو برس کے بعد فتح مکہ کے لئے دس ہزار کی جماعت لے کر نکلے۔

دوسری بڑی بات اس صلح کی وجہ سے یہ ہوئی کہ اب تک ساری اسلامی طاقت قریش کی جنگ میں اٹھی ہوئی تھی اس صلح کی وجہ سے مہات عظیمہ کی طرف توجہ کا موقع ملا مدینہ واپس آنے کے بعد ہی حضورؐ اقدسؐ بادشاہان عالم کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے اس کے معنی یہ تھے کہ اب بجائے قریش و قبائل کے اسلامی طاقت قیصر و کسری جیسی عظیم الشان طاقتوں سے ٹکرانے کے قابل ہو گئی تھی۔

۱۸۶۔ حدثنی فضل بن یعقوب قال حدثنا الحسن بن محمد بن اعیان ابو علی بن المحرف قال حدثنا زهير قال حدثنا ابو اسحاق قال انبأنا البراء بن عازب انهم كانوا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الحديبية الفاء رابع مائة واكثر فنزلوا على بئر فنزحوا فان التوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتى البئر فعد على شفيرا شتر قال ائتوني بدلوا من ما هنا فأتى بده فبسط فدعاهم ساعة فأرؤوا أنفسهم وراكبهم حتى ارتحلوا۔

ترجمہ :- برابرن عازب کی روایت ہے کہ آپ حضرت غزوہ حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک ہزار چار سو کی تعداد یا اس سے بھی زیادہ تھے سو ایک گزین پر (یعنی حدیبیہ پر) وہ لوگ اترے اور اس کا پانی کھینچا دیعنی ساڑھائی کھینچ لیا کہ کچھ بھی باقی نہ رہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آنحضرتؐ گزین کے پاس تشریف لائے اور اس کے کنارے پر بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ ایک ڈول میں اس گزین کا پانی لاؤ چنانچہ اس ڈول کو لایا گیا تو آپ نے منہ کا پانی ڈول میں ڈالا اور دعا کی پھر فرمایا اس کو تھوڑی دیر چھوڑ دو (یعنی تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ) پھر سارے لشکر نے اپنے آپ کو اور اپنی سواریوں کو سیراب کیا کچھ کرنے تک (یعنی جب تک قیام نہ رہا سیراب ہوئے رہے)

مطابقتہ للترجمتی قوله يوم الحديبية

تشریحات

یہ حدیث بھی حضرت برابرن عازب سے ہے دوسری سند سے۔

۱۸۷۔ حدثنایوسف بن عیسیٰ حدثننا ابن فضیل قال حدثنا حصیب عن سالم عن جابر قال عطش الناس يوم الحديبية ورسول الله صلى الله عليه وسلم بين يدي يدهم ركوة فتوضأ منها ثم اقبل الناس نحوها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لكم قالوا يا رسول الله ليس عندنا ماء فتوضأ به ولا نشرب الا ما في ركوتك قال فوضع النبي صلى الله عليه وسلم يده في الركوة فجعل الماء يفور من بين اصابعه كما مثل العيون قال فشربت و توضأنا فقلت لجا بركم كنتم يومئذ قال لو كنا مائة الف لكفانا كنا خمس عشرة مائة۔

ترجمہ :- جابر سے روایت ہے کہ غزوہ حدیبیہ کے موقع پر لوگوں کو پیاس لگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چھال (دبیال) تھا سو حضورؐ نے اس سے وضو کیا پھر لوگوں نے آپ کی طرف توجہ کی،

دیعنی صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے پانی کی شراکت لے کر، تو رسول اللہ نے دریافت کیا کہ کیا حال ہے تمہارا؟
 (یعنی کیا بات ہے یہ کیوں آئے ہو؟) لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے نہ وضو کرنے کے لئے اور نہ پینے
 کے لئے سوائے اس پانی کے جو آپ کے چھاگل میں ہے۔

راوی نے بیان کیا کہ پھر حضور نے اپنا ہاتھ چھاگل میں رکھا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمے کی طرح پھوٹ
 پھوٹ کر باہر نکلے گا۔ جابرؓ نے بیان کیا کہ پھر ہم لوگوں نے پیا اور وضو بھی کیا میں نے جابرؓ سے دریافت کیا (سائل سالم ہیں) کہ آپ
 حضرات کتنی تعداد میں تھے، انہوں نے کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی کافی ہوتا ویسے ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

مطابقتہ للترجمتہ فی قولہ "یومہ الحد یلییۃ"

تشریحات

والحدیث فی البخاری صفحہ ۵۹۸ و قد مر فی باب علامات النبوة صفحہ ۵۰۵۔

بظاہر حضرت جابر کی حدیث کا حضرت برادر بن عازب کی حدیث (یعنی حدیث ۱۸۶)

اعراض و جواب

سے تعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت جابر کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے
 پیا لے میں ہاتھ دیا تو دست مبارک کی انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی نکلنے لگا اور حضرت برادر بن عازب کی حدیث سابق
 سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے ڈول میں کنویں سے پانی منگو کر آپؐ نے دہن مبارک کا پانی ڈالا (یعنی کلی کی) تو پانی بہت
 ہو گیا۔

جواب بلا تعدد واقعہ ہے یعنی کئی بار واقع ہوا ہے جیسا کہ کتاب الاثر میں مذکور ہے کہ حضرت جابرؓ کی حدیث
 میں انگلیوں سے پانی نکلنے کا واقعہ اس وقت کا ہے جب عمر کی نماز کے لئے آپؐ نے وضو کا ارادہ فرمایا اور حضرت برادر
 کی حدیث عام فرودوں کے لئے ہے۔

جواب مزید یہ ہے کہ آپؐ نے جب وضو کیا تو انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی جاری ہو گیا اور تمام صحابہ کرام نے
 وضو کیا اور پیا، پھر آپؐ نے حکم دیا کہ چھاگل کے باقی ماندہ پانی کو کنویں میں ڈال دو، چنانچہ کنویں میں بہت پانی ہو گیا۔

۱۸۸۔ حدثنا الصلت بن محمد قال حدثنا یزید بن زریع عن سعید بن مسعود عن قتادہ قال
 قلت لسعید بن مسیب بلغنی ان جابربن عبد اللہ کان یقول کانوا امر ببع عشاءتہ
 مائۃ فقال لی سعید حدثنی جابر کانوا خمس عشاءتہ مائۃ الذین بايعوا النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم یوم الحد یلییۃ تابعہ ابو داؤد حدثنا قتادہ عن قتادہ و تابعہ محمد بن بشار

ترجمہ :- قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جابر بن عبد اللہ
 فرماتے تھے کہ وہ لوگ چودہ سو تھے (یعنی صلح حدیبیہ کے موقع پر) اس پر سعید بن مسیب نے مجھ سے بیان کیا
 کہ جابرؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ لوگ پندرہ سو تھے جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ حدیبیہ میں
 بیعت کی تھی۔

متابعت کی صلت بن محمد کی ابو داؤد طیالسی نے اس نے کہا کہ ہم سے قرہ نے حدیث بیان کی قتادہ سے اور
 متابعت کی ہے اس کی محمد بن بشار نے۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ لیومہ الحد یلبیۃ

اعترض وجواب

بظاہر اصحاب حدیبیہ کی تعداد میں روایتوں کے اندر تعارض ہے خود حضرت جابرؓ کی دو روایتیں متعارض معلوم ہوتی ہیں ایک سعید بن مسیب کی روایت عن جابر سے کہ عمرہ حدیبیہ میں حضورؐ کے ساتھ پندرہ سو آدمی تھے اور قتادہ کی روایت عن جابر ہی ہے کہ چودہ سو آدمی تھے نیز اس کے بعد متصل یعنی حدیث ۱۸۹ میں عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کی روایت ہے کہ اصحابِ بنجرہ (یعنی اصحاب حدیبیہ) تیرہ سو آدمی تھے۔

جواب: یہ ہے کہ اصل میں چودہ سو سے زیادہ تھے جیسا کہ حدیث ۱۸۵ میں حضرت ہار بن عازبؓ کی روایت میں او اکثر کا لفظ آیا ہے تو جس نے کسر کو پورا کر لیا اس نے پندرہ سو کہا اور جس نے کسر کو چھوڑ دیا صحت سیکڑہ کا اعتبار کیا اس نے چودہ سو کہا۔

اب رہ گیا معاملہ تیرہ سو کی روایت کا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ نے اپنے علم کے مطابق کہا اور جن کو زیادہ کا علم تھا انہوں نے زیادہ کی روایت کی اور قاعدہ ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ ابتدا میں مدینہ منورہ سے نکلنے کے وقت تیرہ سو تھے پھر کچھ لوگ آکر ملے تو چودہ سو ہوئے۔
اور پھر کچھ لوگ آکر ملے تو آخر میں تعداد پندرہ سو کی ہو گئی۔

۳۱ ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ مجاہدین کی تعداد چودہ سو تھی اور غزواتوں کو ملا کر تعداد پندرہ سو ہو جاتی تھی۔ واللہ اعلم۔

۱۸۹ - حدثنا علیٰ حدیثنا سفین بن عمرو سمعت جابر بن عبد اللہ قال قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیوم الحد یلبیۃ انتم نعیواہل الامراض وکتنا النفاواربع مائۃ ولو کنت اَبصر الیوم لاکہر یتکم مکان الشجرۃ تابعہ الاعمش سمعہ سالما سمعہ جابراً النفاواربع مائۃ وقال حُبیب اللہ بن معاذ حدیثنا ابی حدیثنا شعبۃ عن عمرو بن مزیار حدیثنا عبد اللہ بن ابی اوفیٰ کان اصحاب الشجرۃ النفا وثلث مائۃ وکانت اسلم ثمین المهاجرین تابعہ محمد بن بشیر حدیثنا ابو داؤد حدیثنا شعبۃ۔

جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حدیبیہ کے موقع پر فرمایا کہ تم لوگ اہل زمین میں سب سے افضل ہو اور ہم لوگ چودہ سو تھے اگر آج میں دیکھتا ہوتا تو البتہ میں تم کو درخت کی جگہ دکھاتا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت جابرؓ نے غزوات میں نابینا ہو گئے تھے۔

تابعہ الاعمش (یعنی ان سفیان بن عیینہ کی متابعت کی ہے) نے اس نے سالم سے سنا اور انہوں نے جابرؓ سے کہ چودہ سو تھے (یعنی غزوہ حدیبیہ میں صحابہ کرام چودہ سو تھے) امام بخاری نے اس متابعت کو پوری سند کے ساتھ کتاب الاثر میں لکھا ہے دیکھئے ص ۲۳۲۔

وقال عبید اللہ بن معاذ الخ اور عبید اللہ بن معاذ نے بیان کیا ان سے ان کے والد معاذ نے حدیث بیان کی ان سے شعبہ نے حدیث بیان کی ان سے عمر بن مرہ نے ان سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی (اصلی) نے بیان کیا کہ اصحاب شجرہ (یعنی بیعت رضوان کرنے والے) تیرہ سو تھے، اور قبیلہ اسلم مہاجرین کا اٹھواں حصہ تھے۔
قال عبد محمد بن بشام یعنی عبید اللہ بن معاذ کی متابعت محمد بن بشر نے کی ہے ان سے ابوداؤد نے حدیث بیان کی اور ان سے شعبہ نے۔

اس حدیث میں انتم تعمیر اہل الامم صن دم لوگ اہل زمین میں سب سے افضل ہو، اصحاب شجرہ کی افضلیت پر صریح دلیل ہے، بلاشبہ اس وقت

یعنی ۳۰ھ میں مسلمان اصحاب شجرہ کے علاوہ مدینہ اور مکہ وغیرہ میں موجود تھے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب شجرہ کی خصوصی فضیلت بیان فرمائی، نیز مسلم شریف میں ام مبشر سے مروغاً روایت ہے کہ اصحاب شجرہ میں سے انشاء اللہ کوئی جہنم میں نہیں داخل ہوگا (مسلم صفحہ ۳۰۲)۔

اور بلاشبہ ان حضرات کا جنتی ہونا یقینی ہے جبکہ جن تعالیٰ نے ان سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا بقدر رضی اللہ عن المؤمنین اذ بیای عوفث تحت الشجر کا (سورہ فتح)

رضائے الہی کا یہ اعلان اس بات کی ضمانت ہے کہ یہ سب مرتے دم تک ایمان و عمل صالح پر قائم رہیں گے۔ کیونکہ اللہ تو علیم وخبیر ہے اگر کسی کے متعلق اس کو یہ علم ہو کہ یہ کسی وقت ایمان سے پھر جانے والا ہے تو اس سے اپنی رضا کا اعلان نہیں فرما سکتے۔

ابن عبدالبر نے مقدمہ استیعاب میں اسی آیت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ومن رضی اللہ عنہ لم یسخط علیہ ابدا یعنی اللہ جس سے راضی ہو جائے پھر اس پر کبھی ناراض نہیں ہوتا۔

بعض شیعہ حضرات نے اس حدیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت علیؑ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے حضرت عثمانؓ پر کیونکہ حضرت علیؑ تحت الشجرہ بیعت میں موجود تھے اس لئے انتم تعمیر اہل الامم صن کے مخاطب تھے بخلاف حضرت عثمانؓ کے کہ حضرت عثمانؓ موجود نہیں تھے۔

لیکن شیعہ کا یہ استدلال غلط اور باطل ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو خود مکہ بھیجا تھا اس لئے حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت کی بلکہ یہ خصوصی فضیلت حضرت عثمانؓ کی تھی کہ حضورؐ نے اپنے ہی دست مبارک کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کر لی اور ارشاد فرمایا کہ یہ عثمانؓ کی بیعت ہے۔ پس بلاشبہ حضرت عثمانؓ اصحاب شجرہ کے مصداق اور انتم تعمیر اہل الامم صن کے مخاطب تھے۔

۱۹۔ حد ثنا ابراہیم بن موسیٰ قال اخبرنا عیسیٰ عن اسمعیل عن قیس انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وكان من اصحاب الشجر لا یقبض الصالحون الا اول فالاول و تبقى الحفالة كحفالة التمر والشعیر لا یعبأ اللہ بهم شیئا۔

ترجمہ: قیس سے روایت ہے انہوں نے مرواس السلی سے سنا اور آپ (مرواس السلی) اصحاب شجرہ
 (یعنی شکر کا طرہ وہ حدیبیہ) میں سے تھے، آپ بیان کرتے تھے کہ نیک لوگ پہلے اٹھائے جائیں گے پے درپے
 یعنی صالحین کی روح قبض کی جائے گی جو زیادہ صالح ہوگا اس کی سب سے پہلے پھر جو اس کے بعد کے درجہ کا ہوگا وغلیٰ هذا
 لقیاس) اور باقی رہ جائیں گے گھٹیا (رزیل و غلط کار) لوگ مانند ردی کجور اور جو کے اللہ ان لوگوں کی کچھ پرواہ نہ کرے گا یعنی
 اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی،

مطابقتہ للترجمہ فی قوله وكان من اصحاب الشجرة

تشریحات

مرواس بکر المیم و سکون اللہ و فتح الدال ابن مالک الاسلمی و حدیثہ هذا موقوف۔

و اور وہ البخاری فی الروایات صفحہ ۹۵۲۔

الاولیٰ مرفوع بفعل محذوف تقدیرہ یدھب الاول وقوله فالاول عطوف علیہ حاصل المعنی یدھب الصالحون
 من وجه الارض اولاً فالاولا - مخالفة بضم الحاء وبالفتح المحففة ای تبتقی علی وجه الارض بعد ذهاب الصالحین رواہ التہ
 من الناس کر دی الترجمہ و عمدة القاری،

۱۹۱۔ حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفین بن عن الزهري عن عمرو بن مروان و
 المسور بن مخرمة قال اخرج النبي صلى الله عليه وسلم عام الحديبية في بضعة عشر
 مائة من اصحابه فلما كان بدى الخليفة قلد الهدى واشعرا و امر ما منها الا حصي كم
 سمعته من سفیان حتى سمعته يقول لا احفظ من الزهري الا شعرا والتقليد فلا ادري
 یعنی موضحة الا شعرا والتقليد او الحديث كله۔

ترجمہ :- مروان بن الحکم، اور مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال
 ایک ہزار سے کچھ زیادہ صحابہ کو گمراہ لے کر نکلے سو آپ جب ذوالحلیہ پہنچے تو ہدی (قربانی کے جانور) کو قلاہ پہنایا
 اور اشعار کیا اور عمرہ کا حرام باندھا۔

علی بن مدینی شیخ بخاری کہتے ہیں کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ اس حدیث کو سفیان سے کتنی بار سنا میں نے یہ حدیث
 سفیان سے بارہا سنی اور ایک مرتبہ بیچھی سنا کہ آپ بیان کر رہے تھے کہ میں یاد نہیں رکھتا ہوں نہ ہری سے اشعار اور
 تقلید کو، سو میں نہیں جانتا ہوں کہ اس سے ان کی مراد اشعار و تقلید کی جگہ ہے یا پوری حدیث۔

مطابقتہ للترجمہ فی قوله عام الحديبية

تشریحات

والحدیث معنی فی کتاب الحج ۲۲۹ تا ۲۳۰

الا شعرا والتقليد معطوف علیہ اور معطوف دونوں معطوف ہیں لا احفظ کے مفعول ہونے کی بنا پر۔
 ۱۹۲۔ حدثنا الحسن بن خلف قال حدثنا اسحق بن يوسف عن ابی بشام و مر قاء عن
 ابی ابی نجیح عن مجاهد قال حدثني عبد الرحمن بن ابی لیلی عن كعب بن عجرة ان
 رسول الله صلى الله عليه وسلم مر اة وقتله يسقط على وجهه فقال ابو ديك هو

امك قال نعم فاهرا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يخلق وهو بالحد يدية لسويين لهم انهم يخلقون بها وهم على طمع ان يدخلوا مكة فانزل الله الفدية قاهرة رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يطعم قريباين ستة مساكين او يهدي شاة او يصوم ثلاثة ايام -

ترجمہ :- کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا کہ ان کی جوڑیں ان کے چہرے پر گر رہی ہیں تو آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرے سر کے کیرنے تجھ کو تکلیف دیتے ہیں اس نے دیکھی کعب بن عجرہ نے، کہا ہاں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سر منڈانے کا حکم دیا دراصل حالیکہ وہ حدیبیہ میں تھے (عمرہ کے لئے احرام باندھے ہوئے)، اور ابھی آپ نے بیان نہیں کیا تھا ان (حضرات صحابہ) سے کہ وہ لوگ احرام سے حلال ہو جائیں گے بلکہ صحابہ کو تو یہ امید تھی کہ وہ لوگ مکہ میں داخل ہوں گے سو اللہ تعالیٰ نے قدریہ کا حکم نازل فرمایا (یعنی احرام کی حالت میں سر منڈوانے وغیرہ پر) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (یعنی کعب بن عجرہ کو) حکم دیا کہ ایک فرقہ انجان چھ مسکینوں کو کھلاویں یا ایک بکری کی قربانی کریں یا تین دن روزے رکھیں۔

مطابقتہ للترجمتی قولہ وهو بالحد يدية

والحدیث قد مضی فی الحج ص ۲۳۴

تشریحات

فراق بفتح الفاء والراء ایک پیمانہ ہے سولہ رطل کا (عمدة القاری ص ۲۱۱)

۱۹۳- حدثنا اسمعيل بن عبد الله قال حدثني مالك عن زيد بن اسلم عن ابيہ قال نمرجت مع عمر بن الخطاب الى السوق فابقت عمرا امرأة شاببة فقالت يا امير المؤمنين هل لك زوجي وتركت صبية صغارا والله ما ينصجون كراعا ولا لهم زرع ولا ضرع وخشيت ان تاكلمهم الضبة وانا بنت خفاف بن ايماء الغفاري قد شهد ابني الحديبه مع النبي صلى الله عليه وسلم فوقف معها عمر ولم يمض ثم قال مر عبنا بنسب قريب ثم انصرف الی بعير ظهیر کان مربوطا فی الدار فحکل علیہ غراما تسین ملاهما طعاما وعمل بينهما نفقة ونيا با ثم ناولها بخطامه ثم قال اقتاديه فسن يفتني حتى يا تكم الله بخير فقال جل يا امير المؤمنين اكرت لها قال عمر ثكلتك امك والله اني لا اري ابا هذا ولا عاها قد حاصرا حصنا مانا فافتحاه ثم اصبنا نستفي سهما نهما فيه -

ترجمہ :- اسلم سے روایت ہے کہ میں عمر فاروق کے ساتھ بازار کی طرف نکلا تو عمر سے ایک جوان عورت نے ملاقات کی اور عرض کیا کہ اسے امیر المؤمنین میرا شوہر مر گیا اور چند چھوٹی بچھوٹی بچیاں چھوڑ گیا ہے، خدا کی قسم نہ ان کے پاس بکری کا پایہ ہے کہ پکالیں، نہ کھیتی ہے اور نہ دو دھوائے جانور ہیں اور مجھے تو اس کا خطرہ ہے کہ ان کو کھا ڈالے قحط کا سال (یعنی قحط سالی و فقر وفاقہ کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائیں)، اور میں خفاف بن ایماز غفاری کی بیٹی ہوں اور بیشک

میرے والد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے تو دیرین سفر (عمر فاروق اس عورت کے پاس رک گئے اور آگے نہیں بڑھے پھر ذمیامہ جہاں نسب قریب کو (یعنی اشارت ہو بہا راخانہ دانی تعلق تو بہت قریبی ہے) پھر ایک قوی اونٹ کی طرف مرے جو گھر میں بندھا ہوا تھا سو اس پر دو بوسے غلہ سے بھرے ہوئے رکھ دیتے ان دونوں بوروں کے درمیان دوسری ضرورت کی چیزیں اور کپڑے رکھ دیتے اور اس اونٹ کی نیکل اس کے ہاتھ میں تھا کہ فرمایا اس کو کیسے کرنے جاؤ سو یہ نعمت نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو خیر دے گا (یعنی حضرت عمر نے وعدہ کیا کہ ختم ہونے پر اور دولی گا۔) تو ایک شخص نے کہا یا امیر المؤمنین آپ نے اسے بہت دے دیا، عمر نے فرمایا تیری ماں تجھے روئے خدا کی قسم اس عورت کے والد اور اس کے بھائی کو دیکھتا ہوں (یعنی گویا کہ میری نظروں کے سامنے ہیں) کہ ایک مدت تک ایک قلعہ کے محاصرے میں شریک ہیں اور پھر اس کو فتح کر لیا پھر تم نے جمع کی اس حال میں کہ ان دونوں کے حصے اس (مالِ غنیمت میں سے طلب کر رہے تھے (یعنی تقسیم کر رہے تھے)

مطابقہ للترجمہ فی قولہ "وقد شهد الی الحدیبیۃ"

تشریحات

زید بن اسلم زید کے والد حضرت عمر بن الخطاب کے مولیٰ ہیں جن کو حضرت عمر نے سنہ ۱۰ میں مکہ میں خریدنا تھا حبیبہ بکرہ الصاد و سکون الباء صبیعی کی جمع ہے۔ مابین خنجر و کرا عا بضم یاء و سکون النون و کسر الضاد بعد باجم کرا ع بکری وغیرہ کا پایہ معنی لاکرا ع ہم حتیٰ ینفخونہ۔

ان قاکھم الضبع بنوع الضاد و ضم الباء وبالعين المہملۃ نقطہ کا سال اور نیز ضبعہ بجز کو بھی کہتے ہیں بخفاف بن ایسما بضم الخاء و تخفیف الفاء الاوئی ابن ایسما بکسر الهمز۔

صاحب خیر الباری نے لکھا ہے کہ اس عورت کا نام معلوم نہیں ہو سکا اور اس کے خاوند اور اولاد کا نام معلوم ہو سکا ہاں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کا خاوند صحابی ہے اور یہ عورت صحابی کی بیٹی ہے اور ظاہر یہی ہے کہ اس کا خاوند بھی صحابی ہوا اس عورت کے باپ خفاف کا صحابی ہونا معلوم و مشہور ہے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ قال ابو عمر یقال لخفاف و امیر و جدہ محبتہ یعنی خفاف اور اس کے باپ ایسما اور اس کا دادا اس حصہ سب صحابی ہیں فرمائی اللہ عنہم جیسے زید بن حارثہ کے باپ حارثہ اور بیٹا اسامہ پھر اسامہ کی اولاد کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

قد حاصرا حصنا ممکن ہے کہ قلعہ کا گھیرنا خیمہ میں ہوا ہو۔

۱۹۴۔ حدثنی محمد بن سراقہ قال حدثنا شبابة بن سوار ابو عمیر و الفراء سراقہ قال حدثنا شعبة عن قتادة عن سعید بن المسيب عن ابيہ قال لقد رأيت الشجره انتم اتيها بعد فلم اعرفها قال محمود ثم انسيها بعد۔

ترجمہ:- مسیب سے روایت ہے کہ میں نے وہ درخت دیکھا ہے جس کے نیچے بیعت رضوان واقع ہوئی تھی پھر اس کے بعد اس کے پاس آیا تو اسے نہیں پہچان سکا۔

محمود نے بیان کیا (یعنی محمود بن عیسان شیخ بخاری نے اپنی روایت میں بیان کیا) کہ پھر بعد میں میں اس درخت کو بھول گیا کہ کون ہے۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ لقدس أیت الشجرۃ " لانہا کانت ہی الحدیبیہ۔

۱۹۵۔ حدثنا محمود قال حدثنا عبد اللہ عن اسحاق بن طارق عن عبد الرحمن قال انطلقت حاجباً فمررت بقوم یصلون قلت ما هذا المسجد قالوا اهلک الشجرۃ حیث بايع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعة الرضوان فانبت سعید بن المسيب فانبرت فقال سعید حدثنی ابی ائنه کان فیمن بايع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحت الشجرۃ قال فلما خرجنا من العامر المقبل نسيناها فلم نقدر علیها فقال سعید ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم یعلموها وعلمتوها انتم فانتم اعلم۔

ترجمہ :- طارق بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ میں حج کے ارادے سے چلا سو میں ایسی جماعت کے پاس سے گزرا جو نماز پڑھ رہی تھی میں نے پوچھا یہ کون سی مسجد ہے ؟ " ان لوگوں نے بتایا یہ وہی درخت ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی پھر میں سعید بن مسیب کے پاس آیا اور میں نے ان کو اس کی اطلاع دی تو سعید نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے والد مسیب نے حدیث بیان کی کہ وہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ، مسیب نے بیان کیا کہ پھر جب آئندہ سال ہم نکلے تو ہم اس درخت کو بھول گئے چنانچہ ہم تلاش کے باوجود اس جگہ کو معلوم نہ کر سکے ، سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو تو اس درخت کا علم نہ ہو سکا اور تم لوگوں کو اس کا علم ہو گیا سو تم لوگ صحابہ سے زیادہ علم والے ہوئے۔

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ تحت الشجرۃ "

تشریحات

ما هذا المسجد مراد مسجد شجرہ ہے کیونکہ صحابہ نے اس درخت کے نیچے مسجد تعمیر کر لی تھی فانتم اعلم تم صحابہ سے زیادہ علم والے ہو یہ بطور شک تھا۔

۱۹۶۔ حدثنا موسى قال حدثنا ابو عوانة قال حدثنا طارق عن سعید بن المسيب عن ابیہ ائنه کان من بايع تحت الشجرۃ فرجعنا ایہا العامر المقبل فعیت علینا۔

ترجمہ :- مسیب سے روایت ہے اور وہ مسیب ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت (بیعت الرضوان) کی تھی پھر جب ہم آئندہ سال اس کی طرف پھرے تو ہم پر وہ درخت مخفی رہا (یعنی پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ کون سا درخت تھا)

۱۹۷۔ حدثنا قبيصة قال حدثنا سفيان عن طارق ذكرت عند سعید بن المسيب الشجرۃ فوجدت فقال انبرني ابی وكان شہداً ہا۔

ترجمہ :- طارق سے روایت ہے کہ سعید بن مسیب کے پاس اس درخت کا ذکر کیا گیا تو وہ ہنسے اور عرض کیا کہ میرے والد نے مجھے خبر دی ہے اور وہ اس بیعت میں حاضر ہوئے تھے۔

حاشیہ بخاری نے فتح الباری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ سعید بن مسیب کا احوال ایسے شخص پر جو درخت کے پچانے کا خیال کرتا ہے اپنے باپ (مسیب) کے قول پر اعتماد

تشریحات

کر کے کہ ان اصحاب نے دوسرے سال اس کو نہیں پہچانا، اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیب وغیرہ پر وہ درخت بالکلیہ معنی بہا کیونکہ اسی بخاری مغازی کی حدیث ۱۸۹ میں جابرؓ کی روایت گنڈیچی ہے کہ لو کننت ابصر الیوم لا سیرتکم مکان الشجرة، اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت جابر کو مقام شجرہ بالکل یاد تھا اور جب عرصہ دلاز کے بعد آخر عمر میں صحابہ کو یاد تھا تو ظاہر ہے کہ صحابہ اس درخت کی جگہ کو جانتے تھے البتہ حضرت عرفان روق نے جب دیکھا کہ لوگ اس درخت کے پاس آتے ہیں تو نمازیں پڑھتے ہیں تو حضرت عمرؓ لوگوں کو ڈرانے لگے اور اس درخت کو کٹوا دیا۔

۱۸۸۔ حدثنا آدم بن ابی ایاس قال حدثنا شعبة عن عمرو بن ہرقة قال سمعت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ وكان من اصحاب الشجرة قال كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتى اثناء قوم بصدقة فقال اللهم صل علیہم فأتا ابی بصدقة فقل اللهم صل علی ال ابی اوفیٰ۔

ترجمہ :- عمرو بن مرہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے سنا اور وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے دینی درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے تھے (عبد اللہ بن ابی اوفیٰ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی صدقہ لے کر آتا تو آپ یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ ان پر رحم فرما، چنانچہ میرے والد عبد اللہ بن ابی اوفیٰ بھی اپنا صدقہ لے کر آئے تو حضور نے دعا فرمائی، اے اللہ آل ابی اوفیٰ پر اپنی رحمت نازل فرما۔

مطابقتہ للترجمہ "کان من اصحاب الشجرة"
والحدیث مرئی الزکوة ص ۲۰

تشریحات

۱۹۹۔ حدثنا اسمعیل عن انھید عن سلیمان عن عمرو بن یحییٰ عن عباد بن تمیم قال لما کان یوم الحرة والناس یبایعون لعبد اللہ بن حنظلة فقال ابن زید علی ما یبایع ابن حنظلة الناس قبل له علی الموت قال لا ابایع علی ذالک احداً بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وكان شہداً معہ الحدیبیة۔

ترجمہ :- عباد بن تمیم سے روایت ہے کہ حرہ کی لڑائی کے موقع پر لوگ عبد اللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر دیزید کے خلاف بیعت کر رہے تھے تو ابن زید دینی عبد اللہ بن زید نے پوچھا کہ ابن حنظلہ کس بات پر لوگوں کو بیعت کر رہے ہیں تو لوگوں نے بتایا کہ موت پر، ابن زید نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں کسی سے بھی موت پر بیعت نہیں کروں گا اور وہ عبد اللہ بن زید حضور کے ساتھ غزوہ حدیبیہ میں شریک تھے دجال حضور سے صحابہ نے موت پر بیعت کی تھی، جس کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔

مطابقتہ للترجمہ فی الزکوة وكان شہداً معہ الحدیبیة"
والحدیث قد مضی فی الجہاد ص ۳۱۵۔

تشریحات

یوم الحرة فتح الحار الملہ و تشدید اللہ وہی عز الحدیبیہ، یعنی مدینہ کی فتح علی زمین یوم الحرة حرہ کی

لڑائی کا دن -

واقعہ حرہ | یزید بن معاویہ کے دور خلافت میں ۳۷ھ میں اہل مکہ و مدینہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو خلیفہ المسلمین تسلیم کر لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور تمام اموی عمال کو مدینہ سے نکال دیا۔

اہل مدینہ نے یزید کی بیعت منع کرنے کے بعد عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا امیر بنایا اور مدینہ میں جو بنی امیہ مقیم تھے تمام امیویوں کو نکال دیا جب شام میں یزید کو یہ خبر پہنچی تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو دس ہزار خراج دے کر بھیجا اور ہدایت کردی کہ پہلے اہل مدینہ کو اطاعت کی دعوت دینا جب وہ انکار کریں اس وقت تلوار اٹھانا اور انہیں شکست دینے کے بعد تین دن تک مدینہ کو لوٹنا۔

ایک قول یہ ہے کہ دس ہزار گھوڑ سوار شکر تھا تیسرا قول یہ ہے کہ ستائیس ہزار شکر مسلم بن عقبہ کے ماتحت تھا جس میں بارہ ہزار گھوڑ سوار اور پندرہ ہزار پیدل شکر تھا۔ (عمدة القاری)

اہل مدینہ نے اپنے لشکر کی چار جاعتیں کر دیں اور سب سے بڑی جاعت کا امیر حضرت عبداللہ بن حنظلہ کو مقرر کر دیا چنانچہ تین روزوں میں یزید معرکہ ہوا اہل مدینہ نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا لیکن حکومت کی کثیر فوج کا مقابلہ دشوار تھا اس لئے آخر میں بڑی فاش شکست کھائی۔ اس جنگ میں مہاجرین و انصار کے اکابر و اشراف تقریباً سات سو کام آئے جس میں عبداللہ بن حنظلہ، فضل بن عباس اور عبداللہ بن مطیع وغیرہ بھی قتل ہوئے اس کے علاوہ موالی اور عوام تقریباً دس ہزار قتل ہوئے۔ (عمدة القاری)

شکست دینے کے بعد شامی فوجیں تین دن تک مدینہ الرسول کو لوٹی اور قتل عام کرتی رہیں اور عورتوں کی آبرو ریزی کا یہ عالم تھا کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں حاملہ ہوئیں۔ (عمدہ)

مدینہ کو تاراج کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ ابن زبیر نے مقابلہ کے لئے مکہ روانہ ہو گیا لیکن مکہ پہنچنے سے پہلے ہی اس کا وقت آ گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنے دور خلافت میں قاتلین حسین کو چن چن کر قتل کروایا بالخصوص شمر ذی الجوشن اور عبید اللہ بن زیاد وغیرہ۔

بالآخر عبدالملک بن مروان کے دور حکومت میں ججاج بن یوسف ثقفی کے ہاتھ جمادی الثانی ۶۰ھ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

۲۰۰۔ حدثنی یحییٰ بن یعلیٰ المحاربی قال حدثنی ابی قال حدثننا یاس بن ساسد بن الکوع قال حدثنی ابی وکان من اصحاب الشجرۃ قال کنا نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجمعة ثم ننصرف ولم یس للشیطان ان ینزل فاستظل فیما۔

ترجمہ :- حضرت سلمہ بن اکوع نے حدیث بیان کی اور وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے انہوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے اور پھر واپس ہوتے حالانکہ دیواروں کا سایہ اتنا بھی نہ ہوتا کہ اس کا سایہ حاصل کیا جاسکے۔

تشریحات :- مطابقتاً للترجمۃ فی قوله وکان من اصحاب الشجرۃ

اس حدیث کی تخریج مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

یحییٰ بن یعلیٰ بیعت الیاء و سکون العین و فتح اللام بالقصر۔ ایساں بکسر امزہ و تخفیف الیاء۔
اس حدیث سے ابن حجر عسقلانی نے استدلال کیا جو لوگ روال سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں مگر استدلال اس لئے درست نہیں ہے کہ اس حدیث میں مقید سایہ کی نفی ہے کہ اتنا سایہ نہیں ہوتا تھا کہ انسان بیچہ کر سید حاصل کرے۔
اوپر ہے کہ اتنا سایہ ایک مثل پر ہوگا تو ایک مثل کی نفی سے مطلق وجود سایہ کی نفی پر استدلال غلط ہے تفصیلی بحث کے لئے کتاب الجمعہ کا انتظار و دعا فرمائیے۔

۲۰۱۔ حدثنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا حاتم عن يزيدي بن ابى عبد الله قال قلت لسلمة بن الأكوع عن ابي شيبي بايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الحديبية قال على العويث۔
ترجمہ: یزید بن ابی سعید سے روایت ہے کہ میں نے سلم بن اکوع سے پوچھا کہ آپ حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیبیہ کے دن کس چیز پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے فرمایا موت پر۔

مطابقتہ للترجمہ "یوم الحديبية"

تشریحات

بیعت علی الموت سے مراد عدم فرار ہے یعنی مر جائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں۔

۲۰۲۔ حدثني احمد بن اشكاب قال حدثنا محمد بن فضيل عن العلاء بن المسيب عن ابيه قال لقيت البراء بن عازب فقلت طوبى لك صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم وباليعة تحت الشجرة فقال يا ابن اخي انك لا تدري ما احدثنا بعدا۔

ترجمہ:۔ مسیب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت براء بن عازب سے ملاقات کی اور کہا مبارک ہو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی اور آنحضرت سے بچ رہے کیسے بیعت کی تو انہوں نے فرمایا اسے بھینچتے نہیں معلوم نہیں جو ہم نے آپ کے بعد نئی چیزیں نکالیں۔

مطابقتہ للترجمہ فی قوله تحت الشجرة

تشریحات

طوبى لك اى حيا لك يعنى مبارکبادى خوش ہو اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ طوبى جنت کے ایک درخت کا نام ہے۔ ما احدثنا بعدا حضرت براء بن عازب نے یہاں تک نفسی اور قواضع کے طور پر فرمایا میں جلد سے مسلمانوں کے باہمی فتنہ کی طرف اشارہ ہے دعا شریف بخاری ص ۵۹۹

۲۰۳۔ حدثنا اسحاق قال حدثنا يحيى بن صالح قال حدثنا معاوية هو ابن سلال عن يحيى عن ابي قلابه ان ثابت بن الضحاک اخبرنا انه بايع النبي صلى الله عليه وسلم تحت الشجرة۔

ترجمہ:۔ ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن ضحاک نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بچ رہے کیسے بیعت کی تھی۔

تشریحات:۔ مطابقتہ للترجمہ فی قوله تحت الشجرة

معاویۃ بن سلاہ بتشدید الام قلابہ بکسر القاف۔

۲۰۴۔ حدثنی احمد بن اسحاق قال حدثنا عثمان بن عمر قال ان ابننا شعبۃ عن قتادۃ عن انس بن مالک انا فتحناک فتحاً مبیناً قال الحدیبیۃ قال اصحابہ ہنیئاً مریناً فما لنا فانزل اللہ یلد نحل المؤمنین والمؤمنات جنات قال شعبۃ فقد امت الکوفۃ فخذت بہذا الکما عن قتادۃ ثم رجعت فذکر لہ فقال اما انا فتحناک فعن انس واما ہنیئاً مریناً فعن عکرمۃ۔

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ (آیت مبارکہ) انا فتحناک فتحاً مبیناً بے شک ہم نے آپ کو فتح میں عطا کی تھی کی تفسیر میں فرمایا کہ فتح میں سے مراد صلح حدیبیہ ہے آپ کے صحاب نے عرض کیا آپ کو مبارک باد و بشارت ہو مغفرت کی دینی آیت لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وہا تاخر میں کہ آپ کی انھی پہلی تمام لغزشیں معاف ہو چکی ہیں، پس ہمارے لئے کیا ہے دینی اس فتح میں ہمارے لئے کیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یلد نحل المؤمنین الخ تاکہ اللہ تعالیٰ داخل کرے مومنین مردوں کو اور مومن عورتوں کو جنت میں، الخ شعبہ نے بیان کیا کہ پھر میں کو فرمایا اور میں نے یہ حدیث قتادہ کے واسطہ سے بیان کی پھر میں واپس لوٹا دینی کوفہ سے لوٹ کر دوبارہ قتادہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ انا فتحناک فتحاً مبیناً کی تفسیر تو انس سے ہے اور اس کے بعد ہنیئاً مریناً کی تفسیر عکرمہ سے منقول ہے۔

مطابقہ للترجمۃ فی قولہ "الحدیبیۃ"

اور حدیث اس مغازی ص ۹ کے علاوہ ص ۱۱

تشریحات

۲۰۵۔ حد ثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا ابو عامر قال حدثنا اسماعیل بن مجزأ بن زاہر الاسلمی عن ابیہ وکان من شہد الشجرۃ قال انی لا اوقد تحت القدر لکھور الحمر اذ نادى منادى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینہاکم عن لکھور الحمر وعن مجزأ عن رجل منہم من اصحاب الشجرۃ اسمہ اھبان بن اوس وکان استکنی وکتبۃ فکان اذا سجد جعل تحتہ کتیبۃ وسادۃ۔

زاہر اسلمی سے روایت ہے اور آپ ان لوگوں میں سے تھے جو بیعت شجرہ (بیعتہ رضوان) میں شریک تھے۔ آپ نے بیان کیا کہ میں ایک ہانڈی کے اندر گدھے کا گوشت ہال رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منادی نے اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔ اور مجزأ سے روایت ہے اور اس نے اپنے ہی قبیلہ کے ایک شخص سے روایت کی ہے جو اصحاب شجرہ میں سے تھے ان کا نام اھبان بن اوس تھا اور ان کے ایک گھٹن میں بھیت تھی سو جب وہ سجدہ کرتے تھے تو اپنے گھٹن کے نیچے ہونیکہ رکھ لیتے تھے۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "ممن شهد الشجرۃ"

۱۔ اہبان بن اویس بضم الهمزة وسكون الہاء وبالبار الموحدة والنون وهو صحابی ممن شهد الشجرہ۔
لحوم عمر کی حرمت کا اعلان غزوہ خیبر میں ہوا تھا جیسا کہ مفصل بیان غزوہ خیبر میں آ رہا ہے یہاں تو امام بخاری نے
اس حدیث کو صرف اس وجہ سے لکھا ہے کہ من شهد الشجرہ۔

۲۔ حدیثی محمد بن بشار قال حدثنا ابن ابی عدی عن شعبۃ عن یحییٰ بن سعید
عن بشیر بن یسار عن سوید بن النعمان وكان من اصحاب الشجرۃ قال کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ اتوا بسویق فلا کویۃ تابعہ معاذ عن شعبۃ۔
ترجمہ: سوید بن نعمان سے روایت ہے اور آپ اصحاب شجرہ میں سے تھے کہ آپ اور آپ کے اصحاب ستر
لائے گئے تو ان حضرات نے اس کو کھایا۔

ابن ابی عدی کی متابعت معاذ نے شعبہ کے حوالہ سے کی ہے۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "وكان من اصحاب الشجرۃ"

یہ حدیث اس منافی صلوٰۃ کے علاوہ طہارت صلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

لاکویۃ من اللوک وهو معنی ایشی وادار تونی الغم

تفصیلی بحث غزوہ خیبر میں آئے گی انشاء اللہ۔

۲۔ حدیثنا محمد بن عاتم بن مزیع قال حدثنا شاذان عن شعبۃ عن ابی جہم قال
سألت عاصم بن عمر وکان من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اصحاب الشجرۃ
هل ینتقض الوتر قال اذا وترت من اولیہ فکان وتر من الآخر۔

ترجمہ: ابو جہم نے بیان کیا کہ میں نے عاصم بن عمرو سے پوچھا آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے
اصحاب شجرہ میں سے تھے یعنی بیعت رضوان کے شریک تھے، کیا وتر توڑا جاتا ہے یعنی کیا وتر کی نماز دوبارہ پڑھی
جاتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر شروع رات میں وتر پڑھی ہے تو آخر رات یعنی تہجد کے بعد وتر نہ پڑھو۔

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "من اصحاب الشجرۃ"

تشریحات

ابی جہم قال بحم والار واسم نصر بن عمران الضبیسی۔ عاصم بالذال البعہ ابن عمر ووقع العین عاصم
بن عمر صحابی ہی ینتقض الوتر علی صیغۃ الجہول ولو تر مترجما۔

صورت مسئلہ: اگر کسی نے عشاء کی نماز کے بعد اول رات میں وتر پڑھی پھر سو کر تہجد کی نماز کے لئے
بیدار ہوا تو کیا ایک رکعت پڑھ کر وتر کو چار رکعت بنا کر وتر توڑ دے گا جیسا کہ بعض صحابہ سے منقول ہے۔ اس
روایت کی وجہ سے اجعلوا اخر صلواتکم باللیل وقترا دلالت کی نماز میں آخری نماز کو وتر بناو۔

احناف کا مذہب حدیث شریف کے مطابق ہے کہ جس نے اول رات وتر کی نماز پڑھی ہے اس کو تہجد
کے بعد دوبارہ وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی ابن عباس وغیرہ سے ثابت ہے نیز حضرات فروع و مالکیہ کا

بھی پی مسک ہے دفتح، عمدہ،

اس کی تفصیلی بحث کے لئے کتاب الصلوٰۃ باب التمرکام مطالعہ فرمائیے۔

۲۰۸۔ حدیثی عبد اللہ بن یوسف قال أخبرنا مالک عن زید بن أسلم عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسير في بعض أسفارنا وعمر بن الخطاب يسير معه يسيراً فسأله عمر بن الخطاب عن شيئين فلم يجبه ثم رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم سأله فلم يجبه وقال عمر بن الخطاب شككتك أمك يا عمر فذارت رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث مرات كل ذلك لا يجيبك قال عمر فخرت بك بعيرى ثم تقدمت أماراً للمسلمين وعشيت ان ينزل في قرآن فما نشبت صار يخاصم حتى قال فقلت لقد خشيت ان يكون قد نزل في قرآن وحجت رسول الله صلى الله عليه وسلم فسلمت عليه فقال لقد انزلت على الليلة سورة لا تهوى احب الى مما طلعت عليه الشمس ثم قرأ انا فتحنا لك فتحاً مبيناً۔

ترجمہ :- اسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض سفر (یعنی سفر حیدریہ) میں رات کو چل رہے تھے اور آپ کے ساتھ عمر بن خطاب بھی سفر کر رہے تھے، سو عمر نے آپ سے کچھ پوچھا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا پھر عمر نے پوچھا پھر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر انہوں نے پوچھا اور آپ نے کوئی جواب ان کو نہیں دیا۔ عمر بن خطاب نے اپنے دل میں کہا اے عمر تیری ماں تجھے روئے تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ اصرار کیا یعنی بار بار سوال کیا جو آپ کو پسند نہیں تھا، حضور نے ہمیں کوئی جواب نہیں دیا، عمر نے بیان کیا کہ پھر میں نے اپنے اونٹ کو ایڑ لٹائی اور میں مسلمانوں سے آگے نکل گیا مجھے ڈر تھا کہ میرے بارے میں کوئی وحی نازل نہ ہو جائے سو مجھ کو کچھ دیر نہ ہوئی کہ ایک پکارنے والا مجھے آواہ دے رہا تھا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا (یعنی دل میں سوچا) کہ مجھے ڈر ہے کہ میرے بارے میں کوئی وحی نازل نہ ہو جائے۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا آنحضرت نے فرمایا کہ رات بھر پر ایک سورہ نازل ہوئی ہے اور وہ مجھے اس تمام کائنات سے محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے پھر آپ نے تلاوت فرمائی انا فتحنا لك فتحاً مبيناً بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی ہے۔

مطابق للترجمة انا فتحنا لك فتحاً مبيناً يزي في بعض أسفارنا سے سفر حیدریہ مراد ہے۔

تشریحات

والحدیث فی البخاری فی المغازی ص ۱۱۱ ونی التفسیر ص ۱۱۱ ونی فضائل القرآن ص ۱۱۱
فما نشبت ای ما نشبت تفصیل کے لئے باب غزوة الحديبية کا عنوان "فتح مبين" ملاحظہ فرمائیے
۲۰۹۔ حدثنا عبد الله بن محمد قال حدثنا سفيان قال سمعت الزهري يقول حدثت هذا الحديث حفظت بعضه وثبتني معمر عن عروة بن الزبير عن الحسن بن

مخومة و مروان بن الحكم يزيد احدثا علي صاحبہ قال خرج النبي صلى الله عليه وسلم عام الحديبية في بضعة عشرة مائة من اصحابه فلما اتى ذوالخليفة قلد الهدى واشعرا واحمر منها بعمرة وبعث عيناه من نخراعة وسار النبي صلى الله عليه وسلم حتى اذا كان بغدير الاشواط اقال عينه قال ابن قريش اجمعوا لوك جمعوا وجمعوا حتى اذا كان بغدير الاشواط وهم مقاتلون وصادوك عن البيت وما نعتك فقال اشيروا ايها الناس على القرون ان اميل الي عيالهم وذراري هؤلاء الذين يريدون ان يصدونا عن البيت فان يالتونا كان الله قد قطع عيننا من المشركين و الا تركناهم محروبين قال ابو بكر يا رسول الله نرى جث عامدا لهذا البيت لا تريد قتل احدا ولا حرب احدا فتوقه له فممن صدنا عنه قاتلنا قال امضوا على اسم اللہ۔

ترجمہ۔ ہم سے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی۔ سفیان (کعبہ عیسیٰ) نے کہا جب زہری نے یہ حدیث بیان کی تو میں نے زہری سے سنا لیکن مجھے اس کا بعض حصہ ہی یاد رہا پھر عمر (ابن راشد) نے (زہری سے سنی ہوئی حدیث کو) مجھے یاد کر لیا عمرو بن زبیر سے اور عمرو نے مسود بن عمیر اور مروان بن حکم سے دونوں راوی اپنی راویوں میں کچھ اضافہ کے ساتھ حدیث بیان کرتے تھے دونوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حذیبیہ کے سال ایک ہزار سے کچھ زیادہ صحابہ کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے جب آپ ذوالخليفة پہنچے تو آپ نے قربان کے جانور کو تلوہ پہنایا اور نشان لگایا اور وہیں سے عمرہ کا احرام باندھا اور آپ نے قبیلہ خزاعہ کے ایک صحابی کعبہ اسوی کے لئے کھجوریں بھیجی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ آپ غیر الاشواط (ایک جگہ کا نام) پہنچے، تو آپ کے جاسوس بھی خبر لے کر آئے انہوں نے بتایا کہ قریش نے آپ کے مقابلہ کے لئے بہت فوجیں جمع کی ہیں۔ اور مختلف قبائل کو جمع کیا ہے اور وہ لوگ آپ سے جنگ کرنے پر تلمے ہوئے ہیں اور آپ کو بیت اللہ (عمرہ) سے روکیں گے، اس پر آنحضرت نے صحابہ سے فرمایا تو مجھے مشورہ دو کیا تم مناسب سمجھتے ہو کہ میں ان کی عورتوں اور بچوں کی طرف جھک پڑوں (مذکورہ دونوں) جو ہم کو بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں پھر اگر وہ ہمارے پاس آئے (مقابلہ کرنے کے لئے) تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے ہمارے جاسوس کو محفوظ رکھا ہے (یعنی ہماری بھی حفاظت فرمائے گا) اور اگر وہ ہمارے مقابلہ پر نہیں آئے تو ہم انہیں شکست خوردہ قوم کر کے چھوڑ دیں گے، ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ آپ تو محض بیت اللہ کے امام سے آئے ہیں آپ کا امامہ دیکھی تو قتل کرنے کا تھا اور نہ کسی سے لڑائی کا۔ اس لئے آپ بیت اللہ تشریف لے چلے پھر اگر کوئی نہیں بیت اللہ سے روکے گا تو ہم اس سے قتال کریں گے آنحضرت نے فرمایا اللہ کا نام لے کر چلو۔

دینا پھر آنحضرت مع صحابہ چلے اور کافروں نے روکا پھر معامت کر کے اس سال سلاطین مدینہ واپس آگئے اور حسب شرط آئندہ سال شہر میں تشریف لاکر عمرہ قضا کیا۔

مطابقہ للترجمہ ظاہر قافی قولہ عامہ الحديبية،

تشریحات

عامہ حدیث فی المغازی صفحہ ۱۱۱ و معنی فی کتاب الشروط مفضلہ و مطولا صفحہ ۳۱ تا ۳۲۔

تفصیل کے لئے باب غزوة المحمیدیہ ملاحظہ فرمائیے۔

۶۱۰۔ حدیثنا اسحق قال أخبرنا يعقوب قال حدثني ابن أخي ابن شهاب عن عيسى بن عروة بن الزبير أن سيرة مروان الحكم والمصور بن مغيرة يخبران خبراً من خبر رسول الله صلى الله عليه وسلم في عمارة الحديبية فكان فيهما عروة بن الزبير وبنو أمية فلما كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم في عمارة الحديبية على قضية المدعة وكان فيهما اشترط سهيل بن عمرو والله قال لا ياتيك منا احد وان كان على دينك الا ما رددت الينا وعييت بيننا وبينه وابي سهيل ان يقاضى رسول الله صلى الله عليه وسلم الا على ذلك ففكر المؤمنون ذلك وامتعضوا فكتلوا فيه فلما سهيل ان يقاضى رسول الله صلى الله عليه وسلم الا على ذلك كاتب رسول الله صلى الله عليه وسلم فرده رسول الله صلى الله عليه وسلم ابا جندل بن سهيل يومئذ الى ابيه سهيل بن عمرو ولم يات رسول الله صلى الله عليه وسلم احد من الرجال الا في تلك المدعة وان كان مسلماً وجاءت المؤمنات مهاجرات فكانت ام كلثوم بنت عقبة بن ابى معيط ممن خرج الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهي عاتق بناء اهلبا يسئلون رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يرجعها اليهم حتى انزل الله تعالى في المؤمنات ما انزل قال ابن شهاب واخبرني عروة بن الزبير ان عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يمتحن من هاجر من المؤمنات بهذا الآية يا ايها النبي افضاء لك المؤمنات يبايعنك وعن عمه قال بلغنا حين امر الله امره ان يترد الى المشركين ما انفقوا على من هاجر من ازواجهم وبلغنا ان ابا بصير قد كمل بطوليه۔

ترجمہ :- ابن شہاب سے روایت ہے کہ عروہ بن زبیر نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے عروہ بن زبیر کے لئے سنا مروان بن حکم اور مصور بن مخزوم سے دونوں بیان کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر عروہ صحیبیہ کے بارے میں اور تھا اس میں جو مجھ سے عروہ نے بیان کیا ان دونوں سے یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو دینا سندہ قریش سے ایک معینہ مدت پر حدیبیہ کے دن صلح نامہ لکھ رہے تھے اور اس میں سہیل نے یہ شرط رکھی کہ آپ کے پاس اگر ہمارا کوئی آدمی آجائے تو اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہو آپ اس کو ہماری طرف لوٹادیں اور ہمارے اور اس کے درمیان چھوڑ دیں (یعنی آپ مانع نہ ہوں) سہیل اذ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شرط پر مصالحت کریں اور مسلمانوں نے اس شرط کو ناپسند کیا اور غضب ناک ہو گئے چنانچہ انہوں نے اس میں کلام کیا پھر جب سہیل نے انکار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کرے اس شرط کے بغیر تو حضور نے اس شرط کو لکھا یعنی قبول کر لیا اور تحریر کر دی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل بن سہیل کو اسی دن اس کے باپ سہیل بن عمرو کے حوالے کر دیا (یعنی شرط کے مطابق) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دمک سے فرار ہو کر، مردوں میں سے جو بھی آتا آپ

اسے واپس کر دیتے اگرچہ وہ مسلمان ہوتا یعنی شرط کے مطابق کا نزول کے حوالے کر دیتے، اس مدت میں کچھ عورتیں بھی ہجرت کر کے آئیں چنانچہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی ان میں سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھیں اور وہ دام کلثوم، اس وقت نوجوان تھیں، سوال کے گھر والے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرنے لگے کہ اس کو واپس کر دیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مومن عورتیں کے بارے میں وہ آیت نازل کی جو شرط کے مناسب تھی۔ ابن شہاب نے بیان کیا اور مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت یا یہا النبی اذا جاءك المؤمنات اذا جاءك المؤمنات الخ کے نازل ہونے کی وجہ سے ہجرت کر کے آنے والی مومنات کو آزما تے تھے اور ان کے چچا (ابن شہاب) سے روایت ہے کہ میں وہ حکم ہی معلوم ہے جب اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا کہ جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے چلی آئی ہیں ان کے شوہروں کو وہ واپس کر لی جو ان لوگوں نے اپنی بیویوں پر خرچ کر دیا ہے یعنی جو انہوں نے مہر دیا ہے ان کو واپس کر دیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ابو بکر، پھر انہوں نے تفصیل کے ساتھ حدیث بیان کی۔

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ یوم الحد یلبیہ۔

تشریحات

یہ حدیث مذکور کی دوسری سند ہے اور اسحاق سے مراد اسحاق بن راہویہ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ ابن اثیر ابن شہاب اسمہ محمد بن عبد اللہ بن مسلم بن شہاب و عمہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری۔ پوری تشریح کے لئے غزہ وہ حدیبیہ ملاحظہ فرمائیے۔

۲۱۱۔ حدثنا قتیبۃ عن مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر خرج معتمرا فی الفتنۃ فقال ان صلوات عن البیت صنعنا کما صنعنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما حلل بعمرنا من اجل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اهل بعمرنا عام الحدیبیۃ۔

ترجمہ:- نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ فتنہ کے زمانے (یعنی حجاج کے زمانہ میں جب کہ حجاج بن یوسف حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے جنگ کرنے کے لئے مکہ آیا تھا) میں عمر کے ارادے سے نکلے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں بیت اللہ سے روکا گیا تو ہم وہی کریں گے جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا چنانچہ آپ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صلح حدیبیہ کے سال صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ عام الحدیبیۃ

والحدیث فی البخاری ص ۶۱۳ ایضا ص ۲۴۳

تشریحات

عبد الملک بن مروان کے دور حکومت میں حجاج بن یوسف ثقفی کو سزادہ میں ایک بڑی فوج دے کر مکہ بھیجا گیا تھا، یہاں فتنہ سے مراد یہی زمانہ ہے بالآخر حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو سزادہ میں اس ظالم حجاج نے شہید کر دیا۔

۲۱۲۔ حدثنا مسدد قال حدثنا یحییٰ عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر انہ اهل وقال ان حیل بینی وبنیہ لفعلت کما فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عین حالت کفنا

قریش بینه وقتلا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ -

ترجمہ :- نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر نے اہرام باندھا عمرہ کا، اور فرمایا کہ اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ ہوتی تو البتہ میں وہی کروں گا۔ جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا جبکہ کفار قریش نے آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ ڈالی اور حضرت عبد اللہ بن عمر نے یہ آیت تلاوت کی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ -

حدیث مذکور کی دوسری سند ہے کہ مطابقت مانو ہوگی تعاملت کفار قریش بینه سے

کیونکہ یہ رکاوٹ حدیبیہ میں پیش آئی تھی۔

تشریحات

والحدیث مرتبی الرابع ۲۲۳

۲۱۳ - حدثنا عبد اللہ بن محمد بن اسماء قال حدثنا جویریۃ عن نافع ان عبد اللہ بن عبد اللہ وسالم بن عبد اللہ ابعراہ اتھما کما عبد اللہ ابن عمر صح وحدثنا موسیٰ بن اسمعیل قال حدثنا جویریۃ عن نافع ان بعض بنی عبد اللہ قال لہ لواقمت العاصم فانی اخافت ان لا تصل الی البیت قال نضر بن عامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کفار قریش دون البیت فنصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدایا لا وعلق وقصہ اصحابہ اشہدکم انی اوجبت عمرہ فان خلنی بینی وبین البیت طفت وان خیل بینی وبین البیت صنعت کما صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسار ساعة ثم قال ما اری نشانہما الا واداً اشہدکم انی قد اوجبت حجة مع عمرہ فی طواف واحد او سعیا واحداً اخطی حل منہما جیعا۔

ترجمہ :- نافع سے روایت ہے ان سے جید اللہ بن عبد اللہ اور سالم بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ ان دونوں حضرات نے عبد اللہ بن عمر سے گفتگو کی، صح دوسری سند نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر کے کسی صاحب زادے نے ان سے کہا کہ اگر آپ اس سال ٹھہر جاتے (یعنی عمرہ کرنے نہ جاتے) تو بہتر ہوتا کیونکہ مجھے ٹھہرے کہ آپ بیت اللہ تک نہیں پہنچ سکیں گے، ابن عمر نے کہا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تھے (یعنی عمرے کے ارادے سے) تو کفار قریش نے بیت اللہ کے قریب (مقبل) روک دیا چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قربانی کے جانور وہیں ذبح کر دیئے اور سر کے بال منڈوائے اور آپ کے اصحاب نے بھی بال کتروائے اور میں نہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر ایک عمرہ واجب کر لیا ہے سوا کہ میرے اور بیت اللہ کے درمیان راستہ چھوڑ دیا گیا (یعنی اگر مجھ کو بیت اللہ تک جانے دیا گیا) تو میں طواف کروں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ ڈالی گئی (یعنی مجھے نہ جانے دیا گیا) تو میں وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، پھر کچھ دیر چلے اور فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں (رج و عمرہ) کا حال ایک ہی طرح ہے (یعنی ان میں سے کسی کے بھی اہرام باندھنے کے بعد انہیں اس کی ادائیگی سے روک دیا جائے تو اس سے حلال ہو جاتا ہے جوتہا ہے) میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ کے ساتھ حج کو بھی واجب کر لیا ہے پھر آپ نے ایک طواف کیا اور ایک سعی کی یہاں تک کہ دونوں سے حلال ہوتے۔

تشریحات

مطابقاً للبرجی قولہ فتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا ایلا انحرکونکہ
یہ واقعہ مدینہ ہی کا ہے۔

تفصیل کے لئے کتاب الحج ۲۳۳ء ملاحظہ فرمائیے۔

۲۱۳۔ حدثنی شجاع بن الولید سمع النضر بن محمد قال حدثنا صخر عن نافع قال
ان الناس يتعدون ان ابن عمر اسلم قبل عمر وليس كذلك ولكن عمراً يوم الحديبية
ارسل عبد الله الى نضير له عند رجل من الانصار ياتي به ليقا تل عليه ورسول الله
صلى الله عليه وسلم يبايعه عند الشجرة وعمر لا يدري بذلك فبايعه عبد الله ثم ذهب
الى النضير فبايعه الى عمر وعمر ليس كذلك للقتال فاختبره ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يبايع تحت الشجرة قال فاطلق فذهب معه حتى بايعه رسول الله صلى الله عليه وسلم فنهى
التي يتحدث الناس ان ابن عمر اسلم قبل عمر وقال هشام بن عمار حدثنا الوليد بن مسلم
حدثنا عمر بن محمد العنبري ان عمر بن الخطاب قال سمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم
وسلم يوم الحديبية نفر قواي ظلال الشجر فاذا الناس محلقون بالنبي صلى الله عليه وسلم
فقال يا عبد الله انظر ما شان الناس قد احدثوا برسول الله صلى الله عليه وسلم فوجدهم
يبايعون فبايعهم ثم جئنا الى عمر فخرج فبايعه۔

ترجمہ: تاریخ سے روایت ہے کہ لوگ چرچا کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہوئے حالانکہ اس
نہیں ہے لیکن حضرت عمرؓ نے مدینہ کے روز عبد اللہ بن عمر کو اپنا گھوڑا لانے کے لئے بھیجا جو ایک انصاری صحابی کے
پاس تھا تاکہ اس پر سوار ہو کر جنگ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے بیعت لے رہے تھے اور حضرت عمرؓ کو بھی
اس کی اطلاع نہیں ہوئی سو عبد اللہ نے حضور سے بیعت کی پھر گھوڑے کے پاس جا کر اس گھوڑے کو عمر کے پاس لایا اور
حضرت عمرؓ اس وقت جنگ کے لئے زبردہ ہیں رہے تھے تو عبد اللہ نے حضرت عمرؓ کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت
کے نیچے بیعت لے رہے ہیں پھر عمرؓ پہلے اور عبد اللہ آپ کے ساتھ گئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی پس
اتنی سی بات تھی جس کا لوگ چرچا کرتے ہیں کہ عمرؓ سے پہلے ابن عمرؓ اسلام لائے تھے۔ اور ہشام بن عمار نے بیان کیا کہ ہم سے ولید
بن مسلم نے حدیث بیان کی ولید نے کہا کہ ہم سے عمر بن محمد عمری نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا ابن عمرؓ
سے کہ صلح مدینہ کے موقع پر جو صحابی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے مختلف درختوں کے سایہ میں منتشر ہو گئے تھے پھر چاک
میں نے دیکھا کہ بہت سے صحابہ حضور کے چاروں طرف جمع ہو گئے ہیں تو عمرؓ نے فرمایا کہ اے عبد اللہ دیکھو تو کھل کا کیا حال ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے ہیں تو عبد اللہ نے دیکھا کہ لوگ بیعت کر رہے ہیں چنانچہ خود بیعت کر لی پھر عمرؓ کے
پاس لٹ کر آئے (یعنی خبر دی) تو عمرؓ نے اور بیعت کی۔

مطابقاً للبرجی قولہ "یوم الحديبية"

تشریحات

وعمرٌ ليستلم الواظية لعمال ومعنى يستلم ليس الדרך۔

بظاہر یہ حدیث معارض ہے حدیث سابق کے تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابن عمرؓ کو لڑانے کا حکم دیا، پھر دیکھا کہ حضورؐ اقدس کے پاس صحابہ جمع ہو رہے ہیں تو فرمایا کہ دیکھو تو صحابہ کیوں جمع ہیں تو ابن عمرؓ نے پہلے صحابہ کے اجتماع کو معلوم کیا اور دیکھا کہ لوگ بیعت کر رہے ہیں اس لئے خود بھی شریک بیعت ہو گئے اس کے بعد ٹھوڑے کے پاس جا کر گھوڑا لے کر حاضر خدمت ہوئے اور حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی پھر حضرت عمرؓ گئے اور بیعت کی۔

۲۱۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْنُ اَبِي اَسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِي اَوْفَى كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اعْتَمَرْنَا مَعَكَ وَطَفْنَا مَعَكَ وَصَلَّى وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَسَعَى بَيْنَ النَّصْفِ وَالْمَرْوَةِ فَكُنَّا نَسْتُرُكَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ لَا يَصِيْبُكَ اِحْدٌ اَشْيَئِي -

ترجمہ :- عبداللہ بن ابی اوفیؓ کا بیان ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب حضور نے عمرہ وعرہ القفار شہداء میں کیا، سو آپ نے طواف کیا، آنحضرت نے نماز پڑھی تو ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ نے صفا و مروہ کی سعی کی تو ہم اہل مکہ سے آپ کی حفاظت کر رہے تھے تاکہ کوئی آپ کو کسی طرح کی تکلیف پہنچا سکے۔

اس حدیث کی مطابقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ عمرہ الہدیٰ میں تھے، الشجرہ بیعت میں شریک تھے نیز عمرہ قضا میں بھی شریک تھے۔

تشریحات

اور حدیث اس مغازی ص ۱۱۱ کے علاوہ ص ۲۱۲ میں گندرجی ہے۔

۲۱۶۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَصِيْبٍ قَالَ قَالَ ابُو اَسْحٰقَ لَمَّا قَدِمَ سَهْلُ بْنُ حَنِيْفٍ مِنْ يَمِيْنٍ اَتَيْنَا لَانَسْتَمِعَ بَرَاءَ فَقَالَ اَتَهْمُوْنَ الرَّائِيْ فُلَقَدْ سَأَيْتُنِيْ يَوْمَ ابِي جَنْدَلٍ لَوْ اسْتَطَيْعَ اَنْ اُرَى عَلِيًّا سَوَّلَ اللهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْرًا لَمْ يَدْرُسْ وَاللَّهِ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ وَمَا وَضَعْنَا اَسْيَانًا عَلَيَّ عَوَاقِبًا كَمَا هُمْ يَفْطِنُوْنَ اَلَا اسْكَلُوْنَ بِنَا لِيْ اَمْ يَنْعِرُوْنَ فَتَدْرُسُ قَبْلَ هٰذَا اَلَا هَرَمَانَسْتُ مِنْهَا خَصْمًا اَلَا اَنْفَجَرْنَا عَلَيْنَا خَصْمًا كَمَا فَنَدْرِيْ كَيْفَ فَاَتَى لَه -

ترجمہ :- ابو وائل نے بیان کیا کہ جب سہل بن حنیف جنگ صفین و صفین عراق اور شام کے درمیان ایک جنگ کا نام ہے، جہاں حضرت علیؓ اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہوئی تھی، سے واپس آئے تو ہم ان کے پاس پہنچے تاکہ ان سے حالات معلوم کریں تو سہل بن حنیف نے کہا اپنی رائے پر عیب رکھو (یعنی اپنی رائے اور دیگر پر اطمینان نہ کرو بلکہ متہم سمجھو) بلاشبہ میں یوم ابو جندل (صلح حدیبیہ) میں موجود تھا (جہاں میں نے دیکھا کہ ابو جندل بارہ زچہ کسی طرح مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔ مگر آنحضرت نے اس کو حمد و سپان کے مطابق کافروں کے حوالے کر دیا اس وقت میری رائے یہی تھی کہ کافروں کے حوالے نہ کر کے جنگ کی جائے، اگر رسول اللہ کے حکم کو ماننے سے انکار ممکن ہوتا تو میں ضرور اس دن حکم کی خلاف ورزی کرتا (یعنی قریش سے جنگ کرتا) اور اللہ اور اس کے رسولؐ خوب جانتے ہیں جب ہم نے کسی مشکل کام کے لئے اپنی تلواروں کو اپنے کانڈوں پر لٹکا دیا، تو تلواروں نے ہمارے کام کو آسان کر دیا (یعنی مشکل حل کر دی) ہم اس کو جانتے تھے اس سے پہلے (یعنی مسلمانوں میں جب اتفاق تھا تو تلواروں سے مشکلات حل ہوتی تھیں لیکن یہ معاملہ جنگ صفین پہلے کے تمام

معاملات سے مختلف ہے، اس میں تو ہم فتنہ کے ایک کنارے کو ٹھیک کرتے ہیں تو دوسرا جگہ جاتا ہے ہم نہیں جانتے ہیں کہ کیا تدبیر کریں (یعنی یہ مسئلہ حل کیسے ہوگا؟)

مطابقت حدیث :- ابو جندل کا حضور اقدس کے پاس آنا اور پھر ابو جندل کو کافروں کے حوالے کرنا سب صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا ہے۔ جس کی تفصیل غزوہ حدیبیہ میں گذر چکی ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

تشریحات

۱۔ تمہوا الرای جو سہل بن حنیف کا قول ہے یہ سہل نے اس وقت کہا تھا جب حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما میں حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جنگ ہوئی، جو جنگ عینین کے نام سے مشہور ہے اس میں سہل نے توقف کیا اس پر لوگوں نے ان پر ملامت کی تو سہل نے کہا تمہوا الرای کہ تم مجھ پر کیا عیب لگاتے ہو، اپنی رائے پر عیب رکھو، دیکھو حدیبیہ میں اگر میں آنحضرت کی رائے کے خلاف کر سکتا تو کافروں سے خوب لڑتا میری رائے ہی تھی مگر تم نے آنحضرت کی متابعت کی اور اپنی رائے کے کچھ خیال دیکھا اور اپنی رائے پر اصرار نہیں کیا بلکہ کمزور ہو کر حضور کی اتباع کی۔ آخر اس کا انجام بخیر ہوا ایسے ہی اس وقت بھی جنگ میں جلدی نہ کرو، ذرا توقف کرو، خوب سوچو کہ یہ مسلمانوں کی باہمی جنگ ہے۔

۲۱۷۔ حد ثنا سلیمان بن بن حرب قال حد ثنا حماد بن زید عن ایوب عن مجاہد عن ابن ابی لیلی عن کعب بن عجرہ قال اتی علی بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم زمن الحدیبیۃ والقمل یتناثر علی وجہی فقال ایوذا یلعہ ہوا ثم راسک قلت نعم قل فاحلق وضم ثلاثۃ ایتام او اطعم ستۃ مسکین او انسک نسکۃ قال ایوب لا ادری ہا ہی ہذا ابداً۔

ترجمہ :- کعب بن عجرہ سے روایت ہے بیان کیا کہ حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور جو میں میرے چہرے پر گر رہی تھیں، سو آپ نے دریافت فرمایا کیا ترے سر کے کپڑے مجھے تکلیف دیتے ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں، تو آپ نے فرمایا کہ پھر سر منڈا لو اور تین دن روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو یا ایک قربانی ذبح کرو (اصحام کی حالت میں سر منڈانے کے فدیہ کے طور پر) ایوب نے بیان کیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ ان تینوں میں سے کون سی چیز آپ نے پہلے ارشاد فرمائی۔

مطابق الترمذی قولہ "زمن الحدیبیۃ"

تشریحات

اور حدیث شریف اس مغازی مسئلہ کے علاوہ ابواب العروہ ص ۲۴۳

۲۱۸۔ حد ثانی محمد بن ہشام ابو عبد اللہ قال حد ثنا ہشیم عن ابی بشیر عن مجاہد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن کعب بن عجرہ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالحدیبیۃ ونحن فحیرون وقد حصر بالاشوکون قال وكان لی وتمرۃ فجعلت الہسوا ثم تساقط علی وجہی ثم بی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایوذا یلعہ ہوا ثم راسک قلت نعم قل وانزلت ہذا آیۃ فمن کان منکم مریناً اوبہ اذنی من راسہ فذیکۃ کن صیاہ او صدقۃ او نسک۔

ترجمہ:- کعب بن عجرہ نے بیان کیا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور احرام باندھے ہوئے تھے اور مشرکوں نے ہمیں روک دیا (یعنی بیت اللہ تک نہیں جانے دیا) کعب کا بیان ہے کہ میرے سر پر بڑے بڑے بال تھے سو جوئیں میرے چہرے پر گرنے لگیں سو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گدڑ میرے پاس سے ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرے سر کے کچھ بڑے بچھے تکلیف دہ ہو جاتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں اور کعب کا بیان ہے کہ یہ اہمیت تحریر نازل ہوئی پس اگر تم میں سے کوئی مرہین ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف دہ چیز ہو تو اس پر بندھیہ ہے۔

مطابقتہ للرحمۃ بالحدیبیۃ
تشریحات

یہ حدیث بھی کعب بن عجرہ کی ہے دوسری سند سے۔

وفی سكون الفاروجی الشعرانی شحہ الاذن یعنی جو بال کان کی لوتک ہو وہ وفرہ ہے۔

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موٹے مبارک کے لئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ تین ہیں جن کو ایک لفظ میں جمع کیا گیا ہے "ولیح" اس لفظ کی ترتیب میں مہنوم کی ترتیب ملحوظ ہے یعنی اس میں واقع پہلے ہے اس سے مراد فرہ ہے جو بال کانوں کی لوتک ہو، اس کے بعد لام ہے اس سے مراد لٹہ ہے جو بال وفرہ

حضور کے بال مبارک
وفرہ، لٹہ، جشہ

سے بڑھ کر گروں تک آجائے وہ لٹہ ہے اور آخری حرف مہنوم ہے جس سے اشارہ جس کی طرف ہے جو بال تک پہنچ جائے لیکن کبھی کبھی ایک کا اطلاق دوسرے پر ہوتا ہے قرینہ سے تیسرین ہوتی ہے، قال النووی اما اللٹہ جنی بکسر اللام وتشدید المیم ومعہا لم تقربہ وتقرب وہی الشعر المتدی الذی یجاوز شحۃ الاذنین فاذا بلغ اللبتیکین ہو جعۃ وشرع مسلم

(۹۵)

یہاں پر اردو لغات و محدثین میں جمع البحرین کے حوالے سے جو تعریف لکھی گئی ہے قابل اعتماد نہیں ہے۔

واللہ اعلم محمد عثمان غنی البہاری عنہما اللہ الباری

بابِ قِصَّةِ عِکْلِ وَعُرَیْنَةَ

عکل بضم العین المہملہ وسكون الکاف۔ عریٰنۃ بضم العین المہملہ وفتح الراء وسكون الیاء وفتح النون عکل وعریٰنۃ عرب کے دو قبیلوں کے نام ہیں۔

عکل وعریٰنۃ کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی ان میں سے چار قبیلہ عریٰنۃ کے اور تین قبیلہ عکل کے اور ایک کسی اور قبیلہ کے تھے یہ لوگ خدمت اقدس میں آئے اور مسلمان ہو گئے، کچھ دن مدینہ میں رہنے کے بعد ان لوگوں نے حضور اقدس سے کہا کہ مدینہ کی آب و ہوا ہمارے موافق نہیں ہے کیونکہ ہم لوگ اہل مضر ہیں یعنی اونٹ ناکا سے اور بکری پالتے ہیں اور جنگلات میں ان جانوروں کو پھرتے ہیں ٹھہروں اور آبادیوں میں رہنے کی عادت نہیں ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ ان کے پیٹ پھول گئے تھے اور چہرہ زرد ہو گیا تھا تو ان لوگوں نے حضور سے

درخواست کی کہ میں جنگل میں جانے کی اجازت فرمادیں، حضور نے غایت شفقت سے اجازت دے دی کہ اہل مکہ میں جا کر ہمیں اہل ان کے اہل و عیال اور دو دھڑے لیا کریں چنانچہ اس دودھ اور پشٹاب کے استعمال سے وہ سب بالکل تندرست اور اچھے ہو گئے مگر جب اچھے ہوئے تو ان لوگوں نے یہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زامی (سیر) کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ گئے اور اسلام کے بعد پھر کافر ہو گئے بعض روایات میں ہے کہ راعی کی آنکھ میں سلائی پھیری۔

حضرت اقدس کو خبر ہوئی تو ان کے پیچھے آدمی دوڑائے اور دعا کی کہ خداوندان پر راستہ تنگ کر دے آخر یہی ہوا کہ وہ راستہ بھول گئے اور پکڑے گئے جب پکڑا کر لائے گئے تو حضور نے حکم دیا کہ ان کی آنکھوں میں سلائی پھیری جائے اور اس کے بعد حضور اقدس کے حکم سے ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ کر ریگستان میں ڈال دیا گیا حتیٰ کہ سب کے سب وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

۲۱۴ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَتْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ النَّاسَ حَدَّثْتَهُمْ أَنَّ نَاسًا مِنْ عَمَلٍ وَعَرَبِيَّةٍ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَكَلَّمُوا بِالْإِسْلَامِ فَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَتَاكَ أَهْلُ ضَمْرٍ وَلَمْ نَكُنْ أَهْلًا رَيْبٌ وَاسْتَوْعَمُوا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُودٍ وَإِسْرَاعٍ وَأَقْرَبَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فِيهِ فَيَشْرِبُوا مِنْ أَيْبَانِهَا وَأَبْوَابِهَا فَانْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَقَتَلُوا رَأْسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَقْوُوا الذُّودَ فَبَلَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ الْبَطْلَنَ فِي الثَّارِهِمْ فَأَمَرَهُمْ فَسَمُّوا وَعَيْنَهُمْ وَقَطَعُوا أَيْدِيَهُمْ وَشَرَكُوا فِي نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتَّى مَاتُوا عَلَى حَالِهِمْ فَسَأَلَ قَتَادَةُ بَلِّغْنَاكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ كَانَ يَحْتَسُّ عَلَى الصُّدْقَةِ وَيَنْهَوِي مِنَ الْمَثَلَةِ وَقَالَ شُعْبَةُ وَأَبْلَاقٌ وَهَذَا مِنْ قَتَادَةَ مِنْ عَرَبِيَّةٍ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَأَيُّوبُ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَمَلٍ -

ترجمہ :- حضرت ابن کعبان ہے کہ قتال عمل و عربینہ کے کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ آئے اور اسلام میں داخل ہو گئے پھر ان لوگوں نے کہا اے اللہ کے نبی ہم لوگ دودھ والے جانور کھنے والے ہیں ہم لوگ کھینچنے والے کسان نہیں تھے (یعنی ہم لوگ جنگلوں میں جانور چراتے اور دودھ پیتے تھے) اور انہیں مدینہ کی ہوا کا موافق ہونی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز اور ایک پر وہاں ان کے ساتھ کر دیا ان لوگوں کو حکم دیا کہ کل کر اس میں رہیں اور ان اونٹوں کا دودھ اور پشٹاب سہا سہا کریں دھت جھائے گی انھار لٹ چنانچہ وہ لوگ چراگاہ کی طرف چلے یہاں تک کہ جب وہ لوگ مقام حرہ کے کنارے پہنچے تو اسلام کے بعد کافر ہو گئے انہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک لے گئے سو نبی اکرم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے پیچھے پکڑنے والوں کو بھیجا وہ پکڑ کر مدینہ لائے تو حضور نے ان کو برا کہا حکم دیا چنانچہ صاحب نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں اور ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے پھر انہیں حرہ کے کنارے پھونٹ دیا گیا یہاں تک کہ اسی حالت میں مر گئے۔

مقادہ نے بیان کیا کہ میں یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرمؐ اس کے بعد صدقہ کی ترغیب دیتے اور شدہ سے منع فرماتے اور شعبہ ابان اور حماد نے مقادہ کے واسطے سے بیان کیا کہ یہ لوگ قبیلہ عربینہ کے تھے (یعنی عکلم کا نام نہیں لیا) اور یحییٰ بن ابی کثیر اور ایوب نے بیان کیا ان سے ابو قلابہ نے اور ابو قلابہ نے انسؓ سے روایت کی کہ قبیلہ عکلم کے کچھ لوگ آئے۔

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرہ۔

تشریحات

والحدیث معنی فی الطہارت ص ۳۲ و مہناتی المغازی ص ۶۰ و میاتی ص ۱۰۵

ضرع بسکون المراد بمعنی تھن، جمع ضروع۔ اہل مزع سے مراد دودھ والے جانور۔ سیف کبر المراد سکون الیاء، سبزہ نار، سبز کھیت، جمع اسیاف و سیوف مقصد یہ ہے کہ ہم لوگ شہری نہیں ہیں بلکہ دیہاتی اور جنگلی ہیں۔

اس حدیث میں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ حضورؐ نے مشد اور تعذیب بانار سے منع فرمایا ہے پھر ان قبیلوں عربینہ اور عکلم کے ساتھ تعذیب بانار اور مشد کیوں کیا گیا۔

اعتراض و جواب

جواب لایہ ہے کہ یہ واقعہ نزول حدود اور نہی عن المشد سے پہلے کا ہے اس لئے یہ مشوخ ہے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ شیخ کی دلیل بخاری کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے پہلے تعذیب بانار کی اجازت دی پھر اس سے منع فرمایا اور یہ واضح رہے کہ ابو ہریرہؓ واقعہ یثیب کے بعد مسلمان ہوئے ہیں اصل اور اعلیٰ جواب یہی ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ قصاصاً ایسا کیا گیا تھا کیونکہ ان لوگوں نے رسول اللہؐ کے چرواہے حضرت یسار کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا جب یہ لوگ اونٹ لے کر بھاگنے لگے تو یسار نے مراحمہ کی، اس پر ان لوگوں نے حضرت یسار کی آنکھ میں گرم سلاخی پھیری، زبان اور ہاتھ پیر کاٹ کر شدہ کیا اس لئے فاعلہ و بمثل ما اعتدی علیکم کے طور پر سزا دی گئی۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان بد معاشوں کے ساتھ یہ سلوک بطور تہذیب و تعلقہ کیا گیا تاکہ دوسرے مفسدین کو عبرت ہو اور لوٹ مار کا سلسلہ بند ہو۔

۲۱۔ حدثنی محمد بن عبد الرحیم قال حدثنا حفص بن عمر ابو عمر الحوضی قال حدثنا حماد بن زید قال حدثنا ایوب والحجاج الصواف قال حدثنی ابو جابر مولیٰ ابی قلابہ وكان معہ بالشام ان عمر بن عبد العزیز استشار الناس یوما قال ما تقولون فی ہذا القسامۃ فقالوا حق قضی بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقضت بہا الخلفاء قبلک قال ابو قلابہ خلفت سریرہ فقال عبسۃ بن سعید فاین حدیث انس فی العربیین قال ابو قلابہ آیا فی حدیثہ انس بن مالک قال عبد العزیز بن صہیب عن انس من عربینۃ وقال ابو قلابہ عن انس من عکلم فذکر القصة۔

ترجمہ :- ابو قتلابہ کے مولیٰ ابو جراح نے بیان کیا اور وہ ابو قتلابہ کے ساتھ شام میں تھے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن لوگوں سے مشورہ طلب کیا کہ اس قسامہ کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟ یعنی حق ہے یا نہیں؟ تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ تو لوگوں نے کہا یہ حق ہے اس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور خلفاء راشدین آپ سے پہلے اس کا حکم دیتے رہے۔ ابو جراح نے بیان کیا کہ اس وقت ابو قتلابہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تخت کے پیچھے تھے سو عمر بن سعید نے کہا کہ پھر قبیلہ عربہ کے لوگوں کے بارے میں حضرت انسؓ کی حدیث کہاں ہے؟ کہ سب کو قصاص میں قتل کر دیا گیا اور قسامہ کا حکم نہیں کیا اس پر ابو قتلابہ نے کہا کہ انسؓ نے خود مجھ سے یہ حدیث بیان کی، عبدالعزیز بن صہیب نے اپنی روایت میں انس کے حوالے سے بیان کیا کہ وہ لوگ قبیلہ عربہ کے تھے یعنی صرف عربہ کا نام لیا، اور ابو قتلابہ نے اپنی روایت میں انس کے حوالے سے بیان کیا کہ وہ لوگ قبیلہ عکل کے تھے (یعنی عربہ کا نام نہیں لیا) اور واقعہ بیان کیا۔

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرہ۔

تشریحات

ابو جراح ابو قتلابہ کے مولیٰ کا نام سلیمان ہے۔ قال حدثنی یعنی حجاج نے کہا کہ مجھ

سے ابو جراح نے بیان کیا۔

عن بنیۃ بنی عین وسکون النون ونوع الیسین۔

قسامۃ بنیۃ انقاف وتخفیف الیسین المہمد مصدر ہے یعنی قسم کھانا، نیز اسم مصدر یعنی قسم دینا۔

قسامہ کار و اربع عربوں میں زمانہ جاہلیت سے جاری تھا اسلام نے بھی

اسی کو قائم رکھا۔ (حاشیہ بخاری ص ۵۲)

قسامہ کی صورت اور اس کا حکم

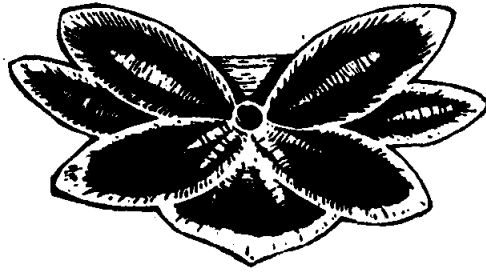
اس کی صورت یہ ہے کہ کسی قتل یا جاعت میں ایک شخص کی لاشیں ملی ہو قتل کر دیا گیا لیکن قاتل کا پتہ نہیں لگا سکا تو اس صورت میں امام شافعی کے نزدیک مقتول کے اولیاء کو پچاس قسمیں کھلائیں گے کہ اس مقتول کے قاتل یہی لوگ ہیں اور اگر اولیاء مقتول کا شمار پچاس سے کم ہو تو ایک شخص سے کئی بجائی بار قسمیں لے کر پچاس کا عدد پورا کر لیں گے لیکن یہ ضرور ہے کہ ان اولیاء میں کوئی بچہ یا عورت یا دیوانہ نہ ہو پھر جب وہ قسمیں کھالیں گے تو ان کو ودیت کا حق حاصل ہو جائے گا۔

احناف کے نزدیک شرعی قانون کے مطابق یہاں مسئلہ قسامہ میں (بھی مدعی داویا مقتول) پر عینہ لازم ہے اگر داویا مقتول عینہ سے عاجز ہوں تو مدعا علیہم یعنی قتل کے اندجن لوگوں پر تہمت لگائی گئی ہے ان میں سے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے گی جن کا انتخاب مقتول کا وارث کرے گا ان میں کا ہر شخص قسم کھائے کہ ہم نے اس کو قتل نہیں کیا اور ہم جانتے ہیں کہ اس کا قاتل کون ہے؟ اگر قسم کھالیں تو بری ہو جائیں گے ورنہ انہیں ودیت دینی پڑے گی۔

اس سے واضح ہو گیا کہ قسامہ میں چونکہ مقبضی طور پر قاتل کا پتہ نہیں ہوتا ہے اس لئے صرف شہ پر کسی سے قصاص درست نہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے القسامۃ جاہلیۃ، قسامہ میں قتل کرنا دم جاہلیت ہے اور غلط ہے کیونکہ جب تک مقبضی طور پر قاتل معلوم نہ ہو شہ پر قتل کرنا ظالم ہے نیز القسامۃ توجب العقل۔

مقامت سے دیرت واجب ہوتی ہے ذکر قصاص - واللہ اعلم -

بھلا اللہ نصر اباری کا سولہواں پارہ پورا ہوا۔
 محمد عثمان غنی اباری غفر اللہ لہ اباری۔
 دار التالیف والتصنیف چلیمل ضلع بیگوسرائے (بھارس)،



باب غزوة ذات القرد

یہ باب غزوة ذات القرد کے بیان میں ہے

اگر کتاب میر و مغازی میں اس کو غزوة ذی قرد کہتے ہیں چنانچہ بخاری شریف کے حاشیہ پر ایک نسخہ ذی قرد کا موجود ہے بخاری شریف کی مفصل ترین مایہ ناز و معرکہ الآثار شرح عمدة القاری میں بھی اسی طرح ہے۔
یعنی "باب غزوة ذی قرد"

لیکن چونکہ ہمارے ہندوستانی نسخوں کے اصل کتاب کے اندر "ذات القرد" کا عنوان ہے اس لئے میں نے عنوان میں اصل کتاب کی پیروی کی ہے۔

ذات القرد بفتح القاف والار وبالذال الہملہ ایک چشمہ کا نام ہے جو مدینہ سے ایک منزل پر بلاد غطفان کے قریب ہے اس غزوة کو غزوة غابہ بھی کہتے ہیں۔

وہی الغزوة التي اعترضها علي لقاها النبي صلى الله عليه وسلم قبل خيبر بثلاث يدي غزوة ہے جس میں قبیلہ غطفان کے مشرکوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں پر لوٹ ڈالا غزوة خیر سے تین دن پہلے۔

واقعة ذات القرد
ومات القرد یا ذی قرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی ایک روز آنحضرتؐ نے اپنے غلام ربیع کو اپنے اونٹوں کو دیکھنے کے لئے بھیجا ان کے ساتھ سلمہ بن کوع بفتح الف وفتح النون و دال مشددة مکسورة) یہ لوگ بہت سویرے راستے میں تھے کہ عبید بن حصین فرزی نے چالیس سواروں کی بھڑائی میں اس چراگاہ پر چھاپہ مارا اور آپ کی بیس عدد دودھ دینے والی اونٹنیاں پکڑ کر لے گیا۔ راعی (چرواہا) کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی کو بھی پکڑ کر لے گئے۔

حضرت سلمہ بن کوع جب نینت الوداع میں پہنچے تو حادثہ کا علم ہوا اور دشمن کے سوار نظر آئے انہوں نے ربیع سے کہا کہ تم اس گھوڑے کو لے جاؤ طلحہ کو دے دیجو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حادثہ کی خبر کرو اور ہم دشمن کے تعاقب میں جاتے ہیں۔ حضرت سلمہ بڑے زبردست تیر انداز تھے اور اس وقت ان کے پاس تیر موجود تھے۔ اور تلوار بھی پاس تھی۔ حضرت سلمہ نے سلع پہاڑی پر چڑھ کر در سے آواز دی "یا صاحبہا" تاکہ حادثہ کی خبر مدینہ میں ہو جائے چنانچہ اس آواز سے پورا مدینہ گونج اٹھا اور پورے مدینہ شہر میں اس کی خبر ہو گئی پھر حضرت سلمہ دشمنوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور تنہا پانچ دن دشمن کے تعاقب میں چلے اور دشمن کے قریب پہنچ کر تیر مارتے جاتے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے:-

انا بن الاكوع ؛ واليوم ليوم الرضح

میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کس نے کتنے ماں کا دودھ پیسا ہے۔

اگر کوئی مشرک ان کی طرف رخ کرتا تو درخت کی آڑ سے تیر مار کر زخمی کر دیتے، کبھی پہاڑیوں پر چلے جاتے کبھی نظر سے چھپ جاتے ایک تنگ راستہ دو پہاڑیوں کے درمیان سے ہو کر جاتا تھا جب دشمن اس راستہ سے چلے تو انہوں نے جا کر پتھر مارنا شروع کر دیا، انہیں اس طرح دشمن کو حواس باختہ کر دیا۔

خود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اونٹنیاں ان سے ہم نے واپس لے لیں اور پھر ان کا تعاقب کیا تو یہ حالت ہو گئی کہ چادریں اور بڑے بوجھ بھرا کرنے کے لئے وہ پھینک دیتے ہم ان پر نشان کے لئے پتھر رکھ دیتے پھر تعاقب کرتے حتیٰ کہ تیس چادریں اور اتنے ہی بڑے انہوں نے پھینکے یہ تو اس طرح تنہا دشمن کے پیچھے لگے رہے۔

مدینہ میں ٹھہر ہو گیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے پانچ سو یا سات سو آدمی لے کر روانہ ہوئے اور تیردی سے مسافت طے کر کے وہاں پہنچے اور آپ اپنے روانہ ہونے سے پہلے بھی چند سوار دشمناً مقداد بن عمرو وغیرہ (روانہ فرما چکے تھے۔ ان لوگوں نے پہلے پہنچ کر ان کا مقابلہ کیا دو آدمی مشرکین کے ہمارے گئے اور مسلمانوں میں سے عوز بن نضلة، جرجان القتب انرم ہے اور ان ہی کو قیر بھی کہتے ہیں عبدالرحمان بن عیینہ سے مقابلہ کرتے کرتے شہید ہوئے پھر ابو قتادہؓ نے اس عبدالرحمان بن عیینہ کو قتل کیا۔

اتنے میں جب آنحضرتؐ پہنچے تو سدا نے خدمت اقدس میں آکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ سب پیاسے اور پریشان ہیں آپ ہمیں سو آدمی دیکھیے تو سب کو گزرتا کر کے لاؤں آپ نے فرمایا یا ابن الاکوٰع اذما ملکنا فاسبح یعنی اے ابن اکوع جب تو نے قابو پایا تو نرمی و آسانی کرو اور معاف کر دو، یہ ہے رحمت للعالمین کی شان رحیمی و کریمی اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ بنی غطفان میں پہنچ گئے ہیں۔

نوٹ:- تمام اصحاب یہ اس غزوے کو حدیبیہ سے پہلے کہتے ہیں اور اس پر متفق ہیں کہ یہ غزوہ ربيع الاول سنہ ۶ میں ہو لیکن امام بخاری فرماتے ہیں کہ سنہ ۶ میں غزوہ خیبر سے تین روز پہلے ہوا اور یہی مسلم شریف سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے صحابہ بہار کے مایہ ناز محدث اور مورخ اپنی مشہور و مقبول کتاب "مع الیرمنا" میں لکھتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ غزوہ غزوہ حدیبیہ کے بعد ہوا اور بعض علماء نے تعدد واقعہ کہہ کر تطبیق کی صورت نکالی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

۲۲۱۔ حَدَّثَنَا قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُولُ نَحَرُ جِثَّتْ قَبْلَ أَنْ يُوَدُّنَ بِالْأُولَى وَكَانَتْ لِقَاخَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَعَى بَدِي قَرًا قَالَ فَلَقَيْنِي غُلَامًا لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ أُخِذْتُ لِقَاخَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلْتُ مَنْ أَخَذَهَا قَالَ غُطْفَانُ قَالَ فَصَرَ نَحْتًا شَلَتْ صَرَ نَحَاتٍ يَا صَبَا حَا لَا قَالَ فَاسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابِتِي الْمَدِينَةِ ثُمَّ انْدَفَعْتُ عَلَيَّ وَجْهِي حَتَّى ادْرَكَتْهُمْ وَقَدْ أَخَذُوا يَسْتَقُونَ مِنَ الْمَاءِ فَجَعَلْتُ أَرْمِيهِمْ بِبَنِي وَكُنْتُ أَرْمِيهِمْ وَأَقُولُ أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ يَوْمَ يَوْمِ الرَّضْعِ وَوَارْتَمَيْتُ حَتَّى اسْتَنْقَذْتُ اللَّقَاخَ مِنْهُمْ وَاسْتَلْبِثْتُ مِنْهُمْ ثَلَاثِينَ بَرْدَةً قَالَ وَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَدْ حَمَيْتُ الْقَوْمَ

الماء وهم عطاش فابعث اليهم الساعة فقال يا ابن الاکو ع ملكت فاسمبحه قال ثم رجعتنا
ويؤد فخي رسول الله صلى الله عليه وسلم على ناقته حتى دخلنا المدينة۔

ترجمہ :- یزید بن ابی بعید سے روایت ہے کہ میں نے سلمہ بن اکوعؓ سے سنا وہ بیان کر رہے تھے کہ غزیر کی
اذان سے پہلے میں مدینہ سے باہر غابہ کی طرف نکلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنیاں ذات
القرہ میں جا کر کئی تھیں انہوں نے بیان کیا کہ پھر مجھے عبدالرحمن بن عوفؓ کے غلام ملے اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی اونٹنیاں پکڑ لی گئی ہیں، میں نے پوچھا کس نے انہیں پکڑا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ قبیلہ غطفان والوں نے، انہوں نے
بیان کیا کہ پھر میں نے مین مرتبہ بلند آواز سے پکارا یا صباحا انہوں نے بیان کیا کہ اپنی آواز میں نے مدینہ کے
دونوں کناروں تک پہنچا دئی اور اس کے بعد میں سیدھا تیزی سے دوڑتا ہوا آگے بڑھا یعنی دائیں بائیں نہیں دیکھا
ممکنہ سرعت سے آگے بڑھا، آخر انہیں پایا اس وقت وہ پانی کے لئے اترے تھے سو میں نے ان پر تیز برسائے شروع
کر دیئے میں تیر اندازی میں ماہر تھا اصر میں یہ شعر کہتا جاتا تھا :-

انابن اکوع ع ۛ الیوم یوم الرضخه

میں ابن اکوع ہوں اور آج ذلیلوں کی بربادی کا دن ہے۔

اور میں ہی رجز پڑھتا رہا آخر اونٹنیاں ان سے چھڑالیں اور ان کی تیس چادریں بھی میرے قبضہ میں آگئیں۔
سلمہ نے بیان کیا کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب آگئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ان
لوگوں کو پانی نہیں پینے دیا ہے اور وہ ابھی پیاسے ہیں آپ فوراً ان کے تعاقب کے لئے فوج بھیج دیجئے اس پر حضورؐ نے
فرمایا اے ابن اکوع جب تو نے قابو پایا تو تیزی اختیار کر، سلمہ نے بیان کیا کہ پھر ہم واپس آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم مجھے اپنی اونٹنی پر پیچھے بیٹھا کر لائے یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔

مطالبتہ للترجمۃ طاہرۃ قرعہ علی جذبی قر د

تشریحات

والحدیث مصنفی فی الجہاد ص ۲۲

بعض روایات میں ہے کہ غطفان اور فرارہ نے اونٹوں کو پکڑ لیا ہے سو اس میں کوئی تعارض نہیں ہے کہ فرارہ
غطفان ہی کی شاخ ہے۔

فاسمعت ما بین لاجبتي المدینة اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت سلمہؓ کی آواز بہت بلند تھی نیز یہ بھی احتمال
ہے کہ یہ بطور کرامت ہو۔

باقی تفصیل کے لئے غرہ ذات القرہ ملاحظہ فرمائیے۔

باب غزوة خيبر

ای طرزاً بیان غزوة خيبر۔ یعنی یہ باب غزوة خيبر کے بیان میں ہے۔

خیبر بروزن جعفر۔ خیبر ایک شہر کا نام ہے جو مدینہ سے شام کی طرف آٹھ برید پر ہے اس میں بہت سے قلعے اور کھیتیاں ہیں (عمدہ) اور ایک برید چار فرسخ کا اور ہر فرسخ تین میل کا ہوتا ہے جیسا کہ ایک روایت منقول ہے۔ لا تقصم الصلوٰۃ فی اقل من اربعۃ بؤد یعنی نماز کا قصر چار برید سے کم مسافت میں نہ ہوگا (عنات الحدیث اول ص ۴۳) اس حساب سے چار برید کے سوا فرسخ اور اڑھائیس میل ہوئے جو نماز قصر کے لئے حد سفر ہے۔

غزوة خيبر مشہورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو واپسی میں سورہ فتح نازل ہوئی جب میں حق تعالیٰ نے فتح خیبر اور بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا۔ خیبر کی غنیمتوں سے مسلمانوں کو سہولت اور فراخ بالی حاصل ہوئی۔

جب آنحضرت حدیبیہ سے واپس ہو کر مدینہ پہنچے تو لقیہ ذی الحجہ اور اوائل محرم مدینہ میں مقیم رہے پھر محرم ہی میں آپ نے خیبر پر چڑھائی کی جہاں غدار یہود آباد تھے لیکن امام مالک کہتے ہیں کہ غزوة خيبر شہ میں ہو اور ابن حزم کہتے ہیں بلاشک یہی صحیح ہے۔

اس اختلاف کی وجہ غالباً یہ ہے کہ بعض لوگ سدیٰ ابتداء محرم سے کہتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک محرم میں شہ شروع ہو گیا اور بعض ربیع الاول سے ابتداء لیتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت ربیع الاول میں ہوئی لہذا ان کے نزدیک محرم اور ہضرت زہد کے تھے واللہ اعلم۔

آنحضرت نے محرم شہ میں چودہ سو پیادوں اور دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ خیبر کی طرف خروج فرمایا ازواج مطہرات میں سے ام المومنین ام سلمہ آپ کے ساتھ تھیں، سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کے وقت جا رہے تھے عامر بن اکوع مشہور شاعر یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے آگے تھے :-

اللهم لو لا انت ما اهدينا
ولا تصدقنا ولا صلينا
غدا يا اكرم تيرى رحمت نه بوتي تو هم بد ايت نه پاتے اور نہ کوئی صدقہ وغیرات کر سکتے اور نہ نماز پڑھتے
فاغض فداء لك ما البقينا
وثبت الاقدام ان لا قينا
تو اے خدا ہم کو بخش دے ہم تیرے قربان ہوں جب تک ہم باقی رہیں اگر دشمنوں کا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رکھو
والقين سكنة علينا
انا اذا صيح بنا اتينا
غدا ہم پر سکون و اطمینان نازل فرما، ہم کو جب جہاد و قتال کے لئے پکالجاتا ہے تو ہم حاضر ہو جاتے ہیں۔
وبالصياح عولوا علينا
اور جب جنگ کی آواز دی جائے تو لوگ ہم پر اعتماد کریں۔

یہ اشعار حضرت عبداللہ بن رواحہ کے ہیں حضورؐ ان ہی اشعار کو خود جبر کے طور پر غزوہ خندق میں پڑھتے تھے عام خوش الحان تھے حضورؐ نے پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا عام بن الاکوع حضورؐ نے فرمایا یا یوحنا اللہ اللہ اللہ اس پر رحم فرمائے بعض روایت میں ہے ینغفرک اللہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے، صحابہ میں مشہور تھا کہ غزوہ میں جب کسی حضورؐ کسی کو یہ دعا دیتے تو وہ شہید ہو جاتے تھے اس بنا پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کے لئے تو جنت لازمی ہو گئی کاش آپ ہیں ان سے اور فائدہ اٹھانے دیتے۔

الغرض جب حضورؐ مقام صہبا میں پہنچے جو خیبر کا قریبی علاقہ ہے تو وہاں عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد کھانا طلب کیا صرف ستمو تھا وہی حضورؐ نے بھی تناول فرمایا اور صحابہ نے بھی کھایا، پھر سب نے کما کر کے مغرب کی نماز پڑھی کسی نے وضو نہیں کیا (بخاری ص ۳۱۳ ایضاً ص ۳۱۴)

اب رات ہو گئی تھی اور حضورؐ کا قادمہ تھا کہ رات کے وقت کسی پر حملہ نہیں کرتے تھے صبح سیرے تاریکی میں آپؐ نے صبح کی نماز پڑھی اور حملہ کے لئے تیار ہوئے صبح ہوتے ہی یہود اپنی کھرنی کدال وغیرہ لے کر کاموں کے لئے نکلے اور سے آپ کے لشکر کو دیکھ کر پھلاٹھے محمداً واللہ محمداً والکنہیس یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں واللہ محمد ہی کل نوح اور لشکر کے ساتھ ہیں۔

مکمل نوح کو جنیس اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے پانچ حصے ہوتے ہیں مقدمہ۔ مینہ۔ میسرہ، قلب۔ شوق۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ اکبر عربت خیر انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين۔ خیبر میں یہودیوں کے آٹھ قلعے تھے الشقی اناعم۔ الکتیبہ۔ الوطیح۔ سلاقم۔ قلعا، مقوص۔ بردن بصور یہ خیبر کے ایک پہاڑ کا نام ہے جس پر انی تحقیق کا قلعہ تھا۔ قلعا صععب بن معاذ۔ یہود آپ کو اور اسلامی لشکر دیکھتے ہی سب کے سب قلعہ میں بھاگے، صحابہ نے جب قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے تو زور سے تیکر کر کے حضورؐ نے ارشاد فرمایا اپنے اوپر رحم کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم تو اس ذات پاک کو پکار رہے ہو جو بہاری آہستہ آواز کو بھی سنتی ہے اور ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں پڑھ رہا تھا حول ولا قوۃ الا باللہ حضورؐ نے فرمایا یہ کلمہ بہشت کا خزانہ ہے، پھر آپؐ نے ساری نوح کو حکم دیا کہ ٹھہر جاؤ اور دعا مانگی، جب دعا ختم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا بسم اللہ اب بڑھو، چنانچہ آپؐ نے ان قلعوں پر حملے شروع کئے اور یکے بعد دیگرے تمام قلعوں پر فتح حاصل ہوئی۔

فتح کے بعد آنحضرتؐ نے چند روز خیبر ہی میں قیام فرمایا اسی اثنا میں ایک دن سلام زہر دینے کا واقعہ بن مشکم کی عورت زینب بنت الحارث نے ایک بکری پکا کر حضورؐ کو دیدیا اور اس میں زہر ملا دیا، حضورؐ نے اس میں سے گوشت منہ میں لیا مگر معلوم ہو گیا بعض روایتوں میں ہے کہ گوشت نے کہہ دیا کہ زہر ملا ہوا ہے، آپؐ نے ٹھوک دیا لیکن بشر بن براد بن معرور جو آپؐ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے انہوں نے کچھ کھا لیا تھا، آپؐ نے فرمایا ہاتھ روک لو، اس بکری میں زہر ملا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی زہر کے اثر سے ان کا انتقال ہو گیا۔

حضور نے زینب کو بلا کر سبب دریافت کیا، اس نے اقرار کیا کہ بے شک اس میں زہر ملا گیا ہے اور یہ اس لئے ملا گیا کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع کر دے گا اور اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہم لوگ آپ سے نجات پا جائیں گے پھر زینب مسلمان ہو گئی اور حضور نے اس کو چھوڑ دیا بعد میں جب بشر بن برہہ بن معمر اس زہر کے اثر سے انتقال فرما گئے تو بشر کے قصاص میں قتل کی گئی۔

اس کے تین برس کے بعد مدینہ میں جب حضور کا انتقال ہوا تو حضور فرماتے تھے کہ خیر کے زہر کے اثر کا اثر ہم پر غالب ہے اسی لئے امام زہری فرماتے ہیں کہ حضور شہید فوت ہوئے۔

اس غزوے میں حلال و حرام کے جو احکام نازل ہوئے یہ جو مسائل اس غزوے سے متعلق ہیں وہ تشریحات حدیث میں ہم بیان کریں گے انشاء اللہ۔

۲۲۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ إِيْسَاءَ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ التَّمِيمِ أَخْبَرَنَا أَنَّ نَجْرَاحَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاهَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ أَدْنَى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصَمُ ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يَوْتِ إِلَّا بِالسُّوَيْقِ فَأَمْرٌ بِهِ فَشَرَى فَاكْلَ وَ أَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَنَضَّ مَضًى وَمَضًى فَضْنَا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ترجمہ :- سويد بن النعمان کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیر کے سال تک مکہ (دیان کیا کہ) جب ہم مقام صہبہ میں پہنچے جو خیر کے قریب ہے (یعنی خیب میں) تو آنحضرت نے عصر کی نماز پڑھی، پھر آپ نے توشہ سفر منگوا یا تو ستو کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں لائی گئی سو آپ نے اس کو بھگونے کا حکم دیا چنانچہ بھگوا گیا پھر حضور نے کھایا اور ہم نے بھی کھایا۔ اس کے بعد آپ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے چونکہ وضو پہلے سے موجود تھا، سو آپ نے صرف گلی کی اور ہم لوگوں نے بھی گلی کی، پھر نماز پڑھی اور اس نماز کے لئے نئے سرے سے وضو نہیں کیا۔

مطابقتہ للترجمہ فی قولہ "عاهہ خیبئر"

والحدیث مصنی فی کتاب الوضو ص ۳۴

تشریحات

بشیر بن عمر اباء وفتح الشین وسکون الیاء اس کی تفصیل کتاب الطہارت میں آئے گی انشاء اللہ

۲۲۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلْمَةَ بِنِ الْأَكْوَعِ قَالَ نَجْرَاحَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ فَبَسَّ نَائِلًا فَقَتَلَ رَجُلًا مِنَ الْقَوْمِ لِعَامِرِ بْنِ عَاهِرٍ الْأَسْمَعِنِيِّ مِنْ هَذِهِهَا تَلْكَ وَكَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا فَذَلَّ يَمْدُ وَبِالْقَوْمِ يَقُولُ:-

اللَّهُمَّ لَوْ أَنَّكَ مَا اهْتَدَيْتَنَا ۖ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا ۖ فَغَفَرَ فِدَاءُكَ لَنَا مَا بَقِينَا ۖ وَشَبَّتِ الْأَقْدَامَ إِنَّ لَاقِينَا ۖ وَالْقِيَمَ سَكِينَةً عَلَيْنَا ۖ إِنَّا إِذَا صَبَّحْنَا بِنَائِلِنَا ۖ وَبِالْقِيَامِ عَوَّلْنَا عَلَيْنَا -

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من هذا السائق قالوا عاهر بن الاكوع قال يرحمه الله قال رجل من القوم وجبت يا نبى الله لولا امتعتنا به فأتينا خيبر فما صارناهم

حق اصابنا فمحصنة شديدة ثم ان الله تعالى فاتحها عليهم فلما امسى الناس مساء اليوم الذي فتحتم عليهم او قدوا وانيرا كثيرا فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما هذان النيران على اي شيبي توفدون قالوا على لجم قال علي اي لجم قالوا لحم همم الا نسيبته قال النبي صلى الله عليه وسلم اهر يقوها واكسبو وهما فقال رجل يا رسول الله اوتهم يقها وتغسلها قال اوداك فلما تصافت القود كان سيفت عامر قصيرا فلما اول به ساق يهودي ليضرب به فبرهجة ذباب سيفه فاصاب عين ركبتة عامر فمات منه قال فلما قفلوا قال سلسمة قال سراقى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو اخذ بيدي قال مالك قلت له فذا الك ابي واخي زعموا ان عامر اخطى عملة قال النبي صلى الله عليه وسلم كذب من قاله وان له كاجورين وجمعه بين اصبغ عليه الله لجاهد مجاهد قل عربى مشابها مثله حدثنا قتيبة قال حدثنا حاتم قال نشأ بها۔

ترجمہ :- سلم بن اکوع سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے سو ہم چلے رات کے وقت تو ایک صاحب (اسید بن حنظل) نے عامر سے کہا اے عامر کیا تم اپنے کچھ اشعار نہیں سناؤ گے ؟ عامر شاعر تھے ، اس فرمائش پر وہ سواری سے اتر کر لوگوں کے واسطے حدی نحوائی کرنے لگے فرماتے ہیں :- اللهم لولا انت ما صدقنا الخ۔ خلیفہ اگریزی رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم کوئی صدقہ کرتے نہ نمانہ پڑھتے۔

پس ہماری مغفرت کیجئے جب تک زندہ ہیں ہماری جانیں آپ کے راستے میں قربان ہیں۔ اور اگر ہماری مدبھیٹ بوجھائے تو ہمیں ثابت قدم رکھئے ، ہم پر سکینت و طماننت نازل فرمائیے ، ہمیں جب (باطل کی طرف) بلایا جاتا ہے تو ہم انکار کر دیتے ہیں آج بولا بولا کرو وہ ہمارے غلاف میدان میں آئے ہیں۔

دسب عادت حدی کوسن کر اونٹ تیزی سے چلنے لگے ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے یہ اونٹ ہانکنے والا ؟ لوگوں نے بتایا کہ عامر بن اکوع ، حضور نے فرمایا کہ اللہ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے تو صحاب میں سے ایک صحابی نے عرض کیا اے اللہ کے نبی لازم ہوگی شہادت یا جنت و مطلب یہ ہے کہ آپ نے تو انہیں شہادت کا مستحق قرار دے دیا، کاش ابھی اور سب ان سے فائدہ اٹھانے دیتے۔ پھر ہم خیبر آئے اور ان کا محاصرہ کیا اور محاصرہ طویل اور سخت تھا، یہاں تک کہ ہم کو سخت بھوک لگی پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عنایت فرمائی جس دن قلعہ فتح ہوا اس دن کی جب رات ہوئی تو لشکر میں جگہ جگہ آگ جل رہی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ آگ کیسی ہے ؟ کس چیز پر آگ جلاتے ہو ؟ صحابہ نے عرض کیا کہ گوشت پکانے کے لئے ، آنحضرت نے فرمایا کہ کس چیز کا گوشت ہے ؟ صحابہ نے بتایا کہ پالتوگہوں کا گوشت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام گوشت کو پھینک دو اور ہانڈیوں کو توڑ دو ، سوایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ، ایسا کیوں نہ کر لیں گوشت تو پھینک دیں اور ہانڈیوں کو دھو لیں ، آنحضرت نے فرمایا کہ ایسا ہی کر لو پھر (دن میں) جب صحابہ نے (جنگ کے لئے) صف بندی کی تو چونکہ عامر کی تلوار چھوٹی تھی اس لئے جب انہوں نے ایک یہودی کی پینڈلی پر دھک کر (وار کرنا چاہا تو خود انہیں کی تلوار کی دھار سے ان کے گلے کے اوپر کا حصہ زخمی ہو گیا اور اسی میں ان کی شہادت ہو گئی۔

بیان کیا کہ پھر جب لشکر فتح خیبر سے پھرے تو مسلمین اکوڑ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "کیا حال ہے تیرا؟" میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عامر کا سارا عمل آکارت کیا دیکھو نہ خود ان کی ہی تلوار سے ان کی وفات ہوئی یعنی خود قتل ہی اکرم نے ارشاد فرمایا، جھوٹا ہے وہ شخص جو اس طرح کی باتیں کرتا ہے انہیں تو دوہرا اجر ملے گا، پھر آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ایک ساتھ ملایا انہوں نے تکلیف و مشقت بھی اٹھائی اور اللہ کے راستے میں جہاد بھی کیا، بہت کم عربی ہیں جنہوں نے اس بیسی مثال قائم کی ہو۔ ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، ان سے عامر نے (جہادے مشابہتاً) نشا بھانقل کیا یعنی کوئی عرب عامر جیسا مدینہ میں پیدا نہیں ہوا۔

تشریحات
مطابق للترجمۃ "الیٰ خیبر"
ومر الحدیث مختصراً ۲۳۶

ہنیہاتک بعض اہل ہار و فتح النون و سکون الیاء بعد ہار اخری جمع ہنیہاتہ بالتصغیر
تحریم لحوم الحمر الانسیۃ
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں حمر الانسیۃ یعنی پالتو گدھے کے گوشت سے منع فرمایا کہ وہ نجس ہے صحابہ میں سے بعض نے کہا کہ منع اس لئے ہوا کہ سواری کا جانور ہے بعض نے کہا کہ اطراف کی نجاست کھاتا ہے مگر رسول اللہ نے فرمایا کہ نجس ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گوشت پھینک دو اور برتن توڑ دو مگر ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ گوشت پھینک دیا جائے اور برتن دھویا جائے، آپ نے فرمایا کہ اچھا دھو ڈالو۔ پہلا حکم عمل سے پہلے منسوخ ہو گیا اور معلوم ہوا کہ برتن کی نجاست دھونے سے زائل ہو جاتی ہے۔

بعض روایتوں میں حمر اہلیہ کا لفظ آیا ہے۔ دونوں کا مفہوم ایک ہے یعنی پالتو گدھے کا گوشت۔

۲۲۳۔ حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن حنفیان الطویل عن النسی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی خبیز لیلًا وكان اذ اتی قومًا بلیل لم یغز بہم حتی یتخبیح فلما اصبح نزعہم الیہود بمساجیمہم ومکاتلہم فلما ساروا قالوا محمدًا واللہ محمدًا والحمد للہ والحمد للہ فقل النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزعہم الیہود بمساجیمہم فقلت خبیز انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین ترجمہ :- حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر رات کے وقت پہنچے اور آپ کا معمول تھا کہ جب کسی قوم پر حملہ کرنے کے لئے رات کے وقت موقوف ہوئے تو فوراً ہی حملہ نہیں کرتے بلکہ صبح ہو جاتی جب کرتے سو صبح ہوئی تو یہود اپنے پھاؤڑے اور ٹوکڑے (یعنی آلات زراعت) لے کر باہر نکلے پھر جب ان لوگوں نے حضور کو دیکھا تو شور کرنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ہیں خدا کی قسم محمد پوری فوج کے ساتھ ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیبر برباد ہوا، ہم جب کسی قوم کے میدان میں آتے جاتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمہ ظاہرہ والحديث معنی فی الجہاد ص ۲۱۳ تا ص ۲۱۴

اس حدیث کے اکثر طریقوں میں کبر کا لفظ زیادہ ہے جیسا کہ اس کے بعد کی حدیث سے معلوم ہوگا یعنی آپ نے فرمایا اللہ اکبر نہ بت نہیں۔ محدثین کہتے ہیں کہ اس حدیث سے تفاوت یعنی نیک فال لینے کا جواز نکلتا ہے اس لئے کہ جب آنحضرت نے کہا اڑا وغیرہ دیکھا جو عمارتوں کے ڈھانے کا سامان ہے تو آپ نے اس سے کہا کہ اب خمیر برباد ہوگا۔

مساجی، مسجات کی جمع کھیتی کا آلہ مثلاً گھاڑی، پیلو وغیرہ، مقابل مکمل کی جمع ٹوکرا۔
مزید تفصیل کے لئے غزوہ خمیر دیکھئے۔

۲۲۵۔ اخبرنا صدقہ بن الفضل قال اخبرنا ابن عیینة قال حدثنا ايوب عن محمد بن سيرين عن النبي بن مالك قال صابغنا خمير فبكر لا نخرج اهلها بالمساجي فلما بصرنا ولينا النبي صلى الله عليه وسلم قالوا محمد والله محمد والخميس فقال النبي صلى الله عليه وسلم الله اكبر نخرت بنت خبيز انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين فاصبنا من لحوم الحمر فنادى منادي النبي صلى الله عليه وسلم ان الله ورسوله ينهيا نكلم عن لحوم الحمر فانها رجس۔
ترجمہ :- حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ہم خمیر صبح کے وقت پہنچے تو خمیر والے دیہونہ اپنے پھاڑے لے کر باہر نکلے پھر جب ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو چلانے لگے یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں خدا کی قسم محمد پورے لشکر کے ساتھ آگئے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر نہ بت نہیں۔ اللہ کی ذات سب سے بلند و برتر ہے، یقیناً جب ہم کسی قوم کے میدان میں آتے جاتے ہیں تو پھر ڈلائے ہوتے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔ پھر ہمیں وہاں گدھے کا گوشت ملا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہیں گدھے کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں کہ یہ ناپاک ہے۔

تشریحات

مطابقت ظاہر ہے کہ حضرت انس کی حدیث مذکورہ کا دوسرا طریق ہے اور اس میں اللہ اکبر کی زیادتی موجود ہے۔ اور اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ ورسول کو ایک خمیر میں جمع کرنا جائز ہے جیسا کہ اس حدیث میں بینہا نکم کہا گیا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ
اس حدیث میں ہے کہ ہم خمیر صبح کے وقت پہنچے حالانکہ اس سے قبل کی روایت ۲۲۴ میں گذرا ہے کہ خمیر رات کے وقت پہنچے۔ اس کا جواب محدثین نے دیا ہے کہ شکر رات ہی کو پہنچ گیا مگر کچھ فیصلہ پر رات گزار کر صبح کو حملہ کے لئے میدان میں آیا فلا تعارض۔

۲۲۶۔ حدثنا عبد الله بن عبد الوهاب قال حدثنا عبد الوهاب قال حدثنا ايوب عن محمد بن سيرين عن النبي بن مالك قال صابغنا خمير فبكر لا نخرج اهلها بالمساجي فلما بصرنا ولينا النبي صلى الله عليه وسلم قالوا محمد والله محمد والخميس فقال النبي صلى الله عليه وسلم الله اكبر نخرت بنت خبيز انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين فاصبنا من لحوم الحمر فنادى منادي النبي صلى الله عليه وسلم ان الله ورسوله ينهيا نكلم عن لحوم الحمر فانها رجس۔

فنادی فی الناس ان الله ورسوله ینہیانکم عن لحوم الحمر الاہلیۃ فالقیۃ القدر و
انہا لتطعم باللحم۔

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آٹے
والا آیا اور عرض کیا کہ گدھے کا گوشت کھایا جا رہا ہے اس پر آپ نے خاموشی اختیار کی پھر دوبارہ آپ کی خدمت میں آیا،
اور عرض کیا کہ گدھے کا گوشت کھایا جا رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ بھی خاموش رہے پھر وہ آپ کی
خدمت میں تیسری مرتبہ آیا اور عرض کیا کہ گدھے کے ختم ہو گئے یعنی اگر گدھے کھائے جاتے رہے تو رفتہ رفتہ ختم ہو جائینگے
کوئی باقی نہ رہے گا، اس کے بعد حضور نے ایک منادی سے اعلان کر لیا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہیں پالتو گدھوں کے
گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں چنانچہ تمام ہانڈیاں الٹ دی گئیں، حالانکہ وہ گوشت کے ساتھ جوش مار رہی تھیں۔

تشریحاً مطابقت حدیث یہ ہے کہ اس سے پہلی حدیث یعنی ۲۲۵ ہی کی دوسری سند ہے پھر اس ۲۲۵
کی حدیث میں ان اللہ ورسوله ینہیانکم عن لحوم الحمر الاہلیۃ کا اعلان

غزوہ خیبر ہی میں ہوا ہے۔

۲۲۴۔ حدثنا سلیمان بن مرہب قال حدثنا حماد بن زید عن ثابت عن انس قال قال صلی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم النبیۃ قریبا من نعیب بغلس ثم قال اللہ اکبر خیر بیت نخلی میں انا اذ انزلنا
بساکۃ قوم فساء صباح المذہبین نحن جو الیسعون فی الشکک فقتل النبی صلی اللہ علیہ
وسلم المقاتلۃ وسبب النبیۃ وكان فی السبب صلیۃ فصارت حی د حیۃ الکلبی ثم صارت
الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل عتقها صداقتها فقال عبد العزیز بن صہیب ثلث یا با
محمد انت قلت لا نس ما اصدقتها نحن ثابت ثابت ما سده تصدیقا۔

ترجمہ :- حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز خیبر کے قریب اندھیرے
میں پڑھی پھر فرمایا اللہ کی ذات سب سے بلند مرتبہ ہے خیبر ربا دہا میں قینا جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر جاتے
ہیں تو ڈرائے ہونے لوگوں کی صبح برسی ہو جاتی ہے پھر یہودی گلیوں میں دوڑتے ہوتے نکلے آخر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان کے جنگ کرنے والے جوانوں کو قتل کیا اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا قیدیوں میں حضرت صفیہ بھی تھیں جو دجہ
کلبی کے حصہ میں آئی تھیں پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئیں یعنی آپ نے ان سے نکاح کر لیا اور ان کے
مہر میں انہیں آزاد کر دیا، عبد العزیز بن صہیب نے ثابت سے پوچھا اسے ابو محمد کیا آپ نے انس سے یہ پوچھا تھا کہ
آنحضور نے صفیہ کو مہر میں کیا دیا تھا۔ ثابت نے اس کی تصدیق میں اپنے سر کو ہلایا یعنی ہاں میں نے پوچھا تھا۔

تشریحاً مطابقت ندرتہ ظاہرہ۔ والحدیث مرسی: علوۃ الخوف ۱۲۹

اس حدیث میں حضرت صفیہ کے متعلق اختصار ہے جس کی تفصیل یہ ہے :-

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جب فتح ہوا تو اس میں صفیہ بنت حمی بن اخطب اور ان کی دو چچا زاد بہن بھی
قید ہوئیں، صفیہ کنانہ بن ابی امیق کی زوجه تھیں اور نبی دہن تھیں تھوڑا ہی عرصہ پہلے ان

کا نکاح ہوا تھا تقسیم غنیمت کے وقت یہ دجیر بن حلیفہ کلبی کے حصہ میں آئی تھی ایک روایت میں ہے کہ حضرت دجیرہ آنحضرت کی خدمت میں آئے اور ایک باندی کی درخواست کی تو آنحضرت نے فرمایا کہ جاؤ باندیوں میں سے ایک لے لو۔ حضرت دجیرہ نے حضرت صفیہ کو لے لیا لیکن کچھ اصحاب کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا شروع کیا کہ صفیہ معززہ زہراء کی لڑکی ہے اور خوبصورت ہے دجیرہ کلبی کے پاس نہیں رہتی چاہیے اس کو آپ اپنے پاس رکھیں، اندیشہ ہوا کہ اس کی وجہ سے صحابہ میں بد مزگی پیدا نہ ہو جائے، آپ نے اس کو دجیرہ کلبی سے لے لیا اور اس کے بدلے میں اس کی بہنوں کو دجیرہ کلبی کے سپرد کیا۔

حضرت صفیہ کا خواب حضرت صفیہ کے چہرے پر نیلا دارغ تھا اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ چند روز پہلے میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ جاںمیری گود میں آگیا ہے۔ اپنے شوہر سے میں نے ذکر کیا تو اس نے طمانچہ مارا کہ تو بادشاہ مدینہ کی سنا کرتی ہے حالانکہ مجھے آپ کا کچھ حال معلوم نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کیا اور عتیق ان کا مہر ٹھہرایا فرمایا عتقہا صلا قہا مقام صہبایں رجوع کے وقت غلوت ہوئی اور تین روز حضور وہاں مقیم رہے غلوت کے پہلے روز بغیر اطلاع حضرت ابولہب انصاری نے تلوار لے کر تمام رات پہر دیا، صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو پوچھا کہ ایسا کیوں کیا؟ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اندیشہ تھا کہ اس عورت کے باپ بھائی شہر اور تمام اقربا قتل ہوئے ہیں خوف ہوا کہ کہیں کچھ شرارت نہ کرے، آنحضرت مسکرائے اور ان کو دعا دی۔

ولیمہ اور حجاب غلوت کے روز کچھ گھجور اور پیڑ کا آپ نے ولیمہ کیا صحابہ کو شہرہ تھا کہ یہ ام المؤمنین ہیں یا ملک یمن (یعنی باندی) پھر یہ طے ہوا کہ اگر حجاب ہو تو ام المؤمنین ہیں ورنہ باندی۔ جب دعا گئی ہوئی تو اونٹ پر کھڑا کھینچ کر حجاب کیا گیا اس سے سب نے سمجھ لیا کہ ام المؤمنین ہیں رضی اللہ عنہا۔

۲۳۸۔ حدثنا آدم قال حدثنا شعبة عن عبد العزيز بن صهيب قال سمعت انس بن مالك يقول سبى النبي صلى الله عليه وسلم صفية فاعتقها وتزوجها فقال ثابت لانس ما اصدقها قال اصدقها نفسها فاعتقها۔

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ صفیہ نجی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیدیوں میں تھیں لیکن آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا ثابت مے انس سے پوچھا کہ حضور نے انہیں مہر کیا دیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ عود انہیں کو ان کے مہر میں دیا تھا یعنی انہیں آزاد کر دیا تھا۔

تشریحات مطابق للترجمہ قوله سبى النبي صلى الله عليه وسلم صفية فان سبها كان في غزوة خيبر۔

اس حدیث کی شرح کتاب النکاح میں آئے گی انشاء اللہ۔

۲۳۹۔ حدثنا قتيبة قال حدثنا يعقوب عن أبي حازم عن سهل بن سعد عن الساعدي عن ابى رسول الله صلى الله عليه وسلم انتمى هو والمشركون فاقبلوا فاقبلنا مال رسول الله صلى الله

عليه وسلم الى عسكره ومال الآخرون الى عسكرهم وفي اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
 رجل لا يدع لهم شاذة ولا فاذة الا اتبعها يضربها بسيفه فقال ما اجزأنا اليوم احد كما اجزأ
 فلان فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما انت من اهل النار فقال رجل من القوم انا صاحب
 قال فخرج معه كلما وقفت وقف معي واذا اسرعت اسرعت معه قال فخرج الرجل جرحا شديدا فاستعجل
 الموت فوضعه سيفه بالارض وذبابه بين ثدييه ثم تحامل على سيفه فقتل نفسه فخرج
 الرجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اشهد انك رسول الله قال وما
 ذلك قال الرجل الذي ذكرت انما انت من اهل النار فما عظم الناس ذلك فقلت انالكم به ثم جئت
 في طلبه ثم جرح جرحا شديدا فاستعجل الموت فوضعه نصل سيفه في الارض وذبابه
 بين ثدييه ثم تحامل عليه فقتل نفسه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم عند ذلك
 ان الرجل ليعمل عمل اهل الجنة فيما يبذل ويناس وهو من اهل النار وان الرجل ليعمل
 عمل اهل النار فيما يبذل ويناس وهو من اهل الجنة -

ترجمہ :- سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ
 پہنچے تو وہاں کے مقابل ہوتے دونوں طرف سے لوگوں نے جنگ کی پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر
 کی طرف واپس ہوئے یعنی اس روز کی لڑائی سے فراغت کے بعد اپنے خیمہ کی طرف واپس ہوئے، اور دوسرے لوگ
 (یعنی یہودی بھی اپنے اپنے خیمہ کی طرف واپس ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص تھا قربان
 نامی کسی شخص کو ان یہودیوں سے جو جتنے سے پھوٹ گیا ہوتا یا تنہا ہوتا نہیں چھوڑتا اس کے پیچھے پڑتا اور اپنی تلوار سے اس
 کو مارتا تو کسی کہنے والے نے کہا آج ہم میں سے کسی نے ایسی کفایت نہیں کی جیسی فلاں (دقرمان) نے (یعنی آج
 فلاں شخص جس بہادری اور بہت سے لڑا ہے اتنی بہادری سے کوئی نہیں لڑا) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 "سن لو کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے اس پر صحابہ کرام کو کچھ حیرت ہوئی کہ اگر اس جانتا ہی اور بہادری سے لڑنے والا
 دوزخی ہے تو پھر ہستی کون ہے؟ اس پر ایک صحابی نے کہا کہ میں اس کے ساتھ رہوں گا تاکہ حقیقت حال معلوم
 کر سکوں، بیان کیا کہ پھر اس کے ساتھ نکلے جہاں وہ ٹھہرتا یہ بھی ٹھہرتا ہے اور وہ جہاں دوڑتا یہ بھی دوڑنے لگتا۔
 بیان کیا کہ پھر وہ صاحب دجن کے متعلق آنحضرتؐ نے دوزخی ہونے کا اعلان فرمایا تھا) زخمی ہو گئے انتہائی
 شدید طور پر اور چاہا کہ جلدی موت آجائے چنانچہ اس نے اپنی تلوار زمین پر گاڑ دی اور اس کی ٹوک اپنے سینے کے
 مقابل کر کے اپنی تلوار پر گری پڑے اور خودکشی کر لی، پھر دوسرے صحابی (رجوان) کی جستجو میں لگے ہوتے تھے) رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے پوچھا کیا
 بات ہے؟ ان صحابی نے عرض کیا کہ وہ شخص جس کے متعلق ابھی آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے
 اور لوگوں پر آپ کا یہ فرمانا بڑا شاق گذرنا تھا تو میں نے کہا میں تم لوگوں کے لئے اس کے پیچھے لگتا ہوں چنانچہ میں اس کی
 ٹوہ میں رہا پھر ایک موقع پر وہ بہت شدید طور پر زخمی ہو گیا تو اس خواہش میں کہ جلدی موت آجائے اس نے اپنی تلوار

کے پھل کو زمین میں گاڑ دیا اور اس کی نوک کو اپنے سینے کے سامنے کر کے اس پر گھر پڑا اور اس طرح انھوں نے اپنی جان کو خود ہلاک کر دیا۔ اسی موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بعض آدمی ظاہری طور پر زندگی بھر جنت والوں کا سائل کرتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے (آخر میں اسلام کی خلاف ورزی کی وجہ سے) اور دوسرا شخص زندگی بھر بظاہر اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ بہت ہی ہوتا ہے (آخر میں توبہ کی وجہ سے)

تشریح کلمات
اس حدیث کی مطابقت میں محدثین کبار کو پریشانیاں لاتی ہوئی ہیں چنانچہ علامہ عینی فرماتے ہیں لا وجه لذلك هذا الحدیث ہنالانہ لیس فیہ تعلق ما بغزوة خیبیہ ظاہر یعنی اس حدیث میں ظاہری طور پر غزوہ خیبر کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لئے اس حدیث کو یہاں ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے۔

مگر بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ پورا واقعہ غزوہ خیبر ہی کا ہے جیسا کہ بعد والی حدیث بتلا رہی ہے۔ اس بہادر کا نام قرمان بن بصری تھا جس نے خود کشتی کی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس شخص کا انجام معلوم ہو گیا تھا جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی ہوا کہ وہ شخص خود کشتی کر کے حرام موت مر گیا۔ اس لئے اصل ذکر خاتمہ کی ہوئی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیبر نصیب فرمائے۔ آمین۔

۲۳۔ حدیث ابوالیمان قال اخبرنا شعیب عن الزہری قال اخبرنی سعید بن المسیب ان اباه ہیرة قال شهدنا خیبیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرجل من معہ یدعی الاسلام ہذا من اہل النار فلما حضر القتال قاتل الرجل اشدا القتال حتی کثرت بہ الجراحۃ فکاد بعض الناس یرتاب فوجک الرجل بالجماعۃ فاهوی بیدہ الی کنانہ فاستخرج منها اسهما فخر بہا نفسہ فاشتد جلالہ من المسلمین فقالوا یا رسول اللہ صدق اللہ حدیثک انتحرق فلان فقتل نفسہ فقال قم یا فلان فاذا ان لا یدخل الجنۃ الا مومن ان اللہ یؤید الدین بالرجل الفاجر تابعہ معمر عن الزہری وقال شیبہ عن یونس عن ابن شہاب اخبرنی ابن المسیب و عبد الرحمن بن عبد اللہ بن کعب ان اباه ہیرة قال شهدنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبیہ وقال ابن المبارک عن یونس عن الزہری عن سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تابعہ صالح عن الزہری وقال الزبیدی اخبرنی الزہری ان عبد الرحمن بن کعب اخبرہ ان عبد اللہ بن کعب قال اخبرنی من شهد مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبیہ قال الزہری و اخبرنی عبد اللہ بن عبد اللہ و سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ ہم خیبر میں حاضر ہوئے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق جو آپ کے ساتھ تھے اور خود کو مسلمان کہتے تھے فرمایا کہ یہ شخص اہل دوزخ میں سے ہے پھر جب لڑائی شروع ہوئی تو وہ شخص بڑی ہام دی سے لڑے یہاں تک کہ بہت زیادہ زخمی ہو گئے قریب تھا کہ کچھ لوگ شبہ میں پڑ جاتے اور انھوں نے کہا کہ یہ شخص ایک ایسے شخص کے متعلق اس طرح کے کلمات کیسے ارشاد

فرماتے جو اتنی پامردی سے لڑا ہے (یعنی ایسا غازی شخص) اہل دوزخ میں سے کیسے ہوگا؟ سو اس شخص نے زخم کی تکلیف محسوس کی چنانچہ اس نے اپنا ہاتھ ترکش کی طرف جھکایا اور اس سے تیر نکالے پھر اس سے اپنے آپ کو نون کیا۔ یہ منظر دیکھ کر کچھ مسلمان حضور کی خدمت میں تیزی سے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ نے آپ کا فرمان سچ کر دکھایا فلاں شخص نے اپنے سینے میں تیر جھبو کر خود کشی کر لی ہے اس پر حضور نے فرمایا اے فلاں شخص! تمہارا اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے، یوں اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد قہراً شخص سے بھی لے لیتا ہے۔

قابعہ معہ عن الزہری یعنی شعیب کی متابعت کی ہے معہ نے زہری سے۔

وقال شبیب الخ اور شبیب نے یونس کے واسطے سے بیان کیا یونس نے ابن شہاب زہری سے انہیں سعید بن مسیب اور عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب نے خبر دی ان سے حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں حاضر ہوئے۔

وقال ابن المبارک اور ابن المبارک نے بیان کیا ان سے یونس نے ان سے زہری نے ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اس کی متابعت صالح نے زہری سے کی۔

وقال الزبیدی الخ اور زبیدی نے بیان کیا انہیں زہری نے خبر دی انہیں عبدالرحمن بن کعب نے خبر دی اور انہیں عبید اللہ بن کعب نے خبر دی کہ مجھے ان صحابی نے خبر دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں موجود تھے۔ زہری نے بیان کیا اور مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ اور سعید بن مسیب نے خبر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

وقال شبیب الخ بخاری شریف کے بعض نسخوں میں بجائے شبیب کے یہاں حنینا کا لفظ ہے یعنی ات اباہریرة قل شہد نامہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حنینا اور

اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل اور صحیح یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ خیبر میں آنحضرت کے پاس اس وقت آئے تھے جب جنگ خیبر ختم ہو چکی تھی اس لئے شبیب اور معمر کی روایت میں جو خیبر کا لفظ آیا ہے اس میں شہر رہتا ہے امام بخاری نے شبیب اور ابن مبارک کی روایتوں سے یہ ثابت کیا کہ ان میں بجائے خیبر کے حنین کا لفظ مذکور ہے۔

مگر بعض نسخوں میں حنین کا لفظ نہیں ہے بلکہ خیبر کا لفظ ہے بعض نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے شبیب کی روایت کو لے کر اشارہ کر دیا ہے کہ شبیب اور معمر کی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔ واللہ اعلم۔

یا خود کشی بلا شہہ حرام ہے لیکن حرام کے ارتکاب سے کامزادہ جہمی ہونا لازم نہیں آتا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ شخص منافق ہو یعنی دل میں کفر و نفاق ہو اور ظاہر میں مسلمان بنا ہوا ہو جس کی اطلاع آنحضرت کو وحی سے ہوئی ہو یا نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے خود کشی کے وقت خود کشی کو جان کر سمجھا ہو۔

۲۳ آنحضرت کا یہ ارشاد بطور زبر و تواریخ ہو وغیرہ۔

۲۳۱۔ حدثنا موسیٰ بن اسماعیل قال حدثنا عبد الواحد عن عاصم عن ابی عثمان عن ابی موسیٰ الاشعری قال لما غزاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیباً وقال لہما توجہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما وف الناس علی وادمن فعوا صواتہم بان تکبیر اللہ اکبر لا اله الا اللہ

اَلَا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعُوا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَنْتُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصْحٰبَكُمْ وَلَا غَاثًا اَنْتُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَهُوَ مَعَكُمْ وَاِنَا خَلْفٌ دَابَّةٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتَنِيْ وَاِنَا قَوْلٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بِنِ قَلْبِيْنَ قَلْبُكَ لِبَيْتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلَّا اَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ قَلْبُكَ بِلُوْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ ابْنِيْ وَاصْحٰبِيْ قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ -

ترجمہ :- حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر فوج کشی کی یا یوں بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں لوگ ایک وادی میں پہنچے اور بلند آواز کے ساتھ تحییر کہنے لگے اللہ اکبر اللہ اکبر الا اللہ الا اللہ اللہ سب سے بلند مرتبہ ہے اللہ سب سے بلند مرتبہ ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جانوں پر رحم کرو دینی اتنی طاقت غریب فکر کے نعرہ مست لگاؤ تم کسی بہرے کو یا ایسے شخص کو نہیں پیکار ہے جو جو تم سے دور ہو تم جسے پیکار ہے ہو وہ سب سے زیادہ سننے والا اور تمہارے قریب ہے بلکہ وہ تمہارے ساتھ ہے، اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا میں نے جب لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا تو حضور نے سن لیا آپ نے مجھ سے فرمایا اے عبد اللہ بن قیس! میں نے کہا بیک یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسا کلمہ نہ بتا دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے میں نے عرض کیا ہرگز بتائیے یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قراں ہوں، حضور نے فرمایا وہ یہی کلمہ ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

تشریحات

والحدیث مصنفی فی البہار - ۲۲۰

لا حول ولا قوۃ الا باللہ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی معصیت سے بدو ان اللہ کی اعانت و امداد کے نہیں پزیر سکتا اور بندہ کو کسی طاقت اور عمل صالح کی قوت اور قدرت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی تائید اور تقویت سے ظاہر ہے کہ حول اور قوت کو بیخ بکھر کر اللہ کی حول اور قوت اور اس کی تائید اور اس کی اعانت اور اس کی توفیق و ہدایت پر نظر کرنا ہی اعلیٰ درجہ کی توفیق اور تسلیم ہے جو جنت کا خزانہ ہے اور جو چیز خزانہ میں ہوتی ہے وہ مستدام و پوشیدہ ہوتی ہے اسی وجہ سے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کے اجر و ثواب کی مقدار کسی حدیث میں مذکور نہیں، چونکہ خزانہ کی چیز تھی اس لئے اس کا جرم بھی پوشیدہ نہ لگایا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فتح خیبر کے بعد حضرت جعفرؓ کے ساتھ تشریف لائے تھے جیسا کہ روایت آ رہی ہے لیکن اس حدیث کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کی آمد اس وقت ہوئی جب آنحضرتؐ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے۔

جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اختصار ہے اصل عبارت اس طرح ہے لما توجہ النبی الی خیبر فامرہا ففتحا

فزیح فاشرف الناس علی وادی الخ

۲۳۲۔ حدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ اشْرَضْبَةَ فِي سَاقِ سَلْمَةَ فَقُلْتُ يَا أَبَا سَلْمٍ مَا هَذِهِ الضَّرْبَةُ قَالَ هَذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ أُصِيبَ سَلْمَةَ فَأَتَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ مِنْ أَسْتَكْبَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ -

ترجمہ :- یزید بن ابی عبید نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سلم بن اوع کی پشت میں ایک زخم کا نشان دیکھا تو میں نے دریافت کیا اسے ابو سلمہ کی کنیت یا یہ زخم کیا ہے ؟ انہوں نے بتایا کہ غزوہ خیبر میں مجھے یہ زخم لگا تھا لوگ کہنے لگے کہ سلمہ زخمی ہو گیا چنانچہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، سو اس پر آپ نے تین مرتبہ دم کیا اس کی برکت سے مجھے اس زخم سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

مطابقہ للترجمہ فی قولہ یومہ خیبر

تشریحات

مثلائیات بخاری

یہ حدیث مثلائیات بخاری میں سے ہے بخاری شریف میں بائیس مثلائیات ہیں۔ مثلائیات کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاری اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں ایک تبع تابعی دوسرا تابعی تیسرا صحابی کا، اور یہ حدیث کی بہت ہی اعلیٰ نوع شمار کی جاتی ہے کیونکہ صحابہ تمام کے تمام عادل ہیں اور تابعین اور تبع تابعین سب خیر القرون کے حضرات ہیں اور اسی عظمت و اہمیت کی وجہ سے بخاری شریف کے حاشیہ پر انتہائی جلی اور موٹے قلم سے اس کی نشاندہی کی گئی ہے چنانچہ اس حدیث پر بھی موٹے قلم سے لکھا ہوا ہے ہذا الحدیث الرابع عشر من ثلاثیات الامام البخاری۔

اور ان بائیس مثلائیات میں سے بیس کے استاد حنفی ہیں ممکن ہے کہ بقیہ دو کے بھی استاد حنفی ہی ہوں اس سے فقہ حنفی کی عظمت بخوبی معلوم ہوگی کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ کے روایات ثنائی ہیں۔

۲۳۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَشْرُكُونَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَاقْتُلُوا فَمَا لَكُمْ كُلُّ قَوْمٍ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي الْمَسَامِينِ سِرَجٌ لَا يَدْعُ مِنْ الشَّرْكِينَ شَادَّةً وَلَا فَاذَةً وَلَا اتَّبَعَهَا فَضْرٌ بَهَا بِسَيْفِهِ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا جِزَأُ أَحَدُهُمْ مَا جِزَأُ فُلَانٍ فَقَالَ اللَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالُوا أَيُّنَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنْ كَانَ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ سِرَجٌ مِنْ الْقَوْمِ لَا تَبْعُهُ فَاذًا سَمْعًا وَابْطَأْ كُنْتُ مَعَهُ حَتَّى جُرِحَ فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتُ فَوَضَعُ نَصَابَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذَبَابُهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ بِجَاءِ الرَّجُلِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اشْهَدْ أَنْكَ رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ مَا ذَلِكُ فَخَبَّرَهُ فَقَالَ إِنْ الرَّجُلُ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَمُوتُ وَيَمُوتُ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ لَيَمُنُّ أَهْلَ النَّارِ وَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَمُوتُ وَيَمُوتُ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ -

ترجمہ :- حضرت سہل (بن سعد) سعدی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کا ایک غزوہ (خبر) میں مقابلہ ہوا اور خوب جگمگ کر جنگ ہوئی آخر دونوں لشکر اپنے اپنے خیموں کی طرف واپس ہوئے اور مسلمانوں میں ایک شخص تمباکو مشرکوں میں سے کسی کو نہیں چھوڑتا خواہ جماعت سے الگ ہو یا تنہا ہو مگر اس کے پیچھے پڑ جانا اور اس کو اپنی تلوار سے مارتا، کہا گیا یا رسول اللہ! لشکروں میں سے اتنی کفایت کسی نے نہیں کی جتنی فلاں شخص نے کی دیکھی جتنی یا مردی اور بہاوردی سے آج فلاں شخص لڑا ہے اتنی یا مردی سے تو کوئی لڑا ہوگا، تو آنحضرت نے فرمایا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے اس پر صحابہ نے کہا اگر یہی ہوتی ہے تو ہم میں سے کون جنت والا ہو سکتا ہے اس پر ایک صحابی نے کہا کہ میں ان کے پیچھے پیچھے رہوں گا چنانچہ جب وہ دوزخ بنا یا آہستہ چلتا تو میں اس کے ساتھ ساتھ چلتا آخر وہ زخمی ہو گیا اور جاہا کہ موت جلدی آجائے چنانچہ اس نے اپنی تلوار کا قبضہ زمیں میں گاڑ دیا اور اس کی لوک کو اپنے سینے کے مقابل کر کے اس پر گر پڑا، چنانچہ اس نے خود کھلی کھلی - اب وہ صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے دیانت کیا کہ کیا بات ہے، انہوں نے آپ سے پورا واقعہ بیان کر دیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ ایک شخص بظاہر جنتیوں جیسے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے اسی طرح ایک دوسرا شخص بظاہر دوزخیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔

تشریح کاٹ مطابقت حدیث فی بعض مغازیہ کیونکہ اس غزوہ سے غزوہ خیبر مراد ہے یہ حدیث سہل بن سعد کا دوسرا طریق ہے دیکھئے حدیث ۲۲۹

۲۲۸۔ حدثنا محمد بن سعید المزروعی قال حدثنا زیاد بن الربیع عن ابی عبد ان قال نظر الناس الی الناس یوم الجمعة فرأی طیالسة فقال کانتم الساعۃ یہود وخیبر۔
ترجمہ :- ابو عمر بن سعید روایت ہے کہ اش بن مالک نے پھر وہ کی مسجد میں جمعہ کے دن لوگوں کو دیکھا کہ دن کے سردیوں پر چادریں ہیں بن پر پھول بوٹے کوٹھے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس وقت خیبر کے یہودیوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔

مطابقت لایزجتہ فی قولہ یہود خیبر

طیالسة جمع ہے طیلسان کی، یہاں چادریں یہود کثرت سے اوڑھتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کی مشابہت سے پرہیز کرنا چاہئے جیسا کہ حضرت انس بن مالک نے تالیف میں لکھا ہے، نیز ایک حدیث میں ہے کہ یہود کی مخالفت کرو۔

۲۲۵۔ حدثنا عبد اللہ بن مسلمة قال حدثنا حاتم عن یزید بن ابی عبید عن سلمة قال کان علی متعلف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی خیبر وكان سر ودا فقال اختلف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصیق به فلما بنا اللیلة التي فاحت قال لا عطین الرأیة عند اولیا تحدث الرأیة عند رجل یحبہ اللہ ورسولہ یفاتح علیہ فان من نزلوها فقیل هذا علی فاعطاه ففاتح علیہ۔

ترجمہ :- حضرت سلمہ (ذین اکوع) سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ غزوہ خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے، یعنی ساتھ نہ جاسکے تھے، کیونکہ آشوبِ حشم میں مبتلا تھے (جب آنحضرتؐ جاکے، پھر انہوں نے سچا کر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ سے پیچھے رہوں گا، چنانچہ وہ آکر مل گئے، جس دن خیبر فتح ہونا تھا جب اس کی رات آئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کل میں (اسلامی) جھنڈا اس شخص کو دوں گا یا فرمایا کہ کل جھنڈا وہ شخص لے گا جسے اللہ اور اس کے رسولؐ محبوب رکھتے ہوں اور جس کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوگی، ہم سب ہی اس سعادت کے امیدوار تھے لیکن کہا گیا کہ یہ علیؑ ہیں اور حضورؐ نے انہیں کو جھنڈا دیا چنانچہ ان ہی کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوئی

مطابق لفظ للہ مجزئہ ظاہرہ۔ والی ریث معنی فی الجہاد صفحہ ۴۱۵۔

تشریحات

بعض روایات میں ہے کہ اس جھنڈے پر لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

۳۶۶۔ حدثنا قتیبہ بن سعید قال حدثنا يعقوب بن عبد الرحمن عن ابی ہازم و قال اخبرنی سهل بن سعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یومہ نعیر لاک عظیم ہذا المرایۃ عند امر بجلایفتح اللہ علی یدیه یحب اللہ ورسولہ وحببہ اللہ ورسولہ و قال فبات الناس ید وکون لیلتہم ایتہم یعطاھا فلما صبح الناس غدوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلہم یرجون ان یعطاھا فقال ابن علی بن ابی طالب فقالوا ہو یا رسول اللہ کی عینیکہ قال فارسلوا الیہ فأتی بہ فبصق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عینیکہ ودعائہ فبرأ حتی کان لم یکن بہ وجبۃ فاعطاه الرایۃ فقال علی یا رسول اللہ آقا تلہم حتی یکونوا مثلنا فقال انفذ علی رسلاک حتی تنزل بساحتہم ثم ادعہم الی ان سلا واخبرہم بما یحب علیہم من حق اللہ فیہ فواللہ کان یهدی اللہ بک امر بجلای واحداً نعیر لاک ومن ان یکون لاک حمراً النعم۔

ترجمہ :- حضرت سهل بن سعد سے روایت ہے کہ غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس کو محبوب رکھتے ہیں۔

راویوں نے بیان کیا کہ وہ رات سب نے اس فکر میں گذاری کہ دیکھیں کون سعادت مند ہے جس کو جھنڈا دیا جائے گا، صبح ہوئی تو سب خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے ہر ایک امیدوار تھا کہ جھنڈا اس کو ملے لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہیں ہیں؟ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ آشوبِ حشم میں مبتلا ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ انہیں بلا بھیجو۔ جب وہ لائے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں میں لگا دیا اور ان کے لئے دعا کی، اس دعا کی برکت سے ان کی آنکھیں اتنی اچھی ہو گئیں جیسے پہلے کوئی بیمار ہی نہیں تھی پھر آنحضرتؐ نے حضرت علی کو جھنڈا دیا تو علی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ان لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں گا جب تک وہ ہمارے ہی جیسے نہ ہو جائیں، حضورؐ نے فرمایا یوں ہی چلے جاؤ، ان کے میدان میں اگر کھر پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں

بتاؤ کہ اللہ کا ان پر کیا حق واجب ہے خدا کی قسم اگر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ سے ہدایت نصیب فرمائے تو وہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔ والحديث مضماني الجهاد ص ۲۲۲

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ اسلام کا مقصد جہاد و قتال نہیں ہے بلکہ اسلام کا مقصد عدل و انصاف، امن و امان ہے لیکن اس عدل و امان کے لئے بسا اوقات جہاد و قتال ضروری ہوجاتا ہے جیسے خطرناک زخم کو آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز جب کسی قلعہ پر حملہ کاراڑہ فرماتے تو ایمان جہا جہرین و انصار میں سے کسی کو منتخب فرماتے کہ اسلامی جھنڈا اس کے ہاتھ میں دیں چنانچہ جب قلعہ قنوص کا محاصرہ کیا تو آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جھنڈا عنایت فرما کر بھیجا باوجود پوری جدوجہد کے قلعہ فتح نہ ہو سکا واپس آگئے، دوسرے روز حضرت فاروقی اعظمؓ کو جھنڈا دے کر روانہ فرمایا حضرت فاروقی اعظمؓ بھی بغیر فتح کئے ہوئے واپس ہوئے تو اس موقع پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ کل جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہو اور اللہ اور اس کا رسول اس کو محبوب رکھتا ہو اور اس کے ہاتھ اس کو فتح فرمائے لیکن چونکہ قلعہ قنوص کی فتح قضا انبی میں حضرت علیؓ کے ہاتھ تھی۔ اس لئے آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو بلا کر جھنڈا عطا فرمایا اور حق تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر قلعہ فتح کرا دیا اسی لئے حضرت علیؓ تاریخِ شہیر مشہور ہوئے۔

۲۳۴۔ حدثنا عبد الغفار بن داود قال حدثنا يعقوب بن عبد الرحمن بن سعد بن عبد الله بن أحمد قال حدثنا ابن وهب قال أخبرني يعقوب بن عبد الرحمن بن الزهري عن عمرو ومولى المطلب بن النسي بن مالك قال قد منا تخبير فلما فتح الله عليه الحصن ذكر لي كجبال صفيية بنت يحيى بن كحطب وقد قتل زوجها وكانت عرسا فاصطفاها النبي صلى الله عليه وسلم لنفسه فخرج بها حتى بلغنا مكة الصهباء حلت فبني بها رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم صنع حيساني نطع صغير ثم قال لي اذن من حولك فكانت تلك وليمة علي صفيية ثم نمر جئنا الى المدينة فزأنت النبي صلى الله عليه وسلم يموي لها وراءا لا يعباة فانتم يحلبس عند بعيدا فيضعة وكتبته وتنضعة صفيية رجليها علي اكتبته حتى تتركب۔

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ ہم خیر اے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو قلعہ کی فتح عنایت فرمائی تو آپ کے سامنے صفيية بنت يحيى بن كحطب کی خوبصورتی کا ذکر کیا گیا اور ان (صفيية) کے شوہر قتل ہو گئے تھے اور یہ وہاں تھیں دبیعی صفيية کی سزا دی ابھی ہی جوتی تھی، سونہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لئے لیا اور انہیں ساتھ لے کر آنحضرتؐ روانہ ہوئے آخر جب ہم مقام سد الصهباء میں پہنچے ایک جگہ کا نام ہے خیر سے ایک منزل پر، تو ام المومنین حضرت صفيية جیمن سے پاک ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ فلوت فرمائی پھر آپ نے عیس بنیاد جو کعبہ کے ساتھ تھی اور پیر وغیرہ ملا کر بنایا جاتا تھا اور

کے سوا اور کسی کو صلح کے بعد قتل نہیں کیا گیا۔

۲۳۸۔ حدثنا اسمعيل قال حدثنا أبي عن سفيان عن يحيى بن حميد بن الطويل سمع
النس بن مالك أن النبي صلى الله عليه وسلم أقام على صفة بنت حكيمة بطريق حبيز
ثلثة أيام حتى أعرس بها وكانت فيمن ضرب عليها الحجاب -

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے راستے میں صفیہ بنت
حییٰ کے لئے تین دن قیام فرمایا آخری دن ان سے خلوت فرمائی اور حضرت صفیہ ان ازواج مطہرات میں سے تھیں جن پر
پروردہ مقرر کیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت صفیہ امہات المؤمنین میں شامل ہو گئیں اس لئے کہ ملوک باندیوں کے لئے
پروردہ نہیں ہے۔

تشریحات مطابقت للرحمۃ فی قولہ "اقام علی صفة بنت حکیمة بطریق حبیز"
مزید وضاحت کے لئے حدیث ۲۳۷ کی تشریحات دیکھئے۔

۲۳۹۔ حدثنا سعيد بن أبي هريرة قال اخبرنا محمد بن جعفر بن ابی کثیر قال اخبرني
حميد أنه سمع النبي يقول أقام النبي صلى الله عليه وسلم بين حبيز والمدينة ثلث
يال يبعث عليه بصفة فدعوت المسلمين الى وليته وما كان فيها من عصي ولا لحم وما
كان فيها الا ان اهر بلا لا بالانطاع فبسطت فلقى عليها التمر والاوط والسمن فتال
المسلمون احدى امهات المؤمنین فان لم يحبها فبهي مما ملكت ميثله فلما ارتحل
وظلها خلفه ومد الحجاب -

ترجمہ :- حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور خیبر کے درمیان دو مقام
سد الصبار میں تین دن قیام فرمایا اور وہیں حضرت صفیہ کے ساتھ خلوت فرمائی، پھر میں نے آنحضرت کی طرف
سے مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت دی اور اس ولیمہ میں نہ روٹی تھی نہ گوشت تھا اور اس ولیمہ میں صرف یہ ہوا کہ آپ
نے حضرت بلال کو دست نوان بچپانے کا حکم دیا اور وہ بچھا دیا گیا۔ پھر آپ نے اس پر کھجور پیرا رکھی (کا مالیدہ) رکھ
دیا تو مسلمانوں نے کہا صفیہ امہات المؤمنین میں سے ایک ہیں یا باندی ہیں (مطلب یہ ہے کہ بعض صحابہ شک میں
پر گئے کہ آنحضرت نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے بیوی بنا لیا ہے یا باندی رکھا ہے) تو کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر آنحضرت
نے پردے میں رکھا تو وہ امہات المؤمنین میں سے ہوں گی، لیکن اگر آپ نے انہیں پردے میں نہیں رکھا تو یہ ذمی
صفیہ، باندیوں میں سے ہے، سو جب آپ نے کوپا کیا تو ان کے لئے اپنے پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور پردہ کھینچ
دیا۔

تشریحات ترجمہ الباب سے مطابقت یہ ہے کہ حضرت انس کی سب ان حدیث ۲۳۷ ہی کی دوسری
حدیث سے ہی سے ہی اول اس میں بھی خیبر و مدینہ کے درمیان اقامت کا ذکر ہے۔
۲۴۰۔ حدثنا ابو الوليد قال حدثنا شعبة وحديثنا عبد الله

بن محمد قال حدثنا وهب قال حدثنا شعبة عن حميد بن هلال عن عبد الله بن مغفل قال كنا محاصري خيبر فرمى الناس بجراب فيه شحم فنزوت لأخذها فالتفت ناداً النبي صلى الله عليه وسلم فاستحييت.

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ ہم خیبر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ کسی شخص نے چمڑے کی ایک تیلی پھینکی جس میں چربی تھی میں اسے لینے کے لئے جلدی سے اٹھا لیکن میں نے جو مذکر دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے سو میں شرمایا گیا۔

تشریحات

والحدیث مصنف فی الجہاد ص ۲۲۶

فنزوت ای و ثبت زانیر و نوا خواہش کرنا، نائل ہونا نیز نر کا مادہ پر کو دنا۔
فاستحييت ای من اطلاعہ صلی اللہ علیہ وسلم علی حرمی علیہ۔

۲۴۱۔ حدثني عبيد بن اسمعيل عن أبي أسامة عن عبيد الله عن نافع وسالم عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى يوم خيبر عن أكل الثوم وعن كمور الأهلية الأهلية نهى عن أكل الثوم هو عن نافع وحده وكمور الأهلية عن سالم۔

ترجمہ :- حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر اپنی کھانے سے اور پالتو گھوڑوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا کہ کھانے کی ممانعت صرف نافع (مولى ابن عمر) سے منقول ہے اور پالتو گھوڑوں کے گوشت کی ممانعت صرف سالم سے منقول ہے۔

تشریحات

الثوم بضم ا ثاء المثلثة لبس

لبس وغیرہ کا شرعی حکم | اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بس کھانا جائز نہیں، لیکن اس سلسلہ میں احادیث و روایات مختلف ہیں، اسی بخاری شریف کتاب الاذان میں مختلف روایات ہیں، حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بس کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ حضرت جابر نے اس کی تفسیر کی ہے کہ اس سے مراد کچا بس ہے۔

حضرت جابر ہی سے دوسری روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پیاز اور بس کھالے وہ ہماری مسجد سے الگ رہے۔ (بخاری اول صفحہ ۱۱)

امام بخاری نے ان حدیثوں پر جو ترجمہ قائم کیا ہے ”باب ما جاء في الثوم النبي الخ۔

یعنی یہ احادیث کچے بس اور پیاز پر محمول ہیں جو پکائے نہیں گئے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بس اور پیاز کھانا ممنوع نہیں ہے بلکہ کھانا ازالہ بد بگو کے بغیر مسجدوں میں داخل ہونا

منوع ہے۔

مطلق کچا پس اور پیمانہ کھانا جائز ہے جیسا کہ امام نووی کہتے ہیں "هذا النهی انما هو عن حضور المسجد لا عن اكل الثوم والبصل ونحوهما فهذا القول خلال باجماع من يعتد به في مسلم اول سنة) نیز مسلم شریف کی حدیث ہے کہ جب صحابہ کرام نے حضورِ قدس کی کراہت و نفرت دیکھی تو حرمت کا شک ہو اس پر آنحضرت نے ارشاد فرمایا تیس فی تحریم ما حل اللہ فی ولیکنها شجرة اکراہ ورحمہا یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے میرے لئے جائز نہیں کہ میں حرام کردوں لیکن مجھ کو اس کی بو پسند نہیں (مسلم شریف اول ص ۱۲۱)

پس معلوم ہوا کہ کچا پس اور پیاز کھانا جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے چونکہ آنحضرت سے ناپسندیدگی ثابت ہے البتہ مسجد بنانا اور کسی حدیث کے درس قندرس میں جانا مکروہ تحریمی ہوگا اور یہ حکم ہر بدبودار چیزوں میں ہوگا جیسے بیڑی سگریٹ وغیرہ پی کر مسجدوں میں جانا بلاشبہ مکروہ تحریمی ہے حرام کے قریب لیکن صرف گھروں میں پینا حرام نہیں البتہ مکروہ ہے۔ واللہ اعلم۔

وقال الجوز انہا حلال کلہا الا انہا ممنوعۃ فی الاوقات المخصوصۃ لاجل العوارض فلیست فیہا کراہیۃ الاکل بل کراہیۃ الذکر والایمان الی المسجد بعد الاکل۔

افادہ ثور

والجوز علی ثور ہو لار الذین یکفون بالحرمۃ علی الاشیاء الی اقلت فی عصر البنوۃ وحضرہا فاذن صھی حلال الا ما وقع فی بعض المکتب من حرمتہ النتن او التباک فالوجہ فیہ انہم صحوان المباح فی نفسہ قد یصیر حراما من حکم الامیر من جہت ان اللہ امر بظاہرہم فقال طیبوا اللہ واطیبوا الرسول واولی الامر منکم فینذ لورای الامیر ان ینزع الناس عن اکل شیئی لصلۃ بدت لہ یجب علیہم ان الی اکلہ ویکرم علیہم الا ان تلک الحرمۃ تقتصر علی مدۃ امارتہ فقط ولا تجاوزہا فی حرمتہ موقوتہ، ومن ہذا الباب تحریم التباک فانہ قد نہی عنہ بعض السلاطین فاحفظہ د فیض المبار علی صحیح البخاری جلد ثانی ص ۲۱۲)

بعض حضرات نے اس حدیث سے جمع بین الحقیقتہ والجاز کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ اس میں کرم تحریمی نہیں یعنی حرام ہے اور یہ حقیقت ہے اور اکل ثوم کی پنجا سے مراد کراہت ہے۔ جس پر ہی کا اطلاق جاز ہے اور حدیث شریف میں نہی یوم خیر عن اکل الثوم وعن یوم النحر الایمۃ دونوں کو جمع کیا گیا ہے علامہ عینی فرماتے ہیں "قلت هذا ليس صحيح بين الحقيقة والجاز وانما هو مستعمل في عموم الجاز" مطلب یہ ہے کہ جمع بین الحقیقتہ والجاز نہیں ہے بلکہ عموم جاز ہے جو عقیقین شوافع کے نزدیک بھی جائز ہے البتہ جمع بین الحقیقتہ والجاز میں اختلاف ہے کہ حضرات شوافع کے نزدیک جائز ہے اور ہمارے نزدیک جائز نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے نور الانوار ص ۹۵۔

۲۴۲- حدثني يحيى بن قزعة قال حدثنا مالك عن ابن شهاب عن عبد الله والحسن ابني محمد بن علي عن ابيهما عن علي بن ابي طالب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم

نہی عن مُتَعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ نَحْيِهِ وَ عَنِ اَكْلِ الْكُفْرِ اَلَا نَسِيَةً .

ترجمہ :- حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر عورتوں کے نکاح متعہ سے اور پانچ لوگوں کے کھانے سے منع فرمایا۔

مطابقتاً لشرح جنتی قولہ ”یوم نہیہ“

تشریحات

والحرف فی البخاری فی المغازی ص ۱۶۱ فی النکاح ص ۱۶۱ و فی الذبائح ص ۸۲ و فی الجہل ص ۱۰۹ تا ص ۱۰۳

نکاح متعہ لفظ متعہ جس کا مادہ م، ت، ع ہے اور متاع سے مشتق ہے جس کے معنی نفع قلیل کے ہیں کافی التزیل العظیم انما ہذا لا حیوۃ الا دنیا متاع ”ہر وہ چیز جس سے تھوڑا

سافائدہ اٹھایا جائے پھر فنا ہو جائے جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے وللمطلقات متاع بالمعروف حسب طلاق دی ہوئی عورتوں کو کچھ فائدہ پہنچانا ہے نیز سورہ بقرہ ہی میں ہے ومتعوهن انھن مطلقہ عورتوں کو کچھ فائدہ پہنچاؤ۔ یعنی کم سے کم ایک جوڑا کپڑے دے کر رخصت کرو۔

یہ متعہ کے لغوی معنی ہوتے۔ نکاح متعہ ہے کہ ایک بہت معینہ کے لئے مہر معینہ پر کسی عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اور مدت معینہ گزرنے کے بعد بلا طلاق مفارقت ہو جائے۔

بعض حضرات نے نکاح متعہ اور نکاح موقت میں فرق بیان کیا ہے کہ نکاح موقت یہ ہے کہ مدت معینہ کے لئے مہر معینہ پر لفظ نکاح یا تزویج سے نکاح کیا جائے۔ اور نکاح متعہ وہ ہے جس میں نکاح کی جگہ متعہ کا لفظ بولا گیا ہو مگر یہ فرق بلا دلیل ہے علامہ ابن ہمام اور صاحب بدائع وغیرہ فرماتے ہیں کہ دونوں کی حقیقت ایک ہے، کوئی فرق نہیں۔

یہ نکاح متعہ ایک درمیانی ذریعہ ہے نکاح مطلق اور زنا رجحان کے درمیان۔

ابتداء اسلام میں یہ نکاح جائز تھا بشرطیکہ ضرورت شدید ہو جیسا کہ مجبوری کی حالت میں مردار اور خنزیر حلال ہو جاتا ہے اسی طرح اضطرار کی حالت میں نکاح متعہ کی بھی رخصت تھی۔ حضرت ابن عمرؓ الانصاری سے صحیح مسلم میں مروی ہے فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں اضطرار کی حالت میں متعہ کی رخصت تھی جیسے میت، دم اور لحم خنزیر کی رخصت ہے لیکن جب بعد میں اللہ تعالیٰ نے دین کو مستحکم کر دیا تو اس سے بھی منع فرما دیا مسلم شریف ص ۴۵۲

صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں ہوتے تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں ایک دفع ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اجازت ہو تو ہم غصی کر لیں حضور نے منع فرمایا اور رخصت دی کہ کچھ ادا سے کرا ایک مدت کے لئے نکاح کر لیں یعنی مہر میں ایک جوڑا کپڑے دے کر نکاح متعہ کر لیں، مسلم شریف ص ۴۵۲ بخاری شریف ص ۵۹۱

احادیث صحیحہ کے پیش نظر اس میں شک نہیں کہ ابتداء اسلام میں سفر کی حالت میں ضرورت نشایدہ کے وقت نکاح متعہ کی رخصت تھی اور لوگ زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج کے موافق متعہ کیا کرتے تھے۔

سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر شہ میں نکاح متعہ اور پالیگندوں کے گوشت کی حرمت کا اعلان فرمایا جیسا کہ حضرت علی کی یہ حدیث ہے جو متعدد طریقوں سے باسانید صحیحہ مروی ہے اور بخاری و مسلم کی مستفیض علیہ روایت ہے۔ اس کے بعد فتح مکہ کے سال غزوہ اوطاس شہ میں تین روز کے لئے متعہ کی اجازت ہوئی جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اوطاس میں تین دن متعہ کی اجازت دی پھر اس سے منع فرمادیا۔ (مسلم ص ۴۵۱)

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نکاح متعہ کب حرام ہوا؟ بعض کہتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں جیسا کہ حضرت علی سے باسانید صحیحہ مروی ہے علا بعض کہتے ہیں کہ فتح مکہ میں۔ بعض کہتے ہیں کہ غزوہ اوطاس میں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں، اس میں فتح مکہ اور عام اوطاس تو ایک ہی زمانہ میں ہے یعنی شہ میں، اس لئے اصل اختلاف رہ جاتا ہے غزوہ خیبر اور فتح مکہ کا۔

اس سلسلہ میں امام شافعی اور متعدد علماء کا قول ہے کہ نکاح متعہ پہلے حلال تھا غزوہ خیبر شہ میں حرام ہوا پھر فتح مکہ کے سال غزوہ اوطاس میں مباح ہوا اور تین روز کے بعد حرام ہو گیا یعنی اباحت و حرمت دونوں منکسر ہوئیں اور قبلہ کی طرح اس میں بھی دو مرتبہ نسخ ہوا۔ امام نووی کہتے ہیں کہ یہی مختار ادریح ہے۔

اور حجۃ الوداع میں اسی حرمت کی تاکید تھی اور عام اعلان تھا جس کو آنحضرت نے فتح مکہ کے سال متعہ کا حرام مؤبد ہونا بیان کر دیا تھا جیسا کہ سبرہ بن معبد جہنی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایہا الناس انی قد کنت اذنتکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ قد رحم ذالک الی یوم الیقین متہ من کانت عنده منہن شیئی فلیخل سبیلہا ولا تاخذوا ما اتیتھن شیئاً، اے لوگو میں نے تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور البتہ خدا نے اس کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے سوائے کوئی عورت کسی کے پاس ہو تو چھوڑ دے اور جو کچھ اس کو دے چکے ہو واپس نہ لو۔ (مسلم شریف ص ۴۵۱)

پس یہ نکاح متعہ کی دائمی حرمت کا اعلان تھا۔

اب امت سلسلہ کا اسی پر اتفاق ہے کہ نکاح متعہ ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام ہے صرف حضرات شیعہ کو اس میں اختلاف ہے حضرات شیعہ اب بھی متعہ کو جائز سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت علیؑ سے حرمت متعہ کی روایتیں بے شمار آئی ہیں مگر یہ فرقہ شیعہ متعہ کے اس قدر شیعہ دانی ہیں کہ حضرت علیؑ کی بھی نہیں سنتے۔

البتہ بعض صحابہ سے فتح مکہ میں حرمت متعہ کے اعلان کے بعد بھی متعہ کی اباحت کا قول ملتا ہے جیسے حضرت ابن عباسؓ اور جابرؓ وغیرہ۔

اس کی اصل یہ ہے کہ صحابہؓ نے جس کام کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیکھا یا رسول اللہ سے سنا اس پر وہ نہایت وثوق سے قائم رہتے تھے اور بڑی مشکل سے وہ اپنے علم کے خلاف کسی کی بات کا یقین کرتے تھے حالانکہ بہت سے احکام منسوخ ہو جاتے تھے اور دوسرے صحابہؓ کو ان کے نسخ کا یقینی علم ہوتا تھا، حضرت ابن عباسؓ کو

امتد کے جواز پر بحث اصرار تھا باوجودیکہ ان کو حضرت علی اور دوسرے صحابہ نے کہا کہ یہ منع ہو گیا ہے تاہم وہ عرصہ تک اپنے خیال پر مصر رہے، صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابن عباس بیٹھے ہوئے تھے تو عبد اللہ بن زبیر نے کہا کہ بعض آدمی جن کے قلوب بھی ایسے ہی اندھے ہو گئے ہیں جیسے ان کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں (حضرت ابن عباس نابینا ہو گئے تھے) وہ امتد کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا یہ نا سمجھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہم لوگوں نے امتد کیا ہے۔ اس پر عبد اللہ بن زبیر نے فرمایا اچھا آزما کر دیکھو خدا کی قسم اگر تم نے کیا تو میں تمہارے سے سنگسار کر دوں گا (مسلم ص ۲۵۲)

حضرت ابن عباس کو اسی بنا پر اصرار تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہوا ہے لیکن اس کے بعد انہوں نے رجوع کیا جیسا کہ ان سے ثابت ہے۔ اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی رجوع ثابت ہے۔

حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں بعض نادانانہ کیفیت کی بنا پر جن کو تحریم امتد کی خبر نہ پہنچی تھی اس فعل کا ارتکاب کر بیٹھے تو فاروق اعظم کو جب یہ خبر پہنچی تو سخت ناراض ہوئے اور منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا اور امتد کی حرمت کا اعلان فرمایا تاکہ اس کی حرمت میں کسی کو کوئی شبہ باقی نہ رہے اور یہ فرمایا کہ میرے اس اعلان کے بعد اب اگر کوئی امتد کرے گا تو میں اس پر زنا کی حد جاری کروں گا۔ اس وقت سے امتد بالکل موقوف ہو گیا اور اسی پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق نے ان حضرات کو آنحضرت کا نکاح امتد کے سلسلہ میں دائمی وابدی حرمت سمجھا دی اور صحابہ نے قبول کر لیا اور مان لیا، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو منسوخ کر دیا اور تمام صحابہ نے ان کے نسخ کو قبول کر لیا۔

اس کے بعد امتد کی تحریم پر امت کا اجماع ہو گیا فرقہ ضالہ مبتدعہ شیعہ کا اختلاف قابل اعتبار نہیں۔

۲۳۳۔ حدثنا محمد بن معاذ قال اخبرنا عبد الله قال حدثنا عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى يوم نحسب عن لحوم الحمر الا هليته۔ ترجمہ :- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

مطابقتہ للتترجمہ فی قولہ "نهى يوم نحسب"

تشریحات

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

۲۳۳۔ حدثنا اسحاق بن نصيب قال حدثنا حماد بن عبيد الله قال حدثنا عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى يوم نحسب عن اكل لحوم الحمر الا هليته۔

ترجمہ :- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

یہ بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث دوسری سند سے ہے اور مراد اس نبی سے یوم نحسب ہی ہے کامر

تشریحات

مراد اوسبانی الحدیث علی ص ۲۵۹

۲۸۵۔ حدیثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا حماد بن زویل عن عمرو بن محمد بن علي عن جابر بن عبد الله قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم نخبى عن لحوم المحرمات من الخيل.

ترجمہ :- حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر گھوڑوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑوں (کے گوشت) میں اجازت دی۔

مطابقاً للبعیث فی قوله "یوم نخبی"

والحدیث فی الذبائح ص ۲۵۴ ایضاً ص ۲۵۴

تشریحات

گھوڑے کا حکم گھوڑے کے گوشت میں اگر کرام کا اختلاف ہے، امام ابو یوسف امام محمد امام شافعی اور امام احمد و ابن مبارک رحمہم اللہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا مباح و جائز ہے

والیرزہب ابن سیرین و الحسن و عطاء و سعید بن جبیر رحمہم اللہ۔

امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک و امام اوزاعی رحمہم اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

فربیع اول کی دلیل حضرت جابر بن عبد اللہ کی یہ حدیث مافی ابابہ ہے "من نخبی فی الخیل"

امام اعظم اور امام مالک کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ والخیل والبغال للترکیب وھا و ذینتہ رسولہ

نخل) اور ہم نے گھوڑے اور چمڑے اور گھم سے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور اس نے بھی پیدا کیا کہ یہ تمہارے لئے ذینت ہیں۔

یہ آیت میں جانب اللہ احسان برائے کے مقام میں واقع ہوئی اور حکیم مطلق یعنی اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ بڑی نعمت کو ذکر کیا جائے تو اگر فرس کا کھانا جائز ہوتا جس پر بقارات ان کا مدد ہوتا ہے تو اسے انعاماً میں ضرور ذکر کیا جاتا یہاں رکوب اور ذینت تو ذکر ہوتے لیکن اعظم منافع اکل خیل کا ذکر نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ سرے سے اس کا کھانا ہی جائز نہیں۔

اگر اس پر شبہ ہو کہ حمل وغیرہ کا بھی ذکر نہیں ہے تو کہا جائے گا کہ وہ اعلیٰ منافع میں سے نہیں ہے اس دلیل سے معلوم ہوا کہ حوم خیل کا کھانا جائز نہیں۔

دوسری دلیل ارشاد نبوی ہے خالد بن ولید سے روایت ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لحوم الخیل والبغال والمحرمات رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ

تیسری دلیل گھوڑا رباب عدو دشمن کو ٹھکانے کا آلہ ہے احترام کی وجہ سے نہ کھایا جائے، گھوڑے کا احترام و حرمت مختلف روایتوں سے ثابت ہے کافی نصیحین من جہود بن عبد اللہ قال س آیت النبوی صلی اللہ علیہ وسلم بلوی ناصیۃ فرس وھو یقول الخیل معقودتی نواھیہا الخیل الی لسو القیامۃ ای الہر والغنیۃ، نیز اس احترام کی وجہ سے ہر آدمی خیل کو ہم ملتا ہے تو قابل احترام ہونے کی وجہ سے حوم خیل کا کھانا ممنوع و مکروہ کہا گیا۔

پوتھی دلیل ارشاد خداوندی اعدوا لهم ما استطعتم من قوت و من سرباط الخیل ، آیت
 (پس سورہ انفال) اور کافروں سے مقابلہ کرنے کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے تمہارا سے اور سب سے بڑے گھوڑوں سے
 سامان درست رکھو اس آیت سے گھوڑے کا آلہ جہاد ہونا ثابت ہوتا ہے اگر اس کو سلاط کہا جائے تو تھلیل آلات
 حرب ہونگی اس لئے گھوڑے کا کھانا مکروہ ہوگا

جوابات شراف :- حدیث جابر سے جو باہت معلوم ہوتی ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ خبر واحد بقابلہ قرآن عجت
 نہیں کیونکہ آیت قرآنی میں نیل کو بغال وغیر کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو حرام ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ نیل بھی حرام ہے مگر
 روایت کی وجہ سے تحقیق ہوگی اور بجائے حرام کے نیل مکروہ ہوگا۔
 نیز عزم اور یح میں اگر تعارض ہو تو بقاعدہ اصول عزم کو ترجیح ہوگی۔

صاحب حدیث کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے یہی عقیدت مالکیہ کا مذہب ہے بعض حضرات نے امام
 اعظم کا مذہب مکروہ تنزیہی بیان کیا ہے اور بعض علماء نے امام اعظم سے رجوع بھی نقل کیا ہے کہ لحم نیل مباح ہے جیسا کہ
 صاحبین وغیرہ کا مذہب ہے ، واللہ اعلم۔

۲۲۶۔ حد ثنا سعید بن مسدد قال حدثنا عبد بن اونی اصابتنا
 جماعة يوم نخيبر فان القدرم لتغلي قال وبعضها نضجت فجاء منادى النبي صلى الله عليه
 وسلم لا تأكلوا من لحم الحمر شيئا واها يتوها قال ابن اونی فتحدثنا انك انما نهى عنها
 لانها لم تكتسب وقال بعضهم نهى عنها البتة لانها كانت تأكل العذرة

ترجمہ :- حضرت ابن ابی اونی سے روایت ہے کہ غزوہ خیبر میں ہم کو بھوک لگی ، ادھر ہاتھ لیں میں ابال آرہا تھا
 (یعنی گدھے کا گوشت پکایا جا رہا تھا) اور بیان کیا کہ کچھ ہاتھیاں پک بھی گئی تھیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے
 اعلان کیا کہ گدھے کے گوشت میں سے کچھ نہ کھاؤ اور اسے پھینک دو ، ابن ابی اونی نے بیان کیا کہ پھر ہم میں سے بعض
 لوگوں نے کہا کہ آنحضرت نے اس کی ممانعت اس لئے کی ہے کہ ابھی اس میں سے مس نہیں نکالا گیا تھا اور بعض لوگوں نے کہا
 کہ آپ نے اس کی قطعی ممانعت ہمیشہ کے لئے کر دی ہے کیونکہ گدھے گندگی کھاتے ہیں۔

تشریحات
 مطابقتہ للترجمہ فی قولہ "یوم نخيبر"
 والحدیث قد منی فی انہما و...

لتغلي غلى يغلي غلياً وغلياناً جوش مانا ، ابنا واللام فر لئلا تكيده
 فجاء منادى النبي وهو ابوطه انه ضيرشان

۲۲۷۔ حد ثنا ججاج بن منهل قال حدثنا شعبة قال اخبرني عدي بن ثابت عن البراء
 وعبد الله بن ابي اونی انهم كانوا مع النبي صلى الله عليه وسلم فاصابوا حماراً فطبخوها
 فنادى منادى النبي صلى الله عليه وسلم اكلوا القدام

ترجمہ :- حضرت براء اور عبد اللہ بن ابی اونی سے روایت ہے کہ وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے

پھر انہیں گدھے ٹے کو انہوں نے ان کا گوشت پکایا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ ہانڈیاں انڈیل دو (یعنی سارے گوشت پھینک دو)۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ توفیق خوارزمی "انہم كانوا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم" ای فی غزوة خیبر۔

۲۴۸۔ حدثنی اسحاق بن عمار قال حدثنا عبد الصمد قال حدثنا شعبه قال حدثنا عبد بن ثابت عن صف البراء بن ابی اوفی یحدثنا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال یومہ خیبر وقد نصبوا القدور واکنوا القدور۔

ترجمہ :- حضرت صفیاء اور ابن ابی اوفی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے حدیث بیان کرتے تھے کہ آنحضرت نے غزوة خیبر کے موقع پر فرمایا کہ ہانڈیوں کا گوشت پھینک دو اور ان کا ایک مہلب نے ہانڈیوں کو پوٹے پر چڑھادیا تھا۔

۲۴۹۔ حدثنا مسلم قال حدثنا شعبه عن عبد بن ثابت عن البراء قال غزونا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحولا۔

ترجمہ :- حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں شریک تھے پہلی روایت کی طرح (یعنی پہلی حدیث کی طرح روایت نقل کی)

تشریحات مطابقتہ ترجمہ یہ ہے کہ غزوہ سے مراد غزوة خیبر ہے اجزات براء بن عازبؓ کی یہ روایت متقدمہ طرق سے مروی ہے۔ نحوہ ومثلہا کے فرق کے لئے حدیث رکھنا ملاحظہ فرمائیے۔

۲۵۰۔ حدثنی ابراہیم بن موسیٰ قال اخبرنا ابن بنی زائد قال اخبرنا عاصم عن عامر عن البراء بن عازب قال اهرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوة خیبر ان تلقی لحوہ الحمر الاہلیۃ فیثۃ ونضی بھا فم یامرنا باکلہ بعد۔

ترجمہ :- حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ پالتو گدھوں کا گوشت ہم پھینک دیں کچا بھی اور پکا ہوا بھی، پھر ہمیں اس کے کھانے کا بھی آپ نے حکم نہیں دیا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ فی غزوة خیبر۔ بعد ای بعد ما لینی صلی اللہ علیہ وسلم بانقار الحمر الاہلیۃ وغیرا شتہ الی استمرار تحرمہا۔

۲۵۱۔ حدثنی محمد بن ابی الحسن قال حدثنا حماد بن حنفی قال حدثنا ابی عن عاصم عن عامر عن ابن عباس قال لا ادری انہی عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اجل انہ کان حمو لہ الناس فکثر ان تذهب حمو لہم او حرمہ فی یومہ خیبر لکم الحمر الاہلیۃ۔

ترجمہ :- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے گوشت کھانے سے اس لئے منع فرمایا تھا کہ لوگوں کے باہر برداری کے جانور ہیں سو آپ نے پسند نہیں

فرمایا کہ جو بوجھ ڈھونے والے جانور ختم ہو جائیں یا آپ نے غزوہ خیبر کے موقع پر گدھے کے گوشت کو حرام قرار دیا یعنی ہمیشہ کے لئے مطلق حرام کر دیا۔

تشریحات

مطابقتاً للترجمۃ "فی یوم خیبر"
 حکم الحکم منسوب علی تقدیرا عنی حکم الحکم الاہلیۃ و ایضاً بجز الزنح علی تقدیر
 ہو حکم الحکم الاہلیۃ۔

۲۵۲۔ حدثنا الحسن بن اسحاق قال حدثنا محمد بن سابق قال حدثنا زاذلہ عن عبد اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم خیبر بظہر من سہمین ولما جلی سہمیا قال فسراة نافع فقال اذا کان مع الرجل فرس فلہ ثلثۃ اسہم فان لم یکن لہ فرس نلہ سہم۔

ترجمہ :- حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر میں دھال غنیمت سے گھوڑے کے ورھے اور پیدل فوجیوں کو ایک حصہ تقسیم فرمایا۔ عبید اللہ بن عمر کا بیان ہے کہ نافع نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ اگر کسی شخص کے ساتھ گھوڑا ہوتا تو اس کے لئے تین حصے ہوتے اور اگر اس کے ساتھ گھوڑا نہ ہوتا تو اس کو صرف ایک حصہ ملتا۔

تشریحات :- مطابقتاً للترجمۃ فی قولہ "یوم خیبر"

غنائم خیبر کی تقسیم اور گھوڑوں کے حصے
 خیبر کی غنیمت میں سونا چاندی نہ تھا بلکہ گائے، بیل، اونٹ، اور کچھ سامان و باغات تھے جیسا کہ اسی مغازی میں حدیث ۲۵۱ حضرت ابو ہریرہ کی روایت آرہی ہے۔ خیبر کی غنیمت میں سب سے بڑی چیز زمین تھی زمینوں کے علاوہ جو سامان تھا وہ حضور نے نص قرآنی و اعلموا انھا غنمتم من شئی فان للہ ثلثہ وللرسول الایۃ سورہ انفال کے مطابق غنمیں پر تقسیم کر دیا اور زمینات کو فقط اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا دسیرت مصطفیٰ ص ۱۱۹ بحوالہ روض الالف ص ۱۱۹

اب یہاں یہ معاملہ کہ آپ نے خیبر کی زمینوں کو کس طرح تقسیم فرمایا ہے سو اس کی کیفیت سنن ابی داؤد میں مذکور ہے آنحضرت نے خمس نکالنے کے بعد زمین خیبر کو چھتیس سہام پر تقسیم کیا جن میں سے اٹھارہ سہام کو علیحدہ کر لیا یعنی مسلمانوں کی ملکی اور قومی ضروریات کے لئے مخصوص کر لیا اور جاہلین پر اس کو تقسیم نہیں کیا اسباقی اٹھارہ سہام کو جاہلین پر تقسیم کر دیا اور ہر سہم میں سو سو کا حصہ مقرر کیا جس کو حسب ارشاد خداوندی اصحاب حدیبیہ پر تقسیم کیا۔

راوی خیبر کا وہ نصف حصہ جس کو آپ نے مسلمانوں کی ضروریات کے لئے علیحدہ کر لیا اور تقسیم نہیں کیا اس میں اکیتر، اویطیح، التلام اور ان کی ثقہ زمینیں تھیں یہ روایت سنن ابی داؤد مطبوعہ دیوبند ص ۱۱۹ میں سہل بن ابی حمزہ سے موصولاً اور بشیر بن یسار تابعی سے مرسلام وکی ہے۔

اب یہاں کہ اٹھارہ سہام کس طرح تقسیم ہوئے سو ان میں روایتیں مختلف ہیں مشہور روایت یہ ہے کہ کل چودہ سو

آدمی تھے جن میں سے دو سو گھوڑے تھے، چودہ سو آدمیوں کے چودہ بہام ہو گئے کیونکہ ایک بہام سو حصہ کا تھا۔
انہی ثلاث کے نزدیک سولہ کے علاوہ ہر گھوڑے کے دو حصے ملتے ہیں اس لئے دو سو گھوڑوں کے چودہ بہام ہو گئے، اس
طرز پر چودہ بہام کے ساتھ چار بہام مل کر اٹھارہ بہام پورے ہو گئے۔
اور سنن ابی داؤد میں بھی بیعت بن جاریہ سے مروی ہے کہ خیر میں لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں سے تیس سو سو
تھے، پس آپ نے ہر سوار کو دو حصے دیئے اور ہر پیادہ کو ایک ایک حصہ۔

یہ رعایت امام اعظم ابو حنیفہ کے مسلک کے مطابق ہے ان کے نزدیک سولہ کے صرف دو حصے ہوتے ہیں۔
ایک سولہ کا اور ایک گھوڑے کا اور اسی طرح حضرت عائشہ اور ابو موسیٰ اشعریؓ سے بھی مروی ہے۔ پس اس حساب سے
پندرہ بہام پندرہ سو آدمیوں کے اور تین بہام تین سو گھوڑوں کے پندرہ اور تین ملا کر اٹھارہ پورے ہو جاتے ہیں۔

الحاصل :- آنحضرتؐ نے اراضی خیر کا نصف حصہ اہل حدیبیہ پر تقسیم فرمایا اور اس کے علاوہ کسی اور کچھ
اس میں شریک نہیں کیا۔ لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح خیبر کے بعد اصحاب سفینہ یعنی حضرت جعفرؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ
اور ان دونوں کے ساتھی جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی حبشہ سے واپس آئے تو آنحضرتؐ نے ان کو بھی کچھ عطا فرمایا۔
بخاری میں خود ابو موسیٰ اشعریؓ سے رعایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم خیبر کی فتح کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے سو
حضور نے ہم لوگوں کو حصے دیئے، آپ نے ہمارے سوا کسی بھی ایسے شخص کو مال غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا جو فتح کے وقت
اسلامی لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ (بخاری مشتمل)

اس سے تقسیم مذکورہ بالا میں عدم انطباق کا شبہ ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ان حضرات کو
صرف منقولات میں سے تقسیم غنیمت سے پہلے بطور اعانت کچھ حصہ دیا گیا ہو یا پھر آپ نے غم میں سے دیا ہو، وغیر منقولہ
آرامی میں سے نہیں کیونکہ وہ صرف اصحاب بیعتہ الرضوان کا انعام تھا۔

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور پر نورؐ
اراضی منقولہ کی تقسیم اور امیر سلطنت کا اختیار

نہیں فرمایا بلکہ صرف اثنیٰ اور انطاۃ اور اس کی ملحقہ زمینوں کو مجاہدین پر تقسیم کیا اور اکتیہ اور اوطیح اور اسلام اور اس
کی ملحقہ زمینوں کو مسلمانوں کی مصلحتوں اور ضرورتوں کے لئے اس کو محفوظ رکھا جس سے معلوم ہوا کہ امیر سلطنت کو
اراضی منقولہ میں اختیار ہے کہ جو مصلحت سمجھے وہ کرے چاہے وہ مجاہدین پر تقسیم کرے اور چاہے وہاں کے باشندوں
کے تصرف میں چھوڑ دے اور ان پر خراج مقرر کر دے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ امام مالکؒ صاحبین اور سفیان ثوریؒ کا مسلک یہی ہے۔

امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ اموال منقولہ کی طرح زمینات کو بھی مجاہدین پر تقسیم کرنا فروری ہے، اور
شوافع تقسیم خیبر کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ خیبر کا نصف حصہ تہر افق ہوا اور نصف حصہ صلی فتم ہوا پس بونصف تہر افق
ہوا اس کو حضور پر نورؐ نے مجاہدین پر تقسیم فرمایا اور بونصف صلی فتم ہوا وہ تقسیم نہیں فرمایا۔

مگر تمام روایات حدیث اور سیرت میں اس امر کی تصریح ہے کہ پورا خیبر نہایت صلحت جنگ اور سخت مقابلہ

اور شدید مقابلہ کے بعد فتح ہوا، جب یہود مقابلہ سے مجبور ہو گئے تب قلعوں سے بیچے اترے اور ہر قسم کی ملک اور امتیاز سے دست بردار ہوئے اور اس بات پر رضامند ہوئے کہ زمینات اور باغات پر ان کا کسی قسم کا حق نہ ہوگا، مردوروں کی طرف اس میں کام کریں گے اور مسلمان جب تک چاہیں گے ان کو برقرار رکھیں گے اور جب چاہیں گے ان کو اس زمین سے نکال دیں گے یہ لوگ محض اجیر تھے کسی زمین اور مکان کے مالک نہ تھے اور حضور پر نورؐ نے معاملہ کھتے وقت مراحتہ ان سے یہ شرط کر لی تھی کہ جب چاہیں گے زمین تم سے واپس لے لیں گے چنانچہ اسی شرط کی بنا پر حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں تمام زمینیں ان سے واپس لے لیں اور ان کو ملک سے نکال باہر کیا۔

معلوم ہوا کہ تمام غیر قہر آتیج ہوا ہے اور بن اکابر جیسے امام مالک وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ خیر کا نصف حصہ قہر آتیج اور نصف حصہ صلیٰ فتح ہوا، اس کے معنی اصطلاحی صلح کے نہیں ہیں بلکہ اس کی مراد یہ ہے کہ ابتدا میں یہود نے مقابلہ اور مقابلہ کیا لیکن بعد میں جب مقابلہ سے مجبور ہو گئے تو ہتھیار ڈال دیئے۔ اور لڑائی ختم کرنے کی درخواست کی اس لئے لڑنے اور نہ مقابلہ کرنے کو بعض علماء نے صلح کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی آدھا خیر لڑائی سے فتح ہوا، اور آدھا خیر بدون لڑائی کے فتح ہوا، اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل اگر درکار ہو تو اناتہ الخلفاء لاشاہ ولی اللہ اور احکام القرآن للجصاص اور شرح معانی الآثار للطحاوی باب ما یفعل الامام بالارض المفتوحہ اور تیسرے انقاری شرح بخاری کی مراجعت کریں۔

۲۵۳۔ حدیثنا یحییٰ بن بکیر قال حدثنا الیثیف عن یونس عن ابن سہلاب عن سعید بن المسیب ان جُبیر بن مطعم انخبرنا قال مشیت انا و عثمان بن عفان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا اعطیت بنی المطلب من خمس خمیر و شرکنا و نحن بمنزلة واحدة منک فقال انما بنو ہاشم و بنو المطلب شیء واحد قال جُبیر و لم یقسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبنی عبد شمس و بنی نوفل شیئاً۔

ترجمہ :- حضرت جبیر بن مطعم کا بیان ہے کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا کہ آپ نے خیر کے خمس میں سے بنو مطلب کو تو عنایت فرمایا ہے اور ہمیں نظر انداز کر دیا ہے حالانکہ آپ سے قرابت میں ہم اور وہ برابر تھے تو حضور نے فرمایا "یقیناً بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہیں جبیر بن مطعم نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو کچھ نہیں دیا تھا (یعنی خمس میں سے)۔

مطابقتاً للترجمۃ فی قولہ من خمس خمیر،
والحدیث فی معنی فی کتاب الجہاد ص ۳۳

تشریحات

و نحن بمنزلة واحدة منک کیونکہ عبد مناف کے چار بیٹے تھے، ہاشم و مطلب و عبد شمس و نوفل ہاشم کی اولاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور نوفل کی اولاد میں جبیر بن مطعم اور عبد شمس کی اولاد میں عثمان غنی رضی اللہ عنہما ہے بمنزلة واحدة منک سے یعنی آپ سے نبی قرابت میں ہم سب ایک درجہ میں ہیں کہ سب کے سب عبد مناف کی اولاد میں۔ کتاب الجہاد ص ۳۳ کے الفاظ میں نحن و ہم منک بمنزلة واحدة یعنی ہم نوفل اور عبد شمس کی اولاد اور وہ یعنی ہاشم و مطلب کی اولاد آپ سے قرابت میں برابر ہیں۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاشم اور مطلب کی اولاد کو دیا اور نوفل و عبد شمس کی اولاد کو نہیں دیا اور ارشاد فرمایا ان صاحبو ہاشم و بنو مطلب شیبہ و احمہ، یقیناً بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہیں یعنی ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوتے، کفر و اسلام میں ہمیشہ شریک رہے۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے فقال انا و بنو مطلب لم یفتروا فی الجاہلیۃ و الاسلام الخ معلوم ہے کہ بنو ہاشم تو آپ کا چچا قبیلہ ہی تھا، بنو مطلب کو بھی ان کے ساتھ اس لئے شامل فرمایا کہ یہ لوگ بھی جاہلیت و اسلام میں کبھی بنو ہاشم سے الگ نہیں ہوتے یہاں تک کہ قریش نے مکہ کے جب فذائی مقاطعہ بنو ہاشم کا کیا اور ان کو مشعب ابنی طالب میں بند کر دیا تو بنو مطلب کو چچو قریش نے مقاطعہ میں داخل نہیں کیا تھا مگر یہ لوگ اپنی رضامندی سے بطور ہندی مقاطعہ میں شریک ہو گئے۔ (منظری)

الحاصل یہ دونوں قبیلے حضرات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربت کے علاوہ نصرت و مدد میں بھی باہم شریک تھے۔

واللہ اعلم۔

۲۵۲۔ حدثنی محمد بن العلاء قال حدثنا ابو اسامۃ قال حدثنا بزرید بن عبد اللہ عن ابی بزرۃ عن ابی موسیٰ قال بلغنا مخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن باليمن فخر جنا مهاجرین الیہ انا و اخوان لی و انا اصغرہم بعد ہما ابو بردۃ و الآخر ابو رہم انا قال فی بضع و اما قال فی ثلاثۃ و خمسین رجلاً من قومی فر کنا سفینۃ فالتقتنا سفینتکنا الی النجاشی بالحبشۃ فواقفنا جعفر بن ابی طالب فاقمنامعہ حتی قدما جسیعاً فواقفتنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح عیبس وکان اناس من الناس یقولون لنا یعنی لاهل السفینۃ سبقناکم بالہجرۃ و دخلت اسماء بنت عمیس وھی مہین قلمہ معنا علی حفصۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم زائراً و قد کانت ہاجرۃ الی النجاشی فیمن ہاجر فدخل عمر علی حفصۃ و اسماء عندھا و قال عمر حین رأی اسماء من ہذا قالت اسماء بنت عمیس قال عمر الحبشۃ ہذا لا البحریتۃ ہذا قالت اسماء نعم قال سبقناکم بالہجرۃ و نحن احق برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منکم فحضبیت و قالت کلا و اللہ کنتم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطعمنا انکم و یعط جاہلکم و کلان داری اونی ارض البعداء بالبغضاء بالحبشۃ و ذالک فی اللہ و فی رسولہ و ایم اللہ لا اطعم طعاماً و لا اشرب شراباً حتی اذکر ما قلت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نحن کنا نودی و نخاف و سا ذکر ذالک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم و اسأله و قال اللہ لا اکذب ولا انزی و لا ازید علیہ فلما جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت یا نبی اللہ انک عمر قال کذا و کذا قال فما قلت لہ ما قلت لہ کذا و کذا قال لیس باحق بی منکم ولہ و لا صحابہ ہجرۃ و احدۃ و کلکم انتم اهل السفینۃ ہجرتان قالت

فلقد سر آیت اباموسیٰ و اصحاب السفینۃ یاتونی ارسالا یسئلونی عن ہذا الحدیث ما من الدنیا شیئی ہم بہ افرح ولا اعظم فی انفسہم مما قال لہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابو بردۃ قالت اسماء فلقد سر آیت اباموسیٰ وانہ لیستعید ہذا الحدیث منی وقال ابو بردۃ عن ابن موسیٰ قل النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی لا عرفت اصوات رفیقۃ الا شعریٰ بالقرآن حین یدخلون باللیل و اعرف منازلہم من اصواتہم بالقرآن باللیل وان کنت لہم امر منازلہم حین نزلوا بالنہار ومنہم حکیم اذ لقی الخیل او قال العذو قال لہم ان اصحابی یامروکم ان تنظروہم۔

ترجمہ :- حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ جب ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے (یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے) کی خبر پہنچی اس وقت ہم یمن میں تھے تو ہم بھی ہجرت کر کے آپ کی طرف نکل پڑے میں اور میرے دو بھائی۔ میں دونوں سے چھوٹا تھا، میرے ایک بھائی کا نام ابو بردۃ تھا اور دوسرے کا ابو رحم، انہوں نے کہا کہ کچھ اور پیچاس یا انہوں نے بیان کیا کہ تیریں یا باون میری قوم کے لوگ ساتھ تھے ہم لوگ کشتی پر سوار ہوئے (مدینہ آنے کے لئے) لیکن ہماری کشتی نے ہمیں بخاشی کے ملک حبشہ میں لا ڈالا وہاں ہماری ملاقات جعفر بن ابی طالب سے ہو گئی، جو پہلے ہی مکہ سے ہجرت کر کے وہاں پہنچ چکے تھے، ہم نے وہاں انہیں کے ساتھ قیام کیا پھر ہم سب مدینہ آئے، سو ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ملے جب آپ غیر فریح کر چکے تھے، کچھ لوگ ہم سے یعنی کشتی والوں سے کہنے لگے کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے، اور اسماء بنت عمیسؓ جو ہمارے ساتھ ہی مدینہ آئی تھیں ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس زیارت کے لئے حاضر ہوئیں وہ بھی بخاشی کے ملک میں ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہجرت کر کے چلی گئی تھیں، پھر حضرت عمر فاروقؓ حضرت حفصہؓ کے گھر پہنچے اور اس وقت اسماء بنت عمیسؓ، ان کے پاس موجود تھیں، سو جب حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں، ام المومنین نے بتایا کہ اسماء بنت عمیسؓ حضرت عمرؓ نے اس پر فرمایا کہ کیا یہ حبشہ سے ہے؟ کیا یہ بحرہ سے ہے؟ یعنی کیا یہ وہی ہیں جو حبشہ سے بحری سفر کر کے آئی ہیں؟ اسماء نے کہا کہ جی ہاں، عمرؓ نے ان سے کہا کہ تم نے تم سے پہلے ہجرت کی اس لئے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارے بمقابلہ زیادہ قریب ہیں اس پر اسماء بہت غصہ ہو گئیں اور کہا ہرگز نہیں، خدا کی قسم تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تم میں جو بھوکے ہوتے تھے اسے آنکھوں کا کھانا کھلاتے تھے اور جو ناواقف ہوتے اسے آنکھوں کی نصیحت دیا اور عظمت کیا کرتے تھے (یعنی آنکھوں سے ظاہری و باطنی جسمانی و روحانی ہر طرح کی تمہاری حفاظت ہوتی تھی) لیکن ہم بہت دور دشمنوں کی زمین حبشہ میں رہتے تھے اور یہ سب کچھ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہی میں تو کیا، اور خدا کی قسم میں اس وقت تک نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی جب تک تمہاری بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ کہہ لوں، ہمیں اذیت دی جاتی تھی، ہمیں ڈرایا دھمکا جاتا تھا، میں نبی اکرم سے اس کا ذکر کروں گی اور اس کے متعلق جو چیزیں خدا کی قسم تم میں بھروسہ ہوں گی اور نہ میں کج روی اختیار کروں گی اور نہ میں کسی دغلافت واقعہ، بات کا اضافہ کروں گی۔ چنانچہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ عمر اس اس طرح

کی باتیں کرتے ہیں، حضور پر نورؐ نے دریافت فرمایا کہ پھر تم نے انہیں کیا جواب دیا؟ انہوں نے عرض کی کہ میں نے انہیں یہ جواب دیا تھا۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ قریب نہیں ہیں انہیں اور ان کے ساتھیوں کو صرف ایک ہجرت حاصل ہوئی اور تم لوگوں کو اسے کشتی والو دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت اسما کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا ابو موسیٰ اور کشتی والوں کو گردہ در گردہ کہتے تھے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھتے تھے، ان کے لئے دنیا میں حضور اکرمؐ کے ان کے متعلق اس امر کا دوسرے زیادہ غرض کن اور باعث فخر اور کوئی چیز نہیں تھی۔

ابو بردہ نے بیان کیا کہ اسما نے بیان کیا کہ ابو موسیٰ مجھ سے اس حدیث کو بار بار سنتے تھے، ابو بردہ نے بیان کیا اور ان سے ابو موسیٰ نے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرے اشعری اصحاب رات میں آتے ہیں تو میں ان کی تلاوت قرآن کی آواز پہچان جاتا ہوں، اگرچہ وہ میں میں نے ان کی اقامت گاہوں کو نہ دیکھا ہو لیکن جب رات میں وہ قرآن حکیم پڑھتے ہیں تو ان کی آواز سے ان کی اقامت گاہوں کو پہچان لیتا ہوں اور ان ہی اشعری لوگوں میں سے ایک شخص حکیم ہے کہ جب کبھی سواروں سے ملاقات ہو جاتی ہے یا آپ نے فرمایا کہ دشمن سے ٹکرا کر ہو جاتی ہے تو ان سے کہتا ہے کہ میرے اصحاب تم سے کہتے ہیں کہ تم تھوڑی دیر کے لئے ان کا انتظار کر لو۔

مطابقہ للذہبی فی قوله حین افتتح حنیبر

والحدیث معنی مقطعا ۲۲۳ و فی ہجرت الحدیث ۵۲۷

تشریحات

مخرج بفتح الیم امام احمد میسری یعنی غروب اور اسم زمان یعنی وقت غروب والواقو و نحن جالیمن الحال۔ ابو بردہ بضم البار و سکون الراء واسم عامر بن قیس۔ البوس ہم بضم الراء و سکون الراء ابن قیس الاشعری۔ ابو موسیٰ اشعری تین بھائی تھے ابو بردہ عامر۔ ابو جهم۔ اور نجدی وقیل اسم ابو جهم نجدی۔ فی بیضج بکسر الراء و سکون الضاد و هو ما بین الثلاث الی التبع وقیل ما بین الواح الی العشرۃ قطعۃ من العدد۔ فان قلت فی بعضہ یتعلق بما ذاقوا ما علم من الاعراب (قلت) یتعلق بقول الخمر جناد و ملا نصب علی الحال۔

فوافقنا ای صادفنا یعنی ہم نے جعفر بن ابی طالب کو جہت میں پایا اسماء بنت عقیس حضرت جعفر کی زویہ تھیں اور جہت سے جعفر کے ساتھ آئی تھیں پھر جعفر کی شہادت دسریہ پورے شہر کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ شادی ہوئی اور حضرت ابو بکر صدیق کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے ان سے شادی کی ومنہم حکیم یا تو کسی اشعری کا نام ہے یا کسی اشعری کی صفت ہے کہ وہ حکمت جانتے والا ہے۔

قال لہم الخ حکیم کے قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکیم بڑا بہادر ہے دشمن کے مقابلہ سے بھاگتا نہیں ہے بلکہ یہ کہتا ہے کہ خدا بزرگروہم تم سے لڑنے کے لئے حاضر ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ بڑا حکمت و دلانی والا ہے، دشمنوں کو اس طرح ڈرا کر اپنے تئیں ان سے بچا لیتا ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایسا نہیں ہے اس کے ساتھی اور آپ ہے ہیں بعضوں نے پہلے کشتی اذالقی الخبیل کا یوں ترجمہ کیا ہے کہ جب وہ مسلمان سواروں سے ملتا ہے تو کہتا ہے خدا ٹھہرو معنی ہمارے پیادے کی پیادوں کو جانے دو تو ہم سب مل کر کافروں سے لڑیں گے۔

۲۵۵۔ حدثنی اسحاق بن ابراہیم سمعہ حفص بن غیاث قال حدثنا بکر بن عبد اللہ

تشریحات

مطابقتہ للترجمتی قولہ "افتحننا خبیباً"

والحدیث أخرجه البخاری فی الایمان والذکر ۹۹۲

مدا عم بکرم الیموم و سکون الدلال و فتح الیمن اهدا بغنی الضیاب بکرم الغضاد مسلم شریف کی روایت میں۔
 اهدا الا لہم رفاعة بن زید۔ ہم عائر تیر جس کا مارنے والا معلوم نہ ہو۔

عام چوری کی طرح مال غنیمت میں بھی چوری حرام ہے

سے معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو قول ابن عباس ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک سوئی ادا کی کا دھاگہ بھی جو مال غنیمت کا ہوا جو کسی کے لئے اس کا بغیر اپنے حصہ شرعی کے لئے لینا جائز نہیں۔

۲۵۰۔ حد ثنا سعید بن جبیر عن ابی ہریریم قال قال انبیرنا محمد بن جعفر قال انبیرنی زید بن ابیہ اذ لہ سمع عمر بن الخطاب یقول اما والذی نفسی بیدہ لو لا ان الترتک اخی الناس ببانال لیس لہم شیئ مما فکت علی قریۃ الا فکتھا کما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبیب و لکھتی لقرکھا خیرا ان لہم یقتلوا و یقتلوا۔

ترجمہ۔ اسلم (سولی عرض) سے روایت ہے اسلم نے عمر فاروق سے سنا، آپ نے فرمایا "ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جہاں ہے ان گناہ کا خطرہ نہ ہوگا کہ بعد کی نسلیں بے ہائیدادہ جائیں گی اور ان کے پاس کچھ نہ رہے گا تو بھی بستی میرے زمانہ خلافت میں فتح ہوتی میں اسے اسی طرح تقسیم کر دیتا جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر کی تقسیم کی تھی، میں ان مفتوحہ آراضی کو بھی میں آنے والے مسلمانوں کے لئے محفوظ چھوڑے جا رہا ہوں تاکہ وہ ان سے اپنا اپنا حصہ لیتے رہیں (یعنی اس کی آمدنی کو منصفانہ تقسیم کرتے رہیں)

مطابقتہ للترجمتی قولہ "کما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبیباً"

ایمان بفتح الہاء المجددۃ الاطی و تشدید الیاء و بالنون، اس کے معنی ہیں ایک طریقہ یکساں اور ایک روش پر، بعضوں نے کہا کہ اس کے معنی نادر و محتاج کے ہیں۔

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ لفظ عربی زبان کا نہیں ہے اور اس حدیث کے علاوہ میں نے کہیں نہیں سنا ہے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ لفظ بیان سے بفتح الہاء و تشدید الیاء و تشدید النون (عمدة القاری)

سیدنا عمر فاروق کے ارشاد و گرامی کا مطلب یہ ہے کہ میرے دو خلاف میں جو لوگوں اور شہر فتح ہوتے ہیں ان کو میں ان کو حاضر ہی میں تقسیم کر دوں جیسے کہ آنحضرت نے غیر کو تقسیم کیا تو جو گاؤں جس کے حصے میں آئے گا وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور کسی دوسرے کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا اس لئے میں نے ان کو ہمیشہ کے لئے وقت کر دیا ہے کہ قیامت تک مسلمانوں کو ان کی آمدنی سے فائدہ پہنچتا رہے۔

۲۵۰۔ حد ثنا محمد بن انس عن مالک بن انس عن زید بن اسلم

عن ابيه عن عمه قال لولا انهم المسلمين ما فكت عليهم قرية الا قسمتها لاقسم النبي صلى الله عليه وسلم خميبر -

ترجمہ :- اسلم سے روایت ہے کہ عمر فاروقؓ نے فرمایا اگر بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو جو سستی بھی میرے دور میں فتح ہوتی میں اسے اسی طرح تقسیم کر دیتا جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی تقسیم کر دی تھی یہ حدیث حضرت عمر فاروقؓ ہی کی حدیث سابقہ ہے دوسری سند سے۔

تشریحات

والحدیث مصنفی الجہاد ص ۴۲۰

۲۵۹۔ حد ثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفین قال سمعت الزهري وساله اسما لعل بن امية قال اخبرني عنبسة بن سعيد ان اباهم يروى ان النبي صلى الله عليه وسلم فسله قال له بعض بني سعيد بن العاص لا تعطه فقال ابوهريرة هذا قاتل ابن قوتل فقال وا عجبا لو يبرئتي من قدوم الضان وقد كرهت عن الزبيدي عن الزهري قال اخبرني عنبسة بن سعيد انه سمع اباهم يروى عن سفيان بن سعيد بن العاص قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم ابان بن عثمان الى سرية من المدينة قبل مجئ قال ابوهريرة فشدوا ابان واصحابه على النبي صلى الله عليه وسلم بخيبر بعد ما فتحها وان حزم نخيلهم لبيث قال ابوهريرة قلت يا رسول الله لا تقسم لهم قال ابان وانت بهذا ايا وبنو قحطان من اسر اسر ضان فقال النبي صلى الله عليه وسلم يا ابان اجلس فليم يقسم لهم -

ترجمہ :- عنبسة بن سعید سے روایت ہے کہ ابوہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے ماہگاد خیبر کی غنیمت میں سے، سعید بن العاص کے ایک لڑکے (ابان بن سعید) نے کہا یا رسول اللہ! انہیں نہ دیجئے، اس پر ابوہریرہؓ نے کہا یہ شخص (یعنی ابان) تو ابن قوتلؓ (یعنی نعمان بن قوتل انصاری) کا قاتل ہے۔ پھر ابان بن سعید نے کہا حیرت ہے اس وپر (دو برائی کی طرح ایک چھوٹا جانور ہے)، جو قدوم الضان پہاڑی سے اتر آیا ہے۔

اور زبیدی سے ذکر کیا جاتا ہے (یعنی زبیدی سے روایت ہے) اس نے زہری سے روایت کی زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے عنبسة بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے ابوہریرہ سے سنا آپ سعید بن العاص کو خبر دے رہے تھے۔ دیکھ وہ اس وقت معاویہ کی طرف سے مدینہ پر حاکم تھے، ابوہریرہ نے بیان کیا کہ ابان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سرپرستی یعنی امیر بنا کر مدینہ سے نجد کی طرف بھیجا تھا، ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ پھر ابان اور ان کے ساتھی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے بعد اس کے کہ آنحضرتؐ نے خیبر فتح کر لیا تھا ان لوگوں کے گھوڑوں کے تنگ کھجور کی چھال کے تھے (یعنی بالکل بے سرو سامان تھے) ہم میں کوئی کامیابی حاصل نہیں کی تھی، ابوہریرہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! غنیمت میں ان کا حصہ نہ لگائیے اس پر ابان بولے تو اس طرح کی بات کہتا ہے (یا تو آنحضرتؐ کے نزدیک اس مرتبہ کا

ہے، جبکہ آنحضرت کے اہل بیت میں سے ہے اور نہ آنحضرت کے قبیلہ اور وطن کا ہے، اُسے بی کہ نشان کی پوٹی سے اتر آیا ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا اسے ابان بیٹھ جاؤ اور آنحضرت نے ان لوگوں کا حصہ نہیں لگایا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ توخذ من قولہ ان ابانہم یزق اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، کان بعد فحیبتہ بعد فحیبتہ ان هذا الحدیث قد معنی فی الجہاد و فیہ عن ابی ہریرۃ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحوینہ بعد ما فقتوھا الو

ابن قوقل بفتح القافین و سکون الٹاؤ و باللام، هو النعمان بن قوقل یہ بدری صحابی ہیں ان کو ابان بن سعید بن العاص بن امیہ نے جنگ احد میں شہید کیا، اس وقت تک ابان بن سعید مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ کا اشارہ ہذا قاتل ابن قوقل سے اسی واقعہ کی طرف تھا مگر حضرت ابان کو تا گولہ گزرا اور انھوں نے حضرت ابو ہریرہ پر رکتہ چینی کی اور وا عجباً سے تحقیر کی۔

و بفتح الٹاؤ و سکون الٹاؤ و فیہ تشبہ السنور۔

حضرت ابان کا مقصد حضرت ابو ہریرہ کی تحقیر تھی اور یہ کہنا مقصود تھا کہ ابو ہریرہ اس لائق نہیں ہیں کہ دینے دینے کی بات کریں۔ جن رہ بہ ملت و زای مضمومتین (فتح)

بعض نسخوں میں لفظ فلم یقسم لہم کے آگے یہ الفاظ اور ہیں قال ابو عبد اللہ الضلال السلسا یعنی امام بخاری نے کہا کہ ضال جنگلی ہری کو کہتے ہیں، یہ تغیر اسی نسخہ کی بنا پر ہے جس میں بجائے اس ضال کے اس ضال ہے۔

۲۶۰۔ حد ثنا موسیٰ بن اسمعیل قال حدثنا عمرو بن یحییٰ بن سعید قال ان عمر بن جدی ان ابان بن سعید اقبل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسلم علیہ فقال ابو ہریرۃ یا رسول اللہ هذا قاتل ابن قوقل فقال ابان کابی ہریرۃ و اعجباً لک و برئت ادا من قتلہ و رضان یعنی علیٰ امر اکوئہ اللہم بیکی و منعک ان یتھینخی بیلاہ۔

ترجمہ۔ حضرت سعید سے روایت ہے کہ ابان بن سعید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا تو ابو ہریرہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو ابن قوقل کا قاتل ہے، پھر ابان نے ابو ہریرہ سے کہا جرت ہے تجھ پر اے ویر کہ ابھی اتر ہے قدم رضان سے اور بھیر عیب لگاتا ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس کو (یعنی نعمان بن قوقل) کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ سے عزت دی (یعنی شہادت کے دہر پر پہنچایا) اور ان کو روک دیا (یعنی ایسا نہیں ہونے دیا) کہ ان کے ہاتھ سے مجھے ذلیل کرتا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ توخذ من قولہ اقبل الی النبی الخ یعنی۔ حاضری خیر ہی میں تھی۔ یہ حدیث حدیث سابقہ کی دوسری سند ہے۔

حضرت ابان بن سعید کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں نے نعمان بن قوقل کو اگر شہید کیا تو وہ میرے کفر کا زمانہ تھا اور ہر حال شہادت ایک مطلوب رتبہ ہے بارگاہِ الہی میں اس سے عزت حاصل ہوتی ہے جو میرے ہاتھوں میں حاصل ہوتی

دوسری طرف اللہ کا یہ فیصلہ ہوا کہ کفر کی حالت میں ان کے ہاتھ سے مجھے قتل نہیں کر دیا جو میری اخروی ذلت کا سبب بنتا۔
اور اب میں مسلمان ہوں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں پنداب ایسی باتوں کا ذکر مناسب نہیں۔
اس حدیث میں تعارض کا شبہ ہوتا ہے کیونکہ سابقہ روایت عینہ سے ہے
جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرتؐ سے صاحبانگاہ اور بان
بن سعید نے منع کی طرف اشارہ کیا اور دوسری روایت جو زبیدی کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بان نے مانگا تھا اور
ابو ہریرہؓ نے منع کیا۔

جوابات ۱۔ ذہلی نے دوسری روایت کو ترجیح دی ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرتؐ نے بان سے کہا
کہ اسے بان بیٹھ جاؤ اور آنحضرتؐ نے حصہ نہیں دیا۔

علا بہترین تطبیق یہ ہے کہ ہر ایک نے دوسرے کے متعلق منع کا اشارہ کیا اور دونوں حضرات نے اپنی اپنی دلیل
پیش کی کہ بان ابن قریظ کا قائل ہے اس لئے اس کو نہ دیکھئے۔

اور بان نے یہ دلیل پیش کی کہ یہ جنگ و جہاد کے لائق نہیں کہ حصہ کا مستحق ہو سکے اس لئے ابو ہریرہؓ کو نہ دیا جائے
ابن سعید کی حدیث بخاری میں حدیث نمبر ۲۱۲۱ اس اختلاف سے پاک ہے کیونکہ اس میں حصہ مانگنے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

۲۶۱۔ حد ثنا یحییٰ بن یزید قال حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة
ان فاطمة بنت النبي صلى الله عليه وسلم ارسلت الى ابي بكر تسئل ميراثها من رسول الله
صلى الله عليه وسلم فقالت يا ابا بكر تسئل من رسول الله صلى الله عليه وسلم
ابوبكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة انما ياكل ال
محمد في هذا المال واتى والله لا اغير شيئا من صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم
عن حالها التي كان عليها في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا عملن فيها بما
عمل به رسول الله صلى الله عليه وسلم فابى ابوبكر ان يرد فاعطته منها شيئا
فوجدت فاطمة على ابي بكر في ذلك فمجزتة فلم تكتب له حتى توفيت وعاشت
بعد النبي صلى الله عليه وسلم ستة اشهر فلما توفيت دفنها زوجها علي ليل
ولم يورث بها ابوبكر وصلى عليها وكان لعلي من الناس وجه حياة فاطمة فلما توفيت
استنكر علي وجوه الناس فالتمس مصالحة ابي بكر ومبايعته ولم يكن يبائة تلك
الاشهر فارسل الى ابي بكر ان ائتنا ولاياتنا احد معك كراهية ليحضر عمر فقال عمر لا
والله لا تدخل عليهم وحدك فقال ابوبكر وما عسيتمهم ان يفعلوا بي والله لا نتبهم
فلنقل عليهم ابوبكر فتشهد علي فقال اتاقد عرفنا فضلك وما اعطاك الله، ولم ننفس
عليك غير اساقه الله اليك ولكنك استبددت علينا بالاهر وكتانري اقر بنتنا
من رسول الله صلى الله عليه وسلم نصيبا حتى فاضت عينا ابي بكر فلما تكلم

ہو بکرا قل والذی نفسی پیدا لقرآبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل
 من قرأ بقی واقوال الذی شکر بیتی و بینکم من ہذا الاموال فانی لم ال فیہا عن الخیر وکم
 اشکرت اہم امر ایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنعہ فیہا الا صنعته فقال علی
 لابن ابی بکر موعظۃ العشیۃ للبیعة فلما صلی ابوبکر الظہر برقی علی المنبر فمشہد و ذکر
 شان علی و تخلفہ عن البیعة و غدرہ بالذی اعتذر الیہ ثم استغفر و تشہد علی فاعظم
 حق ابابکر و انکار اللذی فضلہ اللہ بہ و لکننا کنا نری لنا فی ہذا الاہر نصیبنا و استبک
 علینا فوجدنا فی أنفسنا فمتر بدالک المسلمون و قالوا احبت و کان المسلمون الی علی قریبا
 حین سراجہ الاہر بالمعروف۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماجرا دی حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر
 صدیقؓ سے (جب آپ خلیفہ ہوئے) اپنی میراث کا مطالبہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے
 آپ کو مدینہ اور خندق میں عنایت فرمایا تھا مدینہ میں جیسے ہو دینی نیکری زمین جبکہ ان کو آنحضرتؐ نے سکھ میں جلا وطن کیا
 تھا تفصیل کے لئے واقعہ نوذکر دیکھئے۔) اور خیبر کا جو مس رہ گیا تھا، تو حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ تم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا، تم جو کچھ چھوڑ جاؤ گے وہ سب صدقہ ہے البتہ آل محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم اسی مال سے کھائیں گے اور میں خدا کی قسم جو صدقہ رسول اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے ہیں اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا۔
 جس حال میں وہ آنحضرتؐ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور میں اس صدقہ میں (یعنی اس کی تقسیم میں) وہی عمل
 کروں گا جو رسول اللہ کا اپنی زندگی میں معمول تھا۔ غرض حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو اس میں سے کچھ بھی دینے سے انکار
 کر دیا اس پر حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے کبیدہ خاطر ہو گئیں اور ان سے ترک تعلق کر لیا پھر اپنی وفات تک
 ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ اور حضرت فاطمہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں، پھر جب ان
 کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر حضرت علیؓ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع بھی نہیں دی اور خود ہی
 نماز جنازہ پڑھ لی، حضرت فاطمہؓ جب تک زندہ رہیں حضرت علیؓ پر لوگوں کی توجہ رہتی تھی لیکن جب حضرت فاطمہؓ کی
 وفات ہو گئی تو حضرت علیؓ نے لوگوں کی توجہ کو بدلا دیا یعنی لوگوں کی بے توجہی محسوس کی، تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ
 سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر لینا چاہا اور حضرت علیؓ نے ان چھ مہینوں میں ان سے بیعت نہیں کی تھی، پھر انہوں نے
 حضرت ابوبکرؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائیں لیکن آپ کے ساتھ کوئی دوسرا نہ آوے۔ اس کی وجہ
 یہ تھی کہ حضرت علیؓ اس مجلس میں حضرت عمر فاروقؓ کی موجودگی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ابوبکرؓ سے
 کہا ہرگز نہیں قسم ہے خدا کی کہ آپ تمہارا پاس نہ جائیں یعنی ممکن ہے کہ وہ لوگ آپ کے شانہ بیان شانہ تعظیم نہ کریں جو ایک
 خلیفۃ المسلمین کا حاجی حق ہے، اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو ان کو کہ میرے ساتھ بے ادبی کریں گے، ہ خدا کی
 قسم میں تو ضرور ان کے پاس جاؤں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ان کے یہاں گئے، حضرت علیؓ نے کلمہ شہادت پڑھا دینی خدا کی
 حمد و ثنا پر مشتمل خطبہ پڑھا، پھر فرمایا ہیں آپ کے فضل و کمال اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے سب کا جس اعتراف

ہے اور ہم نے آپ پر حسد نہیں کیا ہے اس غیر دینی خلافِ ہدایت پر جو اللہ نے آپ کو عنایت فرمایا ہے لیکن آپ نے ہم پر زیادتی کی ہے معاملہ میں کہ خلافت کے معاملہ میں ہم سے مشورہ نہیں لیا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قربت کی وجہ سے اپنا حق سمجھتے تھے کہ آپ ہم سے مشورہ کرتے، حضرت ابوبکرؓ پر ان باتوں سے گریہ طاری ہو گیا اور جب کلام کرنے کے قابل ہوئے تو فرمایا تم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنی قربت سے زیادہ عزیز ہے لیکن میرے اور آپ لوگوں کے درمیان ان اموال کے سلسلہ میں جو اختلاف ہوا ہے تو میں اس میں حق اور غیر سے نہیں ہٹا ہوں اور اس سلسلہ میں جو طرزِ عمل میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا خود میں نے بھی اسے اختیار کیا۔ پھر حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ دوپہر کے بعد میں آپ سے بیعت کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر میرے آئے اور خطبہ کے بعد حضرت علیؓ کے معاملہ کا اور ان کے بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور وہ ظہر بھی بیان کیا جو حضرت علیؓ نے پیش کیا تھا پھر حضرت علیؓ نے استغفار اور فریادت کے بعد ابوبکرؓ کا حق اور ان کی بزرگی بیان کی اور فرمایا کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس کا باعث ابوبکرؓ سے حسد نہیں تھا اور نہ ان کے فضل و کمال کا انکار مقصود تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عنایت فرمایا تھا لیکن یہ بات مفرد تھی کہ ہم اس معاملہ خلافت میں اپنا حق سمجھتے تھے کہ ہم سے بھی مشورہ کیا جاتا، ہمارے ساتھ ہی زیادتی ہوتی تھی جس سے ہمیں رنج پہونچا، مسلمان اس واقعہ پر بہت غمخوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے درست فرمایا جب حضرت علیؓ نے عملِ نبیہ کی طرف رجوع کیا تو مسلمان ان سے قریب تر ہو گئے۔ دینی جس بیعت میں اصحاب مدینہ شامل تھے اس میں شامل ہو جانے کی وجہ سے سارے مسلمان حضرت علیؓ سے محبت کرنے لگے۔

تشریحات

مطابقت للرجوع توخذ من قولہ "من خمس خصیبا"
والحدیث معنی با دنی تفاوت علی ص ۲۲۵ فی فرض الخمس۔

فتا افاء اللہ لفظ افاء فنی سے مشتق ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں اسی لئے دوپہر کے بعد جو چیزوں کا سایہ مشرق کی طرف لوٹتا ہے اس کو بھی فنی کہا جاتا ہے۔

اسلامی قانون اور قرآنی ہدایت کے مطابق تمام کائنات کی اصلی ملکیت اس ذاتِ حق تعالیٰ کی ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ انسان کی طرف کسی چیز کی ملکیت کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون کے ذریعہ کسی شخص کی ملکیت قرار دی ہو جیسے سورہ یسین میں جو پائے جانوروں کے متعلق ارشاد فرمایا :-

اولم یروا انما خلقناہم مینا عبثت
ایا دینا انعاما فہم لہا مالکون
کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کے لئے چوپائوں کو اپنے ہاتھوں سے بنایا پھر یہ لوگ ان کے مالک ہو گئے۔

مطلب یہ ہے کہ ان کی ملکیت ذاتی نہیں، ہم نے اپنے فضل سے انہیں مالک بنا دیا۔

جب کوئی قوم اللہ سے بغاوت کرتی ہے یعنی کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتی ہے تو پہلے حق تعالیٰ ان کی اصلاح کے لئے

اپنے رسول اور کتابیں بھیجتے ہیں، جو بد بخت اس انعام الہی سے بھی متاثر نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ان کے مقابلہ میں جہاد و قتال کا حکم دے دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ ان باغیوں کے جان و مال سب مباح کر دیئے گئے ان کو اللہ کے دینے ہوئے اموال سے نفع اٹھانے کا حق نہیں رہا بلکہ ان کے اموال جتنے سرکار ضبط ہو گئے ان ہی ضبط شدہ اموال کا نام مالِ غنیمت اور فنی ہے۔

تو ان اموال کی حقیقت یہ ہوتی کہ کافروں کے باغی ہوجانے کی وجہ سے ان کے اموال جتنے سرکار ضبط ہو جاتے ہیں اور ان کی ملکیت سے نکل کر پھر مالکِ حقیقی حق تعالیٰ کی طرف لوٹ جاتے ہیں اس لئے اس ضبط شدہ مال کو فنی کہا جاتا ہے۔ فنی کے معنی لغت میں جوع کہنے اور پھر جانے کے ہیں اسی وجہ سے زوال کے بعد کے سایہ کو بھی فنی کہتے ہیں کیونکہ ایک جانب سے دوسری جانب پھر جاتا ہے۔ حافظہ عقلمانی فرماتے ہیں اصل یعنی ابرو و الرجوع و منہ سی النفل بعد الزوال فیما لا یرجع من جانب الی جانب (فتح میثاق) اور زوال سے قبل سایہ یعنی طلوع آفتاب سے لے کر زوال تک ظل کہلاتا ہے۔

مالِ غنیمت اور فنی کا فرق اصطلاح شریعت میں غنیمت اس مال کو کہا جاتا ہے جو کفار سے جہاد اور قتال کے ذریعہ مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اور فنی اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جہاد و قتال کفار سے ملے عداوت اس طرح کہ وہ اپنا مال چھوڑ کر بھاگ جائیں یا رضامندی سے بطور جزیہ و خراج دینا قبول کر لیں۔ ہذا افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وما بقی من خمس خبیروا، اس حدیث میں میں جاتیہا میں مذکور ہیں۔ ۱۔ جاتیہا و مدینہ:۔ مذکورہ جاتیہا سے بڑھنے کی زمین مراد ہے جو حق تعالیٰ نے آپ کو بطور فنی عطا فرمائی تھی جس کا ذکر قرآن حکیم کی سورہ حشر میں ہے۔

اور یہ زمین برابر آپ کے قبضہ میں رہی اس زمین کی آمدنی سے آپ اپنے اہل و عیال کا سالانہ خرچ دے دیتے اور جو بچتا اس سے بچھار اور گھوٹے اور مسلمان جہاد خریدتے (بخاری ص ۱۶۵)

۲۔ غیر کی زمین کا خمس اور خود آپ کا سہم جو سب مسلمانوں کی طرح آپ کو ملتا تھا۔

۳۔ فکک:۔ اہل فکک کو جب خیر کا حال معلوم ہوا کہ یہ ہو پھر ان شرائط پر صلح کی ہے تو ان لوگوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہا پھر ہمارے ہماری جانوں کو امان دیا جاتا ہے ہم آپ کے فیصلہ پر راضی ہیں چنانچہ فکک کا معنی اللہ نصف آراضی پر تصفیہ ہوا تھا یعنی فکک کی نصف زمین اہل فکک کو ملی اور نصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب یہودیوں کو مجاز سے بلوا و طعن کیا تو اہل خیبر کو آراضی کی کوئی قیمت نہیں دی گئی تھی اہل فکک کو نصف زمین کی قیمت دی گئی تھی۔

خیبر اور فکک کی زمینوں سے جو آمدنی ہوتی آنحضرتؐ اس کو وقتی اور ناگہانی ضروریات میں صرف فرماتے یہ زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی جاتی تھیں اور تابعین جہاد آپ کے قبضہ میں رہیں۔ ان زمینوں پر آپ نے کبھی کسی کا تصرف اور قبضہ کا اختیار نہیں کیا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اختیار تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں مگر حضور پرورد ان زمینوں کی آمدنی سے صرف بقدر نفقہ اہل و عیال لیتے تھے اور باقی کل آمدنی اسلام اور مسلمانوں کی ضرورتوں اور مصالحتوں میں خرچ فرماتے تھے بظاہر ان جاتیہا و مدینوں میں آپ کا تصرف مہلکانہ تھا مگر درحقیقت متویا نہ تھا، یہ زمینیں اللہ کی تھیں یعنی وقف

تھیں اور آپ بکرم الہی منولی تھے اس کے حکم کے مطابق خریج کرتے تھے چونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ ان زمینوں کی آمدنی سے اپنے اہل و عیال کا نفقہ بھی دے دیا کریں اس لئے آپ بنی نضیر کی جائیداد سے ازواج مطہرات کا سالانہ نفقہ دے دیا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرات اہل بیت کو یہ خیال ہوا کہ یہ زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت اور ذاتی جائیدادیں تھیں اس لئے بطور وراثت نہیں ملنی چاہئیں چنانچہ حضرت فاطمہ نے خیراۃ فلک اور بنی نضیر کی جائیدادوں سے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق سے اپنا حصہ طلب کیا چونکہ آنحضرت کی وفات کے وقت اولاد میں سے صرف ایک بیٹی حضرت فاطمہ تھیں اس لئے آنحضرت کی متروکہ جائیدادوں میں سے نصف کا مطالبہ کیا۔

صدیق اکبر نے عرض کیا کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ہم گمراہ و گمراہیوں کے مال کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث بنتا ہے ہم جو کچھ چھوڑ جاتیں وہ سب فی سبیل اللہ صدقہ اور خیرات ہے البتہ جو نفقہ اور خرچ ان میں مقرر ہے وہ بدستور اسی طرح رہے گا اور جس جس کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے ابو بکر بھی اس میں اسی طرح خرچ کرے گا اور آل رسول اس میں سے اسی طرح کھائے گی جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کھاتی تھی۔ اور خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے ساتھ سلوک اور احسان مجھے اپنی قرابت کے سلوک اور احسان سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔

صدیق اکبر کا یہ جواب حضرت سیدہ فاطمہ کو ناگوار خاطر گذرا اور بخیدہ ہوئیں، نہ معلوم کیوں بخیدہ ہوئیں حضرت صدیق اکبر نے تو سیدہ کے والد محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج ارشاد دہرا پاشا پیش کر دیا اس لئے خلیفہ وقت صدیق اکبر کا عذر تو ظاہر ہے مگر سیدہ کے رنج و ملال کی کوئی وجہ بظاہر سمجھ میں نہیں آئی۔

حضرت ابوبکر صدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج ارشاد کی وجہ سے معذرت تھے اور دینے سے انکار کر دیا مگر آنحضرت کی محبوب ترین صاحبزادی حضرت فاطمہ کے رنج و ملال کی وجہ سے بے چین اور پریشان مزاج رہے۔ دو گونہ رنج و غلاب است جان مجنوں را پے بلائے صحبت یلی بلائے فرقت یلی صدیق اکبر نے عمل تو اسی پر کیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ کسی کو اس جائیداد میں سے بطور وراثت کچھ نہیں دیا حتیٰ کہ اپنی بیٹی عائشہ کو بھی اس میں سے کچھ نہیں دیا اور نہ حفصہ بنت عمر کو کچھ دیا اور نہ انصاریہ مطہرات کو بطور وراثت دیا۔

البتہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت سیدہ فاطمہ کو راضی کر لیا ان کے گھر تشریف لے گئے اعلان سے معذرت کی تا آنکہ حضرت سیدہ صدیق اکبر سے راضی ہو گئیں (البدلیہ والنہایہ صفحہ ۱۷۸)

عبد قاروقی میں حضرت علی اور حضرت عباس کا مطالبہ اس کا مطالبہ اس عمر نے دو سال تک ان زمینوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا دو سال کے بعد جب حضرت علی اور حضرت عباس نے اس بارے میں گفتگو کی تو حضرت فاروق اعظم نے آنحضرت اور صدیق اکبر کے طرز عمل کا حوالہ دیتے ہوئے تقسیم میراث سے توصیہ صادر کر دیا البتہ

مبارک قلب کے لئے یہ صورت مکمل کی مددینہ کی جائیداد یعنی بنو نضیر کی زمین کا انتظام تو حضرت عباس اور حضرت علی کے ہاتھ میں دے دیا کہ مشترک طور پر دونوں مل کر اس جائیداد کا انتظام کرو اور ان دونوں سے یہ عہد لے لیا کہ تم اس کی آمدنی کو ان ہی مقاصد میں خرچ کرنا کہ جہاں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے اور دونوں سے اس کا اقرار لے لیا اور اس اقرار سے ان پر یہ بات واضح کر دی کہ میراث نہیں بلکہ وقف ہے ان دونوں حضرات نے اس صورت کو منظور کر لیا اور مشترک طور پر بغیر تنگ کے دونوں مدینہ کی جائیداد کے متولی اور ناظم ہو گئے۔

اور غیر اہل تنگ کی زمینیں تھیں ان کا انتظام حضرت عمرؓ نے اپنے پاس رکھا، اس طرح حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کی مہر و کرز مینوں کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا ایک اموال بنی نضیر یعنی جائیداد مدینہ جن میں سے اہل بیت انصاری مطہرات کے سالانہ مصارف دینے جاتے تھے اس کا انتظام تو حضرت علی اور حضرت عباس کے سپرد کر دیا اس لئے کہ دونوں حضرات اہل بیت کی عز و ریات اور مصارف سے کوئی واقف تھے اور اسی لئے یہ دونوں حضرات عواست کا تولیت ہوتے کہ وقف

نبوی میں زوی القربی یعنی اقربا نبوی کا بھی حق ہے بلکہ ان کا حق سب سے مقدم ہے اور یہ دونوں حضرات زوی القربی اموال اور ان کی عز و ریات سے کوئی واقف تھے اس لئے حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ یہ جائیداد ان کی تولیت میں دے دینا زیادہ مناسب ہے اور لا محنت مانتا کہ حد قریہ کا گھر گھر چرچا ہو چکا تھا اس لئے اب یہ اذیت نہیں کہ لوگ اس دینے کو میراث سمجھ جائیں گے اس لئے اموال بنی نضیر کو ان دونوں کی تولیت میں دے دیا اور دوسری جائیداد یعنی فدک اور غیر کی جائیداد جس کی آمدنی مصارف عامہ میں صرف ہوتی تھی اس کا انتظام بحیثیت خلیفہ ہونے کے حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔

کچھ دنوں تک تو دونوں حضرات حضرت علی اور حضرت عباس متفق رہے اور مل کر جائیداد مدینہ کا انتظام کرتے رہے مگر کچھ عرصہ بعد دونوں میں اختلاف پیش آیا جیسا کہ جب ایک جائیداد کے دو منتظم ہوں تو اختلاف رائے کی وجہ سے نزاع کا پیش آنا مستبعد نہیں اسی طرح حضرت علی اور حضرت عباس میں دوبارہ انتظام جائیداد اختلاف و نزاع پیدا ہوا فیصلہ کے لئے دونوں حضرات عمرؓ کے پاس پہنچے اور یہ درخواست کی کہ تولیت کو تقسیم کر دیں کہ جائیداد مدینہ کے ایک نصف کا منتظم اور متولی حضرت علی کو بنا دیں اور دوسرے نصف کا منتظم اور متولی حضرت عباس کو بنا دیں تاکہ اختلاف اور باہمی عداوت سے محفوظ ہو جائیں گے مگر حضرت عمرؓ نے اس سے صاف انکار کر دیا اور یہ خیال فرمایا کہ اگر ہر ایک کو تولیت کا حصہ الگ الگ کر دیا گیا تو یہ صورت تقسیم میراث کی صورت کے مشابہ ہوگی، اس لئے حضرت عمرؓ نے تقسیم تولیت سے صاف انکار فرمایا اور یہ کہہ دیا کہ یہ تو قیامت تک بھی نہیں ہو سکے گا۔ (دمیرت مصطفیٰ بحوالہ اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۲۳) اور یہ فرمایا کہ اگر تم سے تولیت کا کام سزا انجام نہ پاسکے تو یہ زمین مجھے واپس کر دو، میں حسب سابق خود اس کا انتظام کروں گا۔

حضرت علی اور حضرت عباس کا حضرت عمرؓ سے اس بات کا عواست گار ہونا کہ آدھے آدھے بانٹ کر دونوں کو جدا جدا زمین کا متولی کر دیں یہ اس بات پر مشاہد ہے کہ یہ جگہ بڑا فقہانہ تولیت کا تھا میراث کا نہ تھا، میراث کے تقسیم کر دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ایک شے مشترک کو دو مالکوں میں تقسیم کر دینا عقلاً و نقلاً مستحسن ہے۔ نیز حضرت عمرؓ کا یہ عہد لینا کہ تم اس زمین میں وہی کرنا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے خود اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو متولی

کر کے دیا تھا نہ اس شرط کے کیا معنی ہاگ میراث میں دیا ہوتا تو میراث تو وارثوں کی ملک ہے اور ملک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہے کہ اپنے حصہ میں جو چاہے تصرف کرے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہؑ نے جب صدیق اکبرؑ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوام کے متر و کرمین وراثت نہیں ہوتی وہ جو کچھ چھوڑ دیں وہ سب نبی سبیل الصدقہ ہے۔

فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فہجرت ابا بکر الخ
اس پر حضرت فاطمہؑ ناراض ہو گئیں اور حضرت
ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا۔

الخ

بخاری ص ۳۳۵

اب اشکال یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ ارث انبوی لا نورث ما ترکنا صدقہ سننے کے بعد ناراض اور خفا کیوں ہوئیں؟
حضرات شیوخ کے نزدیک چونکہ حضرت سیدہ معصومہ تھیں اس لئے اشکال ان کے مسلک پر شدید ہے کہ ایسے
وقت میں جبکہ رسول اکرمؐ ہر دو عالم جیسے پدر بزرگوار کا حادثہ جاگہا پیش آیا ہو دنیا کی ایک حقیقہ چیز کا قصہ چھیرنا اور اس کو
اس قدر طول دینا کہ اپنے باپ کے خسر اور سرور عالم کے جانشین سے سلام و کلام ترک کر دینا کس قدر شانِ عظمت کے خلاف ہے
حضرات اہل تشیع کے ذمہ جواب واجب ہے وہ بتلائیں کہ حضرت سیدہ کیوں غصہ ہوئیں؟
ہم اہل سنت والجماعت فلانمان فلانان اہل نبوت و سنگان کو پر اہل بیت حضرت سیدہ کی برارت و نزاہت کے
لئے جو کچھ کرتے ہیں وہ سنئے۔

حضرت سیدہ کی ناراضی کے متعلق روایات میں جو الفاظ آئے ہیں وہ مختلف ہیں۔
اہل سنت کا جواب بعض میں تو لفظ فغضبت فاطمۃ آیا ہے جیسا کہ گذرا اور بعض روایات بخاری

و مسلم میں لفظ فوجہدت فاطمۃ آیا ہے جیسا کہ ماقب الباب یعنی بخاری ثانی ص ۱۷۱ میں ہے۔
اور لفظ وہدت جس طرح یعنی غضبت آتا ہے جو غصہ پر دلالت کرتا ہے اسی طرح یعنی تزویرت بھی آتا ہے جو حزن و غم
اور رنج و ملال پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت سیدہ نے جب صدیق اکبرؑ سے اپنا حصہ میراث طلب کیا اور صدیق اکبرؑ نے ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی یہ حدیث سنائی تو عجب نہیں کہ ان کو اس طلب گاری پر ایک گونہ ندامت اور رنج ہوا ہو، اس لئے کہ انبیاء و المرسلین اور اولیاء
کامیلین کا طریقہ یہ ہے کہ اگر ان سے ذمہ برابر ہے اعتدالی یا کوئی سہو و غفلت ظہور میں آجائے تو نادم و شرمندہ ہوتے ہیں۔
جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا بھول کر گیہوں کھانے پر نادم ہونا اور حضرت نوح علیہ السلام کا بے خبری میں اپنے فرزند کے لئے
دعا بجات پر نادم ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قتل پر شرمندہ ہونا خود قرآن کریم میں موجود ہے۔

پس عجب نہیں کہ حضرت سیدہ کو اس پر ندامت ہوئی ہو کہ میں نے لاعلمی میں کیوں میراث کا سوال کیا اگر مجھ کو
پہلے لا نورث ما ترکنا صدقہ کی خبر ہوئی تو ہرگز ہرگز میراث کا سوال نہ کرتی اور پھر اس ندامت و فحالت میں حضرت سیدہ کی
حالات کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کے باعث صدیق اکبرؑ کے ربط و ضبط میں فرق آ گیا ہو اور ملنا جلنا بدستور سابق

نہ ہا ہوا اور حضور پر نور کی وفات کا صدر کو کسی وقت دل سے جلد نہ ہوتا تھا۔

معاذ اللہ یہ نہ تھا کہ سلام و کلام کی بھی نوبت نہ آتی ہو ایسی متارکت تو تین دن سے زیادہ حرام ہے پوچھا جاتا تھا تمام عمر کے لئے ہو، نیز سب کو معلوم ہے کہ حدیق اکبر حضرت سیدہ کے کرم نہ تھے جن کے ساتھ ہمیشہ آپ کو سلام و کلام کا اتفاق ہوتا ہوا اور پھر غیر محرم سے بلا ضرورت سلام و کلام درست نہیں پس حضرت سیدہ کی یکسوئی اور علیؑ کی حلت و اصل یہ نیت اور اپنی علالت اور صدرہ مفارقت پدیری و نبوی تھی۔ ظاہر بیٹوں نے یہ سمجھا کہ شاید علیؑ کی اور یہ یکسوئی بوجہ عصبہ اور ناراضگی ہے اس لئے ان روایت کمرے والوں نے اپنی سمجھ کے موافق لفظ غضبت سے روایت کیا یا نیچے کے راویوں نے وجہت کی اصل روایت کو بغنی غضبت سمجھ کر لفظ غضبت کے ساتھ روایت بالمعنی کیا اصل اور صحیح روایت وجہت فاطمہ بمعنی عزت ہے اور غضبت فاطمہ روایت بالمعنی ہے جس کو راوی نے عصبہ اور ناراضگی سمجھ کر اپنا سمجھ کے مطابق روایت کیا ہے دراصل عصبہ اور ناراضگی نہ تھا بلکہ بمقتضائے بشری ایک طبعی رنج و آزر دگی تھی جو ان کے کمال بزرگی کی دلیل ہے اور وقتی اور عارضی طور پر کچھ شکر بھی ہو جانا یہ شان نبوت کے بھی خلاف نہیں جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے درمیان پیش آئی اس کو جھگڑا نہیں کہہ سکتے ایسے امور پیش آ ہی جاتے ہیں اور پھر بہت ہی جلد نازل ہو جاتے ہیں بلکہ د بسا اوقات از یاد محبت کا سبب بن جاتے ہیں اور پہلے سے زیادہ شیر و شکر ہو جاتے ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت سیدہ نے ایسے طرے اور رنج کے وقت میراث کیوں طلب کی؟

سوجواب یہ ہے کہ معاذ اللہ مقصود مال و منال نہ تھا بلکہ تبرک نبوی اور یادگار پدیری پیش نظر تھا، نیز رزق حلال کی طلب اور ایار اور انقیار کا شعار ہے اور ظاہر ہے کہ متروکہ نبوی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مال حلال نہیں ہو سکتا کہ جس میں کسی قسم کی بھی حرمت و کراہت کا احتمال بھی نہ ہو پس سیدہ کو یہ خیال ہوا کہ اگر آپ کا متروکہ مجھ کو مل جاتے تو بلاشبہ رزق حلال سے بے فکری ہو جاتے اور آپ کا تبرک اور آپ کی نشانی دل کی تسلی کا سامان ہو۔

میراث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور عثمان غنی اور علی مرتضیٰ اور حضرت عائشہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم گمراہ انبیاء کے مال میں میراث نہیں ہم جو کچھ چھوڑیں وہ سب خدا کی راہ میں صدقہ اور خیرات ہے۔

۱۔ حکمت اس میں یہ ہے کہ خلق خدا کو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرات انبیاء نے دعوت حق اور تبلیغ دین میں جو کچھ بھی محنت اور مشقت اٹھائی وہ معنی خدا تعالیٰ کے لئے تھی اس سے دنیا مطلوب نہ تھی یہاں تک کہ اولاد کو بھی اس میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔

۲۔ نیز انبیاء کرام امت کے حق میں روحانی باپ ہیں لہذا ان کا مال امت کے تمام افراد کے لئے وقف ہوگا کسی خاص فرد کے لئے مخصوص نہ ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

۲۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا حَرْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَارَةُ عَنْ عِكْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قُتِلَتْ نَعِيمٌ قُلْنَا أَلَا نَنْشَبُكَ مِنَ النَّبِيِّينَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب نعیم فوج ہوا تو ہم نے کہا کہ اب کجھوروں سے ہمارا جی بھر جائیگا

تشریحات

مطابقاً للترجمة ظاهرة في قوله "فتحت خيبر"

حتى يفتح الحار والدار وكسر الميم وتشديد الياء -

اس حدیث میں دعوتوں کی طرف اشارہ ہے مدینہ میں کھجوروں کی کثرت ہے مفتح غیر سے پہلے مسلمانوں میں تنگی تھی اس لئے فتح خیبر سے حضرت عائشہؓ کو خوشی ہوئی کہ اب مدینہ میں کھجوریں بکثرت آنے لگیں گی۔

۲۶۳۔ حدثنا الحسن بن علي بن فضال قال حدثنا عبد الرحمن بن عبد الله بن دينار عن ابيه عن ابن عمر قال ما شبعنا حتى فاتمنا خيبر -

ترجمہ :- ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ جب تک خیبر فتح نہیں ہوا تھا ہم نے جی بھر کر نہیں کھایا یعنی فتح خیبر سے پہلے ہم تنگی میں تھے فتح خیبر کے بعد مسلمانوں میں کثرت آئی کیونکہ خیبر کھجوروں کی پیداوار کے لئے مشہور تھا۔

مطابقاً للترجمة ظاهرة في قوله "حتى فاتمنا خيبر"

یہ حدیث حضرت عائشہؓ کی سابق حدیث کی تائید کرتی ہے۔

تشریحات

بَابُ اسْتِعْمَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ خَيْبَرَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل خیبر پر عامل مقرر کرنا۔

یعنی خیبر فتح ہونے کے بعد آپ نے خیبر کے پھلوں کو تقسیم کرنے کے لئے عامل مقرر کیا جیسا کہ ابھی حدیث شریف سے معلوم ہوگا۔

۲۶۴۔ حدثنا اسمعيل بن عمار قال حدثنا مالك بن عبد الحميد بن سعيد عن مسعود بن المسيب عن ابي سعيد الخدري وابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم استعمل رجلاً على خيبر نجاءً لا يتم جنيب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل ثمرة خيبر هكذا فقال لا والله يا رسول الله اننا لناخذ الصاع من هذا بالصاعين والقصاعين بالثلاثة فقال لا تفعل بع الجماعة بالدرهم ثم ابتع بالدرهم جنيباً -

ترجمہ :- حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی (سواد بن غزیہ) کو خیبر کا عامل مقرر کیا وہ وہاں سے عمدہ قسم کی کھجوریں لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی عمدہ ہوتی ہیں؟ انھوں نے عرض کیا نہیں خدا کی قسم یا رسول اللہ ہم اس طرح کی ایک صاع کھجور (یعنی عمدہ) دو صاع ناقص) کے بدلے میں اور دو صاع عمدہ (تین صاع ناقص) کے بدلے میں لیتے ہیں، تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس طرح نہ کیا کرو بلکہ (اگر عمدہ کھجور لانی ہو تو) ناقص کھجور پہلے درہم کے بدلے بیچ ڈالو پھر ان درہم سے عمدہ کھجور خرید لیا کرو۔

تشریحات

مطابقتاً لمرجعتی قوله استتعمل سر جلاً علی نجیباً

واحد یط مرتضیٰ البیورق ص ۲۹۳ و فی الوکالتہ مش ۳ و مہربانی المغتازی ص ۱۰۳

استتعمل سر جلاً وہ سواد بن غزیہ ہیں۔ سواد بفتح السین و تخفیف الواو و فی آخرہ دال۔
غزویۃ بفتح الغین الجیم و کسر الزای و تشدید الیاء علی وزن عطیہ قصص جنیب بفتح الجیم و کسر النون و سکون
الیاء و فی آخرہ بار موحدة بمعنی طیب، عمدہ۔

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ کجھوروں میں سب سے اعلیٰ اور عمدہ قسم کی کجھور کو جنیب کہتے ہیں۔

بج الجیم بفتح الجیم و سکون الیم مخلوط و پخیل کجھور یعنی اچھے اور خراب کا مخلوط کجھور ناقص و دی کجھور۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مستحکم جنس میں تفاضل و زیادتی جائز نہیں، کجھور اعلیٰ ہو یا ادنیٰ تفاضل و زیادتی
کے ساتھ فروخت کرنا ہوا کو مستحکم ہے جو حرام ہے۔ اسی ربوا سے پرہیز کے لئے آنحضرتؐ نے جائز طریقہ بتلایا کہ اس کو
مستقل و بیع کر دو۔

تفصیل ربوا کے لئے کتاب البیورق کا شمار فرمایئے۔

وقال عبد العزیز بن محمد عن عبد الحمید عن سعید بن ابی سعید و ابی ہریرۃ و ابی ہریرۃ حدیثا

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث اخابی عدی من الانصار الی نجیب فامرہا علیہا۔

اور عبد العزیز بن محمد نے بیان کیا ان سے عبد الحمید شیخ امام مالک نے ان سے سعید بن مسیب نے اور

ان سے ابوسعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ نے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے خاندان بنی عدی کے
بھائی ذمیعنی سواد بن غزیہ کو نجیب بھیجا اور انھیں وہاں کا عامل مقرر کیا۔

و عن عبد الحمید عن ابی صالح التمان عن ابی ہریرۃ و ابی سعید مثله۔

اور عبد الحمید سے روایت ہے کہ ان سے ابو صالح التمان نے اور ان سے ابو ہریرہؓ اور ابوسعید نے اسی طرح

روایت کی۔

اس کا مطلب ما قبل پر ہے یعنی عبد العزیز پر جو مالک کے شیخ عبد الحمید بن سہل سے روایت کرتے ہیں ان کے

دو شیخ ہیں یعنی اس حدیث کو عبد الحمید نے دو شیخ سے سنا ہے ایک سعید بن مسیب سے جیسا کہ حدیث ۱۶۴ کی سند

میں ہے اور دوسرا شیخ ابو صالح التمان ہیں جن کا نام ذکر ان سے جو اس تعلق میں مذکور ہے۔

باب معاملة النبی صلی اللہ علیہ وسلم اهل نجیب

نجیب ماعول سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ طے کرنا۔

تشریحات

نجیب نزع ہونے کے بعد مسلمانوں نے زمینوں پر قبضہ کر لیا اور آپؐ نے نجیب سے یہودیوں کے خراج

کا ارادہ فرمایا۔ لیکن یہودیوں نے آپؐ سے یہ درخواست کی کہ آپؐ نجیب کی زمینوں کو ہمارے قبضہ

میں رہنے دیجئے ہم زراعت کریں گے جو پیدا ہوگی اس کا نصف حصہ آپؐ کو دیا کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

درخواست منظور فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی صراحت فرمادیا۔

نفر کم دہا علی ذالک ما شئنا بخاری ص ۱۱۱ ہم جب تک چاہیں گے تم کو برقرار رکھیں گے۔
اس طرح کا معاملہ سب سے پہلے خیبر میں ہوا اس لئے ایسے معاملہ کا نام مجاہدہ ہو گیا۔
جب بٹانی کا وقت آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیداوار کا اندازہ کرنے کے لئے عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیجتے (ابوداؤد ص ۱۲۶)۔

عبداللہ بن رواحہؓ پیداوار کو دو حصوں پر تقسیم کر کے کہتے کہ جس حصہ کو چاہو لے لو، یہود اس عدل و انصاف کو دیکھ کر یہ کہنے کو زمین و آسمان ایسے ہی عدل پر تلم ہیں۔

۲۶۵۔ حدثنا موسیٰ بن اسمعیل قال حدثنا جویریة عن نافع عن عبد الله قال اعطى النبي صلی الله علیه وسلم خمیبر الیہود ان یعملوا وینزر عوہا ولہم شطراً ما یخرج منها۔
ترجمہ :- حضرت عبداللہؓ (ابن عمرؓ) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر دینی خیبر کے زمینات و باغات، یہود خیبر کو دیئے کہ وہ لوگ اس میں محنت کریں اور کھیتی کریں اور انہیں ان کی پیداوار کا آدھا حصہ ملے گا۔
تشریح :- مطابقتہ للترجمہ ظاہرہ۔ والحریث مضمی ص ۱۳۳

بَابُ الشَّاةِ الَّتِي سُمِّيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَأَنَّ
عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اس بکری کا پران جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا تھا۔ اس کو عروہ نے حضرت عائشہؓ سے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

۲۶۶۔ حدثنا عبد الله بن يوسف قال حدثنا الليث حدثنا سعيد عن ابی هريرة قال لما فتح
خَيْبَرُ اهديت لرسول الله صلی الله علیه وسلم شاة فینها سمٌّ۔
ترجمہ :- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری دہنی ہوئی،
بطور ہدیہ پیش کی گئی جس میں زہر ملا ہوا تھا۔

مطابقتہ للترجمہ فی قولہ لسا فتحت خیبَرَ

والحریث قد مر مفصلاً ص ۲۲۹۔

تشریحات

خیبر فتح ہونے کے بعد بھی یہودیوں کی کج روی و مخفی شراکتیں جاری رہیں، اسلام بن مسلم، یہودی کی بیوی زینب نے ایک بکری پہکا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دیا اور اس میں زہر ملا دیا۔ تفصیل کے لئے عروہؓ خیبر دیکھئے۔



باب غزوة زید بن حارثة

غزوة زید بن حارثة کا بیان

حضرت زید بن حارثة حضرت زید بن حارثة حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام ہیں لیکن یہ زید ہااصل عربی النسل بنی کلب میں سے تھے، زمانہ جاہلیت میں لڑکپن کے اندر کسی غلام نے ان کو پکڑ لیا اور غلام بنا کر مکہ کے بازار عکاظ میں لاکر فروخت کیا کیونکہ حرام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کے لئے ان کو خرید لیا، جب حضور نور کا نکاح حضرت خدیجہ سے ہوا تو خدیجہ نے زید کو آنحضرت کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کر دیا۔

زید کے والد کو ان کے فراق کا بہت درد تھا وہ زید کے درد میں روتے اور اشعار پڑھتے پھر اکتے اور روتے ہوتے ڈھونڈتے پھرتے، بالآخر جب ان کے گھر والوں کو یہ معلوم ہوا تو حضرت زید کے والد چچا اور بھائی حضرت کی خدمت میں پہنچے کہ آپ معاہدہ نہ کرے کہ ہمارے حملے نہ کریں، آنحضرت نے فرمایا کہ معاہدہ کی ضرورت نہیں اگر تمہاری ساتھ جانا چاہے تو خوشی سے لے جاؤ، انہوں نے حضرت زید سے دریافت کیا، حضرت زید نے کہا کہ میں حضرت کے پاس سے جانا نہیں چاہتا، آپ مجھے مائل باپ سے زیادہ چاہتے ہیں، آنحضرت نے ان کو آزاد کر دیا اور بیٹی دیجنی لے پالک منہ بولا بیٹا) بنایا اور ان کی پرورش فرمائی چنانچہ اس زمانہ کے رواج کے مطابق ان کو لوگ زید بن محمد کہہ کر پکارنے لگے قرآن حکیم نے اس کو جاہلیت کی رسم غلط قرار دے کر اس کی ممانعت کر دی اور حکم دیا اذعوہم کلابانہم هو اقسط عند اللہ (آیتہ سورہ احزاب) اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام نے ان کو زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنا چھوڑ دیا اور زید بن حارثة کہنے لگے۔

حضرت زید کا خاص شرف پورے قرآن میں انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی بڑے سے بڑے صحابی کا بھی نام ذکر نہیں کیا گیا، یہ خاص شرف صرف حضرت زید کو بخشا

گیا کہ ان کا نام قرآن میں تصریحاً وارد ہوا جیسا کہ ارشاد ہے فلما قضیٰ زید منها وطرا الآیۃ سورہ احزاب آیت ۴ اس کی حکمت بعض حضرات نے بھی بیان کی ہے کہ ان کی نسبت ولایت کو حکم قرآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطع کیا گیا تو ان کے لئے ایک بہت بڑے اعزاز سے محرومی ہوگئی اللہ تعالیٰ نے اس کا بدل اس طرح کر دیا کہ قرآن میں ان کا نام نہ کر کے فرمایا اور لفظ زید قرآن شریف کا ایک لفظ ہونے کی وجہ سے اس کے ہر حرف پر حسب وعدہ حدیث دس نیکیاں نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں، ان کا نام جب قرآن میں پڑھا جائے تو صرف ان کا نام لینے پڑتیں نیکیاں ملتی ہیں۔ زید بن حارثہ کو آنحضرت نے کئی لڑائیوں میں امیر شکر بنا کر بھیجا جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ میں نے زید بن حارثہ کے ساتھ سات جنگیں کی ہیں جس کے امیر حضرت زید تھے۔

دیکھاری ۳۳ سب سے پہلے نجد کی طرف جمادی الاخریٰ ۳۳ھ ملا بنو سلیم کی طرف ربیع الآخر ۳۳ھ ملا جیر قریش یعنی قافلہ قریش کی طرف جمادی الاولیٰ ۳۳ھ ملا بنو ثعلبہ کی طرف جمادی الاخریٰ ۳۳ھ ملا حسی (جگہ کا نام)

کی طرف سترہ علا وادی القریٰ کی طرف رمضان سترہ علا یعنی فزارہ کی طرف (فتح، عمدہ) حافظ مستقلانی کہتے ہیں کہ امام بخاری کی مراد یہاں یہی آخری غزوہ ہے جس کو سترہ ام قرقہ کہتے ہیں۔

ام قرقہ دیکبر العاقب و سکون المراد بعد ہافار، ایک عورت کی کنیت ہے جس کا نام فاطمہ بنت ربیعہ تھایہ عورت بنی فزارہ کی سردار تھی۔ اس سترہ کو سترہ بنی فزارہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

حضرت زید بن حارثہ تجارت کے لئے شام گئے تھے اور صحابہ کا مال بھی ان کے ساتھ تھا ٹوٹتے سترہ ام قرقہ وقت بنی فزارہ کے لوگوں نے انھیں مار کر زخمی کیا اور تمام سامان چھین لیا، حضرت زید مدینہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر حضرت زید کی سرکردگی میں روانہ کیا، اس دفعہ حضرت زید نے بنی فزارہ سے بدلہ لیا، کچھ لوگوں کو قتل کیا اور باقی بھاگ گئے۔ حافظ مستقلانی لکھتے ہیں کہ بنی فزارہ کے سردار ام قرقہ کو حضرت زید نے دو گھوڑوں کی دم میں باندھ کر گھسیٹا جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور اس کی ایک بیٹی بہت خوبصورت تھی جو گرفتار عورتوں کے ساتھ مدینہ لائی گئی۔

۲۶۷۔ حَدَّثَنَا مَسَدٌ قَالَ حَدَّثَنَا جَبِي بِنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عَمْرِو قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسَامَةَ عَلِيَّ قَوْمٍ فَطَعَنُوا فِي أَمَارَتِهِ فَقَالَ إِنْ تَطَعَنُوا فِي أَمَارَتِهِ فَقَدْ طَعَنْتُمْ فِي أَمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ وَإِيْمُ اللَّهِ لَقَدْ كَانَ خَلِيقًا لِلأَمَارَةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَعْمَتِ النَّاسِ إِلَى وَإِنْ هَذَا السِّنِ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى بَعْدَهُ۔

ترجمہ :- حضرت ابن عمر سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ ایک جماعت کا امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زیدؓ کو بنایا۔ سوان کی امارت پر بعض لوگوں کو اعتراض ہوا کہ یہ کسی لڑکا ہے یا غلام زادہ ہے، تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تم اس (اسامہ بن زید) کی امارت پر اعتراض کرتے ہو سو تم اس سے پہلے اس کے باپ (زید بن حارثہ) کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو حالانکہ خدا کی قسم وہ امارت کے لائق اور اہل تھے اس کے علاوہ وہ مجھے سب سے زیادہ عزیز تھے اور بلاشبہ یہ (اسامہ) اس کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمہ "فقد طعنتم في امارته قبله من قبله۔
والحدیث معنی فی المناقب ۵۲۵۔

علامہ عینی حدیث کی مذکورہ مطابقت پر ناراضگی کا اظہار فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی عرض مطابقت مذکورہ یعنی فقد طعنتم، الخ نہیں ہے بلکہ مطابقتہ للترجمہ فی قولہ "سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسَامَةَ عَلِيَّ قَوْمٍ" حالانکہ اس صورت میں زید بن حارثہ کا کوئی ذکر نہیں آتا ہے اس لئے احقر کے نزدیک وہی صحیح ہے جو حافظ مستقلانی نے فتح الباری میں بیان کیا ہے۔

ان طعنہ کرنے والوں کا سردار عیاش بن ربیعہ تھا اس نے کہا کہ ایک کم سن لڑکے کو کبار مہاجرین کا امیر و امیر بنا دیا گیا ہے پھر دوسرے لوگ بھی گفتگو کرنے لگے۔ یہ خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی تو حضرت عمرؓ نے رد کیا اور آنحضرتؐ کو اطلاع دی۔

آپ خفا ہوئے اور یہ خطبہ مذکورہ سنایا اسی کو جمیش اس امر کہتے ہیں۔

مرض الموت میں آپ نے وصیت فرمائی کہ اسامہ کا لشکر روانہ کر دینا۔

اسامہ کے امیر بنانے میں یہ مصیبت تھی کہ ان کے والد ان کافروں کے ہاتھ سے مارے گئے تھے اسامہ کی دلجوئی کے علاوہ یہ بھی خیال تھا کہ وہ اپنے والد کی شہادت یاد کر کے ان کافروں سے دل کھول کر لڑیں گے۔ اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضل کی امداد جائز ہے کیونکہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما بلاشبہ اسامہ سے افضل تھے۔

بَابُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ

یہ باب عمرۃ القضاء کے بیان میں ہے

ایک شبہ اور اس کا ازالہ | یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کتاب المغازی ہے اس میں تو صرف غزوات و سرایا کا ذکر ہونا چاہئے، عمرہ کا بیان کیوں اور کیسے آیا؟

جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عمرۃ القضاء کے لئے ہتھیاروں کے ساتھ نکلے تھے کہ شاید کفار قریش سے معاہدے کی غلاف بندی کریں اور شرارت کریں اس لئے احتیاطاً آلات حرب لے کر نکلے تو چونکہ آنحضرت ہتھیاروں کے ساتھ شذہ ذی قعدہ میں عمرہ قضا کے لئے نکلے تھے اس لئے اس کو مغازی میں بیان کیا گیا کیونکہ غزوہ کے لئے قتال شرط نہیں ہے۔ وقال ابن الاثیر داخل البغمامی عمرۃ القضاء فی المغازی لکونہا مسببۃ عن غزوۃ الیحد یبیتۃ " ابن کثیر کہتے ہیں کہ چونکہ عمرۃ القضا کا اصل سبب غزوہ حدیبیہ تھا اس لئے امام بخاری نے عمرۃ القضا کو مغازی میں شامل کیا ہے۔

عمرۃ القضاء شذہ | صلح حدیبیہ میں قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ اس سال بغیر عمرہ کئے ہوئے واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لئے آئیں اور عمرہ کر کے تین دن میں واپس ہو جائیں۔

اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شذہ ذی قعدہ کا چاند دیکھ کر صحابہ کو حکم دیا کہ اس عمرہ کی قضا کے لئے روانہ ہوں جس سے مشرکین نے حدیبیہ میں سجدہ حرام سے روکا تھا اور آنحضرت نے یہ بھی حکم دیا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے چنانچہ بجز ان لوگوں کے جو اس عمرہ میں شہید ہو چکے تھے یا وفات پا چکے تھے کوئی شخص بغیر شریک ہوئے باقی نہ رہا۔

اس طرح دو ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ آپ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے حافظ عسقلانی فرماتے ہیں۔

وقال الحاکم فی الاکیلیں تو اترت الانجارۃ صلی اللہ علیہ وسلم لہا حل ذوالقعدہ امرا صحابہ ان یعمروا قضا عمرتہم وان لا یتخلف۔ الخ
فتح الباری ص ۳۵۳

حاکم اکیلیں میں فرماتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ کا چاند دیکھ کر اپنے اصحاب کو اس عمرہ کی قضا کا حکم دیا جس کو سال گذشتہ حدیبیہ

میں قریش کے روکنے کی وجہ سے نہیں کر سکے تھے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ مدینہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی باقی نہ رہ جائے چنانچہ سوائے ان لوگوں کے جو اس اثنا میں شہید ہو چکے یا وفات پا چکے تھے سب آپ کے ساتھ عمرہ کی قضا کے لئے روانہ ہوئے ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی آپ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے جن کی موجودگی تفہیم اور پوں کے علاوہ دو ہزار تھی۔

جب آپ ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ نے احرام باندھا اور تلیمہ کہا جب آپ مع اصحاب بطن یانج (مذون) مسج) ایک مقام پر ہوئے تو میل کے فاصلہ پر رہے، پہنچے تو کفار قریش نے ہتھیاروں کو دیکھ کر کہا کہ یہ جو لوگ کا ارادہ معلوم ہوتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں صلح علی الحال قائم ہے آپ نے تلواروں کے علاوہ ہتھیاروں کو بطن یانج میں چھوڑ دیا اور حفاظت کے لئے دو سو آدمیوں کا ایک دستہ مقرر کر دیا اور آپ مع اصحاب لبیک کہتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے۔ اور عبداللہ بن رواحہ آپ کی ناقہ قصویٰ کی ہمارے کپڑے ہوتے یہ بجز نہ پڑھتے ہوئے جا رہے تھے۔

غلبوا بنی الکفار عن سبیلہ ۛ قد انزل الرحمن فی تنزیلہ
اے کافروں کی اولاد آنحضرت کا راستہ چھوڑ دو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ حکم نازل کیا ہے۔
بان نصیرا القتل فی سبیلہ ۛ نحن قتلناکم علیٰ تاویلہ
کہ بہترین قتل وہ ہے کہ خدا کی راہ میں ہو ہم تم سے جہاد و قتال اس کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔

کما قتلناکم علیٰ تنزیلہ

جیسے ہم نے تم سے قتال کیا اس کے قرآن منزل کے مطابق۔

علامہ زرقانی نے علیٰ تاویلہ اور علیٰ تنزیلہ کا مطلب یہ بیان کیا کہ علیٰ انکار تاویلہ و علیٰ انکار تنزیلہ یعنی ہم تم سے جہاد و قتال کرتے ہیں اس کا حکم نمانے کی وجہ سے اور اس کے قرآن منزل کو نہ ماننے کی وجہ سے۔

زیہتی نے اور اضافہ کیا ہے من رثا رخیل راجع الی الفتح۔

حضرت عمرؓ نے کہا اے ابن رواحہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر پڑھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے عمر رہنے دو یہ شعر کافروں کے حق میں تیرا ہی سے زیادہ سخت ہیں۔

رواحہ ترمذی وقتال الترمذی حسن غریب

یہ تمام تفصیل فتح الباری ص ۳۵۳ میں مذکور ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ یہ پڑھو لا اللہ الا اللہ وانجزو عدلا ونصرا عبدا وحرما ولا خذاب وخذلا عبداللہ بن رواحہ کے ساتھ اور صحابہ بھی ان کلمات کو پڑھتے جاتے تھے۔

اس مشن سے مکہ میں داخل ہوئے، بیت اللہ کا طواف کیا اور سعی بین الصفا والمروہ مکہ کے حدی کو پھر فرمایا۔ اور حلال ہو گئے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بطن یانج چلے جائیں اور جو لوگ اسکو کی حفاظت کے لئے وہاں چھوڑ دیئے گئے تھے وہ آکر طواف اور سعی کر لیں اور یہ فرما کر کہ جنتہ اللہ کے اندر تشریف لے گئے

ظہر تک اندر ہی رہے، آپ کے حکم سے خانہ کعبہ کی چھت پر حضرت بلال نے ظہر کی اذان دی۔ دسیرت مصطفیٰ بحوالہ الطبقات الکبریٰ

قریش نے اگرچہ اندھے معاہدہ آپ کو عذر کرنے کی اجازت دے دی لیکن شدت غیظ اور غایت حسد کی وجہ سے آپ کے اصحاب کو دیکھ نہ سکے اس لئے سرمدان قریش اور ان کے بڑے بڑے لوگ مکہ مکرمہ چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے گئے۔

اس عذر کو عذرہ قضا کیوں کہتے ہیں؟ اقوال مختلف ہیں:-

وجہ تیسرا پہلی اور اصل وجہ تو یہی ہے جو میں نے عذرہ القنار کے واقعہ میں بیان کر دیا ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے یہ امر بخوبی واضح ہے کہ اگر کسی وجہ سے عذرہ اذبح نہ کر سکے تو سال آئندہ اس کی قضا واجب ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا یہ مسلک ہے چنانچہ سنہ ۱۰ھ کے عذرہ مدینہ کی قضا سنہ ۱۱ھ میں بنام عذرہ قضا پورا گیا۔ اب رہا یہ کہ شمار میں عذرہ مدینہ مستقل ہے سو باعتبار اجر و ثواب کے عذر سے چار ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو عذرہ القنار اس لئے کہتے ہیں کہ یہ عذرہ اس قضا یعنی فیصلہ کے مطابق کیا گیا جو آپ نے کفار قریش کے ساتھ کیا تھا۔

اس اختلاف کا منشاء اور مدار مسئلہ حصار پر ہے، معززات شوافع کے نزدیک قربانی واجب لیکن قضا واجب نہیں بلکہ احناف کے کہ ان کے نزدیک قضا واجب ہے اسی وجہ سے وجہ تیسرے میں اختلاف ہے۔ تفصیل کے لئے کتاب الحج ملاحظہ فرمائیے۔

ذکر انس بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا ہے۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس کا مقصد حضرت انس کی وہ حدیث ہے جس کو عبدالرزاق نے انس سے روایت کیا ہے عن انس بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکة في عمرة القنار۔

۲۶۸۔ حدثنا عبد اللہ بن موسیٰ عن اسر امیل عن ابی اسحق عن البراء قال اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذی القعدة فانی اهل مکة ان یدعوا یدخل مکة حتی قاضاهم علی ان یقیم بہا ثلثة ايام فلما کتبوا الکتاب کتبوا ہذا اما قاضی علیہ محمد رسول اللہ قالوا لا نقر بہذا لو نعلم انک رسول اللہ ما منعناک شیئا ولكن انک محمد بن عبد اللہ فقال انا رسول اللہ وانا محمد بن عبد اللہ ثم قال لعابی انا رسول اللہ قال علی لا واللہ الا اعود ابدا فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکتاب ولیس یحسن یکتب فکتب ہذا اما قاضی محمد بن عبد اللہ لا یدخل مکة السلاخ الا السیف فی القرب وان لا یخرج من اهلها باحد ان اراد ان یتبعہ وان لا یمنع من اصحابہ اهدا

ان اراد ان یقیم بہا فلما دخلها ومضى الاجل فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبتعشہ
ابنتہ حنظلہ فتادی یا عقی یا عقی فتناولہا علیاً فاخذ بیدہا وقال لیا طبتہ دونی ابنتہ عبت
صلتہا فاخصم فیہا علیاً وزیداً وجعفراً قال علیاً انا اخذتہا وہی بنت عیبی وقال جعفر
ابنتہ عقی وخالثہا تحتی وقال زیداً ابنتہ آخی فقبضی بہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لیخالثہا وقال الخالۃ بمنزلہ الاکم وقال لعلی انت منی وانا منک وقال لجعفر اشبهت
خلقی وخلقی وقال لزید انت اعموناً ومولانا قال علی الانتزوح ابنتہ حنظلہ قال انتہا
ابنتہ آخی من الرضا ع۔

ترجمہ :- حضرت براء سے روایت ہے آپ نے یہاں کیا کبزی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ میں عمرہ کا احرام
باندھا سو کفار مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا، انحران لوگوں سے مصالحت اس پر ہوئی کہ آئندہ سال
آپ مکہ میں تین دن قیام کر سکتے ہیں چنانچہ جب صلح نامہ لکھنے کا ارادہ کیا تو لکھا ہلا الیہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد
رسول اللہ صلعم نے صلح کی، کفار مکہ کہنے لگے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے، اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو ہم لوگ آپ کو
کچھ نہیں روکتے آپ تو بس محمد بن عبداللہ ہیں، آنحضرت نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔
(مطلب یہ ہے کہ ان دونوں صفوں میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ تلامذہ ہے اس لئے کسی ایک کا ذکر کرنا کافی ہے) پھر آپ
نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ رسول اللہ کا لفظ مشاؤ، حضرت علیؑ نے کہا اگرگز نہیں خدا کی قسم میں یہ لفظ ہرگز نہیں مشاؤ
پھر آنحضرت نے وہ تحریر اپنے ہاتھ میں لے لی، آپ لکھنا نہیں جانتے تھے پھر بھی آپ نے لکھا ”یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد بن
عبداللہ نے کیا کہ وہ ہتھیارے کر مکہ میں نہیں داخل ہوں گے ابنتہ ایسی تلوار جو نیام میں ہو سکتی تھ لا سکتے ہیں اور یہ کہ اہل
مکہ میں سے اگر کوئی ان کے ساتھ جانا چاہے گا تو وہ اسے اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے اور یہ کہ آپ کے احباب میں
سے اگر کوئی مکہ میں رہنا چاہے گا تو اسے آپ نہیں روکیں گے، پھر جب آئندہ سال مدینہ میں آنحضرتؐ دعوہ قضا
کے لئے مکہ میں داخل ہوئے اور تین دن کی مدت پوری ہو گئی تو کفار قریش علیؑ کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے ساتھی
(یعنی آنحضرتؐ) سے کہو کہ اب ہمارے یہاں سے چلے جائیں کیونکہ مدت پوری ہو گئی ہے جب آنحضرتؐ مکہ سے نکلے تو
حضرت حمزہ کی بیٹی آپ کے پیچھے اسے چچا پکارتی ہوئی آئی، سو حضرت علیؑ نے انہیں لے لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر
حضرت فاطمہ کے پاس لے آئے اور کہا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو لو، حضرت فاطمہ نے اپنے کجاوے میں اٹھایا (مدینہ پہنچ
کر ان کی پرورش کے لئے انہیں اپنے پاس رکھنے میں، علیؑ، جعفرؑ اور زیدؑ کا اختلاف ہوا، علیؑ نے کہا میں اسے اپنے
ساتھ لیا ہوں اور یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، جعفرؑ نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہیں
اور زیدؑ نے کہا کہ یہ میری بیٹی کی بیٹی ہے، سو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ فرمایا۔
دو جو جعفر کے نکاح میں تھیں، اور فرمایا کہ خالہ ماں کے درجے میں ہوتی ہے اور آپ نے علیؑ سے فرمایا کہ تم مجھ سے
ہو اور میں تم سے ہوں اور آپ نے جعفر سے فرمایا کہ تم شکل و صورت اور اخلاق و عادت (یعنی صورت و میرت)
میں مجھ سے مشابہ ہو، اور آپ نے زید سے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی اور ہمارے مولیٰ ہو۔ علیؑ نے آنحضرتؐ سے

تشریحات مطابقتہ للترجمہ فی قولہ "فاعتمر من العام المقبل" وهو عمرة القطار۔

والحدیث قد مضی فی الصلح ص ۲۱۴

۲۶۰۔ حدثنی عثمان بن ابی شیبۃ قال حدثنا جریر عن منصور عن مجاہد قال دخلت انا وعروة بن الزبیر المسجد فاذا عبد اللہ بن عمر جالس الی حجر عائشة ثم قال کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعاً احد اھن فی رجب ثم سئمنا استئنان عائشة قال عروة یا ام المومنین اکیا تسمعن ما یقول ابو عبد الرحمن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعتمر اربعاً عمرہ فکنت ما اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ الا وهو شاہدہ وما اعتمر فی رجب قط۔

ترجمہ :- مجاہد سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ ابن اعرابہ بن زبیر مسجد نبوی (میں داخل ہوئے تو عبد اللہ بن عمر حضرت عائشہ کے حجرہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، عروہ نے سوال کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے تھے؟ ابن عمر نے فرمایا کہ چار اور ایک ان میں سے رجب میں تھا، پھر ہم نے عائشہ سے کہہ دیا اپنے حجرہ میں، مسواک کرنے کی آہٹ سنی، عروہ نے عرض کیا اے ام المومنین آپ نے سنا نہیں؟ ابو عبد الرحمن (عبد اللہ بن عمر) کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے تھے ام المومنین نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی عمرہ کیا تو وہ آپ کے ساتھ ساتھ تھے لیکن آپ نے کبھی رجب میں عمرہ نہیں کیا ہے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمہ توخذ من قولہ "اربعاً" لان احد من عمرة القطار۔

والحدیث قد مضی بانتم من فی ابواب العمرة ص ۲۳۳۔

حضرت عائشہ کی یہ بات سن کر حضرت ابن عمرؓ خاموش ہو گئے جس سے حضرت عائشہ کی بات کا صحیح ہونا

ثابت ہوا۔

۲۶۱۔ حدثنا عائشہ بن عبد اللہ قال حدثنا سفین بن اسماعیل بن ابی نعالہ سیرع ابن ابی اوفیٰ یقول لثما اعتمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستیناً من قبل ان یشرکین ومنہم ان یؤذوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ :- ابن ابی اوفیٰ بیان کرتے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا (یعنی عمرہ قضا، تو ہم لوگوں نے آپ کو مشرکین کے رد کوں اور مشرکین سے پردہ کر لیا (یعنی آپ کی حفاظت کرتے رہے) کہ مبادا وہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچادیں۔

تشریحات مطابقتہ للترجمہ فی قولہ "لثما اعتمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اس لئے

کہ اس سے مراد عمرة القطار ہے۔

والحدیث قد مضی فی عروۃ الحدیث ص ۲۱۴

یہ حدیث امام بیہقی کی حدیث ۱۱۵ ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ جب آنحضرتؐ نے سعی کی بین الصفا والمروة

تو ہم اہل مکہ سے آپ کی حفاظت کر رہے تھے تاکہ کوئی آپ کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچا سکے۔

۲۵۲۔ حدیثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا حماد بن زید بن زید عن یوب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قدام رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه فقتل المشركون ان الله يقدم عليكم وقد وهنهم هببي يثريب وافر هفم النبي صلى الله عليه وسلم ان يروا ولا الا شواطئ الثلثة وان يمشوا ما بين اركانين ولم يمتعه ان ياما هم ان يروا ولا شواطئ كلها الا ابقاء عليهم وزاد ابن سلمة عن يوب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس لما قدم النبي صلى الله عليه وسلم ليكاوه الذي استامن قال اهل ملو اليرى المشركون قوتهم والمشركون من قبل قعيقان۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ (عمرہ قضا کے لئے مکہ) تشریف لائے تو مشرکین مکہ نے کہا کہ تمہارے یہاں وہ لوگ آرہے ہیں جنہیں شرب (مدینہ) کے بخار نے کمزور کر دیا ہے اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ طواف کئے تین چکر وہاں میں رمل کریں (یعنی اگر وہ چلیں تاکہ مشرکین مکہ کو مسلمانوں کی قوت کا اندازہ ہو سکے) اور دو دن رکن یعنی رکن یمان اور حجر اسود کے درمیان حسب معمول چلیں، تمام چکروں میں رمل کرنے (اگر چکر چلنے کا حکم آپ نے اس لئے نہیں دیا کہ کہیں یہ (امت پر) دشوار نہ ہو جائے۔ اور ابن سلمیٰ نے ایوب کے واسطے سے یہ اضافہ کیا ہے ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سال عمرہ کرنے آئے جس سال مشرکین نے آپ کو امن دیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ چلوں تاکہ مشرکین اصحاب کی قوت کو دیکھیں مشرکین جبل قعيقان کی طرف تھے۔

تشریحیات

مطابقتہ للزجرتہ توفد من قولہ قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه یعنی عمرہ قضا کے لئے مکہ تشریف لائے۔

والصحيح قد مر في الحج ص ۱۵۱

وقد يقع الواو وسكون الفاء اي قوم. قعيقان مكة من ابيك پہاڑ ہے جہاں سے مشرکین دیکھ رہے تھے سلم کی ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ مشرکین کہنے لگے یہ لوگ تو طاقت ور اور مضبوط ہیں۔

۲۵۳۔ حدیثنا محمد بن سفیان بن عیینة عن عمرو بن عطاء عن ابن عباس قال انما سعى النبي صلى الله عليه وسلم بالبيت وبين الصفا والمروة ليرى المشركين قوتة۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے طواف میں رمل اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی (یعنی تیز چلے) تاکہ مشرکین کو اپنی طاقت دکھائیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے طواف میں رمل کیا اور رمل کہتے ہیں کہ منڈھے ہلاتے ہوتے اگر دیکھ چلنا سید نکال کر پہلو انوں کی طرح چلنا۔

یہ بھی حضرت ابن عباس سے روایت ہے دوسری سند سے۔

تشریحیات

۲۵۴۔ حدیثنا موسیٰ بن اسماعیل قال حدثنا وهيب قال حدثنا

ایوب عن عکرمة عن ابن عباس قال تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم میمونۃ
وہو محرمٌ وبنتی بہا وہو حلالٌ وماتت بسلام وزاد ابن اسحاق حدثنی ابن ابی نجیح
وابان بن صالح عن عطاء و مجاہد عن ابن عباس تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
میمونۃ فی عمرۃ القضاء۔

ترجمہ :- حضرت ابن عباس سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ سے
نکاح کیا تو آپ محرم تھے اور جب آپ نے ان سے غلوت کی تو آپ احرام کھول چکے تھے اور حضرت میمونہ کا انتقال اسی مقام
سرف میں ہوا جہاں آنحضرتؐ نے سب سے پہلے میمونہ سے غلوت کی تھی یہ مقام مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ مثال
العلامة یعنی "قلت علی سنتہ امیال من مکة" اور ابن اسحاق نے اپنی روایت میں اضافہ کیا ہے ان سے ابن ابی نعیم اور
ابان بن صالح نے حدیث بیان کی ان سے عطاء اور مجاہد نے اور ان سے ابن عباس نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت میمونہ سے عمرہ قضا میں نکاح کیا تھا۔

مطابقتہ للترجمہ من حیث ان تزوجہ صلی اللہ علیہ وسلم میمونۃ کان فی عمرۃ القضاء۔
والحدیث قد مر فی ابواب العمرة۔ ۲۴۵

تشریحات

حالت احرام میں محرم کے لئے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام
اعظم ابوحنیفہ، صاحبین، ابراہیم حنفی، سفیان ثوری، عطاء بن ابی رباح، مسروق اور عکرمہ وغیرہم
رحمہم اللہ کے نزدیک نکاح درست ہے البتہ حالت احرام میں طہی درست نہیں اور یہی ثابت ہے حضرت ابن عباس
حضرت ابن مسعود، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ، اور حضرت ام المومنین عائشہؓ سے ائمہ ثلاث، امام اوزاعی،
سعید بن مسیب وغیرہم رحمہم اللہ کے نزدیک محرم کے لئے حالت احرام میں نکاح درست نہیں بلکہ باطل ہے اور نہ کسی
دوسرے کا نکاح جائز۔ اور یہی ثابت ہے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے عمدۃ القاریؒ
اس اختلاف کی اصل اور بنیاد اس بات پر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے بحالت احرام نکاح
کیا تھا یا بحالت حلال؟

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت میمونہ سے نکاح عمرہ القضاء میں کیا۔

فریق اول کا دعویٰ ہے کہ یہ نکاح حالت احرام میں تھا اور فریق ثانی کا دعویٰ ہے کہ بحالت حلال تھا امام بخاریؒ
رحمہم اللہ ویلان فریق اول ہی کی طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ امام بخاریؒ نے مشغل باب باندھ ہے باب تزویج المسلمہ،
بخاری ص ۱۲۳، اسی طرح کتاب النکاح ص ۱۱۳ میں باب ہے باب نکاح المسلمہ اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث
ذکر کی ہے تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہو حرام۔ امام بخاریؒ نے اہل حدیث منع میں سے کسی
حدیث کو بخاری میں ذکر نہیں کیا ہے جس سے ان کے رجحان کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا رجحان حوا کی طرف ہے۔
فریق ثانی یعنی ائمہ ثلاث کے دلائل :-

۱۔ عن عثمان بن عفان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ینکح المسلم

ولاینکہ وکایت خطب (مسلم ۴۵۳) حضرت عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن نہ خود اپنا نکاح کرے نہ کسی دوسرے کا نکاح کر دے اور نہ نکاح کا پیغام دے۔

۲۔ عن ابی رافع قال تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میمونۃ وھو حلال و بخی بہا وھو حلال و کنت انما الرسول (ای القاصد) فیما بینہما (ترمذی ص ۳۱۱)

۳۔ عن یزید بن الاصم قال حدثتہنی میمونۃ بنت الحارث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوجھا وھو حلال قال وکانت نکالتی و نکالۃ ابن عباس (رواہ مسلم ص ۴۵۴) فریق اول یعنی فقہاء احناف کے دلائل۔

۱۔ حدیث مانی الباب و بخاری ص ۱۱۱ ایضاً ص ۱۱۲ ایضاً کتاب النکاح ص ۱۱۱ نیز مسلم ص ۴۵۴ اس کے علاوہ ابن عباس کی اس حدیث پر اکثر سنی متفق ہیں نیز صحاح ستہ کے علاوہ تمام محدثین اس کی تصحیح و تخریج پر متفق ہیں۔

۲۔ روی الطحاوی عن ابی ہریرۃ قال تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میمونۃ وھو حرام۔

۳۔ خرج ابن جبار فی صحیحہ و البیہقی فی سننہ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوج وھو حرام۔

امام طحاوی نے اس قسم کی کثیر احادیث سے آنحضرت کا نکاح بحالت احرام ثابت کیا ہے۔ ان احادیث کے لئے طحاوی شریف کی طرف مراجعت کی جاتے۔

انہ ثلاث کا سب سے بڑا استدلال حضرت عثمان بن عفان کی روایت سے ہے کہ لاینکہ المحرم الخ یہ معنی التواہل ہے خاص کر کہ وہ جب بعینہ اخبار ہو، مراد یہ ہے کہ نکاح اور انکاح اور طہارہ یہ شان محرم کے خلاف ہے کیونکہ احرام باندھ کر عشق و محبت میں استغراق چاہئے تو آنحضرت کا مقصد محرم کو نکاح اور انکاح سے بے رغبت کر دینا ہے کیونکہ یہ سب ہیجان شہوت کا دانی ہے اس سے تحریم نکاح مقصود نہیں اور اگر لاینکہ بعینہ ہی لیا جائے تو دفع تعارض بین الاحادیث کے لئے اس کو ہی تخریج پر عمل کیا جائے گا۔ دوسری دلیل ابورافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا تو حلال تھے اور نکاح کیا تو حلال تھے اور میں دونوں کے درمیان نکاح میں قاصد تھا اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں مطر ابورافع راوی ہیں جس کے متعلق امام نسائی فرماتے ہیں "لیس بالقوی" وعن احمد "کان فی حفظہ سوء"۔

دوسری بات یہ ہے کہ اتصال وانقطاع میں مضطرب ہے کما اشار الیہ الترمذی "قال ابو عیینہ ای الامام الترمذی ہذا حدیث حسن ولا نعلم احد الا سندہ غیر حماد بن زید عن مطر ابورافع الخ و رواہ مالک مرسل" و رواہ ایضاً سلیمان بن بلال عن ربیعہ مرسل (ترمذی ص ۳۱۱)

تیسری دلیل یزید بن ہمام کی روایت ہے کہ حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں ایک بہن کے لڑکے بن عباس یعنی بن عباس اور یزید بن الاصم دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔

یزید بن الامم سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا صاحبہ واقفہ الاممین میمونہؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضور اقدسؐ نے جب میمونہؓ دینی جہا سے نکاح کیا تو حلال تھے۔

جواب یہ ہے کہ اس میں بھی اختلاف ہے بعض روایات میں یزید کے بعد میمونہ کا ذکر ہے اور بعض میں بغیر ذکر میمونہ مرسل لایا گیا ہے۔ (ترمذی مسئلہ)

امام ترمذی کہتے ہیں قتال ابو عیسیٰ ہذا احدث غریب مروی غیر واحد ہذا الحدیث عن یزید بن الکصم مرسل الخ

ابورافع اور یزید کی حدیث میں جو وہو حلال کا لفظ آیا ہے اس کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نکاح تو بحالتِ احرام ہوا مگر اس کا ظہور بحالتِ حلال ہوا ہے کیونکہ ظہور نکاح طعام ولیمہ کے وقت ہوتا ہے جو بحالتِ حلال تھا۔

آخری بات یہ ہے کہ ابن عباسؓ کا علم و تعلق ان حضرات پر متفق تھا۔

امام طحاوی کہتے ہیں کہ ان بیانات سے معلوم ہو گیا کہ آثار کی قوت و ضعف کے اعتبار سے جواز کا قول راجح ہے۔ پھر قیاس اور نظر کے اعتبار سے بھی یہی راجح ہے کہ محرم کو وطی منع ہونے کی وجہ سے نکاح کا امتناع ضروری نہیں بالاتفاق محرم کو لوڑی خریدنا جائز ہے مگر وطی منع عورت کو خریدنا جائز ہے مگر استعمال منع، سیلا ہوا کپڑا خریدنا جائز ہے مگر پہننا منع۔ اسی طرح عورت سے گو وطی منع ہے مگر نکاح جائز۔

اگر کوئی کہے کہ نکاح اور خریداری میں فرق ہے رضائی بہن سے نکاح ناجائز ہے اور خریدنا جائز نکاح وہاں جائز نہیں ہو سکتا جہاں محل وطی نہ ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح ہے جہاں محل وطی نہ ہو وہاں نکاح جائز نہیں ہو سکتا مگر احرام کی وجہ سے وطی کا امتناع ایسا ہی ہے جیسا کہ رفقہ دار سے وطی منع ہے یا جیسے حائفہ سے وطی منع ہے مگر باوجود اس کے رفقہ دار اور حائفہ سے نکاح جائز ہے، ٹھیک اسی طرح احرام کی حالت میں وطی ممنوع ہے اور نکاح جائز۔

الغرض دونوں جانب روایات صحیحہ موجود ہیں ہاں اس میں شبہ نہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سنن ابی داؤد سے لیکن اعتیاد اجتناب میں ہے اور بحالتِ احرام نکاح کرنے سے پرہیز اولیٰ اور احوط ضرور ہے واللہ اعلم۔

باب غُرُوقِ مَوْتَةٍ مِنْ أَرْضِ الشَّامِ

یہ باب غرورہ موتہ کے بیان میں ہے جو ملک شام میں ہے۔

موتہ اکثر محدثین کے نزدیک بغیر میم و سکون واو بلا حمزہ ہے اور امام لغت بمر و کا یہی قول ہے لیکن بعض اہل لغت سے میم مفہوم کے بعد حمزہ کا کنہ کے ساتھ مؤنث منقول ہے (مدحہ، فتح)

موتہ ایک مقام کا نام ہے جو ملک شام میں بیت المقدس سے دو منزل کے فاصلہ پر علاقہ بلقا میں واقع ہے۔ جمادی الاولیٰ ستھ میں یہاں غرورہ ہوا۔ امام بخاری وغیرہ اس کو غرورہ موتہ کہتے ہیں اگرچہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہ تھے۔

غزوہ موتمرہ میں صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سلاطین اور امراء کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط رعاہ فرمائے تو شرمیل بن عمرو غسانی کے نام بھی ایک خط روانہ فرمایا شرمیل

قیصر کی طرف سے شام کا امیر تھا، عارض بن عمر جب آنحضرتؐ کا خط لے کر واپس کی طرف گئے اور رقام موتہ پہنچے تو شرمیل نے ان کو قتل کر دیا، آنحضرتؐ صدمہ کو قتل نہیں کیا کرتے تھے اور حضرتؐ کا کوئی قصاصدان کے سوا قتل ہوا اس لئے حضرتؐ نے عارض بن عمر کے انتقام کے لئے تین ہزار کا لشکر ماجادی الاوائی اس نہ میں موتہ کی طرف روانہ فرمایا اور حضرتؐ زید بن عارض کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور یہ اسٹا دفر مایا کہ اگر نید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر ہوں اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن ابی رعاہ امیر ہوں پھر اگر عبداللہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر بنا لیں (غزای صلا)، جب یہ حضرات معان میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ دو لاکھ کا لشکر جبارہ تین ہزار مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مقام بلقار میں جمع ہوا ہے اس خبر پر مسلمان متروک ہوئے اور دو روز تک معان میں ٹھہرے اور مشورہ کرتے رہے کہ کیا کرتا چاہئے؟

راستہ یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی جاتے۔ آپؐ یا تو امداد بھیجیں یا جیسا حکم دیں اس پر عمل ہو۔ عبداللہ بن رعاہ نے کہا ہے گوگو تم تو شہادت کی طلب میں نکلے ہو اور آج اسی کو مکہ وہ مجھ رہے ہو ہم کافروں سے قوت اور تعداد کے بھر سے پر نہیں لڑتے ہم تو صرف دین اسلام کے لئے لڑتے ہیں سو اٹھو اور چلو دو ٹیکوں میں سے ایک ضرور حاصل ہوگی فتح یا شہادت۔

یہ سن کر مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا اور سب نے کہا واللہ عبداللہ شہید کہتے ہیں اور سب کے سب موتہ کی طرف روانہ ہو گئے اور موتہ کے میدان میں دونوں جماعتیں مقابلہ کے لئے سامنے آئیں، پہلے حضرت زید بن عارض کے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا تھا انتہائی بہادری اور جہاد ہی سے لڑے اور شہید ہو گئے ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے جھنڈا سنبھالا اور لڑتے لڑتے جب دایاں ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ میں جھنڈا لیا جب پایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھنڈا گود میں لے لیا، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض میں ان کو دو بازو عطا فرمائے جن سے جنت میں فرشتوں کے ساتھ اٹھتے پھرتے ہیں اسی لئے حضرت جعفرؓ کو زوی الجناحین اور جعفر طیار کہتے ہیں، اسی بخاری صلا میں روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ جب حضرت جعفرؓ کے لڑنے کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے اسلام طیبک یا ابن زوی الجناحین

اسی بخاری کے صلا میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب ہم نے حضرت جعفرؓ کی لاش کو تلاش کیا تو تو سے سے زیادہ تیرا درد تلوار کے زخم تھے ایک روایت میں ہے کہ سب سامنے تھے پشت کی جانب کوئی زخم نہ تھا۔

حضرت جعفرؓ کے بعد حضرت عبداللہ بن رعاہؓ نے جھنڈا لیا اور وہ بھی شہید ہوئے ان کے بعد سارے مسلمانوں نے خالد بن ولیدؓ کے امیر ہونے پر اتفاق کر لیا۔ خالد بن ولیدؓ اسلامی جھنڈے کے لے کر آگے بڑھے اور نہایت بہادری و مردانگی سے دشمنوں کا مقابلہ کر لیا، اسی باب میں حدیث مذکور ہے۔ خود خالد بن ولیدؓ کا بیان ہے کہ غزوہ موتمرہ میں لڑتے لڑتے میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں صرف ایک بچانی تلوار میرے پاس باقی رہ گئی (بخاری صلا)۔

دوسرے روز خالد بن ولیدؓ نے لشکر کی ہیئت تبدیل کر دی جس سے دشمن مرعوب ہو گئے ادیبہ کے کہنتی مدد آ رہی تھی۔ اسی باب میں حدیث مذکور ہے حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ

موت کی خبر آنے سے پہلے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دی تھی آپ نے فرمایا کہ زید نے کلمہ لیا اور شہید ہوئے، پھر جعفر نے کلمہ لیا اور شہید ہوئے آپ یہ کہہ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر فرمایا کہ اب سیف من سیوف اللہ نے کلمہ لیا یہاں تک کہ اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی دیکھاری صلا

حضرت خالد بن ولیدؓ اللہ کی تلوار ہیں اور اس تلوار کا چلانے والا اور کافروں پر اس کا استعمال کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہر ہے کہ جس تلوار کو حق تعالیٰ چلائے اس تلوار سے کون بچ کر بچ سکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اول صدر مدرس دارالعلوم دیوبند فرمایا کرتے تھے کہ خالد بن ولیدؓ نے اپنی ساری عمر شہادت کی تمنا میں جہاد و قتال میں گزاری لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی اور شہادت ان کو نصیب نہ ہوئی مولانا یعقوب صاحب میں کچھ شانِ جذب کی تھی اسی شانِ جذب میں فرمایا کہ خالد بن ولیدؓ خواہ مخواہ ہی شہادت کی تمنا اور آرزو کرتے تھے ان کی اس تمنا اور آرزو کا پورا ہونا ناممکن اور محال تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تلوار بتایا ہوا ہے نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ موڑ سکتا ہے اللہ کی تلوار کا توڑنا ناممکن اور محال ہے۔

۲۶۵۔ حدثنا احمد بن حنبلہ قال حدثنا ابن وهب عن عمرو بن لحي عن ابن ابي هلال قال واخبرني نافع ان ابن عمر اخبرنا انه وقف على جعفر يومئذ وهو قتيلى فعدت به نحسين بين طعنة وضربة ليس منها نسيب حتى دبرته۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر کا بیان ہے کہ اس دن (یعنی غزوہ موتہ میں) حضرت جعفر کی لاش پر کھڑے ہو کر میں نے شمار کیا تو نیزوں اور تلواروں کے پچاس زخم ان کے جسم پر تھے لیکن پیچھے یعنی پشت پر ان میں سے کوئی زخم نہ تھا یعنی آخری وقت تک سیر نہ پھر رہے کسی وقت بھاگنے کے خیال سے پیچھے نہیں پھیری۔

مطابقہ للترجمہ تؤخذ من قوله يومئذ "یعنی غزوہ موتہ۔"

قال واخبرني نافع عن اس کا معطوف علیہ مذکور ہے وهو ان ابن ابي هلال حدثنا عمر بن الخطاب جری علی زید بن حارثہ وجعفر وعبد اللہ بن رواحہ يوم موتة من قتلهم الخ مطلب یہ ہے کہ عمرو بن الخطاب سے ابن ابي ہلال یعنی سعید بن ابی ہلال نے غزوہ موتہ کا حال بیان کیا کہ قتال کے وقت پہلے زید نے اسلامی جھنڈا لیا اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے تو حضرت جعفر نے پھر عبد اللہ بن رواحہ نے پھر خالد بن ولید نے جھنڈا سنبھالا یہاں تک کہ اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی، اتنا بیان کرنے کے بعد سعید بن ابی ہلال نے کہا واخبرني نافع "یعنی نافع مولیٰ عمرؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن عمر نے خبر دی کہ وہ (یعنی میں) اس دن یعنی غزوہ موتہ کے موقع پر حضرت جعفر کی لاش پر کھڑے ہو کر میں نے شمار کیا۔ الخ

حافظ عسقلانی کہتے ہیں کہ سعید بن ابی ہلال نے روایت کے آخر میں یہ بھی کہا ہے کہ مجھ کو خبر ملی کہ حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم ایک ہی قبر میں دفنائے گئے (فتح ص ۳۹)

۲۶۶۔ اخبرنا احمد بن حنبلہ قال حدثنا معمر بن عبد الرحمن عن عبد اللہ بن

سعید عن نافع عن عبد اللہ بن عمر قال اقرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوة موتة زید بن حارثة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قتل زید جعفر وان قتل جعفر فقتل اللہ بن رواحة قال عبد اللہ کنت فی تلک الغزوة فالتمسنا جعفر بن ابی طالب فوجدنا فی القتلی ووجدنا ما فی جسدہ بضعا وتسعين من طعنة ورمية -

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوة موتہ کے لشکر کا امیر زید بن حارثہ کو بنایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمادیا تھا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں گے اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔ عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ میں بھی اس غزوے میں شریک تھا بعد میں جب ہم نے جعفر بن ابی طالب کو تلاش کیا تو ان کی لاش ہمیں مقتولین میں ملی اور ان کے جسم میں اڑتے سے کچھ اوپر زخم تھیں اور تیروں کے ہم نے پائے۔

تشریحیات :- مطابقتہ للترجمہ فی قولہ " فی غزوة موتة "

اعراض و جواب حدیث سابق یعنی حدیث مطابقتہ میں گذرا کہ حضرت جعفر کے جسم پر پچاس زخم تھے اور اس روایت سے معلوم ہوا کہ اڑتے زخم تھے فکیف التوفیق۔

جواب علیہ ہے کہ مقصود عدد معین نہیں ہے بلکہ مقصود کثرت کو ظاہر کرنا ہے۔

علا حدوزائد یعنی اڑتے میں عدد قلیل یعنی پچاس داخل ہے فلا تعارض۔

جواب منہ حدیث سابق میں تھا کہ پچاس زخم تھے کہ ان میں سے کوئی زخم پشت پر نہ تھا تو ہو سکتا ہے کہ پچاس کے علاوہ باقی زخم پشت پر یا پہلو اور بغل میں ہو مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ متکل کے وقت آپ نے پیٹھ پھیری بلکہ ہو سکتا ہے کہ دشمنوں نے پیچھے سے اور بغل سے تیر مارا ہو۔

جواب منہ حدیث سابق میں پچاس زخم تیروں اور تلواروں کے تھے اس میں تیروں کے زخم کا ذکر نہیں تھا اس لئے ہو سکتا ہے کہ باقی زخم تیروں کے ہوں۔ واللہ اعلم۔

۲۷۷ - حدثنا احمد بن واقد قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن حمید بن ہلال عن النبی ان اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعا زیدا وجعفر او ابی رواحة للناس قبل ان یاتیہم خبرہم فقال ائخذ الراية زيدا فأصيب ثم ائخذ جعفر فأصيب ثم ائخذ ابی رواحة فأصيب وعینا نکدر فان ائخذ الراية سیف من سیوف اللہ حتی فتح اللہ علیہم۔

ترجمہ :- حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید، جعفر اور ابی رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر اس وقت صحابہ کو دے دی تھی جب ابی ان کے متعلق کوئی اطلاع نہیں تھی چنانچہ آپ فرماتے جا رہے تھے کہ زید نے جھنڈا لیا ہے اب وہ شہید کر دیے گئے اب جعفر نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید کر دیے گئے اب ابی رواحہ نے جھنڈا

یاد وہی شہید کر دیئے گئے اس وقت آنحضرت کی آنکھوں سے آنسو باری تھے آنحضرت کی تلواروں میں سے ایک تلوار ذوالدین ولید نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا آنحضرت نے ان کے ہاتھ پر قلع غبارت فرمائی۔

تشریحات مطابقتاً للترجمۃ طاهرہ کیونکہ آنحضرت نے جن حضرات کی شہادت کی خبر دی وہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔

یہ حدیث بخاری شریف میں چھ جگہ ہے فی الجمانہ ص ۱۱۱، الجہاد ص ۱۱۱، المناقب ص ۱۱۱، المناقب ص ۱۱۱، المغازی ص ۱۱۱۔

موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں بیان کیا ہے کہ یعلیٰ بن امیر غزوہ موتہ کی خبر لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اگر چاہو تو تم ہمیں خبر دو یا اگر کہو تو میں ہی تم کو اہل موتہ کا پورا حال سنا دوں انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ ہی سناؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا حال بیان فرمایا انہوں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے آپ نے تو ایک بات بھی چھوٹی۔
تفصیل کے لئے غزوہ موتہ پڑھئے۔

۲۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
عَمْرَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ
وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرِيحَةَ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرِفُ فِيهِ الْحَزَنُ
قَالَتْ عَائِشَةُ وَأَنَا ظَلَعُ مِنْ صَائِلِ الْبَابِ تَعْنِي مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاكَ سِرْجٌ فَقَالَ أَيْ
رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ قَالِ وَذَكَرَ بَكَاءَ هُنَّ فَامْرَأَةٌ أَنْ يَنْهَاهُنَّ قَالَ فَذَهَبَ الرَّجُلُ بِشَمِّ
أَيْ فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ وَذَكَرَ أَنَّ لَمْ يَطْعِمَهُ قَالَ فَا مَرِئًا فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ وَاللَّهِ لَعَدُوُّ
غَلْبِنَا فَرَعَمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَا حَمَكُ فِي أَعْوَاهُ هَمَّ مِنَ الشَّرَابِ
قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ أَرَأَيْتَ اللَّهُ أَنْفَكَ فَوَاللَّهِ مَا نَتَّ فَعَلُّ وَمَا شَرَكْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ جب ابن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے (یعنی مسجد میں) اور آپ کے چہرے سے غم ظاہر ہوا تھا۔ عائشہ نے بیان کیا کہ میں دروازے کی دروازہ (یعنی سوراخ) سے جھانک کر دیکھ رہی تھی اتنے میں ایک شخص نے آپ کے پاس آ کر عرض کیا یا رسول اللہ جعفر کے گھر کی عورتیں رو رہی ہیں۔ آنحضرت نے حکم دیا کہ انہیں روک دو، بیان کیا کہ وہ شخص گیا پھر آیا اور عرض کیا کہ میں نے انہیں روکا اور یہ بھی ذکر کر دیا کہ انہوں نے اس کی بات نہیں مانی، بیان کیا کہ آنحضرت نے پھر منع کرنے کے لئے فرمایا۔ وہ شخص پھر جا کر واپس آیا اور کہا متم خدا کی وہ تو ہم پر غالب آگئی ہیں (یعنی رونے سے باز نہیں آتی ہیں) حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ پھر ان کے منہ میں مٹی جھونک دو عائشہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا کہ اللہ تیری ناک بخار آلود کرے تو ایسا نہیں ہے کہ کر سکو (یعنی آنحضرت کے حکم کے مطابق تم روکنے سے رہے) اور تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو تکلیف دینا چھوڑا۔

تشریحیات | مطابقت للرحمۃ ظاہرہ کیونکہ زید بن حارثہ وغیرہ کی شہادت غزوہ موتہ ہی میں ہوئی۔
والحدیث معنی فی الجنازہ ص ۱۵۴۔

لہذا جہاں قتل زید الا شہادت کی خبر میں ہر دو احتمال ہیں مگر یہ کہ موتہ سے کوئی قاصد خبر لایا جیسا کہ حدیث ص ۱۵۴ کی تشریحیات موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے یعلیٰ بن امیہ کے متعلق گذرا۔

عائزہ بھی احتمال ہے کہ اس خبر شہادت سے حضرت جبریلؑ کی خبر مراد ہو گا مگر الخاقدی عن شیخہ وفت الراء لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نظرانی مکررتہ القوم کثانی الخصاص للسیوطی ص ۱۲۲۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس روز اور جس وقت مقام موتہ میں غازیان اسلام کی شہادت کا وہ حادثہ پیش آ رہا تھا تو عنی نے سرزمینِ رشام کو اپنی قدرت کا ملکہ سے آپ کے سامنے کر دیا کہ میدان کارزار آپ کی نظروں کے سامنے تھا آپ کے اور مقام موتہ کے درمیان سے تمام جملہات اشادیئے گئے تھے تقریباً یہی معنوں ہے البدیہ والنہایہ ص ۱۲۲۔

یعراف فیہ الجنان ظاہر ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین تھے آپ کی شان رحیمی کا تقاضا تھا کہ صواب کرام کی مصیبت کا اثر چلے اور یہ بنا بقضائے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ تو تقاضا ہے بشری ہے۔

نساء جعفریہ چونکہ حضرت جعفرؑ کی بیوی اس وقت صرف اسار بنت عبید شقیں۔ اس لئے عورتوں سے مراد گھر کی عورتیں ہیں۔

نساء جعفریہ کی خبر عذوف ہے ای بیبکین اور اس خبر کے قائم مقام قال و ذکرہ بکاشن ہے جس کے لفظی معنی ہیں بیان کیا کہ انھوں نے ان عورتوں کے نوہ اور بکار کا ذکر کیا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ | لقد غلبتنا وہ عورتیں ہم پر غالب آگئی ہیں اس سے شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عورتیں صحابیات ہیں پھر آنحضرتؐ کی نافرمانی؟

جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ منع کرنے والے شخص نے آنحضرتؐ کا حوالہ دیتے بغیر صرف نوہ و گریہ رد کا ہوا اور گھر کی عورتوں نے یہ سمجھا کہ یہ شخص اپنی طرف سے منع کر رہا ہے۔

۲۶۹۔ حدثنی محمد بن ابی بکر قال حدثنا عمر بن علی عن اسمعيل بن ابی خالد عن حاجب قال کان ابن عثمٰن اذا حیث ابن جعفر قال السلام علیک یا ابن ذی الجناحین۔

ترجمہ۔ (عامر دمشقی) سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمرؓ جب جعفرؑ کی بیوی کے بیٹے (عبداللہ) کو سلام کرنے کا ارادہ کرتے تو کہتے "السلام علیک یا ابن ذی الجناحین" یعنی اسے دو پروں والے کے بیٹے تم پر سلام ہو۔

تشریحیات | حدیث کی مطابقت یہ ہے کہ حدیث میں حضرت جعفرؑ کا ذکر ہے جو غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ چونکہ حضرت جعفرؑ کے دونوں ہاتھ غزوہ موتہ میں کٹ گئے اس لئے عنی تعالیٰ شانہ نے بطور انعام دونوں ہاتھوں کے بدلے دو پر عنایت فرمائے اور اسی وجہ سے آپ کا لقب طیار ہو گیا۔

ظاہر معنی اور حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کمال السہلی المراد بالجناحین صفتہ ملکیتہ وقوۃ روحانیۃ الخ یعنی سہیل

نے کہا ہے کہ جنابین سے مراد صفات ملکی و قوت روحانی ہے جو حضرت جعفرؓ کو دی گئی تھی نہ کہ پرندوں کی طرح دوپر دینے گئے۔ سہیلی نے اس کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ انسان کی صورت اشرف الصور اور اکمل الصور ہے لیکن علامہ مینی وغیرہ اس تعبیر سے خوش نہیں ہیں کیونکہ دوپروں کی وجہ سے انسانی صورت میں تبدیلی کہاں لازم آتی ہے حضرت جبریلؑ کے چہ سوپر ہیں جبکہ کسی پرندے کے سین پر بھی نہیں دیکھے گئے۔ پس ہی یہ ہے کہ جب ان پروں کی کیفیت کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے تو ہم ان کی حقیقت کی بحث میں نہیں پڑتے بلکہ جس طرح حدیث میں وارد ہے اس پر ایمان لاتے ہیں واللہ اعلم۔

۲۸۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْخَانَا عَنْ ابْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ لَقَدْ انْقَطَعَتْ فِي يَدِي يَوْمَ مَوْتِهِ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ مَنَابِقِي فِي يَدِي الْأَصْفِيحَةِ يَمَانِيَّةً ۝

ترجمہ :- میں نے ابی حازم سے روایت ہے کہ میں نے خالد بن ولید سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ غزوہ موتہ میں میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹی تھیں صرف ایک یامانی چوڑے پھل کی تلوار باقی رہ گئی تھی۔

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ ”یوم موتہ“

تشریحات

۲۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ ابْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ لَقَدْ دُقَّتْ فِي يَدِي يَوْمَ مَوْتِهِ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ وَصَبْرَتْ فِي يَدِي صَفِيحَةٌ يَمَانِيَّةٌ ۝

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

تشریحات

یہ حضرت خالدؓ کی سابقہ روایت کی دوسری سند ہے اور دونوں روایتوں سے حضرت خالد بن ولیدؓ کی کمال بہادری ظاہر ہوتی ہے۔

۲۸۲۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَاصِمٍ عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أَعْنَبِي عَلِيُّ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ أَخْتَهُ عَمْرَةَ تُتَبَكَّى وَابْنُ جَبَلَةَ وَأَكْدَانُ الْجَدُّ عَلَيْهِ فَقَالَ حِينَ افْتِاقِ مَا قَلْتِ شَيْئًا إِلَّا قِيلَ لِي أَنْتِ كَذَا ۝

ترجمہ :- حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن رواحہؓ پر ایک مرتبہ کسی مرض میں، بے ہوشی طاری ہوئی تو ان کی بہن عمرہ و والدہ نعمان بن بشیرؓ نے یہ سمجھ کر یہ کوئی حادثہ پیش آگیا، رونے لگیں اسے پہاڑ ایسے اور اسے ویسے عبداللہ بن رواحہ کے محاسن و اوصاف گانے لگیں و مطلب یہ ہے کہ بلند آواز سے نوحہ اور ماتم کرنے لگیں، پھر جب عبداللہ کو افتاقہ ہو اد ہوش میں آئے، تو انھوں نے کہا کہ تم جب میری کسی خوبی کا بیان کرتی تھیں تو مجھ سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا واقعی تم ایسے ہی تھے؟ یعنی فرشتہ نے ان سے سوال کیا تھا،

یہی عبداللہ بن رواحہؓ ہیں جو غزوہ موتہ میں شہید ہوئے اور اسی مناسبت سے اس حدیث کو اس باب کے ذیل میں لایا گیا۔

تشریحات

ایک روایت میں ہے کہ جب ان کو بوش آیا تو بیان کیا کہ فرشتے لوہے کا گرز اٹھاتے اور پوچھتے کہ کیا تو ایسا ہی تھا؟ معلوم ہوا کہ نہیں پہاڑوں میں مرنے سے پہلے ہی فرشتے نظر آجایا کرتے ہیں گرجہ آدمی نہ مرے جیسا کہ حضرت عبداللہؓ اسی بیماری سے اچھے ہو گئے تھے۔

۲۰۳۔ حد ثنا قتیبہ قال حدثنا عبثر عن حصین عن الشعبی عن النعمان بن بشیر قال اغمی علی عبد اللہ بن رواحہ بهذا فلما مات لم تبد علیہ۔

ترجمہ :- نعمان بن بشیرؓ نے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن رواحہؓ پر بے ہوشی طاری ہوئی پھر حدیث سابقہ کی طرح بیان کیا چنانچہ جب دغروہ موتہ میں (وہ شہید ہوئے تو ان کی بہن ان پر نہیں روئیں کہہ کر کہ آپ نے مرنے سے افاقہ پر لوند سے منع کر دیا تھا البتہ صرف رنج و غم کا اظہار اور اشک بار ہونا منع نہیں صرف پھلا کر دونا منع ہے

باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامۃ بن

زید الی الحرقات من جہینۃ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسامہ بن زید کو قبیلہ جہینہ کی شاخ حرقات کے مقابلہ پر بھیجا۔

تشریح کاٹا حرقات بضم الحاء الہمد وفتح الراء بعد ہاقاف۔ حرقات جمع ہے حرقۃ کی اس کا نام جہینہ بن عامر بن ثعلبہ بن مودعہ بن جہینہ تھا اس نے ایک لڑائی میں ایک قوم کو قتل کے ساتھ ساتھ آنگ میں جلایا تھا اس نے حرقۃ کے نام سے موم ہوا پھر تعدد بطون کے لحاظ سے جمع لیا گیا۔

۲۰۴۔ حدثنی عبد ربیع محمد بن محمد قال حدثنا ہشیم قال اخبرنا حصین قال اخبرنا ابو ظبیر ان قال سمعت اسامۃ بن زید یقول بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الحرقۃ فصبتنا القوم فہزمنا ہم ولجعت انا ورجل من اکنصارہ رجلاً منهم فلما عشنا قال لا الہ الا اللہ فکف الکنصاری فظعنہ بریحی حتی قتلتہ فلما قد منابغہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا اسامۃ اقتلتہ بعد ما قال لا الہ الا اللہ قلت کان متعوداً فمنازل یکمراہا حتی تنبیت الفلم اکن اسلمت قبل ذالک الیوم۔

ترجمہ :- حضرت اسامہ بن زید کا بیان ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ حرقہ کی طرف بھیجا۔ ہم نے صبح کے وقت ان پر حملہ کیا انہیں شکست دی پھر میں اور ایک اور کنصاری صحابی اس قبیلہ کے ایک شخص درواس بن نہیک نامی کو پایا پھر جب ہم نے اس پر تڑپو پایا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ کنصاری تو فوراً ہی رک گیا لیکن میں نے اس کو اپنا نیزہ مارا آفراس کو قتل کر دیا اس کے بعد جب ہم مدینہ واپس آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ خبر معلوم ہوئی آپ نے دریافت فرمایا "اے اسامہ کیا اس کے لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود تم نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا کہ وہ تو قتل سے بچنا چاہتا تھا یعنی اس نے یہ کلمہ دل سے نہیں پڑھا تھا صرف جان بچانے

کے لئے زبان سے پڑھا تھا، آپؐ بار بار یہی فرماتے رہے، کیا تم نے اس کے لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود اسے قتل کر دیا ہے
حتیٰ کہ میں تمہارے لگا کر کاش میں اس دن سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا، بلکہ آج مسلمان ہوتا،

تشریحات
مطابق للرحمۃ فی قولہ "بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الحرقة"
والحدیث أخرجه البخاری فی الادیات مطبوعاً و مسلم کتاب الایمان ص ۵۱

قلت کان متعوذاً میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے صرف بچنے کے لئے کہا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ
آپؐ نے فرمایا ہلا شققت قلبہ، تو نے اس کا دل چاک کر کے کیوں نہ دیکھ لیا، کہ اس نے دل سے ایمانی کلمہ کہا
تسا یا نہیں؟

حتیٰ تمینت الخ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس سے پہلے کی زندگی میں کفر کو پسند کرتے تھے بلکہ صرف
واقعہ پر انتہائی حسرت و افسوس کا اظہار مقصود تھا یعنی یہ غلطی اتنی عظیم تھی کہ حضرت اسامہ کے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ
کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا اور مجھ سے یہ غلطی سرزد نہ ہوتی اور آج جب اسلام لانا تو میرے پچھلے سارے
گناہ معاف ہو چکے ہوتے کیونکہ اسلام کفر کی زندگی کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، معلوم ہوا کہ اسامہ کا مقصد وہ
اسلام ہے جس میں کسی گنہگار کے قتل کا ارتکاب نہ ہو۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی گنہگار کو کفار و کفار بنادترین حرکت ہے۔
کلمہ گوئی تکفیر بدترین حرکت ہے جس نے مسلمانوں کی ملی طاقت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا ہے

انتہائی افسوس ان علماء پر ہے جو خدا و اسی باتوں پر تکفیر چلاتے ہیں ایسے علماء کو سوچنا چاہیے کہ وہ کلمہ پڑھنے
والوں کو بلکہ محمدؐ میں کرام اور اولیاء عظام کو کافر بنا کر خدا کو کیا منہ دکھلائیں گے جبکہ اہل قبلہ کی تکفیر سے اجتناب اہل سنت
کا متفقہ اصول ہے۔

۲۸۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ
سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُولُ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةَ غَزَوَاتٍ وَ
وَعَرَجْتُ فِيهَا بَعْدَ مِنَ الْبَعُوثِ تِسْعَةَ غَزَوَاتٍ مَرَّةً عَلَيْنَا الْبُؤَيْكِرُ وَفَرَّاتٌ عَلَيْنَا اسْمَاءُ
وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ
يَقُولُ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةَ غَزَوَاتٍ وَعَرَجْتُ فِيهَا بَعْدَ
مِنَ الْبَعُوثِ تِسْعَةَ غَزَوَاتٍ عَلَيْنَا مَرَّةً الْبُؤَيْكِرُ وَفَرَّاتٌ اسْمَاءُ۔

ترجمہ :- حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی روایت ہے آپؐ بیان کرتے تھے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
سات غزوةوں میں شریک رہا ہوں اور نو ایسے سرایا میں شریک رہا ہوں جو آپؐ نے روانہ کئے تھے کبھی ہم پر ابو بکرؓ میر ہوئے
انہ کسی سترہ کے امیر حضرت اسامہؓ ہوئے۔ اور عمر بن حفص بن غیاثؓ (جو امام بخاری کے شیخ ہیں) نے بیان کیا کہ ہم
سے میرے والد نے بیان کیا ان سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ میں نے سلمہ بن اکوعؓ سے سنا
آپؐ بیان کرتے تھے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوةوں میں شریک رہا ہوں اور نو ایسے سرایا میں

کیا ہوں جنہیں خود حضورؐ نے بھیجا تھا کبھی ہمارے امیر ابو بکرؓ ہوتے اور کبھی اسامہؓ۔

مطابقتہ للرحمۃ فی قولہ "وہرنا قہ علینا اسامۃ"

تشریحات

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ جن سات غزوں میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہے وہ یہ ہیں غزوہ حدیبیہ، خیبر، حنین، ذی قرد، غزوہ الفتح، غزوہ طائف، غزوہ تبوک۔

قرآن علینا ابو بکر الخ مقصد یہ ہے کہ غزوات میں حضور اکرمؐ نے کبھی حضرت ابو بکر صدیقؓ جیسے اکابر کو امیر لشکر بنایا اور کبھی اسامہؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کا صاحبزادہ، جیسے لوجان کو امیر بنایا مگر ہم لوگوں نے کبھی اس بارے میں امیر لشکر کے بڑے چھوٹے ہونے کا خیال نہیں کیا بلکہ فرمان رسالت کے سامنے سر تسلیم خم کیا آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر کوئی جہشی ظالم بھی تم پر امیر بنا دیا جائے تو اس کی اطاعت تمہارا فرض ہے۔

۲۸۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو هَاشِمٍ الضَّمَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَغَزَوْتُ مَعَ ابْنِ حَارِثَةَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَيْنَا۔

ترجمہ :- حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوں میں شریک رہا ہوں اور میں نے ابن حارثہ یعنی حضرت اسامہؓ کے ساتھ بھی غزوہ کیا ہے آنحضرتؐ نے انہیں ہم پر امیر بنایا تھا۔

مطابقتہ للرحمۃ فی قولہ "غزوت مع ابن حارثۃ ای اسامہ"

طحاطریٰ آخری حدیث سلمتہ بن الاکوع۔

تشریحات

اسی حدیث ثلاثیات بخاری کی چند دوسری حدیث ہے، ثلاثیات بخاری کے متعلق تفصیل کے لئے حدیث ۲۳۲ کی تشریحات کا مطالعہ فرمائیے۔

۲۸۷۔ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا حَسْبَادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي هَبَيْبٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ فَذَكَرَ نَجْدًا وَحَدَيْبِيَّةَ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ وَيَوْمَ الْقُرْدِ قَالَ يَزِيدُ وَنَسِيْتُ بَقِيَّتَهُمْ۔

ترجمہ :- حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوں کے لئے پھر آپ نے غزوہ خیبر، حدیبیہ، غزوہ حنین اور غزوہ ذات القرد ذکر کیا بقیہ کے نام میں بھول گیا۔

یہ بھی حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کی حدیث ہے دوسری سند سے۔

تشریحات

اور آپ جن غزوات کے نام بھول گئے ان سے مراد غزوہ فتح مکہ، غزوہ طائف اور غزوہ تبوک ہیں جیسا کہ حدیث ۲۸۶ کی تشریحات میں مذکور ہیں۔



باب غزوة الفتح

وما بعثنا بحاطب بن ابی بلتعنة الى اهل مكة الا يخبرهم بغزو النبي صلى الله عليه وسلم غزوة فتح مكة كما بيان اور جو خط حاطب بن ابی بلتعنة نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ غزوہ کی اطلاع اہل مکہ کو بھیجی تھی اس کا بھی بیان۔

وما بعثنا بحاطب بن ابی بلتعنة الى اهل مكة الا يخبرهم بغزو النبي صلى الله عليه وسلم غزوة الفتح و في بيان ما بعث به حاطب

غزوة فتح مكة كاسبب
صلح حیدرہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل متحدہ کو اختیار ہے کہ جس کے معاہدہ میں شریک ہونا چاہیں شریک ہو جائیں چنانچہ وہیں بنو بکر قریش کے عہد میں اور بنو خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں شامل ہو گئے۔

یہ دونوں قبیلہ مکہ کے قریب تھے اور دونوں قبیلوں میں اسلام کے قبل سے عداوت چلی آ رہی تھی اور یہی عداوت فتح مکہ کا سبب بنی۔

امام المغازی محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مالک بن عباد حضرمی ایک مرتبہ مال تجارت لے کر خزاہ کی سر زمین میں داخل ہوا خزاہ کے لوگوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کا تمام مال و اسباب لے لیا اور چونکہ مالک بن عباد بنو بکر کا طبع تھا اس لئے بنی بکر نے موقع پا کر اس حضرمی کے بدلہ میں بنو خزاعہ کے ایک شخص کو قتل کر ڈالا، قبیلہ خزاعہ نے اپنے ایک شخص کے معاہدہ میں بنو بکر کے تین آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ زمانہ جاہلیت سے زمانہ بعثت تک ان دو قبیلوں میں اختلافات چل رہے تھے کہ اسلام کی تبلیغ شروع ہو گئی اور سلسلے کفار اسلام کی مخالفت میں مشغول ہو گئے اور یہ سلسلہ رک گیا، حیدرہ میں ایک یہودی صلح ہو جانے کی وجہ سے دونوں قبیلے ایک دوسرے سے مامون اور بے خوف ہو گئے بنو بکر نے اپنی دشمنی بکھانے کا موقع غنیمت سمجھ کر بنو خزاعہ سے بدلہ لینا چاہا۔ چنانچہ بنو بکر میں سے نوفل بن معاویہ دبی نے مع اپنے ہمراہیوں کے رات کے وقت شب خون مارا یعنی حملہ آور ہوا، بنی خزاعہ کا ایک چشمہ تھا جس کا نام وقیر تھا خزاعہ کے لوگ پانی کے اس چشمہ پر سوار ہوئے تھے۔ وہاں ایک خزاہی کو ان لوگوں نے قتل کر دیا باقی بنی خزاعہ بھاگ کر بھاگ گئے اور بدیل بن ورقارہ و بعض اہل الموحدة و فتح الدل (المہملہ) کے مکان میں گھس گئے مگر بنو بکر اور رؤس قریش نے گھروں میں گھس کر مارا اور ظلم کیا اور اس وجہ سے عملاً قریش نے حیدرہ میں گھس کے معاہدہ کو ٹوڑ دیا کیونکہ بنو خزاعہ رسول اللہ کے معاہدہ تھے اور یہی معاہدہ کی خلاف ورزی فتح مکہ کی تہدید ہوئی۔

عمر بن سالم خزاہی ایک وفارے کے مرید بنو منورہ قریش کا اضطراب اور آنحضرت سے استعانت

میں قریش نے فرمایا کہ عمر بن سالم نے کھڑے ہو کر ایک قصیدہ پڑھا جس میں مظالم کی پوری داستان بیان کی پہلے و نیز چشمہ پر پھر حرم مکہ میں ماہ سے جانے کو بیان کیا اور کہا یا رسول اللہ مدد کیجئے۔ آنحضرت نے ان کی اعانت و امداد کا وعدہ فرمایا اور اطمینان دلایا۔ اس کے بعد آپ نے قریش مکہ کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ نبین باتوں سے ایک بات اختیار کریں

ای مقبولین خزانہ کی دیت دینی خون بہا، ادا کریں ۲۔ یا سنی بھوک کی حمایت چھوڑ دیں ۳ یا اعلان کر دیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قاصد نے جب پیغام پہنچایا تو قریش کی طرف سے قرظ بن عمرو نے یہ جواب دیا کہ ہم تمہاری شرط منظور ہے یعنی معاہدہ حدیبیہ کے فسخ پر ہم راضی ہیں لیکن آنحضرت کے قاصد کے واپس آنے کے بعد قریش کو ندامت ہوئی اور ابوسفیان کو خوراً تجدید معاہدہ کے لئے مدینہ روانہ کیا۔

ابوسفیان مدینہ پہنچے اور سب سے پہلے اپنی بیٹی ام حبیبہ، ام المومنین کے پاس گئے انھوں نے ابوسفیان کو دیکھ کر فریاد اٹھایا، فریاد کبیرے قابل سمجھا

ابوسفیان کی کوشش

یاجعہ کو فریاد کے قابل سمجھا ام حبیبہ نے کہا یہ رسول اللہ کا فریاد ہے اور تم مشرک اور جنس ہو اس لئے ہم نے پسند نہ کیا کہ تم مشرک کی نجاست سے آلودہ حالت میں رسول اللہ کے فریاد پر بیٹھو۔ یہ سن کر وہاں سے چلے آئے اور بارگاہ رسالت میں آئے اور عرض کیا کہ میں قریش کی طرف سے تجدید معاہدہ اور مدت صلح کو بڑھانے کی فریاد سے حاضر ہوا ہوں مگر رسول اللہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا تو ابوسفیان حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس پہنچے ابو بکر نے فرمایا کہ میں اس بار سے میں کچھ نہیں کر سکتا اس کے بعد حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس گئے اور ان سے سفارش کی درخواست کی، حضرت عمر نے فرمایا ہم تیری سفارش رسول اللہ سے کریں ہم تو خود کسی حال میں تجھ سے جہاد و جہاد کرنا نہیں چاہتے پھر وہاں ہے حضرت علیؓ کے پاس گئے، اس وقت حضرت علیؓ کے پاس حضرت فاطمہؓ بھی تھیں اور حضرت حسن بن علیؓ بھی سامنے ہی تھے ابوسفیان نے حضرت علیؓ سے کہا اے علیؓ..... آپ ہم سے قرابت میں سب سے قریب ہیں اور قوم میں رحیم ہیں میں ایک شدید ضرورت سے آیا ہوں کیا اسی طرح ناکام واپس چلا جاؤں؟ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ رسول اللہ سے میری سفارش کر دیجئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابوسفیان لوگوں کی مجال نہیں ہے کہ رسول اللہ کے ارادہ میں مداخلت کر سکیں تب ابوسفیان حضرت فاطمہؓ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ اس بیچہ یعنی امام حسنؓ کو یہ حکم دیں کہ وہ پکار دے کہ میں نے قریش کو پناہ دی تو ہمیشہ کے لئے عرب کا مردار مان لیا جائے، حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ اول تو یہ تمہیں ہے یعنی پناہ دینا بڑوں کا کام ہے، دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف کون پناہ دے سکتے ہیں، ابوسفیان نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر کہا معاملہ سخت ہو گیا ہے، کوئی تدبیر بتاؤ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اور تو کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا صرف اتنا خیال میں آتا ہے کہ مسجد میں جا کر تم خود ہی یہ پکار دو کہ میں معاہدہ حدیبیہ کی تجدید اور مدت صلح کو بڑھانے آیا ہوں اور یہ کہہ کر اپنے شہر واپس چلے جاؤ، ابوسفیان نے پوچھا کہ کیا یہ مفید ہو گا؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ میرا گمان تو ایسا نہیں ہے مگر اس کے سوا اور کوئی صورت بھی نہیں معلوم ہوئی۔

چنانچہ ابوسفیان وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آیا اور باوا زینبؓ پکار کر یہ کہا کہ میں عہد کی تجدید اور صلح کی مدت بڑھانا ہوں اور یہ کہہ کر مکہ کو روانہ ہو گیا۔

ابوسفیان جب مکہ پہنچا تو سب نے پوچھا کہ کیا ہوا، اس نے پوری حالت بیان کی تو سب نے پوچھا کہ کیا محمدؐ نے میرے اس اعلان کو قبول کیا؟ کہا نہیں تو سب نے کہا کہ یہ تو علیؓ نے تیرے ساتھ مذاق کیا، اس نے کہا نہیں خدا کی قسم اس کے سوا کوئی اور صورت تھی ہی نہیں۔

نے روانہ کیا اور ہدایت کی کہ (مکہ کے راستے پر چلے جاؤ) جب تم روانہ ہو گے تو وہاں تمہیں ہودج میں سوار ایک عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے تم اس سے خط لے لینا، حضرت علیؑ نے بیان کیا کہ ہم روانہ ہوتے ہمارے گھوڑے ہمیں تیزی کے ساتھ لے جاتا رہتے تھے جب ہم روانہ ہوا تو وہاں ایک عورت ہودج میں سوار ملی، ہم نے اس سے کہا کہ خط نکالو وہ کہنے لگی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے لیکن جب ہم نے اس سے یہ کہا کہ اگر تو نے عود سے خط نکال کر ہمیں نہیں دیا تو ہم تیرا کپڑا ہار دیں گے (یعنی تلاشی لیں گے)، تب اس نے اپنی چوٹی میں سے وہ خط نکالا۔ ہم اس خط کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہاں جب خط پڑھا گیا، اس میں یہ لکھا تھا کہ عاتب بن ابی بلتعنہ کی طرف سے چند خطوں کے نام (صفوان بن ازیہ، سہیل بن عمرو اور حکم بن ابی جہل)، اس میں انھوں نے مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض بھیدوں کی خبر دی تھی کہ حضور تم پر فوج لے کر آنے والے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا "اے عاتب کیا کیا ہے؟" انہوں نے عرض کیا کہ رسول اللہ میرے بارے میں فیصلہ کر لے میں آپ جملت دفرمائی میں قریش کے ساتھ رہتا تھا یعنی مکہ کی زندگی میں، انھوں نے کہا کہ میں صرف ان کا طبع تھا اور میں قریش کے خاندان سے نہیں ہوں، یعنی ان سے میری کوئی نسبتی قرابت نہیں، لیکن اور جو آپ کے ساتھ ہیں ان سب کی ان سے قرابتیں ہیں قرابتوں کی وجہ سے ان (دہاجین) کے اہل و عیال اور مال و اسباب محفوظ ہیں سو میں نے چاہا کہ جب ان سے کبھی تعلق و قرابت نہیں ہے تو میں ان پر ایک احسان کروں کہ وہ اس احسان کے صلے میں میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں، میں نے یہ کام اپنے دین سے مترد ہو کر اور اسلام کے بعد کفر سے راضی ہو کر نہیں کیا ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واقعی انھوں نے تمہارے سامنے سچی بات کہی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ غزوہ بدر میں شریک رہے ہیں اور تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ جو غزوہ بدر میں شریک ہونے والوں کے اعمال پر حاققت ہے کہ آئندہ وہ کیا کریں گے، اس نے ان کے متعلق فرمادیا ہے کہ جو چاہو کرو، میں نے تمہارے گناہ معاف کر دیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی یا ایہا الذین امنوا اتوا ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان سے تم اپنی محبت کا اظہار کرتے رہو اور خدا و فضل صلِّ سواہ السبیل تک۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "فاذا ذینہ من عاتب بن ابی بلتعنہ الی فاس ہمکتہ"

یہ حدیث بخاری میں چھ جگہ ہے فی الجہاد ص ۲۷۷ جلد ثانی میں ص ۵۶۷ ص ۶۶۶ ص ۶۶۷ ص ۶۶۸ ص ۶۶۹ ص ۶۷۰ ص ۶۷۱ ص ۶۷۲ ص ۶۷۳ ص ۶۷۴ ص ۶۷۵ ص ۶۷۶ ص ۶۷۷ ص ۶۷۸ ص ۶۷۹ ص ۶۸۰ ص ۶۸۱ ص ۶۸۲ ص ۶۸۳ ص ۶۸۴ ص ۶۸۵ ص ۶۸۶ ص ۶۸۷ ص ۶۸۸ ص ۶۸۹ ص ۶۹۰ ص ۶۹۱ ص ۶۹۲ ص ۶۹۳ ص ۶۹۴ ص ۶۹۵ ص ۶۹۶ ص ۶۹۷ ص ۶۹۸ ص ۶۹۹ ص ۷۰۰ ص ۷۰۱ ص ۷۰۲ ص ۷۰۳ ص ۷۰۴ ص ۷۰۵ ص ۷۰۶ ص ۷۰۷ ص ۷۰۸ ص ۷۰۹ ص ۷۱۰ ص ۷۱۱ ص ۷۱۲ ص ۷۱۳ ص ۷۱۴ ص ۷۱۵ ص ۷۱۶ ص ۷۱۷ ص ۷۱۸ ص ۷۱۹ ص ۷۲۰ ص ۷۲۱ ص ۷۲۲ ص ۷۲۳ ص ۷۲۴ ص ۷۲۵ ص ۷۲۶ ص ۷۲۷ ص ۷۲۸ ص ۷۲۹ ص ۷۳۰ ص ۷۳۱ ص ۷۳۲ ص ۷۳۳ ص ۷۳۴ ص ۷۳۵ ص ۷۳۶ ص ۷۳۷ ص ۷۳۸ ص ۷۳۹ ص ۷۴۰ ص ۷۴۱ ص ۷۴۲ ص ۷۴۳ ص ۷۴۴ ص ۷۴۵ ص ۷۴۶ ص ۷۴۷ ص ۷۴۸ ص ۷۴۹ ص ۷۵۰ ص ۷۵۱ ص ۷۵۲ ص ۷۵۳ ص ۷۵۴ ص ۷۵۵ ص ۷۵۶ ص ۷۵۷ ص ۷۵۸ ص ۷۵۹ ص ۷۶۰ ص ۷۶۱ ص ۷۶۲ ص ۷۶۳ ص ۷۶۴ ص ۷۶۵ ص ۷۶۶ ص ۷۶۷ ص ۷۶۸ ص ۷۶۹ ص ۷۷۰ ص ۷۷۱ ص ۷۷۲ ص ۷۷۳ ص ۷۷۴ ص ۷۷۵ ص ۷۷۶ ص ۷۷۷ ص ۷۷۸ ص ۷۷۹ ص ۷۸۰ ص ۷۸۱ ص ۷۸۲ ص ۷۸۳ ص ۷۸۴ ص ۷۸۵ ص ۷۸۶ ص ۷۸۷ ص ۷۸۸ ص ۷۸۹ ص ۷۹۰ ص ۷۹۱ ص ۷۹۲ ص ۷۹۳ ص ۷۹۴ ص ۷۹۵ ص ۷۹۶ ص ۷۹۷ ص ۷۹۸ ص ۷۹۹ ص ۸۰۰ ص ۸۰۱ ص ۸۰۲ ص ۸۰۳ ص ۸۰۴ ص ۸۰۵ ص ۸۰۶ ص ۸۰۷ ص ۸۰۸ ص ۸۰۹ ص ۸۱۰ ص ۸۱۱ ص ۸۱۲ ص ۸۱۳ ص ۸۱۴ ص ۸۱۵ ص ۸۱۶ ص ۸۱۷ ص ۸۱۸ ص ۸۱۹ ص ۸۲۰ ص ۸۲۱ ص ۸۲۲ ص ۸۲۳ ص ۸۲۴ ص ۸۲۵ ص ۸۲۶ ص ۸۲۷ ص ۸۲۸ ص ۸۲۹ ص ۸۳۰ ص ۸۳۱ ص ۸۳۲ ص ۸۳۳ ص ۸۳۴ ص ۸۳۵ ص ۸۳۶ ص ۸۳۷ ص ۸۳۸ ص ۸۳۹ ص ۸۴۰ ص ۸۴۱ ص ۸۴۲ ص ۸۴۳ ص ۸۴۴ ص ۸۴۵ ص ۸۴۶ ص ۸۴۷ ص ۸۴۸ ص ۸۴۹ ص ۸۵۰ ص ۸۵۱ ص ۸۵۲ ص ۸۵۳ ص ۸۵۴ ص ۸۵۵ ص ۸۵۶ ص ۸۵۷ ص ۸۵۸ ص ۸۵۹ ص ۸۶۰ ص ۸۶۱ ص ۸۶۲ ص ۸۶۳ ص ۸۶۴ ص ۸۶۵ ص ۸۶۶ ص ۸۶۷ ص ۸۶۸ ص ۸۶۹ ص ۸۷۰ ص ۸۷۱ ص ۸۷۲ ص ۸۷۳ ص ۸۷۴ ص ۸۷۵ ص ۸۷۶ ص ۸۷۷ ص ۸۷۸ ص ۸۷۹ ص ۸۸۰ ص ۸۸۱ ص ۸۸۲ ص ۸۸۳ ص ۸۸۴ ص ۸۸۵ ص ۸۸۶ ص ۸۸۷ ص ۸۸۸ ص ۸۸۹ ص ۸۹۰ ص ۸۹۱ ص ۸۹۲ ص ۸۹۳ ص ۸۹۴ ص ۸۹۵ ص ۸۹۶ ص ۸۹۷ ص ۸۹۸ ص ۸۹۹ ص ۹۰۰ ص ۹۰۱ ص ۹۰۲ ص ۹۰۳ ص ۹۰۴ ص ۹۰۵ ص ۹۰۶ ص ۹۰۷ ص ۹۰۸ ص ۹۰۹ ص ۹۱۰ ص ۹۱۱ ص ۹۱۲ ص ۹۱۳ ص ۹۱۴ ص ۹۱۵ ص ۹۱۶ ص ۹۱۷ ص ۹۱۸ ص ۹۱۹ ص ۹۲۰ ص ۹۲۱ ص ۹۲۲ ص ۹۲۳ ص ۹۲۴ ص ۹۲۵ ص ۹۲۶ ص ۹۲۷ ص ۹۲۸ ص ۹۲۹ ص ۹۳۰ ص ۹۳۱ ص ۹۳۲ ص ۹۳۳ ص ۹۳۴ ص ۹۳۵ ص ۹۳۶ ص ۹۳۷ ص ۹۳۸ ص ۹۳۹ ص ۹۴۰ ص ۹۴۱ ص ۹۴۲ ص ۹۴۳ ص ۹۴۴ ص ۹۴۵ ص ۹۴۶ ص ۹۴۷ ص ۹۴۸ ص ۹۴۹ ص ۹۵۰ ص ۹۵۱ ص ۹۵۲ ص ۹۵۳ ص ۹۵۴ ص ۹۵۵ ص ۹۵۶ ص ۹۵۷ ص ۹۵۸ ص ۹۵۹ ص ۹۶۰ ص ۹۶۱ ص ۹۶۲ ص ۹۶۳ ص ۹۶۴ ص ۹۶۵ ص ۹۶۶ ص ۹۶۷ ص ۹۶۸ ص ۹۶۹ ص ۹۷۰ ص ۹۷۱ ص ۹۷۲ ص ۹۷۳ ص ۹۷۴ ص ۹۷۵ ص ۹۷۶ ص ۹۷۷ ص ۹۷۸ ص ۹۷۹ ص ۹۸۰ ص ۹۸۱ ص ۹۸۲ ص ۹۸۳ ص ۹۸۴ ص ۹۸۵ ص ۹۸۶ ص ۹۸۷ ص ۹۸۸ ص ۹۸۹ ص ۹۹۰ ص ۹۹۱ ص ۹۹۲ ص ۹۹۳ ص ۹۹۴ ص ۹۹۵ ص ۹۹۶ ص ۹۹۷ ص ۹۹۸ ص ۹۹۹ ص ۱۰۰۰

۱۰۲۶

شارح بخاری علامہ عینی نے اپنی بے نظیر شرح عمدۃ القاری میں خط کا مضمون نقل کیا ہے :-

ابعدیہ عشر قریش فلان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جاءکم ببعیث
کاللیل لیبیو کالسبیل فواللہ لو جاءکم
وحد لا نصرہ اللہ علیکم وانجز لہ

اے گروہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رات کے مانند تم پر ایک نوح لے کر آنے
والے ہیں جو سیلاب کی طرح چلتا ہوگا خدا کی قسم
اگر رسول اللہ (بلا فوج کے) تنہا تمہارے پاس

وعدا فانظروا لانفسکم والسلام
(عمرہ ص ۲۱۶)

تشریف لے جائیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا
اور فتح و نصرت کا جو وعدہ خدا نے آپ سے کیا

ہے وہ ضرور پورا کرے گا سو تم اپنے انجھام کو سوچ لو۔ والسلام۔

واقفی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں ابن حاطب کتب الی سہیل بن عمرو و صفوان بن امیۃ
وعکرمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن فی الناس بالغزو ولا امرہ یدریلا غیرکم
وقد احببت ان یکون لی عندکم یدل معنی حاطب نے سہیل بن عمرو و صفوان بن امیہ اور عکرمہ کے نام یہ
خط لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا اعلان کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ تم ہی لوگوں پر حملہ کا ارادہ ہے اور میں
نے چاہا کہ تم پر میرا ایک احسان ہو جائے۔

اس پر اعتراض و جواب کے لئے حدیث ۳۳۳ کی تشریحات ملاحظہ فرمائیے۔

باب غزوة الفتح فی رمضان

غزوة فتح مکہ کا بیان جو رمضان میں ہوا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دن رمضان سنہ چہار شنبہ کے روز دس ہزار فوجوں کو ہمراہ لے کر غزوة فتح کے لئے مدینہ
سے روانہ ہوئے آپ خود بھی روزے سے تھے اور صحابہ بھی۔ جب مقام کدیہ میں پہنچے تو آپ نے روزہ افطار فرمایا اور
آپ کی اقتدار میں صحابہ نے بھی روزہ توڑ دیا۔ بخاری ص ۱۱۱

اسی حدیث میں آ رہا ہے کہ یہ کدیہ ذی قحط و کسر الدال الاولیٰ الحاشیہ بخاری ص ۱۱۱) پانی کی جگہ ہے و شدید
دیغم انقاف و فتح الدال الاولیٰ) اور عسفان کے درمیان۔ اور اسی باب کی ایک روایت ص ۱۱۱ میں آ رہی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سفر کیا جب عسفان دیغم العین بر وزن عثمان) پہنچے تو پانی مانگا اور لوگوں
کو دکھا کر دن کے وقت پانی پی کر افطار کیا۔ مقام کدیہ سے چل کر عشار کے وقت جب آپ مکہ کے قریب مرانظر ان
پہنچے اور وہاں پہنچ کر مسلمانوں نے منزل کی تو مسلمانوں کے دستے دور دور تک پھیل گئے۔

قریش کو یہ خبر مل گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہو گئے ہیں مگر ان کو یہ پتہ نہ تھا کہ حضور مرانظر ان
میں پہنچ چکے ہیں اس لئے ابوسفیان بن حرب، میکم بن حزام اور بدیل بن ورقار اس تلاش میں نکلے کہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ لگائیں، جب مرانظر ان میں پہنچے تو شکر نظر آیا، پھر دوردور تک آگ کی روشنی دیکھ کر گھبر گئے
ابوسفیان نے کہا کہ یہ جماعت کس کی ہے؟ بدیل بن ورقار نے کہا بنو خزاعہ معلوم ہوتے ہیں، ابوسفیان نے کہا بنو خزاعہ
یاس اتنا لشکر کہاں سے آیا وہ تو بہت قلیل ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر پر گشت لگاتے ہوئے آئے ابوسفیان کو دیکھ کر فرمایا انوس
اے ابوسفیان یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے لشکر ہیں اب قریش کی میریت اسی میں ہے کہ آپ کی اطاعت
قبول کر لیں۔ ابوسفیان نے کہا اے ابوالفضل (حضرت عباس کی کنیت ہے) تہذیب سے صدقہ جائیں بناؤ رہائی کی کیا

سوت، ہے، عباس نے کہا میرے پیچھے اس نچر پر سوار ہو جا میں تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امن طلب کروں گا ابوسفیان فجر پر بیٹھ گیا، حضرت عباس اس کو اپنے ساتھ لے کر لشکر اسلام دکھلاتے ہوئے روانہ ہوئے۔ جب حضرت عمر کی ٹانگ کے پاس پہنچے تو پوچھا کون ہے؟ پھر خود حضرت عمر دیکھنے آئے اور ابوسفیان کو دیکھ کر فرمایا یہ تو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ابوسفیان ہے الحمد للہ بغیر کسی عہد اور اقرار کے ہاتھ آگیا ہے، پھر اجازت لینے کے لئے حضور کی طرف تیز چلے، حضرت عمر پر زیادہ ہلٹے اور حضرت عباس ابوسفیان کو بچراہ لے ہوئے فجر پر سوار تھے نہایت تیزی کے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچ گئے مگر فوراً حضرت عمر بھی پہنچ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیجئے کہ اس اللہ کے دشمن کو قتل کر دوں، حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اس کو اپنی پرتاہ میں لے لیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ اس وقت ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ اور صبح کو میرے پاس لاؤ۔ ابوسفیان تو شب بھر حضرت عباس کے خیمہ میں رہے اور حکیم بن حرام و بدیل بن ورقار اسی رات بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے (البدلیہ والنہایہ) کچھ دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مکہ کے حالات دریافت فرماتے رہے اسلام لانے کے بعد یہ دونوں مکہ واپس ہو گئے تاکہ اہل مکہ کو آپ کی آمد سے مطلع کریں۔

(سیرت مصطفیٰ)

صبح ہوتے ہی حضرت عباس ابوسفیان کو لے کر حضور اقدس کی خدمت

ابوسفیان کا اسلام

میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے ابوسفیان سے فرمایا اے ابوسفیان بڑا افسوس ہے کہ تجھ پر اب تک یہ بات ظاہر نہیں ہوئی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کیسے علیم ہیں اور کیسے کریم ہیں: صدر جم کا آپ کو کتنا خیال ہے بے شک اگر اللہ کے سوا کوئی معبود ہوتا تو ہم لوگوں کی امداد کرتا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوسفیان کیا اب تک تیری بھوس یہ بات نہ لگتی کہ میں اللہ کا رسول ہوں، ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں بے شک آپ نہایت علیم و کریم اور سب سے زیادہ صدر جمی کرنے والے ہیں۔ لیکن اس امر کے متعلق میرے دل میں اب تک تردد ہے، حضرت عباس نے کہا ارے کلمہ پڑھ لا اللہ الا اللہ، محمد رسول اللہ، تو ابوسفیان نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا حضرت عباس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابوسفیان سر داران مکہ سے ہے اور عمر کو پسند کرتا ہے اس کے لئے کوئی امتیازی بات عطا فرمائیے، حضور نے فرمایا کہ ہاں جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو اس کو امن ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو اس کو امن ہے اور جو اپنا دروازہ بند کرے اس کو بھی امن ہے، پھر حضور نے عباس کو حکم دیا کہ روانگی کے وقت ابوسفیان کو لے کر ایسی گزراہ پر روکے کہ وہ روزہ شکر اسلام کو بخوبی دیکھ سکے چنانچہ یکے بعد دیگرے جب قبائل جوق درجوق گزرنے لگے تو ابوسفیان دنگ رہ گئے جو قبیلہ سامنے سے گذرتا تھا تو ابوسفیان پوچھتے یہ کون لگ ہیں حضرت عباس بتاتے کہ یہ قبیلہ غفار ہے، یہ قبیلہ ہمدانی ہے۔ انصار کا دستہ ہے آخر میں کوکرہ نبوی خود دار ہوا۔ پوری تفصیل احادیث باب میں آرہی ہے۔

قریش میں دس ہزار نوج کے مقابلہ کی تاب و طاقت نہ تھی ان کی جانوں کے لئے پڑ گئے لیکن رحمت للعالمین

نے مکہ میں داخلہ کے وقت مسلمانوں کو حکم دے دیا تھا کہ جب تک کوئی شخص خود ان پر حملہ آور نہ ہو وہ کسی پر تلوار نہ اٹھائیں اور مکہ کے داخلہ کے بعد عام اعلان کر دیا کہ جو شخص حرم میں چلا جائے گا یا بوسیفان کے گھر میں چلا جائے گا یا دروازہ بند کرے گا وہ مامون ہے صرف چند لوگوں نے کچھ مزاحمت کی جن میں دو مسلمان شہید ہوئے اور باقی تیرہ کفار مقتول ہوئے حافظ مستحسانی نے ابن سعد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ چوبیس کفار مقتول ہوئے۔ (فتح ص ۶۰)

فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے اور غزاة کعبہ کا طواف کیا اس وقت یہاں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے آپ نے انہیں چھڑی سے گرانہ شروع کر دیا اور زبان مبارک سے پڑھنے لگے جاتے تھے بجاء الاحصان و زهق الباطل اراق الباطل کان زهوقا۔ غزاة کعبہ کے اندر جس قدر بت تھے سب نکال دیئے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیوار کی تصویریں مٹائیں شرک کی آلائشوں سے تطہیر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال اور حضرت اسلمہ کے ساتھ اندر داخل ہوئے اور نساؤن شکرانہ ادا فرمائی اس کے بعد بیت اللہ کے تمام گوشوں میں پھر کر توحید و تکبیر کی آوازوں سے اس کو منور کیا۔ اور دروازہ کھول کر باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد حرام لوگوں سے کھینچ بھری ہوئی ہے سائے لوگ صفیں بنا کر انتظار کر رہے تھے یہ رمضان المبارک کی بیسیویں تاریخ تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر کھڑے ہوئے اور آپ نے یہ خطبہ دیا جس کا خطاب نہ صرف عرب بلکہ سارے عالم سے تھا۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور دشمنوں کی تمام جماعتوں کو اس نے تنہا شکست دی، آگاہ ہو جاؤ کہ تمام مفاہم سارے انتقامات و غول بہائے قیوم سب میرے قدموں کے نیچے ہیں (سب لغوا و باطل ہیں)، مگر بیت اللہ کی درباری اور عجاظوں کو پانی پلانا حسب دستور برقرار رہیں گے۔

اسے قوم قریش اب جاہلیت کا فرد اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا سب لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و	اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا،
انثیٰ و جعلناکم شعوبا و قبائل	اور تمہارے قبیلے اور قباائل بنائے تاکہ آپس میں
لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ	ایک دوسرے کو پہچانو اور درحقیقت اللہ کے
اتقاکم ان اللہ علیم خبیر	نزدیک سب سے زیادہ ہنگامہ دہی ہے جو سب
	سے زیادہ خدا ترس ہو اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔

اس کے بعد حضور اکرم نے پوچھا کہ اے قریش! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا سب نے کہا بھلائی کا، آپ خود شریف اور شریف بھائی کی اولاد ہیں، حضور نے فرمایا کہ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو جو سلف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ تشریب علیکم الیوم اذھوا فانتم الطلقاء یعنی آج تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

اور چند شہزادہ ہجرتی مہجروں کے علاوہ سب کو امان دے دی۔

افطار فرمایا اور صحابہ نے بھی روزے توڑ دیئے۔

اول تو سفر فی نفسہ باعث مشقت و تکلیف وہ ہے پھر وہ بھی جہاد کا سفر، اس لئے آپ نے افطار فرمایا کہ ایسی حالت میں روزہ رکھنے میں ضعف و کمزوری سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے اسی وجہ سے حدیث میں ہے لیس من الہجر الصیاح فی السفر (بجاری مثلاً) یعنی سفر میں روزہ رکھنا تکلیف نہیں ہاں اگر سفر میں کوئی مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا ہی افضل ہے رمضان کے روزے کی اگرچہ قضا ممکن ہے لیکن رمضان المبارک کے انوار و تجلیات اور فرشتوں کے عروج و نزول کے برکات، شیاطین کے پیروں میں پڑیاں پڑجانا، جنت اور رگمٹ کے دروازوں کا کھل جانا اور جہنم کے دروازوں کا بند ہو جانا اور حفاظ قرآن کا رعب و کلام اللہ کی تلاوت میں سرشار رہنا، یہ باتیں رمضان المبارک کے علاوہ دوسرے مہینوں میں کہاں میسر آ سکتی ہیں اسی وجہ سے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ مَعْنَىٰ مَرِيضٍ أَوْ سَافِرٍ لِّئَلَّا تُكْفَرَ عَنْ يَوْمِكُمْ أَفْطَارِكُمْ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (مغرم کا مسلک ہے کہ سفر میں روزہ افضل ہے۔

۲۹۰۔ حدیثی محمود قال اخبرنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر قال اخبرني الزهري عن عبيد الله بن عبد الله بن عباس عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم نهرج في رمضان من المدينة ومعه عشرة الاف و ذالك على سراسر اس ثمان سنين و تصف من مقدمه المدينة فساها هو و من معه من المسلمين الى مكة يصومون و يصومون حتى بلغوا الكديد و هو ماء بين عسفان و قد يله انظر و انظر و قال الزهري و انما يؤخذ من امر رسول الله صلى الله عليه وسلم الاخر فالأخر۔

ترجمہ:- حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے رمضان میں مدینہ سے نکلے آپ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا اور یہ واقعہ آپ کی مدینہ تشریف آوری دینی ہجرت کے ساڑھے آٹھ سال کے پورا ہونے پر ہوا چنانچہ آنحضرت اور آپ کے ساتھ جو مسلمان تھے مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ آنحضرت بھی روزہ سے تھے اور تمام مسلمان بھی لیکن جب آپ مقام کدیہ پر پہنچے جو قدید اور عسفان کے درمیان ایک چشمرہ ہے تو آپ نے روزہ توڑ دیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی روزہ توڑ دیا اور نہری نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے آخری عمل ہی کو اختیار کیا جاتا ہے گا۔

یہ حدیث بھی حضرت ابن عباس کی ہے دوسری سند سے۔

تشریحات

معہ عشرة الاف و ذالك على سراسر اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ کے ساتھ دس ہزار مسلمان تھے اور ابن اسحاق نے روایت نقل کی ہے کہ آپ کے ساتھ بارہ ہزار تھے علامہ قتیبی نے ظاہری تعارض نقل کر کے تطبیق اس طرح دی ہے کہ مدینہ سے آنحضرت دس ہزار لوگوں نے کھروادہ ہوئے پھر راستے میں دو ہزار اگر مل گئے تو لشکر کی مجموعی تعداد بارہ ہزار ہو گئی۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ تمہر کی اس روایت میں جو ذکر کیا گیا ہے کہ غزوہ فتح مکہ ہجرت کے ساڑھے آٹھ سال پر ہوا۔ وہم ہے۔ یہ سب ہے کہ ہجرت کے ساڑھے سات برس پر یعنی فتح مکہ ہوا۔

جیسا کہ باب غزوة الفتح فی رمضان کے ذیل میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں۔

وقال الزہری وانشایو حنبل الخ امام زہری کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے جب مدینہ سے سفر شروع کیا تو روزے سے تھے اور بعد میں آپ نے افطار کیا آخری عمل آپ کا افطاریٰ السفر ہے اور آخری عمل ہی پر سہلہ کی نیب درگھی جانے لگی کہ سفر میں افطار جائز ہے۔ اس حدیث سے ان حضرات کا رد ہو گا جو لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضرت میں رمضان المبارک کا مہینہ پایا تو اب اس کے لئے افطار جائز نہیں اور یہ حضرات استدلال کرتے ہیں آیت کریمہ فمن شہد منکم الشهر فلیصمه سے حالانکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ من شہد منکم الشهر کلہ جو شخص حضرت میں پورا مہینہ پالے تو افطار جائز نہیں (مدۃ القاری ص ۱۲۱)

۲۹۱۔ حدثنی عیاش بن الولید قال حدثنا عبد اللہ بن علی قال حدثنا خالد بن عکرمۃ عن ابن عباس قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان الی حنین وکنا من مختلفون فصائمون ومفطرین فلما استوی علی ہرأ حلتہ دعا باناء من لبن او ماء فوضعه علی راحتہ او علی سراحلتہ ثم نظر الناس فقال المفطرون للصائم افطروا وقال عبد الرزاق اخبرنا معمر عن ایوب عن ابن عباس عن ابي حنبلۃ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح وقال حنبلہ بن زید عن ایوب عن عکرمۃ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں حنین کی طرف تشریف لے گئے اور لوگ مختلف تھے بعض حضرات تو روزے سے تھے اور بعض نے روزہ نہیں رکھا تھا لیکن جب آنحضرتؐ اپنی سواری پر پوری طرح بیٹھ گئے تو آپ نے برتن میں دو دھیا پانی (شک راوی) طلب فرمایا اور اسے اپنی ہتھیلی پر یا اپنی سواری (داؤنی) پر رکھا اور پھر نوش فرمایا، پھر لوگوں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ پانی پیتے ہیں، تو بے روزہ داروں نے روزہ داروں سے کہا کہ اب روزہ توڑ لو۔

اور عبد الرزاق نے کہا کہ ہم سے معمر نے بیان کیا اور انھیں ایوب نے اور انھیں عکرمہ نے اور انھیں ابن عباس نے خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال نکلے رمضان میں روزہ توڑنے کا واقعہ فتح مکہ کے سال کا ہے جبکہ آنحضرتؐ مدینہ سے رمضان المبارک میں روانہ ہوئے اور کدید پہنچ کر روزہ افطار فرمایا۔

وقال حنبلہ الخ اور حماد بن زید نے بیان کیا ان سے ایوب نے ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے۔

قال عبد الرزاق اور قتال حماد یہ دونوں تعلیقات بخاری میں سے ہیں جو مورخاً اور مسنداً دونوں طرح سے منقول ہیں۔ (ذخیرا بخاری ص ۱۲۱)

مطابقتہ للترجمۃ من حیث ان خروجہ صلی اللہ علیہ وسلم الی حنین عقب الفتح۔ مشہور روایتوں میں ہے کہ آنحضرتؐ غزوہ حنین کے لئے شوال میں فتح مکہ کے بعد تشریف لے گئے۔

اور اس روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے غزوہ حنین کا سفر رمضان میں کیا تھا سو تطبیق یہ ہے کہ سفر مبارک مدینہ سے رمضان ہی میں شروع ہوا تھا اور اسی سفر میں فتح مکہ اور غزوہ حنین واقع ہوا۔ غزوہ حنین کا وقوع شوال ہی میں صحیح ہے جیسا کہ غزوہ حنین کا مفصل بیان آ رہا ہے۔

۲۹۲۔ حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا جریر بن منصور عن مجاہد بن طائس عن ابن عباس قال سافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فصام حتی بلغ عسفان ثم دکھا باناء من ماء فشریت بہا لیسیریکہ الناس فانظر حتی قد مر مکة قال وكان ابن عباس یقول صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر افطر من شاء صام ومن شاء افطر۔

ترجمہ :- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں فتح مکہ کا سفر شروع کیا اور آپ نے روزہ رکھا لیکن جب آپ مقام عسفان پہنچے تو آپ نے پانی طلب کیا اور لوگوں کو دکھا کر دن کے وقت پانی پیا پھر آپ نے روزہ نہیں رکھا بیان کیا کہ ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں (کبھی) روزہ رکھا اور (کبھی) روزہ نہیں رکھا اس لئے (سفر میں) جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

تشریح کات
مطابقت للترجمہ من حیث ان سفرہ فی رمضان کان فی سنتہ الفتح۔
والحدیث قد مضی فی الصوم ۳۶۱ وطلبنا فی المناری ۳۱۱

بَابُ آيِنَ رَكَزِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الرَّايَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ

فتح مکہ کے روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا کہاں نصب کیا تھا۔
پوری تفصیل خود حدیث میں آ رہی ہے۔

۲۹۳۔ حدثنا عبد بن اسمعيل قال حدثنا ابو اسامة عن هشام عن ابيه لياس بن اسامة قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح فبلغ ذلك قریشاً خرج ابو سفيان بن حرب وحكيم بن حزام وبتديل بن ورقاء يلتمسون الخبر عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فاقبلوا ليسرون حتى التوا من الظهران فاذا هم بنيران كالثهانيان عرفة فقال ابو سفيان ما هلك لكا ثهانيان عرفة فقال بتديل بن ورقاء بنيران بني عدي فقتل ابو سفيان عمرو اقل من ذلك فراهم ناس من حرس رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فادركوهم فاخذوهم فاتوا بهم رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فاسلم

ابوسفیان فلما سار قال للعباس اجلس اباسفین عند حطيم الخيل حتى ينظر الى المسلمين فحبسه العباس فجعلت القبائل تمش مع النبي صلى الله عليه وسلم ثم كتيبة كتيبة علي بن سفين فماتت كتيبة قال يا عباس من هذه قال هذه غفارة قال ما لي ولغفارة ثم ماتت جهينة قال مثل ذلك ثم مات سعد بن هذيم فقال مثل ذلك ثم مات سليم فقال مثل ذلك حتى اقبلت كتيبة لم ير مثلها قال من هذه قال هؤلاء الانصار عليهم سعد بن عبادة معه الراية فقال سعد بن عبادة يا اباسفین اليوم يوم الملحمة اليوم تستحل الكعبة قال ابوسفیان يا عباس حبذا اليوم الذي مارى ثم جاءت كتيبة وهي اقل الكتاب فيهم رسول الله صلى الله عليه وسلم وراية النبي صلى الله عليه وسلم مع الزبير بن العوام فلما مر رسول الله صلى الله عليه وسلم بابي سفين قال ام تعلم ما قال سعد بن عبادة قال ما قال قال كذا وكذا فقال كذب سعد ولكن هذا يوم يعظم الله فيه الكعبة ويوم تكسى فيه الكعبة قال وامر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تركز ايشه بالمحجون قال عروة واخبرني نافع بن جبير بن مطعم قال سمعت العباس يقول للزبير بن العوام يا ابا عبد الله ههنا امرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تركز الراية قال وامر رسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ خالد بن الوليد ان يمد يده من اعلى مكة من كداء ودخل النبي صلى الله عليه وسلم من كداء فقتل من خيل خالد يومئذ جلان حبش بن الاشعر وكروم بن جابر الفهري

ترجمہ :- عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال (فتح مکہ کے لئے مدینہ سے) روانہ ہوئے تو قریش مکہ کو یہ خبر مل گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے ہیں، چنانچہ ابوسفیان بن حرب حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے مکہ سے نکلے اور یہ لوگ چلتے چلتے جب مرانظہر ان پہنچے تو انہیں جگہ جگہ آگ ملتی دکھائی دی گویا کہ عروہ کی آگ ہے ابوسفیان نے کہا کہ یہ آگ کیسی ہے یہ تو عروہ کی آگ کی طرح دکھائی دیتی ہے اس پر بدیل بن ورقار نے کہا جی عروہ (قبیلہ خزاعہ) کی آگیں ہیں تو ابوسفیان نے کہا کہ بنی عمرو کی تعداد اس سے بہت کم ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوکیداروں میں سے کچھ لوگوں نے ان کو دیکھ لیا اور ان لوگوں کو گھماتا کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے پھر ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے چلے (یعنی مکہ کی طرف بڑھے) تو عباس سے فرمایا کہ ابوسفیان کو ایسی تنگ جگہ پر روکے کھو جہاں گھوڑوں کا جاتے وقت جرم ہوتا کہ وہ مسلمانوں (کی فوجی طاقت) کو دیکھ لیں چنانچہ عباس نے ان کو روک رکھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبائل کے دستے ایک ایک کر کے ابوسفیان کے سامنے سے گذرنے لگے چنانچہ ایک دستہ گذرنا تو ابوسفیان نے پوچھا "اے عباس یہ کون لوگ ہیں؟" عباس نے بتایا کہ یہ قبیلہ غفار

ہیں ابو سفیان نے کہا مجھے غفار سے کیا سروکار دینی یعنی مجھے غفار سے کوئی لڑائی نہیں ہے، پھر قبیلہ جمہیہ گذر آتوں کے متعلق بھی ابو سفیان نے اسی طرح کہا پھر سعد بن حذیم کا قبیلہ گذر آتو ابو سفیان نے اسی طرح کہا اور قبیلہ سلیم گذر آتو ابو سفیان نے اسی طرح کہا آخر ایک دستہ دہلا، سامنے آیا کہ ابو سفیان نے اس جیسا دستہ نہیں دیکھا تھا۔ ابو سفیان نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ عباس نے کہا یہ حضارۃ انصار ہیں، سعد بن عبادہ ان کے امیر ہیں اور ان ہی کے ہاتھ میں «انصار کا» علم ہے سعد بن عبادہ نے کہا اسے ابو سفیان آج کا دن لڑائی کا دن ہے آج کعبہ میں قتل و قتلِ حلال ہوگا اس پر ابو سفیان نے کہا کہ اسے عباس اچھا آیا ہے ہلاکت کا دن یعنی قریش مکہ کے لئے یہ کلمہ ابو سفیان نے بطور تمنا کہا کہ قریش کی ہلاکت و بربادی کا دن ہے کہ تم کو قریش کی حفاظت اور مدد کرنی چاہیے، پھر ایک اور دستہ آیا یہ سب سے چھوٹا دستہ تھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت زبیر بن عوام کے ہاتھ میں تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو سفیان کے پاس سے گزرے تو ابو سفیان نے کہا آپ کو معلوم نہیں کہ سعد کیا کہہ گئے ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا کہ میں اللہ کی عطا کیے ہوئے ہوں، تو ابو سفیان نے بتایا کہ یہ کہہ گئے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ سعد نے غلط کہا بلکہ آج کا دن وہ دن ہے جس میں اللہ کی عظمت بڑھائے گا اور آج کعبہ کو خلافت پہنایا جائے گا عروہ نے بیان کیا کہ اور حضور نے حکم دیا کہ آپ کا مسلم مقام جو ان میں گاڑ دیا جائے۔ عروہ نے بیان کیا اور مجھے نافع بن جبر بن مطعم نے خبر دی انہوں نے کہا کہ میں نے عباس سے سنا وہ زبیر بن عوام سے کہہ رہے تھے دتھ مکہ کے بعد، اسے عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہیں علم نصب کرنے کے لئے حکم دیا تھا بیان کیا کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو حکم دیا تھا کہ مکہ کے بالائی علاقہ کذاہ کی طرف سے داخل ہوں اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دشیمی علاقہ کذاہ کی طرف سے داخل ہوں اسے اس رضا خالد کے دستہ کے دو صحابی جیش بن اسیر اور زبیر بن جابر دہزی رضی اللہ عنہما شہید ہوئے تھے۔

تشریحی کتاب مطابقتاً للترجمۃ فی قولہ واہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تکرز
سرایتہ بالحبیبون۔

یہ روایت مراسیل تابعی میں سے ہے۔

حافظ استقلال نے کہتے ہیں ولعم اسرارۃ فی تثنیہ من الطرقتی عن عروہ موصولاً یعنی اس حدیث کو کسی
طریق عروہ سے موصولاً میں نے نہیں دیکھا ہے۔

امام بخاری کا مقصد حدیث کا آخری حصہ ہے جو موصولاً عروہ سے منقول ہے قال عروہ واخبرنی نافع

بن جبیر۔ الخ

تخرج البوسفین بن حرب اسمہ صفحہ بن حرب بن امیۃ ان کے مشرف باسلام ہونے کا
پورا واقعہ باب غزوة الفتح میں بعنوان «ابو سفیان کا اسلام» گذر چکا ہے۔ حضرت ابو سفیان نے اٹھاسی برس کی
عمر میں ۳۵ھ کے اندر مدینہ میں وفات پائی۔ حکیم بن حزام یہ ام المومنین خدیجہ بنت خویلد کے چچے ہیں انہوں نے ایک سو
بیس برس کی عمر میں ۳۵ھ کے اندر مدینہ میں وفات پائی۔ بدلیل بضم الباء وفتح الدال وسکون الیاء وئی آخرہ لام۔
یہ حضرات فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے تفصیل غزوة الفتح میں گذر چکی ہے۔ جبئدا یومہ الذہاس

بکسر الازل و تخفیف الیم اچھا ہلاکت کا دن آیا ہے اس کی تفسیر میں اقوال مختلف ہیں علامہ خطابی کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے اس جمد سے تنہا کی ہے کہ کاش آج طاقت ہوتی تو اپنی قوم کو بچاتا۔ کاتھہات میں ان عرفہ تو گیا کہ شب عرفہ کی آگ ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قریش کی عادات مستمرہ تھی کہ وہ لوگ عرفہ کی رات کھڑت سے آگ جلاتے اور روشن کرتے تھے۔ کذاب سعد یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ سعد نے غلط کہا۔ انحضرتؐ سعد بن عبادہ سے جویش ایمانی اور غلبہ حال میں ایک جملہ یعنی الیوم المحدثہ الیوم لتتحل الکعبۃ، زبان سے نکل گیا جو مستحکم نہ تھا اس لئے آپؐ نے یہ حکم دیا کہ جمنڈا حضرت سعد سے لے کر ان کے بیٹے تیس بن سعد کو دے دیا جائے۔ آنحضرتؐ رحمت عالم تھے۔ بظاہر تو حضرت سعد سے جمنڈا لے لیا مگر اس خیال کے سعد کی دل شکستی نہ ہو جمنڈا ان ہی کے بیٹے تیس کو دیا۔

۲۹۸۔ حد ثنا ابوالولید قال حدثنا شعبۃ عن معاویۃ بن قرۃ قال سمعت عبد اللہ بن مغفل یقول ساریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکہ علی ناقته وهو یقرأ سورۃ الفتح یرجع وقال لو لا ان یرجع الناس حولی لم یجعت کما رجعت۔

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر اپنی اونٹنی پر سوار ہیں اور خوش آوازی سے سورہ فتح کی تلاوت فرما رہے ہیں معاویہ بن قرہ نے کہا کہ اگر اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے گرد جمع ہو جائیں گے تو میں بھی ترجیع کے ساتھ تلاوت کر کے دکھاتا جیسا کہ عبد اللہ بن مغفل نے ترجیع سے پڑھ کر سنایا تھا (یعنی آنحضرتؐ کی تلاوت بالترجیع سنائی)

مطابق للترجمۃ "یوم فتح مکہ"

تشریحات

وہذا الحدیث انخرج البخاری فی المغازی ص ۱۱۵ و فی التفسیر ص ۵۱ و فی فضائل القرآن ص ۵۵

و فی التوحید ص ۱۱۵۔

یہ ترجیع کے معنی لغت میں لڑانے اور طعن میں آواز کے گھمانے کے آتے ہیں اسی سے ترجیع فی الاذان ہے، جس کا مطلب ہے کہ شہادین کو دو دو مرتبہ آہستہ سے کہہ کر پھر بلند آواز سے کہنا، یہ ترجیع فی الاذان حضرات شوانیع اور حضرات مالکیہ کے نزدیک سنت ہے فقہار احناف و حنابلہ سنیت کا انکار کرتے ہیں۔

اس حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ فتح مکہ کے روز سورہ فتح کی تلاوت میں ترجیع کر رہے تھے اس سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایک ایک آیت کو دو دو بار تین تین بار پڑھتے تھے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ترجیع سے مراد آواز کو دراز کرنا ہے، بخاری شریف کتاب التوحید ص ۱۱۵ میں راوی حدیث معاویہ بن قرہ سے ترجیع کی کیفیت منقول ہے آء آء آء ثلاث مرات "یعنی ہمزہ مفتوحہ کے بعد الف کو دراز کر کے۔

ترجیع کے اندر تیسرا قول ہے خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا، امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :- قال القاضی اجماع العلماء علی استحباب تحسین الصوت بالقراءۃ و ترطیلها یعنی قرآن حکیم کو خوش آوازی اور ترٹیل سے پڑھنا باتفاق علماء مستحب ہے۔

علامہ وحید الزماں لغات الحدیث میں مجمع البحرین کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ترجیح بمعنی خوش آوازی سے بڑھنا یہ طریقہ قرآن پڑھنے کا مستحب ہے لیکن گانے والوں کی طرح آوازیں دلا کر نہ پڑھنا، یعنی تال اور سر کے ساتھ توجہ منع ہے ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجیح میں جو آواز آواز کی دلازی منقول ہے سو چونکہ آپ اونٹ پر سوار تھے لہذا اس کی حرکت سے آواز میں امتداد پیدا ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

۲۹۵۔ حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ الرَّحْمَنِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ أَبِي مَيْمُونٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ قَالَ زَمِنَ الْفَتْحُ يَا رَسُولَ اللَّهِ آيِنَ تَنْزَلُ خَدَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَرَكْتُ لَنَا عَقِيلًا مِنْ مَنْزِلٍ ثُمَّ قَالَ لَا يَرِيضُ الْمَوْمِنُ الْكَافِرُ وَلَا يَرِيضُ الْكَافِرُ الْمَوْمِنُ قِيلَ لِلزُّهْرِيِّ وَمَنْ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ قَالَ وَرِثَهُ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ قَالَ مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ آيِنَ تَنْزَلُ عِنْدَ آفِي حَجَّتِهِ وَلَمْ يَقُلْ يُونُسَ حَجَّتَهُ وَلَا زَمِنَ الْفَتْحُ۔

ترجمہ :- حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ انھوں نے فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ کل (مکہ میں) آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا عقیل نے ہاتھ لائے کوئی گھر چھوڑا ہے؟ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہو سکتا ہے اور نہ کافر مومن کا وارث ہو سکتا ہے۔ زہری سے پوچھا گیا کہ ابو طالب کی وارثت کسے ملی تھی؟ انھوں نے بتایا کہ ان کے وارث عقیل اور طالب ہوتے تھے۔ معمر نے زہری سے نقل کیا ہے (یعنی حضرت اسامہ کا سوال اس طرح نقل کیا ہے) کہ یا رسول اللہ آپ اپنے حج کے دوران کل کہاں قیام فرمائیں گے؟ اور یونس نے اپنی روایت میں (حج کا ذکر کیا ہے نہ فتح مکہ کا۔

مطابقت للترجمہ فی قولہ "زمن الفتح"

تشریحات

والحدیث أخرجه البخاری فی الحج ص ۲۱۷ و فی الجہاد ص ۲۳ و فی المغازی ص ۱۱۱

ہل ترک لنا عقیل الخ حضرت اسامہ بن زید نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ کل آپ مکہ میں اپنے گھر میں قیام فرمائیں گے؟ تو حضور اکرم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ عقیل (بفتح العین) نے ہمارے لئے کوئی گھر چھوڑا بھی ہے۔ تفصیل یہ ہے :- کہ عبدالمطلب کے بعد پورے مکان کے مالک ان کے لڑکے ابو طالب ہوتے چونکہ حضرت عبد اللہ والہ ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی انتقال کر چکے تھے اس لئے آنحضرت کے بعد مجد عبدالمطلب نے مرتے وقت آپ کو آپ کے حقیقی اجداد یعنی چچا ابو طالب کے سپرد کیا۔ ابو طالب نے انتہائی شفقت اور محبت سے مرتے دم تک آپ کی تربیت کی۔ ابو طالب کے چار بیٹے تھے حضرت علیؑ، حضرت جعفرؑ، عقیل اور طالب۔ چونکہ عقیل اور طالب اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے اور ہجرت کے وقت مکہ ہی میں رہ گئے تھے اس لئے ابو طالب کے وارث ہوئے اور حضرت علیؑ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما کو ترک نہیں ملا کیونکہ یہ حضرات مسلمان تھے اور یہ دونوں بھائی سب ابقین اولین میں سے ہیں حضرت جعفرؑ حضرت علیؑ سے دس سال بڑے تھے حضرت جعفرؑ کی شہادت کا واقعہ غزوہ موتہ میں گذر چکا ہے۔

قال معمر عن الزُّهْرِيِّ إمام زهري سے اس روایت کے نقل کرنے والے تین شاگرد ہوئے۔ ۱۔ محمد بن ابی

حفصہ جیسا کہ یہ حدیث مغازی ۲۹۵ بخاری ص ۱۱۷ کی ہے۔ دوسرے سٹاگر و عمر بن جیسا کہ جہاد میں بخاری ص ۱۳۳ کی روایت ہے۔ تیسرے یونس بن جیسا کہ بخاری ص ۱۱۷ کی روایت ہے۔

اس حدیث میں محمد بن ابی حفصہ کی روایت ہے کہ حضرت اسامہ نے فتح مکہ کے موقع پر سوال کیا ہے، اور یونس کی روایت میں شیخ کا ذکر ہے اور نہ فتح مکہ کا، یعنی کسی کی تصریح نہیں ہے بلکہ سکوت ہے اس لئے ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں البتہ اختلاف رہتا ہے معمر اور محمد بن حفصہ میں کہ معمر کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور محمد بن ابی حفصہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کا واقعہ ہے حافظ عسقلانی اور حافظ بیہقی ہر دو بزرگ فرماتے ہیں کہ معمر اولیٰ و الثقلین من محمد بن ابی حفصہ و دمدۃ القاری ص ۲۱۱ فتح الباری ص ۱۱۷۔

هل تترك لنا عقيل الخ اس میں اشارہ ہے کہ عقیل نے تمام مکانوں کو بیچ دیا تھا۔ اس مقام پر مکہ مکرمہ کے مکانات اور آراضی کی بیع جائز ہے یا نہیں؟ علیٰ ہذا اجارہ جائز ہے یا نہیں؟ مفصل اور مدلل بحث کے لئے اصح السیر ملاحظہ فرمائیے۔

۲۹۶۔ حدثنا ابوالیمان قال حدثنا شعيب قال حدثنا ابوالزناد عن عبد الرحمن بن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منزلنا ان شاء اللہ اذ انتحى اللہ الخيف حيث تقاسموا على الکفر۔

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انشا اللہ ہماری قیام گاہ اگر اللہ نے فتح عنایت فرمائی تو خیف بنی کنانہ میں ہوگی جہاں قریش نے کفر پر رہنے کے لئے قسم کھائی تھی کہ ہمیں تمام قبائل قریش نے متفقہ طور پر کفر نہ نبوت میں عہد کیا تھا اور قسمیں کھائی تھیں کہ تم حضور اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کا مقاطعہ یعنی بائیکاٹ کیا جائے کہ ان سے خرید و فروخت کیا جائے اور نہ شادی بیاہ کا معاملہ کریں یہاں تک کہ بنو ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالے نہ کر دیں لیکن حق تعالیٰ نے ان کا غرور خاک میں ملا دیا اور اسلام کو عظمت بخشی۔ آخر مکہ پر اسلامی جھنڈا لہرایا حق ہے اذاجارالحق و ذہق الباطل ان الباطل کان زھوقاً۔

مطابقتہ للترجمہ فی قوله "اذا فتح اللہ"

تشریحات الخيف بفتح الخاء المعجمة وسكون الخيمية اور یہ منزلت کی خبر ہے ابو العکس۔ خيف پہاڑ کا نشیبی حصہ جو مالہ سے بند ہو۔ منیٰ کی مسجد کو مسجد خيف کہتے ہیں کیونکہ وہ پہاڑ کے نشیبی حصہ میں ہے۔ اس مقاطعہ اور محیطہ مالہ کا بیان انشاء اللہ عنقریب آئے گا۔

۲۹۷۔ حدثنا موسى بن اسمعيل قال حدثنا ابراهيم بن سعد قال اخبرنا ابن شهاب عن ابی سلمة عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حين امراد خيبتاهم نزولنا عند ان شاء اللہ الخيف بنى كناتة حيث تقاسموا على الکفر۔

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حنین کا

راہہ کیا تو فرمایا کہ کل ہمارا قیام انشاء اللہ خیف بنی کنانہ میں ہوگا جہاں قریش نے کفر کے لئے قسم کھائی تھی۔

تشریحات حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث دوسری سند سے ہے نیز ارادہ خیفینا سے بھی مطابقت ہو سکتی ہے ای فی غزوة الفتح کیونکہ غزوة خیفین فتح مکہ کے بعد ہوا۔

آپ نے خیف بنی کنانہ کو قیام کے لئے اس لئے منتخب فرمایا کہ اس مقام پر جہاں کافروں نے مقاطعہ کا عہد کیا تھا اس کو یاد کر کے حق تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ حق تعالیٰ نے کتابرا احسان کیا وذلک فضل اللہ یوتیرہ من یشاء۔

۲۹۸۔ حدثنا یحییٰ بن قزعة قال حدثنا مالک بن ابن شہاب عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکة یوم الفتح وعلیٰ راسہ الخضر فلما نزعه جاء رجل فقال ابن حنظل متعلقاً باستار الکعبة فقال ائمتله قال مالک ولم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما نثری واللہ اعلم یومئذ محرم ما۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے روز مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر ٹوٹتی پھر جب آپ نے اس کو اتارا تو ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ ابن حنظل کعبہ کے پردے سے چٹا ہوا ہے آنحضرت نے فرمایا کہ اسے (وہیں) قتل کر دو، امام مالکؓ نے فرمایا جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں آگے خدا جانے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن احرام باندھے ہوئے نہیں تھے۔

مطابقتہ للترجمہ فی قولہ یوم الفتح

والحدیث قد مضی فی ابواب العرة ص ۲۷۲ و فی المغازی ص ۱۱۱

تشریحات

ابن حنظل فتح مکہ کے دن آپ نے عام معافی کا اعلان کر دیا لیکن چند گستاخ اور دریدہ دہن مردوں اور عورتوں کے متعلق آپ نے یہ حکم دیا کہ جہاں کہیں ملیں قتل کر دیئے جائیں گو وہ استار کعبہ کو

پکڑے ہوئے ہو ان ہی مجرموں میں سے ایک عبداللہ بن حنظل تھا (یعنی الخمار المجرمہ والطار المہملتہ) یہ مسلمان ہو گیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات وصول کرنے کے لئے عامل بنا کر بھیجا اور خدمت کے لئے ایک مسلمان بھی ساتھ

کر دیا، کام میں کچھ اس کی مرضی کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس نے خادم مسلمان کو قتل کر دیا پھر قصاص کے خوف سے

مرتد ہو گیا اور صدقات کے جانوروں کو لے کر مکہ بھاگ گیا اور پھر آنحضرتؐ کی ہجو میں شعر کہتا تھا۔ پس اس ابن حنظل کے

تین جرم تھے ایک خون ناحق دوسرا مرتد ہونا، تیسرا ہرم آپؐ کی ہجو میں شعر کہنا، اعلان کے بعد معلوم ہوا کہ ابن حنظل استار کعبہ

سے چٹا ہوا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا وہیں قتل کر ڈالو چنانچہ ابوہریرہؓ سلمیٰ اور سعد بن حریش رضی اللہ عنہما نے وہیں جا کر

قتل کیا۔

سبا حرم میں قتل کا شبہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس روز صبح سے عصر تک حلال کر دیا گیا تھا جیسا کہ احادیث

صحیحہ سے ثابت ہے نیز ص ۶۱۱ پر حدیث مفصل آرہی ہے۔

۲۹۹۔ حدثنا صدقة بن الفضل قال اخبرنا ابن عیینة عن ابن ابی نجیح عن مجاہد

عن ابی معین عن عبد اللہ قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکة یوم الفتح وحول

الْبَيْتِ سِتُّونَ وَثَلَاثُمِائَةً نَصَبَ فَنَجَّلَ يَطْعَنَهَا بَعْدَ فِي يَدِهِ وَيَقُولُ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ
الْبَاطِلُ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِيهِ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُهُ۔

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو بیت اللہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے آنحضرتؐ ایک چھڑی سے جو آپ کے دست مبارک میں تھی مارتے جاتے اور اس آیت کی تلاوت کرتے جاتے کہ جاء الحق والخزین حق آگیا اور باطل مٹ گیا حق آگیا اور باطل تو نہ کسی چیز کو شروع کر سکتا ہے اور نہ ٹوٹا سکتا ہے۔

مطابقت لائبریری قولہ دخل للنبي صلى الله عليه وسلم مكة يوم الفتح ،
تشریحات والحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب المظالم ۳۳۶ و فی المغازی ص ۶۱۲

حدیث پاک میں پہلی آیت سورہ بنی اسرائیل کی اور دوسری آیت سورہ سبأ کی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ دین حق آگیا اور باطل یعنی بت پرستی کا خاتمہ ہو گیا، دین حق آگیا اور باطل نہ کر نیک رہا نہ دھرنے کا۔

۳۰۰ حدثنا اسحق قال حدثنا عبد الصمد قال حدثني ابي قال حدثنا ايوب عن عكرمة
عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما قدم مكة ابنى ان يدخل البيت وفيه
الالهة فامر بها فخرجت فاخرج صورة ابراهيم واسماعيل في ايد يهما من الازلام فقال
النبي صلى الله عليه وسلم قائلهم الله لقد علموا ما استقسما بها فطئتم دخل البيت فلكبر
في نواحي البيت وخرج ولم يصل فيه تابعه معمر عن ايوب وقال وهيب حدثنا ايوب
عن عكرمة عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ :- حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ آئے تو آپ
بیت اللہ میں اسوقت تک داخل نہیں ہوئے جب تک اس میں بت موجود رہے بلکہ آپ نے حکم دیا
اور بتوں کو باہر نکال دیا گیا انھیں میں ایک تصویر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی بھی
تھی اور ان کے ہاتھوں میں قمار کے تیر تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان مشرکوں کا
ناس و فارت کرے انھیں خوب معلوم تھا کہ ان بزرگوں نے کبھی پانسہ نہیں پھینکا (یعنی جو انہیں کھیلنا
پھر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کے چاروں طرف تکبیر کہی اور باہر تشریف لائے اور
آپ نے اندر نماز نہیں پڑھی تھی۔

تابعہ معمر الخ یعنی عبدالصمد بن عبدالوارث کی متابعت معمر بن راشد نے ایوب سختیانی کی واسطہ
سے کی ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ فی روایۃ الاصبلی لیس فیہ حدیثی ابی الخ اس صورت میں ایوب
سے روایت کرنے والے عبدالصمد ہونگے اور عبدالصمد کی متابعت معمر نے کی اور اگر عبدالصمد کی روایت اپنے والد
عبدالوارث سے ہے اور عبدالوارث نے ایوب سے تو اس صورت میں معنی ہوگا کہ عبدالوارث کی متابعت

معمر بن ابیوسف کی ہے۔

وقال وهيب النخ اور وهيب نے بیان کیا کہ ہم سے یوب نے بیان کیا انہوں نے حکم سے اور حکم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمة من حيث ان قدومه هذا مكة كان سنة الفصح،

والحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب الاہیاء ص ۲۷۳ ولی المغازی ص ۶۱۲۔

از لہ جمع ہے ذلک کی جگہ معنی ہیں بے پیر کا تیر، پانسہ، وہ تیر جس سے کفار فال لیتے تھے۔

ما استقسما از استفعال استقسام کے معنی ہیں تقسیم کرنے کو کہنا، تقسیم چاہنا اور پانسہ کو فال کہنا۔

تیروں سے فال زمانہ جاہلیت میں عربوں کا دستور تھا کہ بے پیر کے تیروں پر لکھتے اور فال لیتے جس کا طریقہ یہ تھا کہ کسی تیر پر افعال اور کسی تیر پر لا فعل لکھتے اور بعض تیر کو سادہ چھوڑ دیتے پھر

سارے تیروں کو ترکش میں رکھ دیتے پھر جب سرف میں جانے کا ارادہ کرتے یا شادی کرنا چاہتے یا اور کوئی بڑا کام کرنا چاہتے تو ترکش سے ایک تیر نکالتے اگر افعال یعنی حکم کا پانسہ نکلتا تو اس کام کو کرتے اور اگر ممانعت کا پانسہ یعنی لا فعل نکلتا تو اس کام کو نہ کرتے اور اگر سادہ تیر نکلتا تو پھر فال کھولتے یہاں تک کہ حکم یا ممانعت کا پانسہ نکلے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مشرک لوگ قربان کے جانور کا گوشت پانے کے ذریعہ تقسیم کرتے کسی کے حصہ میں کم آتا اور کسی کو زیادہ مل جاتا جو مستقل قمار کی صورت ہے اسلام نے اس سے منع کیا ہے۔

انسوس ہے کہ بعض شیعوں میں اب تک یہ طریقہ باقی ہے اور اس کا نام استخارہ ذات الرقاع رکھا ہے وہ کاغذ کے تین پرچے لیتے ہیں ایک پر افعال دوسرے پر لا فعل اور تیسرا سادہ رکھتے ہیں پھر تینکے بند کر کے ایک پرچہ اٹھاتے ہیں یا کسی بچے سے اٹھوا لیتے ہیں اگر افعال نکلتا ہے تو اس کام کو کرتے ہیں اور اگر لا فعل نکلتا ہے تو نہیں کرتے اور اگر سادہ پرچہ نکلتا ہے تو کرنا اور نہ کرنا برابر سمجھتے ہیں اسلامی قانون میں جائز نہیں۔

باب دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلیٰ مکة ۶۱۲

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ کے بالائی جانب سے داخلہ

۳۰۱ وقال اللیث حدثنی یونس قال اخبرنی نافع عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل یوم الفصح من اعلیٰ مکة علی رطلته مُردف اسامة بن زید ومعه بلال ومعه عثمان بن طلحة من الحججة حتی اناخ فی المسجد فامرہ ان یاتی بمفتاح البیت فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعه اسامة بن زید وبلال وعثمان بن طلحة فمکث فیہ نماز اطویلا ثم خرجوا استبقوا الناس

فکان عبد اللہ بن عمرو اول من دخل فوجد بلا را دراء الباب قائما فسالہ ابن مسلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسار لہ الی المکان الذی صلی فیہ قال عبد اللہ ففسیک ان اسأله کہ صلی من سجدة -

ترجمہ :- اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا انھوں نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطے سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز اپنی سواری پر مکہ کے بالائی جانب سے شہر (مکہ مکرمہ) میں داخل ہوئے اسامہ بن زیدؓ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوتے تھے آپ کے ساتھ بلالؓ اور کعبہ کے حاجب عثمان بن طلحہؓ بھی تھے یہاں تک کہ آپ نے مسجد میں (یعنی مسجد کے قریب باہر میں) اپنے اونٹ کو بٹھایا اور بیت اللہ کی کنجی لانے کا حکم دیا پھر آپ بریلہ کے اندر تشریف لے گئے آپ کے ساتھ اسامہ بن زید، بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم تھے آپ اندر کافی دیر تک ٹھہرے پھر جب باہر تشریف لائے تو لوگ جلدی سے آگے بڑھے سب سے پہلے اندر جانے والوں میں عبد اللہ بن عمرؓ تھے انھوں نے بیت اللہ کے دروازے کے پیچھے بلالؓ کو کھڑے ہونے دیکھا اور ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی؟ انھوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی، عبد اللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آنکھوں سے کتنی رگتیں پڑھی تھیں۔

تشریحات مطابقتہ للترجمة في قوله "اقبل يوم الفتح"

یہ حدیث اگرچہ بیان تعلیقا ہے لیکن یہ حدیث بخاری شریف ہی میں امام بخاری نے کتاب الجہاد ص ۲۱۹ پر متصل السناد اپنے شیخ یحییٰ بن بکیر سے لایا ہے غالباً ہی وجہ ہے کہ علامہ عینی شراح بخاری نے اس پر حدیث کا شمار نمبر لگایا ہے اور میں نے بھی ان کی اقتدا میں نمبر شمار لگا دیا ہے چونکہ یہ بخاری کی متصل السناد حدیث ہے دیکھتے ص ۲۱۹ حد ثنا یحییٰ بن بکیر حدثنا اللیث الخ بعض اردو تراجم نے اس پر حدیث کا شمار نمبر چھوڑ دیا ہے۔

اس سے پہلے حدیث ۲۲۵ میں ابن عباسؓ کی روایت گزری ہے کہ آپ ایک شبہ اور اس کا ازالہ نے کعبہ کے اندر نماز نہیں پڑھی لیکن اس روایت ۲۳۳ میں حضرت بلالؓ

کی روایت میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور یہی صحیح ہے ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ باہر ہوں ان کو آپ کے نماز پڑھنے کا علم نہ ہوا ہو بخلاف اس کے کہ حضرت بلالؓ اندر حضورؐ کے ساتھ تھے واللہ اعلم۔ فراغت کے بعد آپ نے عثمان بن طلحہ کو نبی مرحمت فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہ نبی ہمیشہ کیلئے ہے (یعنی ہمیشہ تمہارا رہے ہی خاندان میں رہے گی) میں نے خود نہیں دی بلکہ اللہ نے تم کو دلانی ہے سولتے ظالم اور غاصب کے کوئی تم سے رہ چھین سکے گا۔

۳۲۲ حدثنا الہیثم بن حجاج قال حدثنا حفص بن میسرۃ عن ہشام بن عروہ

عن ابیہ ان عائشۃ اخبرته ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکة عام الفتح من کداء
التي باعني مكة تابعه ابواسامة ووهيب في كداء -

ترجمہ :- ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ
کے بالائی علاقہ کداء سے شہر میں داخل ہوئے تھے، اس روایت کی متابعت ابواسامہ اور وہیب
نے کداء کے ذکر کے ساتھ کی ہے۔

تشریحات **کداء** بفتح الكاف وتخفيف الدال اور الف ممدودہ مکہ کے بالائی جانب کو کہتے ہیں
اور کذی بضم الكاف اور الف مقصورہ کے ساتھ مکہ کے شبہی علاقہ کو کہتے ہیں۔

ایک مشبہ اور اس کا ازالہ اس سے پہلے حدیث ۳۹۳ گزر چکی ہے جس میں ہے کہ آنحضرتؐ نے
حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا ان میں داخل من اعلیٰ مکة من کداء
ودخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذی، بظاہر تعارض ہے لیکن مہروردی نے کثرت روایات
وقوت روایات کے پیش نظر اسی حدیث ۳۹۲ کو ترجیح دی ہے۔

۳۹۳ حدثنا عبید بن اسفعیل قال ابواسامة عن هشام عن ابیہ دخل
النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح من اعلیٰ مکة من کداء -
ترجمہ :- حضرت عروہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ کے بالائی
علاقہ کداء کی طرف سے داخل ہوئے تھے۔

تشریحات **کداء** کا ذکر نہیں ہے اس لئے یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت عروہ تابعی ہیں۔
اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حضرت اقدسؐ مکہ کے بالائی جانب کداء سے مکہ میں داخل
ہوئے تھے مقام کداء ہی وہ مقام ہے جہاں ہانی کعبہ حضرت ابراہیمؑ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو حج کے لئے
پکارا تھا كما قال تعالیٰ واذن فی الناس بالحج الاية (سورة الحج)

باب ۶۱۴ منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح
فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ

۳۰۴ حدثنا ابوالولید قال حدثنا شعبۃ عن عمرو عن ابن ابی لیلی قال ما
اخبرنا احدٌ انه راى النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الصلوة غیر اتمہا فی فائتھا ذکر
انه یوم فتح مکة اغتسل فی بیتہا لہ صلی نماز رکعات قالت لہ انہ صلی صلوة

أخف منها غير انه يتم الركوع والسجود -

ترجمہ :- ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ ام ہانی کے سوا، ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے ام ہانی نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی انھوں نے بیان کیا کہ آنحضرت کو اتنی ہلکی نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا تھا مگر آپ رکوع اور سجدہ پوری طرح کرتے تھے۔

تشویحات مطابقہ للترجمہ من حيث أنه صلى الله عليه وسلم نزل في بيت أم هانئ حتى اغتسل فيه وصلى صلوة الضحى،

والحدیث أخرجه البخاری فی الصلوة ص ۱۴۹ ایضاً ص ۱۵۰ و فی المغازی ص ۶۱۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی بنت ابی طالب کے ہاں جو نماز ادا فرمائی تھی میں کہ ام اس نماز کو صلوة الفتح کہتے ہیں چنانچہ علامہ ابن قیم اپنی کتاب زاد المعاد میں لکھتے ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر میں داخل ہوئے اور آپ نے غسل فرما کر آٹھ رکعتیں نماز ان کے گھر ادا کی اور یہ چاشت کا وقت تھا پس جس نے گمان کیا اس نے کیا کہ یہ چاشت کی نماز تھی حالانکہ یہ فتح کے شکرانہ کی نماز تھی اور امر اسلام کا یہ طریق رہا ہے کہ جب کسی قلعہ یا شہر کو فتح کرتے تو فتح کے بعد شکر یہ میں اس نماز کو پڑھتے تھے۔

ثم دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم دار أم هانئ بنت أبي طالب فاغتسل وصلى ثمان ركعات في بيتها وكان ضحى فظنهما من ظنها صلوة الضحى وانما هذ صلوة الفتح وكان امراء الاسلام اذا فتحوا حصنا او بلدا صلوا عقب الفتح هذ الصلوة (زاد المعاد)

صلوة الضحیٰ لیکن اس حدیث سے یا علامہ ابن قیم کی مذکورہ عبارت سے صلوة الضحیٰ (نماز چاشت) کا انکار آیا عدم ثبوت کا فیصلہ درست نہیں اسلئے کہ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں ما اخبیرنا احد " ظاہر ہے کہ وصول خبر کی نفی سے ثبوتی کا عدم لازم نہیں آتا پھر بخاری، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے تو صلوة الضحیٰ کے عنوان سے مستقل باب قائم کیا ہے تفصیلی بحث کا محل تو کتاب الصلوة ہے یہاں صرف اتنا ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ جہور حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ رحمہم اللہ کے نزدیک چاشت کی نماز مندوب و مستحب ہے اور اکثر شواہد کے نزدیک سنت۔

اس سے پہلے اسی صفحہ میں حدیث ۲۹۶ نیز حدیث ۲۹۷ میں گزر چکا ہے کہ شبہ اور اس کا ازالہ آنحضرت کے حکم کے مطابق آپ کی قیام گاہ خیف ہی کنارہ تھی جس کو محض بھی کہتے ہیں اور اس روایت ۳۰۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت ام ہانی کے گھر تشریف لیگتے۔

جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ آنحضرت کا خیمہ خیف ہی کنارہ ہی میں نصب کیا گیا تھا اور وہی آپ کی مستقل قیام گاہ تھی یہاں تو آپ نے صرف غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی

پھر اپنی منزل پر تشریف لے گئے یہاں آپ نے قیام نہیں فرمایا۔

باب ۶۱۵

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ امام بخاری نے باب قائم کر کے بیاض چھوڑ دیا لیکن پھر مناسب ترجمہ کا موقع نہیں ملا، علامہ عینی فرماتے ہیں ہذا باب بلا ترجمہ وہو کالفصل لما قبلہ اور یہی النسب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ الفصل من الباب السابق۔

۳۵۵ حدیثی محمد بن بشار قال حدثنا غندرق قال حدثنا شعبه عن منصور عن ابي الضمعي عن مسروق عن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول في ركوعه وسجوده سبحانك اللهم ربنا وحمدك اللهم اغفر لي۔

تشریحات مطابقتہ للترجمہ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو یہاں اس وجہ سے لایا گیا کہ یہ حدیث یہاں مختصر ہے پوری حدیث کتاب التفسیر میں ہے عن عائشة قالت ما صلى النبي صلى الله عليه وسلم الخ بخاری ص ۴۲۲ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ جب آپ پر آذاجاء نصر الله والفتح نازل ہوئی یعنی فتح مکہ کے بعد تو آپ ہر نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے سبحانك اللهم الخ اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں اے ہمارے پروردگار میں تیری حمد کرتا ہوں اے اللہ مجھے بخش دے۔

اس سورت میں حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے فسبح بحمد ربك واستغفره اور یہ سورہ قرآن کی سب سے آخری سورت ہے یعنی اس کے بعد کوئی مکمل سورت نازل نہیں ہوئی بعض آیات کا نزول اس کے منافی نہیں، یہ سورت اخیر زمانہ یعنی فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی اور آنحضرت کا رکوع اور سجدہ میں یہ پڑھنا حق تعالیٰ کے اسی حکم کی بجا آوری اور تعمیل تھی۔

وهذا يدل على انه ينبغي للانسان ان يرغب في آخر عمره في الصالحات ان يد ما كان يرغب فيها اولاً۔ اب ترجمہ الباب سے مناسبت واضح ہے کہ آنحضرت کا یہ دعا پڑھنا اس حکم کی تعمیل ہے جو فتح مکہ کے بعد ہوا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رکوع اور سجدہ میں تسبیحات رکوع اور تسبیحات سجدہ کے علاوہ دعا پڑھنا جائز ہے۔ نوافل میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں فرض نماز میں بھی اگر تنہا پڑھنے والا دعا پڑھے تو جائز ہے اگرچہ خلاف اولیٰ ہے یہی جوہر فقہاء و محدثین کا مسلک ہے امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے۔

والحدیث أخرجه البخاری هنا فی المغازی ص ۶۱۵ وفي الصلوة ص ۱۹

وفي التفسیر ص ۴۲۲

۶۳۶ حدیثنا ابو نعمان قال حدثنا ابو عوانة عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کان عمر یدخلنی مع اشیاخ بدر فقال بعضهم لم ندخل هذا الفتح معنا ولنا ابناء مثله فقال انه ممن قد علمتم قال فدعاهم ذات یوم ودعانی معهم قال ومارایتہ دعانی یومئذ الا کبره منی فقال ما تقولون اذا جاء نصر الله والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجاً حتی ختم السورة فقال بعضهم امرنا ان نحمد الله ونستغفر اذا نصرنا وفتح علینا فقال بعضهم لا ندری ولم یقل بعضهم شیاً فقال لی یا ابن عباس اکل الذنوب قلت لا قال فما تقول قلت هو اجل رسول الله صلی الله علیه وسلم اعلمه الله له اذا جاء نصر الله والفتح فتم مکنت فذالك علامة اجلك فسلم بحمد ربك واستغفرت له انه کان توابا قال عمر ما اعلم منها الا ما تعلموا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ عمرؓ (اپنی مجلس میں) بدری بزرگوں کے ساتھ داخل کر لیتے تھے اس پر ان میں سے ایک بزرگ (عبدالرحمن بن عوفؓ) نے کہا آپ اس نوجوان کو ہماری مجلس میں کیوں بلاتے ہیں؟ اس کے جیسے تو ہمارے لڑکے ہیں اس پر عمرؓ نے فرمایا یہ (ابن عباس) تو ان لوگوں میں سے ہے جن کا علم و فضل تم کو معلوم ہے، ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ پھر ایک دن حضرت عمر فاروقؓ نے ان اکابر حضرات (بدری بزرگوں) کو بلایا اور ان کے ساتھ مجھے بھی بلایا، ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ میں سمجھتا تھا کہ مجھے اس روز آپ نے اسلئے بلایا تھا تاکہ آپ ان بزرگوں کو میرا علم دکھا سکیں پھر آپ نے دریافت کیا اذا جاء نصر الله والفتح ورایت الناس یدخلون ختم سورة تک، کے متعلق تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ کسی نے کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد بیان کریں اور اس سے استغفار کریں جبکہ اس نے ہماری مدد کی اور ہمیں فتح عنایت فرمائی اور بعض حضرات نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں، اور بعض نے کوئی جواب نہیں دیا پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا اے ابن عباس کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں فرمایا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یہ (یعنی مقصد سورہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے (یعنی اس سورت میں حضور اللہؐ کی وفات کی طرف اشارہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح فتح مکہ حاصل ہوگئی تو یہ آپ کی وفات کی نشانی ہے اسلئے آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اس سے جو کچھ تم نے کہا میں بھی وہی سمجھتا ہوں۔

تشریحات قال العلامة العینی مطابقتہ للترجمة هي قولہ باب غزوة الفتح اذ فيه ذكر الفتح وهو فتح مكة والاجواب التي بعد تابعة له، مطلب یہ ہے کہ توالیح میں فتح مکہ کی تصریح ضروری نہیں صرف اشارات کافی ہیں تو چونکہ اس حدیث میں آیت کریمہ اذا جاء

نصر اللہ والفتح مذکور ہے اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس کی تفسیر میں موجود ہے۔
 عا مطابقتہ للترجمة فی قوله «والفتح فتح مکة»
 والحديث أخرجه البخاري مختصراً ۵۱۳ وھنا فی المغازی ص ۴۱۵
 وباقی ص ۳۳۸ تا ۳۳۹۔

۳۸۷ حد ثنا سعید بن شرحبیل قال حدثنا اللیث عن المقبری عن ابی شریح
 العدوی انه قال لعمر بن سعید وهو یبعث البعوث الی مکة اذ ان لی ابیہا الامیر
 احدثک قولاً قام بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغد من یوم الفتح سمعته اذنا ی
 ووعاہ قلبی وابصرته عینا ی حین تکلم بہ انه حمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ان مکة
 حرمها اللہ فلم یجرمها الناس لایحیل الامرئ یؤمن باللہ والیوم الاخر ان یسفک بها
 دماً ولا یعضد بها شجراً فان احدٌ ترخص لقتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہا فقولوا
 لہ ان اللہ اذن لکم وانما اذن لی فیہا ساعدہ من غمار وقد عادت حرمتها الیوم کحرمتها
 بالاہس و لیبلغ الشاهد الغائب فقیل لابی شریح ما ذاک قال لک عمرو وقال قال انا اعلم
 بذلک منک یا اباشریح ان الحرم لا یعید عامیاً ولا فارة ابدہم ولا فارة بخربة۔

ترجمہ: حضرت ابو شریح عدوی سے روایت ہے کہ آپ (یعنی ابو شریح) نے عمرو بن سعید (والی
 مدینہ) سے کہا جبکہ عمرو بن سعید (عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کیلئے) مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا کہ اسے
 امیر مجھے اجازت دیجئے تو میں آپ سے وہ بات بیان کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے
 دوسرے دن ارشاد فرمائی تھی اس حدیث کو میرے دونوں کانوں نے سنا ہے اور میرے قلب نے
 اس کو یاد رکھا ہے (یعنی خوب اچھی طرح میں نے محفوظ رکھا ہے) اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 ارشاد فرما رہے تھے تو میری دونوں آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں، حضور اقدس نے (داؤد اللہ کی حمد و ثنا
 بیان کی پھر فرمایا بلاشبہ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے انسانوں نے اس کو حرام نہیں کیا ہے اسلئے کسی
 شخص کیلئے یہ بھی جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رستنا ہو جائز نہیں کہ مکہ میں خونریزی کرے اور نہ کوئی اس
 سرزمین کا کوئی درخت کاٹے اور اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح مکہ کے موقع پر
 جنگ سے اپنے لئے یہ بھی رخصت نکالے تو تم لوگ اس سے کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول
 کو (مخوڑی دیر کیلئے) اس کی اجازت دی تھی اور تمہارے لئے بالکل اجازت نہیں ہے اور مجھے بھی اسکی
 اجازت دن کے حقوڑے سے حصے (یعنی صبح سے عصر تک) کیلئے ملی تھی اور آج پھر اس کی حرمت اسی
 طرح لوٹ آئی ہے جیسے اس کی حرمت کل تھی پس جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان کو (میری بات)
 پہنچادیں جو موجود نہیں ہیں پھر ابو شریح سے پوچھا گیا کہ عمرو نے آپ کو جواب کیا دیا تھا؟ تو ابو شریح نے
 بتایا کہ اس نے کہا اے ابو شریح میں اس کے متعلق تم سے زیادہ جانتا ہوں حرم مکہ کسی گنہ گار یا خون

کر کے بھاگنے والے کو اور فتنہ پھیلا کر بھاگنے والے کو پناہ نہیں دیتا۔

تشریحات | مطابقہ للترجمہ فی قولہ "یوم الفتح" والحدیث قد مضی فی العلم ۲۱۰ فی ابواب العمرة ۲۲۰ وھنا والمغازی ۴۱۵

سعید بن مسعود بن شرجیل بنعم الشیخ وفتح الرام وسکون الحارم وکسر الباء وسکون الیاء فی آخرہ لام وہو من قدماء شیوخ البخاری۔ مقابری بفتح المیم وسکون القاف وضم الباء الواوۃ وکان لیکن مقبر مقنن الیہا ابودنیر یح بنعم الشیخ وفی آخرہ حارم مہمل واسمہ خویلد (عمدہ)۔

حضرت ابو شرجیل حلیل القدر صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ اُنہ قال لعمرو بن سعید بن سعید بن سعید بن معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا علامہ عینی فرماتے ہیں لیست لہ صحبۃ وامن التابعین باحسان، یعنی عمرو بن سعید صحابی نہیں ہے اور نہ کوئی اچھا تابعی ہے۔

حضرت ابو شرجیل کی تسلیح حق حضرت معاویہ کے انتقال کے بعد جب یزید غلیف بنا تو حضرت امام حسین اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس کی بیعت

سے انکار فرمادیا اس کی وجہ سے حضرت امام حسین کے ساتھ میدان کربلا میں جو کچھ پیش آیا وہ تو معلوم اور مشہور ہی ہے اور حضرت عبد اللہ بن زبیر مدینہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے کہ وہ حرم ہے وہاں اس میں رہیں گے، یہ عمرو بن سعید حضرت عبد اللہ بن زبیر کے خلاف لشکر بھیج رہا تھا اس موقع پر حضرت ابو شرجیل نے حق کی تسلیح کی اور نصیحت فرمائی جو حدیث شریف میں مذکور ہے۔

یہاں چند مسائل ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر کے حرم مکہ میں پناہ لے لیں ہو جائے تو حضرت فقہی مسائل اشواق کے نزدیک قاتل کو وہاں حرم میں قتل کر دیا جائے گا اور حنفیہ کے نزدیک اسکو خروج عن الحرم پر مجبور کیا جائے گا مقاطعہ کے ذریعہ کھانے پینے کی چیزیں روک کر اس طرح تنگ کیا جائے گا کہ وہ حرم سے باہر نکل جائے اور حرم سے باہر فریضہ قضا میں پورا کیا جائے گا۔

فقہائے حنفیہ فرماتے ہیں کہ حرم کے اندر خونریزی کی ممانعت ہمیشہ کیلتے ہوئی ہے اور ابو شرجیل کی اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے نیز حرما ممانا اور من دخلہ کان امانا وغیرہ آیت اور روایت کی روشنی میں حرم کے اندر قضا میں جاتے نہیں، اس لئے یہ بھی معلوم ہوا کہ حنفیہ کے یہاں

حرم پاک کا ادب و احترام بہ نسبت شوافع بہت زیادہ ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے حرم ہی میں کسی کو قتل کیا یا زخمی کر دیا مثلاً کسی کا ہاتھ کاٹ دیا، ناک کاٹ دی تو ان دونوں صورتوں میں اس پر وہیں قضا میں وجہ جاری کر سکتے ہیں اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔

۳۰۸ حل ثنا قتیبہ قال حدثنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن عطاء بن

ابی رباح عن جابر بن عبد اللہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لولا ان

وہو بمکتہ ان اللہ ورسولہ جرم بیع الخمر۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فتح مکہ کے موقع پر مکہ معظمہ میں فرما رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب کی خرید و فروخت حرام قرار دی ہے

تشریحات | مطابقتہ للترجمة في قوله «عام الفتح»

۴۱۵

والحدیث قد مضی فی البیوع مختصراً ۲۹۷ وایضاً مطولاً ۲۹۸ وھنا فی المغازی

میں ارشاد نبوی ہے حرمت التجارة فی الخمر۔

باب ۴۱۵ مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکتہ زمن الفتح
فتح مکہ کے زمانہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اقامت کرنا

۳۰۹ حد ثنا ابو نعیم قال حدثنا سفیان ح حدثنا قبيصة قال حدثنا سفيان عن

يحيى بن ابي اسحق عن انس قال اقمنا مع النبي صلى الله عليه وسلم عشرين انقصر الصلوة۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مکہ میں) دس دن قیام کیا تھا اور اس مدت میں ہم نماز قصر کرتے تھے۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمة في قوله «اقمنا مع النبي صلى الله عليه وسلم عشرين»

اروفوں سندوں میں سفیان سے مراد سفیان ثوری ہے قبصہ بن فتح القاف

و كسر الباء الموحدة۔

والحدیث قد مضی فی ابواب تقصیر الصلوة ۱۲۷ وھنا فی المغازی ۴۱۵۔

تقصیر صلوٰۃ | اس کے اندر تین سباحث ہیں بحث ۱۔ حالت سفر میں قصر صلوٰۃ عنیمت ہے

یا رخصت؟ بحث ۲۔ قصر کی مسافت یعنی وہ کتنی مسافت ہے جس میں قصر واجب

ہوتا ہے تیسری بحث قصر کی مدت۔ تینوں سباحث مختلف درجہ ذیل ہیں۔

بحث ۱۔ اس مسئلہ میں تو ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ مسافر کیلئے چار رکعت والی نمازوں میں

قصر کرنا جائز ہے اور نماز مغرب و فجر میں بالاتفاق قصر جائز نہیں۔ اس کے بعد اختلاف اس میں

ہے کہ قصر صلوٰۃ عنیمت ہے یا رخصت؟ حنفیہ عنیمت کہتے ہیں یعنی امام اعظم ابو حنیفہ، صاحبین

اور ثانی قول امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک شرعی مسافر پر قصر واجب ہے قال النووی

«وقال ابو حنیفہ وکثیرون القصر واجب ولا يجوز الاکفاء شرعاً مسلم ص ۲۲۱» یعنی اتمام

جائز نہیں۔ اگر کسی مسافر نے چار رکعت پڑھ لی اور قعدہ اولیٰ نہیں کیا تو قضا کرنی پڑے گی

اور اگر تعدہ اولیٰ کر لیا تھا تو اترا م خلاف اولیٰ ہوگا۔

امام شافعیؒ کے نزدیک قصر صلوة مسافر کیلئے رخصت ہے امام نووی کہتے ہیں "وقال لسانا
ومالك بن انس واكثر العلماء يجوز القصر والاقتمام والقصر افضل (شرح مسلم ص ۲۲۱)
والا تمل شوا فح | ارشاد الہی واذا اضربتم فی الارض | اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر کوئی گناہ نہیں
افلیس علیکم حتی ان تقصروا من الصلوة | کہ نماز میں قصر کرو اور یعنی چار رکعت کی جگہ دو رکعت کر
دوسری دلیل امام نووی فرماتے ہیں واحتمل الشافعی وهو افقوہ بالاحادیث المشہور
فی صحیح مسلم وغیرہ ان الصحابة رضی اللہ عنہم کاوایسا سفرون مع رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فمنہم القاصرون ومنہم المتم الخ (شرح مسلم ص ۲۲۱)

عبد الرحمن بن اسود کی روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک عمرہ کا سفر کیا جب مکہ پہنچ گئیں تو حضور سے فرمائے لگیں اے اللہ
کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ نے قصر کیا اور میں نے پوری نماز پڑھی آپ نے روزہ
نہیں رکھا اور میں نے روزہ رکھا، ارشاد فرمایا عائشہ تم نے اچھا کیا (نسائی کتاب تقصیر الصلوة فی السفر
ص ۲۱۳) نسائی میں رمضان کی صراحت نہیں ہے مگر حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ آپ نے روزہ نہیں رکھا اور
میں نے روزہ رکھا اس پر دل ہے کہ سبذہ رمضان کا تھا پھر دارقطنی کی روایت میں صراحت ہے کہ حضرت
عائشہؓ نے فرمایا کہ میں رمضان میں حضور کے ساتھ عمرہ کرنے گئی۔ الخ

دلائل احناف | امام المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ شروع میں نماز کی دو رکعتیں ہی فرض کی گئی تھیں
پھر حضور (یعنی اقامت کی حالت) میں مغرب کے سوا دو رکعت کا اضافہ کر دیا گیا
اور سفر کی نماز اپنی حالت پر بانی رہی (بخاری ص ۵۵، مسلم ص ۲۲۱) پس سفر کی نماز میں جس طرح اضافہ
جائز نہیں اسی طرح سفر کی نماز میں بھی جائز نہیں۔

ع ۲ عن عمر قال صلوة الجمعة ركعتان والفقير ركعتان والفقير ركعتان والفقير
ركعتان تمام غیر قصر علی لسان النبی صلی اللہ علیہ وسلم (نسائی) حضرت عمرؓ نے فرمایا
کہ جمعہ کی نماز دو رکعت ہے عید الفطر کی نماز دو رکعت ہے اور عید الفطر کی نماز دو رکعت ہے
اور سفر کی نماز دو رکعت ہے یہ نمازیں پوری ہیں بغیر کمی کے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صلوة سفر شروع ہی سے دو رکعت ہو کر فرض ہوئی اور یہ کامل نماز ہے
مثل جمعہ وعیدین کے۔

ع ۳ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق
اللہ تعالیٰ نے حضور (اقامت کی حالت) میں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت اور خوف کی وقت
ایک رکعت فرض کی (مسلم شریف ص ۲۲۱)

۴ حضرت ابن عمر کا بیان ہے کہ میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا حضور نے وفات کے وقت تک (سفر میں ہو) رکعت سے زائد نہیں پڑھی اور میں ابو بکرؓ کے ساتھ رہا آپ نے بھی وقت وفات تک دو رکعت سے زیادہ (سفر میں) نہیں پڑھی اور میں عمر کے ساتھ رہا آپ نے بھی وقت وفات تک دو رکعت سے زائد نہیں پڑھی (یعنی سفر میں) پھر میں عثمان کے ساتھ بھی رہا آپ نے بھی (سفر میں) وقت وفات تک دو رکعت سے زائد نہیں پڑھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (رواہ مسلم ص ۲۳۲)

۵ یحییٰ بن امیر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے دریافت کیا کہ اوشاد الہی ہے لیس علیکم جناح ان تقصر وامن الصلوۃ ان خفتکم ان یفتنکم الذین کفروا اور اب لوگ امن سے ہیں (تو کیا امن کی حالت میں بھی سفر کے اندر قصر جائز ہے) حضرت عمر نے فرمایا جس سے تم کو تعجب ہو رہا ہے خود مجھے بھی اس پر تعجب ہوا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تھا تو حضور نے فرمایا یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمایا ہے سو رسول اللہ کے صدقہ (یعنی احسان) کو قبول کرو (مسلم ص ۲۳۱ نسائی ص ۲۱۱)۔

اس حدیث میں قصر کو صدقہ فرمایا ہے اور جہاں کلمی کو مالک کرنے کا احتمال ہی نہ ہو وہاں تصدق کرنے کا معنی اسقاط یعنی ساقط کر دینا ہوتا ہے تو قصر جب تصدق ہو اور قصر سے کسی چیز کی تمذیک نہیں ہوتی لاجرا دو رکعت کو ساقط کر دینا ہی مراد ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ساقط ہو گیا اس کو کرنا جائز ہے لہذا سفر میں پوری نماز پڑھنی ناجائز ہے جسے ایک شخص ولی قضا ص ہے اگر وہ تصدق کر دے یعنی قضا ص کو معاف کر دے تو قضا ص ساقط ہو جاتا ہے حالانکہ یہ شخص ولی قضا ص واجب الطاعت نہیں ہے تو پھر تصدق کرنے والی وہ ذات ہو جس کی اطاعت واجب ہے اس کے تصدق سے حکم کی تعمیل کس طرح لازم نہ ہوگی پس اقبوا صدقتہ کا امر وجوب کے لئے ہے سفر میں اتمام جائز نہیں۔

یہی ثابت ہے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت جابر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اور یہی مذہب ہے امام اعظم ابو حنیفہؒ، صاحبینؒ اور قاضی اسماعیل مالکی کا جو امام مالک کا بھی قول مشہور ہے (فتح ص ۲۴۲) امام بغوی شافعی نے کہا ہے کہ یہی اکثر علماء کا قول ہے۔

قال الخطابی فی المعالم کان مذہب اکثر علماء السلف وفقہاء الامصار علی ان القصر هو الواجب فی السفر، نیز علامہ خطابی نے فرمایا کہ اختلاف سے بچنے کیلئے یہی بہتر ہے۔
جوابات دلائل شوافع پہلی دلیل سورہ نسا کی آیت سے تھی اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام سفر میں چار رکعت پڑھنے کے عادی ہو گئے تھے اور اسی سے مانوس تھے تو

غالب گمان تھا کہ قہر کے حکم سے ان کے قلب میں یہ خیال اور وہم ہوتا کہ اس سے نماز میں کمی آجائے گی تو اس وہم کو دفع کرنے کیلئے اور سفر میں قہر کرنے والوں کے اطمینان خاطر کیلئے گناہ کی نفی کی تاکہ لوگ قہر سے کسی طرح کی کمی و نقص اور حرج و مضائقہ کا خطرہ محسوس نہ کریں اور اطمینان قلب سے قہر کے ساتھ نماز پڑھیں۔ پس اس سے عزیمت کی نفی لازم نہیں آتی جیسے سعی بین الصفا والمروہ میں لوگ گناہ اور حرج سمجھنے لگے تو ارشاد ہوا فلا جناح علیہ ان یطوف بہما حالانکہ یہ سعی بین الصفا والمروہ عندنا واجب اور عند الشوافع فرض ہے۔ خلاصہ یہ کہ کسی کے نزدیک بھی لا جناح سے وجوب کی نفی لازم نہیں آتی اسی طرح آیت قہر میں لا جناح سے وجوب کی نفی نہیں ہوگی۔

دلیل دوم کا جواب ہے۔ اولاً تو نسائی شریف میں رمضان کی صراحت نہیں ہے وار قطنی کی روایت میں ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں رمضان میں آنحضرت کے ساتھ عمرہ کرنے گئی الخ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت کا کوئی عمرہ یا عمرہ کا سفر رمضان میں نہیں ہوا ہے ملاحظہ ہو بخاری ص ۲۳۹ ایضاً بخاری ص ۵۹۹ مسلم ص ۲۰۹ ان احادیث صحیحہ میں صراحت ہے حضرت انس فرماتے ہیں

اعتمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسح عمر کلھن فی ذی القعدة الا انی کانت مع حذیفہ اس حدیث کے متعلق علامہ ابن قیم کہتے ہیں سمعت شیخ الاسلام ابن تیمیہ یقول هذا الخبر کذب علی عائشہ ولو تکن عائشہ فعلی بخلاف صلوة النبی و سایر الصحابة، مطلب یہ ہے کہ آنحضرت اور تمام صحابہ کرام سے خلاف عائشہ تمام نماز کریں گی یہ صحیح نہیں یہ حضرت عائشہ پر صریح کذب ہے یہ مباحث و دلائل نفیوں احادیث سے حقہ تفقہ کے اعتبار سے بھی حنفیہ ہی کا مسلک زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے۔

ملاحظہ ہو:- ہر چار رکعت والی نماز کا شفعہ ثانیہ (اخیر دو گانہ) مسافر سے لائی بدل ساقط ہوتا ہے یعنی کوئی مسافر سفر ختم کرنے کے بعد باقی دو رکعتوں کی قضا بالاتفاق نہیں کرتا ہے اور نہ اس کے ترک پر گنہگار ہوتا ہے اور یہ نفل ہونے کی علامت ہے کیونکہ فرضیت کی بقا ادا یا قضا کو واجب کرتی ہے پس جب مسافر پر ان میں سے ایک بھی ثابت نہیں رہی تو معلوم ہوا کہ فرضیت باقی نہیں رہی اور مسافر کیلئے ظہر مثل فجر ہوگئی پھر مقیم اگر فجر کی دو رکعت پر افساد کرے تو اگر قعدہ نہ کیا ہو تو کمال فرض سے سبب اشتغال بالنفل کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر قعدہ کر لیا ہو تو نماز مع الکرہیت ہو جائے گی اور شفعہ ثانیہ نفل ہوگا یہی حال مسافر کے ظہر میں ہوگا بخلاف روزہ کے چونکہ روزہ میں مسافر کیلئے رخصت ہے اور فرضیت وہاں باقی ہے اسلئے قضا ضروری ہے۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ کسی شیئی کے فرض ہونے کے معنی یہی ہیں کہ وہ مطلوب ہو پس بعض اوقات میں اس کے ادا کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دینے کی حقیقت اسکی فرضیت کی نفی کے سوا اور کچھ نہیں کیونکہ تخیر اور فرضیت میں منافات ہے۔ اس سے صاف ظاہر

کہ فرض دو ہی رکعت ہیں۔

مسئلہ :- قصر صرف تین وقت کے فرائض میں ہے مغرب، فجر اور تیرمیں قصر نہیں ہے۔

مسئلہ :- سفر میں مشقت و خوف نہ ہو تو بھی قصر نماز پڑھی جائے گی۔

بحث :- قصر کی مسافت یعنی وہ کتنی مسافت ہے جس میں قصر واجب ہوتا ہے؟ مسافت

اور تمام علماء کوفہ کے نزدیک کم سے کم مسافت قصر اوسط حال کنساعتہ تین دن کا سفر ہے امام احناف سے دوسری روایت میں منزل کی ہے مگر دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہے کہ ایک منزل ایک دن کی مسافت قرار دی گئی ہے۔

نیز مسلم شریف میں حضرت علیؓ کی روایت ہے جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثة ايام ولياليهن للمسافر ويوما وليدة للمقيم (مسلم ۱۳۵) یہ روایت اصل میں تو روزوں پر مسح کے متعلق ہے مگر اس سے یہ ضرور معلوم ہوا کہ مسافر کا ایک سفر تین دن اور تین رات کا ہوگا۔ امام مالک، امام احمدؒ کے نزدیک مسافت قصر چار برید ہے اور ہر برید بارہ میل کا ہوتا ہے تو چار برید کے اڑتالیس میل ہوتے۔ یہی دائرہ تالیس میل کا قول راجح ہے حکیم الامت حضرت مخدوم نوری اور فقیر الامت حضرت گنگوہی رحمہما اللہ کے نزدیک اور یہی معنی بہ قول ہے۔

تیسرا قول اصحاب ظواہر یعنی داؤد ظاہری وغیرہ کا ہے کہ قصر ہر سفر میں جائز ہے خواہ قریب کا سفر ہو یا دور کا، اسکی کوئی تحدید و تقدیر نہ ہوگی اس مسئلہ میں علامہ ابن قیمیہؒ بھی اہل ظاہر کے ہونا ہیں تیسری بحث مدت قصر کی ہے :- امام اعظم ابو حنیفہ، سفیان ثوری اور لیبث بن سعد وغیرہ کے نزدیک مسافر جب پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو وہ مقیم کے حکم میں ہے اور اس کو اتمام لازم ہوگا۔

امام مالک اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ یوم دخول اور یوم خروج کے علاوہ چار دن اقامت کی نیت کافی ہے۔

امام احمدؒ کا قول ہے کہ اگر کہیں چار دن سے زائد ٹھہرنے کی نیت کرے تو چار دن میں تین نمازیں ہیں پس اگر اکیس نمازوں کے وقت تک قیام کرنے کی نیت کرے تو اتمام لازم ہوگا۔

دلائل احناف :- حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں ۴ ذی الحجہ کو مکہ میں داخل ہوئے اور یوم نردیہ یعنی ۸ ذی الحجہ بروز جمعرات صبح تشریف لے گئے بروز جمعہ یعنی ۹ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد صبح سے عرفات گئے پھر حج سے فارغ ہو کر چار شبہ کی رات محصب میں گزارا اور صبح سے پندرہ کے میں طواف و دارع کر لیا پھر ۴ صبح کو (مکہ سے) نکل گئے اس طرح دس راتیں پوری ہوئیں۔ یوم الترویہ تک چار شبانہ روز مکہ میں قیام فرمایا۔

اس تفصیل سے امام مالک اور امام شافعی کا قول باطل ہو گیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار شبہا روز مکہ میں قیام رکھنے کے باوجود اور کل دس روز کی مجموعی مدت گزارنے کے باوجود قصر کیا لیکن امام احمد کا قول اس سے باطل نہیں ہوتا کیونکہ رسول اللہ نے مکہ میں کل بیس نمازیں ادا کیں اس سے زیادہ نہیں پڑھیں۔

امام ابو حنیفہ نے آثار کو بھی دلیل میں پیش کیا ہے طحاوی نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر کا قول لکھا ہے کہ جب تم حالت سفر میں کسی شہر میں جاؤ اور وہاں پندرہ روز ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو نماز پوری پڑھو اور اگر تم کو علم نہ ہو کہ وہاں سے کب کوچ کر جانا پڑے گا تو پھر (کتنی ہی مدت گزر جائے) قصر کرو۔

۳۱۰ حد ثنا عبدان قال اخبرنا عبد الله قال اخبرنا عاصم عن عكرمة عن ابن عباس قال اقام النبي صلى الله عليه وسلم بمكة تسعة عشر يوماً أصحى ركعتين - ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں انیس دن قیام فرمایا تھا اور آپ (اس مدت میں) دو رکعتیں (یعنی قصر) پڑھتے تھے۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمة في قوله « اقام النبي صلى الله عليه وسلم بمكة تسعة عشر يوماً »

والحدیث قد مضى في قصص الصلوة ص ۱۴۷ وھنا فی المغازی ص ۶۱۵۔

ازالہ شبہات | اس سے قبل حضرت انس کی روایت گزری ہے جس میں مکہ میں دس دن کی اقامت کا بیان تھا اور اس روایت جو حضرت ابن عباس کی ہے اس میں انیس دن کی اقامت کا بیان ہے بظاہر تعارض کا شبہ ہے۔

جواب یہ ہے کہ حضرت انس کی روایت میں حجۃ الوداع کے موقع پر قیام مکہ کا بیان ہے اور ابن عباس کی حدیث میں فتح مکہ کے قیام کی مدت کا بیان ہے (حاشیہ بخاری ص ۱۴۷)۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ حنفیہ کے یہاں پندرہ کی اقامت کے قصر پر اتمام لازم ہو گا اور اس حدیث سے معلوم ہو گا کہ حضور انیس دن کی اقامت کے باوجود قصر کرتے رہے۔

جواب یہ ہے کہ اقامت مکہ کے روایات مختلف ہیں اور پندرہ دن سے انیس دن کے روایات ہیں اس میں اقل متیقن پندرہ دن کی ہیں، حضرت ابن عباس کا فتویٰ پندرہ دن کا موٹا امام مالک میں موجود ہے نیز اس کی تائید قیاس سے بھی ہوتی ہے کہ مدت طہ پندرہ دن ہے یہ ساقط شدہ نماز کو واجب کر دیتی ہے اس پر قیاس کر کے ہم کہتے ہیں کہ سفر سے ساقط شدہ رکعات کو پندرہ دن کی اقامت واجب کر دیتی ہے کیونکہ یہ مدت ساقط شدہ چیز کو واجب کرنے میں مؤثر ہے، جب روایات میں تعارض ہو تو قیاس وجہ ترجیح ہو سکتا ہے بخلاف چار دن کی مدت

اقامت کے کر اس کی تائید میں کوئی قیاس موجود نہیں ہے۔

۳۱۱ حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابو شہاب عن عاصم عن عکرمۃ عن ابن عباس قال اقمنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر تسع عشرۃ نقصر الصلوۃ وقال ابن عباس ونحن نقصر ما بیننا و بین تسع عشرۃ فاذا زدنا اتمنا۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں (فتح مکہ کے) ایسے دن مقیم رہے اور نماز کو قصر کرتے رہے اور ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ ہم (سفر میں) ایسے دن تک تو نماز قصر پڑھتے تھے لیکن جب ہم اس سے زیادہ اقامت کرتے تو پوری نماز پڑھتے تھے۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمۃ، ہذا طریق آخر فی حدیث ابو عباس ولہم بدل کرفیۃ المكان چونکہ موقع غزوہ کا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ کب کوچ کرنا ہوگا اسلئے آپ قصر کرتے رہے، حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے سفر سے مدینہ کی واپسی کے درمیان اسی دن سے بھی زائد مدت ہے۔

وقال ابن عباس الخ یہ حدیث موصولہ باب قصر الصلوۃ میں گزر چکی ہے۔

باب ۶۱۵

بالتنویں، یہ باب بلا ترجمہ ہے علامہ عینی فرماتے ہیں «وہو کا الفصل لما قبلہ»، اس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ آنے والی حدیثوں کی مطابقت و مناسبت باب سابق سے ہونی چاہئے لیکن روایات مافی الباب سے مناسبت ظاہر نہیں ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ روایات مافی الباب کی مناسبت سابق باب سے ظاہر نہیں ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے باب لکھ کر یہاں چھوڑا تھا ترجمہ قائم کرنے کیلئے لیکن اتفاق نہ ہو سکا، اس باب کے مناسب ترجمہ یہ ہے «باب من مشہد الفتح»،

وقال للیث حدیثی یونس عن ابن شہاب قال اخبرنی عبد اللہ بن ثعلبۃ بن صعیر وكان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد مسہ وجہہ عام الفتح۔

ترجمہ۔ اور لیث بن سعد نے بیان کیا انھوں نے کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا ان سے ابن شہاب نے کہا کہ مجھے عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر نے خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال (بطور شفقت) ان کے چہرے پر ہاتھ پھیلا تھا۔

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ «عام الفتح»،

تشریحات | ہذا تعلیق وصلہ البخاری فی لتاریخ الصغیر قال حدثنا عبد اللہ

بن صالح حد ثنا اللیث الخ -

عبدالله بن ثعلبة بن صعیر بضم الصاد وفتح العین - و ثعلبة وابنة عبد الله ما صوابا لانه -
 ۳۶۲ حل ثنی ابراهیم بن موسی قال حد ثنا هاشم عن معمر عن الزهري
 عن سنين ابی جميله قال اخبرنا ونحن مع ابن المسيب قال وزعم ابو جميلتي
 انه ادرك النبي صلى الله عليه وسلم وخرج معه عام الفتح -

ترجمہ - زہری سے روایت ہے انھوں نے روایت کی سنین ابن جمیل سے، زہری نے
 بیان کیا کہ جب ہم سے ابو جمیل نے حدیث بیان کی تو ہم سعید بن مسیب کے ساتھ تھے، بیان کیا کہ
 ابو جمیل نے فرمایا کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے اور فتح مکہ کے سال
 آپ کے ساتھ نکلے تھے -

تشریحات | مطابقہ للترجمة في قوله « وخرج معه عام الفتح »
 سنين ابی جميله ابو جمیل کنیت بفتح الجیم اور سنين نام ہے بضم سین و لون یضغ -
 ابن سندہ، ابن حبان، ابو نعیم اور ابن عبد البر نے ابو جمیل کو صحابہ میں ذکر کیا ہے اور ایک
 یہ بھی عمدۃ القاری میں منقول ہے کہ حجۃ الوداع میں آنحضرت کے ہمراہ حج کیا ہے -

قال اخبرنا ونحن مع ابن المسيب ای قال الزهري اخبرنا ابو جميلته والحال
 نحن مع ابن المسيب اس سے امام زہری کا مقصد اپنی روایت کی تقویت ہے کہ سعید بن مسیب
 جیسے بزرگ کے سامنے کی بات ہے -

۳۶۳ حد ثنا سليمان بن حرب قال حد ثنا حماد بن زيد عن ايوب عن ابی قلابه
 عن عمرو بن مسلمة قال قال لي ابو قلابه الالتقاء فتسأل قال فلقيتُه فسألته فقال
 كنا براء مع الناس وكان يمر بنا الركبان فنسألهم ما للناس ما للناس ما هذا الرجل
 فيقولون يزعم ان الله ارسله ارحم اليه اوارحى الله كذا فكنتم لحفظ ذلك الكلام
 فكانت افرأ في صدرى فكانت العرش تلوم باسلامهم الفتح فيقولون اتركوه وقومه فانه
 ان ظهرو عليهم فهو نبى صادق فلما كانت وقعة اهل الفتح با در كل قوم باسلامهم ويدر
 ابى قولى باسلامهم فلما قدم قال جئتكم والله من عند النبي صلى الله عليه وسلم حقا فقال
 صلوا صلوة كذا في حين كذا وصلوة كذا في حين كذا فاذا حضرت الصلوة فليؤذن احدكم
 وليؤمكم اكثركم قرأ فافظروا فلم يكن احد الا تفرأنا منى لما كنت اتلى من الوحي فقل وبي
 بين ايدىهم وانا ابن ست اوسبع سنين وكانت على بردة كنت اذا سجدت تقلعت
 عنى فقالت امرأة ممن الحى الا تقطون عتاست فاراكم فاستروا فقطعوا الى قميصا
 فما فرحت بشئ فرحى بذلك القميص -

یقرئ اس کے اندر متعدد نسخے ہیں جو بخاری کے حاشیہ پر منقول ہیں۔ حافظ عسقلانی اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اکثر نسخوں میں یقرئ قرأت سے مضارع کا صیغہ ہے جو متن میں لیا گیا ہے۔ یقرئ بضم الیاء فتح القاف وتشدید الراء قرار سے ماخوذ ہے بمعنی قرار پیکرنا، ثابت رہنا۔ یقرئ بضم الیاء وفتح الغین وتشدید الراء تغویض سے ماخوذ بمعنی چپکا دینا اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میرے سینہ میں چپکا دیا جاتا ہے کوٹ کر بھر دیا جاتا ہے فاشتر و افعال محذوف ای فاشتر و اثنوباً جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث میں ہے فاشتر و اثنوباً فی صاعمانیا نسبت الی عمان بالضم والتخفيف موضع عند البحرین) ابوداؤد ۲۱۸۱۔

نابالغ کی امامت اس حدیث سے حضرات شوافع نے نابالغ کی امامت کے جواز پر استدلال کیا ہے نیز امام بخاری اور غیر مقلدین کا بھی یہی مسلک ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ امام مالک امام احمد کے نزدیک نابالغ کی امامت جائز نہیں اور ادعای ثوری اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی مسلک امام اعظم کے ساتھ ہے۔

دلائل جہور:- حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الامام ضامن الحديث (ترمذی ۲۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام مقتدی کی نماز کو اپنی نماز کے ضمن میں لے لیتا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی چیز اپنے سے زائد یا بڑی چیز کو اپنے اندر نہیں لے سکتی ہے اسلئے فقہاء حنفیہ کہتے ہیں لایجوز اقتداء المفتروض خلف المتنفل، اور یہ معلوم ہے کہ نابالغ پر نماز فرض نہیں ہے تو نابالغ کی نماز نفل ہے اور قاعدہ گنہ گنہ ہے کہ شئی اپنے سے زائد اور بڑی چیز کو ضمن میں نہیں لے سکتی کیونکہ ضعیف پر قوی کی بنا درست نہیں ہاں شئی اپنے مادون کو ضمن میں لے سکتی ہے چنانچہ متنفل کی اقتداء مفترض کے پیچھے درست ہے۔ البتہ ظاہر ہے کہ نابالغ کی امامت نابالغ کر سکتا ہے۔

۲ عن ابن عباس لا يؤم الغلام حتى يجتلمع وعنه ابن مسعود لا يؤم الغلام الذي لا يجيب عليه الحدود (رواهم الاثر في سننه)

جوابات دلائل شوافع:- حضرات شوافع نے جو عمر بن سلمہ کی روایت سے استدلال کیا اس کا جواب یہ ہے

۱۔ یہ ہے کہ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حسن بصری اس روایت کو ضعیف کہتے تھے وقال مرة دعه ليس بشئ یعنی چھوڑو اس کو کوئی کھلتی چیز یعنی واقع نہیں ہے۔ (عین الہدایہ ص ۵۵) دوسرا جواب یہ ہے کہ عمر بن سلمہ نے اپنے اجتہاد سے امامت کی ہو اور آنحضرت کو اس کی اطلاع نہ ہوئی ہو اس لئے تقریباً رسول کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا، اور یہ عمل کبار صحابہ کے خلاف ہے حضرت علامہ سید امیر علی فرماتے ہیں در تعجب ہے کہ شوافع حضرات

نے اکابر صحابہ حتیٰ کہ سیدنا ابو بکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما وغیرہ کے اقوال و اعمال کو چھوڑ کر ایک چھ سات برس کے بچہ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں (یعین الہدایہ)
تیسرا جواب یہ ہے کہ خود حضرت عمر و بن سلمہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ کی وقت ستر عورت کا کشف ہو جاتا تھا تو کیا حضرات سوا فق نماز میں کشف عورت کی اجازت دیں گے
نما جواباً کہ فہو جوابنا۔

حنفیہ کے ملحقی بہ قول میں تو تراویح وغیرہ کے اندر بھی نابالغ کی امارت درست نہیں ہے۔
۳۱۴ حدیثنا عبد اللہ بن مسلمہ عن مالک عن ابن شہاب عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال اللیث حدیثی یونس عن ابن شہاب قال اخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ قالت کان عقبہ بن ابی وقاص عہد الی اخیه سعد ان یقبض ابن ولیدۃ زعمۃ وقال عقبہ انه ابنی فلما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکتا فی الفتح اخذ سعد بن ابی وقاص ابن ولیدۃ زعمۃ فاقبل بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقبل معہ عبد بن زعمۃ قال سعد بن ابی وقاص ہذا ابن اخی عہد الی انه ابنہ قال عبد بن زعمۃ یا رسول اللہ ہذا اخی ہذا ابن زعمۃ ولد علی فراشہ فنظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابن ولیدۃ زعمۃ فاذا اشبه الناس بعقبہ ابن ابی وقاص فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہولک ہوا خولک یا عبد بن زعمۃ من اجل انه ولد علی فراشہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبی منہ یا سوریۃ لمارا سی من شبۃ عقبہ بن ابی وقاص قال ابن شہاب قالت عائشۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر وقال ابن شہاب وكان ابوہریرۃ یصیح بئذ لک۔
ترجمہ :- حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ عقبہ بن ابی وقاص نے درتے وقت زمانجاہلیت میں اپنے بھائی سعد (ابن ابی وقاص) کو وصیت کی تھی کہ وہ زعمہ کی باندی سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنے قبضہ میں لے لیں عقبہ نے کہا وہ میرا بیٹا ہے چنانچہ جب فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو سعد بن ابی وقاص نے زعمہ کی باندی کے لڑکے کو لے لیا اور اسکو اپنے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ان کے ساتھ عبد بن زعمہ بھی آئے سعد بن ابی وقاص نے تو یہ کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے بھائی نے مجھکو وصیت کی تھی کہ وہ اسکا بیٹا ہے لیکن عبد بن زعمہ نے کہا یا رسول اللہ یہ میرا بھائی ہے (میرے والد زعمہ کا بیٹا ہے) کیونکہ ان ہی کے بستر پر پیدا ہوا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زعمہ کی باندی کے لڑکے کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ یہ لڑکا تمام لوگوں سے مشابہ تر عقبہ بن ابی وقاص کے ساتھ ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قانون شریعت کے مطابق) فیصلہ یہ کیا کہ

اے عبد بن زرعہ یہ بچہ تیرے لئے ہے یہ تیرا بھائی ہے اس وجہ سے کہ یہ زرعہ کے فرانس پر اس کی باندی کے بطن سے پیدا ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین سودہ بنت زرعہ سے فرمایا اے سودہ اس لڑکے سے پر وہ کیا کرو اس وجہ سے کہ آپ نے اس لڑکے میں عبد بن ابی وقاص کی شبابہت دیکھی تھی

ابن شہاب نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ لڑکا فرانس والے کا ہوتا ہے اور زانی کہلتے پتھر ہے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ ابو ہریرہ اس آفری لکڑے (الولد للفرانس وللعاہر للجب) کو بلند آواز سے بیان کیا کرتے تھے۔

تشریحات | مطابقہ للترجمہ فی قولہ فلما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ فی الفتح۔
والحدیث اخرجه البخاری ۲۶۷۲ ۲۶۷۳ فی الاوصیاء ۳۸۳۔ وھنا فی المغازی ۲۱۲

فی الفرائض ۹۹۹ و فی الاحکام ۱۰۶۵۔

عہد الی اخیرہ ای اوصی الولیدۃ الجاریہ باندی ہولک اس کے مفہوم میں اقوال مختلف ہیں۔ ہوا خولک چونکہ آنحضرت نے قانون شریعت سے اپنے علم کے مطابق فیصلہ فرمایا کہ عبد بن زرعہ کو بچہ دیا جس کا نام عبد الرحمن بن زرعہ تھا چونکہ زرعہ کی لڑکی حضرت سودہ بنت زرعہ ازواج مطہرات میں سے تھیں اسلئے زرعہ آنحضرت کے خسر تھے اس رشتہ کی وجہ سے احتمال ہے کہ آنحضرت کو معلوم ہو کہ زرعہ نے باندی سے وطی کی ہے تو عبد بن زرعہ کا بھائی ہوا۔

۲۔ دوسرا مفہوم یہ ہے ہولک ملکا یعنی اے عبد بن زرعہ یہ بچہ تیرا مملوک ہے کیونکہ شرعی قانون ہے کہ جب کوئی باندی اپنے سید کے ماسوا سے جننے تو وہ مملوک اور غلام ہے پس باپ کا مملوک باپ کے بعد بیٹے کا مملوک ہے۔

اما طحاوی سے منقول ہے کہ ہولک کے معنی ہیں ہویدل یعنی یہ تیرے قبضہ و حفاظت میں رہے گا تو محافظ و نگراں ہے (عمدۃ ۱۶۸) اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ عورت صرف عقد نکاح سے شوہر کا فرانس ہے اور اولاد صرف شوہر کی طرف منسوب ہوگی اس سلسلے میں کسی کا کوئی دعویٰ معتبر نہیں ہوگا الا یہ کہ لعان کی نوبت آجائے تفصیل بحث کیلئے عمدة القاری دیکھئے۔

والعاہر للجب زانی کہلتے پتھر ہے اس کا صحیح ترین مطلب یہ ہے کہ محروم انسان سے کہا جاتا ہے مد تو کیا لے گا فاک پتھر مطلب یہ ہے کہ زانی کہلتے حرمان و محرومی ہے۔ دوسرا مطلب یہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ زانی کہلتے پتھر یعنی رجم و سنگسار۔ مگر فیہ نظر اسلئے کہ ہر زانی کے لئے رجم و سنگسار نہیں ہے۔

۳۱۵ حدیثنا محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا یونس عن الزہری قال اخبرني عروة بن الزبير ان امرأة سُرقت في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم

فی غزوة الفتح ففرع قومها الى اسامة بن زيد يستشفعونہ قال عروة فلما كلمة اسامة
فيها تكون وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال تكلمني في حل من حدود الله
قال اسامة استغفر لي يا رسول الله فلما كان العشي قام رسول الله صلى الله عليه
وسلم خطيبا فاشى على الله بما هو اهله ثم قال ما بعد فانما اهلك الناس قبلكم انهم
كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد والذي
نفس محمد بيد لاوات فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها ثم امر رسول الله
صلى الله عليه وسلم بتلك المرأة فقطعت يدها فحسنت ثوبتها بعد ذلك وتزوجت
قالت عائشة فكانت تاتي بعد ذلك فارفع حاجتها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ :- عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں غزوة فتح
مکہ کے موقع پر ایک عورت نے چوری کر لی سو اس عورت کی قوم گھبرائی ہوئی اسامہ بن زید
کے پاس آئی تاکہ وہ حضور اکرم سے اسکی سفارش کر دیں (کہ بطور حد اسکا ہاتھ چوری کے جرم
میں نہ کاٹا جائے) عروہ نے بیان کیا کہ جب اسامہ نے اس عورت کے بارے میں آنحضور سے
گفتگو کی تو آپ کے چہرہ انور کا رنگ بدل گیا یعنی غصہ آگیا، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے اللہ
کی قائم کردہ ایک حد کے بارے میں سفارش کرنے آئے ہو؟ اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
میرے لئے دعا مغفرت کیجئے پھر دوپہر بعد رسول اللہ خطبہ دینے (تقریر کرنے کے لئے)
کھڑے ہوئے چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے شایان شان اللہ کی تعریف کرنے کے بعد فرمایا
اما بعد تم سے پہلے کے لوگوں کو اسی فعل نے ہلاک کیا کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری
کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں کا کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے (یعنی
اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتے) اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی (یعنی میری) جان ہے
اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹوں گا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس عورت کے متعلق حکم دیا چنانچہ اسکا ہاتھ کاٹ لیا گیا پھر اس کے بعد اس کو
توبہ خوب ہوئی (یعنی صدق دل سے اس نے توبہ کر لی) اور اس عورت نے شادی بھی کر لی، حضرت
عائشہ نے بیان کیا کہ بعد میں وہ میرے یہاں آتی تھی (اگر اسکو کوئی ضرورت ہوتی) تو میں اس کی
ضرورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیتی۔

تشریحات مطابقہ للترجمة في قوله « في غزوة الفتح »،

والحدیث أخرجه البخاری فی الشهادات ۳۷۱ وفي الحدود

۳۳ وھنا فی المغازی ۷۱۶ ...

کتاب الحدود کی روایت میں یہ اضافہ ہے فتاویٰ وحسن توبہا۔

اس عورت کا نام فاطمہ مخزومیہ تھا۔ امام احمد کی روایت میں ہے کہ اس عورت نے خود آنحضرتؐ سے عرض کیا تھا کہ حضور کیا میری تو بہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا آج تو ایسی ہے جیسے اس دن تھی جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتی تھی کمانی الحدیث الثائب من الذنب کما ذنب الیاء۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت حد و حد کی اصل و منبع کفارۃ معاصی و تطہیر نہیں ہے بلکہ جبر و تویج اور انشداد جزا تم ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ حدود اللہ میں شفا رس کرنا جائز نہیں اور اس کا سننا بھی جائز نہیں۔ تفصیل اپنی جگہ آئے گی انشاء اللہ۔

یہ حدیث بظاہر مرسل ہے لیکن حدیث کے آخری حصہ ”وقالت عائشۃ الخ سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث عروہ نے حضرت عائشہؓ سے سنا ہے فلا اشکال۔ ۳۱۶ حدثنا عمرو بن خالد قال حدثنا زھیر قال حدثنا عاصم عن ابی عثمان قال حدثنی مجاشع قال أتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم باخی بعد الفتح قلت یا رسول اللہ جئتک باخی لتبایعہ علی الهجرة قال ذهب اهل الهجرة بما فیہا فقلت علی اخی شی تبایعہ قال ابایعہ علی الاسلام والایمان والجهاد فلقیت ابامعبد بعد وكان اکبرهما فسألتہ فقال صدق مجاشع۔

ترجمہ :- مجاشع نے بیان کیا کہ فتح مکہ کے بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بھائی (ابو معبد مجالد) کو لے کر حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنے بھائی کو آپ کی خدمت میں اسلئے لایا ہے تاکہ آپ ہجرت پر اس سے بیعت لے لیں، آپ نے ارشاد فرمایا ہجرت وا بے اس کے ثواب کو لے گئے (مطلب یہ ہے کہ ہجرت کی جو فضیلت اور ثواب ہے فتح مکہ سے قبل ہجرت کرنے والے اس کا ثواب حاصل کر چکے اب مکہ سے ہجرت کا وقت ختم ہو چکا) میں نے عرض کیا کہ اب اس سے کس چیز پر بیعت لیں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اس سے ایمان، اسلام اور جہاد پر بیعت لوں گا، ابو عثمان راوی نے بیان کیا کہ پھر میں (مجاشع کے بھائی) ابو معبد سے ملا آپ (یعنی ابو معبد) دونوں بھائیوں میں بڑے تھے میں نے ان سے بھی اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ مجاشع نے سچ کہا یعنی حدیث صحیح بیان کی ہے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمہ فی قولہ ”بعد الفتح“

۳۱۶ والحدیث أخرجه البخاری ومختصر الجهاد ۴۱۵ تا ۴۱۶ ایضاً ۴۳۳ وصنف الفوائد

حضرت مجاشعؓ کے بھائی کا نام مجالد اور کنیت ابو معبد ہے اور دونوں بھائی صحابی تھے رضی اللہ عنہما۔

۳۱۷ حد ثنا محمد بن ابی بکر قال حدثنا الفضیل بن سئین قال حدثنا عاصم عن ابی عثمان النهدی عن مجاشع بن مسعود قال نزلت بابی معبد الی النبی صلی اللہ علیہ لیبایعہ علی الهجرة قال مضت الهجرة لاهلها ابایعہ علی الاسلام والجهاد فلقیت ابامعبد فسألته فقال صدق مجاشع وقال خلد عن ابی عثمان عن مجاشع انه جاء باخيه مجالد - -

ترجمہ :- حضرت مجاشع بن مسعود سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ میں (اپنے بھائی) ابو معبد کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرائے کیلئے گیا آنحضرت نے فرمایا ہجرت (مکہ سے مدینہ کی طرف) گزر چکی ہے ہجرت کرنے والوں کیلئے (یعنی ہجرت کا ثواب و فضیلت فتح مکہ سے قبل ہجرت والے کیلئے اب مکہ دارالاسلام ہو گیا اب ہجرت کہاں؟) البتہ میں اس سے اسلام اور جہاد پر بیعت لیتا ہوں (ابو عثمان کا بیان ہے) پھر میں ابو معبد سے ملا اور ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مجاشع نے صحیح بیان کیا اور خالد نے ابو عثمان کے واسطے سے بیان کیا ان سے مجاشع نے بیان کیا کہ وہ اپنے بھائی مجالد کو لیکر آئے تھے۔

تشریحات | ہذا طریق آخر فی الحدیث السابق۔

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ابو معبد کثرت اور مجال نام ہے اس لئے بیانات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

۳۱۸ حد ثنا محمد بن بشر قال حدثنا شعبہ عن ابی بشر عن مجاہد قلت لابی عمر ان ارجس ان اهاجر الی الشام قال لا ہجرة وکن جھاد فانظن فاعرض نفسك فان وجدت شیئا والارجعت وقال النضر اخبرنا شعبہ قال اخبرنا ابو بشر قال سمعت مجاہدًا قلت لابی عمر فقال لا ہجرة الیوم او بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ ترجمہ :- مجاہد سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ شام کی طرف ہجرت کر جاؤں فرمایا اب ہجرت باقی نہیں رہی لیکن جہاد باقی ہے اسلئے جاؤ اور خود کو پیش کرو اگر تم نے کچھ پایا تو فہما (یعنی اگر جہاد پایا فذالک هو المطلوب) ورنہ واپس آجانا۔ اور نظر نے بیان کیا کہ مجاہد سے شعبہ نے بیان کیا اور ان سے ابو بشر نے بیان کیا کہ میں مجاہد سے سنا کہ میں نے ابن عمر سے کہا تو آپ نے فرمایا کہ اب ہجرت باقی نہیں رہی یا فرمایا یا رشک راوی (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، سابقہ حدیث کی طرح)۔

تشریحات | ہذا ذکر لا ہنا استطراد وقد مضی فی اوائل الهجرة ۳۳۳ وھنا فی الفاری وقال النضر الخ ہذا تعلیق۔ النضر یفتح النون وسکون الصاد ابن یسیر

۳۱۹ حدیثی اسحق بن یزید قال حدثنا یحییٰ بن حمزہ قال حدثنی ابو یوسف
الاوزاعی عن عبدۃ بن ابی لہیاء عن مجاہد بن جبر الملکی ان عبد اللہ ابن عمر کان
کان یقول لا ہجرۃ بعد الفتح۔

ترجمہ - مجاہد بن جبر کی سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر فرمایا کرتے تھے کہ فتح مکہ کے بعد
ہجرت باقی نہیں رہی۔

مطابقتہ للترجمہ فی قولہ «بعد الفتح»، ای فتح مکہ۔
تشریحات | والحدیث قد مضی ماہ ۵۵۵ ہونہا فی المغازی ص ۶۱۷۔

یہ حکم صرف مکہ سے ہجرت کے متعلق ہے چونکہ فتح مکہ کے بعد مکہ معظمہ دارالاسلام ہو گیا اسلئے
مکہ سے ہجرت ختم۔ لیکن مسلمانوں کیلئے کسی بھی ملک میں اگر مکہ جیسے حالات پیدا ہو جائیں تو دارالحرب
سے ہجرت کا حکم قیامت تک لازم رہے گا بشرط صرف یہ ہے کہ انما الاعمال بالنیات سامنے
رکھے کہ ہجرت کا مقصد دین کی حفاظت اور اصلاح ہو۔

۳۲۰ حدیثنا اسحق بن یزید قال حدثنا یحییٰ بن حمزہ قال حدثنی الاوزاعی
عن عطاء بن ابی رباح قال زرت عائشہ مع عبید بن عمیر فسالها عن اہجرۃ فقالت
لا ہجرۃ الیوم کان المؤمن یفرّ احدہم بدینہ الی اللہ والی رسولہ مخافۃ ان ینفثن
فاما الیوم فقد اظہر اللہ الاسلام فالؤمن یعد ربہ حیث شاء ولكن جہاد ونبیۃ۔

ترجمہ - عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا کہ میں نے عبید بن عمر کے ساتھ حضرت عائشہ
کی زیارت کی پھر عبید نے حضرت عائشہ سے ہجرت کے متعلق پوچھا تو عائشہ نے فرمایا اگر اب
ہجرت باقی نہیں رہی پہلے مسلمان اپنا دین لیکر اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف پناہ لینے کیلئے جھاگتے
تھے اس خوف سے کہ کہیں دین کے معاملہ میں فتنہ میں نہ پڑ جائیں لیکن آج جبکہ اللہ تعالیٰ نے
اسلام کو غالب کر دیا ہے تو مسلمان جہاں بھی جا رہے ہیں اللہ کی عبادت کر رہے ہیں جہاد اور جہاد
کی نیت باقی ہے (یعنی ظہور نیت کے ساتھ جہاد پر ثواب اور فضیلت کا مستحق ہوگا)۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمہ فی قولہ «لا ہجرۃ الیوم»، ای بعد الفتح۔
چونکہ ہجرت کا سوال فتح مکہ کے بعد تھا اسلئے جواب لا ہجرۃ الیوم دیا گیا کہ

اب مکہ سے ہجرت کا حکم ختم ہو گیا لیکن عام حیثیت سے حالات کے تحت دارالحرب سے ہجرت
کا حکم باقی ہے اور باقی رہے گا۔

۳۲۱ حدیثنا اسحق قال حدثنا ابو عاصم عن ابن جریج قال اخبرنی حسن
بن مسلم عن مجاہد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام یوم الفتح فقال ان اللہ
حرم مکہ یوم خلق السموات والارض فهو حرام بحرام اللہ الی یوم القیامۃ لم یحل

میں حق تعالیٰ نے اس کے ادب و احترام کی وجہ سے بعض چیزوں کو حرام کر دیا ہے جو حدیث شریف میں بیان کیا گیا۔ یہ حصہ جو صرف مکہ معظمہ کی عظمت و احترام کی وجہ سے مخصوص ہے قسط لانی شرح بخاری کے حوالہ سے حاشیہ بخاری ص ۲۱۶ پر منقول ہے و چونکہ ہمن طرفین المدینہ علی ثلثة امیال الخ اور اسی حد کو درمختار کتاب الحج کے اندر نظم میں نقل کیا گیا ہے، ضبط کی آسانی کیلئے میں نظم کی نقل صحیح ترجمہ لغات القرآن جلد دوم سے کر رہا ہوں۔

ثلثة امیال اذا سمت اتقانه
 جبکہ اے مخاطب تو اسکے حفظ کا قصد کرے
 وجدة عشر ثلثو تسع جعرا انه
 اور بعدہ کی طرف دس میں پھر جعرا کی طرف تیس میں
 وقد کملت فاشکر لربک احسانه
 اور اللہ حدود حرم کی پوری ہو گئیں سو تو شکر ب احسانہ شکر لیا کر

واللحوم التحلیل من الارض طيبة
 حرم کی حد مدینہ طیبہ کی جانب سے تین میل ہے
 سبعة امیال عراق و طائف
 اور سات میل عراق اور طائف کی طرف سے ہے
 ومن یمن سبع بتقدیم سینھا
 اور یمن کے طرف سے سات میل ہے

شعر کے بدلے ہر عین سبع بتقدیم سین، کہا گیا تاکہ تسع سے مشتبہ نہ ہو۔

نوٹ :- حرم مکہ کے بعض مسائل متعلقہ کیلئے حدیث صحیحہ کی تشریحات ملاحظہ فرمائیے۔

باب قوله الله تعاد يوم حناني اذا اخرجتكم كثرتم فام تقن عنكم مشاقتنا
 عليكم الارض بما رحبت ثم وليتم مدبرين ثم انزل الله مسكينته الي قولنا غفور الرحيم
 ترجمہ :- اللہ تعالیٰ کا ارشاد در اور زمین کے دن جبکہ تم کو اپنی کثرت تعداد پر غرہ (معتدب) ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم بیٹھو دے کہ بھاگ کھڑے ہوئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تسلی نازل فرمائی اور ارشاد الہی غفور الرحيم تک۔

تشریحات آیات مذکورہ سورہ توبہ کی ہیں اس آیت کے شروع میں حق تعالیٰ نے اپنے اس انعام و احسان کا ذکر فرمایا ہے جو مختلف مقامات اور متعدد مواقع میں

کیا ہے جیسے غزوہ بدر اور فتح مکہ وغیرہ۔

لقد نصرکم الله فی مواطن کثیرة ویوم حنین الایہ یعنی اللہ تعالیٰ بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکے ہیں اور حنین کے دن بھی اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی الخ آیات کا ترجمہ اور ذکر کیا ہے۔ غزوہ معین کی خصوصیت اس وجہ سے فرمائی ہے کہ اس میں حق تعالیٰ کی نصرت و دستگیری تعجب فیض اور صریح ہوئی کہ دشمنوں کو بھی اقرار کرنا پڑا ہے اسلئے باب کے تحت آنے والے احادیث اور تاریخ و سیر کی مستند کتابوں سے غزوہ حنین کا واقعی قدر تفصیل سے بیان کر دینا ضروری ہے تاکہ احادیث باب کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

غزوہ یحنین شوال ۸ھ حنین (بالجوار الملہ) ونون (مصفر) مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مکہ معظمہ سے دس میل سے کچھ زیادہ فاصلہ

پر واقع ہے یہاں قبائل ہوازن اور ثقیف آباد تھے۔ یہ قبائل عرب کے ممتاز اور مشہور ساداتِ نہایت جنگجو اور تیر انداز تھے، جب ان لوگوں کو فتح مکہ کی خبر ملی تو یہ خیال پیدا ہوا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر حملہ کر دیں اسلئے دونوں قبیلوں کے اشراف و عمائد نے جمع ہو کر طے کیا کہ مسلمان سے جنگ کی جائے مسلمانوں کو اب تک جن قبائل سے واسطہ پڑا ہے وہ اس میدان کے مرد نہ تھے اور قبل اس کے کہ مسلمان ہم پر حملہ آور ہوں ہمیں بڑھکر ان پر حملہ کر دینا چاہیے۔

اس تحریک کے لیڈر مالک بن عوف نضری تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے اور اسلام کے بڑے علمبردار ثابت ہوئے اس وقت مسلمانوں کے خلاف حملہ کا سب سے زیادہ جوش انہی میں تھا چنانچہ مالک بن عوف نضری نے تمام ہوازن اور ثقیف کو جمع کیا ہوازن کی دو جماعتوں بنی کعب اور بنی کلاب میں سے کوئی شخص شریک نہیں ہوا بنی نضیر کے سب لوگ شریک ہوئے اس قبیلہ کے سردار درید بن صمہ اگرچہ پیارے ساتھی کی وجہ سے حس و حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن بوڑھے اور تجربہ کار جنگ آزمودہ ہونے کی وجہ سے اس کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ مشورہ میں مدد ملے جب یہ لوگ نہایت جوش و خروش کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کیلئے چلے تو مالک بن عوف نے سب کو یہ تاکید کر دی کہ ہر شخص کے اہل و عیال اس کے ساتھ رہیں تاکہ خوب جم کر مقابلہ کریں اور کوئی شخص اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر بھاگ نہ سکے۔

جب یہ لوگ اوطاس میں پہنچے تو درید نے دریافت کیا کہ یہ کونسا مقام ہے لوگوں نے کہا کہ یہ مقام اوطاس ہے، درید نے کہا یہ مقام جنگ کیلئے نہایت مناسب ہے مگر یہ آوازیں کیا ہیں کہ میں اونٹوں کا چلانا اور گدہوں کا چیننا اور بکریوں کا آواز کرنا اور بچوں کا رونا سن رہا ہوں لوگوں نے کہا یہ مالک بن عوف نے لوگوں کے ساتھ ان کے مال و متاع اور اہل و عیال کو بھی ساتھ لے لیا ہے، درید نے کہا سخت غلطی کی کیا شکست خوردہ کچھ واپس لے کر جاسکتا ہے؟ جنگ میں سوائے نیزہ اور تلوار کے کوئی شے کام نہیں آتی اگر تھکوشکست ہوئی تو تمام اہل و عیال کی ذلت و سوائی کا باعث ہوگا بہتر یہ ہے کہ تمام اہل و عیال کو لشکر کے پیچھے رکھا جائے کسی جگہ محفوظ کر دیا جائے اگر فتح ہوئی تو سب آئیں گے اور اگر شکست ہوئی تو بچے اور عورتیں دشمن کے دستبرد سے محفوظ رہیں گے۔

مگر مالک بن عوف نے جوش شباب میں کہا واللہ یہ نہیں ہو سکتا تم بوڑھے ہو گئے ہو اور تمہاری عقل بھی بوڑھی ہو گئی ہے پھر ہوازن و ثقیف سے کہا اگر تم لوگ میری بات مان لو تو نہایت درندہ میں ابھی خود کشتی کر لیتا ہوں سب نے کہا ہم تیرے ساتھ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان حالات کی اطلاع پہنچی تو آپ نے عبداللہ بن حدرود
اسلمی کو تحقیق کیلئے بھیجا انہوں نے حنین جا کر خفیہ تحقیقات کی اور آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
ان کی جنگی تیاریوں کی اطلاع دی، آنحضرت نے مکہ معظمہ پر عتاب بن اسید کو امیر بنایا اور حضرت
معاذ بن جبلؓ کو اسلامی تعلیمات سکھانے کیلئے چھوڑا پھر آپ نے مقابلہ پر جانے کا سامان
شروع کیا صفوان بن امیہ سردار قریش سے تئوزر میں دستکار لیں اسی طرح نوفل سے
تین ہزار نیزے لیتے۔

اور ۶۷ سوال شدہ یوم ثنہ کو بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے حنین کی طرف
روانہ ہوئے اس میں دس ہزار صحابہ تھے وہی مہاجرین و انصار تھے جو مدینہ منورہ سے آپ کے ہمراہ
آئے تھے اور حنین کے ہاتھوں حق تعالیٰ نے مکہ فتح فرمایا تھا باقی دو ہزار اہل مکہ۔

یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمان بارہ ہزار کا لشکر جمارے کر دشمن کے مقابلہ میں نکلے تھے اور
سامان جنگ بھی ہمیشہ سے زیادہ تھا اور یہ لوگ بدر اور احد کے میدانوں میں دیکھے جکے تھے
کہ صرف تین سو تیرہ بے سر و سامان لوگوں نے ایک ہزار کے لشکر جمارے پر فتح پائی اسلئے فوج کی
کثرت و تیاری پر نظر کر کے بعض حضرات کی زبان سے بے ساختہ نکل پڑا "لکن تغلب الیہود
من قلة" آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہونگے جس میں اپنی کثرت پر ناز تھا، حق تعالیٰ کو یہ
کلام ناپسند ہوا کہ کثرت تعداد اور طاقت پر بھروسہ کیا جائے بلکہ فتح و کامیابی کا دار و مدار

حق تعالیٰ کی مدد پر ہے کیا قال اللہ تعالیٰ - اذا حجتکم اکثرکم الایہ جب لشکر اسلام حنین کی وادی
میں پہنچا قبائل ہوازن و ثقیف دونوں جانب کمینہ گاہوں میں چھپے بیٹھے تھے مالک بن عوف نے
ان کو پہنچنے سے یہ ہدایت کر دی تھی کہ تلواروں کے نیام سب توڑ کر چھینک دو اور جب لشکر اسلام
ادھر سے آئے تو سب کے سب تلواروں سے لیکر ان پر حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کا لشکر سراسیمہ اور منتشر
ہو گیا اور بہت تھوڑے سے صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے، صحابہ کرام
میں سے جو شیدایان نبوت اور جان بازان رسالت آپ کے ساتھ رہ گئے تھے ان کی تعداد میں
روایات مختلف ہیں جو روایات میں آئے گی اور وہیں تعلیق بین الروایات بھی بیان کی جائے گی۔

اسلامی فوج میں بہت سے مکہ مکرمہ کے موافقہ القلوب نو مسلم بلکہ نیم مسلم بھی تھے انہی میں سے
میں مسلمان ہوئے تھے اور ہنوز اسلام ان کے دل میں راسخ نہیں ہوا تھا اور کچھ تو شرک ہی تھے
جو ساتھ ہو گئے تھے۔ یہ لوگ دل سے شریک جنگ نہ تھے ان لوگوں نے حنین موقع پر دھوکا
دیا جس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے صرف چند شیدایان نبوت جیسے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ
اور حضرت علیؓ وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رہ گئے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری

پر سوار ثابت قدم رہے پٹننے کے بجائے آگے بڑھ رہے تھے آپ نے مسلمانوں کو پکارا اے
بندگان خدا ادھر آؤ میں اللہ کا رسول ہوں، حضرت عباس بلند آواز تھے آپ نے ان کو حکم دیا
کہ مہاجرین و انصار کو آوازیں صوب الحکم حضرت عباس نے بلند آواز سے پکارا یا معشر الانصار
یا اصحاب السمرہ، اے گروہ انصار! اے اصحاب شجرہ۔

حضرت عباسؓ کی آواز سنتے ہی مسلمان ہلٹ پڑے اور منٹوں میں پروانہ وار آ کر شمع بوت
کے گرد جمع ہو گئے آپ نے مشرکین پر حملہ کا حکم دیا جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو آپ
نے ایک مسخت فاک لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور یہ فرمایا بد مشاہت الوجوہ، بڑے
ہوتے یہ چہرے مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مسخت فاک پھینکنے کے بعد
یہ فرمایا! انہز موادسب محمڈ شمس ہے محمد سے رب کی انہوں نے شکست کھائی۔
کوئی انسان ایسا نہ رہا جس کی آنکھ میں اس مسخت فاک کا بخار نہ پہنچا ہو فوراً لڑائی کا رنگ
بدل گیا دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے دشمن کے ستر آدمی قتل ہوئے اور بہت
سے گرفتار ہوئے اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

چھ ہزار عورتیں اور بچے قیدی۔ جو بیسٹل ہزار اونٹ۔ چالیس ہزار بکریاں۔ اور چار ہزار
اوقیہ چاندی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تمام اموال غنیمت کو جعفرانہ میں جمع کیا جائے اور
خود طائف تشریف لے گئے۔

اس کا بیان "باب غزوة طائف" میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ.

۳۲۲ حدثنا محمد بن عبد اللہ بن نمیر قال حدثنا یزید بن ہریر قال اخبرنا
اسمعیل قال رايت بيد عبد الله بن ابي اوفى ضربتة قال ضربت بها مع النبي صلى الله
عليه وسلم يوم حنين قلت شهدت حنيناً قال قبل ذلك.

ترجمہ: اسمعیل (بن ابی خالد) نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی کے ہاتھ میں
زخم کا نشان دیکھا میں نے ان سے پوچھا کہ یہ نشان کیسا ہے؟ انہوں نے بیان فرمایا کہ مجھے یہ
زخم اس وقت لگا تھا جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوة حنین میں شریک تھا میں نے
کہا آپ حنین میں شریک تھے؟ فرمایا اس سے پہلے ہی (یعنی حنین سے پہلے ہی میں متعدد
غزوات میں شریک ہو چکا ہوں جیسے حدیبیہ و خندق۔

مطابقہ للترجمة في قول "يوم حنين"

تشریحات | حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیؓ اصحاب شجرہ یعنی بیعت رضوان والوں میں سے تھے
چھیا سالی کی عمر میں کوفہ کے اندر آپ نے وفات پائی، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی
زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے کیونکہ امام اعظمؒ کی ولادت صحیح ترین قول میں شہرہ ہے اس

لحاظ سے امام اعظم چھ سال کے تھے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ امام اعظم کی ولادت مکہ میں ہوئی اس اعتبار سے امام کی عمر ستواہر برس ہوگی ہر دو صورت میں ملاقات صحابہ ثابت ہوگی (عمدة القاری ص ۲۹۵)

۳۲۳ حدثنا محمد بن کثیر قال حدثنا سفيان بن عيينة قال سمعت
البراء بن عازب قال قال يا ابا عمارة اتوليت يوم حنين فقال اما انافاشهد على
النبي صلى الله عليه وسلم انه لم يول ولكن عجل سرعان القوم فرشقتهم
هو ازن وابوسفين بن الحارث اخذ براس بغلته البيضاء يقول انا النبي
لا كذب انا ابن عبد المطلب

ترجمہ۔۔ ابواسحاق سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براہ سے سنا ان کے
یہاں ایک شخص آیا تھا اور ان سے کہنے لگا اے عمارہ! (کنیت براہ) کیا آپ نے حنین کی لڑائی
میں پیٹھ پھیری تھی؟ انہوں نے فرمایا میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے پیٹھ نہیں پھیری (یعنی اپنی جگہ سے پیچھے نہیں ہٹے) لیکن قوم کے جلد باز لوگوں نے جلدی کی پس
قبیلہ ہوازن والوں نے ان پر تیر برسائے ابوسفیان بن حارث انحضرت کے سفید ٹھکر کی لگام تھامے
ہوتے تھے اور انحضرت فرما رہے تھے انا النبي لا كذب انا ابن عبد المطلب میں نبی ہوں
اس میں مجھوت کا شائبہ بھی نہیں، میں عبد المطلب کی اولاد ہوں۔

مطابقه للترجمة في قوله « اتوليت يوم حنين »

تشریحات | والحديث قد مضى في الجهاد ص ۳۰۲ وهذا في المغازی ص ۶۱۷

اباعمار بن بضم العين المهمله کنیت براہ بن عازب اتوليت الهمزة للاستفهام علی
سبیل الاستخار ای التہذیب اما انافاشهد الخ یہاں سے حضرت براہ بن عازب کا جواب
ہے اور جواب حکیمانہ ہے کیونکہ سائل کا سوال مطلق ہے جس سے پوری جماعت کے شمول و عموم
کا شبہ ہوتا ہے حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی توئی میں شامل سمجھ رہا ہے جیسا کہ بعد والی
روایت ص ۳۲۳ میں سائل کا لفظ بصیغہ جمع اولیئم مع النسبی الخ ہے پھر حضرت براہ ہی کی تیسری
حدیث ص ۳۲۵ کا لفظ ہے افرس تم الخ ان تینوں روایات سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ سائل پیچھے
ہٹنے والوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سمجھ رہا ہے اسلئے حضرت براہ نے جواب دیا
کہ توئی اور فرار تو ہوا لیکن کل سے نہیں بلکہ بعض سے اور بعض کے اندر حضرت براہ نے خصوصیت
کے ساتھ آنحضرت کا استثناء کیا کہ فامس کہ حضور اپنی جگہ ثابت قدم اور جے رہے امام نووی کہتے
ہیں « هذا الجواب من بدیع الادب » ممکن ہے کہ سائل نے آیت کریمہ کے الفاظ « ثم ولینم
مدبرین » سے تمہیم سمجھ کر حضرت براہ سے سوال کیا ہو تو حضرت براہ نے سائل کو بتایا کہ ہم خاص ہر شخص سے

ازالہ شبہات امہاجرین و انصار محقے تو دشمنوں کے اچانک حملہ سے جو مؤلفہ القلوب (مکہ کے نو مسلم) بھاگے ان کے ساتھ صحابہ کرامؓ نے جو توفیٰ کی جیسا کہ اس روایت سے اور اس کے بعد والی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ جائز ہوا کیونکہ میدان جہاد سے فرار یا مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ناجائز اور کبائرت میں سے ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اجتنبوا السبوع الموبقات الا (مسلم شریف ص ۲۳۷) ان سات مہلکات میں سے پہلا شرک باللہ ہے اور چھٹا توفیٰ یوم الزحف ہے۔

جواب یہ ہے کہ توفیٰ و فرار اس وقت ناجائز ہے جبکہ دشمنوں کی تعداد دو گنا یا اس سے کم ہو لیکن یہاں دشمنوں کی تعداد ایک روایت سے جو بیس ہزار اور دوسری روایت سے اٹھائیس ہزار ہے جیسا کہ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں درو العذر لمن اذخر من غیر المولفہ ان العدد کا خواضعفہم فی العدد و اکثر من ذلک (فتح الباری ص ۲۲) مطلب یہ ہے کہ مؤلفہ القلوب کے علاوہ صحابہ کی تعداد دس ہزار تھی اور دشمنوں کی تعداد چوبیس ہزار یا اٹھائیس ہزار ہو بہر دو صورت میں دو گنا سے زائد تھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جو فرار اور توفیٰ یوم الزحف ناجائز ہے وہ میدان جہاد سے ایسا فرار کہ جنگ میں شرکت کا ارادہ نہ ہو لیکن یہاں صحابہ کرامؓ میدان جنگ سے نہیں بھاگے بلکہ اچانک تیروں کے حملہ سے غیر مسلم صحابہ صرف مسلم صحابہ کی پناہ میں بھاگے یعنی صرف منتشر ہوتے چنانچہ جب حضرت عباسؓ کی آواز صحابہ کے کانوں میں پہنچی تو فوراً منٹوں میں تمام صحابہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے اور نہایت دلیری کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کیا نیز اسکی تائید آنے والی روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں "کانت للمسلمین جولنۃ الی" یعنی مسلمان صرف آگے پیچھے چلے ہیں پڑ گئے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ فرار کا تحقق اس وقت ہو گا جبکہ امیر لشکر یعنی سپہ سالار دکھانڈر بھاگ جاتے لیکن یہاں امیر لشکر ثابت قدم ہیں جیسا کہ حضرت برابرہؓ کہتے ہیں انہ لم یولع دوسرا شبہ۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ابوسفیان بن حارث (آنحضرت کے چچا زاد بھائی) حضور کے بغلہ کی لگام تھامے ہوتے تھے لیکن صحیح مسلم میں حضرت عباسؓ کی روایت ہے کہ آنہ اخذ بلجام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسلم شریف مستقیم) دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے جواب یہ ہے کہ پہلے ابوسفیانؓ بغلہ کی لگام تھامے ہوتے تھے لیکن دشمنوں کے اچانک حملہ سے جب مسلمانوں میں انتشار ہوا اور آنحضرت نے دشمنوں کے طرف آگے بڑھنے کیلئے بغلہ کو چھو کر مارا تو حضرت عباسؓ نے فطرہ کے خوف سے ابوسفیان کے ہاتھ سے لگام اپنے ہاتھ میں لیا فلا تعارض

۳۲۳ حدثنا ابو الولید قال حدثنا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي اسْحَقَ قِيلَ لِلْبَرَاءِ
 وَاَنَا سَمِعُ اَوْلِيَهُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ اَقْبَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا كَاثِرَ مَاءٍ فَقَالَ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ : اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمَطْلَبِ -
 ترجمہ :- ابو اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت براءؓ سے پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ
 کیا آپ لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں پیٹھ پھیری تھی؟ تو براءؓ نے
 فرمایا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پیٹھ نہیں پھیری (بلکہ بالکل ثابت قدم رہے) ہوا یہ تھا کہ
 وہ کفاد بڑے تیر انداز تھے آنحضرتؐ نے اس موقع پر فرمایا تھا وہ میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں
 میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔

تشریحات | ہذا لطیف آخر فی الحدیث المذکورہ۔

کافرا اسی ہوا زن رہا؟ رامی کی جمع ہے یہاں حذف عبارت ہے تقدیر
 عبارت ہوگی کافرا مہا، فرشقوہم در شقا فانہم موافقال انبی علی اللہ علیہ وسلم انا النبی
 لا کذب الخ۔

انا النبی لا کذب اس کا مطلب دو طرح سے بیان کیا جاتا ہے۔ ۱۔ علامہ عینی فرماتے ہیں فاشکا
 بہ الحی ان صفة النبوة تنافی الکذب الیٰ یعنی میں نبی ہوں اور صفت نبوت کذب کا منافی ہے نبی
 سے جھوٹ محال ہے پس مطلب یہ ہوا کہ میں نبی ہوں اور نبی جھوٹ نہیں بول سکتا اسلئے میں جھوٹا نہیں
 ہوں کہ بھاگ جاؤں تھے تو کامل یقین ہے کہ مدد کا جو وعدہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے بالکل حق ہے
 اس میں کذب کا امکان نہیں۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ میں نبی ہوں اس میں جھوٹ کا شائبہ بھی نہیں ہے۔

اشکال و جواب | اشکال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انا ابو عبدالمطلب کیوں فرمایا؟ بجائے
 اوالد ماجد عبد اللہ کے جدا جدا کی طرف نسبت کیوں فرمائی؟

جواب یہ ہے کہ عبدالمطلب عرب میں بہت مشہور تھے اور عمر بھی طویل پائی جس سے شہرت
 میں اور اضافہ ہوا بخلاف والد ماجد حضرت عبد اللہ کے کہ جوانی میں انتقال ہو گیا تھا اور یہی وجہ ہے
 کہ اہل عرب آپ کو ابن عبدالمطلب ہی اکثر کہا کرتے تھے۔

دوسرا جواب یہ بھی منقول ہے کہ چونکہ عام لوگوں میں یہ چرچا تھا کہ عبدالمطلب کی اولاد میں سے
 پیغمبر آخر الزماں جلوہ فرما ہوں گے جو اللہ کی طرف دعوت دیں گے اور ہدایت کریں گے اسلئے آپ نے
 انتساب عبدالمطلب کی طرف کیا تاکہ لوگ یاد کریں اور پیغمبرانہ ہدایت و نصیحت قبول کر سکیں۔

۳۲۵ حدثنی محمد بن یسار بن یزید قال حدثنا شعبہ عن
 ابي اسحق سمع البراء وسأله رجل من قيس افرقتم عن رسول الله صلى الله

علیہ وسلم یوم حنین فقال لکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یفر کانت
هو انزل رماة وانا لثما حملنا علیہم انکشفوا فاکتبنا علی لغنائم فاستقیلنا
بالسهم ولقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بغلته البیضاء وان اباسفنا
أخذ بزمامها وهو یقول لانا النبی لا کذب قال سیرائیل وزهیر نزل النبی صلی اللہ
علیہ وسلم عن بغلته۔

ترجمہ۔ ابو اسحاق سے روایت ہے انہوں نے براہ سے سنا اور قبیلہ قیسین سے ایک شخص
نے سوال کیا تھا کہ کیا آپ لوگ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ حنین میں چھوڑ کر بھاگ گئے
تھے؟ تو براہ نے فرمایا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہیں ہٹے تھے قبیلہ ہوازن کے
لوگ تیر انداز تھے اور جب ہم لوگوں نے ان پر حملہ کیا تو وہ لوگ پسپا ہو گئے پھر ہم لوگ مال غنیمت پر
جھک پڑے (نتیجہ یہ ہوا کہ) ہمیں ان کے تیروں کا سامنا کرنا پڑا جس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے
میں نے خود دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید ٹیچر پر سوار تھے اور ابوسفیان اس کی
لگام تھامے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے "انا النبی لا کذب میں پیغمبر ہوں اس میں جھوٹ کا امکان
نہیں۔ سیرائیل اور زہیر نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ٹیچر سے اتر گئے تھے۔

مطابقہ للترجمة في قولنا "يووم حنين"

تشریحات | دراصل حضرت براہ کی روایت ابو اسحاق سے شعبہ نے جو روایت کی اس کے
طرق متعدد ہیں حدیث ۳۲۲۲ میں امام بخاری نے عالی سند سے روایت کی تخریج کی مگر مختصر ہے
جس طرح اپنے شیخ ابوالولید سے سنی تھی نقل کی لیکن اس حدیث یعنی ۳۲۶۵ میں شعبہ تک واسطہ
بڑھنے کی وجہ سے سند بمقابلہ حدیث سابق سافل ہے لیکن یہ حدیث مفصل ہے۔

والحدیث قد مضی فی الجہاد مسانداً وھذا فی المغازی ص ۶۱۔

اشکال و جواب | غزوہ حنین کے واقعہ سے معلوم ہوا تھا کہ فریقین میں جب مقابلہ ہوا تو پہلے ہی
حملہ میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور اسلامی لشکر منتشر ہو گیا لیکن اشک
روایت سے معلوم ہوا کہ پہلے حملہ میں مشرکین پسپا ہوئے مگر ابھی پوری طرح دشمنوں کو شکست نہیں
ہوتی تھی کہ مسلمان مال غنیمت کی جانب متوجہ ہو گئے مشرکین کو نوقع مل گیا انہوں نے تیر باری
شروع کر دی۔

جواب یہ ہے کہ دوسرا قول چونکہ حدیث بخاری سے ثابت ہے اس لئے اس کو ترجیح ہوگی۔

قال سیرائیل وزهیر ان یقین سیرائیل بن یونس بن ابی اسحاق اور زہیر بن معاویہ
دونوں نے اس حدیث کو عن ابی اسحاق عن البراء سے روایت کی ہے اور اس حدیث کے آخر
میں اتنا اضافہ کیا ہے نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بغلته۔

امام بخاری نے اسراہیل کی روایت جو یہاں تعلقاً ذکر کی ہے اسکو کتاب الجہاد ص ۲۷۴ میں
 موصولاً لایا ہے اور زہیر بن معاویہ کی تعلق کو موصولاً لایا ہے کتاب الجہاد ص ۲۷۵
 کتاب الجہاد کے دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کافروں نے آپ کو گھیر لیا تو آپ
 حجر سے اتر گئے اور آپ نے حق تعالیٰ سے مدد طلب کی اس کے بعد فرمایا۔ انا النبی لا اکذب
 بانی تفصیل کیلئے غرورہ مبین دیکھئے۔

۳۲۶ حدیثنا سعید بن عقیل قال حدیثی لیت حدیثی عقیل عن ابن
 شہاب ح و حدیثی اسحق قال حدیثنا یعقوب بن ابراہیم قال حدیثنا ابن اسحق
 ابن شہاب قال محمد بن شہاب وزعم عروہ بن الزبیر ان مروان والمسور
 بن مخزومۃ اخبراه ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم قام حین جاءه وفد
 هو انبرن مسلمین فسالوا ان یرد الیہم اموالہم وسببہم فقال لہم رسول الله
 صلی الله علیہ وسلم معی من تزورن واخذت الحدیث الی اصدقہ فاخذنا والحد
 الطائفتین اما الشبلی واما المال وقد كنت استانبت بکم وكان انظرہم رسول
 الله صلی الله علیہ وسلم یضع عشرۃ لیلۃ حین قفل من الطائف فلما تبین
 لہم ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم غیر راد الیہم الا حد الطائفتین قالوا
 فاننا نختار سبینا فقام رسول الله صلی الله علیہ وسلم فی المسلمین فاشی علی الله
 بما هو اهلہ ثم قال اما بعد فان اخوانکم قد جاؤنا تائبین وانی قد رأیت ان
 ارد الیہم سببہم فمن احب منکم ان یكون علی حظۃ حتی نعطیہ ایاک من
 اول ما یفیئ الله علینا فلیفعل فقال الناس قد طیبنا ذالک یا رسول الله
 فقال رسول الله صلی الله علیہ وسلم انا الاندری من اذن منکم فی ذالک ومنت لم
 یاذن فارجعوا حتی یرفع الینا عرفاؤکم امرکم فرجع الناس فکلمہم عرفاؤہم
 ثورجعوا الی رسول الله صلی الله علیہ وسلم فاخبروه انہم قد طیبوا واذنوا لہذا
 الذی بلغنی عن شبلی ہوازن۔

ترجمہ:- مروان بن حکم اور مسور بن مخزومہ کا بیان ہے کہ جب قبیلہ ہوازن کا وفد مسلمان
 ہو کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے ان لوگوں نے آپ
 سے درخواست کی کہ ان کے اموال اور ان کے (قبیلے کے) قیدی (جو مسلمانوں کے پاس غنیمت
 کے طور پر آیا تھا) انہیں واپس دیدئے جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وفد ہوازن سے
 فرمایا میرے سامعہ اور لوگ مجھ میں جنہیں تم بھی دیکھ رہے ہو اور سچی بات مجھے زیادہ پسند ہے
 اسلئے تم لوگ دو چیزوں میں سے کسی ایک ہی چیز کو پسند کرو یا قیدی یا مال (یعنی دو چیزیں

واپس نہیں ہو سکتیں اسلئے دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرو) میں نے تم لوگوں کا انتظار کیا تھا (یعنی تم لوگوں کے انتظار میں قیدیوں کی تقسیم میں تاخیر کی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی پر دس دن سے زیادہ ان لوگوں کا انتظار کیا تھا آخر جب ان پر واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں صرف ایک ہی چیز واپس کر سگے تو انہوں نے کہا کہ پھر ہم اپنے (قبیلے کے) قیدیوں کی واپسی چاہتے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خطاب کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کرنے کے بعد فرمایا اما بعد! تمہارا رخہ بھائی (یعنی قبیلہ ہوازن کے لوگ) تو بکر کے ہمارے پاس آئے ہیں (یعنی مسلمان ہو گئے ہیں) اور میں بہتر سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دوں اسلئے جو شخص (بلا کسی دنیاوی صلہ کے) اپنی خوبی سے واپس کرنا چاہے وہ واپس کر دے اور جو لوگ تم میں سے اپنے حصے پر قائم رہنا چاہتے ہیں (یعنی بلا عوض چھوڑنا نہیں چاہتے) تو وہ لوگ ایسا کریں کہ اس کے بعد سب سے پہلے جو عنایت اللہ تعالیٰ ہمیں عنایت فرمائے اس میں سے ہم انہیں اس کے بدلہ میں دیدیں تو وہ ان کے قیدی واپس کر دیں، تمام صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! ہم خوشی سے (بلا کسی بدلہ کے) واپس کرنا چاہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح ہمیں اس کا علم نہیں ہوا کہ کس نے اپنی خوشی سے واپس کیا ہے اور کس نے نہیں اسلئے سب لوگ جائیں اور تمہارے چودھری لوگ (یعنی تمہارے اہل الرائے نمائندے) تمہارا معاملہ ہمارے پاس لائیں چنانچہ ان کے چودھری نے ان سے گفتگو کی پھر وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ سے بیان کیا کہ سب نے خوش دلی اور بشاشت قلب سے اجازت دی ہے (زہری نے کہا) یہی ہے وہ حدیث جو مجھے قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کے متعلق پہنچی ہے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمہ ظاہر ہے کیونکہ حضور اقدسؐ کی خدمت میں قبیلہ ہوازن کا وفد اغزوہ جنین کے بعد آیا تھا والحدیث قد مر فی الجہاد ص ۳۳۲ دہنا فی المغازی ص ۱۱۱

حین جاء کا وفد ہوازن آئیں اختصار ہے زہری نے مختصراً نقل کیا ہے لیکن پوری بن عقبہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

وفد ہوازن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے جب جعراہد پہنچے جہاں جنین کے قیدی اور تمام اموال عنینت جمع تھے آپ نے یہاں دس بارہ روز ہوازن کا انتظار کیا کہ شاید وہ اپنے اہل و عیال کو چھڑانے آئے لیکن جب انتظار کے بعد بھی نہ آئے تب آپ نے مال عنینت خانین پر تقسیم کر دیئے، تقسیم غنائم کے بعد ہوازن کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ لوگ انیس آدمی تھے، حافظ عسقلانی نے لکھا ہے کہ واقفی نے وفد کی تعداد چوبیس ذکر کی ہے (فتح م ۳۸۲)

وفد کے لوگ ہوازن کے اشراف و رؤساء میں سے تھے ان لوگوں نے حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اس کے بعد اپنے اموال اور اہل و عیال کی واپسی کی درخواست کی اس قبیلہ کے خلیفہ زہیر بن مردنے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ جو مصیبت میرے قبیلہ پر نازل ہوئی اس سے آپ واقف ہیں ہم پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے گا ہم کو ہمارے اہل و عیال اور اموال واپس کر دیجئے یا رسول اللہ جو عورتیں گرفتار ہوئی ہیں ان قیدیوں میں آپ کی خالائیں اور چھو بھیمیاں، آپ کی پیروشن کرنے والیاں اور گود کھلا نیوالی عورتیں بھی ہیں۔

یہ رشتے حضور کے رضاعت کے رشتے تھے آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ اسی قبیلہ کی تھیں کیونکہ قبیلہ بنی سعد جس قبیلہ کی حلیمہ سعدیہ تھیں وہ ہوازن کا جزو تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہارا بہت انتظار کیا اب غنائم تقسیم ہو چکی ہیں سب کے حقوق ہیں اب دونوں چیزیں تو ممکن نہیں بس یہ بتاؤ کہ تم کو عورتوں اور بچوں کی واپسی زیادہ مرغوب ہے یا اموال کی واپسی؟ وفد نے کہا یا رسول اللہ جب آپ نے ہمیں اہل و عیال اور اموال میں اختیار دیا ہے تو ہمارے اہل و عیال ہم کو زیادہ محبوب ہیں ہم اموال یعنی اونٹ بکری کے بارے میں آپ سے کچھ نہیں کہتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا میرے اور خاندان بنی ہاشم کے حصہ میں جو کچھ آتے ہیں وہ سب میں نے واپس کئے سب تمہارا ہے لیکن جو اور مسلمانوں کے پاس ہیں ان میں میں صرف سفارش کر سکتا ہوں تم لوگ ظہر کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر کہنا میں تمہاری سفارش کروں گا چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد ان لوگوں نے اسی طرح کہا جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا تمہارے یہ بھائی ہوازن مسلمان ہو کر آئے ہیں میں نے اپنا اور اپنے خاندان کا حصہ ان کو دیدیا یہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اور مسلمان بھی اس کے قیدی واپس کر دیں جو شخص خوشی اور طیب خاطر سے ایسا کر دے تو بہتر ہے ورنہ میں بعد میں اس کا معاوضہ دینے کیلئے تیار ہوں بالآخر سب نے واپس کر دیا۔

حضور اقدس نے وفد کے لوگوں سے دریافت کیا کہ مالک بن عوف کہاں ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ وہ ثقیف کے ساتھ طائف میں ہے حضور نے فرمایا کہ مالک بن عوف کو خبر دو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آئے تو ہم اس کا اہل اور اس کا مال سب اس کو واپس کر دیں گے اس کے علاوہ ایک سوا اونٹ اور دیں گے مالک بن عوف کو جب یہ خبر ملی تو وہ رات کے وقت ثقیف سے چھپ کر طائف سے نکل آئے اور رسول اللہ سے جعفرانہ میں ملے حضور نے ان کا کل مال اور اہل ان کے سپرد کیا اور ایک سوا اونٹ اس کے علاوہ دئے وہ مسلمان ہوتے اور صادق مخلص مسلمان، چنانچہ حضور اکرم کی مدح میں فضائل کہے ان کے ایک قصیدہ کا شعر یہ ہے۔

ما ان رأیت ولا سمعت بمثلہ
فی الناس کلہم بمثل محمد
نہیں نے ان کے جیسا دیکھا اور نہ سنا
کہ تمام انسانوں میں کوئی محمد کے مثل ہو۔

۳۲۷ حدثنا ابو الزعمان قال حدثنا حماد بن زيد عن ابي عن ابي نافع
 ان عمر قال يا رسول الله وحديثي محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبد الله قال
 اخبرنا معمر عن ابي نافع عن ابن عمر قال لما قفلنا من حنين سأل عمر
 النبي صلى الله عليه وسلم عن نذر كان نذره في الجاهلية اعتكاف فامر النبي
 صلى الله عليه وسلم بوفائه وقال بعضهم حماد عن ابي نافع عن ابن عمر
 رواه جرير بن حازم وحماد بن سلمة عن ابي نافع عن ابن عمر
 عن النبي صلى الله عليه وسلم -

ترجمہ :- حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب ہم غزوہ حنین سے واپس ہوئے تو عمرؓ نے
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ایک نذر کے تعلق (حکم) پوچھا جو زمانہ جاہلیت میں (بحالت کفر)
 اعتکاف کی مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا لیکن اس کو پورا نہ کر سکے (یعنی)
 اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پورا کرنے کا حکم دیا، اور بعض (یعنی احمد بن عبدہ منہی)
 نے حماد کے حوالہ سے روایت بیان کی ان سے اہلبیت نے ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمرؓ نے
 اور اس کی روایت جریر بن حازم اور حماد بن سلمہ نے اہلبیت کے واسطے سے کی ان سے نافع نے
 ان سے ابن عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے۔

مطابقتہ للترجمة في قوله: «لما قفلنا من حنين»

تشریحات

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو دو طریق سے یعنی دو سندوں سے تخریج
 کی ہے پہلی سند سے مرسل اور مختصر ہے۔ امام نے اس حدیث کو کتاب الجہاد صفحہ ۲۲۵ میں اسی
 سند سے مرسل لایا ہے اس حدیث کے الفاظ ہیں ابن عمرو بن الخطاب قال يا رسول الله
 انه كان علي اعتكاف يوم في الجاهلية فامر به ان يفى به -

دوسری سند محمد بن مقاتل کی ہے اس حدیث کو امام بخاریؒ نے باب الاعتكاف میں دو باب
 کے تحت صفحہ ۲۷۴ میں لایا ہے۔

بخاریؒ کی اس روایت میں ہے فامر به النبي صلى الله عليه وسلم بوفائه
 نذر جاہلیت کا حکم اس میں اشکال یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کی نذر اور اس کے واجبات کیسے
 معتبر ہو سکتے ہیں؟ کیونکہ اسلام سارے واجبات جاہلیت کے لئے ہادم ہے۔

جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم استجبابی ہے وجبونی نہیں ہے فللال اشکال۔
 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتکاف ان عبادات میں سے ہے جو اسلام کے قبل ہی سے
 جاری تھیں جیسا کہ حضرت عمرؓ کی نذر سے معلوم ہوا، نیز حق تعالیٰ کا ارشاد حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کیلئے طہر ابدیتی للطائفین والعاکفین الایہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں

كليتہ پاک صاف رکھو۔

باقی اعتکاف کے اقسام ثلاثہ (واجب سے اعتکاف نذر، سنت مؤکدہ سے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف اور تیسرا مستحب) کے تفصیلی احکام و شرائط اپنے مقام یعنی باب الاعتکاف میں آئیں گے انشاء اللہ۔

۳۲۸ حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن یحییٰ بن سعید عن عمرو بن کثیر بن افلح عن ابی محمد مولى ابی قتادة عن ابی قتادة قال خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام حنین فلما التقینا كانت للمسلمین جویض فأتیت رجلاً من المشرکین قد علاه المسلمین فوضی بینه من وریئہ علی حبل عاتقہ بالسیف فقطعت الذراع وأقبل علی فضمتنی ضمتہ فحدت منہا ریح الموت ثم أدركه فأرسلنی فلحقته عمرو فقلت ما بال الناس قال أمر اللہ عز وجل ثم رجعوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال من قتل قتیلًا له علیہ بیئۃ فله سلبہ فقلت من یشہد لی ثم جلست قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثله فقلت من یشہد لی ثم جلست ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثله ثم قمت فقال مالک یا ابا قتادة فاخبرته فقال رجل صدق وسلبہ عندی فأرضی منی فقال ابوبکر لاهما اللہ اذ الایمئل الی اسد من اسد اللہ یقاتل عن اللہ ومن سولہ فی عظیم سلبہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق فاعطیہ فاعطانیہ فابتعت بہ مخروفاً فی بی سلمیۃ فانه لأدلی مال تائلتہ فی الاسکاء۔

وقال التیث حدثنی یحییٰ بن سعید عن عمرو بن کثیر بن افلح عن ابی محمد مولى ابی قتادة ان ابا قتادة قال لما کان یوم حنین نظرت الی رجل من المسلمین یقاتل رجلاً من المشرکین واخر من المشرکین یختلہ من وریئہ لیقته فأسرت الی الذی یختلہ فرع یدہ لیضربنی وأضرب یدہ فقطعتها ثم أخذنی فضمتنی ضمًا شدیداً حتی تخوفت ثم ترک فتحلل ودفعته ثم قتله وانهمز المسلمون وانهمزت معهم فاذا بعمر بن الخطاب فی الناس فقلت له ما شان الناس قال أمر اللہ ثم تراجع الناس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اقام بیئۃ علی قتیل قتله فله سلبہ فقلت لا کتمیس بیئۃ علی قتیلی فلما ارأحل ایشہد لی فجلست ثم بذل الی فذکرت امرہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رجل من جلسائہ سلاحة ہذا القتیل الذی یدک کو عندی فارضہ منہ فقال ابوبکر کلا لا یعطہ أصدیغ من قریش ویدغ اسد من اسد اللہ یقاتل عن اللہ ورسولہ قال فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا الی فاشتریت منه خروفاً

فكان اذل مال تائلته في الاسلام -

ترجمہ۔ ابو قتادہ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ ہم غزوہ حنین سے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے پھر جب ہم کافروں سے ملے (یعنی جنگ ہوئی) تو مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی اور میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پر غالب ہو رہا ہے میں نے پیچھے سے اس کے کانڈھے پر تلوار ماری اور اسکی زردہ کاٹ ڈالی (جسکو وہ پیٹنے ہوا تھا) اب وہ بھگدڑ پر پلٹ پڑا اور مجھے اتنی زبرد سے بھینپا کہ موت کی بوچھے محسوس ہونے لگی پھر وہ مر گیا اور مجھے چھوڑ دیا پھر میری ملاقات حضرت عمرؓ سے ہوئی تو میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ (کہ بھاگ رہے ہیں؟) انہوں نے فرمایا یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے پھر مسلمان پٹے (یعنی حضرت عباسؓ کی آواز جب مسلمانوں کے کانوں میں پہنچی تو مسلمان پٹے اور نہایت دلیری سے مقابلہ کر کے اور نبی امراء سے کافروں کو شکست دی ستر کا فرما رہے گئے اور کچھ گرفتار ہوئے بالی بھاگ گئے جب جنگ ختم ہو گئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شریف فرما ہوئے اور فرمایا جس نے کسی مشرک کو قتل کیا ہو اور اس کیلئے کوئی گواہ ہو تو اسکا تمام سامان وہ پھیرا اسی کو ملے گا میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرے لئے کون گواہی دے گا پھر میں بیٹھ گیا بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اسی طرح فرمایا پھر میں کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میرے لئے کون گواہی دے گا؟ پھر میں بیٹھ گیا بیان کیا کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تو میں کھڑا ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا دیکھنا بات ہے اے ابو قتادہ؟ میں نے آپ کو بتایا تو ایک شخص نے کہا یہ سچ کہتے ہیں اور ان کے مقول کا سامان میرے پاس ہے آپ میرے حق میں انھیں راضی کر دیں (کہ سامان مجھ سے نہ لیں) اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم اللہ کے شہروں میں سے ایک شہر جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مڑتا ہے آنحضرتؐ ایسا قاعد نہیں کریں گے کہ اسکا سامان تجھ دیدیں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس (ابو بکرؓ) نے سچ کہا تم سامان ابو قتادہ کو دیدو انہوں نے سامان مجھے دیدیا تو میں نے اس سامان سے قبیلہ بنی سلمہ میں ایک باغ خریدیا بلاشبہ اسلام کے بعد یہ میرا سب سے پہلا مال تھا جسے میں نے سرمایہ بنایا تھا۔

اور لیٹتے نے بیان کیا کہ مجھ سے بھی بنی سعید نے حدیث بیان کی ان سے عمر بن کثیر بن افراح نے ان سے ابو قتادہ کے مولیٰ ابو محمد نے کہ ابو قتادہ نے بیان کیا کہ غزوہ حنین سے دن میں نے ایک مسلمان کو دیکھا کہ ایک مشرک سے لڑ رہا تھا اور ایک دوسرا مشرک پیچھے سے مسلمان کو قتل کرنے کیلئے گھات لگا رہا تھا میں اس کی طرف دوڑا جو مسلمان کے گھات میں تھا اس نے اپنا ہاتھ مجھے مارنے کیلئے اٹھایا تو میں نے اس کے ہاتھ پر وار کر کے کاٹ دیا اس کے بعد وہ مجھ سے چمٹ گیا اور اتنی زبرد سے مجھے بھینپا کہ میں گھر گیا (یعنی موت کا خوف ہوا) پھر اس نے چھوڑ دیا اور ڈھیلا پڑ گیا میں نے اسے دھکا دیکر قتل کر دیا اور مسلمان بھاگ نکلے اور میں بھی اس کے ساتھ بھاگ پڑا پھر دیکھا کہ عمر بن الخطابؓ لوگوں میں ہیں (یعنی حضرت عمرؓ نہیں بھاگے بلکہ لوگوں میں ثابت قدم ہیں) میں نے ان سے پوچھا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ (یعنی لوگ بھاگ کر چلے رہے ہیں؟) انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا یہی فیصلہ تھا پھر سارے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر جمع ہو گئے پھر (فتح کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مقتول پر گواہ قائم کر دے گا کہ اس مقتول کو اسی نے قتل کیا ہے تو اس مقتول کا سارا سامان اسی قاتل کا ہے میں اپنے مقتول

پر گواہ تلاش کرنے کیلئے اٹھا لیکن مجھے کوئی گواہ دکھائی نہیں دیا تو میں بیٹھ گیا پھر میرے سامنے ایک صورت آئی چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے معاملہ کو بیان کیا تو آپ کے پاس بیٹھے ہوتے ایک شخص نے کہا کہ اس مقتول کا ہتھیار جس کا ذکر یہ (ابو قتادہ) کر رہے ہیں میرے پاس ہے آپ اس کو میرے حق میں راضی کر دیں اس پر ابو بکرؓ نے فرمایا "ہرگز نہیں اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو چھوڑ کر جو اللہ اور اس کے رسول کیلئے جنگ کرتا ہے قریش کے ایک بزدل کو آنحضرتؐ نہیں دے سکتے ابو قتادہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور مجھے وہ سامان عطا فرمادیا میں نے اس سے ایک باغ خریدیا اور یہ سب سے پہلا مال تھا جسے میں نے اسلام لانے کے بعد سرمایہ بنایا۔

تشریحات | مطابقہ للترجمہ فی قولہ در خر جناح النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام حیان
والحدیث قد مضی فی الجہاد ص ۴۴۳ و ہذا فی المغازی ص ۶۸۸۔

ابو محمدؓ یہ حضرت ابوقتا کے مولیٰ ہیں ابو محمد کنیت اور نافع بن عباس نام ہے اور حضرت ابوقتادہؓ کا نام حارث بن ربیع ہے۔ جولتہ بفتح الجیم و سکون الواو لغوی معنی ہیں چکر لگانا، شکست کے بعد حملہ کرنا علامہ عینی فرماتے ہیں آگے پیچھے ہونا اسلئے اس کا ترجمہ بھگڑ سے کیا گیا ہے۔ لہا اللہ اذا اس میں لفظ ہا تنبیہ کا ہے بمعنی قسم ای لا واللہ اذا میں شرح بخاری نے متعدد اقوال نقل کئے ہیں جو عموماً لفظ اور فتح الباری میں دیکھے جاسکتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اذا ہمزہ کو زائد مانا جائے تو اذا اشارہ کا ہے معنی ہو گئے لہا اللہ اذا خذہ اکی قسم یہ نہیں ہو گا کہ لایعتمد الخ حضور اللہ کے شیر مجاہد کا قصد نہ کریں اور اس کا سامان ہتھیار تجھے دیدیں۔

اور اگر ہمزہ کے ساتھ مانا جائے لہا اللہ اذا خذہ اکی قسم اس وقت آنحضرتؐ قصد نہیں کریں گے اس صورت میں لایعتمد شرط مقدم کا جواب ہو گا جس پر صدق دلالت کر رہا ہے مطلب یہ ہو گا کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ جب ابوقتادہ سچا ہے اس میں کہ سامان اس کا ہے تو اس وقت آنحضرتؐ اسباب کی طرف قصد نہ کریں گے کہ اس کا سامان تجھے دیدیں بغیر اس کی رضامندی کے۔

مخرفاً بمعنی باغ مخرف از نصر خر فا، خر فا، خر فا اور خر فا مصاد رہیں جس کے معنی پھیل چننے کے ہیں مخرف طرف مکان پھیل چننے کی جگہ یعنی باغ اور اسی مناسبت سے مخرف اس چھوٹی ٹوکری کو بھی کہتے ہیں جس میں کھجوریں رکھی جائیں۔ بعد والی روایت میں خراف ہے معنی ایک ہی یعنی باغ۔

وقال للیث الخ امام بخاری نے حدیث مذکور کو دوسری سند سے یہاں بطور تعلق یعنی معلق لایا ہے مگر کتاب الاحکام ص ۱۰۶۳ میں ابو مولا عن قتیبہ عن اللیث و یحییٰ بن سعد لایا ہے۔ یختلفہ

از باب ضرب فریب دینا، گھات لگانا خاتل العیاد آہستہ آہستہ چلانا تاکہ شکار کو احساس نہ ہو۔
اصیدغ نعیم الہمزہ و فتح القاد الہمزہ و سکون الیار الموحدة بعد ہا الفین المعجمہ ایک قسم کی چڑیا ہے جو نالوں اور گزروں ہوتی ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے جنگ وقتال کی وجہ سے حضرت ابوقتادہؓ کو شیر سے

اور اس شخص کو جو مقتول کا سامان مانگ رہا تھا کمزور چڑیا سے تشبیہ دی مراد بزدل ہے۔

باب غزوة اوطاس غزوة اوطاس کا بیان

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اوطاس اسی وادی کا نام ہے جہاں غزوة حنین ہوا بعض اہل سیر بھی اسی طرف گئے ہیں (عمدة القاری وفتح الباری)

لیکن صحیح یہ ہے کہ وادی حنین کے علاوہ اوطاس ہے جیسا کہ ابن اسحاق نے وضاحت کی ہے کہ جب غزوة حنین میں ہوازن اور ثقیف کو شکست ہوئی تو یہ شکست خوردہ کفار تین طرف بھاگے کچھ لوگوں نے اپنے سردار درید بن صمہ کے ساتھ بھاگ کر مقام اوطاس میں پناہ لی اور کچھ لوگ نخلہ کی طرف چلے گئے اور ایک جماعت مالک بن عوف کے ساتھ طائف چلی گئی۔

حنین کے شکست خوردہ کفار کی ایک جماعت کو لے کر درید بن صمہ اوطاس پہنچ گیا تھا غزوة اوطاس اس لئے انحضرت نے ابو موسیٰ اشعری کے چچا ابو عامر اشعری کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ

اوطاس کی طرف روانہ کیا جب مقابلہ ہوا تو درید بن صمہ حضرت ربیعہ بن رفیع کے ہاتھ سے مارا گیا پھر اس کے لڑکے سلمہ بن درید بن صمہ نے ابو عامر اشعری کے گھٹنے میں ایک تیر مارا اور علم اسلام پر قبضہ کر لیا حضرت ابو موسیٰ اشعری نے جھپٹ کر اس کو قتل کیا اور علم اسلام واپس لے لیا حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے چچا ابو عامر کو اس کی اطلاع دی انھوں نے کہا کہ اس تیر کو کالو جب میں نے تیر نکالا تو زخم سے پانی نکلا ابو عامر نے مجھ کو خلیفہ بنایا اور مجھ سے کہا کہ اے بھتیجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام عرض کر دینا اور یہ کہنا کہ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں اس کے بعد ابو عامر کا انتقال ہو گیا فتح کے بعد میں حضور قدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا حال سنایا اور اپنے چچا ابو عامر کا سلام اور دعائے کا پیغام پہنچایا آپ نے اسی وقت پانی منگو کر وضو کیا اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اللہم اغفر لعبدی اے عامر خداوند ابو عامر کی مغفرت فرما آپ نے اس قدر ہاتھ اٹھائی دعا کی کہ میں نے آپ کے بغل کی سفیدی دیکھی پھر یہ دعا فرمائی اللہم اجعلہ یوم القیامة فوقکثیر من خلقک من الناس خداوند ابو عامر کو قیامت کے روز بہتوں سے عالی مرتبہ بنا دے۔

ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا کہ حضور میرے لئے بھی دعائے مغفرت فرمائیے آپ نے فرمایا اللہم اغفر لعبد اللہ بن قیس ذنبہ وادخلہ یوم القیامة صلحاً کویما، خداوند اے عبد اللہ بن قیس کے گناہوں کی مغفرت فرما اور قیامت کے روز اس کو عزت کی جگہ میں داخل فرما۔

عبد اللہ بن قیس ابو موسیٰ اشعری کا نام ہے۔

۳۲۹ حدثنا محمد بن العلاء قال حدثنا ابواسامة عن بُريد بن عبد الله عن ابي بردة عن ابي موسى قال لما فرغ النبي صلى الله عليه وسلم من حنين بعث ابا عامر على جيش الى اوطاس فلقي دُرَيْدُ بن الصَّمَّة فقتل دُرَيْدٌ وهزم الله اصحابه قال ابو موسى وبعثني مع ابي عامر فرمى ابو عامر في ركبته رما لا جشمتي بسهم فانبثته في ركبته فانتهيت اليه فقلت يا عَمْرُ من رَمَاكَ فاشار الى ابي موسى فقال ذلك قاتلي الذي رماني ففصدت له فلحقته فلمسا رائني ولي فاتبعتة وجعلت اقول له الانستحي الانتبت فلف فاختلفنا ضريبتين بالسيف فقتلته ثم قلت لابي عامر قتل الله صاحبك فقال انزع هذا اللثيم فزعه فزاع الماء قال يا ابن اشي اقربني النبي صلى الله عليه وسلم السكامة وقل له استغفر لي واستخلفني ابو عامر على الناس فمكت بسير الثومات فرجعت فدخلت على النبي صلى الله عليه وسلم في بيته على سريره ثم مل عليه فراش قد اشترى مال السرير بظهرة وجنيبه فاخبرته بخبرنا وخبر ابي عامر وقال قل له استغفر لي فدعا بماء فتوضا ثم رفع يديه فقال اللهم اغفر لعبيد ابي عامر ورايت بياض ابطيه ثم قال اللهم اجعله يوم القيامة فوق كثير من خلقك ومن الناس فقلت وبي فاستغفر فقال اللهم اغفر لعبد الله بن قيس ذنبه وادخله يوم القيامة مدخلا كرميما قال ابو بردة احل هما لابي عامر والاحوي لابي موسى -

ترجمہ :- حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین سے فارغ ہوئے تو آپ نے ابو عامر کو ایک لشکر کے ساتھ وادی اوطاس کی طرف روانہ کیا جہاں پر درید بن صمد سے مدد بھیجی ہوئی (یعنی مقابلہ کیا) پھر درید قتل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھیوں کو شکست دی ابو موسیٰ نے بیان کیا کہ آنحضرت نے ابو عامر کے ساتھ مجھے بھی بھیجا تھا ابو عامر کے گھٹنے میں تیرا کر لگا ایک شمشیر نے ان کو تیر مارا تھا اور ابو عامر کے گھٹنے میں گھسار یا میں اس کے پاس پہنچا اور میں نے پوچھا اے چچا آپ پر کس نے تیر چھینکا ہے؟ تو انھوں نے ابو موسیٰ کو اشارہ سے بتایا کہ وہ ہے میرا قاتل جس نے مجھ کو تیر مارا جہاں میں نے اسکا قصد کیا اور اس کو پالیا لیکن جب اس نے مجھے دیکھا تو مجھ کا پھر میں نے اس کا بچھا لیا اور میں اس سے کہنے لگا کیا تجھے شرم نہیں آتی؟ کیا تو کھرا نہیں ہوگا؟ آخر وہ رک گیا اور ہم نے ایک دوسرے پر توار سے وار کیا پھر میں نے اس کو قتل کر دیا اس کے بعد میں نے ابو عامر سے جا کر کہا کہ اللہ نے آپ کے قاتل کو قتل کر دیا ابو عامر نے کہا اس تیر کو (میرے گھٹنے سے) نکال لے چنانچہ میں نے اس کو نکال لیا تو اس زخم سے پانی نکلا پھر انہوں نے فرمایا بختیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ میرے لئے مغفرت کی دعا فرماتیں، ابو عامر نے لوگوں پر مجھے اپنا نائب بنا دیا اس کے بعد وہ عھوڑی دیر زندہ رہے اور شہادت پائی پھر میں واپس ہوا اور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اپنے گھر میں ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے جو کھجور کی رسیوں سے بنی ہوئی تھی اور اس پر کوئی کھجونا نہ تھا۔ یہاں ما نافیہ راوی کے سہو سے رہ گیا ہے صحیح اس طرح ہے ما علیہ فرامشی (عمدۃ القاری)۔

چارپائی کی رسیوں کے نشانات آپ کی پیٹھ اور دونوں پہلو پر پڑ گئے تھے (یعنی آپ کے جسم اطہر پر چارپائی کی رسیوں کے نشانات پڑ گئے تھے) پھر میں نے آپ سے اپنے اور ابو عامر کے واقعات بیان کئے اور یکرانہوں نے دعائے مغفرت کیلئے درخواست کی ہے تو آپ نے پانی منگوایا اور دھو لیا پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی، خداوند عبید ابو عامر کی مغفرت فرما، میں نے آپ کے بغل کی سفیدی (جب آپ دعا کر رہے تھے) دیکھی پھر اخصوند نے دعا کی اے اللہ قیامت کے دن ابو عامر کو اپنی بہت سی مخلوق سے بلند درجہ عنایت فرما تو میں نے عرض کیا اور میرے لئے بھی دعائے مغفرت فرما دیجئے تو آپ نے فرمایا اے اللہ عبداللہ بن قیس کے گناہوں کو معاف فرما اور قیامت کے دن اس کو عزت کی جگہ میں داخل فرما۔
ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ ایک دعا ابو عامر کے لئے تھی اور دوسری ابو موسیٰ کے لئے۔

تشریحات مطابقہ ترجمہ قولہ: لَمَّا ذَرَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَنَانٍ وَالْحَدِيثُ مَرَّةً فِي الْجِهَادِ مَقْطَعًا ۲۰۲ وِبِأَنَّ فِي ذَلِكَ عَوَاتٍ ۹۳۸ وَهَذَا فِي الْغَزَايِ

بکرید بضم الباء الموحدة وفتح الراء وھو ابن عبداللہ بن ابی بردہ پرودی عن جدہ ابی بردہ وھو پرودی عن ابیہ ابی موسیٰ الاشعری واسم ابی بردہ عامر واسم ابی موسیٰ عبداللہ بن قیس واسم ابی عامر عبید بن سلیم وھو عم ابی موسیٰ الاشعری۔

درید بضم الدال مصفراً والضممة بكسر الصاد وتشديد الميم جشعی بضم الجیم وفتح الشین المعجزة منسوب الی جشم درید بن صمہ کے باپ کا لقب صمہ اور نام حارث تھا اور درید بن صمہ مشہور شاعر تھا قبیلہ بنو جشم کا۔

باب غزوة طائف في سنة ثمان قال موسى بن عقبه

غزوة طائف كابي ان جو شوال ۱۷ھ میں ہوا یہ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے

طائف ایک مشہور اور بڑا شہر ہے جو مکہ سے مشرق کی جانب تقریباً تینس میل کے فاصلہ پر ہے یہ طائف بہت ہی زرخیز جگہ ہے یہاں کھجوروں اور انگوروں کی کثرت ہے، آب و ہوا بھی معتدل اور نہایت خوشگوار ہے گرمی کے موسم میں مکہ مکرمہ کے امراء طائف چلے جاتے ہیں۔

وجہ تسمیہ اچھا زاد بھائی عمر کو قتل کر کے بھاگا اور یہ شخص بہت مالدار تاجر تھا اس نے حضرت میں اپنے چاروں طرف دیوار بنائی تھی کہ کوئی غریبی یہاں نہ آسکے اسلئے اس کا نام طائف ہو گیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ طائف ادھی باغ ہے جس کا ذکر قرآن حکیم کے سورہ قلم میں ہے و طائف علیہا طائف من ربک وھو نائمون (سورہ قلم آیت ۱۹)
حضرت جبریلؑ نے اس باغ کو یمن سے لاکر خانہ کعبہ کا طواف کرایا پھر اس جگہ رکھ دی جہاں طائف ہے (عمدہ)

غزوہ طائف یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ حنین کی شکست خوردہ فوج کا ایک حصہ طائف کی طرف چلا گیا تھا اور ابھی میں ان کا سپہ سالار ہوازن مالک بن عوف نفزی تھا پھر تعقیف بھی حنین سے بھاگے تو طائف میں آکر ٹھہرے ان لوگوں نے اہل شہر سے مل کر پورے سال کا سامان رسد اور مقابلہ کے ضروری سامان جمع کر کے قلعہ کا بندھ کر لیا اسلئے حضور اقدسؐ نے حنین سے فراغت کے بعد حنین کے احوال غنیمت اور قیدیوں کو جبرائیل بھیجا دیا اور خود طائف تشریف لے گئے اور ان کا محاصرہ کیا، ان لوگوں نے قلعہ کی فصیل پر تیر اندازوں کو بٹھلا دیا اور بہت سخت تیرباری کی کہ بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور کچھ شہید ہوئے خالد بن ولیدؓ نے ان کو دست بردست مقابلہ کیلئے بلا یا مگر انھوں نے یہ جواب دیا کہ ہمیں قلعہ سے اترنے کی ضرورت نہیں ہمارے پاس پورے سال کا غلہ موجود ہے جب یہ قسم ہو جائے گا تب ہم تلواریں لے کر اتریں گے مسلمانوں نے دہابہ کے زیر سایہ قلعہ کی دیوار میں نقب دینے کی کوشش کی (دہابہ بدل مہلہ و باد مودہ ایک آگہ ہوتا ہے جو لکڑی اور چمڑے سے بنایا جاتا ہے اس کے سایہ میں محاصرہ کرنے والے قلعہ تک جاتے ہیں تاکہ تیرباری سے محفوظ رہیں) لیکن انھوں نے لوہے کی سلاخیں آگ میں سرخ کر کے اوپر سے برسائی شروع کیں جس سے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اس کے بعد آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ ان کے باغات کاٹ دئے جائیں جب صحابہ کرام انگوروں کے درخت کاٹنے لگے تو اہل قلعہ بچھین ہو گئے اور آپؐ سے التجا کرنے لگے کہ خدا کے واسطے اور قربتوں کا خیال کر کے اسکو چھوڑ دیجئے، حضورؐ نے فرمایا کہ میں اللہ اور قربانوں کیلئے ان کو چھوڑے دیتا ہوں۔

اس کے بعد حضورؐ کے منادی نے اعلان کیا کہ کوئی غلام اگر قلعہ سے نکل کر مسلمان ہو کر میرے پاس چلا آئے تو وہ آزاد ہے چنانچہ تقریباً تیس غلام نکل کر لشکر اسلام میں آگئے جیسا کہ یہ تعداد حدیث ۳۳۲ میں آ رہی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا اور مختلف صحابہ کے سپرد کیا کہ ان کے اخراجات کا خیال رکھیں۔ ان ہی ایام محاصرہ میں آنحضرتؐ نے حضرت صدیقؓ سے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ دودھ سے بھرا ہوا ایک بڑا سیالہ ٹھکودیا گیا لیکن ایک مرغ نے اگر اس میں چونچ ماری جس سے وہ دودھ گر گیا حضرت صدیقؓ نے فرمایا غالباً یہ قلعہ اچھی فتح نہ ہو گا اس کے بعد آپؐ نے نوفل بن معاویہ دہلی سے اس باب میں سنوہ کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ نوفل نے کہا یا رسول اللہؐ لو مڑی اپنے بھٹ میں ہے اگر ٹھہرے رہے تو بکرہ لیں گے اور اگر چھوڑ دیں گے تو آپؐ کا کوئی نقصان نہیں (فتح صحیح ۳۶)

اس کے بعد آپؐ نے کوچ کا حکم دیا تو صحابہ کہنے لگے کہ کیا ہم طائف کو بغیر فتح کئے چلے جائیں جب

حضورؐ نے صحابہ کا بے موقع اشتہان دیکھا تو فرمایا کہ اچھا کل جنگ کرو دوسرے روز مسلمان جو شش میں رہے اور بہت نقصان پہنچا حضورؐ نے شام کے وقت فرمایا کہ اب انشاء اللہ کل یہاں سے چلے جائیں گے، آج یہ سکر صحابہ بہت خوش ہوئے اور کسی نے اعتراض نہ کیا صحابہ کے خیال میں اتنا جلد تغیر پیدا ہونے پر حضورؐ نے بسم فرمایا اور محاصرہ اٹھالیا اور چلتے وقت یہ دعا فرمائی اللھم اھد ثقیفا و ائدت بہم فدا و نذا ثقیف کو بہارت دے اور ان کو مسلمان کر کے میرے پاس پہنچا دے۔ اس کے بعد حضورؐ جعفر بن زبیر لے گئے۔ طائف میں حضورؐ کے کل بارہ صحابہ شہید ہوئے، بعد میں یہ قلعہ خود بخود فتح ہو گیا سب کے سب مسلمان ہو گئے اور مالک بن عوف نضری ان کا سپہ سالار خود آب کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔

۳۳۰ حدثنا الحمید بن سمیع سفیان قال حدثنا ہشام بن عن ابیہ عن زینب ابنة ابی سلمة عن امها اُم سلمة دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و عندی مخرجت فسمعتہ یقول لعبد اللہ بن ابی امیة یا عبد اللہ ارایت ان فتح اللہ علیکم الطائف غدا فاعلیدک بابنہ غیلان فانتھا تقیل باربع و تدرجر بثمان وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخلن هوؤ لا علیک قال ابن عبینة وقال ابن جریر المخرجت ہیث۔

حدثنا محمود قال حدثنا ابواسامہ عن ہشام ابیہذا اول ذل و هو صحابہ الطائف یومئذ۔

ترجمہ :- حضرت ام سلمہؓ (ام المؤمنین) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لاتے اور میرے نزدیک ایک مخرجت بیٹھا ہوا تھا پھر میں نے اس سے سنا کہ وہ عبد اللہ بن ابی امیہ (میرے بھائی) سے کہہ رہا تھا کہ اے عبد اللہ دیکھو اگر کل اللہ تعالیٰ نے طائف کی فتح تمہیں عنایت فرمائی تو غیلان کی بیٹی (بادیہ نانی) کو لے لینا کہ وہ جب سامنے آتی ہے تو چار بل اور بیٹھ بیٹھ جاتی ہے تو آٹھ بل دکھائی دیتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے پاس ہرگز نہ آیا کریں ابن عبینہ نے بیان کیا، اور ابن جریر نے بیان کیا مخرجت کا نام ہیث تھا، ہم سے محمود (ابن غیلان) نے حدیث بیان کی انھوں نے بیان کیا کہ ہم سے ابواسامہ نے حدیث بیان کی ابواسامہ نے ہشام سے اسی طرح (یعنی ہشام کی سابقہ روایت عن ابیہ الخ کی طرح) اور یہ اضافہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت طائف کا محاصرہ کرتے ہوئے تھے۔

تشریحات | مطابقہ للترجمة في قولی و ان فتح اللہ علیکم الطائف غدا،
والحدیث اخرجہ البخاری ہنا فی المغازی من طریقین الطریق الاولی

حدثنا الحمید بن سمیع سفیان الخ ص ۶۱۹ والثانی حدثنا محمود قال حدثنا ابواسامہ الخ ص ۶۱۹ وفي النکاح ص ۸۷ نام ۷۸۸ وفي اللباس ص ۶۷۷۔

فانھا تقبل باسح الخ مطلب یہ ہے کہ وہ عورت بہت موٹی اور فربہ ہے تو نہ کہ وجہ سے اس کے پیٹ میں چار ٹسکن نظر آتے ہیں جب وہ سیاہی چل کر آتی ہے یعنی چار بل دکھائی دیتے ہیں پھر جب پیٹھ پھیر جاتی ہے تو دونوں پہلو سے یہ بلیں یعنی ٹسکنیں نظر آتی ہیں چار ایک پہلو سے اور چار دوسرے پہلو سے جو آٹھ ہو جاتے ہیں اور عرب و اے فربہ عورتوں کو پسند کرتے ہیں۔

قال ابن عیینہ الخ مطلب یہ ہے ابن عیینہ اور ابن جریر دونوں نے بیان کیا ہے کہ اس مخنث یعنی بچہ کا نام سمیت یہ سمیت عبداللہ بن ابی امیہ کا مولیٰ تھا۔

مخنث کی تحقیق علامہ عینی فرماتے ہیں قال النوروی بکسر النون وفتحها واکسر الفتح وفتح الشہر مطلب یہ ہے کہ نون کو کسبہ کے ساتھ اور فتح کے ساتھ دو وزن درست ہے لیکن مشہور اول

زبان زرد مخنث بفتح النون ہے اگرچہ فتح بکسر النون ہے مخنث اس کو کہتے ہیں جس کے اعضاء میں عورت کی مشابہت مثلاً نرمی اور لچک پائی جاتی ہو اور یہ مشابہت یعنی نرمی اور لچک سبھی خلق و طبعی ہوتی ہے اور یہ قابل مذمت نہیں ہے کیونکہ معذور ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ابتداء اس کی ممانعت بھی نہیں ہوئی۔

اور بھی مشابہت لکھنی یعنی عمل و بتاؤٹ سے ہوتی ہے اور یہ قابل مذمت و مذموم ہے جیسے آجکل بچہ سے بنائے جاتے ہیں الہ تناسل کاٹ کر یا شہوت کی رگ کو مسل کر نامرد بنادیتے ہیں بعض روایات میں ایسے لوگوں پر لعنت آئی ہے تو مسلعوں سے مراد یہی مخنث ہیں جو عمل اور تکلف سے مخنث بن جاتے ہیں۔

پھر جب آنحضرت نے دیکھا کہ یہ تو جنسی تعلقات اور شہوات کو سمجھتا ہے تو آپ نے گھر داخلہ سے منع فرمایا اور پردہ کا حکم دیا۔

اتفاق کی بات ہے کہ عبداللہ بن ابی امیہ اسی محاصرہ طائف کے دوران دشمنوں کی تیر سے شہید ہو گئے۔ یہ عبداللہ بن ابی امیہ آنحضرت کے بھوپھی زاد بھائی تھے یعنی آپ کی بھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے اور ام المومنین حضرت ام سلمہ کے بھائی تھے جو فتح مکہ کے سفر میں فتح مکہ سے قبل ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے۔

۳۳۱ حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان عن عمرو عن ابی العباس الشاعر الراعی عن عبد اللہ بن عمر قال لما حاصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطائف فلم یکنل منهم شیئاً قال انا قافلون ان شاء اللہ فثقل علیہم وقالوا ان ذہب ولا نفتحہ وقال مرة ثقل فقال غداً وعلی القتال فغداً واما باہم جواخ فقال انا قافلون غداً ان شاء اللہ فاعجبہم فضیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال سفیان مرة فتبسم قال الحمید بن حدثناسفیان الخ بركة۔

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا اور ان سے کچھ حاصل نہ کر سکے تو آپؐ نے فرمایا کہ اب انصار اللہ ہم واپس ہو جائیں گے صحابہ پر (نا کام لوٹنا) شاق گزار صحابہ کہنے لگے ہم بغیر فتح کے چلے جائیں؟ راوی نے (نذہب کے بجائے) ایک مرتبہ نقفل کا لفظ استعمال کیا اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا تو صبح سویرے جنگ پر آ جاؤ چنانچہ صحابہ صبح سویرے ہی آگے بیٹھ گئے لیکن ان کو زخم پہنچا (یعنی زخمی ہو گئے) اور دشمنوں کا نقصان نہیں ہوا چونکہ وہ قلعہ کے اوپر سے تیر برساتے اور صحابہ نیچے سے تیر بھینکتے مگر ان لوگوں کو تیر نہیں لگتی تھی اب پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار اللہ ہم کل واپس جائیں گے صحابہ نے اسے پسند کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھ پڑے۔ اور سفیان نے ایک مرتبہ تبسم کہا یعنی بجائے صحابہ کے قال الحمیدی یعنی حمیدی نے حدیثنا سفیان سے بیان کیا ہے پوری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عنقذ کے بجائے حدیثنا اور اخیرنا سے پوری سند بیان کی ہے بعض نسخوں میں ہے حدیثنا سفیان بالخبر کلمہ اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ حمیدی نے پوری سند کو خبر کے ساتھ یعنی اخیرنا و اخیرنی سے بغیر عنقذ بیان کیا ہے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمة في قولنا «لما حاصر رسول الله صلى الله عليه وسلم الطائف»،
والحدیث أخرجه البخاری هنا في الغازی ص ۱۱۱ و في الأدریب ۹۹۹ ایضا سلم ونسائی۔
باقی تشریحات کیلئے غزوة طائف ملاحظہ فرمائیے۔

۳۳۲ حدثنا محمد بن بشر قال حدثنا عندنا قال حدثنا شعبة عن عاصم قال سمعت ابا عثمان قال سمعت سعدا وهو اول من رمى بسهم في سبيل الله و ابا بكره وكان تسور حصن الطائف في اناس ف جاء النبي صلى الله عليه وسلم فقال سمعنا النبي صلى الله عليه وسلم يقول من ادعى الي غير ابيه وهو يعلم فالجنة عليه حواء وقال هشام اخبرنا معمر عن عاصم عن ابي العالبيه او ابي عثمان النهدي قال سمعت سعدا و ابا بكره عن النبي صلى الله عليه وسلم قال عاصم قلت لقد شهد عندك رجالا حسبك بهما قال اجل اما احدهما فاول من رمى بسهم في سبيل الله و اما الاخر فنزل الي النبي صلى الله عليه وسلم ثالث ثلثة وعشرين من الطائف۔

ترجمہ :- ابو عثمان نہدی سے روایت ہے اولے بیان کیا کہ میں نے سعد بن ابی وقاصؓ سے سنا جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کے راستے میں تیر چلیا تھا اور میں نے سنا ابو بکرؓ سے اور وہ چند لوگوں کے ساتھ طائف کے قلعہ کو چھاند کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے ان دونوں حضرات نے بیان کیا کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ جو شخص جانتے ہوئے اپنے باپ

کے سوا دوسرے کے طرف اپنی نسبت کرے (یعنی غیر باپ کو باپ بتلائے) تو اس پر جنت حرام ہے۔ اور ہشام نے بیان کیا ادا ان سے عمر نے بیان کیا عمر نے عاصم سے سنا عاصم نے ابوالعالیہ یا ابوعمیر یا (شک راوی) بیان کیا کہ میں نے سعد بن ابی وقاص اور ابوبکرؓ سے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عاصم نے بیان کیا کہ میں نے ابوالعالیہ یا ابوعثمان سے کہا کہ آپ کے پاس ایسے دو حضرات نے شہادت دی ہے (یعنی آپ سے حضرت سعدؓ اور ابوبکرؓ نے حدیث بیان کی ہے) کہ تیرے لئے ان دونوں کی شخصیتیں کافی ہیں (مداقت و یقین کیلئے) انھوں نے فرمایا بلاشبہ، ان میں سے ایک (سعد بن ابی وقاص) تو وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں سب سے پہلے تیرا چلا یا تھا اور دوسرے (حضرت ابوبکرؓ) ان لوگوں میں سے ہیں جو تیسرا افراد طائف کے قلعہ سے اتر کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔

تشریحات مطابقہ للترجمہ ذوقی «وكان نسو حصن الطائف في اناس»

سعد بن ابی وقاص حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بہت ہی خصوصیات کے مالک ہیں آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے وہ رہے اللہ کے راستے میں سب سے پہلے تیرا چلانے والے ہیں ان کی تیریاری سے خوش ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ہمت افزائی کیلئے غزوہ اُحد کے موقع پر فرمایا یا تھا۔ «ارم ذل الی داعی»، جیسا کہ حدیث سے حدیث میں گزر چکا ہے دیکھ لیجئے نیز روایت پر بھی ہے بالآخر شتر سال سے زائد عمر پا کر ۵۷ھ میں آرام فرمائے جنت البقیع ہوئے۔

ابوبکرؓ وسکون الیادونی آخرہ عین ہمداح آپ پہے حارث بن کلدہ ثقفی کے غلام تھے آپ کی والدہ کا نام سمیہ تھا اور اسی سمیہ کا بیٹا زیاد بن ابی سفیان ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت ابوبکرؓ زیاد کے اخیالی بھائی تھے یہی زیاد بن ابی سفیان ہے جس کے لڑکے عبید اللہ بن زیاد کے کائے کہ توت و سیاہ کار ناموں کیلئے محرم الحرام ۳ھ کا واقعہ کربلا کی تاریخ مشاہد ہے کہ نواسٹر رسول جگر گوشہ ہوں سیدنا محمدؐ کی شہادت میں اس کا بڑا ہاتھ تھا حضرت ابوبکرؓ چونکہ محاصرہ طائف میں قلعہ کو بچانے کے لیے سویرے آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر مشرف باسلام ہوئے تو حضور اقدسؐ نے ان کی کنیت ابوبکرہ رکھ دی اور اسی کنیت سے مشہور ہوئے آپ ان محتاط صحابہ میں سے تھے جن لوگوں نے جنگ جمل کے خانہ جنگی میں فریقین سے الگ تھنک رہ کر کسی جانب میں شرکت کرنا پسند نہیں فرمایا، بالآخر بصرہ میں ۳۷ھ میں آپ کا دصال ہوا۔

اشکال و جواب من ادعی الخ غیر ابدی الخ یعنی جو شخص جان بوجھ کر اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے اس پر جنت حرام ہے اس سے مزکیب کبیرہ کے

جنہی اور کافر ہونے کا اشکال ہوتا ہے۔

جواب ۱۔ استحلال پر محمول ہے یعنی جائز اور حلال سمجھ کر کرے گا تو کافر و جنہی ہوگا فلا اشکال۔
 ۲۔ علی سبیل التقلید ہے یعنی مقصود زجر و توبیح ہے جیسے من ترویض الصلوٰۃ متعمداً فقل کافر۔
 ۳۔ دخول اولی نہیں ہوگا وغیرہ۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر آدی جو دوسروں کے بچوں کو بیٹا بھکر بکارتے ہیں جب مسئلہ اگر محض شفقت کی وجہ سے ہو سنتی قرار دینے کی وجہ سے نہ ہو تو یہ اگرچہ جائز ہے مگر بھرمجی بہتر نہیں کہ صورت ممانعت میں داخل ہے۔

وقال هشام بن عمار بن عقیل فرماتے ہیں کہ ہشام بن یوسف صنعانی کی تعلقین ٹھیکو موسیٰ
 یعنی مسئلہ نہیں ملی، امام بخاری نے اس تعلقین کو یہاں اس غرض سے لایا ہے کہ محمد بن بشار کی حدیث مذکورہ
 کی تفصیل ہو جائے مذکورہ بالا حدیث میں والناس کا لفظ مجمل محاضن کے معنی چند لوگ، اس
 تعلقین سے تفسیر و تفصیل ہو گئی کہ کل تیس آدی قدمت اقدس میں آئے تھے جن میں سے ایک حضرت
 ابو بکرؓ بھی تھے۔

۳۳۳ حدثنا محمد بن العلاء قال حدثنا ابو أسامة عن جريد بن عبد الله
 عن ابي بردة عن ابي موسى قال كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم وهو نازل
 بالجعرانة بين مكة والمدينة ومعه بلال فأتى النبي صلى الله عليه وسلم اعرابي
 فقال ألا تجزلي ما وعدتني فقال له ابشر فقال قد أكثرت علي من ابشري فاقبل
 علي ابي موسى وبكال كهيئة الغصبان فقال ردة البشري فاقبل انما قالوا قبلنا
 ثم دعنا بقدر فيه ماء فغسل يديه ووجهه فيه ووجه فيه ثم قال اشربوا وافرغوا
 علي وجوهكم ما دشحوا كما و ابشري فاخذ القدر ففعل فنادت ام سلمة من وراء
 الحنطرة ان افضلا لامكما فافضلا لهما منه طائفة۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی تھا جب
 آپ صبراً تشریف فرما ہوئے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے اور آپ کے ساتھ بلالؓ تھے اسی عرصہ میں
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بدوی آیا اور کہنے لگا کہ آپ نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے (مختم حنین
 میں سے حصہ دینے کا) اسے پورا نہیں کریں گے جو یعنی حصہ دے کر اپنا وعدہ پورا کیجئے (آنحضرت نے فرمایا
 نہیں بشارت ہو، اس پر بدوی نے کہا بشارت تو آپ مجھ بہت دے چکے (یعنی بشارت تو بہت دیتے
 ہیں کچھ مال بھی دیجئے) پھر آنحضرت نے چہرہ مبارک ابو موسیٰ اور بلال رضی اللہ عنہما کی طرف پھیر لیا آپ
 غصبنال معلوم ہو رہے تھے آپ نے فرمایا اس نے بشارت رد کر دی سو تم دونوں اسے قبول کر لو،
 ان دونوں حضرات نے عرض کیا ہم لوگوں نے بشارت قبول کی پھر حضور اقدس نے پانی کا ایک پیالہ طلب

فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے کو اس میں دھویا اور اس میں کلی کی اس کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت ابو موسیٰ اور بلالؓ سے فرمایا کہ تم دونوں اس کا پانی پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر اسے ڈال لو اور بشارت حاصل کرو، ان دونوں حضرات نے پیالہ لے لیا اور حکم کے مطابق عمل کیا، پردہ کے نیچے سے حضرت ام سلمہؓ نے بھی فرمایا کہ اپنی ماں کیسے بھی کچھ چھوڑ دینا چنانچہ ان حضرات نے ان کیسے ایک حصہ چھوڑ دیا۔

تشریحات مطابقته للترجمة في قوله «وهو نازل بالجعرانة»، کیونکہ آپؐ غزوہ طائف سے غنائم خنین کی تقسیم کیسے جعرا نے تشریف لاتے تھے۔

وقد مضى بعض الحديث بهذا الاسناد ۳۲ وايضا مضى بعض الحديث تعلقات ۳۱ دهننا في المغازی جعرا نے بکسر الجیم والعین المهملة وتشديد الراء روقد کن العین مع تخفيف الراء جعرا نے بین مکة والمدینة ہمارے نسوں میں اس طرح ہے لیکن شارح داؤدی کہتے ہیں «دھوہم فالصواب بین مکة والطائف وبنہ جزم النورہی (حاشیہ بخاری ص ۶۲)»

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں قال عیاضی بن عیاض الطائف مکة والی مکة اقرب (عمدة ص ۳۰۶) اعرابی حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں لو اقف علی اسمدہ، میں اس کے نام سے واقف

نہ ہو سکا۔

الآن جزئی ما وعدتہی اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ وعدہ اس بدوی کے ساتھ خاص ہو کہ آنحضرتؐ نے اس بدوی سے کچھ مال دینے کا یا مال غنیمت دینے کا وعدہ فرمایا، جو جب اس نے تقاضا کیا تو آپؐ نے فرمایا «اتنی بے صبری کیوں؟ صبر سے کام لو اور اصل دولت ثواب و جنت کی بشارت لو، لیکن تو مسلم ذبے ادب بدوی اس بشارت سے خوش نہ ہوا، حق ہے یہ»

نہیدستان قسمت را چو بود از زہر ہر کامل پیکر کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکند را دوسرا احتمال یہ ہے کہ وعدہ عام تھا کہ غنائم خنین کو سردست جعرا نے جمع کر دیا جائے طائف سے فراغت کے بعد اموال غنیمت کی تقسیم ہوگی لیکن اس بدوی نے جلد بازی کی اور حصہ غنیمت میں تاخیر دیکھ کر سوال کر دیا چونکہ ابھی اور اسی سال فتح مکہ کے موقع پر جو لوگ مسلمان ہوئے تھے ان میں رسوخ و جنگلی فوری طور پر نہیں آئی تھی جس سے ایسے الفاظ و حرکات صادر ہوئے۔

اس حدیث سے ابو موسیٰ اشعری اور حضرت بلال اور حضرت ام سلمہؓ کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی۔

۳۳۳ حدثنا یعقوب بن ابراہیم قال حدثنا اسمعیل قال حدثنا ابن جریج قال اخبرني عطاء بن صفوان بن يعلى بن امية اخبرنا ان يعلى كان يقول ليتني اري رسول الله صلى الله عليه وسلم حين ينزل عليه قال فيينا النبي صلى الله عليه وسلم بالجعرانة وعليه ثوب قد اظلم به معه فيه ناس

من اصحابه اذ جاءه اعرابي عليه حبة متضخ يطيب فقال يا رسول الله كيف ترى في رجل احرم بعمرته في حبة بعد ما تضخ بالطيب فاشاد عمره الى يعلى بيده ان تعال فجاء يعلى فادخل رأسه فاذا النبي صلى الله عليه وسلم محمرا الوجه يفظ كذالك ساعة ثم سألني عنه فقال آين الذي يسألني عن العمرة انما قالتمس الرجل فأتى به فقال ما الطيب الذي بك فاغسله ثلاث مرارا واما الحبة فانزعها ثم اصنع في عمرتك كما تصنع في حجابك -

ترجمہ :- صفوان بن یعلیٰ بن امیہ کا بیان ہے کہ (میرے والد) یعنی فرمایا کہ تمہے کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھ سکتا جب آپ پر وحی نازل ہوتی ہے (یعنی میری دلی تمنا ہے کہ آنحضرتؐ کو نزول وحی کے وقت دیکھوں) بیان کیا کہ اس اشارہ میں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جعراہ میں تشریف فرما تھے آپ پر ایک کپڑا سے سایہ کر دیا گیا تھا جس میں چند صحابہ بھی آپ کے ساتھ تھے اتنے میں آپ کے پاس ایک اعرابی آیا اور وہ خوشبو میں بسا ہوا جبہ پہنے ہوا تھا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک ایسے شخص کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے جو اپنے جبہ میں خوشبو لگانے کے بعد عمرہ کا احرام باندھے (یعنی ایسے جبہ میں عمرہ کرنا درست ہے یا نہیں؟) پھر حضرت عمرؓ نے یعنی کو آنے کیلئے ہاتھ سے اشارہ کیا (تاکہ نزول وحی کے وقت کی کیفیت دیکھ لیں) تو یعلیٰ نے آئے اور اپنا سر (آنحضرتؐ کو دیکھنے کیلئے) اندر کر لیا کہ (نزول وحی کی شدت کی وجہ سے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا ہے اور نور زور سے سانس چل رہا ہے تھوڑی دیر تک یہ کیفیت رہی پھر قسم ہو گئی پھر آپ نے فرمایا وہ نہیں کہاں ہے جو ابھی تجھ سے عمرہ کے متعلق سوال کر رہا تھا پھر اس کو تلاش کر کے لایا گیا تو آپ نے فرمایا جو خوشبو تم نے نگا رہی ہے اسے تین مرتبہ دھو لو اور جبہ اتار دو پھر اپنے عمرہ میں وہی اعمال (طواف و سعی) کر دو جو حج میں کرتے ہو۔

تشریحات مطابقتہ للترجیہ فی قولہ «نازل بالجعرانة» کیونکہ آپ غزوہ طائف ہی سے غنائم ضنین کی تقسیم کیے جعراہ تشریف لائے تھے۔

والحدیث مضمون فی الحج م ۲۰۸ و فی العمرۃ م ۲۳۷ و ہنا فی المغازی م ۶۲۔

۳۳۵ حدثنا موسى بن اسمعيل قال حدثنا وهيب قال قال حدثنا عمرو بن يحيى عن عباد بن تميم عن عبد الله بن زيد بن عاصم قال لما افاء الله على رسول يوم حنين قسم في الناس في المؤلفات قلوبهم ولم يعط الا نصار شيئا فكانهم وجدوا اذ لم يصبهم ما اصاب الناس او كانوا وجدوا اذ لم يصبهم ما اصاب الناس فقال يا معشر الانصار الم احدكم صلا لا فهداكم الله بو وكنتم متفرقين فالفكم الله بو عاكة فاغناكم الله بو كلما قال شيئا قالوا الله ورسوله امر قال ما يمنعكم ان تجيبوا رسول الله كلما قال شيئا قالوا الله ورسوله

امی قال لو شئتم قلتم جئتنا کذا وکذا ان تصون ان تذهب الناس بالمشاکه
 والبعد وقد ذهبون بالنبی الی رحالکم لولا انهم جوعه لکنک امرؤ منہ الانصار ووسئلہ
 الناس وادبنا وشیعنا المسکت وادبنا الانصار وشیعنا انصار شیعار وانا من
 دنا انکم ستلقون بعدی اثری فاصبروا حتی تلقونی علی الخوض

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن زید بن عامر سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ جب اللہ نے
 غزوہ ٔین میں اپنے رسول کو غنیمت دی تو آپ نے مولفہ القلوب لوگوں (کمزور ایمان والے) کو مسلم جو
 فتح مکہ کے بعد سلمان ہوتے تھے) میں تقسیم کر دی اور انصار کو کچھ نہیں دیا تو وہ لوگ ناراض ہو گئے جب
 ان (حضرات انصاری) کو نہیں ملا جو لوگوں کو ملا یا فرمایا کہ وہ لوگ رنجیدہ ہو گئے جب انھیں نہیں ملا (مال)
 جو (مولفہ القلوب) لوگوں کو ملا اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خطاب کیا اور فرمایا
 "اے گروہ انصار کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا پھر اللہ نے تمہیں میرے ذریعہ سے ہدایت دی اور تم متفرق
 تھے (یعنی آپس میں ایک دوسرے کے مخالف و دشمن تھے) تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تم کو ملا دیا اور تم
 محتاج تھے اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تم کو معنی کیا آپ جب کچھ ارشاد فرماتے تو انصار کہتے جاتے
 اللہ اور اس کے رسول سب سے زیادہ احسان کرنے والے ہیں حضور نے فرمایا اللہ کے رسول کو جو آپ
 دینے سے تمہیں کون چیز روکتی ہے؟ آپ جب کچھ ارشاد فرماتے تو انصار کہتے اللہ اور اس کے رسول
 کا سب سے زیادہ احسان ہے پھر حضور نے فرمایا اگر تم چاہتے تو کہہ سکتے تھے کہ آپ ہمارے پاس
 اس طرح آئے اور اس طرح (یعنی تم میری تقویٰ کا یہ جواب دے سکتے ہو کہ اے پیغمبر جب لوگوں نے آپ کی
 تکذیب کی تو ہم نے تصدیق کی، جب سب نے آپ کو وطن سے نکال دیا تو ہم نے پناہ دی وغیرہ) اے گروہ
 انصار کیا تم پر راضی اور خوش نہیں ہو کہ لوگ بکری اور اونٹ بیچیں گے (یعنی دنیاوی مال و متاع)
 اور تم اپنے گھروں کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر جا رہے ہو گے اگر ہجرت (کی نسبت) نہ ہوتی
 تو میں انصار کا ایک فرد بن جاتا مطلب یہ ہے کہ انصار مدینہ سے لھکوائی غیر معمولی محبت ہے کہ اگر ہجرت
 کی نسبت میرے ساتھ نہ ہوتی تو میں اپنی ذات کو انصار میں سے شمار کرتا اگر لوگ کسی وادی اور گھاٹی
 میں چلوں گا، انصار شعار ہیں (یعنی نیچے کا کپڑا داستر جو ہمیشہ جسم سے لگا رہتا ہے) اور سب لوگ
 دشمن ہیں (یعنی اوپر کے کپڑے) بلاشبہ اے انصار میرے بعد تم حق کلمی دیکھو گے (یعنی تم پر دوسروں
 کو بلا استحقاق فضیلت و ترفع دی جائے گی) تو تم اس وقت صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے خوف نہ ہو۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمہ فی قولہ "رجوم حنین" یہ ضرور ذہن نشین رہے کہ غزوہ
 طائف غزوہ حنین کے توابع میں سے ہے جیسا کہ غزوہ طائف میں فصل بیان ہو چکا ہے۔
 واخرجه بعض هذا الحدیث ص ۱۰ ایضاً ص ۵۳۳ وھنا فی المغازی ص ۴۲ ایضاً ص ۴۲۱۔

متصفح بالطیب خوشبو سے لت پت۔

تقسیم غنائم اور حضرات انصار کی وقتی ناراضگی حافظ عسقلانی فرماتے ہیں فذلما

في خامس ذي القعدة (فتح ۳۸) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے چل کر ۵ ذیقعدہ کو جعرانہ پہنچ جہاں مال غنیمت جمع تھا، جعرانہ تشریف لانے کے بعد آپ نے دس بارہ روز بوزان کا انتظار کیا جیسا کہ حدیث ۳۲۶ کی تشریحات میں مفصل گزر چکا ہے، جب کوئی نہیں آیا تو آپ نے مال غنیمت تقسیم کر دیا اور تالیف قلب کے فیال سے جدید الاسلام مسلمان کو بن میں زیادہ تر شرفائے مکہ تھے اموال کی بڑی مقدار عنایت کی آپ کے عطا و بخشش نے سب کو حیرت میں ڈال دیا صفوان بن امیہ، ابوسفیان بن حرب، مالک بن عوف وغیرہ نے صاف اقرار کیا کہ یہ بخشش غیر نبی سے ممکن نہیں ہے، صفوان بن امیہ نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا اس بخشش کو دیکھ کر مسلمان ہوا۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو جعرانہ میں اشراف قریش اور سرداران قبائل کو عطا یا بے عنایت فرماتے ان عطا یا داغنامات کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے حضرات انصار رضی اللہ عنہم میں سے کچھ حضرات ناراض ہو گئے اور غائبانہ شان نبوت کے خلاف کچھ الفاظ بھی ان کی زبان سے نکلے کہ آج رسول اللہ کی تقسیم جو جہ اللہ نہیں ہے حضور اکرم کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے ان کو ہم سے زیادہ تکلیف دی گئی۔

بعض انصار نے کہا قریش کو مال غنیمت ملتا ہے اور ہم جن کی تلواروں سے قریش کا خون ٹپکتا ہے محروم رکھے جاتے ہیں بعض نے کہا کہ مشکلات اور شدائد میں تو ہماری یاد ہوتی ہے اور مال غنیمت کے وقت دوسروں کو یاد کیا جاتا ہے ان باتوں کے اصل اسیل اور بانی مبنائی تو ذوالنحو بصرہ، اقرع بن حابس اور عیینہ بن صحن وغیرہ تھے جو تو مسلم تھے ابھی ان کے دلوں سے اپنے تئوں کی محبت بھی نہیں گئی تھی ابھی اسلام اور پیغمبر اسلام سے پورے طور پر واقف نہیں تھے ان کے نزدیک جو کچھ تھا وہ یہی دنیاوی مال تھا وہ عدل و انصاف بس اسی کو جانتے تھے کہ ان کو بہت کچھ دینا جاتے بقاصد عظیم اور مہمات مزدوریہ ان کی سمجھ اور ادراک سے بھی باہر تھیں اگر ایسے جاہل تو سلم رسول اللہ کے عدل اور عدل کے اس معیار کو جس کی بنیاد اسلام نے رکھی تھی نہ سمجھ سکے اور رسول خدا کے طریقہ کو ناپسند کیا تو کوئی تعجب نہیں ہے البتہ افسوس یہ ہے کہ کھلس انصار ابھی ان جاہل نو مسلموں کے جھانسنے میں آگئے اور بیجا شبہات میں مبتلا ہو گئے ان کے شبہات غلط فہمی اور حقیقت سے عدم واقفیت پر مبنی تھے ان شبہات کی وجہ سے دینی اور بد تہذیبی نہ تھی یہ لوگ اسلام کے سچے جاں نثار تھے اسلئے ان کا غلط فہمی میں مبتلا رہنا اچھا نہ تھا، حضور اکرم نے حضرت سعد بن عبادہ کو حکم دیا کہ انصار کو ایک جگہ جمع کرو اور وہاں انصار کے سوا اور کوئی نہ رہے، جب انصار جمع ہو گئے تو حضور اکرم وہاں تشریف لے گئے اور آپ نے دریافت فرمایا اے انصار کیا یہ صحیح ہے جو میں سن رہا ہوں کہ تم لوگ ہم سے ناراض ہو گئے ہو

انصار نے کہا یا رسول اللہ ہمارے اہل الرائے اور سمجھ دار لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کہا البتہ کچھ نوجوانوں نے ایسا کہا تھا۔ آپ نے فرمایا اے گروہ انصار کیا تم دنیا کے مال ناپائیدار کیلئے مجھ سے ناراض ہو گئے ہو تمہارے دل اس بات سے رنجیدہ ہوئے کہ میں نے اس دنیا تے دوں میں سے جس کی حقیقت سراب سے زیادہ نہیں کچھ متاعِ قلیل اور درہم معدودہ سردارانِ قریش کو دیا کہ انھیں قتل و قید کی مصیبتیں پہنچائی ہیں ان کے بھائی بند قتل و قید ہوئے اور طرح طرح کی ذلتیں اور مصیبتیں ان کو پہنچیں من سے اللہ نے تم کو محفوظ رکھا۔

میری غرض تالیفِ قلوب تھی، ان کو اسلام سے مانوس کرنا تھا تاکہ اسلام کی طرف پوری توجہ کریں۔ تالیفِ قلب کیلئے ایسے لوگوں کو مال دینا مناسب اور عین حکمت ہے اور تم اہل ایمان ہو ایمان اور ایقان کی بے مثال اور لازوال دولت سے مالا مال ہو کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ تو اونٹ اور بکری لے کر اپنے گھر واپس ہوں اور اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ، قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ہجرت امر تقدیری نہ ہوتا تو میں بھی انصار میں سے ہوتا اگر لوگ ایک گھائی کو چلیں اور انصار دوسری گھائی کو تو میں انصار کی گھائی کو اختیار کروں گا اے اللہ انصار پر اور ان کی اولاد اور اولاد اولاد پر رحم فرما۔

یہ فرمانا تھا کہ انصار جاں نثار بیخ اعطیے سارے انصار رونے لگے، روتے روتے ان کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور سب نے کہا ہم اس تعظیم پر دل و جان سے راضی ہیں کہ اللہ کا رسول ہمارے حصہ میں آیا اس کے بعد حضور تشریف لے گئے اور مجلسِ برافاست ہو گئی۔

۳۳۶ حدیثی عبد اللہ بن محمد قال حدثنا ہشام قال اخبرنا معمر عن الزہری قال اخبرني انس بن مالك قال قال ناس من الانصار حيا افاء الله على رسولك ما افاء من اموال هوازن فطلق النبي صلى الله عليه وسلم يعطى رجالا المائة من الابل فقالوا يغفر الله لرسول الله يعطى قريشا ويتركنا وسيدونا فقتلوا من دمائهم قال انس فحدث رسول الله صلى الله عليه وسلم بمقالتهم فامرسل الى الانصار جمعهم في قبوة من ادم ولم يدع معهم غير كلهم فلما اجتمعوا قام النبي صلى الله عليه وسلم فقال ما حديث بلغني عنكم فقال فقهاء الانصار ائمانا رؤسنا يا رسول الله فلم يقولوا شيئا واما ناس منا حديثنا اسناهم فقالوا يغفر الله لرسول الله يعطى قريشا ويتركنا وسيدونا فقتلوا من دمائهم فقال النبي صلى الله عليه وسلم فاني اعطى رجالا حديثي عهد بكفر اتالفهم اما قريشون ان يذهب الناس باموالهم وقل هبون بالنبي الى رجالكم فوالله لثامن قلبون به خيرا مما ينقلبون فقالوا يا رسول الله قد رضينا فقال لهم النبي صلى الله عليه وسلم ستجعلون اثرة شديدة فاصبروا حتى تلقوا الله

در سؤلہ فاتح علیٰ المحض قال انس فلم یصدوا۔

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک نے بیان کیا ہے کہ جب قبیلہ ہوازن کے مالوں میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جو دینا تھا وہ دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ افراد (مؤلفۃ القلوب) کو سو ہوا و نط دینے لگے تو انصار میں سے کچھ لوگوں نے کہا (یعنی چہ سلکو نیاں کیں) اور کچھ لوگوں نے کہا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کہے کہ قریش کو تو آپ عنایت فرما رہے ہیں اور وہ میں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کے خون ٹپک رہے ہیں حضرت انس نے بیان کیا کہ انصار کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی تو آپ نے انصار کو بلا بھیجا اور چڑھے کے ایک خیمہ میں انہیں جمع کیا اور ان کے ساتھ ان کے علاوہ کسی کو آپ نے نہیں بلایا پھر جب سب جمع ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا "کیا بات ہے جو تم لوگوں کی طرف سے مجھے معلوم ہوئی ہے (یعنی کیا یہ خبر صحیح ہے) انصار کے دانشوروں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے سرداروں (معززین) ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے البتہ ہمارے کچھ لوگ جو ابھی نوعر میں انھوں نے کہا ہے کہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف فرماتے کہ قریش کو آپ دے رہے ہیں اور میں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ رکھی ہماری تلواروں سے قریش کا خون ٹپک رہا ہے اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جو ابھی نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں میں ان کی تالیف قلب کرتا ہوں (اسلام سے انھیں مانوس کرتا ہوں) کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ دوسرے لوگ مال و دولت ساتھ لے جائیں اور تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے جاؤ خدا کی قسم بالیقین جو چیز (یعنی رسول خدا کو) تم اپنے ساتھ لے جاؤ گے وہ اس سے بہتر ہے جو (دنوی مال و متاع) وہ لے جا رہے ہیں، سب نے کہا یا رسول اللہ ہم اس پر راضی ہیں اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا عنقیب (میرے بعد) تم سخت حق تلی پاؤ گے سو تم صبر کرنا یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آملوں میں حوض پر ملوں گا۔ انس نے بیان کیا کہ پھر انصار نے صبر نہیں کیا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انصار نے خلافت و جانشینی کے مسئلے میں سقیفہ بنی ساعدہ میں یہ آواز اٹھا دی کہ "منا امیر و منکم امیر"، خطرہ تو بہت کچھ تھا لیکن افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پر مغز اور بر محل تقریر دلپذیر اور حضرت فاروق اعظم نے فقہ اور تدبیر سے قابو پایا گیا اور مسلمانوں کو زبردست انقلاب اور انتشار سے بچالیا گیا۔

مطابقتہ للتوجہ فی قولہ من اموال ہوانن،،

تشریحات | من ادم بفتح تین جمع ادم و ہوا بجد الذی تم دباغہ (عدہ ۳۰۹) یعنی مذبوغ و بکا ہوا چڑا۔ لہذا نقلہ بون لام تاکید مفتوح ہے اور ما ہو ہول مبتدا ہے جسکی خبر خلیفہ ہے ای للذی نقلہ بون و ہوا رسول اللہ۔

مسئلہ کی حقیقت اور وضاحت | کسی روایت میں یہ تشریح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤلفۃ القلوب کو جو احوال جعرانہ میں عطا فرمائے وہ مجموعہ

غنائم میں سے تھے یا خمس میں سے ہے علماء کی رائے اس میں مختلف ہے امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ خمس میں سے بلکہ خمس الخمس میں سے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل حصہ تھا اور بظاہر یہی قول قوی ہے اسلئے مگر آنحضرت نے اس عطاء کے وقت غنائم سے اجازت نہیں لی اور حضور کا قاعدہ نہ تھا کہ اموال صحابہ بنیاد ان کے حقوق کو بغیر ان کی اجازت کے کسی کو دیدیں اسی قصہ میں ہے (یعنی حدیث ۳۲۲ کی تشریحاً بعنوان "وقف ہوازن" میں گذرا) کہ حضور کی رائے تھی کہ ہوازن کے سبایا واپس کر دینے جائیں مگر گو آپ کی یہ رائے تھی آپ نے صحابہ سے صرف سفارش کی نہ خود ان کے حصہ کو واپس کیا نہ ان کو حکم دیا کہ واپس کر دو، سفارش کے بعد بھی جن لوگوں نے واپس کرنے سے انکار کیا ان سے بدلہ دینے کا آپ نے وعدہ کیا۔

خمس فدا مال ہے اور اس میں رسول اللہ کو تصرف کا کامل اختیار ہے وہ ایسے ہی مصراع کیلئے جدا کیا گیا ہے اس سے بہتر مصرف اس کے خرچ کا اور کیا ہو گا کہ سرداران قریش اور دیگر قبائل جن کی خوشی اور ناخوشی پر قبائل کی خوشی و ناخوشی کا دار و مدار تھا ان کو ساکت کیا جائے جن کی دشمنی اور عداوت سے اب تک مسلمانوں کو بڑے بڑے صدمات پہنچ چکے تھے ان کی دشمنی کو روکا جائے اشاعت اسلام کی راہ میں جو لوگ سزا رہے ہوتے تھے ان کو ہٹایا جائے اور اس عطا و بخشش کی وجہ سے بلاشبہ یہ تمام فوائد حاصل ہوتے، بعض تو ان میں سے مسلمان ہو گئے بعض نے اقرار کیا کہ اس سے قبل ہماری نظر میں رسول اللہ سے زیادہ بڑا کوئی نہ تھا اور اب ہماری نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ رہا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انصار کا اعتراض یہ نہ تھا کہ ہمارا حق دوسروں کو دیدیا گیا بلکہ اعتراض کا منشا یہ تھا کہ حق کے علاوہ انعام و اکرام کے مستحق بھی ہم تھے قریش نہ تھے نہ سرداران قبائل جن کی عداوتیں بھی اب تک سرد رہتی تھیں۔

لیکن یہ غلط فہمی تھی یہ تمام مال سب کا سب اگر انصار کو دیدیا جاتا تو خود ان کیلئے اور اسلام کیلئے اتنا مفید نہ ہوتا جتنا مؤلفہ القلوب کے دینے سے ہوا۔ مؤلفہ القلوب کے دینے میں جو حکمت غامضہ اور مصراع عظیمہ پوشیدہ تھیں ان کے فوائد اس کے بعد ہی ظاہر ہو گئے۔

اس کو یہ سمجھنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کا ضال کیا سخت نادانی ہے آپ نے اپنے اہل بیعت میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا ان ہاجرین کو کچھ نہیں دیا جو آپ کی محبت اور اسلام کی صداقت کیلئے اپنا گھر یا پناہ وطن اور اپنے اقربا کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ تھے اور اسلام کیلئے شروع سے اب تک سخت سے سخت مصائب برداشت کر چکے تھے یہ بھی قریش ہی تھے مگر معلوم تھا کہ مزخرفات دنیوی کی وجہ سے ان کی صداقت ایمانی میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہو سکتا تو سب مصادیقین کو مالی ترغیب کی کوئی ضرورت نہ تھی مہاجرین ہوں یا انصار، اہل بیعت ہوں یا غیر اہل بیت مالی ترغیب کی انہی کے لئے ضرورت تھی جن کے نزدیک اب تک سب کچھ مال ہی تھا۔

میں نے یہ سب کچھ اس بنا پر لکھا ہے کہ حضور نے مؤلفہ القلوب کو جو کچھ دیا وہ خمس میں سے دیا

مگر سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ایسے موقع پر حضور کل مال میں سے بھی صرف کر سکتے تھے یا نہیں؟
جواب ظاہر ہے کہ تمام اموال میں حکم خداوندی نافذ ہے اور آپ جو کچھ بھی کرتے تھے وہ حکم خداوندی
کرتے تھے جس خدا نے مال غنیمت کو مسلمانوں کیلئے جائز کیا وہ آپ کو کسی خاص مصرف میں صرف کرنے کا
اختیار بھی دے سکتا ہے اور نہ وہ عدل کے خلاف ہو گا نہ مصلحت کے۔

مکہ کے غنائم سے حضور نے سب کو روک دیا وہ عین عدل تھا، اراغنی مکہ کو خدا نے حرم بنا دیا وہی
عدل تھا، ایک روز حرم میں فونز بڑی جائز کر دی یہی عدل تھا پھر اس کو علی حالہ حلیم کر دیا یہی عدل تھا،
عدل تو وہی ہے جو خدا اور خدا کے رسول کے حکم کے مطابق ہو یہ عدل نہیں ہے کہ مصالح عامہ پر اجباب
اور اشخاص کے فوائد کو ترجیح دی جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال پر تو وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جو خدا اور رسول سے واقف
نہیں ہے لیکن حضرات انصار رضی اللہ عنہم کامل الایمان اور حضور کے مخلصین عظام میں سے تھے اس لئے
اعتراض سے ان حضرات کا دامن داغدار نہ تھا صرف فوجی جوانوں پر منافقین اور ذلتوں کو پیرہہ جیسے مذہب
کی حماست و مصاحبت سے گردوغبار آگئے تھے جو آنحضرت کی خطابت و تقریر سے سنتوں میں صاف
ہو گئے۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اگر ایسی ضرورت پیش آجائے تو امام اور امیر اسلام بھی ایسا کر سکتا
یا نہیں؟ تمس میں سے تو بالکل ظاہر ہے اس کو بلا تامل مصالحو عامہ پر صرف کر سکتا ہے لیکن غیر تمس میں بھی
اگر ضرورت شدید و اٹھی ہو تو اس کو بھی صرف کیا جاسکتا ہے مصالح عامہ اسلامی بہر حال فوائد مخصوصہ
پر مقدم ہیں اور عدل کے خلاف بالکل نہیں بلکہ عین عدل ہے لیکن تقسیم سے قبل یا اموال کو دارالاسلام
میں لانے سے پہلے تقسیم کے بعد نہیں واللہ اعلم۔

۳۳ حدیثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا شعبہ عن ابي التمام عن النبي
قال لما كان يوم فتح مكة قسم رسول الله صلى الله عليه وسلم غنائم بين قريش
فغضبت الانصار قال النبي صلى الله عليه وسلم اما ترضون ان يذهب الناس بالدينيا
وذلهون برسول الله قالوا بلى قال لو سلك الناس وادي اوشع بالسلكت و ادى
الانصار اوشع بهم۔

ترجمہ:- حضرت انس سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ فتح مکہ کے زمانہ میں جب رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے درمیان (حنین کی) غنیمتیں تقسیم کر دیں تو انصار ناراض ہو گئے نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر راضی اور خوش نہیں ہو کہ لوگ اپنے ساتھ (اموال) دنیا الیما میں
اور تم اپنے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جاؤ انصار نے عرض کیا ہم اس پر راضی ہیں حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اگر کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں چلوں گا۔
تشریحات | مطابقتہ للترجمة۔ حضرت انس کی مذکورہ حدیث کی دوسری سند ہے۔

لما كان يوم فطم مكة الح اس سے مشہور ہوتا ہے کہ ترقیم غنیمت فتح مکہ کے اموال کی ہے حالانکہ یہ غلط ہے اسی لئے ترجمہ میں بین القوسین ضمیمہ کی تصریح سے اس کی تشریح کر دی گئی مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے سال یعنی شہد میں غنائم حنین کی جب تقسیم کی گئی تو حضرات انصار کی ناراضگی کا واقعہ پیش آیا اور آنحضرت نے انصار کو جمع کر کے خطاب فرمایا جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

۳۳۸ حدثنا علي بن عبد الله قال حدثنا أزهر بن مفضل بن عوف قال انبأنا هشام بن زيد بن النبي عن النضر قال لما كان يوم حنين التقي هو أزد ومع النبي صلى الله عليه وسلم عشية الألف والطلاق فأدبروا وقال يا معشر الأنصار قالوا البئس يا رسول الله وسعدك يا نبيك ونحوه يا نبيك فنزل النبي صلى الله عليه وسلم فقالوا أانا عبدك ورسولك فانهمزتم المشركين فاعطى الطلقاء والمهاجرين ولم يعط الأنصار شيئا فقالوا فدعاهم فادخلهم فقبه فقال اما ترضون ان يذهب الناس بالشاة والبعير وقد هون برسول الله فقال النبي صلى الله عليه وسلم لو سلك الناس واديا وسلكت الأنصار شعبا لاحتوت شعبا الاغتصاب۔

ترجمہ :- حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ غزوہ حنین میں جب قبیلہ ہوازن سے مقابلہ ہوا اور اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار لشکر اور کچھ طلقاء مکہ تھے (یعنی جنہیں فتح مکہ کے بعد حضور اکرمؐ نے احساناً چھوڑ دیا تھا) پھر سب نے پیچھے پھرتے ہوئے آنحضرتؐ کے مقابلے میں ہوا اور اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اتر گئے اور فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اس کے بعد مشرکین کو شکست ہو گئی اس کے بعد (جبران میں تقسیم غنائم کے وقت) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلقاء مکہ اور ہاجرین کو مال دیا اور انصار کو کچھ نہیں دیا یعنی خمس کے انعامی اموال میں سے) تو انصار نے یہ میگوئے کہ میں نے نبیؐ کی خدمت میں اپنی سواری سے اتر کر لوگ بکری اور اونٹ اپنے ساتھ لیجا میں اور تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے جاؤ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگ کسی ولدی یا گھائی میں چلیں اور انصار دوسری گھائی میں چلیں تو میں انصار کی گھائی اختیار کروں گا۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمة :- یہ بھی حضرت انسؓ ہی کی حدیث ہے تیسری سند سے۔ طلقاء ظلیق کی جمع ہے اس کے اصل معنی ہیں وہ قیدی جس کو حکم اسلام صرف احسان رکھ کر مفت چھوڑ دے یہاں طلقاء سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احساناً چھوڑ دیا نہ قتل کیا نہ قید جیسے ابوسفیان بن حرب، معاویہ بن سفیان اور حکیم بن حزام وغیرہ رضی اللہ عنہم آنحضرتؐ نے ان حضرات سے فرمایا آج میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں

سے کہا تھا لا ترویب علیکم الیوم اذہبوا فانتم الطلقاء یعنی آج تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔ باقی تفصیل گزری ہے۔

۳۳۹ حدیثی محمد بن یسار قال حدثنا عندنا قال حدثنا شعبہ قال سمعت قتادۃ عن انس بن مالک قال جمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ناساً من الاصل فقال اذ قرینا حدیث عہد بجاہلیۃ ومصیبة وانی اس دت ان اجیزہم وانا الفہم اما ترضون ان یرجع الناس بالدنیا وترجعون برسول اللہ الی بیوتکم قالوا بلی قال لوسلک الناس وادیاد وسلکت الاصل شعبا سلکت وادی الاصل او شعب الاصل

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے کچھ لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ قریش کے کفر اور مصائب کا دور قریشی اور تازہ ہے میں نے چاہا کہ انہیں انعام دلا اور انھیں مانوس کر دوں کیا تم اس پر رضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے ساتھ (اموال) دنیا لے کر واپس جائیں اور تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے جاؤ سب نے کہا کیوں نہیں (بیشک ہم اس پر رضی ہیں) حضور نے فرمایا اگر لوگ کسی وادی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں بلاشبہ انصار کی وادی یا گھاٹی میں ہوں گا۔

یہ بھی حضرت انس ہی کی حدیث ہے چوتھی سند سے۔

تشریحات

حدثنا قیس بنہ قال حدثنا سفیان عن الاحمشی عن ابی اوائل عن عبد اللہ قال لما فتنتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قسمة حنین قال رجل من الاصل ما اسرنا ذبھا ووجه اللہ فاتبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرته فتغایر وجهہ ثم قال رحمۃ اللہ علی موسیٰ قد اودع بالکثرة من ہذا افضل

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کر رہے تھے تو انصار کے ایک شخص نے (جو منافق تھا) کہا کہ اس تقسیم سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود نہیں ہے پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا پھر آپ نے فرمایا موسیٰ پر اللہ کی رحمت نازل ہو کہ انھیں اس سے بھی زیادہ ایذا پہنچائی گئی اور انھوں نے سبر کیا۔

تشریحات | مطابقتہ للتوجیہ فی قولہ «قسمة حنین»

قال رجل من الاصل علامہ عینی فرماتے ہیں قال الواقدی هو معتب بن قشیر وکان من

المنافقین (عمدہ)۔

۳۴۱ حدثنا قتیبۃ بن سعید قال حدثنا جریر عن منصور عن ابی اوائل عن عبد اللہ قال لما کان یوزع حنین اثر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ناساً اعطی الارغ مائۃ من الابل واعطی عہدۃ مثل ذالک واعطی ناساً فقال رجل ما امرید بھذا القسمۃ

وجهُ الله فقلت لآخرین النبی صلی الله علیہ وسلم قال حرم الله موسیٰ قد اُذیٰ بالکثرة من هذا اخصاباً -

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن مسعود نے بیان کیا غزوہ حنین کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو ترجیح دیا چنانچہ افرع بن حابس میمنہ کو تنواونٹ دیتے اور عینہ بن حصین فرزاری کو بھی اسی کے مثل (تنواونٹ) دیتے اور بھی چند لوگوں کو (یعنی اشراف عرب کو) دیتے (یعنی سواونٹ ابوسفیان بن حرب کو اور سواونٹ صفوان بن امیہ کو اور سواونٹ حکیم بن حزام کو اور سواونٹ سبیل بن عمرو کو وغیرہ) اس پر ایک شخص نے کہا کہ اس تقسیم اللہ کی خوشنودی کا کوئی خیال نہیں کیا گیا اور ابن مسعود نے بیان کیا کہ میں نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور خبر کروں گا جب آنحضرت نے سنا تو فرمایا اللہ موسیٰ پر رحم کرے کہ انہیں اس سے بھی زیادہ ایذا پہنچائی گئی اس پر انہوں نے صبر کیا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمة - هذا طریق آخر في حديث ابن مسعود -
والحدیث قد مضی فی الخمس ص ۲۴۶ وھنا فی المغازیک ص ۲۲۱ -

۳۲۲ حدثنا محمد بن یونس حدثنا معاذ بن معاذ حدثنا ابن عوف عن هشام بن زید بن النس عن النس بن مالک قال لما كان يوم حنين اقبلت هوام و غطفان وغیرهہم بضعہم و ذل سرتھم ومع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ الالف والطلاق فادبروا عن حنینی و جد لا فنادی یومئذ انین لم یخلفینہما التفت عن عینہ فقال یا معشر الانصار قالوا البئیک یا رسول اللہ ابشر بخبر معک ثم التفت عن یساری فقال یا معشر الانصار قالوا البئیک یا رسول اللہ ابشر بخبر معک وهو علی بغلة بیضاء فانزل فقال انا عبد الله ورسوله فاتهمزم المشركون واصاب يومئذ غنائم كثيرة فقسم في المهاجرين والطلاق ولم يعط الانصار شيئاً فقالت الانصار اذا كانت شديدة فلتخر نذحی و يعطى الغنیمۃ غیرنا فبغله ذالك فجمعهم فقبۃ فقال یا معشر الانصار ما حدیث بلغت فسکتوا فقال یا معشر الانصار ان رضون ان یذهب الناس بال دنیا و تذهبون برسول الله تخمونه الی بیوتکم فقالوا بلی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو سلك الناس وادی و سلكت الانصار شعباً الاخذت شعب الانصار قال هشام قلت یا ابا حمزة وانت شاهد ذالك قال وایر اغیب عنه -

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک نے بیان کیا کہ جب جنگ حنین کا دن ہوا تو قبیلہ ہوازن اور غطفان اپنے موسیٰ اور اپنے عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر آئے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار لشکر تھا اور کچھ طلقار تھے (یعنی طلقار مکہ جنہیں فتح مکہ کے بعد حضور اقدس نے احساناً چھوڑ دیا تھا) پھر سب نے پیڑ پھیر لی یہاں تک کہ آنحضرت تنہا باقی رہ گئے (یعنی سامنے دشمن سے مقابلہ

کرنے میں تنہا رہ گئے تو حضور نے اس روز دوم تہ پہلا دو دنوں پکار ایک دوسرے سے الگ الگ عقین آپ نے اپنے دائیں طرف متوجہ ہو کر پکارا چنانچہ آپ نے فرمایا: یا معشر الانصار! ان لوگوں نے جو آپ دیا ہم حاضر ہیں یا رسول اللہ! آپ کو بشارت ہو ہم آپ کے ساتھ ہیں پھر آپ بائیں طرف متوجہ ہوئے اور اور آواز دی یا معشر الانصار! انھوں نے بھی جواب دیا کہ ہم حاضر ہیں یا رسول اللہ! بشارت ہو آپ کے ساتھ ہیں (لڑنے کیلئے تیار ہیں) اور آنحضرتؐ اس وقت ایک سفید چجر پر سوار تھے پھر آپ اتر گئے اور فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں پھر مشرکوں کو شکست ہوئی اور اس لڑائی میں بہت زیادہ غنیمتیں حاصل ہوئی حضور اکرمؐ نے مہاجرین اور مطلقاً میں تقسیم کر دیا اور انصار کو اس (انعامی اموال) میں سے کچھ نہیں دیا اس پر انصار (یعنی بعض نوجوانان انصار) نے کہا کہ سخت وقت آتا ہے تو ہمیں بلایا جاتا ہے اور غنیمت ہمارے سوا دوسروں کو دی جاتی ہے پھر یہ خبر حضورؐ کو پہنچی تو آپ نے انصار کو ایک خیمہ میں جمع کیا اور فرمایا اے انصار کے گروہ کیا وہ بات صحیح ہے جو تمہارے بارے میں مجھے معلوم ہوئی ہے اس پر وہ خاموش رہے پھر آنحضرتؐ نے فرمایا اے انصار کے گروہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کر لوگ اپنے ساتھ دنیا لے جائیں اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے جاؤ، حضرات انصار نے عرض کیا کیوں نہیں (ہم اس پر خوش ہیں) اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر لوگ کسی وادی میں چلیں اور انصار کسی گھاٹی میں چلیں تو میں انصار ہی کی گھاٹی کو اختیار کروں گا اس پر شام نے پوچھا اے ابو حمزہ! حضرت انسؓ کی کنیت ہے کیا آپ وہاں موجود تھے؟ انہوں نے فرمایا اور میں آنحضرتؐ سے غائب ہی کب ہوتا تھا۔

تشریحات مطابقہ للترجمة طاهرہ و قوله در لما كان يوم حنين، لان غزوة الطائف من توابع حنين كما مر۔

علامہ عینی اور حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ کی یہ حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث یعنی حدیث ۳۴۱ سے مقدم ذکر کی جاتی تاکہ حضرت انسؓ تمام حدیثیں ایک ساتھ ترتیب سے ہو جائیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیم و تاخیر فریبی کے راویوں سے ہو گئی ہے واللہ اعلم۔

باب السَّرِيَّةِ الَّتِي قَبْلَ بَيْتِ الْمُجَدِّ

اس سرّیہ (فوجی دستہ) کا بیان جو بید کی طرف بھیجا گیا۔ سرّیہ کی آخری تعداد چار سو ہے (عدہ) تشریحات قبل بکسر القاف و فتح الباء الموحدة یعنی جانب، طرف جیسے کہتے ہیں اتالی من قبلہ اس کی طرف سے میرے پاس آیا۔ مجد بفتح النون و سکون الجیم بلندی میں، عرب کا بالائی حصہ۔ علامہ عینی فرماتے ہیں دھوا سم خاصاً لما دون الحجاج مسايل العراق (عدہ ص ۵۹) یعنی نجد اس علاقہ کا نام ہے جو حجاز سے بلندی پر عراق تک چلا گیا ہے اسی عدۃ القاری

میں دوسری جگہ فرماتے ہیں دھوکا مالتفع من قھامة الى اخر العواقب (عدہ ۳۳) حاصل یہ ہوا کہ عرب کاسلک دو حصوں پر منقسم ہے تہا سہ، نجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ وغیرہ حجاز میں ہے اور یمن، ہماز وغیرہ نجد میں واللہ اعلم۔

سریہ کی تحقیق | سریہ سری سے ماخوذ ہے جس کے معنی سردار اور عدہ کے آتے ہیں سریہ فوجی دستہ اس کو سریہ کہتے ہیں بعضوں نے وجہ تسمیہ میں کہا ہے کہ چونکہ پوشیدہ طور سے جاتا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے اسلئے کہ سر کے معنی پوشیدہ کے ہیں جو مضاعف ہے اور سریہ معتدل ہے یعنی سریہ کلام کلمہ یا سہ ہے اور سر بمعنی پوشیدہ امر کلام کلمہ راہ ہے فافہم وتدبر۔

امام بخاری نے اس کو غزوہ طائف کے بعد ذکر کیا ہے لیکن حافظ عسقلانی کہتے ہیں کہ وہ ذکرہ اهل المغازی انھا كانت قبل التوجه لفتح مکہ فقال ابن سعد كانت في شعبان سنة ثمان (فتح ۳۵۶)

مطلب یہ ہے کہ اہل مغازی نے بیان کیا ہے کہ نجد کی طرف یہ سریہ فتح مکہ کیلئے روانگی سے قبل آپ نے بھیجا تھا چنانچہ ابن سعد نے کہا ہے کہ شعبان ۳ھ میں آپ نے روانہ فرمایا ہے۔ اس سریہ کے اندر بندرہ آدنی تھے جس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عجلون بن جثمہ وغیرہ تھے اور امیر لشکر حضرت ابوقحافہؓ تھے راستہ میں عامر بن العنبرؓ جمعی چند آدمیوں کے ساتھ ملا اس کے پاس دو دھکے مشک اور مختلف سامان تھا انہوں نے مسلمان کی طرح ان حضرات کو سلام کیا، ابوقحافہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ توڑک گئے حضرت عجلون کو پیسے سے عامر پر غصہ تھا موقع کو غنیمت سمجھ کر عامر کو قتل کر دیا اور اس کا ایک ٹکڑا پانچ اونٹ اور ساری بکریاں لے لیں جب لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ کی خبر دی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقْفُوا لَوْ أَنَّ الْقَوْمَ لَآتَوُوكُمْ

التسليم كنست مؤمناء۔ الایہ (پ ۵ ع ۱)۔ ترجمہ: اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد کیلئے) سفر کیا کرو تو ہر کام کو (قتل ہو یا کچھ اور) تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے (علامات) اطاعت (کی) ظاہر کرے (جیسے کلمہ یا مسلمان کے طرز پر سلام کرنا) یوں مت کہہ دیا کرو کہ یہ تو (دل سے) مسلمان نہیں (مضربانی جان بچانے کو چھوٹ موٹ اظہار اسلام کرتا ہے) اس طور پر کہ تم دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش کرتے ہو کیونکہ خدا کے پاس (یعنی ان کے علم و قدرت میں تمہارے لئے) بہت غنیمت کے مال ہیں (جو کہ تم کو جائز طریقوں سے ملیں گے اور یاد کرو کہ) پہلے (ایک زمانہ میں) تم بھی ایسے ہی تھے (کہ تمہارے اسلام کے قبول کا مدار صرف تمہارا دعویٰ و اظہار تھا) پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا کہ اس ظاہری اسلام پر اکتفا کیا گیا اور باطن

کی جستجو پر موقوف نہ رکھا۔

مذکورہ آیت کے بارے میں دوسرے واقعات بھی منقول ہیں لیکن محققین اہل تفسیر نے فرمایا کہ ان روایات میں تعارض نہیں ہو سکتا کہ یہ چند واقعات مجموعی حیثیت سے نزول کے سبب ہوئے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اکبر اس نے اظہار ایمان کے بعد بھی قتل کر دیا اس کے بعد عیینہ بن بدر آیا اور اس نے علم کے خون کا مطالبہ کیا کیونکہ وہ بنی قیس یعنی خاندان عام کا سردار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم دیت میں بچاؤ اس اونٹ اس وقت دیتے ہیں اور بچاؤ اس اونٹ مدینہ پہنچنے کے بعد دیں گے مگر عیینہ بن بدر نہیں مانتا تھا بالآخر بڑی مشکل سے راضی ہوا (ماخوذ از البدایہ والنہایہ ص ۲۲۲)۔ باقی تقسیم کا واقعہ حدیث پاک میں آ رہا ہے۔

۳۳۳ حدثنا أبو النعمان قال حدثنا حماد حدثنا أيوب عن نافع عن ابن عمر قال بعث النبي صلى الله عليه وسلم سرية قبل نجد فكنث فيهما فبلغت منهما مننا اثني عشر بعيراً وفضلنا البعير البعير أفرجعنا بثلاثة عشر بعيراً۔

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک سریر (دستہ لشکر) بھیجا تھا میں بھی اس میں شریک تھا اس میں ہمارے حصے (مال غنیمت کے) بارہ بارہ اونٹ پڑے اور ایک ایک اونٹ ہمیں مزید دیا گیا چنانچہ ہم تیرہ اونٹ ساتھ لیکر واپس ہوئے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمة وقوله «سرية قبل نجد»

والحدیث قد مضی فی الجہاد ص ۲۲۳ وھنا فی المغانی ص ۶۲۲۔

باب بعث النبي صلى الله عليه وسلم خالد بن الوليد الى بني جذيمة

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجنا

تشریحات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سراپا سمجھتے تھے وہ مختلف ہوتے تھے کبھی دشمنوں کی نقل اور حرکت کی براہ رسائی کیے۔ کبھی دشمنوں کے حملے کی خبر سن کر مدافعت کیے۔ کبھی قریش کے کاروان تجارت کی روک ٹوک کیے اور کبھی اسلام کی دعوت تبلیغ کیے۔ کبھی تھے یہ سریر خالد بن ولید یعنی سریرہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد خنین سے سیدہ خالد بن ولید کو تین سو چاس آدمیوں کے ساتھ دعوت اسلام کیے بنی جذیمہ کی طرف بھیجا تھا آپ نے تاکید فرمادی تھی کہ صرف دعوت اسلام دینا جنگ مقصود نہیں ہے۔

جب حضرت خالد پہنچے اور اسلام کی دعوت دی تو بنی جذیمہ کے لوگ کہنے لگے صَبَانَا صَبَانَا یعنی ہم نے اپنا دین چھوڑا اپنا دین چھوڑا (یعنی دین اسلام کو قبول کیا) لیکن خالد بن ولید نے یہ سمجھا کہ

یہ لوگ صرف جان بچانے کیلئے صبا ناکہ رہے ہیں ان کو تو اسلمنا ہم نے اسلام قبول کیا کہنا چاہتے تھے پھر چونکہ صبا ناکہ اصل مذہب کو کب پرستی ہے۔ اسلئے حضرت خالدؓ نے قتل کرنا شروع کر دیا چنانچہ کچھ لوگ قتل ہو گئے اور کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے مجاہدین کے حوالہ کر دیا پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ کو سخت تکلیف ہوئی اور قبلہ رو ہو کر فرمایا: اے اللہ میں خالد کے اس فعل سے بری ہوں پھر حضرت علیؓ کو بھیج کر تمام مقتولین کا خون بہا اور فرمایا۔

۳۴۴ حدیثی محمودؓ قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر بن وحیث بن عیث قال اخبرنا عبد الله قال اخبرنا معمر بن الزهری عن سالم عن ابيه قال بعث النبي صلى الله عليه وسلم خالد بن الوليد الى بني جذيمة قد عاهدوا الى الاسلام فلم يجيبوا اذ يقولوا اسلمنا فجعلوا يقولون صبا ناصبا فلجعل خالد يقتل قيسا و دفع الى كل رجل منا اسيرة حتى اذا كان يوم امير خالد ان يقتل كل رجل منا اسيرة فقلت والله لا يقتل اسيري ولا يقتل رجل من اصحابي اسيرة حتى قد مناع علي النبي صلى الله عليه وسلم فدكونا له فرفع النبي صلى الله عليه وسلم يده فقال اللهم اني ابرأ اليك مما صنع خالد مرتين -

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن الولید کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا خالد بن ولیدؓ نے انہیں اسلام کی دعوت دی لیکن وہ لوگ اچھی طرح سے اسلمنا نہیں کہہ سکے (یعنی خوبی اظہار اسلام نہ کر سکے) اور کہنے لگے صبا ناصبا (ہم نے تبدیل مذہب کر دی، ہم نے آباؤی دین چھوڑ دیا) حضرت خالدؓ قتل کرنے لگے اور قید کرنے لگے اور ہم میں سے ہر شخص کو اس کا قیدی دیا یہاں تک کہ جب دن ہوا تو خالدؓ نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے (راوی حدیث حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا خدا کی قسم میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنے قیدی کو قتل کرے، آخر جب ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے واقعہ بیان کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی در خدا یا میں اس فعل سے پرأت کرتا ہوں جو خالد نے کیا آپ نے اس جملہ کو دو مرتبہ دہرایا۔

تشریحات مطابقہ للترجمة دربعث النبي صلى الله عليه وسلم خالد بن الوليد الى بني جذيمة والحدیث اخرجہ البخاری فی الاحکام ص ۱۰۶۶ وھنا فی المغازی ص ۲۲۲۔

صبا ناصبہ جمع استک از فتح صبا و صنبوہ تبدیل مذہب کرنا، ایک دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرنا۔ فلم یجیبوا الخ حضرت عبداللہ بن عمرؓ راوی حدیث کا جملہ صاف بتلا رہا ہے کہ بنی جذیمہ کے لوگ بخوبی یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہو گئے لیکن انھوں نے حقیقتاً اسلام ہی کا ارادہ کیا تھا، بنی جذیمہ والوں نے مشہرت پر اکتفا کیا اہل عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی صبا ناکہ کہتے تھے کیونکہ آپ قریش کے دین کو

چھوڑ کر اسلام میں آگئے تھے اسی شہرت کی وجہ سے بنی خزیمہ کے لوگوں نے اسلطان کی جگہ صبا ناصبانہ کہا لیکن حضرت خالد بن ولید نے اسی وجہ سے قتل و قید شروع کیا کہ اہل عرب تو توہینِ مذمت کی غرض سے مسلمانوں کو حُصْبَا کہتے تھے تو بنی خزیمہ کے لوگوں نے اسلطان کی تصریح کیوں نہیں کی جیسا کہ مشاہدہ ابن اتال رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عمرہ کی غرض سے کہ گئے اور قریش کہ نے ان سے کہہ سنا، کیا تو صبا بنی ہو گیا؟ حضرت قتادہ بن زب نے کہا لا ابل اہل سلت میں صبا بنی نہیں مسلمان ہو گیا ہوں، تو معلوم ہوا کہ مشاہدہ نے صبا بنی کا لفظ اپنے لئے بُرا سمجھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ایسی جہادِ غلطی ہو جائے تو گناہِ ماقبل ہوگا اور دیت (خون بہا) بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ یہی مذہبِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ اور ثوری و ذہبیہ کا ہے لیکن امام شافعیؒ اور صاحبین کے نزدیک دیتِ حاشہ پہنچی (حاشیہ بخاری ص ۱۰۶۶)

بَابُ سَرِيَّةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَذَافَةَ السَّهْمِيِّ عُلُقَمَةَ بْنِ عَجْرَةَ الْمُدَلِّجِي وَيُقَالُ إِنَّهَا سَرِيَّةُ الْانصَارِ

سریہ عبد اللہ بن حذافہ اور علقمہ بن مجزز مدلیجی کا بیان اور اس کو سریہ انصار کہا جاتا ہے

سریہ عبد اللہ بن حذافہ سہمی | حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کے ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعلقتہ بن مجزز مدلیجی رضی اللہ عنہ کا امیر بنا کر بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ اس امیر کی اطاعت کرو، وہ کسی بات پر ان لوگوں سے ناراض ہو گئے اور فوجوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے؟ سب نے کہا ہاں حکم دیا ہے، امیر نے کہا پھر تم لوگ کلو یاں جمع کرو سب نے لکڑیاں جمع کیں امیر نے کہا اس میں آگ لگاؤ تو انہوں نے آگ لگادی پھر اس سے حکم دیا تم سب اس آگ میں داخل ہو جاؤ کچھ لوگ اس پر آمادہ ہو گئے لیکن ان فوجی صحابہ میں سے ایک دوسرے کو روکنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم آگ کے حذاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگے ہیں، ان باتوں میں وقت گزر گیا اور آگ بھڑکنی اور امیر کا غصہ سرد ہو گیا، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آیت تَرْغِبُوا إِلَى اللَّهِ وَاطِيعُوا أَمْرَهُ سَوْماً وَآذُوا بِالنَّارِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ اور امیر کا غصہ سرد ہو گیا، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آیت تَرْغِبُوا إِلَى اللَّهِ وَاطِيعُوا أَمْرَهُ سَوْماً وَآذُوا بِالنَّارِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ (بخاری شریف ص ۶۹۵)

جب حضورؐ نے سنا تو فرمایا کہ اگر یہ آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس میں سے نہ نکلنے یعنی ہمیشہ کے لئے کہنی ہو جاتے، اطاعتِ معروف میں ہے مگر میں نہیں اطاعتِ مخلوق فی معصیۃ الخالق۔

۳۳۵- حدثنا مسدد قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا الاعمش قال حدثني سعد بن عبيدة عن ابي عبد الرحمن عن علي قال بعث النبي صلى الله عليه وسلم سرية فاستعمل رجلاً من الانصار وامرهم ان يطيعوه فغضب قال اليس امركم النبي صلى الله عليه وسلم ان تطيعوني قالوا بلى قال فاجمعوا فقال اوقلوا نارا فاوقدوها فقال ادخلوها فهموا وجعل بعضهم يمسك بعضها ويقولون فررنا الى النبي صلى الله عليه وسلم من النار فمازاتوا حتى خمدت النار فسكن غضبه فبلغ النبي صلى الله عليه وسلم فقالوا لو دخلوها ما خرجوا منها الى يوم القيمة الطاعة في المعروف .

ترجمہ :- حضرت علی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سر یہ روا نہ کیا اور انصار کے ایک شخص کو امیر بنایا اور فوجوں کو حکم دیا کہ امیر کی اطاعت کریں پھر امیر (کسی وجہ سے) ناراض ہو گئے اور فوجوں سے پوچھا کیا تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے؟ سب نے کہا ہاں حکم دیا ہے۔ امیر نے کہا پھر تم لوگ بکڑیاں جمع کر دسب نے مکڑیاں جمع کیں امیر نے کہا کہ اس میں آگ لگاؤ تو انہوں نے آگ لگا دی پھر امیر نے حکم دیا کہ تم سب اس آگ میں داخل ہو جاؤ تو کچھ لوگوں نے ارادہ کر لیا لیکن ان ہی میں سے بعض بعض کو رد کرنے لگے اور کہنے لگے کہ تم تو آگ ہی کے خوف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگے ہو۔ ان باتوں میں یہ لوگ رعبے بالآخر آگ بھڑکی اور امیر کا غصہ سرد ہو گیا جب اس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس میں سے نہ نکلتے۔ اطاعت کا حکم نیک کاموں میں ہے لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔

تشریح

مطابقتاً للترجمۃ فی قولہ "ناستعمل رجلاً من الانصار" والحدیث اخبرنا البخاری فی الاحکام ص ۱۰۵۵ وفی خبر الواحد ص ۱۲۲

رجلاً من الانصار انصار کے ایک شخص سے مراد عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ہیں یہی من السطور میں لکھا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں قال ابن الجوزی قلنا الانصاری وہم من بعض المرادات الخ یعنی حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ انصاری سمجھا بعض راویوں کا دیم ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن حذافہ قریش اور ہاشمیوں میں سے ہیں۔ حافظ مستقلانی نے ابن سعد کے حوالے سے اس سر یہ کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ آنحضرت کو یہ خبر ملی کہ کچھ حبشی لوگ اہل جدہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے صلح میں علقم بن مجز زہدی کو تین سو آدمیوں کے ساتھ وہاں بھیجا جب حضرت علقم بن حذافہ کے بجزیرہ پر پہنچے اور سمندر کے پار اترے تو وہ سب بھاگ گئے مسلمان جب وہاں سے لوٹے تو فوج کے کچھ لوگوں نے عیثیہ کی اور یہ ارادہ کیا کہ باقی لشکر سے پہلے تم ٹھہر بیٹھ جائیں علقم نے آگ جلوائی اور محبت کرنے والوں کو حکم دیا کہ اس آگ میں کود جائیں جب کچھ لوگوں نے آمادگی ظاہر کی تو علقم نے کہا ٹھہرو میں نے تم سے مذاق کیا تھا۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ جب کوئی معصیت کا حکم دے تو اس کا حکم نہ مانو۔

بخاری شریف کی تمام روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سر یہ کے امیر عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ اور آگ میں کود جانے کا حکم انہوں نے دیا تھا لیکن ابن ماجہ والاکبر ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علقم بن مجز زہدی کو ایک سر یہ کا امیر بنا کر بھیجا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سر یہ کے اندر میں بھی تھا جب منزل مقصود پر پہنچے یا راستہ میں لشکر میں سے ایک گروہ نے اجازت طلب کی تو علقم نے اجازت دی اور ان کا امیر حضرت عبد اللہ بن حذافہ کو بنا دیا اس روایت میں اس کی تصریح ہے کہ حضرت عبد اللہ بن حذافہ کی طبیعت میں ظرافت تھی پھر آگ کا قصہ پیش آیا جیسا کہ مذکور ہوا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اسی ابن ماجہ کی روایت کو سامنے رکھ کر امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن حذافہ اور علقم رضی اللہ عنہما کے واقعہ کو ایک ہی واقعہ قرار دیا اور ترجمہ الباب میں صحیح کر دیا اور بعض حضرات نے دواقعہ قرار دیا ہے لیکن راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ آگ جلوانے کا حکم عبد اللہ بن حذافہ نے دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

لو دخلوها ما خرجوا منها اگر اس میں دونوں خیروں کا مرجع اس آگ کی طرف ہو جو ان لوگوں نے جلوائی تھی تو اس صورت میں مطلب ظاہر ہے کہ اگر آگ میں داخل ہوتے تو اس میں سے نہ نکلتے یعنی جل کر مارتے فلا أشکال

ملا اگر پہلی مغیرہا کا مرجع ملانی ہوئی آگ ہو اور دوسری مغیرہ کا مرجع تار جہنم ہو لہذا صنعت استخداً تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگر استخداً داخل آگ ہوتے تو ہمیشہ کے لئے جہنم سے نہ نکلتے کیونکہ مہرام کو حلال سمجھا کفر ہے۔ فلا اشکال

باب بعث ابی موسیٰ ومعاذ الی الین قبل حجۃ الوداع

حجۃ الوداع سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو مین بھیجے کا بیان فتح مکہ کے بعد خصوصیت سے اسلام کی تبلیغ و تعلیم کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہر طرف دعوت تشریح اسلام کے لئے مبلغین روانہ فرمائے اس میں سے مین کی طرف حضرت ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور چونکہ مین کے دو حصے تھے اس لئے حضرت معاذ کو مغربی سمت بالائی حصے عدن وغیرہ کی طرف اور ابو موسیٰ کو شرقی سمت یعنی شیبی علاقہ میں تبلیغ کا حکم دیا۔

اہل مغازی کے نزدیک یہ تبلیغی سفر ربیع الآخر ۶ میں ہوا تھا (فتح ص ۶) لیکن امام بخاری کا رجحان مسلمہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ امام نے قبل حجۃ الوداع سے اشارہ کیا ہے یعنی غزوہ تبوک سے فراغت کے بعد آپ نے روانہ کیا۔

۳۳۶۔ حد ثنا موسیٰ قال حدثنا ابو عوانہ قال حد ثنا عبد الملك عن ابی بردۃ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اباموسیٰ ومعاذ بن جبل الی الین قال بعث کل واحد منہما علی خلاف قال والین لفلاناً قال تیسرا ولا تیسرا اویسیرا ولا تیسرا فانطلق کل واحد منہما الی عملہ قال وكان کل واحد منہما اذا سافر فی ارض کان تراباً من صاحبہ احدثہ عملاً فسلط علیہ فساومعاً فی ارض قریباً من ارض موسیٰ فخلو سیر علی بخلۃ حتی اتھل الیہ ولذا اھما سئل قد اجتمع الیہ الناس واذا رجل عندہ قد جمعت ید الی عنقہ فقال لا معاذ یا عبد اللہ بن قیس ائیم هذا قال ہذا رجل کفر بعد اسلامہ قال لا انزل محتی یقتل قال اما حی بیہ لذلک فانزل قال ما انزل حقاً یقتل فامر بہ فقتل ثم نزل فقال یا عبد اللہ کیف تقرر القلن قال اتقوا فما تقوفا قال کیف تقرر انت یا معاذ قال انام اول اللیل فاقوم وقد تضیبت جزئی من النوم فاقرأ ما کتب اللہ فی فاحسب تو متی کما احتسب قومی

ترجمہ :- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ اور معاذ بن جبل کو تبلیغ کیلئے مین بھیجا بیان کیا کہ دونوں صحابیوں میں سے ہر ایک کو ایک ضلع میں بھیجا، راوی نے بیان کیا کہ مین کے دو ضلع تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (دیکھو) آسانیاں پیدا کرنا دشواریاں نہ پیدا کرنا، خوش رکھنا نفرت نہ دلانا اس کے بعد دونوں حضرات اپنے حدود کی طرف روانہ ہو گئے، راوی نے بیان کیا کہ دونوں حضرات میں سے جب کوئی اپنے علاقہ کا دورہ کرتے کرتے اپنے دوسرے ساتھی کے حدود داخل کے قریب پہنچ جاتے تو ملاقات کو اس سے تازہ کر لیتے اور سلام کرتے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت معاذ اپنے علاقہ میں اپنے ساتھی ابو موسیٰ کے قریب پہنچ گئے تو اپنے پیچ پر سوار ہو کر چلے یہاں تک کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ (ابو موسیٰ) بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ لوگ ان کے پاس جمع ہیں اور دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس اس حال میں ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن پر بندھے ہوئے ہیں معاذ نے ان سے پوچھا اے عبد اللہ بن قیس (ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا نام ہے) یہ کیا قصہ ہے؟ (یعنی اس کے ہاتھ کیوں بندھے ہوئے ہیں؟) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس شخص نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا ہے (مرتبہ ہو گیا ہے) معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے میں سواری سے نہیں اتروں گا ابو موسیٰ نے کہا کہ قتل کرنے ہی کے لئے اسے لایا گیا ہے آپ اترا جائے مین مین معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تک اسے قتل

نہ کر دیا جائے میں نہیں اتر سکتا آخر ابو موسیٰ نے حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا اس کے بعد معاذ اپنی سواری سے اترے اور پوچھا اے عبد اللہ! آپ قرآن کس طرح پڑھتے ہیں؟ انھوں نے کہا میں معمولاً تھوڑا وقفہ کے ساتھ پڑھتا ہوں پھر انہوں نے معاذ سے پوچھا اے معاذ! آپ کس طرح پڑھتے ہیں؟ معاذ نے کہا کہ میں رات کے شروع میں سوتا ہوں پھر اپنی نیند ایک حصہ پورا کر کے اٹھ بیٹھتا ہوں اور جو کچھ اللہ نے میرے لئے مقدر رکھا ہے قرآن شریف پڑھتا ہوں پس جس طرح میں اپنی بیداری میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتا ہوں اپنے سونے کی حالت میں بھی ثواب کا متوقع ہوں۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اباموسیٰ ومعاذ بن جبل الی الیین" ابو بردہ نعم اباء واسمہما عاصم بن ابی موسیٰ، واسم ابی موسیٰ عبد اللہ بن قیس۔

مخلاف بکرم المیم وسکون التاء ضلعه طلاقہ۔ اذ اجل علامتی فرماتے ہیں "لم یدد اسمہا" حافظ عسقلانی فرماتے ہیں لم اتفق علی اسمہا لکن فی روایت سعید بن ابی بردہ انہما یعودی وسیاتی کذا الذ (فتح ص ۴۹)

قد جمعت یدہ الہ الی عقیقہ یہ حجر جبل کی صفت ہے ایتھر یفتح الہمزة وضم الباء المشددة وفتح المیم یہ کلمہ مرکب ہے اقی استقبایہ اور ما زائدہ سے آخر سے الف اشباع کو حذف کر کے ایو پڑھا گیا اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ایما کا مخفف ہے جیسے ای شئی کا مخفف الیش ہے یہ حدیث مرسل ہے لیکن اس کے بعد ہی حدیث موصولہ آئی ہے عن سعید بن ابی بردہ عن ابیہ عن ابی موسیٰ اس موصول حدیث میں دوسرے مسائل کے ساتھ ساتھ اس کی تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کو بھی بلا مشاغل ۳۲۷۔ حدیثی المعنی کل حدیثی خالد بن عن الشیبانی عن سعید بن ابی بردہ عن ابیہ عن ابی موسیٰ الاشعری ان التبع صلی اللہ علیہ وسلم بعثنا الی الیین فسأله عن اشربة تصنعہما فقال وماھی قال البتہ والمزہ فقلت لابی بردہ ما البتہ قال نبيذ العسل والمزہ نبيذ الشعير فقال كل مسكورا ثم رواه جرير وعبد الواحد عن الشیبانی عن ابی بردہ۔ ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں میں بھیجا تو چونکہ ابو موسیٰ کو معلوم تھا کہ میں میں مختلف چیزوں کی شرتیں بنائی جاتی ہیں اس لئے، ابو موسیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان شرتوں کے تعلق (حکم) پوچھا جو میں میں بنائے جاتے تھے۔ آنحضرت نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا ہیں؟ ابو موسیٰ نے بتایا کہ تبع اور مرز (بعین بن ابی بردہ نے بیان کیا کہ میں نے ابو بردہ اپنے والد سے پوچھا "بتہ" کیا چیز ہے؟ انہوں نے بتایا شہد سے تیار کیا ہوا شربت اور مرد جو سے تیار کیا شربت، آنحضرت نے جواب میں فرمایا "ہر شہہ آدر شرب حرام ہے۔"

اس حدیث کی روایت جریر بن عبد الحمید اور عبد الواحد بن زیاد سے شیبانی (سلمان بن فیروز) سے کی اور انھوں نے

ابو بردہ سے

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "بعثنا الی الیین"

تشریح البتہ بکسر الباء وسکون التاء وفی آخرہ عین مہملۃ، شہد کی نبيذ، شہد کی شرب۔ المزہ بکسر المیم وسکون الزاء وفی آخرہ ساء جو کی نبيذ، جو کی شرب جیسے انور کی شرب کو حمر کہتے ہیں۔

چونکہ میں میں مختلف قسم کے اشربہ بنتے تھے اور ان کے نام بھی مختلف ہوتے تھے اور بدلتے رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلمہ بتا دیا کہ جو کل مسکورا ہے ہر وہ اشربہ جو نشہ آور ہو حرام ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر وہ کھانے یا پینے کی چیز جس میں بافضل مکرو نشہ حرام ہے کل مسکورا میں فعلیت معتبر ہے اور اس شرعی قانون کے تحت انہیں، گانج، بھانگ سب حرام ہے۔

پوری تفصیل بحث کتاب الاستریحہ میں آئے گی انشاء اللہ۔

۳۲۸۔ حد ثنا مسلم قال حدثنا شعبہ قال حدثنا سعید بن ابی بردہ عن ابیہما قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم جدہ اباموسیٰ ومعاذ الی الین فقال بیتر لا تَعْتَمِلُوا شبرا ولا تَنْفَعُوا ونطادعا فقال ابو موسیٰ یا نبی اللہ ان ارضنا بها شرابٌ مِن العسلِ البیتع فقال کل مسکوک حرامٌ فانطلقا فقال معاذ لابن موسیٰ کیف تقرأ القرآن قال تاثمًا وقاعدًا وعلیٰ ہر اخلق وانفقہ تفوقًا قال اما انا فانام واقامناحتسب نومتی کما احتسب قومتی وحریت فسطاطا فجعلا بیتر اودان فراس معاذ اباموسیٰ فاذا رجلا موثق فقال ما هذا فقال ابو موسیٰ یہودی اسم شتم امرتہ فقال معاذ لا حریبت عنقہ تابعنا العقدی وروہب عن شعبہ وقال وکیع والنضر وابدوداؤد عن شعبہ عن سعید عن ابیہما عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رواہ جریر بن عبد الحمید عن الشیبانی عن ابی بردہ۔

ترجمہ: سعید بن ابی بردہ نے اپنے والد ابو بردہ سے روایت کی ہے کہ ابی بردہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (سعید) کے دادا ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو مین کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ لوگوں سے آسانی اور نرمی کرنا دشواریوں میں نہ ڈالنا لوگوں کو بشارتیں دیتے رہنا (خوش رکھنے کی کوشش کرنا، نفرت نہ دلانا) زنجیدہ وطلح خاطر نہ بنانا، اور تم دونوں آپس میں اتفاق سے رہنا پھر ابو موسیٰ نے عرض کیا کہ اسے اللہ کے نبی ہمارے ملک میں جو سے ایک شراب تیار ہوتی ہے جس کا نام المنہ ہے اور ایک شراب شہد سے تیار ہوتی ہے جو البیتع کہلاتی ہے۔ انھوں نے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ اس کے بعد دونوں بزرگ مداندہ ہوئے اور معاذ نے ابو موسیٰ سے دریافت کیا کہ آپ قرآن کس طرح پڑھتے ہیں؟ (یعنی تلاوت قرآن کا معمول کیا ہے؟) انھوں نے بتایا کہ کھڑے بھی بیٹھ کر بھی اور اپنی سواری پر بھی اور میں تھوڑے تھوڑے وقف کے ساتھ پڑھتا ہی رہتا ہوں معاذ نے کہا لیکن میں (یعنی میرا معمول یہ ہے) شروع رات میں سو جاتا ہوں پھر (تلاوت کے لئے) اٹھتا ہوں اور میں اپنی نیز پر بھی ثواب کی امید رکھتا ہوں۔ چونکہ سونا صرف اس نیت سے ہوں کہ عبادت میں نشاط حاصل ہو، جس طرح اپنی بیداری میں (عبادت کرنے پر) ثواب کا امیدوار ہوں اور انھوں نے ایک خمیر نصب کر دیا پھر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہتے، چنانچہ ایک مرتبہ معاذ رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو دیکھا کہ ایک شخص بندھا ہوا ہے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ ایک یہودی ہے جس نے اسلام قبول کر لیا پھر مرتد ہو گیا ہے اس پر معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس کی گردن مارے بغیر نہ رہوں گا، اس روایت کی (یعنی مسلم بن ابراہیم کی روایت کی) متابعت عہدی (یعنی عبد اللک بن عمرو العہدی) اور وہب بن جریر نے شعبہ سے کی (الیٰ آخر السند)۔

اور وکیع اور نضر اور ابو داؤد نے شعبہ سے انہوں نے سعید بن ابی بردہ سے انہوں نے اپنے والد ابو بردہ سے انہوں نے سعید کے دادا اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی اور جریر بن عبد الحمید نے اس کو شیبانی سے روایت کی انہوں نے ابو بردہ سے۔

مطابقہنہ للتجمتہ فقیہاً بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم جدہ اباموسیٰ ومعاذ الی الین

تشریحات

یہاں یہ روایت یعنی مسلم بن ابراہیم کی روایت مرسل ہے لیکن امام بخاری نے اسے قال وکیع الخ سے بتا دیا کہ یہ حدیث موصولاً ثابت ہے جیسے وکیع کی روایت کتاب الجہاد میں موصولاً ہے اگرچہ مختصر ہے۔

اس حدیث میں مبلغین اسلام کے لئے خصوصی ہدایت ہے کہ تبلیغ میں آسانی اور نرمی کا خاص خیال رکھیں ادب الخ

سبیل ربک بالْحکْمَةِ وَالرَّعْفَةَ الْحَسَنَةَ -

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما اور دانا درینا عالم تھے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبلغ و امیر بنا کرین نہ بھیجتے اس سے حوارج درواغص کا اعراض جنگ صفین کی حکمت کو لے کر جہالت ناولی ہے۔ ۳۲۹ - حدیثی عباس بن الولید قال حدثنا عبد الواحد عن ایوب بن عابد قال حدثنا قیس بن مسلم قال سمعت طاهر بن شہاب يقول حدثني ابو موسى الاشعري قال بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم الى امرئ قومي فحجت ورسول الله صلى الله عليه وسلم بالابطح فقال اجبت يا عبد الله بن قيس قلت نعم يا رسول الله قال كيف قلت قال قلت لبيك اهلا لا كاهلاك قال فهل سقت معك هديا قلت لير اسق قال نطقت بالبيت واسعر بين الصفا والمروة ثم حلت ففعلت حتى مشطت لي اشرالا من نساء بني قيس مكنتنا بذلك حتى استخلفت عمر -

ترجمہ :- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میری قوم کے (من زمین) کی طرف بھیجا پھر میں آیا یعنی حجہ الوداع کے زمانہ میں یمن سے واپس آیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی ابوہ (یعنی مکہ کے وادی ابوہ) میں اونٹ بٹھائے ہوئے تھے آپ نے دریافت فرمایا "اے عبد اللہ بن قیس کیا تم نے حج کا احرام باندھا ہے؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ، آنحضرت نے دریافت فرمایا "کلمات احرام کس طرح کہا ہے؟ عرض کیا میں نے اس طرح کہا اے اللہ میں حاضر ہوں میں نے آپ کے احرام کی طرح احرام باندھا ہے آپ نے دریافت فرمایا تم اپنے ساتھ ہدی (قربانی کے جانور) لائے ہو؟ میں نے کہا میں اپنے ساتھ کوئی ہدی نہیں لایا آپ نے ارشاد فرمایا پھر میت اللہ کا طواف اور سعی بین الصفا والمروة (یعنی عمرہ) کر لو اس کے بعد حلال ہو جاؤ (یعنی احرام کھولو) چنانچہ میں نے اس طرح کیا بالآخر بنو قیس کی ایک خاتون نے میرے سر میں لٹکھا کیا اور ہم اسی قاعدہ پر چلے رہے یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہوئے

مطابقتہ للترجمة في قوله "بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم الى امرئ قومي" فان
ارضن قومي العين والحدیث مضمی فی کتاب الحج ۱۲۱ وھن فی المغازی ۱۲۱ -

تشریحات

اس حج کو حج تمتع کہتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں حج تمتع کے اندر اختلاف ہو گیا تھا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے عرض اس لئے منع فرماتے تھے کہ اگر ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کر لیا تو پھر پورا سال بھر بیت اللہ کی زیارت سے محروم رہ جائے گا اس لئے وہ چاہتے تھے کہ بیت اللہ کی زیارت کے لئے دوبارہ آکر عمرہ کرے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا مقصد امتناع سے یہ نہیں تھا کہ سفر حج میں عمرہ ناجائز ہے بفضل بحث کے لے کتاب الحج ملاحظہ فرمائیے -

۳۵۰ حدیثی حبان قال اخبرنا عبد الله بن زكريا بن اسحق عن يحيى بن عبد الله بن صيفيخ عن ابي معابد مولى ابن عباس عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعاد بن حبلو حين بعثه الى اليمن انك ستاتي قوما من اهل الكتاب فاذا جئتهم فادعهم الى ان يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فانهم اطاعواك بذلك فاخبرهم ان الله قد فرض عليكم خمس صلوات في كل يوم وليس لية فانهم اطاعواك بذلك فاخبرهم ان الله قد فرض عليكم صدقة فتأخذ من اغنيائهم فتبذروا على فقراهم فانهم اطاعواك بذلك فاياك وكم اثم اموالهم واتق دعوة المظلوم

فانما لیس بیننا و بین اللہ حجابٌ قال ابو عبد اللہ طوعت و اطاعت لغتاً طعت و طعت و اطعت ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مین (عالم بناکر) بھیجے وقت ہدایت فرمائی تھی کہ تم ایسی قوم کی طرف جا رہے ہو جو اہل کتاب میں سے (یہود و نصاریٰ) ہیں اسلئے جب تم ان کے یہاں پہنچو تو پہلے انھیں اٹھی دعوت دو کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو اگر وہ لوگ اس میں تمہاری مان لیں تو پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے روزانہ ان پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں پھر اگر یہ بھی تمہاری مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ (زکوٰۃ) بھی فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائیگی اور انہیں کے غریبوں پر تقسیم کر دی جائیگی جب یہ بھی مان لیں تو پھر زکوٰۃ وصول کرتے وقت ان کا سب سے عمدہ مال لینے پر ہرگز ان کو مظلوم کی آہ سے ہر وقت ڈرتے رہنا (مطلب یہ ہے کہ سب سے عمدہ اور اعلیٰ مال لوگ تو انہیں تکلیف ہوگی اور ظالم سمجھ کر تم پر بردہ کرانگے) تو اس کی بردہ اور آہ سے بچتے رہنا، اس لئے کہ اس (مظلوم کی بردہ) کے درمیان اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے (بلکہ مظلوم کی بردہ عاجلہ مقبول ہوتی ہے)

ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری نے بیان کیا کہ طوعت اطاعت اور اطاعت ایک لغت ہے یعنی سورہ ماڈہ میں جو طوعت و اطاعت میں طوعت کا لفظ ہے لغوی اعتبار سے طاعت اور اطاعت کے معنی میں ہے اسی سے واحد تکلم کا صیغہ کہتے ہیں طعت، طعت اور اطاعت سب کے معنی ایک ہیں۔

مطابقتہ للترجمۃ فوقاً "حین بعثہ الی الیمن"

والحدیث قد مضی فی الزکوٰۃ ص ۱۸۴ دہنا فی المغازی ص ۱۲۳

تشریحات

حسبان بکس العاء و تشدید الباء ابن موسیٰ اللعزی۔

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ امام بخاری رح جس طرح حافظ حدیث ہیں اسی طرح قرآن کریم کے ماہر اور جید حافظ ہیں تو چونکہ اسی حدیث میں تین مرتبہ لفظ طاعوا آیا تھا تو اپنی عادت شریفہ کے مطابق قرآن شریف کے مطابق قرآن شریف کے سورہ ماڈہ کی آیت ۱۲۴ کے لفظ طوعت کی تفسیر کر دی۔ مقصد یہ بتانا ہے کہ ماڈہ سب کا ایک ہے۔

۳۵۱۔ حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا شعبۃ عن حبيب بن ابي ثابت عن سعيد بن جبير عن عمر بن ميمون ان معاذ لما قدم الیمن حلی بهم الصبر فقلوا واخذ اللہ ابراہیم خلیلاً فقال رجل من القوم لعقد قوت عین ام ابراہیم ثم اذ معاذ عن شعبۃ عن حبيب بن سعید عن عمر وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث معاذاً الی الیمن فقرأ معاذ فی صلوٰۃ الصبح سورۃ النساء فلما قال واخذ اللہ ابراہیم خلیلاً قال رجل خلفاً قوت عین ام ابراہیم۔

ترجمہ:- عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ معاذ جب یمن پہنچے اور مین والوں کو صبح کی نماز پڑھائی اور نماز میں آیت واخذ اللہ ابراہیم خلیلاً (اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا) کی قرأت کی تو قوم میں سے ایک شخص (نماز ہی میں) بولا کہ والدہ ابراہیم کی آنکھ ٹھنڈی ہو گئی ہوگی معاذ نے شعبہ سے انہوں نے حبيب سے انہوں نے سعید سے انہوں نے عمرو بن میمون سے اتنا افسانہ کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو مین بھیجا تو نماز میں صبح کی نماز میں سورہ نساء پڑھی اور جب اس آیت پہنچے واخذ اللہ ابراہیم خلیلاً تو ایک شخص نے مجھے سے کہا کہ ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو گئی ہوگی۔

مطابقتہ للترجمۃ فی قولنا "ان معاذ لما قدم الیمن"

تشریحات

لقد حُزرت انہ آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد سرت و خوشی ہے کہ ان کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے دوست بنا لیا۔
منا میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

اشکال و جواب | جواباً: ہو سکتا ہے کہ وہ شخص نمازیوں کے پیچھے ہو مگر ابھی شریک نماز نہ ہوا ہو۔

۱۔ اس وقت تک میں دالوں کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے
وہ معذور تھا۔

۲۔ عدم ذکر عدم کو مستلزم نہیں یعنی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کو نماز لوٹانے کا حکم دیا ہو مگر راوی
نے نقل نہیں کیا ہے۔ وغیرہ۔

۶۲۳۔ بابُ بَعَثَ عَلِيٌّ بِنَ ابِي طَالِبٍ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى الْبَيْتِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حجۃ الوداع سے پہلے علی بن ابی طالب اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کو مین بھیجنے کا بیان

تشریح | طائف سے دہلی اور حجازہ میں تقسیم غنائم کے بعد حجۃ الوداع سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو مختلف مقامات پر صحابہ کو انہ کو سریت کی حیثیت سے بھیجا کعبہ تبایع اسلام کے لئے اور کعبہ دشمنوں کی گوشائی کیلئے
ان ہی میں سے حضرت خالد بن ولید کی روانگی تھی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھیجا مینا کہ روایت آ رہی ہے۔ امام بخاری نے
علی الاطلاق حج کر دیا ہے چونکہ روایت سے صراحت و وضاحت ہو جائے گی اور اخصاب کا مقصد بھی حاصل ہو جائیگا۔

اس باب میں چند احادیث کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے براہ راست یہ
کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔

۳۵۲۔ حَدَّثَنَا اِبْنُ اَسْحَقَ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيحُ بْنُ مُسْلِمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ اِسْحَقَ
بْنِ اِبِي اَسْحَقَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنِ اَبِي اَسْحَقَ قَالَ سَمِعْتُ اَلْبِرَاءَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ خَالِدِ
بْنِ الْوَلِيدِ اِلَى الْبَيْتِ قَالَ سَمِعْتُ بَعَثَ عَلِيًّا بَعْدَ ذَلِكَ مَكَانَهُ فَقَالَ مَرُّ اَصْحَابِ خَالِدٍ مِّنْ شَاءَ مِنْهُمْ اِنْ يَعْقِبُ
مَعَكَ فَلْيَعْقِبْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَقْبَلْ فَكُنْتُ فِيمَنْ عَقِبَ مَعَهُ قَالَ فَغَدَيْتُ اِدْرَاقَ ذَوَاتِ عَدَدٍ۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مین بھیجا براہ راست بیان
کیا کہ پھراس کے بعد ان کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا کہ خالد کے ساتھیوں سے کہو کہ جو لوگ ان میں سے تمہارے ساتھ پلٹ کر
میں میں رہنا چاہے وہ تمہارے ساتھ پلٹ جائے اور جو آنا چاہے وہ آجائے (یعنی اختیار ہے)
براہ راست ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پلٹ گئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے نصیحت میں بہت سے
ادب دیا جازئی کے لئے تھے۔

تشریح | مطابقتاً للترجمة في قوله "بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم مع خالد بن الوليد الى البيت"

امام بخاری نے اس روایت کو مختصراً ذکر کیا ہے اسماعیل نے ابو عبیدہ بن ابی السفر کے طریق سے یہ اضافہ کیا
ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مین کو لوٹ گئے تو کفار کی ایک جماعت ہماری طرف آئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
ہمیں نماز پڑھائی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط سنایا تو وہ سب قبیلہ ہمدان سلمان ہو گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا

آپ نے سجدہ شکر ادا کیا اور فرمایا السلام علی ہمدان یعنی قبیلہ ہمدان سلامت رہے۔

۲۵۳۔ حدیثی محمد بن بشر قال حدثنا روح بن عبادة قال حدثنا علي بن سويد بن منصور عن عبد الله بن جبريد قال قال بعث النبي صلى الله عليه وسلم عليا الى خالد بن يقطين الخمس وكنت ابيغض عليا وقد اغتسلت لخالدي الا ترى الى هذا فلما قدمنا على النبي صلى الله عليه وسلم ذكرت ذلك لهما فقال يا جبريد ابيغض عليا فقلت نعم قال لا تبغضه فان له في الخمس اكثر من ذلك۔

ترجمہ ۱۔ حضرت بریدہ بن حبیب رضی سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو خالد رضی کے پاس (دین) بھیجا تاکہ غنیمت کے خمس (پانچواں حصہ) اپنی ٹوہلی میں لے لیں اور مجھے حضرت علی رضی سے بغض تھا (یعنی میں ناراض تھا) اور حال یہ تھا کہ انہوں نے غسل کیا (یعنی صبح سویرے حضرت علی رضی نے غسل فرمایا) تو میں نے خالدؓ سے کہا کہ آپ ان صاحب کو نہیں دیکھتے (اشارہ حضرت علی رضی کی طرف تھا کہ حضرت علی رضی کو دیکھنے کے صبح ہی صبح غسل کیا اور جب یہ ہوئی کہ حضرت بریدہ رضی نے یہ سنا کہ حضرت علی رضی نے خمس میں سے ایک بانڈی کو لے کر صحبت کی اور اسی وجہ سے غسل کیلئے پھر جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا آپ نے دھیانت فرمایا "اے بریدہ کیا تم علی رضی سے بغض رکھتے ہو کیا تمہیں علی رضی سے کسبیدگی (ناراضی) ہے؟" میں نے عرض کیا جی ہاں "آپ نے نصرا بیا کر اس (علی رضی) سے بغض مت رکھو کیونکہ خمس میں اس کا اس سے زیادہ حق ہے۔"

تشریحات | مطابقة للتجمة توخذ من قولہ "بعث النبي صلى الله عليه وسلم عليا الى خالد وكان خالد في اليمن حينئذ"

اعتراض و جواب | بریدہ رضی کی ناراضگی کا سبب دو اعتراض ہے :-

(۱) ایک روایت میں تصریح ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک حسین ترین بانڈی کو چھانٹ لی اور اس سے جماعت کے بعد غسل فرمایا تو بریدہ بن حبیب نے یہ سمجھا کہ حضرت علی رضی نے غنیمت میں خیانت کی۔

(۲) استبراء رحم سے پہلے جماع جائز نہیں تو حضرت علی رضی نے بغیر استبراء رحم کے بانڈی سے جماع کیوں کیا؟ کیونکہ ارشاد نبویؐ ہے کہ دوسرے کی کھیتی میں پانی مت دو مطلب یہ ہے کہ اگر پہلے شوہر کا لطف ہے اور بانڈی حاملہ ہے تو جماعت مت کرو اس لئے حیض آنے کا انتظار کرنا چاہیے ہاں حیض آنے کے بعد معلوم ہوگا کہ رحم خالی ہے تو یہاں متعلق دو اعتراض ہے جو حضرت بریدہ رضی کی ناراضگی کا سبب بنا۔

اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ خمس امام یا قائم مقام امام کا حق ہے تو چونکہ حضرت علی رضی آنحضرتؐ کے قائم مقام ہو کر خمس لینے گئے تھے اس لئے ان کو حق تھا۔ نیز یہ کھلی ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی خمس نکال کر اپنے حق میں سے ایک بانڈی کا اٹھانا کر کے جماع کیا ہو کیونکہ تقسیم کا حق حضرت علی رضی ہی کو حضورؐ نے دیا تھا اسی وجہ سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علی رضی نے جو ایک بانڈی لی ہے علی کا حق اس کی زیادہ ہے چونکہ خمس اللہ اور اس کے رسول کا حق تھا اور حضرت علی رضی اس کے بڑے حقدار تھے اس لئے کہ حضرت علیؑ آل رسول ہیں و غسل ہیں چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اس ارشاد نبویؐ کو سننے کے بعد حضرت بریدہ رضی کو سب سے زیادہ محبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوئی۔

امام احمدؒ کی روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علی رضی سے بغض و عدالت مت رکھو و میرا ہے میں اُس کا

ہوں میرے جد ہی تمہارا ولی ہے اللہم انی احب علیا کما احب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوسرے اقراض کا جواب یہ ہے کہ وہ باندی باکرہ تھی شادی شدہ نہ تھی اس لئے اعتبار کی ضرورت نہ تھی۔

۳۔ ممکن ہے باندی بغیرہ نابالغ ہو مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس وقت قبضہ کیا ہو اس وقت قبضہ میں تھی پھر جب قبضہ سے پاک ہو کر غسل قبضہ سے فارغ ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے وہی کی کیونکہ حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ قبضہ میں لیتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہی کی۔

۳۵۴۔ حدثنا قتيبة قال حدثنا عبد الواحد عن عمار بن القعقل بن شبرمة قال حدثنا عبد الرحمن بن ابي نعيم قال سمعت ابا سعيد الخدري يقول بعث علي بن ابي طالب اني رسول الله صلي الله عليه وسلم من ابي بن بكهيبه فادى يوم مقروظ لم تحصل من ثرايها قال فقسمة ما بين ابي بكر بن ابي نعيم بن عبيدة بن بدية واقرع بن حابس وزيد الخليل والسابع اما علقمة واما عاصم بن جثن الطفيل فقال رجل من اصحابنا كنا نحن احق بهذا من هؤلاء قال فبكرة ذلك النبي صلي الله عليه وسلم فقال الا تامنوني وانا امن من في السماء ياتيني خبر السماء صبا واما مساء قال فقامر رجل غائر العينين مشرف الوجنتين ناشرا الجبهة كثر الدنيا مخلوق المساس مشعر الاضراس فقال يا رسول الله اتق الله قال وتوكلت اولست احق اهل الارض ان يتقى الله قال ثم وتي السجل قال خالد بن الوليد يا رسول الله الا اضرب عنقه قال لا لعنه ان يكون يصلي فقال خالد وكن من مصلي يقول بلسانه مالي في قلبه قال رسول الله صلي الله عليه وسلم اتق لمر او مرق ان اتعب عن قلوب الناس ولا اتق بطونهم قال ثم نظر اليه وهو مقلق فقال انه يخرجه من صندعي هذا اقروم يتلون كتاب الله رطبا لا يجا وزحنا جهم يهرقون من الدين كما يهرق السم من الزمبية واظننا قال لمن ادر كنتم لاقتلتهم قتل تمود۔

ترجمہ :- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدیونہ چرٹے کے قبیلے میں سونے کے چندے لیے بھیجے ان سے (کان کی، مٹی بھی ابھی صاف نہیں کی گئی تھی) بیان کیا کہ پھر آنحضرت نے اس سونے کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا عیینہ بن بدر اقرع بن حابس زید الخلیل اور جو تھا علقمہ تھے یا ما بن حنیس، اس پر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا کہ ان لوگوں سے زیادہ مستحق اس سونے کے ہم تھے۔ راوی نے بیان کیا کہ جب یہ خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ تم مجھ پر اعتماد نہیں کرتے حالانکہ میں اس ذات (یعنی اللہ تعالیٰ) کا امین ہوں جو آسمان پر ہے اس ذات کی وہی میرے پاس صبح و شام آتی ہے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر ایک شخص جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں دو دنوں دشوار سے چھوٹے ہوئے تھے پیشانی اجمیری ہوئی تھی گھنی داڑھی اور سر منڈا ہوا تھیں ہاتھ کے پوتے تھے کھڑا ہوا اور بچنے لگا یا رسول اللہ اللہ سے ڈرتے (تقسیم میں مدخل کیجئے) آنحضرت نے فرمایا انہوں نے تم پر کیا میں تمام مال دین میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے کا مستحق نہیں ہوں (یعنی میں نے صلح کی بنا پر تو نسلیوں کو دیا ہے تم کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے) راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ شخص چلا گیا خالد بن ولید نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اس شخص کی گردن مار دوں؟ (یعنی اگر اجازت ہو تو مار دوں) آپ نے فرمایا نہیں شاید وہ تازہ پڑھتا ہو پھر خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بہت سے تازہ پڑھنے والے

ایسے ہیں جو زبان سے (اسلام و ایمان کا کلمہ) کہتے ہیں اور ان کے دل میں وہ نہیں ہوتا (یعنی منافق ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کا حکم نہیں ہوا ہے کہ لوگوں کے دلوں کا کھوج لگاؤں اور نہ اس کا حکم ہوا ہے کہ ان کے پیٹ چاک کروں، راوی نے بیان کیا کہ پھر آنحضرتؐ نے اس کی طرف دیکھا درانحالیکہ وہ چہرہ دوسری طرف کئے ہوئے تھا (یعنی پیٹھ پھیر کر جسا رہا تھا) آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جو کتاب اللہ کی تلاوت خوش الحالی کے ساتھ کرے گی لیکن وہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے سیر شکار کے پار نکل جاتا ہے اور سیرا خیال ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں نے ان لوگوں کو پایا (یعنی میں ان کے دور میں ہوا) میں ان کو قوم نمود کی طرح قتل کر دوں گا (یعنی جس طرح قوم نمود کا استیصال ہوا انھیں نیست نابود کر دوں گا۔

مطابقہ للتحفة فی قلبہ " بعث علی بن ابی طالب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللہم والحدیث قد مضی فلا ینبأ حدیثاً وھنا فی المغازی ص ۶۲ تا ص ۶۲ ایضاً ص ۱۱۱

تشریحات

بفتح المراء وکسر المیم وتمتد ید الیاء العتقیة الصید المرئی ۱۲ قس بسعایتہما بکسر السین المهملة ای ولایتہما علی ابین ۱۲ قس۔

غزوہ خین کے علاوہ یہ دو ادا تھے آنحضرتؐ نے جس میں سے جو خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے اس میں سے آپ نے چند نوسلوں کو تالیف قلب کے لئے دیا تھا نیز اس پر نصیب معترض کے نام میں بھی اختلاف ہے ابو داؤد کی روایت میں اس کا نام نافع ہے اور بعض روایات میں ذرا نحویرہ نام کی تصریح ہے۔ بخاری شریف ص ۵۰ کی آخری حدیث "حدثنا ابوالیمان الخدیجی - ۳۵۵ - حدثنا المنکب بن ابراہیم عن ابن جریر قال عطاء قال جابر اھل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا ان یقیم علی احرامنا اذ محمد بن بکر عن ابن جریر قال عطاء قال جابر فقد ہم علی بن ابی طالب بسعایتہما قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بما اھلکنا یا علی قال بما اھل بنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فاهد وامکت حرماً کما انت قال واهدی لہ علیاً ہدیاً۔

ترجمہ :- حضرت جابر رضی نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی سے (جب وہ دین سے مکہ آئے) فرمایا تھا کہ وہ اپنے احرام بقیہ تم ہیں محمد بن بکر نے ابن جریر کے واسطے سے اتنا بڑھا لیا ہے کہ ان سے عطاؤ نے بیان کیا کہ جابر رضی نے بیان کیا کہ علی رضی نے دین (دین) سے آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا "اے علی رضی تم نے احرام کس طرح باندھا ہے؟ عرض کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح احرام باندھا ہوا ارشاد فرمایا کہ پھر قربانی کا جانور بھیج دو اور جس طرح تم ہو (احرام کی حالت میں) آخر تک احرام کی حالت میں باقی رہو (اس لئے کہ تم سائق الہدی ہو بیان کیا کہ حضرت علی رضی نے ایک قربانی کا جانور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا۔

مطابقہ للتحفة للتحفة "فقد ہم علی بسعایتہما" یعنی حضرت علی رضی کا مکہ آنا یہی ہے تھا حضرت علی رضی

تشریحات

ین کے دلی بنا کر میں بھیجے گئے تھے اور وہاں سے حضرت علی رضی نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سینتیس اونٹ لایا تھا اور خود آنحضرتؐ سے تریسٹھ اونٹ ساتھ لائے تھے جو تو اونٹ ہو گئے اور اپنے بچہ اوزلج میں شربانی کی تھی۔

(۲۳۵۶) حد ثنا مسند قال حدثنا بشر بن المفضل عن حميد الكلوب قال حدثنا بكير بن
 ذكر لابن عمر ان النسا حدثهم ان النبي صلى الله عليه وسلم اهل بيعة وحديثه فقال اهل
 النبي صلى الله عليه وسلم بالحب والاهلنا به معه فذنا قد منامكة قال من لم يكن معه هدى
 فليجعلها عمره وكان مع النبي صلى الله عليه وسلم هدى فذنا قد منامكة قال من لم يكن معه هدى
 حاجنا فقال النبي صلى الله عليه وسلم بما اهلت فان معنا اهلك قال اهلت بما اهلت به النبي صلى الله عليه وسلم
 قال فامسك فان معنا هديا.

ترجمہ :- حضرت انس کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اور حج دونوں (یعنی حج قرآن) کا احرام باندھا تھا
 اس پر ابن عمر نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ حج ہی کا احرام باندھا
 تھا پھر جب ہم لوگ مکہ آئے تو حضور ص نے فرمایا جن لوگوں کے ساتھ وہی (قربانی کا جانور) نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ اس کو
 عمرہ گردانے (یعنی اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام بنا لے اور طواف وہی کر کے احرام کھول دے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ساتھ قربانی کا جانور تھا پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حج کا احرام باندھ کر آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا
 کہ کس طرح احرام باندھا ہے؟ ہمارے ساتھ تمہاری اہلیہ (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) بھی ہیں انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس چیز کا احرام باندھا
 ہے جس کا احرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا آپ نے فرمایا پھر اپنے احرام پر تلم نہ ہو کہ ہم ہمارے ساتھ منتر بانی
 کا جانور ہے۔

مطابقتاً للتعمیر فی نقلی "فقدّم علينا علي بن ابی طالب من الیمن"
 تفصیلی بحث کا مقام کتاب الحج ہے۔ - حرف الاحرام

تشریحات

۶۲۴۔ باب غزوة ذی الخلفة

غزوة ذی الخلفة کا بیان

خلفۃ بفتح الخاء واللام والصاد۔ ذوا الخلفۃ ایک بت خانہ (منذر) تھا جو قبیلہ خثعم کے مشرکوں نے یمن میں تیار
 کیا تھا، بعض حضرات نے یہ تفصیل کی ہے کہ گھر یعنی بت خانہ کا نام خلفہ اور بت کا نام ذوا الخلفۃ تھا اس بت خانہ کا ایک نام
 کعبہ بمانیہ رکھا تھا چونکہ یہ بت خانہ یمن میں تھا اور اس کا تیسرا نام کعبہ شامیہ تھا چونکہ اس کا ایک دروازہ شام کی طرف تھا
 پوری تفصیل احادیث تحت الباب میں آ رہی ہے۔

۲۵۷۔ حد ثنا مسند قال حدثنا خالد قال حدثنا بيان عن قيس بن جبرير قال كان بيت ف
 الجاهلية يقال له ذوا الخلفة والكعبة اليمانية والكعبة الشامية وقال لي النبي صلى الله عليه وسلم
 الا تريدني من ذی الخلفة فنشرت في مائة وخمسين ركبا نكسنا وقلنت من وجدنا عندنا
 فاقبت النبي صلى الله عليه وسلم فاخبرته فذنا لانا ولا خمس.

ترجمہ :- حضرت جبریر بن عبد اللہ الجعفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں ایک بت خانہ ذوا الخلفۃ نامی تھا اس کو کعبہ بمانیہ

اور کعبہ شامیہ بھی کہہ جاتا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم مجھے ذوالمخلصہ سے راحت نہیں پہنچاؤ گے؟ (یعنی ذوالمخلصہ کو اگر مجھے قلبی راحت پہنچاؤ، چنانچہ میں نے ڈیڑھ سو سواردوں کے ساتھ سفر کیا پھر میں نے اس کو سمار کر دیا اور اس میں ہم نے جب کو بھی پایا قتل کر دیا پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے ہمارے اور ہمارے خاندان اہلس کے لئے دعا فرمائی۔

تشریح

مطابقتہ للترجمة ظاهرة - والحدیث مضی فی المناقب ۵۳۹ وایضاً مع التخییر ۲۲۲ و۳۳ وھنا فی المغازی ۲۲۲

اس کے بعد والی روایت میں آ رہے ہیں "وكان بیتنا فی ختم" یعنی وہ بت خانہ قبیلہ ختم میں تھا، ختم ہر روزن جعفر بن السار کی طرف منسوب ایک مشہور قبیلہ تھا جس کا نسب نامہ ربیع بن نزار تک جا کر مل جاتا ہے اس لئے کہ قبیلہ قریش مضر بن نزار کی اولاد ہے۔

جریر بن عبد اللہ

حضرت جریر بن عبد اللہ کلبی آسمی رمضان المبارک ۱۱ھ میں مشرف باسلام ہوئے تھے۔ بعض حضرت نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس روز پہلے سلمان ہوئے یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ بخاری شریف جلد اول ص ۲۲۲ پر خود حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ فحجۃ الوداع الخ" اس میں تصریح ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے حجۃ الوداع میں شریک تھے یہ پھر بخاری ثانی ص ۶۳ پر تصریح ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی حجۃ الوداع لجریر الخ یرشدک میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع الخ اور ظاہر ہے حجۃ الوداع ذی الحجہ ۱۱ھ میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی تو صرف چالیس دن پہلے کا قول ان روایات صحیحہ کی بنا پر صحیح نہیں ہے۔

ایک روایت بخاری ص ۱۰۵۲ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک قبیلہ دوس کی عورتیں ذوالمخلصہ بت کے لئے اپنے سر بیوں کو نہ ہلائیں (یعنی ذوالمخلصہ کی پوجا پاٹ نہ کریں) حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ ذوالمخلصہ اور ہے کیونکہ قبیلہ دوس جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ہے اور یہ روایت انی الباب میں جس ذوالمخلصہ بت کا ذکر ہے وہ نبی ختم کاتب ہے اور دونوں میں یوں بعید ہے

۳۵۸ - حدیثنا محمد بن المنذر قال حدیثنا جبیبی قال حدیثنا اسمعیل قال حدیثنا قیس قال قال لی جریر قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا تری حی من ذی الخلیصۃ وكان بیتنا فی ختم لیسبتی کعبۃ الیمانیتۃ فانطلقت فی خمسين وما لئت فاری من احمس وكانوا اصحاب خیل وکنت لا اتمت علی الخیل فضرب فی صدری حتی رایت اشرا بالعبۃ فی صدری وقال اللهم ثبتنا واجلہ ہادیام ہدیانا فانطلق الیہا فکسها وحرقتها ثم بعث الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول جریر والذی بعثک بالحق ماجئتک حتی ترکھا کما نھا جملہ اجرک قال فبارک فی خیل احمس ورجالہا خمس مرات -

ترجمہ :- حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم مجھے راحت نہیں پہنچاؤ گے ذوالمخلصہ (یعنی ذوالمخلصہ کو منہدم کر کے کیوں نہیں ٹھکڑے فکر کر دیتے ہو؟) ذوالمخلصہ قبیلہ ختم کا ایک بت خانہ تھا

جیسے کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا چنانچہ میں تبیلہ اس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ لے کر روانہ ہوا یہ سب گھوڑ سوار تھے مگر میں گھوڑے کی سواری اچھی طرح نہیں کر پاتا تھا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا یہ حال بیان کیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکیرے سینے پر ہارایا یہاں تک کہ میں نے آپ کے انگلیوں کا اثر اپنے سینہ پر دیکھا پھر آپ نے دعا کی کہ اے اللہ اس کو گھوڑے کا اچھا سوار بنا دیجئے اور اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیجئے پھر وہ بیت حناتہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس کو منہدم کر کے اس میں آگ لگا دی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع بھیجی خوشخبری دینے کے لئے، چنانچہ جریر بن جحش کے قتل ہونے کے بعد اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بیعت کیا میں آپ کے پاس اس وقت حاضر نہیں ہوا جب تک وہ (بیت حناتہ) تارش زدہ اونٹ کی طرح دسیا ہوا دوراں نہیں ہو گیا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب کہ وہ بیت حناتہ جل کر سیاہ ہو گیا جیسے تارش والے اونٹ پر قطن نین کو لٹا رہتے ہیں تو کالے کالے دھبے پڑ جاتے ہیں اسی طرح ذی القلصہ جل جہنم کر سیاہ ہو گیا، پھر آنحضرت نے قبیلہ اس کے سواروں اور پیادوں کے لئے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔

تشریحات | ہذا طریق آخر الحدیث المذكور

والحدیث مضی فی الجہاد ص ۲۲۲ وھنا فی المغازی ص ۲۲۲

ہا دیا مہدی یا بعض حضرات کہتے ہیں کہ حدیث میں تقدیم و تاخیر ہے اس لئے کہ کوئی شخص مہدی یعنی ہدایت یاب ہونے کے بعد ہی ہادی بنتا ہے۔ ظر آنکہ خود گم است کرا رہبری کند
دوسرا قول یہ ہے کہ ہا دیا مہدی کے معنی ہیں کاملاً مکملاً

(۳۵۹) حدیثنا یوسف بن موسیٰ قال اخبرنا ابو اسامۃ عن اسمعیل بن خالد عن قیس بن جریر قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تری یعنی من ذی العکصۃ فقلت بلی قال ف خمیین وما استہ فارس من احمس وکانوا اصحاب خیل وکنت لا اتبت علی الغیل فذکرت ذالک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فضرب یدہ علی صدری حتی رایت اشرا یدہ فی صدری وقال اللهم ثبتہ واجعلہ ہادیا مہدی یا قال فما وقعت عن فرس بعد قال وکان ذوالخلصۃ بیتا بالین لختعم وبعیلۃ فیہ نصب تعبد یقال لہ الکعبۃ قال فاتاہا نحرہا بالنار وکسرھا قال ولتقادیم جریر الین کان بہا رجل یتقتسم بالارام فقیل لہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھمنا فان قدر علیک ضرب عنقک قال فبیتا ہر یضرب بہا اذ وقع علیہ جریر فقال لتکبرنما ولتشهدن ان لا الہ الا اللہ اولاً ضربت عنقک قال فکسرھا وشہدتم ثبوت جریر رجلا من احمس بکتی ابالہطاکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا رسول اللہ والذی عنک بالحق ما جئت حتی ترکنہا کانتما حمل امرئ قال فبرکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی خیل احمس ذی جانہا خمس مرات

ترجمہ:۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم مجھے ذوالخلصہ کے بے فکر نہیں کر دے؟ یعنی ذوالخلصہ کو منہدم کر کے مجھ کو مطمئن دینے فکر کر دو، تو میں نے عرض کیا کیوں نہیں

ضرورت کی تعمیل کر دینا، چنانچہ قیداً اہل حق کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ لیکر میں روانہ ہوا وہ لوگ اچھے گھوڑوں پر تھے لیکن میں اچھی طرح سواری نہیں کر پاتا تھا چنانچہ میں نے اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے اپنا نام لے کر میرے سینہ پر مارا جس کا اثر میں نے اپنے سینہ میں دیکھا اور اٹھنے والے دن اس کے اثر سے اچھا سواری بن گیا اور ہدایت یافتہ راہی بنا سے جو ریل نے بیان کیا کہ پھر اس کے بعد میں کسی بھی گھوڑے سے نہیں گرا دی نہ بیان کیا کہ وہ اٹھنے میں ایک بھانجنا تھا قیداً عزم اور بیکار کا اس بھانجنا میں بہت تھے جس کی پوجا کی جاتی تھی اور اس بت خانہ کو کعبہ کہتے تھے راہی نے بیان کیا کہ پھر میری زبان سے اہل حق کی آواز اور ہنرمند کر دیا راہی نے بیان کیا کہ جب جبر میں پہنچے تو وہاں ایک شخص تھا جو تیروں سے فل کلا کرتا تھا اس کے پاس کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرستادہ بیان آگئے ہیں اگر انہوں نے تمہیں پایا تو تمہاری گردن مار دیں گے راہی نے بیان کیا کہ اہل حق وہ دینوں سے خان کمال ہی رہا تھا کہ جبر میں اس کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا کہ اہل حق اس تیر کو تو فرما کر لا الہ الا اللہ بڑھ لے روز میں تیری گردن مار دوں گا راہی نے بیان کیا کہ اس شخص نے اس تیر کو توڑ دیا اور کلابانی کا اقرار کیا یعنی ظہر کربلا مان ہو گیا، اس کے بعد جبر میں پہنچے قیداً اہل حق کے ایک صحابی کو جن کی کنیت ابو اوطاۃ رضی اللہ عنہ تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ آپ کو اس کی بشارت دیدے جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو عرض کیا یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ معوجت کیا ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اس وقت تک نہیں چلا جب تک اس بھانجنا کو خارش زدہ اونٹ کی طرح جلا کر یاہ نہیں کر دیا بیان کیا کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیداً اہل حق کے سواروں اور پیادوں کے لئے پانچ تیر تیرت کی دعا فرمائی

هذا طریق آخر وللحديث السابق

تشریحات

والحدیث معنی فی الجہاد ص ۲۲۷ وھنا فی المغازی ص ۱۲۳

ظاہر ہے کہ حضرت جبر میں جب وہ اٹھنے کو توڑ پھوڑ اور جلا کر فارغ ہو گئے اور ابو اوطاۃ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بشارت سننے کے لئے بھیجا اور خود کین ہی میں دوسری جگہ تشریف لے گئے جہاں ایک شخص یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تقسیم اور دوسرے اخبار کا حال نکالا کرتا تھا۔

استقسام بالازلام استقسام کے معنی ہیں تقسیم چاہنا تقسیم کرنا اور ازالہ زلم کی جگہ ہے ذلم اس تیر کو کہتے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں قسمت آزمائی، قرعہ اندازی اور فال نکالنے کے لئے مقرر تھے جسکی مختلف صورتیں تھیں غالب صورت یہ تھی کہ دس عدد تیروں میں سے سات عدد تیروں میں سے ہوتے تھے اور تین تیروں کو خالی اور سادہ رکھتے تھے۔

اب اگر قسمت آزمائی اور قرعہ اندازی مقصود ہوتی تو سات تیروں میں کسی پر کو کسی برتین حصوں کے نشانات لکھ دیتے اور سب کو کرکش میں ڈال دیتے پھر جب دس آدمی کی شرکت میں اونٹ ذبح کرتے تو چاہیے تو یہ تھا کہ دس حصے برابر تقسیم کرتے لیکن یہ شرکین تھا جو ان کی طرح قسمت آزمائی کرتے تیروں کے ذریعہ جس کے نام دو تین نکلتا دے لیتا لیکن سادہ تیر والے حصہ سے محروم ہو جاتے اسلام نے رکھ دیا کہ یہ قمار جو ہے اور حرام ہے۔ نیز سفر میں جانے کے لئے یا کسی اور کام کے مفید و ضرر ہونا معلوم کرنے کے لئے دس تیروں میں سے سات تیر منتخب کرتے اور بعض پر رقم دیکھتی ہاں، اور بعض پر لا (یعنی نہیں) لکھ دیتے اور یہ سادہ تیر خانہ کعبہ کے قدام کے پاس رہتے پھر جب کسی کو سفر کے کرنے یا نہ کرنے یا کسی اور کام کے مفید و غیر مفید کے متعلق معلوم کرنا ہوتا تو قدام کعبہ کے پاس جلتے وہ کرکش کو خوب ہلکا کر ایک تیر نکالتا تو اگر نعم نکلتا تو وہ کام کرتا اور گھٹتا کہ یہ سفر یا یہ کام کرنا مفید ہے۔

لیکن اگر کسی کے لئے لاکھ آتا تو وہ شخص سفر یا کام ملتوی کر دیتا۔ اسلام نے ان حرکتوں کو حرام اور فسق قرار دیا کہ یہ بھی واقعی شمار و جوا ہے نیز اس حکم میں موجودہ دور کے لاٹری ہیں اور ناجائز و حرام ہیں تیر ہاتھوں کی بیکر و نقوش سے سال وغیرہ سب ناجائز ہے۔

۶۲۵ - باب غزوة ذات السلاسل وهي غزوة لخم و جذام قاله اسمعيل بن ابي خالد وقال ابن اسحق عن يزيد عن عروة هي بلاد بني وعذرة وبنی القین -

غزوة ذات السلاسل کا بیان

اور یہ وہ غزوہ ہے جو قبیلہ لخم و جذام کے ساتھ ہمیش آیا تھا اس کو خالد بن اسمعیل نے بیان کیا ہے اور ابن اسحاق نے یزید سے انہوں نے عروہ بن زبیر سے بیان کیا کہ یہ غزوہ قبیلہ بلی، عذرة اور بنی القین کا ہے۔

قبیلہ بلی (بفتح الباء) اور عذرة (بضم العین) اور بنی القین یہ تینوں قبائل قبیلہ قضاعہ کی شاخ ہیں۔

تشریحات

وجہ تسمیہ علامہ مینی نے وجہ تسمیہ کے سلسلے میں دو قول نقل کیا ہے۔ ۱۔ سلسلہ کے لغوی معنی زنجیر کے ہیں تو چونکہ مشرکوں نے ہم کو لڑنے کے لئے بعض کو بعض کے ساتھ زنجیروں سے باندھ دیا تھا تاکہ کوئی اگر بھاگ چاہے تو بھاگ نہ سکے اس لئے اس کو غزوہ سلاسل کہتے ہیں۔

۲۔ سلاسل اور سلسل کے ایک معنی لغت میں خوشگوار پانی کے ہیں تو ذات السلاسل پانی کا ایک چشمہ تھا جہاں یہ غزوہ ہوا اس لئے اس چشمہ کی طرف نسبت کر کے غزوہ ذات السلاسل نام ہوا۔

غزوة ذات السلاسل

ماہ جمادی الثانیہ ۳۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ بنی قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ پر حملہ کارا رہ رہتی ہے اس لئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکونی کے لئے حضرت عمرو بن العاصؓ کو ایک سفید چمندا دے کر ذات السلاسل کی طرف روانہ کیا یہ مقام وادی القرئی کے آگے مدینہ منورہ سے دس منزل پر واقع ہے بنی سوادری اور تیس گھوڑے ان کے ساتھ گئے جب اس مقام کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ کافروں کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے توقف کیا اور رافع بن مکیتؓ ابوبنیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج کر مزید امداد طلب کی آنحضرت نے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراحؓ کو دو سو آدمیوں کے ساتھ روانہ فرمایا جن میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید فرمائی کہ عمرو بن العاص سے مل کر کام کرنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا جب حضرت ابو عبیدہؓ وہاں پہنچے اور نماز کا وقت آیا تو ابو عبیدہؓ نے امامت کرنی چاہی عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ امیر لشکر تو میں ہوں آپ لوگ میری مدد کے لئے آئے ہیں ابو عبیدہؓ نے کہا تم اپنی جماعت کے امیر ہو اور میں اپنی جماعت کا امیر ہوں اگر مجھے مقصد ایک ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری جماعت کا صلحہ چمندا دیا ہے عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ امیر جماعت میں ہوں اس کے بعد ابو عبیدہؓ نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت مجھ کو حکم دیا تھا کہ اتفاق سے رہنا اختلاف نہ کرنا اس لئے میں تمہاری اطاعت کروں گا اگرچہ تم میری مخالفت کرو اس طرح ابو عبیدہؓ نے عمرو بن العاصؓ کی امامت اور

امارت کو تسلیم کر لیا چنانچہ عمرو بن العاص امانت کرتے تھے اور ابو عبیدہ ان کی اقتدا کرتے تھے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ ابو عبیدہ ہزیم طبیعت کے آدمی تھے نہ دنیا کی رغبت تھی اور نہ امارت کے خواہشمند اس لئے انہوں نے زیادہ کاوش نہ کی۔ بلاخر سب مل کر قبیلہ بنی قضاہ میں پہنچے اور ان پر حملہ کیا کفار مرعوب ہو کر بھاگ اٹھے اور منتشر ہو گئے اس کے بعد صحابہ نے خوف بن مالک اعمش کو خبر دے کر مدینہ روانہ کیا۔

عمرو بن العاص نے غلبہ کے بعد کچھ روز وہاں قیام کیا اور مختلف اطراف و جوانب میں سواروں کو سمجھا دیا اور بکریاں پکڑ کر لانے اور مسلمان ان کو پکا کر کھاتے۔

اسی سفر میں ایک اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ عمرو بن العاص کو احتلام ہو گیا سردی کی شدت تھی اس لئے عمرو بن العاص نے غسل نہ کیا اور تیمم کر کے صبح کی نماز پڑھائی جب اس واقعہ کا تذکرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تو آپ نے فرمایا یا عمرو تم نے جنابت کی حالت میں امانت کی اور نماز پڑھائی؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ جان کا خطو تھا اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے لا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیماً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور ان سے کچھ نہیں کہا۔

نوٹ: حضرت عمرو بن العاص غزوہ خیبر کے بعد یعنی ۶ سے ۷ میں یا صفر ۶ میں مشرف باسلام ہوئے اس لئے ممکن ہے کہ جدید الاسلام ہونے کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیف قلب کی خاطر کچھ نہ کہا اور نہ ایسے موقع پر حضرت ابو بکر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو امام بنا دینا مناسب تھا۔ واللہ اعلم۔

۳۶۰ - حدثنا اسحق قال حدثنا خالد بن عبد الله من خاليد الحداد عن ابي معمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث عمرو بن العاص على جيش ذات السلاسل قال فاتيته فقلت ابي الناس يحبونك قال ما شئت قلت من الرجال قال ابوها قلت ثم من قال عمر فعدت رجالا ففسكت مخالفة ان يجعلني في ابرهم ترجمه: ابو عثمان (بہذی) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص کو غزوہ ذات السلاسل کے لشکر پر امیر بنا کر بھیجا عمرو بن العاص نے بیان کیا کہ (غزوہ سے واپس آ کر) میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے حضور اقدس سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا "عائشہ" میں نے عرض کیا اور مردوں میں؟ فرمایا اس کے والد (یعنی ابو بکر) میں نے پوچھا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا عمرؓ چنانچہ آپ نے کئی اصحاب کے نام لئے تو میں خاموش ہو گیا اس خوف سے کہ کہیں آپ مجھ کو سب سے آخر میں نہ کر دیں۔

تشریحات مطابقتاً للترجمۃ فی قولہ "بعث عمرو بن العاص على جيش ذات السلاسل" ففسکت بمخالفة بیئسکت بقصدی التاء الملکوم ہو عمرو بن العاص و فی ہذا الحدیث جواز تائید المفضول الخ (عمرہ ص ۳۱۰) یعنی اس حدیث سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی امانت جائز و درست ہے کیونکہ حضرت عائشہ اور حضرت ابو عبیدہ حضرت عمرو بن العاص سے بلاشبہ افضل تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت عمرو بن العاص حرب و جنگ کے فن سے زیادہ واقف تھے اس لئے انھوں نے امیر لشکر بنایا اور معلوم ہے کہ جزوی فضیلت سے کلی فضیلت ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔

۶۲۵ - باب ذهاب جریر الی الیمن

حضرت جریر بن عبد اللہ انجلی رضی اللہ عنہما میں کی طرف جانا۔

ملوک یمن میں سے دوسرا دیکھے ذوالکلاع حمیری اور ذومرد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج الوداع سے فراغت کے بعد حضرت جریر بن عبد اللہ انجلیؓ کو ذوالکلاع اور ذومرد کے پاس اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے بھیجا۔

ظاہر اور صریح قول یہی ہے کہ حضرت جریرؓ کا یہ دوسرا سفر ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: "انہ غیرہ" یعنی حضرت جریرؓ کا ایک سفر ذوالکلاع تھا، اس کا شمار کرنے کے لئے تھا اور یہ سفر ذوالکلاع اور ذومرد کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے تھا۔

حضرت جریرؓ کی دعوت پر وہ دونوں مسلمان ہو گئے اور جریرؓ ابھی یمن ہی میں تھے کہ خاتم الانبیاء اور المرسلین حضور اقدس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ان دونوں (ذوالکلاع اور ذومرد) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت نہیں پائی اگرچہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہی میں ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے چلے لیکن راستہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر واپس لوٹ گئے بعد میں حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ تشریف لائے۔

ماذقہ مستقلیٰ "ابن عساکر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت جریرؓ نے جب ذوالکلاع کو اسلام کی دعوت دی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت سنائی تو انہوں نے کہا کہ تم ام شریمل (میری زوجہ) سے ملو اور ذوالکلاع کی کنیت ابو شریمل تھی اور ام شریمل اس کی زوجہ تھی حضرت جریرؓ اس سے ملے تو ذوالکلاع اور ان کی زوجہ ام شریمل دونوں مسلمان ہو گئے۔

ہائی تفصیل روایت مانی الہاب میں آ رہی ہے۔

۳۶۱ - حدثني عبد الله بن أبي شيبَةَ العَبْسِيُّ قال حدثنا ابن ادریس من اسعید بن ابي خالد عن قيس من جرير قال كنت باليمن فلقيت رجلين من اهل اليمن ذاكلاع و ذاعمر و فاجعلت اهدوهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له ذومر و لكن كان الذي تذكر من امر صاحبك لقد مر على اجدله منذ ثلث و اقبلا معي حتى اذ الكنا في بعض الطريق رجع لنا ركبت من قبيل المدينة فسالناهم فقالوا قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم و استخلف ابو بكر و الناس صالحون فقالوا لا خير صاحبك انا قد جئنا و لعنا سنعود ان شاء الله و رجعا الى اليمن فاهربك ابا بكر يحد يثهم قال اذ اجئت بهم فلما كان بعد قال لي ذومر و يا جرير ان بك علي كرامة و اني مخبرك خبرا انكم معشر العرب لن تزالوا غير ما كنتم اذا هلك اميرت امرتن في اخر فاذا كانت بالسيف كانوا ملوكا يفضبون غضب الملوك و يرضون رضی للملوك .

ترجمہ: حضرت جریر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں یمن میں تھا تو اہل یمن کے دو افراد ذوالکلاع

اور ذومرد سے میری ملاقات ہوئی تو میں ان لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں بیان کرنے لگا اس پر ذومرد نے حیرت جبر سے کہا اگر تمہارے صاحب (یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) وہی ہیں جن کا تم ذکر کر رہے ہو تو ان کی وفات پر تین دن کی مدت گذر چکی ہے اور وہ دونوں میرے ساتھ ہی (مدینہ کی طرف) چل رہے تھے ہلوگ راستے ہی میں سنبھل گئے کہ مدینہ کی طرف سے آتے ہوئے چند سوار دکھائی دیئے ہم نے ان سے پوچھا تو ان لوگوں نے تصدیق کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور حضرت ابو بکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے ہیں اور لوگ صالح یعنی راضی ہیں پھر ان دونوں (ذوالکلاع اور ذومرد) نے کہا کہ اپنے صاحب (یعنی ابو بکرؓ) سے کہنا کہ ہم آئے تھے اور امید ہے کہ انشاء اللہ ہم پھر مدینہ آئیں گے اور (یہ کہہ کر) دونوں بین کی طرف واپس لوٹ گئے پھر میں نے حضرت ابو بکرؓ کو ان کی باتوں کی اطلاع دی تو ابو بکرؓ نے فرمایا "پھر انہیں اپنے ساتھ کیوں نہیں لائے؟" پھر ایک عرصہ کے بعد (فاروقی اعظمؓ کے عہد خلافت میں) ذومرد نے مجھ سے کہا ہے جبر تہارا مجھ پر احسان ہے اور میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں کہ تم اہل عرب اس وقت تک خیر و بھلائی کے ساتھ رہو گے جب تک تم اس طرز عمل پر رہو گے کہ جب کوئی امیر وفات پا جائے گا تو تم دوسرے امیر کے بارے میں مشورہ کرتے رہو گے (یعنی باہمی مشورہ سے دوسرے امیر کا انتخاب کرو گے) لیکن جب امارت تلوار سے ہوگی (یعنی بلا مشورہ) تو جبر سے امیر بننے لگے گا) تو وہ لوگ بادشاہ بن جائیں گے (یعنی امارت و خلافت ملوکیت میں تبدیل ہو جائیگی) بادشاہوں کی طرح غصہ ہو کر میں گئے اور بادشاہوں کی طرح خوش ہو کر میں گئے (مطلب یہ ہے کہ بات بات پر خوش اور بات بات پر ناخوش ہو جائیں گے ان کے نزدیک شریعت اور خلفائے راشدین کے طور طریقے کی پابندی نہ ہوگی) وہی بات پر خوش ہو جائیں گے اور انعام دیں گے اور سبھی معمولی بات پر ناراض ہوں گے تو ماریں گے یا قتل کروا دیں گے۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمہ "كنت باليمن فلقبت رجلین من اهل اليمن"

بعض نسخوں میں بجائے كنت باليمن کے كنت بالبحر ہے کافی الحاشیہ والیضاعده القاری۔

اس صورت میں ترجمہ اس طرح ہو گا، حضرت جبریرؓ نے بیان کیا کہ (یمن سے واپس میں مدینہ آنے کے لئے) میں بحری راستے سے سفر کر رہا تھا۔ الخ

ذومرد نے جو جبریرؓ سے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو تین روز ہو رہا ہے وہ کہاں سے اور کس طرح معلوم کیا؟ اس کے جوابات مختلف ہیں۔

۱۔ ذومرد یعنی تھا اور یمن میں یہو و بکثرت رہتے تھے اور کتاب توراہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات و اوصاف اہل یمن کو سناتے رہتے تھے اس لئے ممکن ہے کہ آنحضرت کے آخری حالات سے اس نے یہ خبر دی۔

۲۔ ممکن ہے کہ ذومرد پہلے کاہن تھا۔ احتمال ہے کہ کسی راہی مسافر سے ذومرد کو معلوم ہوا ہو۔ ان تینوں صورتوں میں کوئی صورت یقینی نہیں تھی اس لئے یقین تو کاروان مدینہ کی خبر کے بعد ہوا۔

یہ ذومرد کی مذکورہ نصیحت سے اہل الرائے کے مشورے کی ضرورت و اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے اور ذومرد کی یہ نصیحت احادیث کثیرہ اور تجربات سے صحیح ثابت ہوئی کہ اہم معاملات میں مشورہ ضروری ہے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے تک خلافت و امارت کی بنیاد امر ہمہ شورلی بینہم پر رہی پھر جب ملوکیت

آئی تو انجام معلوم و ظاہر ہے۔ واللہ اعلم

۶۲۵ - باب غزوة سيف البحر و يلقون غير القریش و اميرهم ابو عبيدة -

غزوة سيف البحر کا بیان اور یہ سر یہ قریش کے قافلہ تجارت کی گھات (انتظار) میں تھا اور ان کے امیر ابو عبیدہ بن الجراح تھے۔

غزوة سے مراد سر یہ ہے کیونکہ اس غزوة میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہ تھے۔
سيف کسرا سین کے معنی کنارہ کے ہیں سيف البحر سمندر کا کنارہ۔

تشریحات

چونکہ یہ سر یہ مدینہ سے پانچ منزل پر سيف البحر یعنی ساحل بحر قبیلہ جہینہ کی طرف بھیجا گیا تھا اس لئے اس کا نام غزوة سيف البحر پڑا۔

وجہ تسمیہ

اور اس سر یہ کو سر یہ الخبط بھی کہتے ہیں اس لئے کہ خبط کے معنی لغت میں پتے جھاڑنے کے ہیں تو چونکہ اس سفر میں شدید بھوک پر اصحاب نے درختوں کی پتیاں کھائی تھیں اس لئے اس کو سر یہ خبط بھی کہا جاتا ہے۔

غزوة ذات السلاسل کے بعد ماہ رجب ۳ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو تین سو مہاجرین و انصار پر امیر مقرر کر کے سيف البحر قبیلہ جہینہ

پر بضم الیم فتح ہائے ہوز کی طرف روانہ کیا اس لشکر میں حضرت عمر بن الخطابؓ اور جابر بن عبد اللہؓ بھی تھے اور چلتے وقت تو مشہ کے لئے آنحضرتؐ نے ایک تھیلہ کھجوروں کا رحمت فرمایا۔

جب وہ کھجوریں ختم ہو گئیں اور لشکر کے پاس کی کھجوریں بھی ختم ہو گئیں تو کھجوروں کی گھٹلیاں چوس چوس کر پانی پی پی کر دن گزارے پھر شدتِ فاقہ کے مارے درختوں کے پتے جھاڑ کر پانی میں تر کر کے کھانے لگے بالآخر ایک روز دریا کے کنارہ پہنچے اور بھوک سے بے چین و بے تاب تھے یکا یک ایک مہیبی عنایت کا کرشمہ ظاہر ہوا کہ دریا نے اپنے اندر سے ایک بہت بڑی مچھلی باہر نکالی جس سے تمام لشکر نے اشارہ دن تک کھایا، صحابہ کہتے ہیں کہ اسے کھا کر ہمارے جسم توانا اور مندرست ہو گئے اس مچھلی کا نام منبر تھا عذراہ ایک میل کے برابر بگڑا کاٹ لیتے تھے اور کھاتے تھے، اس کے بعد ابو عبیدہ نے اس منبر مچھلی کی پھلیوں میں سے دو بڑی کو کھڑا کیا اور سب سے بچے اونٹ پر سب سے زیادہ لمبا آدمی چن کر سوار کیا اور اس کے نیچے سے جانے کے لئے کہا تو چلا گیا اور سوار کا سر بھی اس بڑی سے نہ لگا۔ جب مدینہ منورہ واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کی طرف سے رزق تھا جو اس نے تمہارے لئے بھیجا تھا اگر اس میں کا کچھ گوشت باقی ہو تو لاؤ چنانچہ اس میں گا گوشت آپ کے سامنے لایا گیا اور آپ نے اس میں سے تناول فرمایا اور اس سفر میں قتال کی نوبت نہیں آئی لشکر اسلام بلا کسی قتال کے مدینہ منورہ واپس ہوا۔

۳۶۲ - حدثنا اسمعيل قال حدثني مالك عن وهيب بن كيسان عن جابر بن عبد الله انه قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم بعثاً قبل الشاهل وأمر عليهم اباعبيدة بن الجراح وهم ثلث مائة فخرجنا فلما بعض الطريق فبني الزاد فأمر ابو عبيدة بآزواد الجيبي فجميع فكان مزودى كثير فكان يقوتنا كل يوم قليل قليل حتى فني فلم يكن

بِصَيْبِنَا الْاَثَرَةَ تَمْرَةً فَفَلَّتْ مَا تَغْنِي عَنْكُمْ تَمْرَةٌ فَقَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقَدْ هَاجِمِينَ
فَنَبَيْتْ ثُمَّ انْتَهَيْتُنَا إِلَى الْبَحْرِ فَادْحَوْكُ مِثْلُ النَّظْرِبِ فَأَكَلَ مِنْهَا الْقَوْمُ ثَمَانِ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ
أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضَلْعَيْنِ مِنْ أَمْثَلَاغِهِ فَنُوسِبَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَأْسِلَةٍ فَرَجَلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ
تُصِبْهُمَا.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل سمندر کی طرف ایک لشکر بھیجا
اور ان لوگوں کا امیر ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو بنایا اور وہ لوگ تین سو آدمی شریک تھے چنانچہ ہم مدینہ سے روانہ ہوئے
اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ زوراء ختم ہو گیا پھر ابو عبیدہؓ نے لشکر کے زاد راہ (یعنی انفرادی طور پر جس کے پاس جو
زاد راہ تھا) جمع کرنے کا حکم دیا اور جمع کیا گیا تو دو تھیلے کھجوروں کے جمع ہو گئے اب ہمیں ہر روز تھوڑا تھوڑا کھانے
کو دیتے تھے بالآخر یہ بھی ختم کے قریب ہوا تو ہمارے حصے میں صرف ایک ایک کھجور آتی تھی (دہب بن کیسان کہتے
ہیں کہ) میں نے جابرؓ سے پوچھا کہ ایک کھجور تمہارے بھوک کو کیا دفع کرتی ہوگی؟ جاب نے فرمایا بلاشبہ ہم نے پایا اس کے
فقدان کو مؤثر (یعنی ہمیں اس ایک کھجور کی قدر اس وقت محسوس ہوئی جب کھجور بالکل ہی ختم ہو گئی ایک بھی نہ رہی)
پھر ہم سمندر کے کنارے پہنچے تو دیکھا کہ بڑے ٹیلے کی طرح ایک مچھلی ہے اس مچھلی کو سارا لشکر اٹھارہ راتوں تک
کھاتا رہا بعد میں ابو عبیدہؓ کے حکم سے اس کے پسلیوں کی دو ہڈیاں کھڑکی کی گئیں اور ایک سواری کا کجاوہ کسا گیا اور
وہ اس کے نیچے سے گزاری گئی اور ہڈیوں کو بالکل نہیں لگا۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الساحل"
یقوتنا ازقات یلوت تو تا خوراک دینا یعنی ہلوگوں کو ہر روز خوراک دیتے تھے تھوڑا تھوڑا۔
مثل النظر بفتح الظار الجمجمة وکسر الراء چھوٹی پہاڑی بڑا ٹیلہ۔ ما تغنی عنکم تمرۃ۔ ایک کھجور تمہارے بھوک
کو کیا دفع کرتی ہوگی؟ یعنی ایک کھجور سے کیا ہوتا ہوگا؟ ایک روایت میں ہے ففلت کیف کنتم تصنعون بہا
دفع (یعنی میں نے کہا ایک کھجور کو تم کیا کرتے تھے؟ کہا ہم اس کو چوستے تھے جیسے بچہ پستان چوستا ہے پھر ہم اس کو چوس
لینے کے بعد پانی پیتے تھے۔ بہر حال حتی تعالیٰ نے مجاہد بن بندوں کے لئے بے شان و گمان رزق کا سامان مہیا
فرمایا حتی ہے "ویرزقہ من حیث لا یحتسب"

۳۶۳۔ حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفین بن خالد قال قال عبد اللہ بن عمرو بن
دینار قال سمعت جابر بن عبد اللہ یقول بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ثلث مائۃ راكب امیرنا ابو عبیدة بن الجراح نوصد غیر قریشی فاقمنا بالساحل نصف
شہر فاصابنا جوع شدید حتى اكلنا الخبث فسمی ذالک الجیش جیش الخبث فالتی
لنا البحر وابتدأ یقال لها العنبر فاكلنا منه نصف شہر وادھنا من وذكہ حتی ثابت
الینا اجسامنا فاخذ ابو عبیدة ضلعاً من اعضائه فنصبہ فعمد الی امرئ رجل معہ قال
سفلین مرۃ ضلعاً من امثلاغہ فنصبہ واخذ رجلاً وبعیراً فمر تحتہ قال جابر وكان رجلاً

مِنَ الْقَوْمِ نَحَرْتُمْ جَزَائِرْتُمْ نَحَرْتُمْ جَزَائِرْتُمْ إِنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ نَهَا
وَكَانَ عَمْرُو يَقُولُ أَخْبَرَنَا ابْنُ صَالِحٍ أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ لَا بَيْهَ كُنْتُ فِي الْجَيْشِ فَجَاعُوا
قَالَ نَحَرْنَا نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوا قَالَ نَحَرْنَا نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوا قَالَ نَحَرْنَا نَحَرْتُ قَالَ
ثُمَّ جَاعُوا قَالَ نَحَرْنَا نَحَرْتُ -

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تین سو سواروں کے ساتھ
بھیجا اور ہمارے امیر ابو عبیدہ بن الجراح تھے تاکہ ہم قریش کے قافلہ کی گھات میں رہیں چنانچہ ہم لوگ ساحل سمندر
پر بندرہ دن تک پڑاؤ ڈالے رہے ہمیں (اس سفر میں) سخت بھوک و فاقہ کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ ہم نے
درختوں کے پتے کھائے اسی لئے اس لشکر (سریہ) کا نام سریہ الجبظ پڑ گیا پھر سمندر نے ہمارے لئے ایک چوپایہ
(یعنی مچھلی) ساحل پر پھینکا جس کو غنیمت کہا جاتا تھا ہم نے اس مچھلی کو بندرہ دن کھایا اور اس کی چربی کو تیل کے طور
پر (اپنے جسموں پر) ملا یہاں تک کہ ہمارے جسم ہماری طرف لوٹ آئے (یعنی ہمارے جسموں کی سابقہ طاقت و قوت
لوٹ آئی) بعد میں ابو عبیدہؓ نے اس کی ایک پسلی لے کر کھڑی کی پھر اپنے ساتھیوں میں سے سب سے لمبے شخص کا قصد
کیا یعنی اس کے نیچے سے گزارا، سفیان نے ایک مرتبہ اس طرح بیان کیا ضلعاً من اضلاعہ فنصبہ الخ یعنی
اس پسلیوں میں سے ایک پسلی لے کر کھڑی کی اور ایک شخص کو سواری پر سوار کر لیا وہ سوار اس کے نیچے سے نکل گیا۔
جابرؓ نے بیان کیا کہ لشکر کے ایک شخص نے پہلے تین اونٹ ذبح کئے پھر تین اونٹ ذبح کئے پھر تین اونٹ (تیسری
مرتبہ) ذبح کئے تو ابو عبیدہؓ (امیر لشکر) نے انہیں روک دیا (چونکہ شدت بھوک اور کثرت فاقہ کی وجہ سے سواری کے
اونٹوں کو یا قلت سرمایہ کے وقت اونٹوں کو خرید کر ذبح کئے جا رہے تھے اگر سب اونٹ ذبح کر دیئے جاتے تو سفر
میں انتہائی دشواری ہوتی) اور عمرو بن دینار بیان کرتے تھے کہ ہم سے ابوصالح نے بیان کیا کہ قیس بن سعدؓ نے (واپس
آکر) اپنے والد (حضرت سعد بن عبادہؓ) سے کہا کہ میں بھی لشکر میں تھا سو جب لوگوں کو بھوک لگی تو ابو عبیدہؓ نے کہا کہ
اونٹ ذبح کرو قیس بن سعد نے کہا کہ میں نے ذبح کر دیا پھر لوگوں کو بھوک لگی تو انہوں نے کہا کہ اونٹ ذبح کرو میں
نے ذبح کیا پھر بھوک کے ہوئے تو کہا کہ اونٹ ذبح کرو بیان کیا کہ میں نے ذبح کیا بیان کیا کہ پھر لوگوں کو بھوک لگی اور ذبح
کے لئے بیان کیا کہ اس جو کھتی مرتبہ میں نے کہا کہ امیر لشکر کی طرف سے مجھے منع کر دیا گیا۔

تشریحات | ہذا طریق آخر میں حدیث جابر بن عبد اللہ رضی

ثلاث ماثة بعثنا سے بدل ہونے کی بنا پر ثلاث منصوب ہے۔ فا کلنا منہ نصف
شہر الخ ہم نے اس مچھلی کو نصف مہینہ یعنی پندرہ دن کھایا حالانکہ سابقہ روایت ۳۶۲ سے معلوم ہوا تھا کہ
اس مچھلی کو سارے لشکر اٹھارہ دن تک کھاتے رہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اکثر میں اصل کی نفی نہیں ہوتی۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ جس نے کھانے کے پورے ایام کو ذکر کیا اس نے اٹھارہ دن کہا اور جس نے کسر کو چھوڑ دیا اس
نے نصف شہر یعنی پندرہ دن کہا۔ تیسرا جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ ہر ایک نے اپنے علم کے مطابق کہا واللہ اعلم، علامہ
قسطلانیؒ لکھتے ہیں اس منبر مچھلی کی کھال سے ڈھال بنایا جاتا تھا۔ ینخذ من جلدھا الاتراس (قسطلانی مشیہ)

قیس بن سعد

قیس بن سعد اور ان کے والد سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما اکابر انصار میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور ہمارے گھر تشریف لائے واپسی کے لئے حضرت سعد بن عبادہ نے دراز گوش پیش کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے اور حضرت سعد نے کہا اے قیس حضور کی ہر کاری میں جاؤ۔ قیس کہتے ہیں کہ حضور اکرم نے مجھ سے فرمایا اے قیس سوار ہو جائیں نے ادب کی خاطر انکار کیا آپ نے فرمایا یا تو تم سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ (مدارج النبوت)

حضرت قیس بن سعد انصاری خزرجی فضلاء صحابہ میں سے تھے حروب و جنگ سے واقف کار اور اپنے قبیلہ کے معزز تھے حضرت علیؓ کے دور خلافت میں مصر کے حاکم ہوئے اور ۳۶ھ میں سرانے فانی سے دار بقا کو تشریف لے گئے۔ وکان قیس بن سعد و عبد اللہ بن زبیر و بشر بن ربع القاضی و الاحنف لیس فی وجوہہم شعر و لا لاحدہم لحيۃ وکان قیس مع ذالک جمیلاً (الکامل فی اسماء الرجال لصاحب مشکوٰۃ) یعنی ان حضرات کے چہرے پر بال نہیں نکلے تھے صحابہ میں قیس بن سعد قاضی شریح اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو ڈاڑھیوں نہ نکلی تھیں (اصح السیرۃ ۲۸)

اتفاق سے ہمارے صوبہ بہار اور اڑیسہ کے قاضی شریعت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی بھی بے ڈاڑھی اور حسین ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے کہ صوبہ بہار کو ان کی علمی ذکاوت و خدائی صلاحیت اور لسانی خطابت پر فخر ہے۔

مسائل

یہ ساری بات پر حجت ہے کہ شہر حرام میں قتال جائز ہے اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میں یہ ساریہ بھیجا۔

دویم اس میں یہ دلیل ہے کہ دریا کی مچھلی گو وہ مردہ ہو حلال ہے کیونکہ گو صحابہؓ نے مجبوری کی حالت میں کھایا لیکن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے بغیر مجبوری کے کھایا۔

مسئلہ طانی | سمک طانی یعنی طانی مچھلی کی حرمت و حلت میں اختلاف ہے۔

طانی اس مچھلی کو کہتے ہیں جو پانی میں بغیر کسی خارجی سبب کے طبعی موت مر کر اٹھی ہوگی۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک طانی حرام ہے اور یہی منقول ہے حضرت علیؓ، ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم سے اور یہی مسلک ہے ابراہیم نخعی، شعبی اور سعید بن مسیب رحمہم اللہ کا۔

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک طانی حلال ہے یہ حضرات اس حدیث عنبر سے استدلال کرتے ہیں کہ عنبر مچھلی صحابہ کرام کو مری ہوئی ملی تھی جس کو سمندر نے پھینک دی تھی۔

لیکن اس حدیث سے طانی مچھلی کی حلت پر استدلال درست نہیں اس لئے کہ حدیث شریف میں اس عنبر کے طانی ہونے کی تصریح نہیں ہے کیونکہ طانی تو وہ مچھلی ہے جو کسی خارجی سبب کے بغیر خود بخود سمندر و دریا میں مرجائے اور اٹھی ہو جائے یہاں تو یہ احتمال ہے کہ تلاطم امواج نے مچھلی کو کنارے پھینک دی اور پانی کے فی الفور در چلے جانے کی وجہ سے مچھلی کنارے پر مری گئی ایسی مچھلی ہرگز طانی نہیں ہے اور بلاشبہ حلال ہے ہاں اگر کوئی مچھلی اندرون دریا مر کر کھس جائے، الٹ جائے تو طانی ہے اور حرام ہے۔ تفصیل اپنے مقام کتاب الاطعمہ میں آئیگی۔ انشاء اللہ

۳۶۲ - حدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ عَنِ ابْنِ جَرِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ غَزَوْنا جَيْشَ الْخَبِطِ وَأَمَرَ عَلَيْنَا أَبُو عُبَيْدَةَ فَجَعَلْنَا جَوْعًا شَدِيدًا فَالْقَى الْبَحْرُ حَوَاتًا مَيِّتًا لَمْ نَرْمُكْهُ يَقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَائِهِ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ فَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ كُلُوا فَلْتَأْتِيْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ ذِكْرًا ذَالِكِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَلُوا رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللَّهُ أَطْعَمُونَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ فَاتَاهُ بَعْضُهُمْ فَأَكَلَهُ -

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ ہم جیش الخبط (سر یہ خبط) میں شریک غزوہ تھے حضرت ابو عبیدہ ہمارے امیر تھے پھر ہمیں شدید بھوک لگی (یعنی زاد راہ کے ختم ہونے کی وجہ سے شدید فاقہ اور بھوک سے گذرنا پڑا) پھر سمندر نے ایک ایسی مردہ مچھلی باہر پھینکی کہ ہم نے وہی مچھلی نہیں دیکھی تھی اس کو منبر کہا جاتا تھا چنانچہ ہم نے اوصاف مہینہ اس کا گوشت کھایا پھر ابو عبیدہ نے اس کی ایک ہڈی کھڑی کروادی تو اونٹ کا سوار اس کے نیچے سے گذر گیا (ابن جریر نے بیان کیا کہ) پھر مجھے ابو الزبیر نے خبر دی اور انہوں نے جابر سے سنا جابر نے بیان کیا کہ ابو عبیدہ (امیر لشکر) نے فرمایا کہ اس مچھلی کو کھاؤ پھر جب ہم مدینہ لوٹ کر آئے تو ہم نے اس کا تذکرہ ہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ رزق جو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اسے کھاؤ اور اگر تمہارے پاس اس میں سے کچھ بچا ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ چنانچہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے تناول فرمایا۔

ہذا طریق آخری حدیث جابرؓ

تشریحات

۱۔ امیر بنم ہمزہ و تشدید المیم علی صیغۃ الجہول و فی روایت امیرنا ابو عبیدہؓ الا تفصیل گذری چکی ہے۔

۶۲۶ - باب حجّ ابی بکر بالنّاس فی سنّۃ تسع

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا لوگوں کے ساتھ ۹ھ میں حج کرنا

۳۶۵ - حدَّثَنِي سُلَيْمَنُ بْنُ دَاوُدَ الْبَلْخَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ حَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ ابَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِي رَهْطٍ يُؤَدُّونَ فِي النَّاسِ لَا يَحْجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكًا وَلَا يَطْرُقَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا -

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو حجۃ الوداع سے پہلے جس حج کا امیر بنا کر بھیجا تھا اس میں حضرت ابو بکرؓ نے مجھے قربانی کے دن کئی آدمیوں کے ساتھ بھیجا تاکہ (مشرکوں میں) تمام لوگوں میں یہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہیں کر سکے گا اور نہ کوئی برہنہ (ننگا) بیت اللہ کا طواف کر سکے گا۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمة ظاہرہ -

والحدیث مضی فی الحج ص ۲۲۰ و ہذا فی المغازی ص ۴۲۶

صدیق اکبرؓ کا حج ۹

غزوہ نبوک سے واپسی کے بعد ماہ ذیقعدہ ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ کو امیر حج مقرر کر کے مکہ معظمہ روانہ کیا مدینہ منورہ سے تین سو آدمی حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ چلے اور بنی اونیٹ قربانی کے آپ کے ہمراہ کئے تاکہ لوگوں کو شریعت کے مطابق حج کرائیں اور سورہ برأت کی چالیس آیتیں جو نقض عہد کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں ان کا اعلان کر میں جن میں یہ تھا کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں اور بیت اللہ کا برہنہ ہو کر طواف نہ کریں اور جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد کیا ہے وہ اس کی مدت تک پورا کر دیا جائے اور جن لوگوں کے ساتھ کوئی عہد نہیں کیا گیا ان کو یوم النحر سے لے کر چار مہینے کی مہلت ہے صدیق اکبرؓ کی روایت کے بعد آپ کو یہ خیال ہوا کہ عہد اور نقض عہد کے متعلق جو اعلان کیا جائے مناسب یہ ہے کہ اس کا اعلان و اظہار ایسے شخص کی زبانی ہونی چاہئے کہ جو عہد کرنے والے کے خاندان اور اہل بیت سے ہو اس لئے کہ عرب ایسے امور میں خاندان اور اقارب ہی کی بات کو قبول کرتے ہیں اس لئے آپ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور اپنی ناقہ عصباء پر سوار کر کے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پیچھے روانہ کیا کہ سورہ برأت کی آیات موسم حج میں تم سناؤ اور بعض روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیات برأت صدیق اکبرؓ کے روانہ ہونے کے بعد نازل ہوئیں اس لئے بعد میں حضرت علیؓ کو آیات برأت کا پیغام سنانے کے لئے روانہ فرمایا۔ صدیق اکبرؓ نے جب ناقہ کی آواز سنی تو یہ گمان ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے آئے پھر گئے دیکھا تو علیؓ ہیں پوچھا "امیر او ما مور" یعنی امیر ہو کہ آئے ہو یا تابع ہو کے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ما مور ہوں یعنی تابع ہو کر آیا ہوں اور فقط سورہ برأت کی آیات سنانے کے لئے آیا ہوں چنانچہ لوگوں کو حج ابو بکر صدیقؓ ہی نے کرایا اور موسم حج کے خطبے بھی انہوں ہی نے پڑھے اور حضرت علیؓ نے صرف سورہ برأت کی آیات اور ان کا مضمون جبرہ عقبہ کے قریب یوم النحر میں کھڑے ہو کر لوگوں کو سنایا، حضرت ابو بکرؓ نے کچھ لوگ حضرت علیؓ کی امداد کے لئے مقرر کر دیئے کہ باری باری سے منادی کریں چنانچہ یوم النحر میں یہ منادی کر دی گئی اور لوگوں کو سنا دیا گیا کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو سکے گا اور نہ سال اللہ کوئی مشرک حج کرنے پائے گا اور نہ کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف کر سکے گا اور جس کا جو عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے وہ اس کی مدت تک پورا کر دیا جائے اور جس سے کوئی عہد نہیں یا عہد بلا میعاد کے ہے تو اس کو چار مہینے کا امن ہے اگر اس مدت میں مسلمان نہ ہو تو چار ماہ کے بعد جہاں پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت علیؓ ذوالحلیفہ پہنچ کر حضرت ابو بکرؓ سے ملے اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کے اعلان کے لئے بھیجا ہے تو ابو بکر صدیقؓ کو خیال ہوا کہ شاید میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہو گیا ہے اس لئے فوراً ہی مدینہ واپس ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں کوئی حکم

نازل ہوا ہے آپ نے فرمایا تو تو میرا یار غار ہے، غار ثور کا ساخنی ہے اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہوگا لیکن برأت کا اعلان سوائے میرے یا میرے خاندان کے کسی شخص کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا اس لئے آیات برأت سنانے کے لئے میں نے علیؑ کو بھیجا ہے۔ (سیرت مصطفیٰ بحوالہ فتح الباری)

۳۶۶ - حدثني عبدُ اللهِ بنُ رَجَاءٍ قال حدثنا اسرَائِيلُ عن ابِي اسْحَقَ عن البراء قال آخرُ سورةٍ نزلتْ كاملةً سورةُ براءةٍ وأخرُ سورةٍ نزلتْ خاتمةً سورةُ النساءِ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ -

ترجمہ: حضرت برادر بن عازبؓ نے بیان کیا کہ آخری سورہ جو پوری نازل ہوئی وہ سورہ برأت (توبہ) ہے اور آخری سورہ جس کا آخری حصہ نازل ہوا وہ سورہ النساء کی یہ آیت ہے۔ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ -

مطابقتہ الترجمة آخر سورة نزلت كاملة براءة "کیونکہ سورہ براءة کی ان آیات کا نزول اسی موقع پر ہوا تھا جب صدیق اکبرؓ میں امیر الحاج بنا کر بھیجے گئے۔

تشریحات

۷ علامہ کرمانی کہتے ہیں کہ حدیث کی مطابقت اس آیت سے ہے جو برأت کی ہے "أنا المشرکون نجس فلا یقرنوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا" لیکن اول وجہ اولیٰ و النسب ہے۔

اخر جہ البخاری ہنای المغازی ۶۲۶ و فی التفسیر ص ۶۲۲ و فی الفرائض مختصراً ص ۹۹۸

قرآن حکیم کی آخری سورہ و آخری آیت

حضرت برادر بن عازبؓ کی اسی روایت میں ہے

آخر سورة نزلت كاملة سورة براءة یعنی قرآن کی آخری سورہ جو پوری نازل ہوئی وہ سورہ برأت ہے (بخاری ص ۶۲۶)

مسلم شریف میں حضرت برادرؓ کی یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے عن البراء عن آخر سورة انزلت تامة سورة التوبة وان اخراية انزلت آية الكلاله (مسلم ص ۳۵) و فی البخاری ص ۶۲۶۔

قال (ای البراء) آخر سورة نزلت براءة و اخراية نزلت يستفتونك الخ۔ بخاری ہی میں ابن عباسؓ سے مروی ہے اخراية نزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم آية الربوا (بخاری کتاب التفسیر ص ۵۲)

ایک روایت ابن عباسؓ سے مروی ہے انہا (ای سورة النمر) آخر سورة نزلت (عمدہ ص ۳) و تفسیر ابن کثیر عربی ص ۵۱۶)۔

مذکورہ روایات میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل تعارض نہیں ہے۔ قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورہ جو کامل نازل ہوئی ہے وہ سورہ فاتحہ ہے اور قرآن کی آخری سورہ سورہ نصر ہے جیسا کہ ابن عباسؓ کی روایت عمدہ القاری اور تفسیر ابن کثیر سے گذری۔

حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد کوئی مکمل سورہ نازل نہیں ہوئی اسلئے بعض آیات کا نزول جو اس کے بعد ہونا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے وہ اس کے منافی نہیں جیسا کہ پہلے بیان گذرا کہ سب سے پہلی سورہ فاتحہ ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ مکمل سورہ سب سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی سورہ اقرار اور سورہ مدثر وغیرہ کچھ آیت کا اس سے پہلے نازل ہونا اس کے منافی نہیں۔

۲۔ زیر بحث حدیث الباب میں حضرت ہریر بن عازبؓ کی روایت ہے ”آخر سورة نزلت كاملة سورة براءة و آخر سورة نزلت خاتمة سورة النساء“

اس کا جواب علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ”قال الكرمانی يستفتونك ليس آخر سورة نزلت بل آخر آية من السورة“ اور یہ ظاہر ہے کیونکہ حدیث شریفہ کا لفظ بھی یہی بتاتا ہے ”خاتمة سورة النساء“ اس سے معلوم ہوا کہ سورہ کے معنی ہیں قطعہ من القرآن مطلب یہ ہے کہ سورہ نسا کا ایک کلمہ، ایک آیت جس کی تفسیر يستفتونك الخ ہے۔

اب رہا حدیث ہریرؓ کا پہلا جز آخراً سورة نزلت كاملة سورة براءة الخ اس کا جواب علامہ عینی نقل فرماتے ہیں ”قال الداؤدی لفظ كلمة ليس بشئ لان البراءة نزلت شيئاً بعد شيء الخ۔“

اور یہی وجہ ہے کہ یہی حدیث کتاب التفسیر ص ۴۶۲ میں ہے ”آخر سورة نزلت براءة“ یعنی لفظ كلمة یا تامہ نہیں ہے۔

اور ظاہر بھی یہی ہے کہ سورہ براءہ کی ابتدائی آیات کا نزول فتح مکہ کے بعد ۱۰ھ میں صدیق اکبرؓ کے حج کے موقع پر ہوا اور پوری سورہ النصر کا نزول و سورہ مائدہ کی آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ کا نزول ۱۰ھ حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا۔

اس میں اس طرح تطبیق دی جاتی ہے کہ حلال و حرام کے احکام کے لحاظ سے سب سے آخری آیت آیت مائدہ الیوم اکملت لکم الخ ہے جیسا کہ حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں ”لم یزل بعد هذه الآية شئ من الحلال والحرام“ (فتح) اور احکام میراث کے متعلق آخری آیت آیت کلالہ ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ سورہ نصر کامل اور اس کے بعد آیت مائدہ الیوم اکملت لکم الخ حجۃ الوداع کے موقع پر نہیں دی الحجہ بروز جمعہ نازل ہوئی اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پچاس دن قبل آیت کلالہ نازل ہوئی اس کے بعد سب سے آخر میں وفات سے لڑ روز قبل واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الایہ نازل ہوئی۔

حافظ عسقلانیؒ لکھتے ہیں ”عن ابن جریرؒ قال یقولون انه کث بعد ہاتسح لیل الخ پھر مختلف اقوال نقل کرتے ہیں کہ عند البعض اکیس روز قبل اور عند البعض سات روز قبل (فتح الباری ص ۱۵۳) واللہ اعلم۔“

❖ ❖ ❖
❖ ❖ ❖

۶۲۶ - باب وفد بنی تمیم

بنی تمیم کے وفد کا بیان

محرم ۱۱ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن فزاری کو پچاس سواروں پر سردار مقرر کر کے مقام سقیّا کی طرف روانہ کیا جہاں بنو تمیم رہتے تھے رات کو ان حضرات نے چھاپہ مارا قبیلہ بنی تمیم کے لوگ بھاگ گئے یہ حضرات گیارہ مرد اسیس عورتیں اور تین لڑکوں کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔

اس کے بعد بنی تمیم کا ایک وفد حضور کی خدمت میں آیا جس میں ان کے چند رؤسا بھی تھے عطار بن حمار اقرع بن حابس، زبرقان بن بدر اور قیس بن عاصم وغیرہ۔

علامہ ابن کثیر نے کہا کہ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس فتح مکہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے پھر وہ بنی تمیم کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے (عمدہ ص ۱۸)

یہ لوگ اعرابی دیہاتی تھے آداب معاشرت سے واقف نہیں تھے آپ کے حجرہ شریفہ کے پیچھے کھڑے ہو کر پکارنے لگے "اخرج الینا یا محمد" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر آئے تاکہ ہم آپ سے شاعری میں مقابلہ کریں۔ اس بے عقلی سے نبی کو پکارنا حق تعالیٰ کو ناپسند ہوا اور اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرهم لا یعقلون. الایہ (حجرات ۵۰)

جو لوگ آپ کو حجروں سے پکارتے ہیں اکثر بے عقل ہیں (کیونکہ اگر عقل ہوتی تو نام لے کر باہر سے پکارنے کی جرات نہ کرتے) اور اگر یہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کی طرف برآمد ہوتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا (اگر اب بھی توبہ کر لیں تو معاف ہو جاوے کیونکہ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اساتذہ و مشائخ کا احترام و ادب بھی لازم

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ علوم قرآن حاصل کرنے کے لئے سید القراء حضرت ابی بن کعبؓ کے مکان پر جاتے تھے ادب کی وجہ سے کبھی دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے ابی بن کعب کے انتظار میں بیٹھے رہا کرتے یہاں تک کہ وہ خود باہر تشریف لاتے ایک بار ابی بن کعب نے کہا تم دروازہ کھٹکھٹا دیا کرو اس پر عبد اللہ بن عباسؓ نے یہ جواب دیا "العالم فی قومہ کالنبی فی امتہ وقد قال اللہ فی حق نبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ولو انہم صبروا حتی تخرج الیہم لکان خیر الیہم" عالم اپنی قوم میں بکسر لہجے کے ہے اپنی امت میں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے حق میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ "ولو انہم صبروا حتی یخرج الیہم لکان خیر الیہم" میں نے کسی عالم کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا یہاں تک کہ وہ خود اپنے وقت پر تشریف لے آئے؟

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں جب سے میں نے یہ واقعہ دیکھا ہے اس وقت سے اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ میرا یہی معمول ہے واللہ علی ذالک (سیرت مصطفیٰ بحوالہ روح المعانی)

۳۶۷ - حد ثنا ابو نعیم قال حد ثنا سفین من ابی صحرة عن صفوان بن محرز المازنی عن

عمران بن حصین قال ائی نفر من بنی تمیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اقبلوا البشری یا بنی تمیم قالوا یا رسول اللہ قد بشرتنا فاعطنا فریء ذالک فی وجہہ فجاء نفر من الیمن فقال اقبلوا البشری اذ لم یقبلہا بنو تمیم قالوا قد قبلنا یا رسول اللہ -

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین نے ان سے فرمایا ”اے بنو تمیم بشارت قبول کرو“ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ بشارت تو آپ ہمیں دے چکے سو ہمیں کچھ دیجیے بھی (یعنی کچھ مال بھی دیجیے) ان کے اس جواب پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ناگواری کا اثر دیکھا گیا پھر بنی تمیم کے کچھ لوگ خدمت اقدس میں آئے تو آپ نے فرمایا ”بنو تمیم نے بشارت نہیں قبول کی تم قبول کر لو ان لوگوں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ہم نے بسر و چشم قبول کیا“

تشریحات

مطابقتہ للترجمہ فی قولہ ”ای نفر من بنی تمیم“
والحدیث مضی فی کتاب بدر الخلق ص ۴۵۳ وہن فی المغازی ص ۶۳۶ و سیاتی ص ۶۳

ابشروا صیفہ امر از البشار، بشارت سے ماخوذ ہے مقصود جنت کی بشارت و خوشخبری ہے جو مومن و مسلم کے لئے موعود ہے قالوا ابشرونا قال ازرع بن حابس تھے جو بعد میں نہایت مخلص مسلمان ہوئے فتغیر وجہہ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کا جواب سن کر سخت افسوس ہوا کہ جنت کی دائمی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کے دن کے طالب ہوئے حالانکہ اگر وہ لوگ بشارت نبوی کو قبول کر لیتے تو دنیا تو خود بخود کچھ نہ کچھ مل ہی جاتی بخلاف اہل ایمن کے کہ ان کی انتہائی خوش قسمتی ہے کہ بشارت نبوی کو قبول کیا۔

اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بنو تمیم کے لوگ ۹۷ میں آئے تھے اور اشعری اس سے پہلے ۹۷ میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کچھ اشعری حضرات ۹۷ میں بنو تمیم کے موقع پر بھی آئے ہوں گے۔ فلا اشکال۔

باب ۶۲۶ -

ای ہذا باب - اس صورت میں یہ باب بلا ترجمہ ہوگا اور کا لفصل من الباب السابق کے قبیل سے ہوگا بعض نسخوں میں ترجمہ موجود ہے ”باب غزوة عیینة“
اس دوسرے نسخہ کی صورت میں مطلب ہوگا سر یہ عیینہ بن الحصن فزاری کا بیان

قال ابن اسحق غزوة عیینة بن حصن بن حذيفة بن بدر بنی العنبر من بنی تمیم بعتہ النبوی صلی اللہ علیہ وسلم الیہم فاغار و اصاب منهم ناسا و سبب منہم نساء -
ابن اسحق نے بیان کیا کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر کا غزوہ بنی تمیم کی ایک شاخ بنی عنبر سے ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (عیینہ بن حصن) کو بنو العنبر کی طرف بھیجا تھا تو عیینہ رضی اللہ عنہ ان پر حملہ کیا اور ان کے بعضوں کو قتل کیا اور ان کے کچھ عورتوں کو قید کیا۔

❖ ❖

تشریحات

امام المغازی محمد بن اسحق کا بیان ہے کہ آپ نے عیینہ بن حصن فزازی کو سزیدہ کا امیر بنا کر بنو تمیم کی ایک شاخ بنو العنبر کی طرف بھیجا جو کامیاب ہوئے اور کچھ قیدی ساتھ کر مدینہ آئے جیسا کہ وفد بنی تمیم کے عنوان میں مذکور ہوا۔

۳۶۸ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقُقَاعِ عَنْ ابْنِ زُرْعَةَ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ لَا أَرَأَىٰ أَحَبَّ بَنِي تَمِيمٍ بَعْدَ ثَلَاثٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهَا فِيهِمْ هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدُّجَالِ وَكَأَنْتَ فِيهِمْ سَبِيَّةً عِنْدَ عَائِشَةَ فَتَقَالُ أَعْتَقِيهَا فَاتَّهَا مِنْ وَلَدِ اسْمَاعِيلَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ هَذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمِ أَوْقُورِي -
ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ میں اس وقت سے ہمیشہ بنو تمیم سے محبت رکھتا ہوں ان میں اوصاف کے بعد جنہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا تھا ”میری امت میں وہاں کے سب سے زیادہ سخت مخالف بنو تمیم کے لوگ ہوں گے“ اور بنو تمیم کی ایک قیدی خاتون حضرت عائشہؓ کے پاس تھیں آپ نے فرمایا کہ اسے آزاد کر دو کیونکہ یہ اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے اور ان کے صدقات وصول ہو کر آئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ میری قوم کے صدقات ہیں (یعنی اپنی قوم کا مال ہے کیونکہ بنو تمیم حضورؐ کے انیسویں دادا مضر تھے اور بنو تمیم بھی ان ہی کی اولاد تھے مضر (بضم میم) کی عقل مندی اور قوت مستادہ کے عجیب و غریب قصے تاریخ طبری وغیرہ میں ملتے ہیں جن سے ان کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

مطابقتہ للترجمة في قوله ”أحب بنو تميم الخ“

والحدیث مضی فی کتاب العتق ص ۳۲۵ و ہذا فی المغازی ص ۲۲۷

تشریحات

بعد ثلاث ای بعد ثلاث اشیا من الحصال، سمعته صفة لقوله ثلاث - يقولها تانيته الضمير فيه باعتبار معنى الثلاث وفي سمعته باعتبار اللفظ - سبيته بفتح السين و كسر الهمزة وتشديد الياء بسكون الهمزة المفتوحة سبيته هو بصورت في معنى مسبورة یعنی قیدی عورت ہے۔ قوم بکسر الميم بلا تنوين لانه قد حذف منه ياء المجرور قوی شک من الراوی اور بعض روایت میں بلا شک قوی ہے۔

۳۶۹ - حَدَّثَنِي ابِرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جَرِيحٍ أَخْبَرَهُمْ عَنْ ابْنِ أَبِي مَلِيكَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابُو بَكْرٍ أَمْرُ الْقُقَاعِ بْنِ مَعْبُدٍ بْنِ زُرَّارَةَ قَالَ عُمَرُ بْنُ أَمْرِ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ قَالَ ابُو بَكْرٍ مَا رَدَّتْ إِلَّا خِلَافِي قَالَ عُمَرُ مَا رَدَّتْ خِلَافَكَ فَتَمَارِيَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَسْوَأُهَا فَنَزَلَتْ فِي ذَلِكَ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِرُ مَوَابِنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ حَتَّى انْقَضَتْ -
ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیر کا بیان ہے کہ بنو تمیم کے چند سوار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور درخواست کی کہ آپ ہمارا کوئی امیر منتخب کر دیجئے) حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ ققاع بن معبد بن زرارہ کو امیر بنا دیجئے

حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ اقرع بن حابس کو امیر مقرر کر دیجئے اس پر ابو بکرؓ نے (عمرؓ سے) کہا تمہارا مقصد صرف مجھ سے اختلاف کرنا ہے تو عمرؓ نے کہا میرا مقصد آپ کی مخالفت نہیں ہے (بلکہ یہ میری نظر انتخاب ہے جیسے آپ کی نظر انتخاب قعقاع کے متعلق ہے) پھر دونوں حضرات میں بات برسر گئی اور دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں چنانچہ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں

يا ايها الذين آمنوا لا تتخذوا
بين يدي الله ورسوله واتقوا الله
آخري آيت " تتفصرون تک (سورہ بقرہ)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پیش قدمی نہ کرو اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ سننے اور جاننے والا ہے، اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

تشریحات

مطابقت للترجمة في قوله "وقدم ركب من بني تميم"
والحدیث الاخرج البخاری فی التفسیر ص ۱۸۷ و ہنانی المغازی ص ۶۲۶

بین الیمدین کے اصل معنی دو ہاتھوں کے درمیان کے ہیں مراد اس سے سامنے کی جہت ہے یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تقدم اور پیش قدمی نہ کرو جس معاملہ میں رسول خدا کی طرف سے حکم سننے کی توقع ہو اس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر اپنا دئے سے نہ کر بیٹھو اپنے خیالات کو ان کے حکموں پر مقدم نہ کرکو بلکہ حکم کا انتظار کرو۔

علماء دین کے ساتھ بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا چاہئے

اس کی یہ واقعہ ہے کہ ایک دن حضرت ابوالدرداءؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے آگے چل رہے ہیں تو آپ نے تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے اور فرمایا کہ دنیا میں آفتاب کا طوع و مزوب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاءؑ کے بعد ابو بکرؓ سے افضل و بہتر ہو (معارف بحوالہ روح البیان) اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ اپنے استاد اور مرشد کے ساتھ بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا چاہئے۔

۶۲۶ - باب وفد عبد القیس

وفد عبد القیس کا بیان

وفد جمع ہے وفد کی وہ جماعت جو مشترکہ عرض کے لئے بادشاہ یا حاکم کے پاس جائیں اس کی جمع وفد آتی ہے نیز وفد مصدر بھی ہے از باب ضرب وفدًا، و فودًا کا مصدر بن کر آنا، پیغام لے کر آنا۔

علماء معنی لکھتے ہیں کہ عبد القیس ربیعہ کی اولاد میں سے ہے اور ربیعہ و مضر دونوں حقیقی بھائی تھے نزار بن معد بن عدنان کے دونوں بیٹے تھے۔

عبد القیس کا نسب اس طرح ہے عبد القیس بن افضی (بالصاد الہلہ بروزن امی) بن دُعی (بضم الدال و کسر المیم) بن جدیلہ (بفتح المیم بروزن کبیرہ) بن اسد بن ربیعہ بن نزار الخ (عمدۃ القاری، فتح الباری)۔

عبد القیس بہت بڑا قبیلہ تھا جو بحرین اور بحر میں آباد تھے اس قبیلہ کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں دو مرتبہ حاضر ہوا ہے ایک مرتبہ فتح مکہ سے پیشتر ۵۷ھ قال الحافظ وکان ذلک قدیماً مانی سنۃ خمس او قبلہا (فتح الباری) اس پہلے وفد میں تیرہ یا چودہ آدمی تھے اور دوسری مرتبہ ۵۸ھ میں فتح مکہ کے سال فتح مکہ کے لئے روانگی سے پہلے اس وفد میں چالیس یا پینتالیس آدمی تھے۔ یہ لوگ حاضری سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے جس کی تفصیل آ رہی ہے۔ جب یہ وفد خدمت اقدس میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کس قوم کا وفد ہے؟ وفد نے کہا ہم بنی ربیعہ میں سے ہیں، حضور نے فرمایا ”مرحباً بالقوم ابو الوفاء“ (مرحباً ہے اس قوم کو یا فرمایا مرحبا ہے اس وفد کو جو نہ رسوا ہوئے نہ مشر مندہ)

وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر ہیں اس لئے ہلوگ صرف شہر حرم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں (جن مہینوں میں عرب لوٹ مار کو حرام جانتے ہیں یعنی چار مہینے شہر حرم میں ذلیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ ان مہینوں میں اہل عرب کسی کو چھیڑتے تک نہیں تھے حتیٰ کہ باپ کے قاتل کو دیکھ کر بھی کچھ نہیں کہتے تھے) اس لئے آپ ہم کو کوئی واضح حکم دیں کہ ہم بھی اس پر عمل کریں اور جو ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں ان کو بتادیں اور اس پر عمل کی وجہ سے جنت میں داخل ہو سکیں، حضور اکرم نے فرمایا ہم تمہیں چار امور کا حکم دیتے ہیں اور چار چیزوں سے منع کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ یعنی اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال دو اور آپ نے چار چیزوں سے منع فرمایا دبتاء (کدو کا تونا، کھوکھلا کدو) حنتم (سبز ٹٹکا، شلیا) نقر (کجور کی جڑ کھو کر یا اور کسی لکڑی کا برتن) مزقہ جس کو مقرر بھی کہتے ہیں (روٹی برتن)۔

وفد کی حاضری کا سبب یا ایمان لانے کا قصہ

اس قبیلے کا ایک شخص منقذ بن حیان تجارت کے لئے مدینہ آتے جاتے تھے حسب معمول ہجرت کے بعد بھی وہ مال لے کر مدینہ آئے، وہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور اسی طرف سے حضور اقدس جا رہے تھے منقذ نے دیکھا تو کھڑے ہو گئے، حضور نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا منقذ بن حیان، حضور نے ان سے خیریت پوچھی اور ان کے قبیلے کے ممتاز شرفاء میں سے ایک ایک کا نام لے کر حال دریافت فرمایا اور خاص کر قبیلہ کے سردار منذر بن عائذ الملقب بہ اشج کے حالات خصوصیت سے دریافت فرمائے اس سے منقذ کو بہت تعجب ہوا اور وہ مسلمان ہو گئے پھر انہوں نے سورہ فاتحہ اور سورہ اقرآ باسم کی سورت سیکھی، اس کے بعد جب وہ وطن جانے لگے تو حضور اقدس نے قبیلہ کے سرداروں کے نام خط لکھوا کر ان کو دیا۔ منقذ رجب واپس وطن پہنچے تو کچھ عرصہ تک انہوں نے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا بلکہ موقع کے منتظر رہے البتہ نماز گھر میں پڑھ لیتے تھے اور قرآن مجید کی سورتیں پڑھتے تھے، ان کی بیوی منذر بن عائذ الاشج کی لڑکی تھی، بیوی نے اپنے باپ اشج سے اس کا تذکرہ کیا کہ میرے شوہر اس مرتبہ رجب سے مدینہ سے واپس آئے ہیں ان کا عجیب حال ہے نہ معلوم وہ کیا کرتے ہیں؟ مخصوص اوقات میں وہ ہاتھ منہ اور پیر دھوتے ہیں پھر قبیلہ رہو کر کھڑے ہوتے ہیں پھر کبھی جھکتے ہیں اور کبھی زمین پر سر رکھ دیتے ہیں، منذر الاشج نے جب یہ سنا تو داماد سے لے، باتیں ہوئیں منقذ نے سارا ماجرا کہہ سنایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ حضور نے آپ کا

حال بھی خاص طور سے دریافت فرمایا تھا، تو ان کے دل میں بھی حضور اقدس کی اور اسلام کی محبت پیدا ہو گئی اور یہ بھی مسلمان ہو گئے۔ اس پر منقذ نے حضور اقدس کا نام مبارک اپنے خسر منذر بن عاکذاشیج کو دیا پھر شیخ اپنی قوم عقر اور محارب کے پاس رسول اللہ کا خط لے کر گئے اور ان کو سنایا وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور سب نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔

جب یہ لوگ چلے اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو حضور نے اپنے پاس بیٹھے والوں سے فرمایا تمہارے پاس عبد القیس کا وفد آ رہا ہے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں اور ان میں شیخ عسری بھی ہیں۔ جب یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو دیدار نبوی کے شوق میں بعجت سواری سے اتر کر تیزی سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے لیکن رئیس قافلہ شیخ نے پہلے اس سواری کو باندا اور سب کا سامان اکٹھا کیا پھر اپنے لپچے سے اچھے دھلے ہوئے کپڑے نکال کر زیب تن کیا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا تجھ میں دو خصلتیں ہیں جن کا اللہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے۔ عقل اور وقار۔ شیخ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ دونوں خصلتیں مجھ میں بطور تضحیح یا فطری وجہی ہیں؟ آپ نے فرمایا بلکہ اللہ نے تجھ کو پیدا ہی ان خصلتوں پر کیا ہے، شیخ نے کہا ”الحمد للہ الذی جعلنی علی خلتین بحمہما اللہ ورسولہ“ حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے ایسی دو خصلتوں پر پیدا کیا جن کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

۳۷۰ - حدثنی اسحق قال اخبرنا ابو عامر العقدي قال حدثنا قرة عن ابی جمرۃ قلت لابن عباس ان لی جرۃ ینتبد لی فیبید فاشتر بہ حلوانی جر ان اکثرت منه فجالست القوم فاطلبت الجلوس خشیئت ان افضح فقال قدیم وفد عبد القیس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحباً بالقوم غیر خزیایا ولا ندائی فقالوا یا رسول اللہ ان بیننا و بینک المشرکین من مضرو انا لا نصل الیک الا فی اشہر الحرم حدتنا بجمہل من الاسران عملنا بہ دخلنا الجنة وندعوبہ من وراءنا قال امرکم باریع و انہا کم عن اربع الایمان باللہ و هل تدرون ما الایمان باللہ شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و اقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ و صوم رمضان و ان تعطوا من المغارم الخمس و انہا کم عن اربع ما انتبذ فی الذبائ و النقیب و الحنتیم و المزفت -

ترجمہ: ابو جمرہ (تابعی سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس سے کہا کہ میرے پاس ایک گھڑا (ٹھلیہ) ہے جس میں میرے لئے نبیذ تیار کی جاتی ہے (یعنی گھوڑا ل کر شربت بنایا جاتا ہے) چنانچہ میں اس کو میٹھا رہنے کی حالت میں پیتا ہوں اگر میں اس سے زیادہ پی لوں (کبھی) پھر لوگوں کے ساتھ بیٹھوں اور دیر تک بیٹھا رہوں تو مجھے رسوا ہونے کا خوف ہوتا ہے (مطلب یہ ہے کہ کبھی زیادہ پی لینا ہوں اور کسی مجلس مشاورت میں دیر تک مشورے ہوتے ہیں تو مجھے خوف ہوتا ہے کہ سستی میں لپکی ہوئی رائے دے دوں جو باعث رسوائی ہو) اس پر ابن عباس نے کہا کہ قبیلہ عبد القیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ”خوش آمدید قوم کو کہ نہ رسوائی ہوئی نہ شرمندگی“ (اس لئے کہ خود بخود مسلمان ہو کر آئے اور گرفتار ہو کر آئے تو رسوائی ہوئی، اور شرمندگی اسلئے نہیں کہ اگر جنگ و مقابلہ کے بعد آتے تو ہمارے پاس آنے میں شرمندگی محسوس ہوتی) ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے اور آپ کے درمیان مشرکین مضرب ہیں اس لئے ہم آپ کی خدمت میں اشہر حرم کے علاوہ اور کسی مہینہ میں حاضر نہیں ہو سکتے ہیں آپ

ہیں ایسے احکام بتادیں کہ اگر ہم ان پر عمل کرتے رہیں تو جنت میں داخل ہوسکیں، اور جو لوگ ہمارے ساتھ نہیں آسکے ہیں انہیں بھی ان احکام کی دعوت دے دیں آنکھوں سے فرمایا میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں، میں تمہیں حکم دیتا ہوں اللہ پر ایمان لانے کا، کیا تمہیں معلوم ہے اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ اس کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینے، رمضان کے روزے رکھنے اور مالِ حرامت میں سے پانچواں حصہ (بیت المال کو) ادا کرنے کا حکم دیتا ہوں، اور میں تمہیں چار چیزوں سے منع کرتا ہوں دبا، نقر، حنم اور زفت سے جس میں نبیذ بنائی جاتی ہے۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "وقد عبد القیس"
والحدیث اخرہ البخاری فی عشرۃ مواضع فی کتاب الایمان ص ۳۰۰ و فی الجہاد ص ۴۲۶ و فی کتاب العلم ص ۱۹
و فی الصلوٰۃ ص ۵۰ و فی الزکوٰۃ ص ۱۸۸ و فی المناقب ص ۴۹۸ و ایضاً مقلوعاً ص ۴۹۶ و فی الادب ص ۱۱۰ و فی خبر الواحد ص ۱۰۹ و فی التوحید ص ۱۲۸ و ہنای المغازی ص ۶۲۶ تا ۶۲۷۔

یفتقد الخ اس میں تین نسخے ملتے ہیں علیٰ تنقید لی نبینا الخ یہی نسخہ ہمارے بخاری کے متن حوض میں ہے یعنی تاریخ کے ساتھ مضارع مؤنث کا صیغہ ضمیر فاعلی جرّہ کی طرف ہوگی معنی ہوں کہ وہ ٹھیلہ میرے لئے نبیذ تیار کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ نسبت ٹھیلہ کی طرف مجازاً آہوگی۔ اس علیٰ صورت میں ایک نسخہ جرّہ کے بجائے جاریہ کا ہے یعنی میرے پاس ایک لونڈی ہے جو میرے لئے نبیذ تیار کرتی ہے (عدہ)۔

۲ یفتقد لی فیہا ذبید یہ نسخہ حاشیہ پر ہے نیز عمدۃ القاری نے اس کو متن میں لیا ہے معنی ہوں گے میرے لئے اس ٹھیلہ میں نبیذ تیار کی جاتی ہے۔

۳ یفتقد الخ نون منکلم کے ساتھ یعنی ہم اس میں نبیذ بناتے ہیں۔ نبیذ شربت ہے جو کھجور، انگور، شہد، گیہوں اور جو سے بنایا جائے اس شربت کے مختلف درجات ہیں عرب والے کھارے پانی میں کھجوریں ڈال کر پانی کو خوش مزہ اور میٹھا کر لیتے تھے اس میں نشہ بالکل نہیں ہوتا اس لئے یہ پینا، وضو کرنا بالانفاق جائز ہے۔
باقی تفصیلات و تشریحات کے لئے "وقد عبد القیس" پڑھئے۔

اشکال و جواب

اس حدیث میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اجمال کے درجہ امر ہم باربع فرمایا گیا یعنی انہیں چار چیزوں کا حکم دیا گیا لیکن تفصیل میں پانچ چیزیں ذکر کی گئی ہیں بشہادت، اقامت، صلوٰۃ، ایثار، زکوٰۃ، سووم رمضان، خمس کی ادائیگی لہذا اجمال و تفصیل میں عدم مطابقت کا اشکال ہے۔

جواب علیٰ علامہ عینی رضی اللہ عنہما قاضی بیضاوی سے نقل کرتے ہیں کہ تفصیل میں مذکورہ امور خمسہ ایمان باللہ کی تفسیر ہیں اور اجمال میں جو امر کم باربع ہے ان چاروں امور میں سے صرف ایک ہی کا تذکرہ ہے یعنی ایمان باللہ کا اور بقیہ امور ایمان کی تفسیر ہیں اور تین کو راوی نے لسیانایا اختصار ا حذف کر دیا (عمدۃ القاری ص ۳۰۰)۔

جواب علیٰ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ بلغاریہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی کلام کسی خاص مقصد کے لئے بیان کیا جائے اور ضمناً کوئی دوسری چیز آجائے تو اس ضمنی چیز کو شمار نہیں کیا جائے گا تو یہاں اصل مقصود اعمال کا بیان کرنا تھا جو شہادت

کے بعد ہے یعنی نماز روزہ، زکوٰۃ اور خمس۔

چونکہ عبد القیس کا یہ وفد مسلمان تھا لیکن تبرکاً شہادت کا ذکر فرمادیا (عمدہ ص ۳۱۲)
جواب ۳۔ قاضی عیاض اور ابن بطال کہتے ہیں کہ مامور ہا چار چیزیں ہیں شہادت، اقامت صلوٰۃ، ایتار زکوٰۃ
اور صوم رمضان، لیکن چونکہ یہ لوگ مجاہد اور بہادر قسم کے لوگ تھے اور ان کے آس پاس کفار مہزر ہا کرتے تھے جن سے
مقابلہ ہوا کرتا تھا اور مقابلہ میں مال غنیمت کی امید رہتی ہے اس وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے ایک زائد چیز ان کو بتلا دی جو عارضی ہے
کہ اگر کبھی مال غنیمت مل جائے تو اس کا خمس ادا کر دینا۔ چنانچہ اس کا اسلوب بیان بھی بدلا ہوا ہے۔ ان تعطوا من المغانم
الخمس۔

جواب ۴۔ بعض حضرات نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ خمس کوئی مستقل اور علیحدہ چیز نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ ہی کی تفصیل ہے
اور دونوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ مال کا مخصوص حصہ نکالا جاتا ہے۔ وغیرہ
ایک اور اشکال یہ ہے کہ اس میں حج کو ذکر نہیں کیا گیا ہے حالانکہ حج بھی اسلام کے
فرائض و ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

ایک اور اشکال مع جواب

جواب ۵۔ یہ ہے کہ بعض روایت میں حج کا بھی ذکر ہے مگر وہ روایت صحاح کی نہیں ہے۔
۳۔ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا کیونکہ حج کی فرضیت ۳ھ میں ہوئی ہے۔
۴۔ حج سب پر فرض نہیں ہوتا ہے بلکہ بعض پر، اس لئے اس کو شمار نہیں فرمایا۔

بعض حضرات یہ بھی جواب دیتے ہیں کہ ان لوگوں کے راستے میں کفار مہزر کی وجہ سے راستہ مامون نہیں تھا و فیہ نظر۔

ان برتنوں کا حکم ان برتنوں کی حرمت منسوخ ہے جیسا کہ مسلم غریف، ابوداؤد اور ترمذی میں احادیث ہیں ایک
روایت میں ہے "انی کنت نہیتکم عن الظروف وان ظرف لا یحل شیئا ولا

یحرمہ وکل مسکر حرام" ہذا حدیث حسن صحیح (ترمذی ص ۹۰)

۳۷۱ - حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا حماد بن زید عن ابی جمرۃ قال سمعت
ابن عباس یقول قدّم وفد عبد القیس علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا رسول
اللہ اتاہذ الحج من ربیعہ وقد حالت بیننا و بینک کفار مضر فلنسنا نخلمن الیک الانی
شہر حرام فمرنا باشیاء ناخذ بہا و نذ عوالیہا من ورائنا قال امرکم باربع و انہا کم عن
اربع الایمان باللہ شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و عقّد واجدۃ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و ان
تؤدّ و اللہ خمّس ما غنمتم و انہا کم عن الثباہ و التقیر و الحنتم و المزقت -

ترجمہ: حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ عبد القیس کا وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور ان لوگوں
نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ ربیعہ کی ایک شاخ ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حاکم (رکاوٹ)
ہیں اس لئے ہم شہر حرام کے علاوہ کسی جہیز میں آپ کے پاس نہیں پہنچ سکتے ہیں آپ ہمیں چند ایسی چیزوں کا حکم دے
دیجئے کہ ہم ان پر عمل کریں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں (ہمارے ساتھ نہیں آسکے ہیں) انہیں بھی اس کی دعوت دیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ” میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں (میں تمہیں حکم دیتا ہوں) اللہ پر ایمان لانے کا یعنی اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ نے (اپنی انگلی سے) ایک کا اشارہ کیا اور نماز قائم کرنے کا، زکوٰۃ دینے کا اور اس بات کا کہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لئے (یعنی بیت المال کو) ادا کرتے رہنا، اور میں تمہیں دُبا، نغیر، غنم اور مَرَق سے منع کرتا ہوں۔

تشریحات

والحدیث معانی المغازی ص ۶۲۶

پوری تفصیل و تشریح گذر چکی ہے۔

۲۷۲ - حدثنایحیی بن سلیمان قال حدثنی ابن وهب قال اخبرنی عمرُوح قال ابو عبد الله وقال بكر بن مضر عن عمرو بن الحارث عن بكير بن كريب بن مولى ابن عباس حدثه ان ابن عباس وعبد الرحمن بن ازهر والمسور بن مخرمة أرسلوا الى عائشة فقلوا اقرأ عليها السلام متذا جميعا وسلمها عن الركعتين بعد العصر وانا اخبرنا انك تصليهما وقد بلغنا ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عنها قال ابن عباس وكنت اضرب مع عمر الناس منهما قال كريب فدخلت عليها وبلغتها ما ارسلوني فقالت سل ام سلمة فاخبرتهم فردوني الى ام سلمة بمثل ما ارسلوني الى عائشة فقالت ام سلمة سمعت النبي صلى الله عليه وسلم ينهى عنهما وانه صلى العصر ثم دخل علي وعندى نسوة من حرام من الانصار فصلاهما فارسلت اليه الخادم فقلت قومي الى جنبه فقولى تقولى ام سلمة يا رسول الله ألم اسمعك تنهى عن هاتين الركعتين فاراك تصليهما فان اشار بيده فاستاخري ففعلت الجارية فامشار بيده فاستاخرت عنه فلما انصرف قال يابنت ابي امية سالت عن الركعتين بعد العصر انه اتاني انا من عبد القيس بالاسلام من قومهم فشغلوني عن الركعتين اللتين بعد الظهر فهما هاتان -

ترجمہ: حضرت ابن عباس کے مولا کرب بن عباس کا بیان ہے کہ ابن عباس، عبد الرحمن بن ازہر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم نے انہیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیجا اور ان حضرات نے کہا کہ عائشہؓ سے ہم سب کی طرف سے سلام کہنا اور عصر کے بعد دو رکعتوں کے متعلق ان سے پوچھنا اور یہ کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ انہیں یعنی رکعتیں بعد العصر سے منع فرماتے ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز سے منع فرمایا ہے (یعنی حضورؐ سے نبی ثابت ہے پھر آپ کے پڑھنے کی اصل کیا ہے؟) ابن عباس نے کہا کہ میں ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر عمر فاروقؓ کے ساتھ (ان کے دو رکعتوں میں) لوگوں کو مارا کرتا تھا۔ کرب نے بیان کیا پھر میں عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان حضرات کا پیغام پہنچایا، عائشہؓ نے فرمایا کہ اس کے متعلق ام سلمہ سے پوچھو پھر میں نے ان حضرات کو اطلاع دی تو انہوں نے مجھے ام سلمہؓ میں ام سلمہؓ کی خدمت میں بھیجا اسی طرح جس طرح ام المومنین عائشہؓ کے پاس مجھ کو بھیجا تھا، ام سلمہؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعتوں سے منع فرماتے تھے لیکن ایک مرتبہ آپ نے عصر کی نماز پڑھی پھر میرے یہاں تشریف لائے میرے نزدیک اس وقت انصار کے قبیلہ بنو حرام کی چند عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں آپ نے دو رکعتیں پڑھیں یہ دیکھ کر میں نے خادم کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور یہ ہدایت کر دی کہ تو حضور اکرم کے پہلو میں کھڑی ہو جانا اور عرض کرنا کہ اُم سلمہ پوچھتی ہیں یا رسول اللہ میں نے تو آپ ہی سے سنا تھا کہ آپ ان دو رکعتوں سے منع فرماتے تھے لیکن آج میں خود آپ کو دو رکعتیں پڑھتے دیکھ رہی ہوں اگر آنحضرت ہاتھ سے اشارہ کریں تو پیچھے ہٹ جاتا چنانچہ لوٹدی (خادمہ) نے ہدایت کے مطابق کیا اور حضور نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ خادم پیچھے ہٹ گئی پھر جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا "اے بنت ابی امیہ! تو نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق سوال کیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کے کچھ لوگ میرے یہاں اپنی قوم کی جانب سے اسلام کا پیغام لے کر آئے تھے اور ان لوگوں کی وجہ سے نہر کے بعد کی دو رکعتیں میں نہیں پڑھ سکا تنبیہ وہی دو رکعتیں ہیں۔ (یعنی ظہر ہی کے دو رکعتوں کی قضا ہے علیحدہ کوئی نفل نہیں ہے)۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "اتانی اناس من عبد القیس"
والحدیث مضمی فی کتاب الصلوٰۃ ص ۴۳ تا ص ۴۵ وہناتی المغازی ص ۶۲۴

انتشار بیدہ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مصلی کا صرف ہاتھ سے اشارہ کرنا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے اگرچہ مکروہ ہے۔

ایک روایت میں بجائے خادم کے جاریہ کا لفظ ہے جیسا کہ ص ۱۴۵ میں یہی روایت ہے مگر جاریہ ہے مکن ہے کہ خادم سے مراد جاریہ ہے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ خادم سے مراد خادم کی بیٹی ہے اس کا نام زینب بنتہ۔ واللہ اعلم۔

۳۷۳- حد ثنا عبد اللہ بن محمد الجعفی قال حد ثنا ابو عامر عبد الملك قال حد ثنا ابراہیم بن لہمان عن ابی جمرۃ عن ابن عباس قال اول جمعۃ جمعت بعد جمعۃ جومتی فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد عبد القیس بجوانی من البحرین۔ ترجمہ: حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ جو انی کی مسجد عبدالقیس میں قائم ہوا (یعنی جمعہ پڑھا گیا) اور جو انی بحرین کی ایک بستی ہے۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "فی مسجد عبد القیس بجوانی"
والحدیث مضمی فی الجمعۃ ص ۱۲۲ وہناتی المغازی ص ۶۲۴

دیہات میں جمعہ کی نماز
دیہات اور گاؤں میں نماز جمعہ کا صحیح ہونا نہ ہونا مجتہدین میں مختلف فیہ ہے حنفیہ کے نزدیک جواز جمعہ کے لئے مصر کا ہونا شرط ہے لیکن مصر کی تعریف میں اختلاف عظیم ہے تاہم جس مقام میں زمانہ قدیم سے جمعہ قائم ہے وہاں جمعہ کو ترک کرانے میں جو مفسد ہیں وہ ان مفسد سے بدرجہا سمحت ہیں جو سائل نے جمعہ پڑھنے کی صورت میں ذکر کئے ہیں جو لوگ جمعہ کو جائز سمجھ کر جمعہ پڑھتے ہیں ان کا فرض ادا ہو جاتا ہے نفل کی جماعت یا جہر بقراءت نفل نہا یا ترک فرض لازم نہیں آتا۔ (کفایۃ المفتی جلد سوم ص ۳۷)

۶۲۷ - باب وفد بنی حنیفہ و حدیث ثمامہ بن اثال

بنو حنیفہ کے وفد اور ثمامہ بن اثال کے واقعہ کا بیان

تشریحات

بنو حنیفہ ثمامہ کا ایک مشہور قبیلہ ہے ثمامہ بضم الثار المثلثہ و حنیفہ المیم اثال بضم الهمزة و حنیفہ الثار المثلثہ حضرت ثمامہ بن اثال فضلاء صحابہ میں سے تھے حافظ عسقلانی اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضرت ثمامہ بن اثال کا واقعہ فتح مکہ سے قبل کا ہے اور وفد بنی حنیفہ کا قصد فتح مکہ کے بعد کا جیسا کہ دونوں واقعات آسہے ہیں لیکن چونکہ حضرت ثمامہ بھی اسی قبیلہ کے تھے بلکہ قبیلہ بنی حنیفہ کے رئیس و سردار تھے اس لئے انکا بجا رہنے اس قبیلہ کے ذکر میں ثمامہ کا واقعہ بھی بیان کر دیا ہے۔

واقعہ ثمامہ بن اثال

محرم الحرام ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمدکی طرف ایک جماعت بھیجا یہ حضرات قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک سردار ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے لے آئے انھوں نے ان کو مسجد کے ایک ستون سے باندھنے کا حکم دیا تاکہ مسلمانوں کی نماز اور بارگاہِ خداوندی میں عجز و نیاز کا نظارہ کریں جن کے دیکھنے سے خدایا داتا تھا اور ان کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی رغبت پیدا ہوتی تھی ان کے نواز و برکات اندر ہی اندر دونوں کی ظلمتوں اور تاریکیوں کو صاف کرتے تھے انھوں نے جب ان کے پاس سے گذرے تو فرمایا "اے ثمامہ کیا خیال ہے؟" یعنی میرے نسبت تمہارا کیا گمان ہے؟ ثمامہ نے کہا میرا گمان آپ کے ساتھ خیر ہے اگر آپ قتل کر دیں تو آپ ایک مستحق کو قتل کریں گے اور اگر چھوڑ دیں تو ایک شکر گزار پر انعام و احسان ہوگا اور اگر مال مطلوب ہو تو فرمائیں حاضر کروں۔ انھوں نے سن کر خاموش چلے گئے دوسرے روز بھی یہی سوال و جواب ہوا، تیسرے روز بھی یہی ہوا انھوں نے فرمایا "ثمامہ میں نے مجھ کو معاف کیا اور صحابہ سے کہہ کر رشتی کھلوادی۔"

ثمامہ رہا ہوتے ہی مسجد نبوی کے قریب ہی ایک نخلستان میں گئے غسل کیا اور پھر مسجد میں حاضر خدمت ہو کر پڑھا "اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ" اور کہا اے محمد خدا کی قسم اس سے پیشتر آپ کے چہرے سے مجھے جتنی نفرت تھی اتنی کسی چہرہ سے نہ تھی اور آج جتنی آپ کے چہرہ اللہ سے محبت ہے اتنی کسی چہرہ سے نہیں اور اس سے پہلے آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین مجھ کو مغفون نہ تھا اور آج سب سے زیادہ آپ ہی کا دین مجھ کو محبوب ہے اور یا رسول اللہ! میں عمرہ کے لئے جا رہا تھا کہ آپ کے لوگوں نے گرفتار کر لیا اگر آپ اجازت دیں تو عمرہ کروں، رسول اللہ نے ان کو بشارت دی (یعنی تم صحیح اور سلامت رہو گے کوئی تم کو مرنے نہیں پہنچا سکے گا) اور عمرہ کرنے کا حکم دیا۔

حضرت ثمامہ جب مکہ گئے تو قریش نے کہا کہ تم صابی یعنی بے دین ہو گئے ہو ثمامہ نے کہا ہرگز نہیں میں تو مسلمان ہو گیا ہوں اس لئے کہ کفر و شرک کوئی دین نہیں بلکہ لغو اور بیہودہ خیال ہے اور سن لو اے اہل مکہ اب تم کو ایک دانہ فلفل کا نہیں مل سکے گا جب تک رسول اللہ اجازت نہ دیں۔ مکہ میں یامہ ہی سے غلہ آیا کرتا تھا چنانچہ جب یہ نجد پہنچے تو ظلمت کو دیا اہل مکہ سخت پریشان ہوئے بالآخر رسول اللہ سے قرابت کا واسطہ دے کر درخواست کی حضور اگر تم نے ثمامہ کو خط لکھو اور وہ انفرمایا کہ غلہ نہ روکیں اس کے بعد حسب معمول غلہ آنے لگا۔

۳۷۳ - حدثنا عبدُ اللهِ بنُ يوسفَ قال حدثني اللَّيْثُ قال حدثني سعيدُ بنُ ابي سعيدٍ أنَّه سمعَ ابا هريرةَ قال بعثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قَبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثَمَامَةُ بْنُ أَثَالٍ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ لِيَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ تَقْتُلَنِي تَقْتُلُ ذَا دِيْمٍ وَإِنْ تَنْعِمَ تَنْعِمَ عَلَيَّ شَاكِرٌ وَإِنْ كُنْتَ تَرِيدُ الْعَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهُ مَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ قَالَ عِنْدِي مَا قَلْتُ لَكَ إِنْ تَنْعِمَ لَنْعِمَ عَلَيَّ شَاكِرٌ وَإِنْ كُنْتَ تَرِيدُ الْعَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَقَالَ اطْلُقُوا ثَمَامَةَ فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلِ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاعْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ اشْهَدُوا لِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَإِنْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ يَا مُحَمَّدُ وَاللهُ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ ابْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ اصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوَجُوهِ إِلَيَّ وَاللهُ مَا كَانَ مِنْ دِيْنٍ ابْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِيْنِكَ فَاصْبِحْ دِيْنُكَ أَحَبَّ الدِّيْنِ إِلَيَّ وَاللهُ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ ابْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَاصْبِحْ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ وَإِنْ خَيْلُكَ اخَذَتْني وَانْأَرَبْتُ الْعَبْرَةَ فَمَاذَا تَرَى فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يُعْتَمِرَ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ صَبَّوْتُ قَالَ لَا وَلَكِنْ اسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللهُ لَا تَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةٌ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے وہ لوگ قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو پکڑ کر لائے اور مسجد کے ایک ستون سے ثمامہ کو بانہ دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا ”ثمامہ تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا میرا خیال اچھا ہے اے محمدؐ اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو آپ ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جو خونی ہے (یعنی قتل کا مستحق ہے) اور اگر آپ احسان کریں گے تو آپ ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو محسن کا شکر گزار ہے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو فرمائیں جو آپ کی خواہش ہو حضور اکرمؐ نے اس کو چھوڑ دیا (یعنی اس کو بندھا ہوا چھوڑ کر چلے گئے) دوسرے روز پھر آپ نے اس سے پوچھا اے ثمامہ تمہارا کیا خیال ہے؟ ثمامہ نے کہا کہ میرا خیال وہی ہے جو میں آپ سے کہ چکا ہوں کہ اگر آپ نے احسان کیا تو آپ احسان کریں گے ایک شکر گزار شخص پر پھر آپ نے اس کو چھوڑ دیا (یعنی بندھا ہوا چھوڑ کر چلے گئے) تیسرے روز آپ نے پھر اس سے پوچھا اے ثمامہ تیرا کیا خیال ہے؟ تو اس نے کہا وہی جو میں آپ سے پہلے کہ چکا ہوں آنحضرتؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو (رسی کھول دی گئی) تو وہ مسجد نبوی سے قریب ایک باغ میں گئے اور غسل کر کے پھر مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ اے محمدؐ خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے مبغوض مجھے نہیں تھا لیکن آج آپ کے چہرہ سے زیادہ مجھے کوئی چہرہ محبوب نہیں، اللہ کی قسم کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مجھے مبغوض نہیں تھا

لیکن آج آپ کا دین سب سے زیادہ مجھے محبوب و پسندیدہ ہے، قسم ہے خدا کی کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مسنون مجھے نہیں تھا لیکن آج آپ کا شہر میرا سب سے زیادہ محبوب شہر ہے، اور میں عمرہ کرنا چاہتا تھا مگر آپ کے سواروں نے مجھے پکڑ لیا اب آپ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی اور عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا پھر جب وہ (شام) مکہ پہنچے تو کسی نے ان سے کہا "توصابی (یعنی بے دین) ہو گیا شام نے کہا نہیں بلکہ میں تو اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں اور خدا کی قسم اب تمہارے یہاں یا مہ سے گہروں کا ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں۔

تشریحات

مطابق ترجمۃ اللہ للہور، الثانی، وجاءت برجل من بنی حنیفۃ یقال لہ ثمامۃ بن اثال، مطلب یہ ہے کہ ترجمہ کے دو جزو تھے اس حدیث کا تعلق ترجمۃ الباب کے دوسرے جزو سے ہے

اور پہلے جزو سے متعلق حدیثیں آرہی ہیں۔

والحدیث قد مضی فی الصلوٰۃ ص ۷۷ و ہنانی المغازی ص ۶۲۷ تا ص ۶۲۸۔
تفصیل کے لئے واقعہ شامہ بن اثال ملاحظہ فرمائے۔
ولا واللہ فیہ حذف تقدیرہ واللہ لا یرجی الی دینکم ولا ارفق بکم۔

استنباط مسائل

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ شامہ کے قصے میں بہت سے فوائد ہیں اور ربط الکافر فی المسجد یعنی کافر کا مسجد میں قید کرنا اور باندھنا صناعۃ والمن علی الاسیر الکافر الخ اور کافر قیدی پر احسان کرنا ۳ برائی کرنے والے کے ساتھ بھلائی کرنا ۴ اسلام قبول کرتے وقت غسل کرنا وغیرہ (فتح الباری ص ۶۹)۔

۳ - حد ثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن عبد اللہ بن ابی حسیٰ قال حد ثنا نافع بن جبیر عن ابن عباس قال قد تم مسیلمۃ الکذاب علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یقول ان جعل لی محمد من بعدہ تبعثہ وقدما فی بشر کثیر من قومہ فاقبل الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ثابت بن قیس بن شماس و فی بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قطعہ جریجو حتی وقف علی مسیلمۃ فی اصحابہ فقال لوسا لکنی ہذہ القطعہ ما اعطیکمہا ولن تعدوا امر اللہ فیک ولین اذ برت لیقرنک اللہ وانی لاراک الذی اریبت فیہ مارایت و ہذا ثابت یجیبک عنی ثم انصرف عنہ قال ابن عباس فسألت عن قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک اری الذی اریبت فیہ مارایت فاخبرنی ابو ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بیانا انانا سم رأیت فی یدئ سوارین من ذہب فاهتبی شانہما فأرجی الی فی المنام ان انفخہما فنفختہما فطارا فاوتتہما کذا بین یخرجان بعدی احد ہما العنسی والآخر مسیلمۃ۔
ترجمہ: حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسیلمہ کذاب آیا اور کہنے لگا کہ

اگر محمد اپنے بعد اپنا خلیفہ بنا دیں تو میں ان کی اتباع کروں اور مسیلہ اپنی قوم (بنی حنیفہ) کے بہت سے آدمی کے ساتھ مدینہ آیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف (تہلیل کے لئے) تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ ثابت بن قیسؓ، ابن شماس بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں بھجور کی ایک چھڑی تھی بالآخر آنحضرتؐ مسیلہ کے پاس اس کے ساتھ خبیوں کی مجلس میں قیام فرما ہوئے اور فرمایا اگر تو بچھڑی بھی مانگے تو میں اس چھڑی کو بھی نہ دوں گا اور تو ہرگز نہیں تجاؤ کر سکے گا اللہ کے اس فیصلہ سے جو تیرے بارے کیا ہے اگر تو نے میری اطاعت سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دیں گے میں سمجھتا ہوں تو وہی ہے جو مجھ کو خواب میں دکھلایا گیا ہے اور یہ ثابت بن قیسؓ ہیں جو تیری ہاتوں کا میری طرف سے جواب دیں گے پھر آپؐ واپس تشریف لے آئے۔ اسی عباس نے بیان کیا کہ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "انلھا اری الذی الی" میں سمجھتا ہوں کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھلایا گیا" کے متعلق پوچھا تو وہی جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے انہیں دیکھ کر مجھے علم ہوا مجھے خواب ہی میں وحی کی گئی کہ ان دونوں میں پھونک مارو چنانچہ میں نے ان میں پھونکا تو وہ دونوں اڑ گئے میں نے اس کی تعبیر دجو جھوٹوں سے لی جو میرے بعد (یعنی میری نبوت کے بعد ظاہر ہوں گے اور نبوت کا دعویٰ کریں گے ان دونوں میں سے ایک اسود عنسی) بفتح العین المہملہ وسکون النون) (عدہ) تھا دوسرا مسیلہ الکذاب۔

تشریحات

مطابق ترجمۃ البحر الاول لان مسیلہ قدم فی وفد بنی حنیفہ۔
والحدیث معنی فی المناقب ص ۵۵ و ہناتی المغازی ص ۲۲۸

وفد بنی حنیفہ حافظ عسقلانی وغیرہ فرماتے ہیں کہ ۹ھ میں بنی حنیفہ کا ایک وفد سترہ آدمیوں پر مشتمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس میں اس قبیلہ کا مشہور فتنہ پرداز مسیلہ الکذاب بھی تھا مگر یہ فتنیں تکبر کی وجہ سے بارگاہ نبوی میں حاضر نہیں ہوا بلکہ پورے قافلہ کے سوار یوں اور اسباب کی حفاظت کے بہانے رہ گیا باقی تمام لوگ بارگاہ نبوی میں حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے، مسیلہ کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ثابت بن قیسؓ آپ کے ہمراہ تھے مسیلہ نے کہا اگر آپ مجھ کو اپنا قائم مقام مقرر کریں اور مجھ کو اپنی خلافت عطا فرمائیں تو میں بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں اس وقت حضور اقدسؐ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ چھڑی بھی مانگے گا تو نہ دوں گا اور اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے جو مقدر فرما دیا ہے تو اس سے سرمو تجاوز نہیں کر سکے گا اور غالباً تو وہی ہے جو مجھ کو خواب میں دکھلایا گیا ہے۔ باقی قصہ ترجمہ حدیث میں گذر چکا ہے۔

اس کے بعد مسئلہ میں مسیلہ کذاب نے آپ کے پاس خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا:

من مسیلہ رسول اللہ انی محمد رسول اللہ
اما بعد فانی قد اشکوکت معک فی الامرو ان لنا
نصف الامرو وقریش نصف الامرو ولبیس قریش
قوم اعداؤن۔
اللہ کے رسول مسیلہ کی طرف سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف ابا بعد میں اس معاملہ میں آپ کا شریک ہوا آپ کے ساتھ توصف اختیار کر لے اور نصف قریش کا اور قریش انصاف و رقوم نہیں ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب یہ لکھوایا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

من محمد رسول الله الى مسيئة الكذاب
لما بعد! فالسلام على من اتبع الهدى فان
الارض لله يورثها من يشاء من عباده
والعاقبة للمتقين -

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسیئہ کذاب کی طرف ابعدنا
سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے بلاشبہ زمین
خدا کی ہے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے مالک
بنادے اور آخرت کی بھلائی خدا سے ڈرنے والوں کا ہے

اس خواب میں سونے کا انگن دکھلایا گیا جس سے اشارہ ہے کہ ابتدا میں کچھ چمک و فروغ ہوگا پھر پھونک
سے اڑ جانا مشیر ہے کہ ان جھوٹوں کے دعوے میں قرار و پائیداری نہ ہوگی چنانچہ اسود عتسیٰ تو خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ میں مارا گیا جس کو فیروز نے قتل کیا جیسا کہ بخاری ص ۱۰۴ میں تصریح ہے۔ اور
مسیئہ کذاب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا، بہر حال حق حق ہے
اور باطل باطل سے

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

۳۷۴ - حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ نَصْرِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ أَنَّهُ سَمِعَ
ابَاهُ رِيَّةً يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ بِغَزَائِنِ الْأَرْضِ
فَوَضَعَ فِي كَفِّي سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَكَبَّرَ أَعْلَى فَارَجِحِي إِلَيَّ أَنْ الْفُخْهُمَا فَفَخَّخْتُهُمَا فَنَدَّ هَبَا فَوَلَّتْهُمَا
الْكَلْبُ ابْنِ اللَّذِينِ أَنَا بَيْنَهُمَا صَاحِبٌ مَنَعَاءٌ وَصَاحِبُ الْيَمَامَةِ -

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب میں میرے پاس
زمین کے خزانے لائے گئے اور میرے ہاتھوں میں سونے کے دو انگن رکھ دیئے گئے یہ مجھ پر بڑا شاق گذرا
اس کے بعد مجھے وحی کی گئی کہ میں ان میں پھونک مار دوں چنانچہ میں نے پھونک مارا تو دونوں زائل ہو گئے میں
نے ان دونوں کی تعمیران دو جھوٹوں سے لی جن کے درمیان میں ہوں ایک صاحب منعا (اسود عتسیٰ) اور ایک
صاحب یامہ (مسیئہ کذاب)۔

تشریحات | مطابقتہ ترجمہ فی حیث ان فیہ ذکر مسیئہ کذاب - جو فدنی حلیفہ میں مدینہ آیا تھا۔
والحدیث الخرج البخاری فی کتاب التعمیر ص ۱۰۴ و ہنالی المغازی ص ۶۱۸۔

۳۷۷ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ مَهْدِيَّ بْنَ مَيْمُونٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا رَجَاءَ
الْعَطَّارِيَّ يَقُولُ كُنَّا نَعْبُدُ الْعَجْرَ فَذَا وَجَدْنَا حَجْرًا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ الْقَيْنَاءُ وَاخْتَدْنَا الْأَخْرَ
فَإِذَا كُنَّا نَجِدُ حَجْرًا جَمَعْنَا جَثْوَةً مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ جُئْنَا بِالنَّشَاةِ فَحَلَبْنَا عَلَيْهِ ثُمَّ طَفْنَا بِهِ فَإِذَا
دَخَلَ شَهْرُ رَجَبٍ قَلْنَا مَنْضَلِ الْأَيْسَنَةِ فَلَا نَدْعُ رُمَحًا فِيهِ حَدِيدَةٌ وَلَا سَهْمًا فِيهِ حَدِيدَةٌ
إِلَّا نَرَعَاهُ فَالْقَيْنَاءُ شَهْرُ رَجَبٍ قَالَ وَسَمِعْتُ أَبَا رَجَاءَ يَقُولُ كُنْتُ يَوْمَ بَعَثَ النَّبِيُّ

صلى الله عليه وسلم غلاماً ارعى الإبل على اهلى فلما سمعنا بخروجه فورنا إلى النار إلى مسيئمة الكذاب -

ترجمہ: ابورجار عطاردی کا بیان ہے کہ ہم (جہلیت کے زمانے میں) پتھر کی پوجا کرتے تھے پھر جب کوئی پتھر اس سے اچھا مل جاتا (جس کی ہم پوجا کر رہے ہوتے) اسے پھینک دیتے اور دوسرے کو لے لیتے (یعنی اس دوسرے کو چومتے چامتے اور پوجتے لگتے) اور اگر ہمیں (یعنی کسی ایسی جگہ پہنچنے جہاں کوئی پتھر اتفاق سے نہ ملتا تو ہم مٹی کا ڈھیر جمع کر لیتے (یعنی مٹی کا ٹیلہ بنا لیتے) اور بگھری لاکر اس پر دوپٹے (تاکہ مٹی جم جائے اور پتھر جیسا ہو جائے) یا یہ کہ اس کو معبود بنا کر اس پر دودھ کا چڑھا دیا چڑھانے لگتے) پھر اس کا طواف کرتے کھتے اور جب رجب کا مہینہ آجاتا (جو شہر حرم میں سے تھا) تو ہم کہنے لگتے کہ یہ مہینہ نيزدوں اور بھالوں کے نکالنے کا زمانہ ہے (یعنی لڑائی کا زمانہ نہیں ہے) چنانچہ ہمارے پاس لوہے سے بنے ہوئے جتنے بھی نیزے ہوتے ہم رجب کے مہینے میں انہیں پھینک ڈالتے (یعنی اپنے سے دور رکھتے)۔ ہمدی بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے ابورجار سے سنا وہ بیان کر رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت میں کم عمر لڑکا تھا اور اپنے گھر کے اونٹ چرایا کرتا تھا پھر جب ہم نے آپ کے خروج کو سنا (یعنی فتح مکہ کی خبر سنی) تو ہم نے آگ کی طرف جا کر پناہ لی یعنی مسیئہ کذاب کے تابعدار بن گئے۔

مطابق للترجمہ فی قولہ "مسيئمة الكذاب"

تشریحات

ابورجار الزہری پہلے مسیئہ کذاب کے تابعدار بن گئے یعنی مسیئہ کذاب کے نبوت کی تصدیق کی جس کا قصہ اس طرح ہے کہ قبیلہ بنی تمیم میں ایک عورت سباح نامی تھی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کے قبیلہ کے کچھ لوگوں نے تابعداری بھی کی پھر جب اس عورت سباح کو مسیئہ کذاب کے دعویٰ نبوت کی خبر ملی تو دونوں میں باتیں ہوئیں اور مسیئہ کذاب نے اس سے نکاح کر لیا پھر سباح کے خاندان اور مسیئہ کے قبیلے سب کے سب مسیئہ کی نبوت کی تصدیق کرنے لگے جس میں حضرت ابورجار عطاردی بھی مبتلا ہوئے لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی توفیق بخشی اور مشرف باسلام ہو گئے۔ حضرت ابورجار مسلمان تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ میں ہوئے مگر انہوں نے حضور اکرم کو نہیں دیکھا۔

۴۲۸ - بابُ قِصَّةِ الْاَسْوَدِ الْعَنَسِيِّ

اسود عنسی کے قصہ کا بیان

پورے قصہ کی تفصیل خود حدیث شریف کے ترجمہ سے معلوم ہوگی۔

۳۷۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوقٍ عَنْ ابْنِ عَبِيدَةَ بْنِ نَشِيْطٍ وَكَانَ فِي مَوْضِعِ الْاَخْرَاسِ مِنْ عَبْدِ اللهِ اَنَّ عَبِيْدَةَ اللهِ بْنِ عَبِيْدِ اللهِ بْنِ عُنْتَبَةَ قَالَ بَلَّغْنَا اَنَّ مُسَيِّمَةَ الْكُذَّابِ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ فِي دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ وَكَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ الْحَارِثِ بِنْتُ كُرَيْزٍ وَهِيَ اُمُّ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ فَاتَاهَا

رسولُ الله صلى الله عليه وسلم ومعها ثابتُ بنُ قيس بن شماس وهو الذي يقال له
خطيبُ رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي يد رسول الله صلى الله عليه وسلم قضيبٌ
فوقف عليه فكلّمه فقال له مسيلمَةُ إن شئتَ خلّيتَ بيننا وبين الأمر ثم جعلته لنا
بعدك فقال له النبي صلى الله عليه وسلم لوسألتني هذ القضيب ما اعطيتكّه و إنّي
لأراك الذي أريت فيه ما أريت وهذا ثابتُ بنُ قيس وسَيُجيبُكَ عني فانصرف النبي
صلى الله عليه وسلم قال عبیدُ الله بنُ عبد الله سألتُ عبد الله بن عباس عن رُؤيا
رسول الله صلى الله عليه وسلم التي ذكر قال ابن عباس ذكر لي أنّ رسول الله صلى الله
عليه وسلم قال بينا أنا نائمٌ أريت أنه وضع في يدي سواران من ذهب فقلّعتُهما وكوّهتُهما
فأذن لي فنفختُهما فطارا فأولتُهما كذا أبين يخرجان قال عبیدُ الله أحدهما العنسي الذي
قتله فيروزُ باليمن والأخرُ مسيلمَةُ -

ترجمہ: عبید اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ نے بیان کیا کہ ہمیں معلوم ہے کہ جب مسیلہ کذاب مدینہ آیا تو
بنت حارث کے گھر اس نے قیام کیا اور اس مسیلہ کے نکاح میں حارث بن کریم کی بیٹی تھی (یعنی اپنی زوجہ کے گھر قیام
کیا) اور یہی (بنت حارث) عبد اللہ بن عبد اللہ بن عامر کی ماں بھی ہے (مطلب یہ ہے کہ وہ عبد اللہ بن عامر کے نکاح کرنا
سے پہلے مسیلہ کذاب کے نکاح میں تھی اسی وجہ سے مسیلہ نے اس کے یہاں قیام کیا کیونکہ وہ اس کی بیوی تھی) پھر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے یہاں تشریف لائے (یعنی تبلیغ کے لئے) اور آپ کے ساتھ ثابت بن قیس بن
شماس بھی تھے اور ثابت وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب کہلاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آنحضور اس کے پاس آکر ٹھہر گئے اور اس سے گفتگو کی (یعنی آپ نے اسلام کی دعوت
دی) مسیلہ نے آپ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ ہمارے اور نبوت کے درمیان حامل نہ ہوں پھر اپنے بعد ہمیں
اسے سوئپ دیں (مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی حیات میں نبی رہیں اور جھکواؤ زاد چھوڑ دیں اس شرط پر کہ آپ کے بعد
خلافت کا عہدہ میرے لئے مقرر کر دیں اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مجھ سے یہ چھڑی مانگو گے تو
میں تمہیں یہ بھی نہیں دے سکتا اور میں تو سمجھتا ہوں کہ تم وہی شخص ہو جو مجھے خواب میں دکھلایا گیا اور یہ ثابت
بن قیس ہیں اور میری طرف سے تہمدی باتوں کا جواب دیں گے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف
لے کر عبید اللہ بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عباس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب
کے متعلق پوچھا جس کا ذکر آپ نے فرمایا تھا تو ابن عباس نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے (یعنی ابو ہریرہؓ نے
مجھ سے بیان کیا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے خواب میں دکھلایا گیا کہ میرے ہاتھوں پر سونے
کے دو کنگن رکھ دیئے گئے ہیں میں ان سے گھبرایا اور ان دونوں کنگنوں سے مجھے تشویش ہوئی پھر مجھے حکم ہوا وہ
میں نے انہیں پھونک دیا تو دونوں کنگن اڑ گئے میں نے ان دونوں کی تعبیر دو جھوٹوں سے لی جو نکلیں گے۔

عبید اللہ نے بیان کیا کہ ان دونوں میں سے ایک اسود عنسی تھا جسے فرود نے بین میں قتل کیا اور دوسرا

مسئلہ: الکذاب تھا۔

تشریحات

مطابقت الترجمة "احد هما العنسی الذی قتلہ فیروز باليمن"
والحدیث مرعلی ص ۵۱۱ و ہنائی المغازی ص ۶۲۵

عنسی بفتح العین وسکون النون۔

مسئلہ: کذاب کی زوجہ کا نام کیسہ بنت الحارث تھا کیسہ بتشدید البیار مسیلمہ کے قتل ہونے کے بعد عبداللہ بن عامر نے اس سے شادی کی جس سے عبداللہ پیدا ہوا اس لئے ترجمہ میں صاف کر دیا گیا کہ یہ کیسہ عبداللہ بن عبداللہ بن عامر کی ماں ہے، بعض حضرات نے اس کی تصحیح اس طرح کی ہے کہ وہ کیسہ اولاد عبداللہ بن عامر کی ماں ہے کیونکہ عبداللہ بن عامر کی ماں کا نام بیل بنت ابی حثمہ ہے۔

مسئلہ: الکذاب کا قصہ تو سابقہ حدیثوں میں گزر چکا ہے اس حدیث پر امام بخاری نے ترجمہ البیاب رکھا ہے "باب قصة الاسود العنسی" حالانکہ حدیث میں پورا قصہ مسیلمۃ الکذاب کا ہے۔ اسود عنسی کا صرف آخر میں اسود کے قتل کا ذکر ہے کہ فیروز نے یمن میں اس کو قتل کیا ہے، بس اتنی سی مناسبت سے امام بخاری نے ترجمہ قائم کر دیا، بڑوں کی بڑی بات ہے اور امام بخاری کی دقت نظر و باریک بینی مشہور اور زبان زد علماء کرام ہے کون اعتراض کر سکتا ہے کہ ترجمہ کچھ ہے اور حدیث کچھ؟ شارح بخاری علامہ عینی "صرف اتنا فرما گئے" لیست فیہ قصة العنسی وانما فیہ قصة مسیلمۃ بطریق الارسل، مگر علامہ عینی نے کوئی جواب نہیں دیا ہے۔

بہر حال اسود عنسی کا قصہ مختصر طور پر ماقلاً مستقلاً نے بیان کیا ہے کہ اس کا نام عبید بن کعب تھا اور چونکہ چہرہ چھپا کر چلتا تھا اس لئے اسود ذوالخمار سے مشہور تھا اس نے صنعا میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور آنحضرت کے حامل مہاجر بن ابی امیہ پر غالب آ گیا تھا اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ حضور اکرم کا حامل صنعا میں باذان تھا جب باذان کا انتقال ہو گیا تو اسود عنسی کے مسخر شیطان نے اس کو اطلاع دی۔

نقل ہے کہ اسود عنسی کے پاس دو شیطان تھا جو مسخر تھا ایک کا نام سحیق اور دوسرے کا نام شقیق (ہما مصفران) تھا ان ہی شیطانوں میں سے کسی نے اسود کو باذان کے انتقال کی خبر دی تو اس نے اپنی قوم کو ساتھ لے کر صنعا پر حکومت قائم کر لی اور باذان کی بیوی مرزبانہ سے شادی کر لی، فیروز نے مرزبانہ سے راز دارانہ گفتگو کر کے طے کر لیا اور اسی مواعدہ کے ماتحت ایک روز مرزبانہ نے اسود کو خوب شراب پلا کر مست و مدہوش کر دیا تو چونکہ دروازہ پر ایک ہزار چوکیداروں کا پہرہ تھا اس لئے فیروز وغیرہ نے نقب لگایا اور اندر داخل ہو کر اس کا سر قلم کر کے مرزبانہ کو مع ضروری مال و اسباب نکال لائے۔ حق تعالیٰ نے اس طرح سے اس فتنہ اسود کو ختم کر لیا۔ (فتح ص ۱۶)

۶۲۹۔ باب قصة اهل نجران

اہل نجران کے قصہ کا بیان

نجران (بفتح النون وسکون الجیم) مکہ سے یمن کی جانب سات منزل کے فاصلہ پر ایک بہت بڑا شہر ہے

تہتر گاؤں و قصبے اس کے تابع اور ملحق ہیں (مدہ ص ۲۶) ایضاً فتح ص ۴۳۔

۹۰ میں نصارائے بخران کا ایک وفد آپ کی خدمت میں مدینہ آیا جس میں ساٹھ آدمی تھے ان میں سے چودہ^{۱۴} وئی روایہ ابن اسحاق جو بیسٹل ان کے اشرف و معززین تھے اور ان اشرف میں سے تین انھیں مخصوص اسمیٰ درجہ کے تھے جن کے ہاتھوں وہاں کے سارے اختیارات تھے ایک عاقب جس کا نام عبدالمسیح تھا یہ شخص امیر قافلہ تھا، دوسرا شخص سیدنا ہم (بفتح الہمزہ و سکون الیاء التثانیہ) تھا جو ہجرہ و زہرہ کا جماعت کی ترتیب اور سوار یوں کا تنظیم اسی سے متعلق تھا۔ تیسرا شخص ابو حارثہ بن علقمہ تھا یہ ان کا امام اور بڑا عالم پادری تھا جس کو نصاریٰ کی اصطلاح میں اسقف کہتے تھے۔

ابو حارثہ اصل میں عرب کا تھا اور قبیلہ بکر بن وائل سے تھا عیسائی بن کر نصرانیوں میں رہا ان کی کتاب میں پڑھیں اور اس میں کمال حاصل کیا، شاہان روم نصرانی تھے ان کو جب اس کے مذہبی علم اور اجتہاد کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اس کی بڑی عزت اور خوب خدمت کی اور ایک گرجا بنا کر اس کو امام مقرر کر دیا۔ یہ لوگ بڑی آن بان کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اس وفد کے لوگ عصر کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور وہ ان لوگوں کے نماز کا وقت تھا اس لئے ان لوگوں نے نماز پڑھنی چاہی، صحابہ نے چاہا کہ ان کو اس طرز کی نماز سے روکیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑھنے دو چنانچہ ان لوگوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے اپنے قاعدے سے نماز ادا کی۔

سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور انبیت کے بارے میں مباحثہ اور مکالمہ شروع ہوا کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام ابن اللہ یعنی خدا کے بیٹے نہیں ہیں تو ان کا باپ کون ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم کو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔

نصارائے بخران۔ کیوں نہیں بیشک ایسا ہی ہوتا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اگر حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں تو خدا کے ماٹل اور مشابہ ہونے چاہئیں، حالانکہ سب کو معلوم

ہے کہ خدا تعالیٰ بے مثل ہے کیسے کھٹلہ شئی۔ ولم یکن لہ کفوا احد۔

آنحضور۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ حق لایموت ہے یعنی زندہ ہے کبھی اس پر موت نہیں آسکتی ہے وان عیسیٰ یاتی علیہ الفناء اور عیسیٰ پر فنا اور موت آنے والی ہے۔

نصاری۔ بے شک صحیح ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آسمان و زمین کی کوئی چیز بلا شیدہ نہیں کیا عیسیٰ کو اس سے زائد کوئی چیز معلوم ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے بتلادیا ہے۔

نصاری۔ نہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو رحم مادر میں جس طرح چاہا بنایا اور تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ اس کو بول و بلاز کی حاجت لاحق ہوتی ہے۔

نصاری۔ بے شک صحیح ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ تم کو خوب معلوم ہے کہ حضرت مریم اور عورتوں کی طرح عیسیٰ سے حاملہ ہوئیں اور مریم صدیقہ نے ان کو اسی طرح جنا جس طرح عورتیں بچوں کو جنمتی ہیں اور پھر بچوں ہی کی طرح ان کو غذا بھی دی گئی وہ کھاتے اور پیتے بھی تھے اور بول دہرا بھی کرتے تھے۔

نصاری - بے شک ایسا ہی تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم - پھر خدا کیسے ہوئے؟

یعنی جن کی تخلیق اور تصویر رحم مادر میں ہوئی ہو اور ولادت کے بعد وہ غذا کا محتاج ہو اور بول دہرا کی حالت بھی لاحق ہوئی ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟

نصارائے بخران پر حق واضح ہو گیا مگر دیدہ و دانستہ اتباع حق سے انکار کیا حق تعالیٰ نے اس بارہ میں یہ آیتیں نازل فرمائیں **اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** الآية آل عمران آیت ۷۰ تا ۷۵۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصارائے بخران پر اسلام پیش کیا انہوں نے کہا ہم تو پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارا اسلام کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب کہ تم خدا کے لئے بیٹا تجویز کرتے ہو اور صلیب کی پرستش کرتے ہو اور خنزیر کھاتے ہو، نصارائے بخران نے کہا۔ آپ حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بندہ بتلاتے ہیں کیا آپ نے حضرت مسیح جیسا کسی کو دیکھا یا سنا بھی ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

بیشک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کے مثال کی طرح ہے کہ اللہ نے ان (آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر ان کو حکم دیا کہ ہو جا پس وہ دجالہ ہو گئے یہ امر واقعی ہے تو آپ کے پروردگار کی طرف سے بتائی جا رہی ہے پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائے اس علم کے بعد بھی آپ سے جو کوئی جھگڑا کرے تو آپ فرما دیجئے کہ (اگر دلیل سے نہیں مانتے تو پھر) آجباد بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو اور مہلہ کریں یعنی خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

ان مثل عیسی عند اللہ کمثل ادم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون الحق من ربک فلا تکن من الممتزین فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتمل فنجعل لعنة اللہ علی الکذابين۔

(آل عمران آیت ۷۵ تا ۷۷)

(مطلب یہ ہے کہ اگر صرف بے باپ پیدا ہونا ہی کسی کو خدایا خدا کا بیٹا بنانے کے لئے دلیل ہو تب تو پھر عیسیٰ کیوں کو چاہئے کہ آدم کو بدرجہ اولیٰ خدا کا بیٹا مانے کیونکہ عیسیٰ تو صرف بے باپ ہی کے پیدا ہوئے تھے مگر آدم تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے)

مہاہلہ کی تحقیق و تعریف | مہاہلہ ماخوذ ہے بہمل یا بہلۃ سے جس کے معنی لعنت اور پھٹکار کے ہیں از باب فتح لعنت کرنا مہاہلہ ایک دوسرے پر لعنت و پھٹکار کرنا۔ اصطلاحی

تعریف یہ ہے کہ کسی امر کے حق و باطل میں فریقین کے اندر اختلاف و نزاع ہو جائے اور دلائل سے نزاع ختم نہ ہو تو پھر فریقین اور فریقین کے اہل و عیال سب مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ جو اس امر میں باطل پر ہو اس پر خدا کا ہتھ نازل ہو،

ہلاکت ولعنت نازل ہو۔

نصارائے نجران اور مہاہلہ

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ مہاہلہ کے لئے تیار ہو گئے اور اگلے روز امام حسن، امام حسین سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء اور حضرت علی رضی اللہ

عنہم کو اپنے ہمراہ لے کر باہر تشریف لے آئے۔

نصارائے نجران ان نورانی اور مبارک چہروں کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے اور آپ سے مہلت مانگی کہ ہم آپس میں مشورہ کریں اس کے بعد آپ کے پاس حاضر ہوں گے۔ علیحدہ جا کر آپس میں مشورہ کرنے لگے اور یہ طے پایا کہ اگر مہاہلہ کیا گیا تو بالکل ہلاک اور برباد ہو جاؤ گے خدا کی قسم ان کی نبوت وہ پیغمبری واضح ہے حضرت عیسیٰ کے بارے میں آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل قول فیصل ہے، خدا کی قسم کسی قوم نے کبھی کسی نبی سے مہاہلہ نہیں کیا مگر ہلاک ہوئے لہذا تم مہاہلہ کر کے اپنے کو ہلاک مت کرو، تم اگر اپنے ہی دین پر قائم رہنا چاہتے ہو تو صلح کر کے واپس ہو جاؤ بالآخر انہوں نے مہاہلہ سے گریز کیا اور سالانہ جزیہ دینا منظور کیا۔

آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عذاب اہل نجران کے سروں پر آگیا تھا اگر یہ لوگ مہاہلہ کرتے تو بندر و سورت میں مسخ ہو جاتے اور تمام دادی آگ بن کر ان پر برستی اور تمام نصارائے نجران ہلاک ہو جاتے۔ دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد نامہ تحریر کر لیا جس کا حاصل یہ تھا۔

(۱) اہل نجران کو سالانہ دو ہزار حلہ ادا کرنے ہوں گے ایک ہزار ماہ رجب میں اور ایک ہزار ماہ صفر میں اور ہر حلہ کی قیمت ایک اونقیہ یعنی چالیس درہم ہوگی۔

(۲) اہل نجران پر آپ کے قاصد کی ایک مہینہ تک مہمانی لازم ہوگی۔

(۳) یمن میں اگر کوئی شورش یافتہ پیش آجائے تو اہل نجران پر تیس زرہیں اور تیس گھوڑے اور تیس اونٹ

عاریتہ دینے ہوں گے جو بعد میں واپس کر دیئے جائیں گے اور اگر کوئی شئی گم یا ضائع ہوگی تو اس کا ضمان ہم پر ہوگا۔

(۴) اللہ اور اس کا رسول ان کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہے ان کے اموال و املاک ان کی زمین و جائداد

ان کے حقوق ان کے مذہب و ملت اور ان کے قسسیں و راہب اور ان کے خاندان اور ان کے تبعین میں تغیر و تبدل نہ گا، جاہلیت کے کسی خون کمان سے مطالبہ نہ ہوگا ان کی سر زمین میں کوئی لشکر داخل نہ ہوگا۔

(۵) جو شخص ان سے حق کا مطالبہ کرے گا تو ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف کیا جائے گا۔

(۶) جو شخص سود کھائے گا تو میرا ذمہ اس سے بری ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص ظلم و زیادتی کرے گا تو اس کے بدلہ میں دوسرا شخص ماخوذ نہ ہوگا۔ یہ اللہ اور اس کے

رسول کا ذمہ ہے جب تک وہ اس پر قائم رہیں۔

اس عہد نامہ پر ابو سفیان بن حرب، عیلان بن عمرو مالک بن عوف، اقرع بن حابس اور مغیرہ بن شعبہ نے

دستخط کئے۔

نصارائے نجران یہ عہد نامہ لے کر واپس ہوئے اور چلتے وقت آپ سے یہ درخواست کی کہ کسی امانت دار شخص کو آپ ہمارے ساتھ بھیج دے تاکہ وہ ہم سے مل صلح لے کر واپس آجائے آپ نے فرمایا میں نہایت امانت دار شخص کو تمہارے ساتھ کروں گا یہ کہہ کر ابو عبیدہ بن الجراح کو ساتھ جانے کا حکم دیا اور یہ اس امت کا امین ہے یہ لوگ آپ کا فرمان لے کر نجران واپس ہوئے جب نجران ایک منزل رہ گیا تو وہاں کے پادری اور معززین نے ان کا استقبال کیا، وفد نے آپ کی تحریر پادری کے حوالے کی پادری اس کے بڑھنے میں مشغول ہو گیا اسی اثناء میں ابو حارثہ کے پھرنے جس پر وہ سوار تھا ٹھوکر کھائی تو اس کے ایک بھائی کرز بن علقمہ کی زبان سے آنحضرت کی شان میں گستاخانہ کلمہ نکلا تو ابو حارثہ نے برہم ہو کر کہا خدا کی قسم وہ نبی مرسل ہیں یہ وہی نبی ہیں جن کی بشارت تورات و انجیل میں دی گئی ہے، کرز نے کہا کہ پھر ایمان کیوں نہیں لے آتے، ابو حارثہ نے کہا کہ ان بادشاہوں نے ہم کو جو کچھ مال و دولت دے رکھا ہے وہ سب واپس لے لیں گے اس پر کرز فوراً مدینہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ کچھ روز کے بعد سید ایہم اور عبد المسیح عاقب بھی مدینہ منورہ حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ رضی اللہ عنہم اور مواعدہ۔

۳۷۹ - حدثنا عباس بن الحسين قال حدثنا يحيى بن آدم عن اسرئيل عن ابى اسحق عن صلة بن زفر عن حذيفة قال جاء العاقب والسيد صاحبان نجران الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يريدان ان يلاعنا قال فقال احدهما لصاحبه لا تفعل فوالله لئن كان نبينا فلا عنا لا نفلح نحن ولا عقبنا من بعدنا قالانا انا نعطيك ما سألتنا وابتعت معنا رجلا امينا ولا تبعت معنا الا امينا فقال لا تبعتن معكم رجلا امينا حتى امسين فاستشرف لها اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال قم يا ابا عبيدة بن الجراح فلما قام قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا امين هذه الامة -

ترجمہ: حضرت حذیفہ نے بیان کیا کہ نجران کے دو سردار عاقب اور سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مباہلہ کرنے کے ارادہ سے آئے حذیفہ نے بیان کیا کہ پھر ایک (یعنی سید) نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ایسا نہ کر دیکھو کہ خدا کی قسم اگر یہ نبی ہوئے اور ہم نے ان سے مباہلہ کیا تو ہم پتہ نہیں سکتے اور نہ ہمارے بعد ہاری نسلیں رہ سکیں گی پھر ان دونوں نے آنحضرت سے کہا ہم آپ کو (جزیرہ) دیں گے جو آپ کا مطالبہ ہوگا اور آپ ہمارے ساتھ کوئی امانت دار شخص بھیج دیجئے اور آپ جو بھی ادبی ہمارے پاس بھیجیں اس کا امین ہونا ضروری ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایسا آدمی ضرور بھیجوں گا جو امانت دار ہوگا اور کماحقہ امین ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جھانکنے لگے یعنی حضور کے فیصلہ کا انتظار کرنے لگے آنحضرت نے فرمایا اے ابو عبیدہ بن الجراح! ٹھوکر وہ کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس امت کے امین ہیں۔

تشریحات

مطابقہ للترجمۃ فی قولہ "جاء العاقب والسید صاحبانجران"

والحدیث اخرج البخاری فی المناقب منہ ۶۲۵ و فی اخبار الامام منہ ۱۰

۳۸۰ - حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ

سَمِعْتُ اِبْنَ اَسْحَوْنَ مِنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرٍ عَنْ حَدِيْفَةَ قَالَ جَاءَ اَهْلُ نَجْرَانَ اِلَى النَّبِيِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا اَبْعَثْ لَنَا رَجُلًا اَوْمِيْنًا فَقَالَ لَا اَبْعَثَنَّ اِيْكُمْ رَجُلًا اَمِيْنًا

حَقًّا اَمِيْنًا فَاسْتَشْرَفَ لَهُ النَّاسُ فَبَعَثَ اِبْنَ اَبِيْبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ -

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اہل نجران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کوئی امانت دار آدمی بھیجئے آنحضرت نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایسا آدمی بھیجوں گا

جو کا حق امانت دار ہوگا صحابہ منتظر تھے آخر حضور اقدس نے ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو بھیجا۔

انہی طریق آخری الحدیث السابق اخرج مختصرا۔

تشریحات

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح | حضرت ابو عبیدہ عامر بن عبد اللہ بن جراح فری قریشی ہیں۔
عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور آنحضرت نے آپ کو اس امت کا

امین فرمایا ہے، آپ حضرت عثمان بن مظعون کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے اور تمام غزوات میں شریک رہے۔

جنگ اعد میں انہوں نے خود کی کڑیاں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں گھس گئی تھیں کھینچنا محتاجیں

کی دہر سے ابو عبیدہ کے دو دانت شہید بھی ہو گئے تھے، آپ خوبصورت دراز قامت، ہلکی ڈاڑھی والے تھے

طامون نحواس میں شہرہ میں انتقال ہوا ۱۸ اشھادوں سال کی عمر پائی رضی اللہ عنہ وارضاه۔

۳۸۱ - حدَّثَنَا ابُو الْوَلَيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَ اَمِيْنُ هَذِهِ الِاُمَّةِ اِبْنُ اَبِيْبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ -

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر امت میں امین (امانت دار)

ہوتے ہیں اور اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں۔

مطابقہ للترجمۃ: من حیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم قالہ میں بعد الی نجران بقرینۃ الحدیث السابق۔

والحدیث معنی فی المناقب منہ ۶۳۰ و ہنالی المغازی منہ ۶۲۹

تشریحات

۶۲۹ - بابُ قِصَّةِ عُمَانَ وَ الْبَحْرَيْنِ

عمان اور بحرین کا قصہ

عمان میں کا ایک شہر ہے اور بحرین عبد القیس کا شہر ہے کماثر۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ عمان بضم العین و تخفیف المیم ہے (عمدہ الصفاخ) اور عمان بفتح العین و تشدید المیم

لک شام کا شہر ہے (عمدہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ ۳ھ میں بادشاہ عمان جلندی (بعض الجیم وفتح اللام وسکون النون) کے دونوں لڑکے حیقر (بفتح الجیم وسکون الیاء وفتح الفاء) اور عیاذ (بکسر العین وتشدید الیاء بعد ہا ذال عمدة القاری وقال الخافظ بفتح العین وتشدید الیاء وفتح صیغہ) کے پاس عمان بھیجا یہ دونوں بھائی تھے دونوں نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی اور عمرو بن العاصؓ کو اختیار دیا کہ وہ ان کے مال اور رعایا کے اموال سے شرعی احکام کے مطابق صدقہ وصول کریں پھر یہ لوگ حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عمرو بن العاصؓ بحرین چلے گئے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کی خبر عمرو بن العاصؓ کو وہیں ملی۔

۳۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَفِينٌ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ أُعْطَيْتَكَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا ثَلَاثًا فَلَمْ يَقْدَمْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيَّ ابْنُ بَكْرٍ أَمْرًا دِيًّا فَنَادَى مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَسِينُ أَوْ عِدَّةٌ فَلْيَا تَنِي قَالَ جَابِرٌ فَجِئْتُ ابَا بَكْرٍ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أُعْطَيْتَكَ هَكَذَا وَهَكَذَا ثَلَاثًا قَالَ فَأَسْأَلُكَ جَابِرُ فَلَقَيْتُ ابَا بَكْرٍ بَعْدَ ذَلِكَ فَسَأَلْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي ثُمَّ اتَيْتُهُ الثَّانِيَةَ فَلَمْ يُعْطِنِي ثُمَّ اتَيْتُهُ الثَّلَاثَةَ فَلَمْ يُعْطِنِي فَقُلْتُ لَهُ قَدْ اتَيْتَكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ اتَيْتَكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ اتَيْتَكَ فَلَمْ تُعْطِنِي فَمَاذَا ان تُعْطِينِي وَإِنَّمَا أَنْ تَبْخَلَ عَنِّي فَقَالَ أَقَلَّتْ تَبْخُلُ عَنِّي وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَأُ مِنَ الْبَخْلِ قَالَهَا سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ جِئْتُهُ فَقَالَ لِي أَبُو بَكْرٍ عَدَّةً هَا فَعَدَدْتُهَا فَوَجَدْتُهَا خَمْسَ مِائَةٍ قَالَ خَذْ مِنْهَا مِائَتَيْنِ -

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر بحرین سے مال آیا تو میں تمہیں اتنا اتنا تین مرتبہ لپ بھر کر دوں گا لیکن بحرین سے جس وقت مال آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی اس لئے وہ مال جب ابو بکر صدیقؓ کے پاس آیا تو ابو بکرؓ نے اعلان کر دیا کہ جس شخص کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض یا کسی سے حضورؐ کا کوئی وعدہ ہو تو وہ میرے پاس آئے۔

جابرؓ نے بیان کیا کہ میں ابو بکرؓ کے پاس حاضر ہوا اور میں نے ان سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر بحرین سے میرے پاس مال آیا تو میں تمہیں اتنا اتنا تین لپیں بھر کر دوں گا جابرؓ نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکرؓ نے مجھے دیا (یعنی حضور اکرمؐ کے قول کے مطابق ابو بکرؓ نے دینے کا وعدہ فرمایا اور اطمینان دلایا) جابر نے بیان کیا کہ اس کے بعد میں نے ابو بکرؓ سے پھر ملاقات کی اور ان سے مال مانگا لیکن انہوں نے مجھے نہیں دیا، میں پھر دوسری مرتبہ ان کے پاس آیا لیکن انہوں نے نہیں دیا۔ پھر میں تیسری مرتبہ ان کے پاس حاضر ہوا لیکن انہوں نے مجھ کو نہیں

دیا تو میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے نہیں دیا پھر میں آپ کے پاس (دوبارہ) آیا پھر آپ نے مجھ کو نہیں دیا اس کے بعد میں (میسری مرتبہ) پھر آپ کے پاس آیا اور آپ نے نہیں دیا سو یا تو مجھ کو دیکھئے یا مجھ کو نہ دینے کی وجہ سے بخیل بنئے تو ابو بکرؓ نے فرمایا کہ تم نے کہا ہے کہ مجھ سے بخل کرتے ہیں؟ بھلا بخل سے بڑھ کر اور کیا بیماری ہو سکتی ہے؟ ابو بکرؓ نے اس جملہ کو تین مرتبہ دہرایا اور فرمایا میں نے نہیں جب بھی ملا تو میرا ارادہ ہی تھا کہ بہر حال تجھے دینا ہے (یعنی میرا ٹالنا اور نہ دینا بخل کی وجہ سے نہ تھا بلکہ میرا ارادہ جس میں سے دینے کا تھا جو جس خاص خلیفۃ المسلمین کا حصہ ہے وہ مختار ہیں جسے چاہیں دیں اور مرو بن دینار سے روایت ہے انہوں نے محمد بن علی یعنی امام باقر سے روایت کی امام باقر نے بیان کیا کہ میں نے جابر بن عبد اللہؓ سے سنا جابرؓ نے بیان کیا کہ میں ابو بکرؓ کے پاس حاضر ہوا تو مجھ سے ابو بکرؓ نے کہا اسے شمار کرو میں نے اسے شمار کیا تو پانچ تو تھا فرمایا کہ دو مرتبہ اتنا ہی اور لے لو یعنی ایک ہزار لے لو

تشریحات

مطابقتہ للتزجیم:- یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کا نام لگنا اور ابو بکرؓ کا دینا اموال بخرین سے تھا تو ترجمہ کا اصل تعلق بخرین سے ہے مگر چونکہ بخرین اور عمان قریب قریب ہیں اور ایک ہی سفر میں مال کو دو دنوں جگہ بھیجا گیا تھا اس لئے امام بخاری نے ترجمہ میں دو دنوں شہروں کو رکھ دیا۔

والحدیث اخرہ البخاری فی الکفالتہ ۳۰۶ تامۃ ۳۰۷ و فی الشہادات ۳۶۹ و فی الجہاد ۳۳۳ و فی المغازی ۶۲۹۔

۶۲۹- بابٌ قُدُومِ الْأَشْعَرِيِّينَ وَاهْلِ الْيَمَنِ وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ مِثِّي وَأَنَا مِنْهُمْ

قبیلہ اشعر اور اہل یمن کی آمد کا بیان

قبیلہ اشعریوں کی ایک مشہور اور معزز قبیلہ ہے جو اپنے جدا جدا اشعر کی طرف منسوب ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل یمن کا عطف اشعریوں پر عطف العام علی الخاص کے قبیل سے ہے۔ اشعر کو اشعر اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے تو ان کے بدن پر بال بکثرت تھے اور اشعر صیفہ صفت ہے، شعر بمعنی بال سے مشتق ہے جس کے معنی کثیر الشعر کے ہیں، ابو موسیٰ اشعریؓ اسی قبیلہ کے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مدینہ منورہ کے ارادہ سے بندہ یسر کشتی روانہ ہوئے لیکن راستے کی آمدی اور طوفان نے انہیں حبش کی طرف پھینک دیا اور حضرت جعفر بن ابی طالب سے ملاقات ہوئی، پھر حضرت جعفر اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما دونوں ایک ساتھ فتح خیبر کے موقع پر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، بعض روایت میں اہل یمن کی آمد خدمت نبویؐ میں سے ہے تطبیق کے لئے یہ کہا جائے گا کہ اہل یمن سنۃ الوفودؐ میں آئے وہ یمن کے قبیلہ حیر کے لوگ تھے۔

بہر حال جب اشعریوں کا وفد آپؐ کی خدمت میں پہنچا تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اہل یمن آگئے جن کے دل رقیق اور نرم ہیں یعنی تساوت سے بالکل بیباک ہیں فوراً حق کو قبول کرتے ہیں۔

حدیث آرہی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ایمان یمن کا ہے اور حکمت یمن کی ہے یعنی ان کے رقت قلب اور نرم دلی کا یہ اثر ہے کہ ان کے قلوب ایمان و عرفان کے معدن اور علم و حکمت کے سرچشمہ ہیں۔ وفد نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں سیکھنے کے لئے آئے ہیں اور تکوین عالم کی ابتدا اور آغاز کو معلوم کرنے کے لئے آپؐ نے فرمایا "سب سے پہلے خدا تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا یعنی تکوین عالم کی ابتدا پانی اور عرش سے ہوئی اول پانی پیدا کیا پھر عرش پھر آسمان وزمین کو پیدا کیا اور ہر چیز کو لوح محفوظ میں لکھ دیا۔

۳۸۳ - حد ثنا عبد اللہ بن محمّد و اسحق بن نصر قال احدثنا يحيى بن آدم قال حدثنا ابن أبي زائدة عن أبي اسحق عن ابن اسود بن يزيد عن ابي موسى قال قدمت انا واخي من اليمن فملكنا حينئذ ما نرى ابن مسعود و أمته إلا من اهل البيت من كثرة دخولهم ولزومهم له -

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بیان کیا کہ میں اور میرے بھائی یمن سے آئے (یعنی آنحضرتؐ کی خدمت میں) تو ہم (ابتدائیں) بہت دنوں تک یہ سمجھتے رہے کہ ابن مسعود اور ان کی والدہ اہل بیت میں سے ہیں کیونکہ یہ آنحضرتؐ کے گھر میں بہت آیا جایا کرتے تھے اور ہر وقت حضورؐ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

مطابقتہ للترجمة في قوله "قدمت انا واخي من اليمن"

والحدیث مضمیٰ فی المناقب ص ۵۳ و ہنای المغازی ص ۶۹

تشریحات

۳۸۴ - حد ثنا ابو نعیم قال حد ثنا عبد السلام عن ایوب عن ابي قلابة عن زهكيم قال لما قدم ابو موسى اكرم هذا الصحابي من جرهم وانا لجلوس عندده وهو يتعدى دجاجا وفي القوم رجل جالس فدماه الى الغداء فقال اني رايتك يا كل شيئا فمذرتك قال هلتم فاني رايت النبي صلى الله عليه وسلم يا كله قال اني حلفت لا اكله قال هلتم اخبرك عن يمينك انا اتينا النبي صلى الله عليه وسلم نفر من الاشعريين فاستحملناه فاني ان يحملنا فاستحملناه فحلف ان لا يحملنا ثم لم يلبس النبي صلى الله عليه وسلم ارج ابي شهاب ابل فامرنا بخمسين ذود فلما قبضنا ما قلنا تغلنا النبي صلى الله عليه وسلم يمينه لا نفلح بعدها ابد ا فاتيته فقلت يا رسول الله انك حلفت ان لا تحملنا وقد حملتنا قال اجل ولكن لا احلف على يمين فاري غير ما خيرا منها الا اتيت الذي هو خير منها -

ترجمہ: زہدیم جرہمی نے بیان کیا کہ جب ابو موسیٰ اشعریؓ (حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں کوفہ کے امیر بن کر آئے تو ابو موسیٰؓ نے اس قبیلہ جرم کا بہت اعزاز کیا (زہدیم کہتے ہیں) ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ مرغ کا گوشت کھا رہے تھے مجلس میں ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا ابو موسیٰؓ نے ان کو کھانے پر بلایا تو اس شخص نے کہا کہ جب سے میں نے اس (مرغ) کو کچھ چیزیں (یعنی گندگی) کھاتے دیکھا ہے میں اس سے پرہیز کرنے

ابو موسیٰ نے کہا: "وآجاء" اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا گوشت کھانے دیکھا ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا لیکن میں نے تو قسم کھالی ہے کہ اس کا گوشت نہیں کھاؤں گا پھر ابو موسیٰ نے کہا تم آجاء میں تمہیں تمہارے قسم کے بارے میں بھی بتاؤں گا ہم قبیلہ اشعر کے چند لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے (عز و ہتوک کے لئے) سواری مانگی حضور نے ہمیں سواری دینے سے انکار فرمایا پھر ہم نے آپ سے سواری مانگا تو آپ نے قسم کھالی کہ ہم کو سواری نہیں دیں گے لیکن ابھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی کہ غنیمت کے کچھ اونٹ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پانچ اونٹ دلائے جب ہم نے ان اونٹوں کو لے لیا تو ہم نے کہا (یعنی سوچا) کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان قسم یاد نہیں دلائی ایسی حالت میں ہماری بھلائی کبھی نہ ہوگی چنانچہ میں آپ کی خدمت میں آیا اور میں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے تو قسم کھالی تھی کہ آپ ہم کو سواری نہیں دیں گے اور پھر آپ نے ہمیں سواری دے دی آنحضرت نے فرمایا "بھیک ہے لیکن میں جب بھی کوئی قسم کھاتا ہوں اور پھر اس کے سوا دوسری صورت مجھے اس سے بہتر نظر آتی ہے تو میں وہی کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے (اور قسم کا کفارہ) (اگر دیتا ہوں)۔"

تشریحات

مطابقت للترجمۃ توخذ من قولہ "انا اتینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نفر من الاشعریین"

والحدیث مضمون فی الجہاد ص ۲۲۷ و سنائی المغازی ص ۲۳

۲۸۵ - حد ثنا عمرو بن علی قال حد ثنا ابو عامر قال حد ثنا سفین قال حد ثنا ابو صخرۃ جامع بن شنتاد قال حد ثنا صفوان بن محرز المازنی قال حد ثنا عمرو بن حصین قال جاءت بنو تمیم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابیہر وایاہنی تمیم قالوا اما اذ بشرتنا فاطمنا فتغیر وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء ناس من اهل الیمن فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقبلوا البشری اذ لم یقبلہا بنو تمیم قالوا قد قبلنا یا رسول اللہ -

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین نے بیان کیا کہ بنو تمیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا اے بنو تمیم بشارت قبول کرو (یعنی جنت کی) انہوں نے کہا جب آپ نے ہمیں بشارت دی ہے تو کچھ (مال) عنایت فرمائے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا پھر بن کے کچھ لوگ آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ بنو تمیم نے بشارت قبول نہیں کی تم قبول کر لو ان لوگوں نے کہا ہم نے قبول کی یا رسول اللہ -

تشریحات

مطابقت للترجمۃ فی قولہ "فجاء ناس من اهل الیمن"

والحدیث مضمون فی کتاب بدر الخلق ص ۲۵۲ و فی المغازی ص ۲۶۷ ایضاً ہنا ص ۲۳ -

مزید تشریحات کے لئے حدیث ص ۲۶۷ دیکھیے -

۳۸۶ - حدثني عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ
عَنْ اسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَارِثٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ هُنَا وَاشْتَارَ بَيْدَهُ إِلَى الْيَمِينِ وَالْجَفَاءُ وَغِلْظُ الْقُلُوبِ فِي الْفِتْنَةِ أَدِينُ
عَنْ أَصُولِ إِذْنَابِ الْإِبْلِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ رَبِيعَةٌ وَمُضَمَّرٌ -
ترجمہ: حضرت ابو مسعود سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان تو ادر ہے اور آپ نے
اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کیا اور بے رحمی اور سخت دلی ان لوگوں میں ہے جو اونٹ کی دلوں کے پاس
چلاتے ہیں جس سے شیطان کے دو سینگ نکلتے ہیں (یعنی مشرق) یعنی ربیعہ اور مضمر میں۔

مطابقتہ للترجمة من حيث الاستطراد لاجل ذكر اليمين فيها۔

والحديث مضمي في كتاب بدر الخلق ۳۶۶ وھنای المغازی ص ۶۳۔

تشریحات

۳۸۷ - حدثنا محمد بن بشر قال حدثنا ابن أبي عمير عن شعبة عن سليمان عن ذكوان
عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اتاكم اهل اليمن هم ارق افئدة والين
قلوباً الايمان يمان والحكمة يمانية والفخر والخيلاء في اصحاب الابل والسكينة والوقار
في اهل الغنم وقال غندر عن شعبة عن سليمان سمعت ذكوان عن ابي هريرة عن النبي
صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس اہل یمن آگے
ہیں یہ لوگ رقیق القلب اور نرم دل ہوتے ہیں (یعنی قساوت سے بالکل پاک ہیں حتیٰ کہ فوراً قبول کرتے ہیں سگدل
نہیں کہ کسی موعظت و حکمت کا اثر نہ ہو) ایمان یمن کا ہے اور حکمت بھی یمنی ہے اور فخر و تکبر اونٹ والوں میں ہے
اور اطمینان و وقار بکری والوں میں۔

اور غندر نے بیان کیا ان سے شعبہ نے ان سے سلیمان نے کہ میں نے ذکوان سے سنا اور ذکوان نے ابو ہریرہ سے اور
انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

مطابقتہ للترجمة في قوله "اتاكم اهل اليمن"

والحديث مضمي في كتاب بدر الخلق ۳۶۶ وھنای المغازی ص ۶۳۔

تشریحات

وقال غندر الخ اس تعلیق کو امام احمد نے وصل کیا ہے۔ امام بخاری کا مقصد اس تعلیق کے ذکر سے یہ
بتانا ہے کہ سلیمان کا سماع ذکوان سے ثابت ہے یعنی سلیمان اعمش کا حدیث مذکور جو عن ذکوان تھا تو اس تعلیق
سے سلیمان اعمش کا سماع ذکوان سے بھراحت معلوم ہو گیا۔

۳۸۸ - حدثنا اسمعيل قال حدثني اخي عن سليمان بن خور بن زيد عن ابي القاسم
عن ابي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال الايمان يمان والافتنة ههنا ههنا
يطلع قرن الشيطان۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان میں کاہے اور فتنہ (یعنی دینی خرابی) اور مرے ہے (یعنی مشرق کی طرف سے) جہاں سے شیطان کے سینگ نکلے ہیں (یعنی اسباب کفر مغلا شروع و جمال وغیرہ)۔

مطابق ترجمہ: ”ہذا طریق آخری حدیث ابی ہریرہؓ“

تشریحات

۳۸۹- حد ثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعيب قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتاكم اهل الیمن اضعف قلوبا وارق افئدة لفقه یمان والحكمة یمانینہ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے یہاں اہل یمن آئے ہیں جو نرم دل اور رقیب القلب ہیں دین کی سمجھ میں والوں میں ہے اور حکمت بھی یمن کی ہے۔

دوسری سند سے حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے۔

تشریحات

۳۹۰- حد ثنا عبدان عن ابی حمزة عن الاعمش عن ابراهیم عن علقمة قال کنا جلوسا مع ابن مسعود فجاء خباب فقال یا ابا عبد الرحمن ایستطیع هو لاء الشبابة ان یقرأ او کما تقرأ قال اما انک لو شئت امرت بعضهم یقرأ علیک قال اجل قال اقرأ یا علقمة فقال زید بن حدیر اخوزیاد بن حدیر انا مر علقمة ان یقرأ ولیس باقرا فا قال اما انک ان شئت اخبرتک بما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قومک و قومہ فقرأت خمسين اية من سورة مریم فقال عبد اللہ کیف توی قال قد احسن قال عبد اللہ ما اقرأ شیئا الا وهو یقرأه ثم التفت الی خباب وعلیه خاتم من ذهب فقال النبی یا ابن لہذا الخاتم ان یلقی قال اما لانک لن تراء علی بعد الیوم فالقاه رواه عند من شعبه۔

ترجمہ: علقمہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت خباب بن ارتؓ تشریف لائے اور کہا آئے ابو عبد الرحمن (کنیت عبد اللہ بن مسعودؓ) کیا یہ لڑ جوان لوگ (جو تمہارے شاگرد ہیں) اسی طرح قرآن پڑھ سکتے ہیں جیسے آپ پڑھتے ہیں؟ ابن مسعود نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں کسی سے تلاوت کے لئے کہوں انہوں نے فرمایا مزور ابن مسعود نے فرمایا اے علقمہ تم پڑھو اس پر زید بن حدیر زیاد بن حدیر کے بھائی بولے وہ آپ علقمہ سے تلاوت قرآن کے لئے فرمانے ہیں حالانکہ وہ ہم سب سے اچھے قاری نہیں ہیں ابن مسعود نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہ حدیث سنا دوں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری قوم اور اس کی قوم کے بارے میں فرمائی تھی (علقمہ کہتے ہیں) آخر میں نے سورہ مریم کی پچاس آیتیں پڑھ کر سنائیں، عبد اللہ

بن مسعودؓ نے پوچھا (خباث سے) آپ کیا سمجھتے ہیں؟ خباث نے کہا ”بہت اچھا بڑھا، عبد اللہ نے کہا جو آیت بھی میں جس طرح پڑھتا ہوں علقمہ بھی اسی طرح پڑھتا ہے پھر آپ نے خباث کی طرف توجہ کی ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی آپ نے فرمایا ”کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ یہ انگوٹھی پھینک دی جائے“ خباث نے فرمایا ”سن لیجئے کہ آج کے بعد یہ انگوٹھی میرے ہاتھ میں کبھی نہیں دیکھیں گے“ چنانچہ خباث نے انگوٹھی اتار دی۔ اس حدیث کی روایت غندر نے شعبہ کے واسطے سے کی ہے۔

تشریحات

حدیث کی مطابقت اس سے ماخوذ ہے کہ علقمہ نخعی ہیں جو یمن کی شاخ اور مشہور قبیلہ ہے امام احمد وغیرہ نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے قبیلہ نخع کے لئے دعا کی اور تعریف فرمائی اتنی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں بھی اسی قبیلہ کا ایک فرد ہوتا، بس علقمہ اہل یمن کے قبیلہ نخع کی طرف منسوب ہیں اور اتنی مناسبت سے امام بخاریؒ نے اس حدیث کو لایا ہے۔

۲۔ حضرت خباث بن ارتؓ مردوں کے لئے سونے کی ممانعت کو پہلے ہی تنزیہی پر معمول کرتے ہوں گے لیکن جب ابن مسعودؓ نے مردوں کے لئے سونے کے استعمال کی حرمت بتادی تو فوراً خباثؓ نے انگوٹھی اتار دی۔

۴۳۰۔ بابُ قِصَّةِ دَوْسٍ وَالطَّفِيلِ بْنِ عَمْرِو السَّدَوِيِّ

قبیلہ دوس اور طفیل بن عمرو دوسیؓ کا واقعہ

دوس بفتح الدال و سکون الواو وئی آخرہ سین۔ طفیل بضم الطاء۔

قبیلہ دوس اور طفیل بن عمرو دوسیؓ کا اسلام

عمرو کارو سائے یمن میں شمار ہوتا تھا یہ طفیل علم و دانش کے علاوہ مشہور شاعر تھے، قریش سے حلیفانہ تعلقات رکھتے تھے۔ ہجرت کے قبل اللہ نبویؐ میں وہ جب کہ آئے تو قریش کے کچھ لوگ ملاقات کے لئے طفیل کے پاس آئے اور کہا کہ آج کل ہمارے یہاں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جس نے پورے شہر کو فتنہ میں ڈال دیا ہے اس کا کلام مثل سحر اور جادو کے ہے کہ باپ بیٹے، بھائی بھائی اور میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالتا ہے آپ اس سے بچتے رہیں، ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ اور آپ کی قوم کہیں اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائے جہاں تک ممکن ہو آپ اس جادو گر کی کوئی بات نہ سنیں۔

قریش نے ان کو اس قدر ڈرایا کہ انہوں نے اپنے کانوں میں روٹی گھونسن لی کہ کہیں اتفاقی طور پر اس شخص (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام کان میں نہ پڑ جائے۔ اتفاقاً ایک روز علی الصبح طفیل خانہ کعبہ پہنچے وہاں آنحضرتؐ نماز فجر پڑھ رہے تھے حضورؐ نے نماز میں قرآن حکیم کی تلاوت کی، طفیل کہتے ہیں کہ مجھ کو نہایت اچھا اور بھلا معلوم ہوا اس وقت میں نے اپنے دل میں یہ کہا کہ آخر میں شاعر ہوں صاحب عقل و دانش ہوں مجھ پر کسی کلام کا حسن و قبح مخفی نہیں رہ سکتا میں اس شخص کا کلام ضرور سنوں گا اگر کلام اچھا ہو گا قبول کروں گا

اور اگر بڑا ہو گا تو چھوڑ دوں گا، پھر میں نے اپنے کانوں سے روئی نکال کر پھینک دی۔ طفیل کا بیان ہے کہ جب آنحضرتؐ نماز سے فارغ ہو کر گھر چلے تو میں آپ کے پیچھے ہوں لیا جب آپ گھر پہنچے تو میں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے مجھے اس طرح کہا لیکن خدا کو منظور تھا کہ میں آپ کا کلام سنوں چنانچہ میں نے کچھ سنا آپ اپنا دین پیش کیجئے۔ حضور اقدسؐ نے اسلام پیش کیا اور طفیل مسلمان ہو گئے اور حضورؐ سے کہا کہ آپ دعا فرمائے کہ خدا کے تعالیٰ میرے ذریعہ میرے قبیلہ والوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی نشانی عطا فرمائے کہ جو تبلیغ اسلام میں میری مددگار ہو آپ نے دعا فرمائی اللہم اجعلہ لہ آية اے اللہ اس کے لئے کوئی نشانی پیدا فرما۔

حضرت طفیلؓ کہتے ہیں کہ جب میں اپنی بستی کے قریب پہنچا تو میری آنکھوں کے مابین چراغ کے مانند ایک نور پیدا ہو گیا میں نے اللہ سے دعا کی کہ اس نور کو بجائے چہرہ کے کسی اور جگہ منتقل فرما کہ میں میری قوم اس کو مشلہ اور بدلی ہوئی صورت نہ سمجھیں اور یہ خیال نہ کریں کہ آباؤی دین چھوڑنے کی وجہ سے اس کی صورت بدل گئی وہ نور (روحانی) اسی وقت میرے سوط یعنی کوڑے کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ کوڑا مثل ایک لائٹین کے بن گیا پھر میں نے تبلیغ شروع کی تو میرے باپ اور میری بیوی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہو گئے لیکن قوم نے انکار کیا پھر میں مکہ مکرمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حالات سنائے تو آپ نے دعا فرمائی اللہم اهد دوساوات بہم اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور مسلمان بنا کر یہاں بھیج دے پھر قبیلہ کے ستر یا اشی گھرانے مسلمان ہوئے۔

۳۹۱ - حد ثنا ابو نعیم قال حدثنا سفیان بن عمار بن ذکوان عن عبد الرحمن الاعرج عن ابی ہریرۃ قال جاء الطفیل بن عمرو الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ین دوساوات بہم قد هکت عصت وابت فادع اللہ علیہم فقال اللہم اهد دوساوات بہم۔
ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ طفیل بن عمروؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ قبیلہ دوس تو تباہ ہوا، نافرمانی کی اور انکار کیا (یعنی اسلام قبول نہیں کیا) اس لئے آپ ان کے لئے بد دعا کر دیجئے آنحضرتؐ نے فرمایا "اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور انہیں میرے یہاں لے آ (چنانچہ ان میں سے اکثر لوگ مسلمان ہو کر مدینہ آ گئے)۔"

تشریحات | مطابقتہ للترجمتی قولہ "جاء الطفیل بن عمرو الی النبی الخ"

۳۹۲ - حد ثنی محمد بن العلاء قال حد ثنا ابو سامة قال حد ثنا اسمعیل بن عیسیٰ عن ابی ہریرۃ قال لما قدمت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت فی الطریق یا یلئلا من طولہا و عنایتہا علی آتہا من دارۃ الکفر نجت و ابق غلام لی فی الطریق فلما قدمت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبايعته فبينا انا منه اذ طلع الغلام فقال لي النبي صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ہریرۃ هذا غلامک

فقلت هو لوجه الله فاعتقته -

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلا تو راستے میں میں نے یہ شعر پڑھا:

اے رات تو نے اپنی درازی اور مشقت کے باوجود مجھے علاقہ کفر سے نجات دی۔

کیسی ہے تکلیف کی لمبی یہ رات خیر اس نے کفر سے دی ہے نجات

اور میرا غلام راستے میں بھاگ گیا تھا پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے بیعت کی ابھی آپ کے پاس میں بیٹھا ہی ہوا تھا کہ وہ غلام دکھائی دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے ابو ہریرہ یہ ہے تیرا غلام، میں نے کہا (یا ابو ہریرہ نے کہا) وہ اللہ کے لئے ہے اب میں نے اسے آزاد کر دیا۔

مطابقت للترجمہ ظاہر ہے اس لئے کہ ابو ہریرہؓ قبیلہ دوس کے ہیں اور حضرت طفیل کی تبلیغ سے مشرف باسلام ہوئے۔

تشریحات

حضرت ابو ہریرہؓ میں مشرف باسلام ہوئے جلیل القدر صحابی اور حافظہ الصالح تھے تمام صحابہ سے زیادہ احادیث ان سے منقول ہیں علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت

ابو ہریرہؓ سے پانچ ہزار تین سو چوبتر حدیثیں مروی ہیں (عمدہ ص ۳۲۴)

ابو ہریرہؓ کینیت ہے اور اسلام سے پہلے ان کا نام عبد الشمس تھا اسلام کے بعد عبد الرحمن (قبیل عبد اللہ) بن صحرا ہوا۔ ابو ہریرہؓ سے کینیت کی وجہ خود ان سے منقول ہے کہ میں اپنے گھر کی بکریاں چراتا تھا اور میرے پاس بلی کا ایک بچہ تھا جسے میں اپنے ساتھ لے جاتا اور کھیلا کرتا اور جب رات ہوتی تو میں اسے درخت پر رکھ دیتا اس لئے گھسروالوں نے میری کینیت ابو ہریرہؓ رکھ دی۔

علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضور اقدسؐ نے دیکھا کہ ان کی آستین میں بلی کا بچہ ہے تو حضورؐ نے فرمایا "یا ابا ہریرہ" ابو ہریرہؓ محدثین کے نزدیک غیر منصرف ہے اس لئے کہ ابو ہریرہؓ پورا لفظ کلمہ واحد کے مانند ہے جیسے ابو حمزہ حضرت انسؓ کی کینیت۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے اٹھتر برس کی عمر پائی اور ۵۹ھ میں انتقال فرما کر جنت البقیع میں آرام فرما ہیں رضی اللہ عنہ وارضاه۔

۶۳۰- بابُ قِصَّةِ وَفْدِ طَيِّ وَحَدِيثِ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ

قبیلہ طے کے وفد اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا واقعہ

طی بفتح الطاء وتشديد الياء وبعد هاء حمزة - عدی بفتح العين وكسر الدال وتشديد الياء -

قبیلہ طی کا وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ۶ھ یا ۷ھ میں آیا جس میں پندرہ آدمی تھے ان کا سردار زید الخیل تھا حضورؐ نے اسلام پیش کیا سب کے سب مسلمان ہو گئے حضورؐ نے زید الخیل کا نام بدل کر زید الخیر رکھا اور فرمایا کہ عرب میں سے جس شخص کی تعریف میں نے سنی اس کو اس سے کم ہی پایا لیکن زید الخیل

کی جو خوبیاں ہیں نے سنی تھیں اس سے ان کو زیادہ پایا۔

حضرت عدی بن حاتمؓ عرب کے مشہور و معروف سنی حاتم طائی کے صاحبزادے تھے یہ اپنے فاندان کے مطابق نصرانی تھے سب سے پہلے میں مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت عدیؓ کے ایمان لانے کا مفصل واقعہ خود حضرت عدیؓ سے ابن اسحاق نے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کے قبیلے پر حملہ ہوا تو یہ عدی بھاگ کر شام چلے گئے اور ان کی بہن گرفتار ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور حضور اقدسؐ کے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو کر دولت ایمان سے مشرف ہوئیں پھر اپنے بھائی عدی کو دعوت دے کر دربار نبوی میں لے آئیں اور حضرت عدی مشرف باسلام ہوئے۔

جنگ جمل و جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ رہے بالآخر ۳۵ھ کو فوج میں انتقال فرمایا۔

۳۹۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ
عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ اتَيْنَا عُمَرَ فِي وَفْدٍ فَجَعَلَ يَدْعُو
رَجُلًا رَجُلًا وَيُسَبِّحُهُمْ فَقُلْتُ أَمَا نَعْرِفُنِي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ بَلَى اسْلَمْتُ
إِذْ كَفَرُوا وَأَقْبَلْتُ إِذْ أَذْبَرُوا وَوَفَيْتَ إِذْ عَدَرُوا وَعَرَفْتُ إِذْ أَنْكَرُوا وَقَالَ عَدِيُّ
فَلَا أَبَالِي إِذَا -

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم نے بیان کیا کہ ہم حضرت عمرؓ کی خدمت میں (ان کے عہد ظافت میں) ایک وفد کی شکل میں آئے وہ ایک ایک شخص کو نام لے لے کر بلاتے جاتے تھے میں نے ان سے کہا آپ اے امیر المؤمنین مجھ کو نہیں پہچانتے ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں؟ (یعنی ضرور پہچانتا ہوں) تم اس وقت اسلام لائے جب یہ سب کفر پر قائم تھے تم نے اس وقت توجہ کی جب یہ سب منہ موڑ رہے تھے اور تم نے اس وقت وفا کی جب یہ سب بے وفائی کر رہے تھے اور تم نے اس وقت پہچانا جب ان سب نے انکار کیا تھا اس پر عدیؓ نے کہا ”بس اب مجھے کوئی پرواہ نہیں“

تشریحات

مطابقتہ للترجمة في قوله "اتينا عمر في وفد"

بِحمد الله نصر الباری کا سترہواں پارہ اختتام پذیر ہوا۔

باب حجة الوداع

یہ باب حجة الوداع کے بیان میں ہے

حجة الوداع علامہ عینی فرماتے ہیں بجوز فتح الحاء وکسرها وکذا لک کسر الواد وفتحها (عمدہ)

علامہ عینی نے اس کے متعدد ناموں کو نقل کیا اور ہر ایک نام کی وجہ تسمیہ کو بھی بیان کیا۔

حجة الوداع لان ابی صلی اللہ علیہ وسلم وذا الناس فیھا ولم یحج بعدھا یعنی سید الانبیاء والمرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حج آخری حج تھا آپ نے اس حج کے بعد کوئی حج نہیں کیا اسلئے اس حج میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو آپ نے الوداع کہا آپ نے اعلان فرمایا علی لا القاکم بعد عامی هذا شاید اس سال کے بعد میں تم لوگوں سے ملاقات نہ کر سکوں۔

عام سمیت حجة الاسلام یعنی حجة الوداع کو حجة الاسلام بھی کہتے ہیں اسلئے کہ فرضیت حج کے بعد اسلامی رکن کی حیثیت سے صرف یہی حج آپ نے ادا کیا ہے۔

اس حج کو حجة البلاغ بھی کہتے ہیں چونکہ اس حج میں آپ نے شرعی احکام کی تبلیغ کی۔

اس حج کا ایک نام حجة الکمال والتمام بھی ہے چونکہ اس حج میں تکمیل دینی کی آیت مبارکہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا نازل ہوئی۔

حج کی فرضیت تفصیلی بحث کا محل تو کتاب الحج ہے مگر نہایت اختصار کے ساتھ بطور خلاصہ اتنا عرض ہے کہ کہ محدثین کرام کہتے ہیں کہ حج شہ میں فرض ہوا جب یہ آیت نازل ہوئی اتقوا الحج والعمرة للہ علامہ نووی اور حافظ عسقلانی رحمہما کہتے ہیں کہ جمہور کا قول یہی ہے مگر اس آیت میں تمام حج و عمرہ کا حکم ہے اس سے حج کی فرضیت ثابت نہیں ہوئی اور اگر اس آیت سے حج فرض ہو تو عمرہ بھی فرض ہونا چاہئے۔

دویم یہ متفق علیہ ہے کہ حضور اقدس نے شہ میں حج کیا اگر شہ میں حج فرض ہو گیا ہوتا تو اتنی تاخیر مستبعد تھی اس کے علاوہ حضور اقدس شہ کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا مگر حج نہ کیا، اگر اس وقت حج فرض ہو گیا ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ حضور عمرہ تو ادا کریں جو فرض نہ تھا اور حج جو فرض تھا وہ ادا نہ کریں۔ اسلئے محققین کا قول اور معتد قول یہ ہے کہ حج شہ میں فرض ہوا جب آل عمران کی یہ آیت نازل ہوئی واللہ علی الناس حجة البیت من استطاع الیہ سبیلا، جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت جابر فرم کی طویل حدیث حجة الوداع کے سلسلے میں ہے کہ حضور اقدس (مدینہ تشریف لانے کے بعد) نو سال ٹھہرے رہے۔

مدینہ سے روانگی، ہجرت کے نویں سال آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو امیر الحج بنا کر بھیجا اور خود تشریف نہیں لے گئے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ عرب کے لوگ مہینوں کو آگے پیچھے کر دیا کرتے تھے جس کو قرآن کی اصطلاح میں نیشی (ماہ حرام کو حلال اور اس کی جگہ ماہ حلال کو حرام قرار دینا) کہتے ہیں اس فعل شنیع کی وجہ سے شہ میں ایسی ہی صورت تھی کہ حج اپنے خاص مہینوں میں ادا نہیں ہوا تھا سو اس سال میں حج ٹھیک اپنے مہینوں میں آگیا تھا، اسلئے آپ اس حج کے لئے ذیقعدہ شہ میں بروز شنبہ مدینہ سے نکلے یعنی ذیقعدہ

کے عرق پانی دن باقی تھے خروج کا دن مشنبہ یکشنبہ دو مشنبہ تیسشنبہ، چہارشنبہ اس سال ذی الحجہ کا پہلا دن پنجشنبہ تھا۔ آپ مدینہ سے سینچر کے روز ظہر کی پوری نماز یعنی چار رکعت پڑھ کر روانہ ہوئے آپ کے ہمراہ مسیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ازواج مطہرات (نویسویاں) تھیں اس کے علاوہ آپ کے ہمراہ ایک لاکھ چودہ ہزار یا اس سے زائد مسلمانوں کا مجمع تھا۔

پھر آپ نے ذوالحلیفہ ہو چکر عصر کی نماز پڑھ کر کعت ادا کی یعنی آپ نے قصر فرمایا اور ۳ رزی الحجہ بروز یکشنبہ مکہ معظمہ پہنچے۔

یہی منقول ہے حافظ ابن کثیر اور علامہ ابن قیم سے کہ خروج مشنبہ کے روز تھا تو چونکہ ذیقعد کا مہینہ انیس دن کا تھا اس لئے جمعرات کو ذی الحجہ کی پہلی تاریخ ہوئی اور آنحضرت چار ذی الحجہ بروز یکشنبہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اس صورت میں تمام احادیث میں تطبیق ہو جائیگی (مختصر تاریخ الباری) حضرت علیؓ کو چونکہ آپ نے ماہ رمضان المبارک میں صدقات وصول کرنے کے لئے یمن بھیجا تھا اس لئے مدینہ سے روانگی کے وقت ساتھ نہ تھے بلکہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں آکر آپ سے ملے اس کے بعد آپ نے مناسک اور ارکان حج ادا فرمائے اور میدان عرفات میں ایک طویل خطبہ پڑھا اول حق تعالیٰ حمد و ثنا کی بعد ازاں یہ ارشاد فرمایا۔

اے لوگو جو میں کہتا ہوں وہ سزا کا لہا سال آئندہ تم سے ملنا نہ ہوگا، اے لوگو تمہاری جائیں اور اگر وہیں اور اموال آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسا کہ یہ دن اور یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے، جاہلیت کے تمام امور میرے قدموں کے نیچے پامال ہیں اور جاہلیت کے تمام خون معاف اور ساقط ہیں۔

سب سے پہلے ربیع بن عاریث بن عبدالمطلب کا خون جو نبی ہذیل پر ہے معاف کرتا ہوں، جاہلیت کے تمام سود ساقط اور لغو ہیں تمہارے لئے صرف اس المال ہے۔

سب سے پہلے میں عباس بن عبدالمطلب کا سود ساقط اور باطل کرتا ہوں پھر آپ نے زوجین کے باہمی حقوق بیان فرمائے اور فرمایا تم میں ایسی حکم چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے کتاب اللہ شریف رسول اللہ۔

قیامت کے دن تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا بتاؤ کیا جواب دو گے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم گواہی دینگے کہ آپ نے ہم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور خدا کی امانت ادا کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار انگشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا۔

اللہم! شہد! خدایا آپ گواہ رہئے

آپ خطبہ سے فارغ ہوئے اور حضرت بلالؓ نے ظہر کی اذان دی، ظہر اور عصر دونوں نمازیں ایک ہی وقت اور یعنی ظہر کے وقت میں ادا کی گئیں، بعد ازاں آپ خداوند قدوس کی حمد و ثنا ذکر و شکر، استغفار اور دعائیں مشغول ہو گئے اسی اثناء میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت

علیکونعمتی ورضیت لکموالاسلام دیتا۔ تم پر پوری کر دی اور ہمیشہ کیلئے دین اسلام کو تمہارے لئے
(سورہ مائدہ)

اس کے بعد ارڈی الحجہ کوئی میں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً اونٹ بقدر عمر شریف کے خود
اپنے دست مبارک سے نخر فرمائے اور شینیں اونٹ حضرت علیؑ نے آپ کی طرف سے قربانی کئے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں تقریباً اسی مضمون کا خطبہ دیا جو عرفات میں دیا تھا اور منیٰ میں سر
مبارک منڈانے کے بعد موئے مبارک کو صحابہ میں تقسیم فرمایا تاکہ حضرات صحابہ کرام بطور تبرک اپنے
پاس رکھیں۔

اخیر میں طواف الوداع کر کے اخیر ذی الحجہ میں عازم مدینہ ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ وسلم۔

۳۶۲ كَذٰلِكَ نَا سَمِعِلْنٰ بِن عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بِنِ الرَّبِيعِ بْنِ
عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوُدَّاعِ فَاهْلَلْنَا بِالْعَمْرَةِ ثُمَّ قَالَ
لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَذِي قَلْبُهُ لِكُلِّ بِلَالٍ بِالْحَجِّ مَعَ الْعَمْرَةِ ثُمَّ لَمْ يَجْعَلْ حَتَّى يَجْعَلْ
مِنْهُمَا جَمِيعًا فَقَدِمْتُ مَعَهُ مَكَّةَ وَانَا خَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ
اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْفِضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَاهْلِي بِالْحَجِّمْ وَدَعِي الْعَمْرَةَ
فَفَعَلْتُ فَلَنَا قَضِيْنَا الْحَجَّ اَز سَنَتِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ابِي بَكْرٍ الصِّدِيقِ
اِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هَذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكَ قَالَتْ فَنَطَّافُ الَّذِينَ اَهْلَوْ بِالْبَحْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا
وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلَوْنَا طَوَافًا اٰخِرًا بَعْدَ انْ حَجَّوْا مِنْهُنَّ مَا الَّذِي تَجَمَّعُوا الْحَجَّ وَالْعَمْرَةَ فَاَمَّا طَوَافُ اٰحَادًا
تَرْجَمَهُ حَضْرَتُ عَائِشَةُ مِنْ سَعْدِ رَوَيْتُ عَنْ كَرِيمِ حَجَّةِ الْوُدَّاعِ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْتُ سَاوَهُ كَلِّهِ اَوْر
اَمَّ نِي عَمْرَةٍ كَا اِحْرَامٍ بَانَدِهَا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ساتھ ہدیٰ (قربانی کا جانور) ہو تو
اسے چاہئے کہ عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھے پھر اس وقت تک حلال نہیں ہوگا (یعنی احرام نہیں
کھولے گا) جب تک دونوں (حج اور عمرہ) سے یکبارگی حلال نہ ہو (فارغ نہ ہوئے)۔

پھر میں آپ کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچی تو مجھ کو حیض آ رہا تھا اور میں نہ تو بیت اللہ کا طواف کر سکی اور
نہ صفا و مردہ کے درمیان سعی کی آخر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی (یعنی یہ کہ حج کا وقت
آ گیا اور ابھی تک میرا عمرہ ہی پورا نہیں ہوا) تو آپ نے فرمایا کہ اپنا سر کھول لے اور کنگھی کر لے اور حج کا احرام
باندھے اور عمرہ چھوڑ دے، تو میں نے ایسا ہی کیا پھر جب ہم نے حج ادا کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھ کو عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق (یعنی میرے بھائی) کے ساتھ تنعم کی طرف بھیجا یا چنانچہ میں نے عمرہ کیا
آپ نے فرمایا یہ عمرہ تیرے عمرہ کا بدل ہے (یعنی یہ قضا ہے اس عمرہ کی جو تم نے چھوڑ دیا تھا) عائشہ فرماتی
ہیں کہ جن لوگوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا ان لوگوں کو (مکہ مکرمہ پہنچ کر) بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا
و مردہ کے درمیان سعی کی پھر حلال ہوئے (یعنی احرام کھول ڈالے اس کے بعد جب (حج کر کے) منیٰ سے
لوٹے تو دوسرا طواف (یعنی حج کا طواف) کیا اور جن لوگوں نے حج و عمرہ دونوں کی نیت کی تھی

یعنی دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا، ان لوگوں نے ایک طواف کیا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ " فی حجۃ الوداع "

والحدیث مر فی الحج ص ۲۱۱ ص ۲۳۱ و مختصر ص ۲۱۲ و صفا فی المغازی ص ۶۳۱

قارن کا طواف اور امام اعظم ابو حنیفہ ۲ ابراہیم غنی، حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک قارن یعنی
ائمہ کا اختلاف قرآن کرنے والا دو طواف اور دو سعی کریگا ایک طواف اور ایک سعی عمرہ کا دوسرا طواف

دو سعی حج کا مکہ کی الہدایہ القارن عندنا یطوف طوافین ویسعی سعیتین (ہدایہ ص ۲۳)

ائمہ ثلاثہ رحم کے نزدیک قارن ایک ہی طواف ایک ہی سعی کریگا کیونکہ عمرہ کے ارکان یعنی طواف فرض سعی
بین الصفا والمرودہ حج کے طواف زیارت (طواف رکن) میں شریک ہو گئے اسلئے الگ الگ طواف کا ضرور
نہیں رہی حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے اور اسی وجہ سے شوافع کے
زیدیک افراد افضل ہے چونکہ افراد کرنے والا دو طواف اور دو سعی الگ الگ کریگا۔

ائمہ ثلاثہ اس حدیث اور ترمذی کی حدیث ابن عمرؓ وغیرہ سے استدلال کرتے ہیں کہ ان روایات
سے یہ معلوم ہوا کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر قرآن کرنے والوں نے صرف ایک طواف کیا۔ لیکن حضرات
ائمہ کا یہ استدلال درست نہیں کیونکہ یہ مسئلہ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کرنے والے صحابہ کرام
نے اول سے آخر تک ایک طواف کیا یہ روایات مجہولہ معتبرہ کے خلاف ہے اور خود ائمہ ثلاثہ کے مسلک کے بھی
خلاف ہے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ذی الحجہ کو دخول مکہ کے روز طواف قدم کیا پھر ارذی الحجہ
کو طواف زیارت یعنی طواف رکن ادا فرمایا اور ہر ذی الحجہ کو طواف و داع۔

ان طوافوں میں اختلاف بھی نہیں ہے اسلئے ایک طواف والی روایت کے معنی و مفہوم میں محدثین
عظام کے اقوال مختلف ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی رحم نے یہ تاویل کی کہ طواف واحد سے مراد طواف زیارت
ہے یعنی عمرہ کا طواف فرض اور حج کا طواف فرض طاکر ایک کیا مطلب یہ ہے کہ عمرہ کے ارکان حج کے
ارکان میں شریک ہو گئے۔

لیکن حافظ عسقلانی رحم سے النسب اور اقرب الی الصواب وہ ہے جو علامہ ابن ہمام رحم نے فرمایا ہے
کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول مکہ کے وقت جو طواف کیا تھا وہ طواف عمرہ تھا آپ نے اس وقت طواف
قدم کیا اس تو جہ پر حدیث کا مطلب صاف ہو گیا کہ آپ نے ایک طواف کیا۔

حضرت شیخ البندرد فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے مقصود طواف کی وحدت یا تعدد بیان کرنا نہیں
ہے بلکہ اصل فرض یہ بیان کرنا ہے کہ متمتع کے لئے دو طوافوں کے درمیان تھل ہوگا اور قارن کے لئے درمیان میں تھل
نہ ہوگا لہذا طواف واحد ادا کے معنی یہ ہیں کہ حج و عمرہ دونوں سے حلال ہونے کے لئے قرآن کرنے والوں نے ایک ہی
طواف کیا یعنی طواف زیارت کے دونوں سے حلال ہوتے

خاص یہ ہے کہ اس روایت اور اس طرح کی طواف واحد والی روایات میں کثیر احتمالات ہیں اس لئے ان سے
کوئی دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا برخلاف اس کے حضرت علیؓ حضرت ابن مسعود اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم

کی روایات سے واضح طور پر دو طوافوں کا ثبوت ہوتا ہے۔

عاقال محمد بن الحسن فی کتاب الآثار خارجنا ابو حنیفہؒ حدیثنا منصور بن المعتمر عن ابراہیم النخعی عن ابی نصر اسلمی عن علی رضی
قال اذا حللت بالحج والعمرة فظفت لهما طوافین وسع لهما سیمین بالصفا والمروة الخ رفتح القدر کتاب الحج
نوٹ: علامہ ابن ہمام نے حضرت عمران وغیرہ کی روایات بھی اس جگہ لائے ہیں ملاحظہ فرمایا جائے۔ نیز عین الہدایہ نے
بھی ان روایتوں کو ذکر کیا ہے

۳۹۵ حدیثنا عمرو بن علی قال حدیثنا محمد بن سعید قال حدیثنا ابن جریر قال حدیثنا عطاء بن عباس بن عباس اذا طاف بالبيت
فقد حل فقلت من اين قال طننا ابن عباس قال من قول الله تعالى فترحللها الى البيت العتيق ومن امر النبي صلى الله
عليه وسلم اصحابه ان يحلوا في حجة الوداع قلت انما كان ذلك بعد المعروف قال كان ابن عباس
يراه قبل وبعد۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ دُعا کرنے والا جب خانہ کعبہ کا طواف کرے تو حلال ہو سکتا ہے
خواہ صرف عمرہ کا احرام باندھا ہو یا حج اور عمرہ دونوں کا اور حج البیت تک صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کی پھر بھی احرام
سے حلال ہو جاتا ہے، اقلقت الخ ابن جریر کہتے ہیں کہ میں نے عطار سے پوچھا کہ ابن عباسؓ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا؟
یعنی کس دلیل سے کہا ہے؟ عطار نے کہا اللہ تعالیٰ کے ارشاد فقہ صلواتنا الى البيت العتيق (سورہ حج میں سے) اور نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی وجہ سے جو آپؐ نے اپنے اصحاب کو حجۃ الوداع میں احرام کھولنے کا حکم دیا تھا۔ راوی ابن جریر کہتے
ہیں کہ میں نے عطار سے کہا کہ یہ حکم احرام کھول ڈالنا تو قوف عرفہ کے بعد کے لئے ہے انہوں نے کہا کہ ابن عباسؓ اسے یعنی
احرام کھولنے کو، قوف عرفہ سے پہلے اور قوف عرفہ کے بعد ہر حال میں درست سمجھتے تھے۔

تشریحات | مطابقتہ للوحدة في قوله حجة الوداع "وهذا الحديث في المغازی ط ۱۲۱ واخرجه مسلم في المناسك۔
كان اوله بعد التصرف بتشديد الراء المفتوحة اي الوقوف بعرفة۔

یہ مسلک ابن عباسؓ کا مشہور تھا لیکن جمہور صحابہ کے خلاف ہے و تفصیل فی الحج۔

۳۹۶ حدیثنا بیان قال حدیثنا النضر قال اخبرنا شعبه عن قیس قال سمعت طارقا عن ابی موسیٰ اشعری قال قدمت
على النبي صلى الله عليه وسلم بالبطحاء فقال اجبت قلت نعم قال كيف اهلنت قلت لبنتك باهلال كاهلال رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال طف بالبيت وبالصفا والمروة ثم حل فظفت بالبيت وبالصفا والمروة وابتت امرأة من قيس فقلت راسى۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے آپؐ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا اس وقت آپؐ وادی بلی میں قیام فرماتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تو نے حج کا احرام باندھا ہے؟
میں نے عرض کیا آس طرح لبنت کا ہلال کا ہلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی میں اس طرح احرام باندھتا ہوں
جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہو۔

آنحضرتؐ نے فرمایا بیت اللہ کا طواف کرو اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرو پھر حلال ہو جاؤ یعنی عمرہ کر کے
حلال ہو جاؤ، چنانچہ بیت اللہ کا طواف اور سعی بین الصفا والمروة کر کے قبیلہ قیس کی ایک عورت کے یہاں آیا اس نے میرے
سر سے جوڑیں نکالیں۔

تشریح | مطابقتہ للترجمة توخذ فی قوله "قدمت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اس لئے کہ ابو موسیٰ اہم کی یہ آمد خدمت نبوی میں حجۃ الوداع کے موقع پر تھی۔ والحدیث مضیٰ فی الحج ص ۳۳۷
تو کہ بالبطا و حال ای قدمت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حال کو نہ ناز لا بلا بطا و وهو لیسلی وادی مکة و عمدة باب حجة الوداع) امراة من قیس علامہ قسطلانی فرماتے ہیں "تم تسہ" یعنی نام معلوم نہیں، حضرت محدث سہارنپوری حاشیہ بخاری میں لکھتے ہیں "انھا كانت محرمة" فلا اشکال بالاجنبیة۔

۳۹۷ حدیثنا ابراہیم بن المنذر قال اخبرنا السن بن عیاض قال حدثنا موسیٰ بن عقبہ عن نافع بن اعمر اخبرنا ان حفصة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرته ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنا و اجہ ان یصلن عام حجة الوداع فقال حفصة فیا یمینک فقال لبتت رأسی و قلت ھدی فلست اهل حق اضرھدی۔

ترجمہ :- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ازواج کو حکم دیا کہ عمرہ کے ارکان ادا کرنے کے بعد، حلال ہو جائیں یعنی احرام کھول ڈالیں، حفصہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! پھر آپ کو احرام کھولنے سے کیا مانع ہے؟ یعنی آپ کیوں نہیں احرام کھولتے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر کے بالوں کو گوندھ وغیرہ سے جمایا ہے اور آپے بڑی قربانی کے جانور کو قلاوہ پہنایا ہے یعنی بڑی کو قلاوہ ڈال کر ساتھ لایا اس لئے میں جب تک قربانی نہ کروں حلال نہیں ہو سکتا۔

تشریح | مطابقتہ للترجمة فی قوله "عام حجة الوداع" والحدیث مضیٰ فی الحج ص ۳۳۷ تا ۳۳۸ وھانی المغازی ص ۲۳۱
استنباط مسائل | اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ ساقی الہدیٰ ارکان عمرہ یعنی طواف و سعی کے بعد حلال نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنی بڑی کی قربانی نہ کرے۔ یہی مسلک ہے علماء احناف و حنابلہ رحمہم اللہ کا۔
وفیردیل علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان قارنا، و التفصیل فی الحج۔

۳۹۸ حدیثنا ابو الیمان قال حدثنی شعبی عن الزھری و قال محمد بن یوسف حدثنا الاوزاعی قال اخبرنا ابن شہاب عن سلیمان بن یسار عن ابن عباس ان امراة من خثعم استفتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجة الوداع و فضل بن عباس ردیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان فریضة اللہ علی عبادہ ادراک ابی شیخا کثیرا لا نستطیع ان یستوی علی الواحدة فعل یقضی ان احجم عنه قال نعم۔

ترجمہ :- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت رانام نام معلوم ہے نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کیا اور ایک مسئلہ پوچھا، اور فضل بن عباسؓ کے چچا زاد بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے یعنی آنحضرتؐ کی سواری پر بیٹھے بیٹھے ہوتے تھے۔ اس خثعمی عورت نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا جو فریضہ اس کے بندوں پر ہے (یعنی فریضہ حج) اس فریضہ نے میرے باپ کو پالیا ہے اس حال میں کہ وہ بہت بوڑھا ہے کہ وہ سواری پر بھی سیدھے نہیں بیٹھ سکتے، تو کیا یہ کافی ہوگا کہ میں ان کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں کافی ہے!

تشریح | مطابقتہ للترجمة فی قوله "فی حجۃ الوداع" والحدیث مضیٰ فی الحج ص ۲۵۵ وھانی المغازی ص ۲۳۱
۳۹۹ حدیثنا محمد بن یوسف قال حدثنا مسریم بن النعمان قال حدثنا فلیح عن نافع بن اہن قال اقبل النبی

صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح وهو مروي عن اسامة على القصور ودعه بلال وعثمان بن طلحة حتى انا عند البيت ثم قال لعقن اثنتا بالمفتح فجاؤا بالفتح ففتح له الباب فدخل النبي صلى الله عليه وسلم واسامة وبلال وعقن ثم اغلقوا عليهم الباب فمكث هناك طويلا ثم خرج فابتدأ الناس الدخول فسبقتهم فوجدت بلا لاقائسا من ولئ الباب فقلت له اين متى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال متى بين ذينك العمودين المقلبين وكان البيت على ستة اعمدة سطرين صلى بين العمودين من السطر المقدم وجعل باب البيت خلف ظهوره واستقبل بوجهه الذي يستقبلك حمله فلبث البيت بيته وبين الهدا قال ونسيت ان اسأله كم متى وعندة المكان الذي متى فيه مرمرة حمراوا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال دیکر منظر تشریف لائے اور آپ م حضرت اسامہ کو اپنی اونٹنی قصوار پر بیچے بیٹھائے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال و حضرت عثمان بن طلحة کعبہ کے کعبہ پر اور ابھی تھے۔ آخر آپ نے بیت اللہ کے پاس اپنی اونٹنی ہٹھادی پھر عثمان سے فرمایا کہ کئی لاؤ وہ کئی لائے اور آپ کے واسطے دروازہ کھولا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسامہ اور بلال اور عثمان رضی اللہ عنہم اندر داخل ہوئے پھر دروازہ اندر سے بند کر لیا اور دیر تک دن کو وہاں ٹھہرے رہے پھر باہر تشریف لائے تو لوگ اندر جانے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے، ابن عمر بیٹھتے ہیں کہ میں اور لوگوں سے آگے بڑھ گیا اور میں نے دیکھا بلال دروازے کے پیچھے کھڑے رہا، میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کہاں پڑھی؟ انہوں نے بتایا کہ آگے کے ان دوستوں کے درمیان آپ نے نماز ادا فرمائی، ان دنوں بیت اللہ میں چھ ستون تھے دو سطروں میں تین تین ستون دو قطاروں میں تھے، آنحضرت نے آگے قطار کے دوستوں کے درمیان نماز پڑھی آپ نے بیت اللہ کا دروازہ اپنی بیٹھ کے پیچھے کیا اور چہرہ مبارک اس طرف کیا جدھر بیت اللہ میں اندر داخل ہوتے وقت تمہارا چہرہ ہوتا ہے، آنحضرت اور اس دیوار کے درمیان تین ہاتھ کے قریب فاصلہ تھا، ابن عمر نے بیان کیا میں بلال سے یہ پوچھنا بھی بھول گیا کہ آنحضرت نے کتنی رکعتیں نماز پڑھیں، آنحضرت نے جس جگہ نماز پڑھی وہاں سرخ سنگ کے کچھا ہوا تھا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمة الخ ۹

ترجمہ الباب سے اس حدیث کی مناسبت بظاہر معلوم نہیں ہوتی چنانچہ حافظ قسطلانی فرماتے ہیں "قد اشکل دخول هذا الحديث في باب حجة الوداع لان فيه التصريح بان القصة كانت عام الفتح و عام الفتح كان سنة ثمان و حجة الوداع كانت سنة عشرين" (فتح الباری ص ۱۷۱) یعنی اس حدیث کو حجۃ الوداع کے باب میں لانا باعث اشکال ہے کیونکہ اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ واقعہ فتح مکہ کا ہے جو سنہ ۶ میں ہوا اور حجۃ الوداع سنہ ۷ میں جیسا کہ اس باب کے شروع میں گذر چکا ہے۔

علامہ قسطلانی نے بھی یہی لکھا ہے (ارشاد الساری ص ۲۳۳ حجۃ الوداع) نیز حاشیہ بخاری میں یہی مذکور ہے (حاشیہ بخاری ص ۱۳۱) لیکن اثبات بالاولیٰ کے اصول پر ترجمہ الباب سے مناسب ہو سکتی ہے اور اس طرح کہ امام ایک مختلف فیہ مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں اختلاف یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے سال آپ کا

دخول فی البیت ہوا یا نہیں؟ امام نے اس حدیث سے یہ بتایا کہ جب فتح مکہ کے موقع پر دخول بیت ثابت ہے جو بیت اللہ کا قصد نہیں تھا پھر بھی دخول ہوا تو اس حجۃ الوداع کا سفر تو بیت اللہ ہی کے ارادہ سے ہوا اس میں دخول فی البیت بطریق اولیٰ ہو گا یا؟

قصواء بنعم القاف وسكون المعمله محدوا نامة عليه الصلوة والسلام (تسطانی)
مرمرۃ حمر او بسكون الرءاء بین الطیبین المفتوحین، سنگ مر ایک نفیس نہایت عمدہ پتھر ہوتا ہے۔
والحدیث مضی فی الصلوة ص ۲۷ فی الحج ص ۳۱ و فی الجہاد ص ۱۱۱ و هنا فی المغازی ص ۶۳ بینہ و بین العباد
بخاری اول ص ۱۷ میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

دینہ و بین الجدار الذی قبل وجہہ قریباً من ثلثة اذرع، یعنی آپ سامنے کی دیوار سے تین ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑے تھے۔

۴۰۰ حدیثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعب عن الزہری قال حدثنی عروۃ بن الزبیر و ابو سلمة بن عبد الرحمن ان عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرتهما ان صفیہ بنت حمز و ج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاضت فی حجة الوداع فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم احابیتنا ہی فقلت انہا قد افاضت یا رسول اللہ و طافت بالبیت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلتنفر۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مسطرہ حضرت صفیہ بنت حمز حجۃ الوداع کے موقع پر حائضہ ہو گئیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا ان کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑے گا؟ آپ سمجھے کہ انہوں نے ابھی طواف نہیں کیا ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ کیا مدینہ جانے سے ابھی صفیہ کی وجہ سے رکنا پڑے گا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو مکہ پہنچ کر طواف زیارت کر چکی ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو کوچ کر لینا چاہئے (یعنی مدینہ چلنا چاہئے) اس لئے کہ طواف زیارت جو فرض تھا وہ ادا کر چکی ہے اور طواف و داع فرض نہیں ہے حیض کی وجہ سے ساؤط ہو گیا۔

طواف کے اقسام و احکام اس کے معطر پہنچ کر جو طواف کرتے ہیں وہ طواف قدوم ہے اور اس کو طواف التیمہ بھی کہتے ہیں یہ سنت ہے، دوسرا طواف افاضہ ہے جس کو طواف زیارت طواف رکن اور طواف یوم النحر بھی کہتے ہیں یہی طواف فرض ہے اور تیسرا طواف طواف و داع ہے جس کو طواف صدر بھی کہتے ہیں یہ ہمارے نزدیک واجب ہے، حائضہ کیلئے طواف قدوم اور طواف و داع بالاتفاق ساقط ہو جاتا ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔

تشریحات مطابقتہ للتوجیہ فی قولہ "فی حجة الوداع"

والحدیث مضی فی الحج ص ۳۱ و هنا فی المغازی ص ۶۳

حضرت صفیہ رضی کے متعلق حدیث ص ۳۱ کی تشریحات ملاحظہ فرمائیں۔

۴۰۱ حدیثنا محمد بن یحییٰ بن سلیمان قال حدثنی ابو وہب قال حدثنی عمر بن محمد ان اباه حدثہ عن ابن عمر قال کنا نحدث بحجة الوداع والنبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اظہرنا و اولادنا ندری ما حجة الوداع فحمد اللہ و انشئ علیہ ثم ذکرنا المسیم الدجال فاطلب فی ذکرہ و قال ما بعث اللہ من نبی الا انذر امتہ انذاراً

نوح والنبيون من بعده فإنه يخرج نيكهم فما خفي عليكم من شأنه فليس يحفظ عليكم ان ربكم ليس هلنا ما حفظ
 عليكم ثلاثا ان ربكم ليس باعور وانه اعور عين اليمنى كان عينه عنبة طافية الا ان الله حرم عليكم ذلك
 واما لكم كهومة يومكم هذا اني بددكم هذا في شمركم هذا الا اهل بلغت قالوا نعم قال اللهم اشهد ثلاثا
 ديلكم اوديعكم النظر واولا ترجوا ابدى كفارا يضرب بعضهم رقاب بعض.

توجہ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کا تذکرہ کرتے تھے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 ہمارے درمیان (باحیات) تھے اور ہم نہیں سمجھتے تھے کہ حجۃ الوداع (وداعی حج) کا مفہوم کیا ہوگا (یعنی میں معلوم
 نہیں تھا کہ وداعی حج کا مطلب آنحضرت کا واداع ہے یا مکہ معظمہ کا واداع؟ آخر کچھ ہی دنوں کے بعد آنحضرت کا
 انتقال ہو گیا تو واداع کا مفہوم سمجھ میں آیا کہ آنحضرت کا دنیا سے انتقال تھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اللہ کی حمد بیان کی اور تعریف کی اس کے بعد صبح وصال کا ذکر فرمایا اور اس کے بیان میں طول دیا یعنی بہت
 تفصیل سے بیان فرمایا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو نہ ڈرایا ہو
 یعنی سب نے اپنی امت کو کانا وصال سے ڈرایا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے پیغمبروں
 نے بھی ڈرایا اور وہ تم ہی مسلمانوں میں سے نکلے گا یعنی قیامت کے قریب کانا وصال ظاہر ہوگا اور خدا تعالیٰ
 کا دعویٰ کرے گا، پس اگر اس کا کچھ حال تم پر پوشیدہ رہے (یعنی اگر تمہیں اس کے متعلق اشتیاق ہو اور
 اس کے جوئے ہونے کی کوئی دلیل معلوم ہو) تو تم پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ تمہارا رب کانا نہیں
 ہے اور وہ (وصال) بلاشبہ دائیں آنکھ کا کانا ہوگا اس کی آنکھ ایسی ہوگی جیسے پھولا ہوا انگور، خوب
 سن لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم مسلمانوں پر تمہارے خون اور تمہارے اموال اسی طرح حرام کئے ہیں جیسے
 اس دن کی حرمت اس شہر اور اس مہینے میں ہے، ہاں کیا میں نے تم کو خدا کا حکم پہنچا دیا صحابہ نے عرض
 کیا "جہاں" آپ نے فرمایا خداوند آگواہ رہ آپ نے یہ عمل تین مرتبہ فرمایا آپ نے دیکھ یا دیکھ
 رشک راوی یعنی تمہاری خرابی یا تم پر افسوس دیکھو میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں
 مارنے لگو۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمة في قوله "نتحدث بحجة الوداع"

والحدیث اخبرنا في الحج ۲۳۵ وفي الادب ۳۹۲ وفي العدد ۳۱۱ وفي الايات ۱۱۳ وفي الفتن ۱۳۸

وحناف المغازی ۳۱۱۔

لانذری ما حجة الوداع، ہم نہیں جانتے تھے کہ حجۃ الوداع کا مفہوم و مراد کیا ہے؟ علامہ عینی رح
 فرماتے ہیں لانه صلی اللہ علیہ وسلم کان ذکرھا فقد فوجھا و لکنھما مفہوم المراد من الوداع حل حو الوداع الی
 صلی اللہ علیہ وسلم ام غیرہ حق توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی
 مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بیان فرمایا تو صحابہ کرامؓ اس سلسلے میں
 آپس کے اندر باتیں کرنے لگے اور مقصد و مراد نہ سمجھ سکے کہ اس میں دراصل حضور اقدس صلی اللہ
 علیہ وسلم کے وداع یعنی انتقال کی طرف اشارہ ہے یہاں تک کہ تھوڑے ہی دنوں میں حضور اقدس

کی وفات ہوگی تو صحابہ نے حجہ الوداع کا مفہوم دہرا دیکھا۔
حافظ مسطلانی بیہقی سے نقل کرتے ہیں کہ جب سورۃ نصر اظہاراً حضرت اللہ ﷻ ایام تشریق میں نازل ہوئی تو آنحضرت نے دنیا سے اپنی خاصتی کھینچنا پتہ آپ ادنیٰ پر سوار ہوئے اور لوگوں کو خطاب فرما کر خطبہ دیا اس خطبہ کی نقل کر لے والے بہت سارے اصحاب رضی اللہ عنہم میں لیکن کسی نے دجال کا ذکر نہیں کیا ہے سوائے ابن عمر کے بلکہ اکثر نے تو صرف ان اموالکم علیکم حواہذ پر اقتصار کیا ہے (فتح الباری)
فما خلقنا مشروطہ ای ان شفی علیکم بعض شانہ ﷻ فحمد اللہ واثنی علیہ فیہ حذف تقدیر
رکب واجتمع الناس الیہ وخطب فحمد اللہ واثنی علیہ۔

وانہ اعور عین الیغیب اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کاناد جہاں مردود دائیں آنکھ کا کاٹا ہوا گا۔
ایک روایت میں ہے اعور العین الیسری علامہ نوویؒ تطبیق بین الروایات میں فرماتے ہیں کہ کاناد جہاں کی دونوں آنکھیں کافی اور عیب دار ہوں گا ایک آنکھ تو بالکل مسوح اور بے نور ہوگی اور دوسری کافی ہوگی اور عبور کے معنی عیب دار کے ہیں وکلا عین الدجال معیبة عورہا فاخذھا بذناہما والاخلوی بیبھا (شہدہ)
لانہ جہاں ای لاکھی افعالکم تشبہ افعال الکفار فی ضرب سقاب المسلمین یعنی تمہارے افعال مسلمانوں کی گردنیں مارنے میں کافروں جیسے نہ ہو جائیں (تسطلانی ص ۳۵۵) بعض حضرات نے بجائے تشبیہ کے حقیقت پر محمول کیا ہے کہ ارتداد سے ہی ہے یعنی میرے بعد تم مرتد نہ ہو جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ اور بعض حضرات نے اس جملہ کو تغلیظ و تشدید پر محمول کیا ہے۔

۴۰۲ حد شاعر بن خالد قال حدثنا من ہیرو قال حدثنا ابو اسحق قال حدثنی زید بن اسرقم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم غزا تسع عشرة غزوة وانه حج بعد ما حاجر حجة واحدة لم یحج بعد ما حاجر الوداع قال ابو اسحق وجبکة اخوی۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن اسرقم نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نینس غزوة کے اور ہجرت کے بعد آپ نے صرف ایک حج کیا حجہ الوداع اس کے بعد آپ نے کوئی حج نہیں کیا۔ ابو اسحاق نے بیان کیا کہ دوسرا حج آپ نے مکہ میں کیا تھا یعنی ہجرت سے قبل قیام مکہ کے زمانے میں ایک حج کیا تھا۔

تشریحات مطابقتہ للتوجیہ فی قولہ حجۃ الوداع

والحدیث معنی فی اول المغازی ص ۵۶۷ وھنا ص ۶۳۷

لہ حج بعد ما ہاجر ہجرت کے بعد حج کی نئی سے حج اصغر یعنی عمرہ کی نفی نہیں ہے کیونکہ اپنی جگہ ثابت شدہ اور مسلم اس ہے کہ حجہ الوداع سے قبل اور ہجرت کے بعد آپ نے متعدد بار عمرہ کیا ہے تفصیل کے لئے حدیث ص ۱۸۱ کی تشریحات دیکھئے۔

ابو اسحاق کا بیان کہ ”دوسرا حج آپ نے ہجرت سے پہلے کیا تھا“ اس سے تو یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے ہجرت سے قبل صرف ایک ہی حج کیا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے متعدد بار حج فرمایا ہے۔ کما قال مسطلانیؒ ویس کذا لک فالمدوی انہ لہ تبرک وھو جبکة الحج قط (تسطلانی ص ۳۳۷)

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حجۃ الوداع میں، زیادہ گھوم کر اسی حال پر آگیا جس حال پر اس دن تھا جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق کی تھی۔ سال بارگاہِ مہینے کا ہوتا ہے ان میں سے چار حرمت والے مہینے یعنی اشہر حرم، بہا تین مہینے مسلسل ذیقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب مہتر جو جہادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں ہوتا ہے (پھر آپؐ نے دریافت فرمایا: کیا کوئی کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے اس پر آپؐ خاموش ہو گئے ہم لوگوں نے سمجھا کہ شاید آپؐ اس مہینے کا کوئی اور نام رکھیں گے (مشہور نام کے علاوہ) پھر آپؐ نے فرمایا: کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: جی ہاں ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے۔ آپؐ پھر خاموش ہو گئے ہم نے سمجھا شاید آپؐ اس شہر کا کوئی اور نام بیان کریں گے (یعنی مشہور نام کے علاوہ) لیکن آپؐ نے فرمایا: کیا یہ وہی شہر مکہ (مکہ) نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا: جی ہاں مکہ ہی ہے، پھر آپؐ نے فرمایا: اچھا یہ دن کونسا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے پھر آپؐ خاموش ہو گئے ہم نے سمجھا شاید آپؐ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے (اس کے مشہور نام کے علاوہ) لیکن آپؐ نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر (قربانی کا دن) نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں یوم النحر ہے آپؐ نے فرمایا: اب سن لو، تمہارے خون اور اموال محمد (ابن سبیر) نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ ابو بکرؓ نے یہ بھی فرمایا اور تمہاری ابروئیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر اور اس مہینے میں اور تم عنقریب (بروز قیامت) اپنے پروردگار سے ملو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق باز پرس کرے گا سو خرد دار میرے بعد گمراہی میں نہ مبتلا ہو جانا کہ تم میں سے ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو اور سنو تم میں سے جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ حدیث ان لوگوں کو پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں، ہو سکتا ہے کہ جس کو وہ پہنچائیں گے ان میں سے کوئی ایسا بھی ہو جو یہاں بعض سننے والوں سے اس حدیث کو زیادہ محفوظ رکھ سکتا ہو، محمد بن سبیر جب اس حدیث کو بیان کرتے تھے تو کچھ تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو میں نے خدا کا حکم پہنچا دیا آپؐ نے دو مرتبہ یہ جملہ فرمایا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمة، چونکہ حضرت ابو بکرؓ کی اس حدیث میں وہ خطبہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر دیا تھا یہ خطبہ بہت طویل ہے امام بخاریؒ نے اس کا کوئی کوئی جز مختلف ابواب میں لایا ہے کہیں بجا پورا خطبہ نہیں لایا ہے۔

والحدیث مضعی فی العلم صلا الصیام ص ۲۳۵ دھنا ص ۶۳۔ اس حدیث میں ضلال لفظ آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ قتل مسلم سے کوئی شخص خارج از اسلام نہیں ہوتا ہے تو الحدیث ینسر دینہ بعضنا کے اصول پر جس روایت میں کفار کا لفظ آٹھ ہے اس کی تاویل کی جائے گی کہ مسلمانوں کو سبق دیا ہے کہ جس طرح اس وقت باہم مل جل کر بھائیوں کی طرح رہتے ہیں میرے بعد بھی اسی طرح رہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد مسلمان باہم دست گریہاں ہو کر کافروں کا شعرا اپنائیں، البتہ قتل مسلم کو حلال سمجھنا بلاشبہ کفر ہے۔

۴۰۵ حد ثنا محمد بن یوسف قال حد ثنا سفیان الثوری عن قیس بن مسلم عن طارق بن شهاب
ان اناسا من اليهود قالوا لو نزلت هذه الآية فبينا لا نخذنا ذلك اليوم عيد ا فقال عمر اية فقالوا
اليوم اكدت لكم دينكم واقمت عليكم نعمتي فقال عمر اني لا اعلم اى مكان انزلت ورسول الله
صلى الله عليه وسلم واقف بعرفة

ترجمہ:- حضرت طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ چند یہودیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر
یہ آیت ہمارے یہاں نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بنا لیتے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا
وہ کونسی آیت ہے؟ تو انہوں نے کہا الیوم اكدت لكم دينكم واقمت عليكم نعمتي اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے
فرمایا مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ آیت کہاں نازل ہوئی تھی یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں وقوف فرماتے۔

تشریحات | مطابقتہ للتوجیہ توخذ ورسول الله صلى الله عليه وسلم واقف بعرفة، لانه في
حجة الوداع۔

والحديث قد مضى في الايمان من وياتي في التفسير ۱۱۱ وفي الاعتصام ۱۱۱ ادعنا في المغازی ۶۳
طارق بن شہاب یعنی ابن عبد الشمس الصحابی المتوفی ثلاث وعشرين ومائة وقال المزني سنة ثلاث
وثمانين وقيل سنة اثنتين قيل سنة اربع (قسطلانی ص ۱۲۹)

ان اناسا من اليهود یہودیوں سے کچھ لوگوں نے کہا، چند یہود۔ بعض روایت میں ہے ما جلا من اليهود
اور کتاب التفسیر ص ۶۶ میں ہے قالت اليهود۔

علامہ عینی اور علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ یہ کہنے والے کعب اجبار تھے تطبیق بین الروایات کے لئے یہ کہا
جاسکتا ہے کہ کعب اجبار کے ساتھ اور بھی لوگ تھے فلا اشکال لو نزلت هذه الآية فبينا اگر یہ آیت ہمارے یہاں
نازل ہوئی ہوتی اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے جیسا کہ کتاب الايمان
میں دجلان اليهود کی تشریح ہے بعض حضرات سے منقول ہے کہ کعب اجبار عہد نبوی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ
پر مسلمان ہو گئے تھے شارح بخاری علامہ عینی فرماتے ہیں فیہ نظر لان کعب الاجبار اسم من عمر قاله الذہبی
وغیره (عمدہ ص ۲۶)۔

عروفة علمیت اور تائیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

اشکال وجواب اشکال یہ ہے کہ بظاہر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جواب یہود کے سوال کے مطابق نہیں
ہے کیونکہ وہ کہہ رہا ہے کہ ہم اس آیت کے نزول کے دن عید کا دن بنا لیتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انی لاعلم
یعنی میں خوب جانتا ہوں کہ یہ آیت کہاں اور کس دن نازل ہوئی جو جواب تو یہ ہونا چاہیے کہ اس دن کو عید بنایا
یا نہیں اگر نہیں بنایا تو کیوں؟

جواب۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جواب نہایت حکیمانہ ہے جو اب کی تقریر دو طرح سے کہا
جاسکتی ہے۔ یا یہاں روایت مختصر ہے طبرانی وغیرہ میں آپ کے پورے الفاظ مذکور ہیں۔

نزلت یوم جمعۃ یوم عرفۃ یہ آیت جمع کے دن اور یوم عرفہ میں نازل ہوئی اور یہ دونوں وہماننا عیدان ہمارے لئے عید ہیں۔

ترمذی میں بروایت ابن عباس رضیہ الفاظ منقول ہیں۔

فزلت فی یوم عیدین یوم الجمعۃ یہ آیت دو عیدوں والے دن نازل ہوئی جمعہ و یوم نحر اور عرفہ کے دن جو اب کا حاصل یہ ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ تم عید منانے کو کہتے ہو اسے ہیں تو عید منانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی بلکہ وہ تو پہلے ہی سے یوم عید ہے کیونکہ وہ دن جمعہ کا ہے جو اعتق کی عید ہے اور یوم عرفہ جو سال کی عید ہے پھر تم عید بناتے تو تمہاری عید خود ساختہ ہوتی اور تمہاری عید من جاناب اللہ ہے خود ساختہ عید کو من جاناب اللہ عید سے کیا نسبت؟ بعض شراح نے لکھا ہے کہ اتفاق سے وہ دن جس میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تمام فرقوں کی عید کا دن تھا چنانچہ یہود و نصاریٰ اور مجوس سب ہی اس روز عید منا رہے تھے۔ و فی المعالوف قال ابن عباس کان ذلک الخمسة ایام جمعۃ و عرفۃ و

عید الیہود و النصاری و المجوس و لم یجتمع ایہا و اهل الملل فی یوم قبلہ و لا بعدہ و ما شہد ترمذی مستلاً

دوسری تقریر اس طرح کی جاتی ہے کہ تم کیا سمجھتے ہو ذرا غور تو کرو ہمیں سب کچھ معلوم ہے کہ آیت مبارکہ کہاں نازل ہوئی؟ کب نازل ہوئی اور کس حال میں نازل ہوئی میدان عرفات میں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ پر تشریف فرما تھے جمعہ کا دن اور عصر کا وقت تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ مگر ہم ایسے نہیں ہیں کہ اپنی طرف سے جو دن چاہیں عید کا دن مقرر کر لیں بلکہ ہم تو اللہ اور اس کے رسول کے تابع ہیں ہم تو صرف علم کے مکلف ہیں کہ احکام کو معلوم کریں جس کی طرف حضرت عمرؓ نے انی لا علم یاقد عرفنا ذلک الیوم سے لطیف انداز میں حکیمانہ جواب دیا۔

۴۰۶ حدیثنا عبد اللہ بن مسعود عن مالک عن ابی الاسود محمد بن عبد الرحمن بن نوفل عن عروۃ عن

عائشۃ قالت خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنامنا من اهل بصرۃ و منا من اهل بھجۃ و منا من اهل بھج و حمرۃ و اهل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالھج فاما من اهل بالھج و جمع الحج و العسرة فلم یصلوا حقیر و الفجر۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہم رجزۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے نکلے تو ہم میں سے کچھ لوگوں نے تو عمرہ کا احرام باندھا اور کچھ نے حج کا اور کچھ نے حج اور عمرہ دونوں یعنی قرآن ادا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا پھر جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا تھا یا جنہوں نے حج اور عمرہ قرآن کا احرام باندھا تھا وہ سب یوم نحر دسویں ذی الحجہ میں حلال ہوئے۔

تشریحات، مطابقتہ للتوجیہ من حدیث انہ کان فی حجة الوداع لاندہ صرح بذلک فی ہذا الحدیث الذی قد مضی فی کتاب الحج۔

اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ انھنور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حج کا احرام باندھا تھا پھر عمرہ کو داخل کر کے آپ تارن ہو گئے تھے۔

والحدیث معنی فی الحج ۱۱۱۱ ایضاً مفصلاً ۳۱۱ دہنا ۱۱۱۱۔

۳۰۷۔ حد ثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک وقال مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجة الوداع۔

۳۰۸۔ حد ثنا اسعید بن حدثنی مالک مثله۔

ترجمہ ۳۰۷۔ ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا اور مالک نے اپنی روایت سند مذکور یعنی عن عبد الرحمن بن نوفل فوض و بن الاثیر عن عائشہ حدیث بیان کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلے۔

ترجمہ ۳۰۸۔ ہم اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ محمد سے امام مالک نے حدیث مذکور کی طرح بیان کیا۔

تشریحات و راصل حدیث ۳۰۷ تا ۳۰۸ تینوں روایات حجۃ الوداع سے متعلق ہیں امام بخاری نے امام مالک سے مختلف طریقوں سے حجۃ الوداع کی روایت نقل کی ہے۔

۳۰۸۔ حد ثنا احمد بن یونس قال حد ثنا ابراہیم بن سعد قال حد ثنا ابن شہاب عن عامر بن سعد عن ابيه قال عاذني النبي صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع من وجع اشفيت منه على الموت فقلت يا رسول الله بلغ بي من الوجع ما ترى وانا ذومال ولا يرثني الا ابنة فاتصدق بثلثي مالي قال لا قلت افاتصدق بشطره قال لا قلت فالثلث قال والثلث كثير انك ان تذر ورثتك اغنياه خير من ان تذرهم عالة يتكفنون الناس ولست تنفق نفقة تبغى بها وجه الله الا اجرت بها حتى اللقمة تجعلها في في امرتك قلت يا رسول الله اخلف بعد اصحابي قال انك لن تخلف فتعمل عملا تبغى به وجه الله الا ازددت به درجة ورفعة ولعلك تخلف حتى ينتفع بك اقوام وبضربك آخرون اللهم امض لاصحابي هجرتهم ولا تردهم على اعقابهم لكن بائس سعد بن خولة رثي له رسول الله صلى الله عليه وسلم ان توفي بمكة.

ترجمہ حضرت سعد بن وقاص سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے اس بیماری میں کہ جس سے میں موت کے قریب ہو گیا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری بیماری اس حد کو پہنچ گئی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں ایسی اب بچنے کی امید نہیں رہی اور میں صاحب مال ہوں اور ایک ٹہنی کے سوا کوئی میرا وارث نہیں ہے تو کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا ”نہیں“ میں نے عرض کیا ”نہیں“ میں نے عرض کیا تو پھر ایک تہائی مال؟ آپ نے فرمایا ”ہاں تہائی ڈیڑھ تہائی کر سکتا ہے اور تہائی بہت ہے تم اپنے وارثوں کو صاحب مال چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑو اور وہ لوگوں سے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم جو کچھ بھی اللہ کی خوشنودی کیلئے خرچ کرو گے ہمیں اس پر اجر ملے گا یہاں تک کہ اس رقم پر بھی تمہیں ثواب ملیگا جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اپنے ساتھیوں کے (مدینہ جانے کے) بعد پیچھے چھوڑ دیا جاؤں گا (یعنی کیا میں بیماری کی وجہ سے آپ کے ہمراہیوں کے ساتھ مدینہ نہیں جاسکتا)؟ آپ نے فرمایا تو ہرگز پیچھے نہیں چھوڑا جائیگا اگر وہ کھائے تو کیا ہے اللہ کی رضا جو ان کیلئے جو عمل کریگا اس سے درجہ اور مرتبہ

بلند ہوگا اور امید ہے کہ تو پیچھے چھوڑا جائیگا یعنی ابھی تو زندہ رہیگا اور تم سے کچھ لوگوں (مسلمانوں) کو نفع پہنچے گا اور کچھ لوگوں دشمنان اسلام کو نقصان۔ اے اللہ میرے اصحاب کی ہجرت کو کامل کر دے (واقف نہ کر) لیکن محتاج اور ضرورت مند تو سعد بن خولہ میں (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مکہ میں وفات پا جانے کا وجہ سے اظہار غم کیا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمة فی قوله "فی حجة الوداع"۔

والحدیث مطنی فی الجنازہ ص ۱۶۳ فی الوصایا ص ۳۸۲ وھنالی المغازی ص ۶۳۲

لکن البائس الذی علیہ اثر ابوس من شدة الفقر والحاجة عالة جمع مائل وهو الفقیر۔

سعد بن خولہ :- ہوا المہاجر البدری دامت بکته فی حجة الوداع

۲۰۹۔ حدثنی ابراہیم بن المنذر قال حدثنا ابو صمغ قال حدثنا موسی بن عقبہ عن نافع ابن عمرو

اخبرهم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق لاسما فی حجة الوداع۔

ترجمہ :- حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجة الوداع میں اپنا سر منڈایا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمة فی قوله "فی حجة الوداع"۔

حلق و تقصیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجة الوداع میں جمرہ کی رمی کے بعد قرمانی کر کے طواف ازبارت سے پہلے سر مبارک کا حلق کر لیا، حلق کرنے والے کا نام معمر بن عبد اللہ تھا۔

شارح بخاری علامہ قسطلانی فرماتے ہیں، "وفی الصحیحین انه حلق الشق الايمن فقسمة بین من یلیہ الی الخ قسطلانی ص ۲۳۹" یعنی آپ نے سر مبارک کے دائیں جانب کا حلق کر لیا تو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور بائیں جانب کا موٹے مبارک ابو طلحہ کو عنایت کر دیا۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ احرام کھولتے وقت حلق یعنی بال منڈوانا یا تقصیر یعنی بال کٹوانا ضروری ہے اور حلق افضل ہے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق کر لیا، البتہ عورتوں کیلئے حلق ممنوع ہے جیسا کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو حلق سے منع فرمایا (ترمذی) نیز اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کا بال پاک ہے، نیز تبرکات اکابر کا جواز بھی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

۲۱۰۔ حدثنا عبید اللہ بن سعید قال حدثنا محمد بن یحییٰ قال حدثنا ابن جریج اخبرنی موسی بن عقبہ عن نافع اخبرنا ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلق فی حجة الوداع وانا من اصحابہ وقصر بضع کھو۔

ترجمہ :- حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعض اصحاب نے حجة الوداع میں سر منڈوایا اور بعض نے قصر کیا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمة فی قوله "فی حجة الوداع"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حلق و تقصیر دونوں جائز ہے البتہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق کا وجہ سے حلق افضل ہے نیز عقلاً بھی حلق افضل ہے کہ حج میں تذل جتنا زیادہ ہو وہ افضل و باعث اجر ہوگا۔

۱۴۱۱ حد ثنا یحییٰ بن قزعة قال حدثنا مالک عن ابن شہاب صح وقال اللیث حدثنی یونس عن ابن شہاب قال حدثنی عبید اللہ بن عبد اللہ أن عبد اللہ بن عباس أخبرنا أنه قبل يسير على جبار ورسول الله صلى الله عليه وسلم قاشم بمخى في حجة الوداع يصلي بالناس فصار الحمار بين يدي بعض الصف ثورزل عنه فصفت مع الناس -

ترجمہ نہ حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ وہ (عبداللہ بن عباس خود) ایک گدھے پر سوار ہو کر اس وقت آئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں کھڑے لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کا گدھا صاف کے کچھ حصے سے بھی گذرا پھر آپ گدھا سے اتر کر لوگوں کے ساتھ صف میں کھڑے ہو گئے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "من حجۃ الوداع"

والحدیث مضمون الصلوۃ ما دھنا فی المغازی ۴۳۳

اشکال و جواب اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی عنہ سے مروی ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يقطع الصلوۃ المرأة والحمار والكلب الخ (مسلم ص ۱۹)

مسلم شریف کا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت، گدھا اور کتا یہ تینوں چیزیں نماز کو قطع کر دیتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی عنہما کی روایت مذکورہ حدیث ص ۱۹ سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے والوں کے سامنے سے گزرنے پر نماز فاسد نہیں ہوتی، مزید برآں یہ کہ عبداللہ بن عباس رضی عنہما کی اسی حدیث میں جو بخاری ص ۱۹ میں ہے یہ

یہ اضافہ بھی منقول ہے فلم یکنز اللک علی احد

(یعنی اور کسی نے اس کی وجہ سے مجھ پر اعتراض نہیں کیا) بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔

جواب علیہ یہ ہے کہ قطع صلوۃ والی حدیث منسوخ ہے اور حضرت عائشہ رضی عنہا اور حضرت ابن عباس رضی عنہما وغیرہ کا روایا اس کی ناسخ ہیں فلا تعارض ولا اشکال۔

۲ دوسرا جواب اور یہی بہتر جواب ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی عنہ کی حدیث میں قطع سے مراد قطع صلوۃ نہیں ہے بلکہ اس وصلہ اور تعلق، خشوع اور توجہ کا قطع کہ نامراد ہے جو نماز کے وقت نمازی اپنے پروردگار کے روبرو کھڑا ہو کر اپنے خیال و توجہ کو مرکوز کر دیتا ہے، ہر طرف سے ہٹ کر اپنے رب سے ایک خاص تعلق قائم کر لیتا ہے اب گدھا یا عورت کے گزرنے سے وہ یکسوئی اور توجہ ختم ہو جاتی ہے اور خیال ہٹ جاتا ہے اسی کو ابوہریرہ رضی عنہ کی حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ نماز میں خلل آجاتا ہے یعنی نماز کی روح ختم ہو جاتی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک کسی چیز کے گزرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی صرف امام احمد فرماتے ہیں کہ کلب اسود سے نماز فاسد ہو جائیگی۔

البتہ اصحاب طواہر کے نزدیک مذکورہ تینوں چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

۲۱۲ — حد ثنا مسدد قال حدثنا یحییٰ عن ہشام قال حدثنی ابی قال سئل أسامة

وانا شاهد عن سیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ فقل العنق اذا وجد فجوة نقص۔

ترجمہ و ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ میرے والد عروہ بن زبیر نے مجھ سے بیان کیا کہ اُسامہ رضی عنہ سے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کے متعلق پوچھا گیا یعنی کسی نے اسامہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے سفر میں اپنی سواری کس طرح چلاتے تھے، اُسامہ فرمایا، متوسط چال (درمیان چال) پھر جب کیشادگی (خالی جگہ) پاتے تو تیز چلتے۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمة فی تولد، عن سیر ابنی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ، ای حجۃ الوداع۔

والحدیث مضی فی الحج ص ۲۲۶ و صنفانی المغازی ص ۴۳۳

العنق بفتح الیمن والنون والقاف ضرب من السیر متوسط (تسطلا فی ص ۲۲۶)

فجوة بفتح الفاء والواو و بینهما جیم ساکنت فوجوة۔ نص بنون و صاد مہملت مشددة مفتوحین سار سیرا شدیداً (ایضاً تسطلا فی)

۴۱۳ :- حدثنا عبدُ اللهِ بنُ مسلمةَ عن مالک عن یحیی بن سعید عن عدی بن ثابت عن عبدِ اللهِ بنِ یزید الخطیبی أنَّ ابا یوبَ اخبره أنَّه صَلَّى مع رسولِ اللهِ صلی اللهُ علیہ وسلم فی حجَّةِ الوداعِ المغربِ والعشاءِ جميعًا۔

ترجمہ :- حضرت ابو ایوب انصاری رضی عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھی (یعنی ایک وقت میں)

تشریحات | مطابقتہ للترجمة « حجۃ الوداع »

والحدیث مضی فی الحج ص ۲۲۶ و صنفانی المغازی ص ۴۳۳

یہ جمع تاخیر ہے یعنی مزدلفہ میں عشاء کے وقت مغرب اور عشاء پڑھا جاتا ہے جیسے عرفات میں ظہر اور عصر ظہر کے وقت پڑھا جاتا ہے اور اس کو جمع تقدم کہتے ہیں۔

جمعیا یعنی جمع کر کے، مطلب یہ ہے کہ مغرب اور عشاء دونوں کے درمیان آپ نے کوئی نفل نماز نہیں پڑھی تفصیلی بحث کا محل کتاب الحج ہے۔

(بخاری ص ۶۳۳) باب غزوة تبوك وهي غزوة العسرة

یہ باب غزوة تبوک کے بیان میں ہے اور اس غزوة کا نام غزوة عسرة (تنگی و سختی کا غزوة) بھی ہے

غزوة تبوک حجۃ الوداع | حافظ عسقلانی رحم فرماتے ہیں، اور در المصنف هذه الترجمة بعد حجۃ الوداع و هو خطأ وما اظن ذالك الا من النسخ (فتح)

یعنی امام بخاری نے غزوة تبوک کا باب حجۃ الوداع کے بعد لایا ہے اور

یہ ترتیب کے لحاظ سے درست نہیں معلوم ہوتا ہے غالب گمان یہ ہے کہ کتابوں کی غلطی سے حجۃ الوداع کے بعد

نقل ہوا ہے اصل محل اس کا حجۃ الوداع سے قبل ہونا چاہئے اسلئے کہ غزوة تبوک کا واقعہ بالاتفاق ماہ رجب ۶۳۰

کا ہے اور حجۃ الوداع سے پہلے ہوا ہے۔

تبوک بیخ التاء المشاة ومن الباء الموحده وسكون الواو ذی آخره کاف۔

تبوک غیر منصرف ہے تانیث اور ملکیت کی وجہ سے (عمدہ) یہ تبوک مدینہ اور دمشق کے درمیان ایک مشہور مقام ہے حافظ عسقلانی فرماتے ہیں، "تبوک مکان معروف ہونصف طریق المدینۃ الی دمشق (فتح الباری ص ۹) وجہ تسمیہ | حدیثوں میں اس غزوہ کے تین نام آئے ہیں اس غزوہ کو غزوہ تبوک کہتے ہیں اور سب سے مشہور ترین نام ہی ہے چونکہ اس غزوہ کا محل و مقام تبوک تھا۔

اس غزوہ میں سواری کی کمی سخت گرمی کا زمانہ، راستہ کی دوری اور کھانے پینے کی تنگی و تکلیف کی وجہ سے غزوہ عسرت یعنی تنگی اور سختی کا غزوہ کہتے ہیں اس غزوہ میں منافقوں کو شرمساری ہوئی تھی اور ان کا نفاق ظاہر ہو گیا تھا اسلئے اس کو غزوہ فاضل بھی کہتے ہیں۔

غزوہ تبوک | بمع طبرانی میں عمران بن حصین رض سے مروی ہے کہ نصارائے عرب نے ہرقل شاہ روم کے پاس لکھ کر بھیجا کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا تھا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور لوگ قحط اور فاقوں سے بھوکے مر رہے ہیں، ان کے اموال ضائع ہو گئے ہیں عرب پر حملہ کیلئے یہ موقع نہایت مناسب ہے، ہرقل نے فوراً ایک رومی سردار قباد کو چالیس ہزار لشکر جمع کر دیا اور ہرقل نے ہرقل نے ایک نبطی سوداگر زیوں کا تیل فروخت کرنے مدینہ آیا کرتے تھے ان کے ذریعہ یہ خبر معلوم ہوئی کہ ہرقل نے ایک عظیم الشان لشکر آپ کے مقابلہ کیلئے تیار کیا ہے جس کا مقدمہ الجیش بقاء تک پہنچ گیا ہے اور ہرقل نے ایک سال کا خرچ اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی تیاری کا حکم دیا (عمدہ ص ۲۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ کسی غزوہ میں جاتے وقت صحیح مقام بہت کم بتاتے تھے لیکن اس غزوہ میں چونکہ دور کا سفر تھا اور گرمی کا موسم، قحط و فاقہ کا زمانہ تھا اور دشمنوں کا تعداد بہت تھی اسلئے آپ نے ظاہر کر دیا کہ ہرقل مدینہ سے مقابلہ ہے اور وہیں جانے کا ارادہ ہے تاکہ سب لوگ مناسب حال تیاری کر سکیں اور دشمنوں کی سرحد (تبوک) پر پہنچ کر ان کا مقابلہ کر سکیں۔

آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں انفاق فی سبیل اللہ کی تقریر فرمائی تو حضرت ابو بکر صدیق رض نے اپنا کل مال لا کر آپ کے سامنے پیش کر دیا، آپ نے دریافت فرمایا کہ اہل و عیال کیلئے کیا چھوڑا ابو بکر رض نے کہا صرف اللہ اور اس کے رسول کا نام۔ حضرت عمر فاروق رض نے اپنا نصف مال لا کر حاضر خدمت کیا، اسی طرح حضرت عبدالرحمان بن عوف رض نے بہت سا مال پیش کیا مگر اس روز جو نفقہ عظیم حضرت عثمان غنی رض نے

پیش خدمت کیا وہ سب سے بڑھا ہوا تھا تین سو اونٹ مع لدے ہوئے سازد سامان اور ایک ہزار اشرفی نقد بارگاہ نبوی میں پیش کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوئے اور فرمانے لگے کہ اس عمل صالح کے بعد عثمان کو کوئی عمل مقرر نہیں پہنچا سکے گا اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوں۔ اور اکثر صحابہ نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس مہم کیلئے پیش کیا، نادار صحابہ نے مزدوری کی اور جو کچھ ملا حاضر خدمت کیا عورتوں نے اپنے اپنے زیورات لاکر حاضر کر دئے۔

مگر پھر بھی سواری اور زاد راہ کا پورا سامان نہ ہو سکا چند صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم بالکل نادار ہیں اگر سواری کا کچھ تھوڑا بہت ہم کو سہارا ہو جائے تو ہم اس سعادت سے محروم نہیں، آپ م نے فرمایا میرے پاس کوئی سواری نہیں کہ تمہیں دے سکوں، اس پر وہ حضرات کہتے ہوئے واپس ہوئے ان ہی کی شان میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

ولا علی الذین اذا ما اتوا لیتخلفوہم
قلت لا اجد ما احب لکم علیہ تولوا
واعینہم تفیض من الدمع حزنا
الا یجدوا ما ینفقون (توبہ)

اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آئے
کہ آپ ان کو جہاد میں جانے کیلئے کوئی سواری عطا فرمائیں
تو آپ نے یہ فرمایا کہ اس وقت کوئی چیز نہیں پاتا ہوں کہ جس
پر تمکو سوار کر دوں تو وہ لوگ اس حال میں واپس ہوئے کہ انکھیں
— آنسوؤں سے بہ رہی تھیں اس غم و ہرجے سے کہ ان کو کوئی چیز میر نہیں کہ جسے خرچ کر سکیں۔

الغرض جب آپ نے سفر کا ارادہ فرمایا تو محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام اور خلیفہ مقرر کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی نگرانی و خبر گیری کیلئے مدینہ میں چھوڑا اور تینس ہزار فوج دس ہزار گھوڑوں کے ساتھ مدینہ پہنچنے سے روانہ ہوئے۔

منافقین اور متخلفین اور پر معلوم ہو چکا ہے کہ اس غزوہ کے وقت گرمی کا موسم اور قحط کا زمانہ تھا

دوسرے درختوں میں پھل تیار تھے ایسے وقت میں ہر شخص اقامت کو پسند کرتا تھا، ان تمام مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود شدید ایان اسلام و جان نثاران محمد صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی تیاری میں کوشش فرما رہے تھے لیکن منافقوں کی ایک جماعت نے لوگوں کو بہکانا شروع کیا اور کہا کہ ایسی شدید گرمی میں سفر نہ کرو، ان منافقوں کا ذکر حق تعالیٰ نے کیا ہے

وقالوا لا تنفروا فی الحوز (توبہ) اور منافقین کہنے لگے ایسی گرمی میں مت نکلو۔

اور مخلص مسلمانوں میں سے بھی چند صحابہ رہ گئے ان میں حضرت تھے کعب بن مالک، بلال بن امیہ اور امراء ابن ربیع رضی اللہ عنہم۔ ان حضرات کا مفصل قصہ صرف دو حدیثوں کے بعد مستقل باب میں آ رہا ہے۔

مقام حجیر راستہ میں وہ عبرتناک مقام حجیر بھی پڑتا تھا جہاں قوم ثمود پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو اس درجہ متاثر ہوئے کہ چہرہ انور پر کپڑا لٹکایا اور ناقہ کو تیز کر دیا اور صحابہ سے فرمایا کہ کوئی شخص ان ظالموں کے مکانات میں داخل نہ ہو، یہاں کا پانی نہ پیا اور نہ اس سے نماز کیلئے دھو کر دس سرنگوں رتے ہوئے اس مقام سے گذر جاؤ جس نے اس مقام سے پانی لے لیا وہ

پانی گرا دیں اور جس نے اس پانی سے آٹا گوندھا ہو وہ اونٹ کو کھلا دے خود بائکل نہ کھلے۔
ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مقام حجر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سارا پانی پھینک دیا گیا آگے چل کر جب ایک منزل پر ٹھہرے تو کسی کے پاس پانی نہ تھا صحابہ رحمہ نے حضور اکرم ص سے شکایت کی، حضور نے دعا کی پانی برساجس سے سب کی حاجتیں پوری ہوئیں وہاں سے چلے تو کسی مقام میں حضور کا اونٹ گم ہو گیا ایک منافق (زید بن لُقیب بضم اللام وفتح الصاد و بسکون الیاء بعدہ باء الموحده) نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی خبریں تو بتاتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ ان کا اونٹ کہاں ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھ کو کسی چیز کا علم نہیں سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتلادیا اور اب اونٹ کا حال ہمیں حق تعالیٰ نے بتا دیا وہ اونٹ فلاں دادی تھے اس کا رستی (ڈوری) ایک درخت سے پھنس گئی ہے جس سے وہ ڈرکی ہوئی ہے چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم جا کر اس اونٹنی کو لے آئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے سے ایک روز پہلے صحابہ سے فرمایا کہ انشاء اللہ کل تم لوگ چاشت کے وقت تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے کوئی شخص اس چشمہ سے پانی نہ لے جب تک کہ میں نہ آ جاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں پہنچے تو پانی کا ایک قطرہ اس میں سے بس رہا تھا حضور اقدس نے بدقت تمام اس میں سے تھوڑا تھوڑا کر کے پانی جمع کیا اور اس پانی سے اپنا ہاتھ اور منہ دھو کر پھر اس کو اس چشمہ میں ڈال دیا اس پانی کا ڈالنا تھا کہ وہ چشمہ فوارہ بن گیا جس سے تمام لشکر سیراب ہوا، اس کے بعد حضور نے فرمایا اے معاذ اگر تو زندہ رہا تو دیکھ لے گا کہ اس پانی سے یہاں کے تمام باغات سرسبز و شاداب ہو جائیں گے (مسلم شریف) تبوک پہنچ کر آپ نے بیسٹ روز قیام فرمایا مگر کوئی مقابلہ نہیں آیا لیکن آپ کا آنا بیکار نہیں گیا دشمن مرعوب ہو گئے، اور اس پاس کے قبائل نے حاضر خدمت ہو کر سر تسلیم خم کیا اور صلح کر کے جزیرہ دینا منظور کیا اور آپ نے صلح نامہ لکھو کر عطا فرمایا اسی تبوک سے آپ نے خالد بن ولیدؓ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ دو مہینے تک کے حاکم اکید بن عبد الملک نصرانی کے پاس بھیجا جب حضرت خالدؓ نے ان سے کہا کہ وہ تم کو شکار کھیلتا ہوا ملیگا اس کو قتل نہ کرنا گرفتار کر کے میرے پاس لے آنا ہاں اگر وہ انکار کرے تو قتل کر دینا۔

خالدؓ چاندنی رات میں پہنچے، گرمی کا موسم تھا اکیدؓ راہی بیوی کے ساتھ چھت پر بیٹھا ہوا تھا تنے میں ایک نیل گائے آئی اور دروازہ پر دھک مارنے لگی، اکیدؓ فوراً ہی رخ اپنے بھائی حسان اور چند عزیزوں کے شکار کے لئے اترا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اس شکار کے پیچھے دوڑے تو ان کو حضرت خالدؓ اور مسلمانوں کی جماعت ملی، اکیدؓ کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا وہ مارا گیا اور حضرت خالدؓ نے اکیدؓ سے کہا کہ تم کو قتل سے پناہ دے سکتا ہوں بشرطیکہ تم میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا منظور کرو اکیدؓ نے اس کو منظور کیا، خالد بن ولیدؓ اکیدؓ کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اکیدؓ نے دو ہزار اونٹ اور آٹھ سو گھوڑے اور چار سو زہد میں اور چار سو نیزے دے کر صلح کی۔

مسیحی ضرار | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس ہوئے تو مقام ذی آوان میں قیام فرمایا اس مقام سے مدینہ منورہ ایک گھنٹہ کا راستہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تبوک جانے سے پہلے کچھ منافقوں نے مسجدِ قبا کے قریب ایک مسجد بنائی تھی اور حضور کے پاس آئے تھے کہ ہم نے بیماروں اور معذوروں کے لئے ایک مسجد بنائی ہے آپ چل کر اس میں ایک مرتبہ نماز پڑھا دیں تاکہ وہ مقبول اور مستبرک ہو جائے، آپ نے فرمایا تھا کہ اس وقت تو میں تبوک جا رہا ہوں واپسی کے بعد دیکھا جائیگا۔

تبوک سے واپسی پر ذی آدان میں آپ کے پاس آسمان سے خبر آئی اور اس مسجد کے بانیوں کی نیت سے آپ کو مطلع کیا گیا۔ آپ نے مالک بنِ دُخشم (بضم الدال والشین ولسکون الخار) اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ جاؤ اور ان ظالموں کی مسجد کو گرا دو اور جلا دو، اسی مسجد کے بارے میں یہ کہتے ہیں: *والذین اتخذوا مسجداً خسراً وکفراً و تفریقاً بین المؤمنین . الی آخر القصة سورة توبہ* جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قریب پہنچے تو مثنیٰ قانِ جمالِ نبوی ماہتابِ نبوت ورسالت کے استقبال کیلئے نکلے یہاں تک کہ پردہ نشینانِ حرم بھی نکل پڑیں، لڑکیاں اور بچے شوق میں پڑھتے تھے۔

طلع البدر علینا
وجب الشکر علینا
من ثنایات الوداع
یادعنا الله داع
ایہا المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

جب مدینہ کے مکانات نظر آنے لگے تو فرمایا: "هذه طابة" یہ مدینہ طیبہ ہے اور جبل احد پر نظر پڑی تو فرمایا: "هذا جبل احد یحبنا ونحبه" یہ جبل احد ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۲۱۴۔۔۔ حدثنا محمد بن العلاء قال حدثنا ابو اسامة عن بُرید بن عبد الله بن الحی بردة عن ابی موسی قال ارسلنی اصحابی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم اسئله الخلدان لهم اذ هو معہ فی جیش العسرة وہی غزوة تبوک نقلت یانبی الله ان اصحابی ارسلونی الیک لیخبلکم فقال والله لا اخیلکم علی شیء رواقته وهو غضبان ولا اسعُر ورجعت حزیناً من منع النبی صلی الله علیه وسلم ومن مخافة ان یتکون النبی صلی الله علیه وسلم وجد فی نفسه علی فرجعت الی صحابی فاخبرتهم الذی قال النبی صلی الله علیه وسلم نلو البیت الاسویعة اذ سمعت بلالاً ینادی ربن عبد الله بن قیس فاجبته فقال اوجب رسول الله صلی الله علیه وسلم یذعوک فلما اتیتہ قال خذ هذین القریین وهذین القریین لیسنت العریة ابتاعھن حینئذ من سعد فانطلق بہن الی اصحابک فقل ان الله اذ قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم یخبلکم علی ہولاء وکفی والله لا ادعکوحتی ینطلق معی بعضکم الی من سجع مقالة رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالوا لی والله انک عندنا المصدق ولفعلت ما احببت فانطلق ابو موسی ینفی منہم حتی اتوا الذین سمعوا قول رسول الله صلی الله

علیہ وسلم منعہ ایاہم ثم إعطاءہم بَعْدُ فَحَدَّثَ ثُوهُم بِمِثْلِ مَا حَدَّثَهُمْ بِهِ أَبُو مُوسَى۔

ترجمہ :- حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے میرے ساتھیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ میں آپ سے ان کے لئے سواری کے جانور کی درخواست کروں، وہ لوگ آپ کے ساتھ جیش العسرة میں جانے والے تھے اور یہی غزوة تبوک، چنانچہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے ساتھیوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں سواری کا جانور عنایت فرمائیں، آنحضرت نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں تم لوگوں کو کوئی سواری نہیں دے سکتا۔ میں جس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس وقت آپ غصہ میں تھے لیکن میں محسوس نہیں کر سکتا تھا اور میں ٹنگین لوٹ گیا۔ ایک غم تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سواری نہ دینے کی وجہ سے تھا اور دوسرا غم اس خوف کا تھا کہ کہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناراض نہ ہو گئے ہوں۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا میں نے انہیں خبر دی، پھر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے بلالؓ کی آواز سنی وہ پکار رہے تھے۔ عبداللہ بن قیس کہاں ہیں؟ میں نے جواب دیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلارہے ہیں جاؤ، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا۔ یہ دو جوڑے اور یہ دو جوڑے لے لو غالباً آپ نے تین مرتبہ فرمایا، رادی نے اختصاراً دو مرتبہ پر اکتفا کیا، اس طرح آپ نے چھ اونٹ عنایت فرمائے، ان اونٹوں کو آپ نے اسی وقت سعد بن عبادہؓ سے خریدا تھا اور آپ نے فرمایا کہ ان اونٹوں کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے یا آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اونٹ تمہاری سواری کے لئے دیئے ہیں سو ان پر سوار ہو جاؤ میں ان اونٹوں کو لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور میں نے ان سے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اونٹ تمہاری سواری کے لئے دئے ہیں لیکن خدا کی قسم میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ تم میں سے کچھ آدمی میرے ساتھ اس شخص کے پاس چلیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکلا ارشاد (کہ میں تم لوگوں کو کوئی سواری نہیں دے سکتا) سنا تھا، کہیں تم یہ خیال نہ کر بیٹھو کہ میں نے تم سے (اپنے دل سے) ایک بات کہہ دی تھی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی، ان لوگوں نے مجھ سے کہا (اس کی کوئی ضرورت نہیں) بلاشبہ ہم لوگ آپ کو سچا سمجھتے ہیں، لیکن ہم آپ کے چاہنے اور کہنے پر ایسا بھی کر لیں گے (یعنی ہمیں آپ کی صداقت و سچائی میں کوئی شبہ نہیں، لیکن اگر آپ کا اصرار ہے تو ہم ایسا بھی کر لیں گے کہ خدا آدمی آپ کے ساتھ بھیج دینگے) چنانچہ ابو موسیٰؓ نے ان میں سے چند حضرات کو لے کر چلے یہاں تک کہ ان لوگوں کے پاس آئے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد سنا تھا کہ آنحضرت نے پہلے تو دینے سے انکار کیا تھا پھر بعد میں عنایت فرمایا، تو ان حضرات نے اسی طرح بیان کیا جو ابو موسیٰؓ نے لے لوگوں سے بیان کیا تھا۔

تشریح حیات :- مطابق للترجمہ :- اذہم معہ فی جیش العسرة وہی غزوة تبوک۔ والحیرة خزیمہ

النجاری فی الجہاد ۳۲۲ و ہنای المغازی ۳۳۲ و فی الایمان والتذویر ۹۸۔

واللہ لا اذ عکواۃ حضرت ابوموسیٰ ذکویہ خوف ہوا کہ میرے اصحاب محمد کو جھوٹا سمجھیں کہ ابھی تو ابوموسیٰ نے یہ کہا تھا کہ آنحضرت نے سواری دینے سے انکار فرمایا پھر ابھی ہی سواری لے کر آیا، شاید آنحضرت نے سواری دینے سے انکار نہ کیا ہوگا اس نے اپنے دل سے بات بنا کر کہہ دی کہ آنحضرت سواری دینے سے انکار فرماتے ہیں، اس لئے ابوموسیٰ نے اپنی صداقت و سچائی ظاہر کرنے کے لئے چند حضرات کو ہمراہ لے کر تحقیق کروادی۔

اشکال و جواب اشکال یہ ہے کہ کتاب الجہاد کی روایت میں پانچ اونٹ مذکور ہیں اور کتاب الایمان والتذویر میں تین اونٹ اور یہاں مغازی میں چھ اونٹ، کیف التطبیق؟
جواب کسی ایک عدد میں دو عدد کی نفی نہیں ہے۔ ۲۔ راوی نے اپنے علم کے مطابق بیان کیا، بعض حضرات نے تعدد واقعہ کا احتمال بھی نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۱۵ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ امِيَّةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا فَقَالَ ائْتِنِي فِي الصُّبْحَانِ وَالنَّسَاءِ قَالَ الْاِتْرَضِي اِنْ تَكُونِ مَعِيَ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى اِلَّا اِنَّهُ لَيَسَّ نَبِيٌّ بَعْدِي وَقَالَ ابوداؤد حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ مُصْعَبًا۔

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے جانے لگے تو علی رضی اللہ عنہ کو (دینہ میں) اپنا جانشین مقرر کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوٹے جاتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے نبی جیسے ہارون علیہ السلام ابوموسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے مگر اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، ابوداؤد طیالسی نے بیان کیا کہ ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی ان سے حکم اور حکم نے مصعب سے سنا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمہ، خروج الی تبوک "والحدیث فی المغازی ۳۳۳۔
عن الحکم، بفتح الحاء المهملة والكاف

قال ابوداؤد، ابوداؤد طیالسی کی اس سند کی نقل سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ اس میں اس بات کی تشریح ہے کہ مصعب سے حکم کا سماع ثابت ہے چونکہ حدیث مذکور کی سند مضعن تھی، عن الحکم عن مصعب بن سعد الخ

اس حدیث سے شیعہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا نفع لے رہے۔
شیعہ کا غلط استدلال استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں جاتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور علی رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا تھا "الاترضی ان تکون معی الخ"

یعنی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جاؤ جیسے ہارون موسیٰ علیہ السلام کیلئے تھے؟ اور جس وقت حضور اکرم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا اس وقت حضور اقدس کو بلاشبہ یہ معلوم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سے برسوں پہلے ہارون کا انتقال ہوا ہے پھر حضور کے جملہ سے یہ مطلب نکالنا کہ میری وفات کے بعد تم ہی میرے خلیفہ ہو گے، صریح جہالت بلکہ حماقت ہے۔

آنحضرت کی یہ جانشینی تو غزوہ سے واپسی تک محدود تھی جیسے کوئی بادشاہ سفر میں جاتے وقت کسی کو اپنا جانشین و نائب السلطنت مقرر کر جائے تو وہ نیابت واپسی تک محدود رہے گی، واپسی کے بعد خود بخود یہ نیابت ختم ہو جائے گی اور یہ وقتی جانشینی و وقتی نیابت قطعاً اس امر کی دلیل نہیں ہوگی کہ بادشاہ کی وفات کے بعد یہی شخص بادشاہ کا خلیفہ ہوگا، البتہ اس جانشینی اور نیابت سے نائب کی اہلیت اور قابلیت ثابت ہوتی ہے، سو علماء اہل سنت کو اس کا انکار نہیں کہ حضرت علیؓ میں خلافت کی اہلیت اور قابلیت نہ تھی، علماء اہل سنت والجماعت دل و جان سے حضرت علیؓ کی اہلیت و قابلیت کے قائل ہیں لیکن اس میں دو سبب خلافت کی اہلیت و قابلیت کا انکار نہیں، ان کی کمال اہلیت اور قابلیت دوسری احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

رہا یہ معاملہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت علیؓ کو حضور ہارونؑ سے تشبیہ دی ہے اس سے تو عدم خلافت کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ حضرت ہارونؑ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ اور جانشین نہیں ہوئے

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اگر حضرت علیؓ کو حضرت ہارونؑ سے تشبیہ دی ہے تو اسلئے بدر کے بارے میں آپؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھ تشبیہ دی جیسا کہ حدیث ۱۱۱ کی تشریحات میں مفصل مذکور ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہارونؑ سے کہیں افضل تھے۔

۴۱۶ :- حدثنا عبید اللہ بن سعید قال حدثنا محمد بن بکر قال اخبرنا ابن جریج قال سمعت عطاء بن یحییٰ قال اخبرني صفوان بن يحيى بن امية عن ابيه قال عن وقت مع النبي صلى الله عليه وسلم الحرة قال كان بعلی يقول تلك الغزوة اوثق اعنالي عندي قال عطاء فقال صفوان قال بعلی فكان لي احب فقاتل انسا فعض احد هما يد الاخر قال عطاء فلقد اخبرني صفوان انهما عضن الاخر فنيسته قال فانزع المعنوض يداه من بني العاص فانزع احدى ثنيتيه فاتيا النبي صلى الله عليه وسلم افيدت يداه في ذلك تقضمها كانها في في فحل يقضمها.

ترجمہ ۱۔ حضرت یعلیٰ بن امیرہ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ عسرت یعنی غزوہ تبوک میں شریک تھا، صفوان نے بیان کیا کہ یعلیٰ بن امیرہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے تمام اعمال میں اسی غزوہ پر سب سے زیادہ اعتماد ہے (یعنی اپنے تمام اعمال صالحہ میں سب سے زیادہ ثواب کی امید اسی میں ہے) عطار نے بیان کیا کہ صفوان نے بیان کیا کہ یعلیٰ بن امیرہ نے فرمایا کہ میرا ایک نوکر تھا (یعنی تبوک کے سفر میں ایک غلام ساتھ لے لیا تھا) وہ ایک شخص سے لڑ پڑا تو دونوں میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا۔ عطار نے بیان کیا کہ مجھے صفوان نے خبر دی کہ ان دونوں میں سے کس نے دوسرے (یعنی اپنے مقابل) کا ہاتھ کاٹا؟ اس کو میں بھول گیا، بہر حال جس کا ہاتھ دانت سے کاٹا گیا تھا اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ سے کھینچا تو اس (کاٹنے والے) کا اگلا ایک دانت نکل پڑا (یعنی ہاتھ کھینچنے میں آگے کا ایک دانت بھی ساتھ چلا آیا) پھر وہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (فیصلہ کے لئے) حاضر ہوئے، آپ نے اس کے دانت کا اگلا کیا (یعنی تاوان دیتے ہیں دوائی) عطار نے بیان کیا میرا خیال ہے کہ صفوان نے یہ بھی کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں چھوڑ دیتا کہ تم اسے اونٹ کی طرح چاڑھ لے۔

تشریحات
مطابقتہ للترجمہ " غزوت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم العسرة " لان العسرة ہی غزوہ تبوک کما مر۔ والحدیث مضی فی الجہاد ص ۱۴۰ و ص ۱۴۱ فی المغازی ص ۱۴۰ و ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ و ۱۴۴ و ۱۴۵ و ۱۴۶ و ۱۴۷ و ۱۴۸ و ۱۴۹ و ۱۵۰ و ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۵۳ و ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و ۱۶۵ و ۱۶۶ و ۱۶۷ و ۱۶۸ و ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۷۶ و ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ و ۱۸۱ و ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ و ۱۹۶ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ۱۹۹ و ۲۰۰ و ۲۰۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۱۱ و ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵ و ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ و ۲۳۳ و ۲۳۴ و ۲۳۵ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰

۱۰۱۸۔ تقضہا۔ از باب سبع قضماً دانت کاٹنا، چانا۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں " فی مسلوب العاض ہو یصلی، (قسطلانی ص ۳۵۷)

مسلم شریف کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ خود حضرت یعلیٰ بن امیرہ بن کا اپنے خادم کے ساتھ پیش آیا ہے اور دانت کاٹنے والے حضرت یعلیٰ بن امیرہ ہیں، واللہ اعلم، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی مکروہ فعل کو بتانا ہو تو جانور سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔

نہدی ۱۳۳۔ باب حدیث کعب بن مالک وقول اللہ عزوجل وعلی
الثلثة الذین خلفوا۔ کعب بن مالک کا قصہ (جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے) اور
اللہ تعالیٰ کا ارشاد وعلی الثلثة الذین خلفوا، اور ان تین شخصوں پر جو پیچھے رہ گئے تھے۔

(۴۱۷) حدیثنا یحییٰ بن یزید قال حدثنا اللیث عن عقیل بن ابی شہاب عن
عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب بن مالک ان عبد اللہ بن کعب بن مالک وصحان
قائد کعب بن یزید بن عقیل قال سمعت کعب بن مالک یحدث عن جده یحییٰ بن
قائد کعب بن یزید قال سمعت کعب بن مالک یحدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوة غزاها
الا فی غزوة تبوک غیر انی کنت تخلف فی غزوة بدر ولو یحییٰ بن ابی شہاب عن جده یحییٰ بن

خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم يريدُ غير قريش حتى جمع الله بينهم وبين عدوهم
 على غير ميعادٍ ولقد شهدتُ مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة العقبة حين توافقنا
 على الاسلام وما أحبُّ أن لي بها شهيدٌ بدير وإن كانت بدرٌ أذكرُ في الناس منها كان
 من خبري أني لو أكن قط أقوي ولا أيسر حين تخلفت عنه في تلك الغزوة والله ما
 اجتمعت عندي قبلكه راحلتان قط حتى جمعتهما في تلك الغزوة ولم يكن رسول الله
 صلى الله عليه وسلم يريدُ غزوة الأوس على غير ما حتى كانت تلك الغزوة غزاها
 رسول الله صلى الله عليه وسلم في حير شديد واستقبل سفيراً بعيداً ومغاناً وعدواً كثيراً
 فجلتُ للمسلمين أمرهم ليتأهبوا أهبةً غز وِهِم فاخبرهم بوجهه الذي يريدُ والمسلمون
 مع رسول الله صلى الله عليه وسلم كثيراً ولا يجمعهم كتاب حافظ يريدُ الذي قال
 كعبٌ فمارجلٌ يريدُ ان يتغيب إلا ظننت انه سيخفى له ما لم ينزل فيه وحى الله وغزا
 رسول الله صلى الله عليه وسلم تلك الغزوة حين طابت الثمار والظلال ونجهز رسول
 الله صلى الله عليه وسلم والمسلمون معه فطفقتُ أعدو ولكني اتجهز معهم فارجم ولم اقض
 شيئاً فاقول في نفسي انا قادرٌ عليه فلم ينزل يتمادى بي حتى استمد بالناس الجدد
 فاصبح رسول الله صلى الله عليه وسلم والمسلمون معه ولما قضى من جهاري شيئاً نقلتُ
 اتجهز بعده بيوم او يومين ثوالحقتهم فعدوت بعد ان فصلوا إلا تجهز فرجحت
 ولما قضى شيئاً فلم ينزل بي حتى اشرعوا وتفارط الغزو وهتست ان ارجع فادركهم
 وليتني فعلت فلم يقدر لي ذلك فكننت اذا اخرجت في الناس بعد خروج رسول الله
 صلى الله عليه وسلم وطفقت فيهم احزنني اني لا ارى الا رجلاً مغوصاً عليه التفان
 او رجلاً ممن عذر الله من الضعفاء ولم يدكر في رسول الله صلى الله عليه وسلم
 حتى بلغ تبوك فقال وهو جالس في القوم بتبوك ما فعل كعب؟ فقال رجل من بني
 سلمة يا رسول الله حبسه برداً ونظرة في عطفه فقال معاذ بن جبل بس ما قلت
 والله يا رسول الله ما علمنا الا خيراً فسكت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كعب بن
 مالك غلبنا بلخني انه توجه قافلاً حضر في هتي وطفقت اذ كتم الكذب واقول
 بماذا اخرج من سخط غدا واستعنت على ذلك بكل ذي رأي من اهلي فلما قيل
 ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد اطلق قادمًا زاح عني الباطل
 وعرفت اني لن اخرج منه ابد ابشئ فيه كذب فاجعت صدقه واصبح
 رسول الله صلى الله عليه وسلم قادمًا وكان اذا قدم من سفر بدأ بالمسجد فبكرت فيه

ركعتين ثم جلس للناس فلما فصل ذلك جاءه المخلفون فطفقوا يعتذرون إليه و
 يحلفون له وكانوا بضعه وثمانين رجلاً فقبل منهم رسول الله صلى الله عليه
 وسلم علائبتهم وابعثهم واستغفر لهم ووكّل سائرهم إلى الله فجئته فلما
 سألت عليه تلبسوا تتبسوا المعضب ثم قال تعال فحدثني أمشي حتى جلست
 بين يدي فقال لي ما خلفك الوتكن قد ابعت ظهرك فقلت بلى إني
 والله لو جلست عند غيرك من أهل الدنيا لرأيت أن ساخرم من سخطه بعذر
 ولقد أعطيت جديلاً ولكي في والله لقد علمت لئن حدثتك اليوم حديث
 كذب ترضى به عني ليؤسكن الله أن يسخطك علي ولئن حدثتك حديث
 صدق تجد علي فيه إني لأرجو فيه عفو الله لا والله ما كان لي من عذر
 والله ما كنت قط اقوي ولا أسرمتي حين تخلفت عنك فقال رسول الله صلى
 الله عليه وسلم أما هذا فقد صدق نعم حتى يقضي الله مني نقيت وثار
 رجال من بني سلمة فاتبعوني فقالوا لي والله ما علينا كنت أذنبت ذنبا
 قبل هذا ولقد عجزت أن لا تكون اعتذرت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم
 بما اعتذرت إليه المتخلفون قد كان كافيك ذنبك استغفرت رسول الله صلى الله عليه وسلم
 لك فوالله ما زالوا يؤنبوني حتى أردت أن أرجع فأكذب نفسي ثم قلت لهم هل
 لقي هذا معي أحد قالوا نعم رجلان قالوا مثل ما قلت فقبل لهما مثل ما قيل لك
 فقلت من هما قالوا مرة بن الربيع العسروي وهلال بن أمية الواقفي فذكروا
 لي رجلين صالحين قد شهدا بدينا فيهما أسوة فبصيت حين ذكر وهما لي ونهي
 رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلمين عن كلامنا أيها الثلاثة من بين من
 تخلف عنه فاجتنبنا الناس وتغيروا لنا حتى تنكرت في نفسي الأرض فما هي
 التي أعرف فليتنا على ذلك نحسين ليلة فاما صاحبنا فاستكنا وقعدا في
 بيوتهما يبيكان واما أنا فكنيت المتب القوم وأجلد هم كنيت اخروج فاشهد
 الصلوة مع المسلمين واطوف في الأسواق ولا يكلمني أحد وأتي رسول الله صلى
 الله عليه وسلم فأسلموا عليه وهو في مجلسه بعد الصلوة فاقول في نفسي هل
 حرك شفقتي برد السلام علي أم لا ثم صليت قريبا منه فأسارقه النظر فاذا
 أقبلت علي صلواتي أقبل إلي وإذا التفت نحوه أعرض عني حتى إذا طال علي ذلك
 من جفوة الناس مشيت حتى تسورت جدار حائط أبي قتادة وهو ابن عبيد وأحب

الناس إلى فسلت عليه فوالله ما رَدَّ عليَّ السلامَ فقلتُ يا ابا قحافة انشدك
بالله هل تعلمني احيث الله ورسوله فسكت فعُدتُ له فنشدته فسكت
فعُدتُ له فنشدته فقال الله ورسوله أعلم ففاضت عيناى وتوليت حتى
تسورتُ الجدار قال فبينما أنا أمشي بسوق المدينة إذا نبطي من أنباط
اهل الشام متن قدم بالطعام يبيعه بالمدينة يقول من يدل على
كعب بن مالك فطفيق الناس يُشيرون له حتى إذا جاءني دفع إلى كتاباً
من ملك غسان فاذا فيه أما بعد فإنه قد بلغني أن صاحبك قد جفاك
ولو يجعلك الله بد إرهوان ولا مضیعة فالحق بنا نواسك فقلت لست
قرأتها وهذا أيضاً من البلاء فتممت بها التنوير فسجرتُ بها حتى
إذا مضت أربعون ليلة من الخمسين إذا رسولُ رسول الله صلى الله عليه
وسلم يا تبنى فقال انت رسول الله صلى الله عليه وسلم يا مراك أن تعزرن
امراتك فقلت أطلقها أم ماذا أفعل قال لا بل اعزنها ولا تقر بها
وأرسل إلى صاحبتي مثل ذلك فقلت لا مرأتى الحقى بأهلك فتكونى
عندهم حتى يقضى الله في هذا الامر قال كعب فحدث امرأه هلال بن أمية رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا
رسول الله ان هلال بن أمية شيخ ضائع ليس له خادم فهل تكف أن أخدمه قال
لا ولكن لا يقربك قالت دابة والله ما به حركة إلى شيء والله
ما زال يئسنى منذ كان من امرى ما كان إلى يومه هذا فقال لي بعض
اهلى لو استاذنت رسول الله صلى الله عليه وسلم في امرأتك كما أذن
لامرأة هلال بن أمية ان تخدمه فقلت والله لا أستأذن فيها رسول
الله صلى الله عليه وسلم وما يدرينى ما يقول رسول الله صلى الله عليه
وسلم وإذا استاذنته فيها وأنا رجل شاب فلبثت بعد ذلك عشر
ليال حتى كمدت لنا خمسون ليلة من حين نهى رسول الله صلى الله
عليه وسلم عن صلاتنا فلما صليت صلوة الفجر أصبح خمسين ليلة
وأنا على ظهر بيت من بيوتنا فبينما أنا جالس على الحال التى ذكر
الله قد ضاقت على نفسى وضافت على الارض يمارحبت سمعت صوت
صارخ اوفى اعلى جبل سلج باعلى صوته يا كعب بن مالك البشير فخرت
ساجداً وعرفت ان قد جاء فرج واذن رسول الله صلى الله عليه وسلم

بتوبة الله علينا حين صلى صلوة الفجر فذهب الناس يُبشروننا وذهب قتل صاحبتي
مبشرون وتركنوا إلى رجل فرسًا وسعى سابع من أسلر فاروق على الجبل وكان الصبر
اسرع من الفرس فلما جاء في الذي سمعت صوته يبشر في نزعته لما ثوبتي فكسوته
اياها ببشراه والله ما أملىك غيرهما يومئذ واستحرت ثوبين فلبستهما
وانطلقت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فبشرتني في الناس فوجًا فوجًا يفتونني
بالتربة يقولون لتهنك توبة الله عليك قال كعب حتى دخلت المسجد فإذا
رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس حوله الناس فقام إلى طلحة بن عبدي
الله يهرول حتى صافحني وهنأني والله ما قام إلى رجل من المهاجرين
غيره ولا أناها لطلحة قال كعب فلما سلمت على رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يترق وجهه من الشروبي
أبشر بخير يوم مر عليك منذ ولدتك أمك قال قلت أين عندك يا رسول
الله أم من عند الله قال لا بل من عند الله وهان رسول الله صلى الله
عليه وسلم إذا ستر استار وجهه حتى كأنه قطعة قبر وكنا نعرف ذلك
منه فلما جلست بين يديه قلت يا رسول الله إن من توبتي أن أخرج من
مالي صدقة إلى الله وإلى رسول الله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أشيك عليك بعض مالك فهو خير لك قلت فإني أمسكت سهمي الذي
بخير فقلت يا رسول الله إن الله إنما تجاني بالصدق وإن من توبتي
أن لا أحدث إلا صدقًا ما بقيت فوالله ما أعلوا أحدًا من المسلمين
إسلامًا الله في صدقي الحديث منذ ذكرت ذلك لرسول الله صلى
الله عليه وسلم إلى يومى هذا الحسن وما أتبلا في وما تعددت منذ
ذكرت ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم إلى يومى هذا كذبًا
وإنى لأرجوان يحفظني الله فيما بقيت وانزل الله على رسول الله صلى
الله عليه وسلم لقد تاب الله على النبي والمهاجرين إلى قوله وهووا
مع الصدقين فوالله ما انصروا الله على من نعمة قط بعد أن هداني
للاسلام أعظم في نفسي من صدقي لرسول الله صلى الله عليه وسلم وإن
لا أكون كذبة فأهلك كما هلك الذين كذبوا فإنا والله قال
للذين كذبوا حين أنزل الوحي لئن ما قال لأحد فقال الله تبارك وتعالى

سَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ
 قَالَ كَعْبٌ وَكُنَّا تَخْلِفْنَا أَيُّهَا الشُّلُكَةُ عَنْ أَمْرِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَلَفُوا لَهُ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَعْفَفَ لَهُمْ وَأَرْجَأَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرًا حَتَّى قَضَى اللَّهُ فِيهِ فَبَدَّلَ اللَّهُ قَالَ اللَّهُ وَعَلَى الشُّلُكَةِ
 الَّذِينَ خَلَفُوا وَلَيْسَ الَّذِي ذَكَرَ اللَّهُ مِمَّا خَلَفْنَا عَنِ الْغَزْوِ وَإِنَّمَا هُوَ تَخْلِيفُهُ
 أَيَانًا وَأَرْجَاءً أَمْرًا عِنْدَ خَلْفٍ وَاعْتَدْنَا إِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ.

ترجمہ۔ عبد اللہ بن کعب سے روایت ہے اور جب کعب بن مالک رضانا ہونگے
 تھے تو کعب کے صاحبزادوں میں سے یہی (عبد اللہ) کعب رضانا سے میں نے کھلا کرتے تھے،
 انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کعب بن مالک رضانا سے ان کے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوسکنے کا
 قصہ سنا، کعب رضانا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے غزوے کئے میں کسی غزوہ
 میں پیچھے نہیں رہا سوائے غزوہ تبوک کے، البتہ غزوہ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا، لیکن جو لوگ
 غزوہ بدر میں پیچھے رہے کسی پر اللہ تعالیٰ نے عتاب نہیں فرمایا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 (غزوہ بدر میں) قافلہ قریش کے ارادہ سے نکلے تھے (یعنی جنگ کا کوئی ارادہ نہ تھا اس لئے اعلان
 بھی صحابہ میں نہ ہوا) اتفاقاً اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان جمع کر دیا یعنی
 لڑائی ہو گئی، اور میں لیلۃ العقبہ میں (انصار کے ساتھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر
 ہوا تھا اس وقت ہم نے (مکہ میں) اسلام پر قائم رہنے (اور آنحضرت کی نصرت) کا مضبوط عہد
 کیا تھا اور میں نہیں پسند کرتا ہوں کہ مجھ کو اس کے بدلے غزوہ بدر ہو (مطلب یہ ہے کہ
 یہ غزوہ تو مجھ کو غزوہ بدر سے بھی زیادہ محبوب ہے) اگرچہ لوگوں میں بدر کا چرچا اس رات
 سے زیادہ ہے۔ میرا واقعہ یہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں کبھی اتنا قوی اور بالدار نہیں
 ہوا تھا، جتنا اس موقع میں، جب کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک
 میں شریک نہیں ہوسکا تھا، خدا کی قسم کبھی اس سے پہلے میرے پاس دو اونٹ جمع
 نہیں ہوئے تھے، لیکن اس غزوہ کے موقع پر میرے پاس دو اونٹ جمع تھے اور رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ (جنگ) کا ارادہ فرماتے تو اس کو اس غزوہ کے
 غیر کے ساتھ چھاتے تھے، یعنی اس کے لئے ذومعنی الفاظ استعمال کیا کرتے تھے اور
 صاف نہیں بیان کرتے تاکہ معاملہ راز میں رہے) لیکن جب اس غزوہ کا وقت آیا تو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غزوہ سخت گرمی میں کیا ہے اور ایسے سفر کا سامنا
 ہوا جو بہت دور اور (بے آب و گیاہ) جنگل ہے اور ایسے دشمن کا جس کی تعداد کثیر

ہے، اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ کا حال مسلمانوں سے مہرحت کے ساتھ بتا دیا تاکہ اس کے مطابق پوری تیاری کر لیں (اور مناسب زاد راہ و سواری کا انتظام کر لیں) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سمت کی طرف بھی نشان دہی کر دی جو آپ کا ارادہ تھا (یعنی تبوک کا ارادہ صاف بیان کر دیا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان بھی بہت تھے، اتنے کہ کسی رخصٹ میں سب کے ناموں کا اندراج بھی مشکل تھا (یعنی مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار سے زائد تھی) کعب بن زہر نے بیان کیا کہ کوئی مسلمان اگر اس غزوہ میں غیر حاضر رہنا چاہتا تو خیال کر سکتا تھا کہ اس کی غیر حاضری کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک نہ ہوگا (شکر کی کثرت کی وجہ سے) جب تک کہ اس کے متعلق اللہ کی وحی نازل نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ (تبوک) کا اس وقت قصد کیا جب درختوں کے میوے (سپہل) پک گئے تھے، اور لوگوں کو سایہ میں رہنا بہت پسند تھا (یعنی سخت گرمی تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے ساتھیوں نے بھی سامان سفر کی تیاری شروع کر دی اور میں بھی صبح کو جانے لگا کہ ان سب کے ساتھ سفر کا سامان تیار کروں پھر کچھ تیاری کئے بغیر ہی واپس لوٹ آتا، اور میں اپنے دل میں یہ کہتا (یعنی سوچتا) کہ میں ہر وقت سامان تیار کر سکتا ہوں (مجھے ذرائع میسر ہیں پھر جلدی کیا ہے؟) میرے دن اسی طرح گذرتے رہے، یہاں تک کہ لوگوں نے محنت و مشقت اٹھا کر تیاری کر لی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر صبح کو روانہ ہو گئے اس وقت تک بھی میں نے کوئی تیاری نہیں کی تھی، لیکن میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دن یا دو دن جانے کے بعد تیاری کر لوں گا اور لشکر سے جا ملوں گا، جب وہ سب روانہ ہو گئے تو (دوسرے دن) صبح کو تیاری کرنا چاہا، لیکن اس روز بھی کوئی تیاری نہ کر سکا اور واپس لوٹ آیا، پھر تیسری صبح کو سوچا لیکن لوٹ آیا اور کوئی تیاری نہیں کی، میرا برابر یہی حال رہا (کہ آج نکلتا ہوں، کل نکلتا ہوں) آخر وہ لوگ جلدی جلدی کر کے (یعنی تیزی سے) نکل گئے، اور غزوہ فوت ہو گیا (یعنی میرے لئے غزوہ میں شرکت بہت دور کی بات ہو گئی) اور میں نے بارہا سفر کا ارادہ کیا کہ سفر کروں اور ان حضرا سے مل جاؤں، کاشش میں نے ایسا کر لیا ہوتا، لیکن یہ میرے مقدر میں نہیں تھا (بلکہ تقدیر میں تو یہی تھا کہ پیچھے رہ جاؤں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد (مدینہ میں) جب میں باہر نکلتا اور لوگوں میں گھومتا تو مجھے بڑا رنج ہوتا کیونکہ یا تو وہ لوگ نظر آتے

جس پر نفاق کا عیب لگایا جا چکا ہے، یا پھر وہ لوگ جنہیں اللہ نے معذور و ضعیف قرار دیا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو (راتے میں) یاد نہیں فرمایا (یعنی تبوک پہنچنے تک کسی سے میرے متعلق کچھ نہیں پوچھا) جب آپ تبوک پہنچ گئے، تو تبوک کی ایک مجلس میں آپ نے فرمایا: کعب نے کیا کیا؟ (یعنی کعب کہاں ہے؟) تو نبی سلمہ کے ایک شخص (عبد اللہ بن انیس سلمی) نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے کبر و غرور نے اسے آنے نہیں دیا، اس پر معاذ بن جبل نے کہا تم نے بری بات کہی خدا کی قسم یا رسول اللہ ہمیں ان کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ معلوم نہیں (یعنی ہم تو کعب کو اچھا مسلمان سمجھتے ہیں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ کعب بن مالک نے بیان کیا کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (تبوک سے) واپس تشریف لارہے ہیں تو میرا غم تلذذ ہو گیا (مجھے فکر و انگیز ہوئی کہ اب کیا بہانہ کروں گا) اور میں جھوٹا بہانہ تلاش کرنے لگا (یعنی یہ عذر کروں وہ خد کروں) اور میں سوچنے لگا کہ اے کعب اب کل حضور کی ناراضگی سے کیونکر بچیں گے اور میں نے اپنے گھر کے ہر ذی رلتے سے مشورہ لیا، لیکن جب یہ خبر آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قریب تشریف لے آئے ہیں تو جھوٹے خیالات میرے ذہن سے چھٹ گئے اور میں نے یہ سمجھ لیا کہ کسی جھوٹ کے ذریعہ میں آپ کی ناراضگی سے بالکل نہیں بچ سکتا کیونکہ حق تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے وہ پیغمبر کو اصل حال کی خبر کر دے گا) چنانچہ میں نے سچی بات کہنے کا پختہ ارادہ کر لیا، صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، اور آپ جب کسی سفر سے تشریف لاتے تو آپ کی عادت تھی کہ پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے، پھر لوگوں کے سامنے مجلس میں بیٹھتے، دستور کے مطابق جب آپ یہ کہ چکے تو آپ کے سامنے وہ سب آئے گئے جو غزوہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور آپ کے سامنے قسمیں کھا کھا کر اپنے اعذار بیان کرنے لگے، ایسے لوگ اسی سے زائد آدمی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہر کو قبول فرمایا، اور ان سے بیعت لی (یعنی عہد لیا) اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کی اور ان کے باطن کو اللہ کے سپو کیا، پھر میں حاضر ہوا، جب میں نے سلام کیا تو آپ مسکرائے مگر جیسے غصہ میں کوئی شخص مسکراتا ہے، پھر آپ نے فرمایا: "اؤ" تو میں چند قدم چل کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم غزوہ میں کیوں نہیں شریک ہوئے؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں میں نے خریدی تھی، خدا کی قسم اگر میں آپ کے سوا کسی دنیا دار شخص کے سامنے بیٹھا ہوا ہوتا تو کوئی عذر گھڑ کر (باتیں بنا کر) ان کی ناراضگی سے بچ جاتا مجھے تو ت کلام بھی حاصل ہے لیکن خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ اگر آج میں چھوٹ بول کر آپ کو راضی کر لوں تو بہت جلد اللہ تعالیٰ (اصل حقیقت کھول کر) آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا۔

پھر اس سے فائدہ ہی کیا ہے) اور اگر میں آپ سے سچی بات بیان کروں تو گو آپ اس سلسلے میں مجھ پر ناراض ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے عفو و درگزر کی امید رکھتا ہوں، نہیں خدا کی قسم مجھے کوئی عذر نہیں تھا (میں سراسر قصور وار ہوں) خدا کی قسم اس وقت سے پہلے کبھی میں اتنا قوی اور مال دار نہ تھا جس وقت میں پیچھے رہ گیا (یعنی شریک غزوہ نہ ہو سکا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس نے سچی بات بتادی ہے، اچھا اب تم جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں خود کوئی فیصلہ کر دے چنانچہ میں اٹھ گیا، اور بنو سلمہ کے کچھ لوگ میرے پیچھے دوڑے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے خدا کی قسم ہمیں تمہارے متعلق معلوم نہیں کہ اس سے پہلے تم نے کئی گناہ کیا ہے، تم نے بڑی کوتاہی کی کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ویسا ہی کوئی عذر بیان نہیں کیا جیسا کہ دوسرے نہ شریک ہونے والوں نے بیان کر دیا تھا، اور تمہارے گناہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار ہی کافی ہو جاتا خدا کی قسم وہ لوگ مجھے جھڑکتے اور ملامت کرتے رہے، یہاں تک کہ میرے دل میں آیا کہ اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر جاؤں اور اپنی اگلی بات (قصور کے اقرار) کو جھٹلا کر بہانہ نکالوں (یعنی کوئی جھوٹا عذر کر آؤں) پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ کیا اور بھی کوئی ہے جس نے میری طرح قصور کا اقرار کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دو شخص اور ہیں جنہوں نے تیری طرح قصور کا اقرار کیا ہے اور ان دونوں سے وہی کہا گیا ہے جو تم سے کہا گیا ہے (یعنی اس وقت تک ٹھہرے ہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں فیصلہ نہ فرمادے) میں نے پوچھا کہ وہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہما ہیں انہوں نے دو ایسے نیک شخصوں کا نام بیان کیا جو غزوہ بدر میں شریک ہو چکے تھے، ان دونوں کے طرز عمل میں نمونہ ہے (یعنی نظیر و نمونہ بننے پر تسلیم ہو گئی) چنانچہ جب ان لوگوں نے مجھ سے ان حضرات کا نام بیان کیا تو میں گھر چلا آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت کر دی ان تمام لوگوں میں سے جو غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے صرف ہم تینوں سے اس لئے سارے لوگ ہم سے الگ تھلک رہنے لگے اور سارے لوگ بدل گئے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میرے حق میں زمین ہی بدل گئی، جیسے میرا ان سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے، پھر ہم پچاس رات اسطرح (پریشان حال و بے کھٹ) رہے اور میرے دونوں ساتھی (مرارہ اور ہلال) ماجز ہو گئے اور گھروں میں بیٹھ کر روتے رہے میں نے بیٹھ کر اور باہر سے تمہاری ہر حرکت اور ہر بات کو دیکھا اور میں مسلمانوں کیساتھ نہیں شریک ہوا تھا اور بازاروں میں گھبراہٹا تھا لیکن مجھ سے ہر بات کی اجازت

اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا تھا اور جب آپ نماز کے بعد مجلس میں بیٹھتے تو میں آپ کو سلام کرتا اور اپنے دل میں سوچتا (جستجو میں لگا رہتا) کہ میرے سلام کے جواب میں آپ کے لہائے مبارک ہلے یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگ جاتا اور نگھیوں سے آپ کو دیکھتا رہتا، جب میں اپنی نماز میں مشغول ہو جاتا تو آنحضرتؐ میری طرف دیکھتے لیکن جوں ہی میں آپ کی طرف دیکھتا تو آپ چہرہ پھیر لیتے، آخر جب لوگوں کی یہ بے رخی طویل ہو گئی تو میں (ایک روز) چلا ابو قتادہؓ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا وہ میرے چچا زاد بھائی تھے اور مجھ کو سب سے زیادہ محبت ان سے تھی میں نے ان کو سلام کیا تو خدا کی قسم اس نے بھی میرے سلام کا جواب نہیں دیا (جواب کیسے دیتے فرمان نبوی صادر ہو چکا تھا کہ کوئی ان سے سلام کلام نہ کرے، سبحان اللہ ہم قربان ہوں صحابہؓ کی تابعداری اور فرماں برداری پر) میں نے کہا ابو قتادہؓ تمہیں خدا کا واسطہ دینا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا میں نے دوبارہ ان سے یہی کہا خدا کا واسطہ دے کر لیکن وہ پھر خاموش رہے پھر میں نے خدا کا واسطہ دے کر (تیسری مرتبہ) ان سے کہا تو اس نے صرف یہ کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے اس پر میری آنکھوں سے آنسو بھوٹ پڑے اور میں دیوار پر چڑھ کر واپس چلا آیا (یعنی باہر اتر آیا) کعبؓ نے بیان کیا کہ میں ایک روز مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا اتنے میں ملک شام کا ایک (نصرانی) کاشتکار جو غلہ فروخت کرنے مدینہ آیا تھا وہ دریافت کر رہا تھا کہ کعب بن مالک کہاں ہیں؟ لوگ اس کو اشارہ سے بتانے لگے آخر وہ میرے پاس آیا اور ملک غنشان کا ایک خط مجھ کو دیا اس خط میں یہ مضمون تھا اما بعد! مجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے صاحب (یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر جفا کی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل نہیں بنایا ہے اور نہ ہی بیکار (یعنی تم تو کام کے آدمی ہو) تم ہم لوگوں سے لوہم تم سے ہمدردی کریں گے میں نے جب یہ خط پڑھا تو کہا یہ ایک اور بلا ہے، میں نے اس خط کو تنور میں جلادیا بالآخر چھپاس دنوں میں سے چالیس دن گذر گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد (خزیمہ بن ثابت) میرے پاس آئے اور کہا کہ: سو ان اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہو میں نے پوچھا میں آپ سے طلاق دے دوں یا پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں (یعنی طلاق نہ دو) صرف علیحدہ رہو ان کے قریب نہ جاؤ اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی آپ نے یہی حکم بھیجا میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اب تم اپنے میکہ چلی جاؤ اور اس وقت تک ان لوگوں کے پاس ہی رہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں کوئی فیصلہ کر دے کعبؓ نے بیان کیا کہ ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگی یا رسول اللہ ہلال بن امیہ (میرا شوہر) بوڑھے ناتواں ہیں اور ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے اگر میں ان کی خدمت کر دیا کروں تو کیا آپ ناپسند فرمائیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا "نہیں" لیکن وہ تم سے صحبت نہ کرے اس نے عرض کیا خدا کی قسم وہ تو کسی چیز کے لئے حرکت بھی نہیں کرتے خدا کی قسم جب سے یہ عتاب کا معاملہ ہوا ہے وہ آج تک ہمیشہ روتے رہتے ہیں (کعبؓ کا بیان ہے کہ) میرے گھر کے بعض افراد نے مجھ سے کہا کہ جس طرح ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت آنحضرتؐ نے دے دی ہے اگر آپ

بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح کی اجازت اپنی بیوی کے متعلق لے لیجھے (تو بہتر ہوگا) میں نے کہا خدا کی قسم میں اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لوں گا معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائیں گے جب میں آپ سے اجازت طلب کروں گا دران حالیکہ میں جوان آدمی ہوں (یعنی میں خدمت کا محتاج نہیں اور ہلال تو بوڑھے ضعیف تھے ان پر قیاس کر کے کیسے اجازت طلب کروں) پھر اس کے بعد دس دن اور گزارے اور جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بات چیت کی ممانعت فرمائی تھی اس کے پچاس دن پورے ہو گئے تو ٹھیک پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی نماز پڑھ چکا اور میں اپنے مکان کی چھت پر اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا جو اللہ نے ذکر کیا ہے ”قد صاقت علی نفسی الخ (توبہ) یعنی میرا دل مجھ پر تنگ ہو گیا تھا (یعنی وہ تنگ جا رہا تھا) اور زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود میرے لئے تنگ ہوتی جا رہی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی کہ کوئی شخص جبل سلع پر چڑھ کر بلند آواز سے کہہ رہا تھا اے کعب بن مالک تمہیں بشارت ہو کعب نے بیان کیا کہ میں سنتے ہی سجدہ میں گس پڑا اور میں سمجھ گیا کہ بلاشبہ کشادگی آگئی (خلاصی ہوئی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان عام کر دیا پھر لوگ ہمیں بشارت دینے کے لئے جانے لگے اور ایک شخص (زبیر بن العوام) گھوڑا دوڑاتے ہوئے میرے پاس آئے اور قبیلہ اسلم کا ایک شخص (حزہ بن عمرو الاسلمی) دوڑتا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا (اور آواز دی) اور پہاڑ پر والی آواز گھوڑے سے جلد پہنچی پھر جب وہ شخص جس کی آواز میں نے سنی تھی میرے پاس خوشخبری دینے آئے تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کی خوشی میں ان کو دیدئے اور خدا کی قسم اس وقت ان دو کپڑوں کے سوا کپڑوں کی قسم میں سے) میری ملکیت میں کچھ نہ تھا اور میں نے (ابوقنادہ سے) دو کپڑے بطور عاریت لے کر پہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلا تو راستے میں جوق در جوق لوگ مجھ سے ملاقات کرتے جاتے اور توبہ کی قبولیت پر مبارک بادی دیتے اور کہتے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی مقبولیت مبارک ہو، کعب نے بیان کیا آخر میں مسجد میں داخل ہوا دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کے گرد لوگ جمع ہیں حضرت طلحہ بن عبید اللہ دوڑ کر میری طرف بڑھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک بادی خدا کی قسم مہاجرین میں سے کوئی بھی ان کے سوا میرے آنے پر کھڑا نہیں ہوا اور میں طلحہ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ کعب نے بیان کیا کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا اس وقت چہرہ مبارک خوشی سے جھک رہا تھا کعب اس مبارک دن کی تمہیں بشارت ہو جو ان سب دنوں میں بہتر ہے جب سے تیری ماں نے تجھ کو جنا۔

کعب کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ بشارت (معافی کی) آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ فرمایا نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرہ مبارک منور ہو جاتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم لوگ آپ کی مسرت چہرہ مبارک سے معلوم کر لیتے تھے پھر جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنی مقبولیت توبہ کے لشکر یہ میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے بہتر

ہے کہ کچھ مال اپنے لئے بھی رکھوں میں نے عرض کیا تو میں خیر کا اپنا حصہ رکھ لیتا ہوں پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی اب میری توبہ یہ ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا سوائے سچ کے کبھی کوئی بات نہ کروں گا پس خدا کی قسم جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ عہد کیا میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اتنا نازا ہوا جتنے نوازشات و انعامات سچ بولنے کی وجہ سے مجھ پر کئے ہیں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ عہد کیا پھر آج تک کبھی جھوٹ کا ارادہ تک نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے محفوظ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ توبہ کی یہ آیتیں نازل فرمائیں "لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین ارشاد باری و کونو مع الشکدقین تک خدا کی قسم اسلام کی ہدایت کے بعد اللہ تعالیٰ کا کوئی احسان اس سے بڑھ کر مجھ پر نہیں ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجھ کو سچ بولنے کی توفیق دی کہ میں جھوٹ نہیں بولا ورنہ میں بھی ہلاک ہو جاتا جیسا کہ جھوٹ بولنے والے (منافقین) ہلاک ہوئے نزول وحی کے زمانہ میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے اتنی شدید وعید فرمائی ہے جتنی شدید کسی دوسرے کے لئے نہیں فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سیدخلون باللہ لکم اذا انقلبتم ارشاد الہی فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین تک (سورہ توبہ) کعب نے بیان کیا اور خاص کر کے ہم تینوں پیچھے رکھے گئے (یعنی ہمارا معاملہ مؤخر و ملتوی کر دیا گیا) ان لوگوں کے معاملے سے جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (جھوٹی) قسمیں کھالی تھیں آپ نے ان کی بات مان بھی لی تھی اور آپ نے ان سے بیعت لی اور ان کے لئے طلب مغفرت بھی فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معاملے کو مؤخر کر دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کا فیصلہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے "و علی الثلثۃ الذین خلفوا" میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے غزوہ میں شریک نہ ہو سکنے کا تذکرہ نہیں کیا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیں مؤخر کرنا اور ہمارے معاملے کو ملتوی کرنا ان لوگوں سے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھائیں اور اپنا عذر پیش کیا کہ حضور نے ان کا عذر قبول کر لیا۔

مطابق للترجمۃ فی قولہ "قصۃ تمیۃ"

تشریحات

والحدیث اخرہ البخاری فی عشرۃ مواضع مطولاً ومختصراً وسبق بعضها مثلاً علی ص ۴۱۴ وہنا

فی المغازی ص ۶۳۴ و سیاہی ص ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹

حبسہ برداہ و نظره الخ برداہ مجرد کاشنیہ بمعنی چادر عطفیہ بکسر العین والتثنیۃ ای جانبیہ کفایہ معجب بنفسہ یعنی تکبر و غرور سے کنایہ ہے۔ استکانا دولوں عاجز ہو گئے، کون ماؤہ سے استکان عاجزی ظاہر کرنا۔

امشب القوم از ضرب شباباً جوان ہونا۔ اسم تفضیل میں یعنی ان یمینوں میں جوان اور قوی تر تھا۔

جفوة الناس لوگوں کا امراض۔ از نصر جفوا و جفوا لوگوں کا امراض کرنا، بدسلوکی سے پیش آنا۔ فبلی کسان

اشکال و جواب

اشکال یہ ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے کما فی الہدایہ جلد رابع کتاب السیر۔
پھر بعض کا تخلف و شریک نہ ہونا موجب عتاب نہیں ہونا چاہئے۔

ایک جواب یہ ہے کہ جب امام کی طرف سے جہاد کے لئے عام اعلان ہو جائے تو جہاد فرض عین ہو جائیگا اور کسی شخص کے لئے رکنا جائز نہیں مختلف پیر ہر فرد مستحق عتاب ہوگا (فتح صلیب)
البتہ اگر کوئی شخص امام سے اجازت حاصل کر لے یا امام خصوصی طور پر کسی کو روک دے وہ مستثنیٰ ہوگا تو چونکہ عام اعلان کے بعد جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اس لئے حضرت کعب بن مالک وغیرہ رضی اللہ عنہم مجرم قرار دیئے گئے۔

دوسرا جواب علامہ عینیؒ دیتے ہیں ”قلت کان الجہاد فرض عین فی حق الانصار لانہم بایوہ علی ذالک ففضبہ علی المتخلفین فی حملہ“ (عہدہ صلیب) تقریباً یہی حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں ”قال السہیلی الخ (فتح الباری صلیب) خلاصہ یہ ہے کہ بلاشبہ جہاد فرض کفایہ ہے لیکن خاص کر انصار کے حق میں فرض عین تھا اس لئے کہ انصار نے اس پر بیعت کی تھی جیسا کہ غزوہ خندق کے موقع پر ان حضرات کا قول ہے۔

نحن الذین بایعوا محمدا علی الجہاد ما بقینا ابدا
ہم میں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ رہیں جہاد کریں گے۔
اب جہاد میں نہ جانا بیعت توڑنے کا مرادف ہوگا جو عظیم جرم و موجب عتاب ہوگا۔

مسائل و احکام | علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے پچاس سے بھی زائد فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جن میں سے چند مشتمل نمونہ از خروارے ذکر کئے جاتے ہیں تفصیل کے لئے دیکھیے

(عہدہ القاری صلیب)۔

۱۔ شہرام حرام میں جہاد کا جواز، اس لئے کہ یہ غزوہ آپؐ نے رجب میں کیلے ہے۔

۲۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضرورت پر بلا طلب بھی قسم کھانا جائز ہے۔

۳۔ کسی نیکی کے فوت ہونے پر انہارا فسوس کرنا جائز ہے۔

۴۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی بخوبی معلوم ہوا کہ حضرت ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہما ہمدانی صحابہ ہیں۔ وغیرہ ذلک۔

۶۳۷۔ باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر میں نزول

حجر بکسر الحاء المہملہ وسکون الیم وی آخرہ راہ۔

حجر، مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام ہے جہاں صالح علیہ السلام کی قوم ثمود بستی تھی ان ہی

لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب زلزلہ، شدید دھماکہ اور بجلی کی کڑک کی صورت میں نازل ہوا تھا۔

آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں یہ مقام پڑا
تھا جب آپ اس عبرتناک مقام پر پہنچے اور قوم ثمود کے اجڑے ہوئے مکانات ملے تو اس درجہ متاثر ہوئے کہ
چہرہ الزور پر چادر ڈال لیا اور ناقہ کو تیز کر دیا اور صحابہ کو تاکید فرمائی کہ کوئی شخص ان ظالموں کے گھروں میں
داخل نہ ہوں اور نہ یہاں کا پانی پئے بس سرنگوں اللہ تعالیٰ کے غلاب کو یاد کر کے روتے ہوئے گزر جاؤ اور
جن لوگوں نے لاعلمی اور غلطی سے پانی لے لیا تھا یا اس پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا ان کو حکم ہوا کہ وہ پانی گرا دو
اور وہ آٹا اونٹوں کو کھلا دو جیسا کہ اس باب کی حدیث آ رہی ہے۔

۴۱۸ - حد ثنا عبد اللہ بن محمد الجعفی قال حد ثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر
عن الزهري عن سالم عن ابن عمر قال لما مر النبي صلى الله عليه وسلم بالحجر
قال لا تدخلوا مساكن الذين ظلموا انفسهم ان يصيبكم ما اصابهم الا ان تكونوا
باكين ثم قطع راسه وانسرع المشير حتى اجاز الوادي -

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجر سے گزرے تو
آپ نے فرمایا کہ ان ظالموں کے مکانات میں داخل نہ ہو بس روتے ہوئے ہی گزرو ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی
عذاب آجائے جو ان پر آیا تھا پھر آپ نے سر مبارک کو چھپا لیا اور چلنے میں تیزی کر دی یہاں تک کہ اس وادی
سے نکل پڑے۔

مطابقتہ للترجمہ "مر النبي صلى الله عليه وسلم بالحجر"

تشریحات

علامہ عینی فرماتے ہیں "مطابقتہ للترجمہ تو غرض من قولہ" "حتی اجاز الوادی"

پھر ایک اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اگر ترجمہ الباب اس طرح ہوتا تو زیادہ بہتر ہونا "باب مرور
النبي صلى الله عليه وسلم بالحجر" لیکن علامہ موصوف نے اپنی رائے عالی کی کوئی وجہ ترجیح بیان
نہیں فرمائی احقر کا خیال یہ ہے کہ علامہ موصوف کی رائے عالی بالکل درست ہے اس لئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے مقام حجر میں نزول نہیں فرمایا بلکہ تیزی سے گزر گئے اس لئے مرور کا لانا الفاظ حدیث کے پیش نظر
بہتر ہوتا چونکہ نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیام کا شبہ ہوتا ہے واللہ اعلم۔

حافظ عسقلانی "اعتراض پر اعتراض کرتے ہیں" زعم بعضهم انه مر بهم ولم ينزل ويروه

التصريح في حديث ابن عمر بانہ لما نزل الحجر امرهم الخ (فتح ص ۵۱۰)

لیکن حافظ عسقلانی "اعتراض قابل توجہ نہیں ہے اس لئے کہ ابن عمر کی اکثر روایتوں میں لما مر
النبي الخ ہے جیسا کہ یہاں کتاب المغازی کے اس باب میں فتح الباری، عمدۃ القاری اور قسطلانی میں
منقول ہے صرف کتاب الانبیاء کی ایک روایت ص ۴۷ میں لما نزل الحجر الخ ہے جب کہ اس صفحہ کی
متعدد روایات میں لما مر الخ ہی ہے۔ فالنظروا۔

والحدیث من فی الصلوٰۃ ص ۶۲ و فی کتاب الانبیاء ص ۴۷ و ہنای المغازی ص ۶۳۷۔

۴۱۹ - حدثنایحییٰ بن بکیر قال حدثنا مالک عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صحاب الحجر لا تدخلوا على هؤلاء المعذبين الا ان تكونوا باکين ان يصيبکم مثل ما اصابهم -
ترجمہ: عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب حجر (یعنی قوم ثمود) کے متعلق فرمایا اس معذب قوم کی بستی سے تمہیں گزرنا ہی ہے تو تم روتے ہوئے گد رو کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آجائے جو ان پر اترتا تھا۔

مطابقت ظاہر ہے کہ حدیث ابن عمر کی دوسری سند ہے۔

تشریحات

اصحاب الحجر لام جاڑہ بمعنی عن ہے اور قال کا مقولہ عموم پیدا کرنے کے لئے حذف کر دیا گیا عبارت اس طرح ہوگی قال لا صحابہ عن اصحاب الحجر، مطلب یہ ہے کہ جب صحابہ اصحاب حجر دیار ثمود کے پاس پہنچے تو اپنے صحابہ کو تاکید فرمائی الخ۔

باب ۶۳۷ -

ای نڈا باب، بالتونین۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے کا لفصل تھا تقدم کیونکہ احادیث مانی الباب غزوة تبوک ہی سے متعلق ہیں جیسا کہ ترجمہ احادیث سے معلوم ہوگا۔

۴۲۰ - حدثنایحییٰ بن بکیر عن اللیث عن عبد العزیز بن ابی سلمة عن سعد بن ابراهیم عن نافع بن جبیر عن عروة بن المغيرة عن ابيه المغيرة بن ثعبنة قال ذهب النبي صلى الله عليه وسلم لبعض حاجته فمكت أسكب عليه الماء لا اعلمه الا قال في غزوة تبوك فغسل وجهه وذهب يغسل ذراعيه فضاقت عليه كم الحبة فاخرجهما من تحت حبيته فغسلهما ثم مسح علي حفيه -

ترجمہ: عروہ بن مغیرہ اپنے والد مغیرہ بن شعبہ سے روایت کرتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت کے لئے تشریف لے گئے پھر (جب آپ قضا حاجت سے فارغ ہو کر واپس آئے تو) میں آپ پر پانی ڈالنے کے لئے کھڑا ہوا جہاں تک مجھے معلوم ہے انہوں نے یہ کہا کہ یہ واقعہ غزوة تبوک کا ہے پھر آپ نے اپنا چہرہ دھویا اور جب کہلیوں تک ہاتھ دھونے کا ارادہ کیا تو جبہ کی آستین تنگ لگی چنانچہ آپ نے دونوں ہاتھوں کو جبہ کے نیچے سے نکالا اور انہیں دھویا پھر موزوں پر مسح فرمایا۔

مطابقت للترجمة المتقدمة "لا اعلمه الا قال في غزوة تبوك"
والحدیث معنی فی الوضوء ص ۳۳ ایضاً ص ۳۳ و ہنا فی المغازی ص ۴۳۷

تشریحات

قال الا صحیح نسخہ الا قال ہے (کما فی القسطلانی والعینی والفتح)

۲۲۱- حدثنا خالد بن مخلد قال حدثنا سليمان قال حدثني عمرو بن يحيى عن عباس بن سهل بن سعد عن ابي حميد قال اقبلنا مع النبي صلى الله عليه وسلم من غزوة تبوك حتى اذا اشرفنا على المدينة قال هذه طابة وهذا الحد جبل يحبنا ونحبه.

ترجمہ: حضرت ابو حمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک سے واپس آئے یہاں تک کہ جب ہماری نظر مدینہ پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا یہ طابہ ہے (طابہ مدینہ کا ایک نام ہے) اور یہ احد پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

مطابقتہ للترجمة "من غزوة تبوك"

تشریحات والحدیث مضمی فی الزکوٰۃ ص ۲۰ فی الحج ص ۲۵۲ و فی الجہاد ص ۲۲۱ و فی المغازی ص ۵۸۵

وہنا ص ۶۳۷ -

طابہ بالالف بعد الطاء و بفتح الباء الموحدة و هو اسم من اسماء مدينة النبي صلى الله عليه وسلم -
جبل عطف بيان -

۲۲۲- حدثنا احمد بن محمد قال اخبرنا عبد الله قال اخبرنا حميت الطويل عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رجع من غزوة تبوك فداننا من المدينة فقال ان بالمدينة اقواما سرتهم ميسيرا ولا قطعتم واديا الا كانوا معكم قالوا يا رسول الله وهم بالمدينة فقال وهم بالمدينة حبسهم العذر -

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو فرمایا کہ مدینہ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جہاں بھی تم چلے اور جس وادی کو بھی تم نے قطع کیا وہ (اپنے دل سے) تمہارے ساتھ رہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مدینہ میں رہ کر آپؐ نے فرمایا ہاں مدینہ میں رہتے ہوئے بھی، وہ عذر کی وجہ سے رک گئے تھے۔

مطابقتہ للترجمة "رجع من غزوة تبوك"

تشریحات والحدیث مضمی فی الجہاد ص ۳۹۸ و ہنا فی المغازی ص ۶۳۷

الا كانوا معكم أى فى حكم النية والثواب - وهم بالمدينة الواو فيه للحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال کا مدار و ثواب نیت پر ہے و نية المؤمن خير من عمله -

۶۳۷- باب كتاب النبي صلى الله عليه وسلم الى كسرى وقيصر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسریٰ اور قیصر کے پاس مکتوب گرامی

کسریٰ بکسر الکاف و بفتحها - فارس کے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا تھا۔

شہان عالم کے القاب

اس زمانے میں ہرنک کے بادشاہوں کے الگ الگ القاب تھے۔
روم کے ہر بادشاہ کا لقب قیصر ہوتا تھا، فارس کا کسری، ترک کا

خاقان۔ حبشہ کا تہاشی۔ قبلیوں کے بادشاہ کا لقب فرعون۔ مصر کا عزیز۔ بین کا تیج۔ صابین کے بادشاہ کا نرود۔ چین کا فقور۔ اسکندریہ کا مقوس۔ افریقہ کا جریر۔ یونان کا بطیموس اور ہندوستان کے بادشاہوں کا لقب رائے ہوتا تھا۔

۴۲۳ - حَدَّثَنَا اسْحَبُ قَالَ حَدَّثَنَا يعقوبُ بن ابراهيمَ قال حَدَّثَنَا ابي عن صالحِ
عن ابنِ شهابٍ قال اخبرني عبيدُ الله بنُ عبدِ الله بنُ ابنِ عباسٍ اخبره أنَّ
رسولَ الله صلى الله عليه وسلم بعث بكتابه إلى كسرى مع عبدِ الله بنِ
حذافه السهنيّ فأمّره أن يقدّمه إلى عظيمِ البحريّين في فدعه عظيمُ البحريّين
إلى كسرى فلما قرأه مرّقه فحسبت أن ابن المسيب قال فدعا عليهم رسولُ الله
صلى الله عليه وسلم أن يمزقوا كلَّ مَنزقي -

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مکتوب گرامی
عبد اللہ بن حذافہ کو دے کر کسری کے پاس بھیجا اور انہیں یہ حکم دیا کہ اس مکتوب کو عظیم البحرین (یعنی بحرین
کے حاکم منذر) کو دے دیں چنانچہ عظیم البحرین نے آپ کا مکتوب کسری (خسرو پرویز) تک پہنچا دیا، جب
کسری نے اسے پڑھا تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ابن شہاب کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے کہ ابن مسیب نے
یہ بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بددعا فرمائی کہ وہ کبھی پاش پاش ہو جائیں۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمہ فی "بعث بکتابہ الی کسری"

والحدیث معنی فی العلم ص ۱۵ - و فی الجہاد ص ۱۱۱ - و ہنا فی المغازی ص ۶۳۷ - ویاتی علی ص ۱۰۶۹

شاہ ایران کسری کے نام مکتوب گرامی

۶ ص میں حدیث سے واپس تشریف

اے تو مختلف لوگ و سلاطین کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجنے کا ارادہ ظاہر فرمایا صحابہ نے عرض کیا
یا رسول اللہ سلاطین و لوگ خطوط نہیں پڑھتے ہیں اور نہ قبول کرتے ہیں جن پر مہر نہ ہو، اس مشورہ پر
آنحضور نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں نام مبارک کندہ کرایا اس مہر میں تین سطر میں تین
پہلی سطر یعنی سب سے نیچے لفظ محمد اور دوسری سطر یعنی درمیانی لفظ رسول اور تیسری سطر یعنی سب سے
اوپر کا لفظ اللہ تھا (مختصر) پھر اس سے خطوط پر مہر لگا کر قاصدوں کے معرفت روانہ فرماتے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز چھ قاصدوں کو روانہ فرمایا۔
(۱) طاب بن ابی بلتعزہ کو شاہ اسکندریہ مقوس کے پاس (۲) شجاع بن وہب کو شاہ غسان حارث
بن ابی شمر غسانی کے پاس (۳) دخیمہ کلبی کو قیصر روم کے پاس (۴) سلیط بن عمرو کو ہوزہ بن علی الحنفی

کے پاس یہاں بھیجا (۵) عمرو بن امیہ ضمریؓ کو شاہ حبشہ نجاشی کے پاس (۶) عبداللہ بن حذافہ کو شاہ ایران کسریٰ کے پاس بھیجا۔ (عہدہ ۳۳۷)

اس کسریٰ کا نام پرویز بن ہرمز بن نو شیرواں تھا یعنی نو شیرواں کا پوتا۔
مکتوب گرامی بنام کسریٰ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من محمد رسول الله الى كسرى عظيم
فارس سلام على من اتبع الهدى وامن
بالله ورسوله وشهد ان لا اله الا الله
وحد لا شريك له وان محمدا عبده
ورسوله ادعوك بدعاية الله فاني
انارسلون الله الى الناس كافة لينذر
من كان حيا ويحق القول على الكافرين
اسلم تسلم فان ابيت فعليك
اثم المجوس۔

(عہدہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

منجانب محمد رسول اللہ ﷺ بجا نب کسریٰ شاہ فارس سلام ہو
اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور جو ایمان لائے
اللہ اور اس کے رسول پر اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا
کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس
کے رسول ہیں میں تجھ کو اللہ کے حکم (اسلام) کی طرف
بلاتا ہوں اس لئے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سارے
انسانوں کی طرف تاکہ ڈرے جو زندہ دل ہے اور
کافروں پر رحمت قائم ہو جائے اسلام قبول کرو سلامت
رہو گے اور اگر تم نے انکار کیا تو تمام مجوس کا گناہ تم پر
ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہؓ کو یہ مکتوب گرامی دے کر حکم دیا کہ یہ خط بحرین کے
حاکم منذر بن سادی کو دے دیں۔ بحرین کا علاقہ اس وقت کسریٰ کے ماتحت تھا چنانچہ حاکم بحرین نے مکتوب گرامی
کسریٰ کو دیا۔ یہ کسریٰ وہی ہے جو خسرو پرویز کے نام سے مشہور ہے یہ نو شیرواں کا پوتا تھا۔

کسریٰ نے جب اس خط کو سنا تو غصہ میں آکر مکتوب گرامی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ کو جب
یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا "خدا یا اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے"۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی اور کسریٰ مارا
گیا اور اس کا ملک بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

جس کا قصہ یہ ہے کہ کسریٰ کی بیوی جس کا نام شیرین تھا اس پر کسریٰ کا بیٹا شیرویہ عاشق ہو گیا اور
اس پر قبضہ کرنے کے لئے باپ کو زخمی کر دیا کسریٰ یعنی خسرو پرویز کو معلوم ہو گیا کہ یہ کام میرے بیٹے شیرویہ کا
ہے تو اس نے اپنے خزانہ خاص میں ایک ڈبہ میں زہر رکھا اور اس پر لکھا "الدواء النافع للجماع" اس
کے بعد خسرو پرویز مر گیا۔ عورت (شیرین) کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے زہر کھالیا اور مر گئی۔ اب شیرویہ
نے جب خزانہ خاص کو کھول کر دیکھا تو "الدواء النافع للجماع" دیکھ کر بہت خوش ہوا اور قوت باہ کی دوا
سمجھ کر کھالیا اس میں سمیت تھی وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ یہ تو ذوات و اشخاص پر تباہی آئی اور ملک پر یہ آفت کی

کہ شیرویہ کے مرنے کے بعد اس کی ایک کسین لڑکی تخت نشین ہوئی اور طوائف الملوک اس طرح پھیل گئی کہ اس کی سلطنت کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

۲۲۴- حد ثنا عثمان بن المہیثم قال حدثنا عوف بن الحسن عن ابی بکر قال لقد نفعني الله بكلمة سمعتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم أيام الجمل بعد ما كذب أن الحق باصحاب الجمل فاقابل معهم قال لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أهل فارس قد ملكوا عليهم بنت كسرى قال لن يغلب قوم وولوا أمرهم امرأة -

ترجمہ: حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جنگ جمل کے زمانہ میں نفع پہنچایا اس جملہ سے جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اس کے بعد کہ میں قریب ہو چکا تھا (یعنی میں ارادہ کر رہا تھا) کہ اصحاب جمل (حضرت عائشہؓ اور آپ کے لشکر) کے ساتھ شریک ہو کر (مسلمانوں سے جو حضرت علیؓ کے ساتھ تھے) لڑوں، ابوبکرؓ نے بیان کیا (وہ جملہ یہ تھا) کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی (بوران) کو بادشاہ بنا دیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ قوم کسی نواح نہیں پاسکتی (پنپ نہیں سکتی) جس نے اپنا حکمراں عورت کو بنا دیا۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمة حدیث شریف کے آخری ٹکڑے سے ہے کیونکہ بنت کسریٰ کی تولیت و حکومت کا قصہ تو مکتوب گرامی کے بعد کا ہے پس یہ حدیث مکتوب گرامی کا تتمہ اور تکملہ ہے

ایام الجمل يتعلق بقوله نفعني لان المعنى لا يستقيم الابان يقال نفعني الله ايام الجمل بكلمة سمعتها من النبي صلى الله عليه وسلم قبل ذلك (عده) یعنی ایام جمل کا تعلق نفعنی سے ہے نہ کہ سمعت سے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ جنگ جمل کے موقع پر وہ جملہ میرے کام آگیا، میرے لئے مفید ہوا جو میں نے حضور اکرمؐ سے پہلے سن رکھا تھا۔

جنگ جمل | جنگ جمل کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد سیدنا حضرت علیؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر مدینہ میں بیعت ہوئی اس بیعت میں قاتلین

عثمان بھی تھے بلکہ وہ آگے آگے تھے۔ عبد اللہ بن سبا یہودی نے جو گروہ دین اسلام کی دشمنی میں بنایا تھا اسی گروہ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے سیدنا علیؓ کو خلافت کے لئے منتخب کیا اہل مدینہ نے بھی بیعت کر لی۔ اس وقت ام المؤمنین عائشہؓ حج کے لئے تشریف لے گئی تھیں عشرہ مبشرہ میں سے دو صحابی طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما مکہ پہنچ کر ام المؤمنین کے پاس حاضر ہوئے اور بتلایا کہ خلیفہ وقت حضرت عثمان غنیؓ کو گھر میں تلاوت قرآن کی حالت میں ظلماً شہید کر دیا گیا اور قاتل حضرت علیؓ کی جماعت میں شامل ہو گئے ہیں۔ اس لئے حضرت علیؓ سے حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کرنا اور قاتلین کو سزا دلوانا چاہئے، ام المؤمنینؓ نے تائید فرمائی اس کے بعد یہ حضرات انہیں لے کر بصرہ پہنچے اور وہاں کے لوگوں کو ہم خیال بنایا۔

سیدنا علیؑ کو جب معلوم ہوا کہ اس طرح مقابلہ کی تیاری ہو رہی ہے تو انہوں نے بھی جو ابی تیاری کر لی لیکن لڑائی سے پہلے کی گفتگو میں یہ بات طے پاگئی کہ قاتلین عثمانؓ کو حضرت علیؑ اپنے لشکر سے جدا کر دیں گے کیونکہ ان سے قصاص لینے کی ابھی گنجائش نہ تھی ان قاتلین نے جب یہ مصالحت کی کارروائی دیکھی تو سوچا کہ یہ کیا ہوا؟ انہوں نے صلح کر لی اور ہم گئے، تو انہوں نے آپس میں سازش کر کے اپنے کچھ آدمی کے فدیہ رات کے وقت حضرت علیؑ کے لشکر پر پتھراؤ کروایا یہ سمجھے کہ ہم سے غدر کیا گیا، اسی طرح کچھ لوگوں نے ام المومنین کے لشکر پر پتھراؤ کیا انہوں نے بھی یہی سمجھا کہ ہم سے دھوکہ کیا گیا اس طرح لڑائی شروع ہو گئی اور فریقین کے بہت سے صحابہ شہید ہو گئے، نیز اس معرکہ میں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بھی شہید ہوئے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے پورے احزام کے ساتھ ام المومنین کو مدینہ پہنچا دیا۔ اور چونکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اس جنگ میں اونٹ پر سوار تھیں اور اونٹ ہی پر سے لشکر کو دعوت و ہدایت دیتی تھیں اس لئے اس کو جنگ جمل کہتے ہیں (قسط لانی ص ۲۲۲)

بہر حال ابو بکرؓ اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے اور بالکل الگ تھلگ رہے۔

مسائل | علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ عورت نہ بادشاہ ہو سکتی ہے نہ قاضی۔ بعض محدثین نے علامہ سے ام مالک سے بھی یہی منقول ہے البتہ امام اعظمؒ سے منقول ہے کہ جن معاملات میں عورت کی گواہی معتبر ہے ان میں عورت کی ولایت بھی معتبر ہوگی واللہ اعلم۔

اشکال و جواب | اشکال یہ ہے کہ بعض بعض عورت کی حکومت و حکمرانی کامیاب پائی گئی ہے اور پابند رہی جیسے یورپ کے نصاریٰ نے ملکہ و کٹوریہ اور ایلیزبتھ کو بادشاہ بنایا مگر کوئی خلل نہیں آیا، خود ہمارے ہندوستان میں مسز اندرا گاندھی نے عرصہ داز تک حکومت کی۔

جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں جو قاعدہ بتایا گیا ہے وہ اکثر یہ ہے کیونکہ عورتیں اکثر و بیشتر ناقص العقل ہونے کے ساتھ ساتھ کم علم اور جاہل ہوتی ہیں بالخصوص آنحضرتؐ کے دور میں اکثر ممالک کے اندر عورتوں کی تعلیم و تربیت کا کوئی نظم نہ تھا بلکہ اس دور میں تو عورتیں مثل جانور اور سامان ضرورت کی حیثیت رکھتی تھیں اس لئے عورتوں کی تعلیم کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا تھا تاریخ شاہد ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مذکورہ عورتوں میں سے کسی نے بادشاہت و حکمرانی نہیں کی ہے بلکہ نصاریٰ کے اندر تو ہمیشہ سے بادشاہ برائے نام ہوتا تھا حکومت و حکمرانی تو اصحاب رائے و ذی علم کرتے تھے یہی حال ہندوستان کا رہا کہ وزیر کی جماعت مل کر حکومت کرتی ہے۔

۲۲۵ - حد ثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفین قال سمعت الزہری عن

السائب بن یزید یقول اذ کمرانی خرجت مع الغلمان الی ثنیة الوداع نلتقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال سفین مراً مع الصبیان -
ترجمہ: حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے آپ بیان کرتے تھے کہ مجھے (اب تک) یاد ہے کہ (بچپن میں) میں بچوں کے ساتھ ثنیة الوداع کی طرف نکلا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے کے لئے (جب آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لارہے تھے)۔

سبیان بن عیینہ نے اپنے مذکورہ بالا سند سمعت الزہری عن السائب کے ساتھ بجائے مع الغلمان کے) ایک مرتبہ "مع الصبیان" کہا ہے معنی و مفہوم میں کوئی فرق نہیں۔

تشریحات | یہ روایت اور آنے والی روایت ۴۲۶ء ایک ہی حدیث ہے یعنی حضرت سائب بن یزید کی اس لئے دوسری حدیث کے بعد تشریحات آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

والحدیث مضمون ۴۲۳ و ہنا ۶۳۷۔

۴۲۶ - حدثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا سفین عن الزہری عن السائب اذ کمرانی خرجت مع الصبیان نلتقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ثنیة الوداع مقدمہ من غزوة تبوک -

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ مجھے یاد ہے کہ میں بچوں کے ساتھ ثنیة الوداع تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے گیا تھا جب آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لارہے تھے۔

تشریحات | مذکورہ دونوں حدیثیں بظاہر باب سے تعلق نہیں رکھتیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ امام بخاری نے ان حدیثوں کو یہاں لاکر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف و اکناف کے بادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے خطوط رقم میں روانہ کئے ہیں یعنی غزوہ تبوک سے واپسی پر۔ (فتح الباری، قسطلانی)

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضور اقدس نے قیصر روم کے پاس ایک مرتبہ صلح حدیبیہ کے سال ۶ میں خط بھیجا اور دوسری مرتبہ غزوہ تبوک سے واپسی پر ۹ میں قیصر کسری کو خطوط روانہ کئے نیز امام بخاری نے جو ترتیب قائم کی ہے کہ غزوہ تبوک کے بعد "باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسروی و قیصر" اس سے صاف یہی معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

ثنیة الوداع ثنیة کے معنی ہیں گسانی کا راستہ یہاں راستہ۔

اس مقام کو ثنیة الوداع اس لئے کہتے تھے کہ مدینہ والے عام طور پر مہانوں اور مسافروں کو یہاں تک پہنچاتے اور وداع یعنی رخصت کرتے تھے۔

علامہ ابن قیم کے ایک شبہ کا ازالہ | یہ تینہ مدینہ سے شام کے راستے میں ہے جس کا تذکرہ حضرت سائب بن یزید کر رہے ہیں اور وہ تینہ جو

مکہ مکرمہ کے راستے میں ہے وہ دوسرا ہے جہاں حضور اقدس کے ہجرت کے وقت انصار مدینہ کی لڑکیاں طلح البدر طینا من ثنیات الوداع پڑھ پڑھ کر استقبال کر رہی تھیں۔

اس تقریر سے علامہ ابن قیم کا اشکال ختم ہو جاتا ہے کہ مدینہ درمیان میں ہے جس کے ایک طرف یعنی بجانب شمال شام ہے اور مدینہ سے جنوب میں مکہ مکرمہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ حضور اقدس جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لارہے تھے تو تینہ الوداع کے پاس انصار کی لڑکیوں نے استقبال کیا اس وجہ سے علامہ ابن قیم نے اس روایت ہی کا انکار کر دیا کہ تینہ الوداع مدینہ سے بجانب مکہ ہے نہ کہ بجانب تبوک۔ حالانکہ یہ تینہ جو بجانب تبوک ہے وہ دوسرا ہے یعنی دونوں الگ الگ ہیں فلا اشکال۔ (فتح مہذب)

۶۳۷۔ باب مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِهِ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت اور آپ کی وفات کے وقت کا بیان، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ آپ مرنے والے ہیں اور یہ سب لوگ بھی مرنے والے ہیں پھر تم سب قیامت کے روز اپنے پروردگار کے پاس مباخثہ کرو گے۔

علالت کی ابتداء | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت صفر کے آخر میں چہار شنبہ کے روز شروع ہوئی یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا حافظ عسقلانی فرماتے ہیں

اما ابتداءه (المرض) فكان في بيت ميمنة (فتح مہذب) اسی حالت میں آپ باری باری ازواج مطہرات کے یہاں تشریف لے جاتے رہے جب مرض میں شدت ہوئی تو ازواج مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے آئے دو شنبہ کے روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں منتقل ہوئے اور آئندہ دو شنبہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں رحلت فرمائے دارالبقاہ ہونے تیرہ روز آپ علیل رہے واختلف في مدة مرضه فالأكثر على أنها ثلاثة عشر يوماً۔ (فتح الباری ص ۱۳۱)

اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ آپ کی وفات ربیع الاول کے چھینے میں دو شنبہ کے روز ہوئی اس میں کسی کا اختلاف نہیں لاجناب انہ صلی اللہ علیہ وسلم توفی یوم الاثنين الخ (عمدہ ص ۲۲۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بارہویں ربیع الاول کو ہوئی یہی قول مشہور بین الناس ہے جس کی ایک دلیل تعلق امت بالقبول ہے کہ ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں ربیع الاول کے چھینے کو بارہ وفات کہتے ہیں۔

البتہ اختلاف دو امر میں ہے ایک یہ کہ کس وقت وفات ہوئی؟ دوسرے اس امر میں کہ ربیع الاول کی کونسی تاریخ تھی؟

امام المغازی ابن اسحق اور جہور کا قول یہ ہے کہ اس روز ریح الاول کی بارہ تاریخ تھی ابو مخنف اور کلبی وغیرہ کہتے ہیں کہ ریح الاول کی دوسری تاریخ تھی علامہ سہیلی اور حافظ عسقلانی نے اسی دوم ریح الاول کو ریح قرار دیا ہے (فتح ص ۱۶) اس لحاظ سے حجۃ الوداع کے نوٹے دنوں کے بعد آپ کی وفات ہوگی۔

لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں آپ کا وقوف عرفات بالاتفاق جمع کے دن تھا جیسا کہ بخاری شریف کتاب الیمان اور ترمذی وغیرہ کی حدیثوں میں تصریح ہے، اس سے صاف معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ جمع کے دن تھی اور پہلی تاریخ پنجشنبہ کو تھی تو ایسی صورت میں سہال اُکندہ میں دو شنبہ کو بارہویں ریح الاول کسی صورت سے نہیں ہو سکتی ہے خواہ تینوں چھینے یعنی ذی الحجہ، محرم اور صفر تیس تیس دن کے مانے جائیں یا اسیس اسیس دن کے یا بعض تیس کے اور بعض اسیس کے۔ لیکن اگر تینوں چھینے اسیس دن کے مان لئے جائیں تو ریح الاول کی دوسری تاریخ دو شنبہ کے دن صحیح ہو جائے گی اسلئے کہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ پنجشنبہ کو تھی تو ذی الحجہ کی اسیسویں تاریخ بھی پنجشنبہ ہی کو ہوگی اور محرم الحرام کی پہلی تاریخ جمع کو اور اسیسویں تاریخ بھی جمع کو ہوگی اسی طرح صفر کی پہلی تاریخ شنبہ کو اور اسیسویں تاریخ بھی شنبہ کو ہی ہوگی اور ریح الاول کی پہلی تاریخ یکشنبہ کو اور دوسری تاریخ دو شنبہ کو ہوگی اسلئے بعض علماء نے تاریخ وفات دوسری ریح الاول کو مانی ہے بالخصوص حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے اسی دوسری ریح الاول کو ریح الاول قرار دیا ہے اور بارہویں ریح الاول کے قائلین فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مکہ اور مدینہ کی تاریخوں میں اختلاف مطالع کی وجہ سے اختلاف ہوا ہو اور مدینہ منورہ میں ریح الاول کی پہلی تاریخ پنجشنبہ کو ہوئی ہو تو بلاشبہ دو شنبہ کو بارہویں ریح الاول ہوگی واللہ اعلم بالصواب۔

رہا یہ سوال کہ کس وقت وفات ہوئی؟ مغازی ابن اسحاق میں ہے کہ چاشت کے وقت آپ کا وصال ہوا اور مغازی موسیٰ بن عقبہ میں زہری اور مروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ زوال کے وقت وصال ہوا یہی روایت زیادہ صحیح ہے، نیز یہ اختلاف معمولی اختلاف ہے اس لئے کہ چاشت اور زوال میں کچھ زیادہ فصل نہیں۔

تدفین حضور پروردوحی فدا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شنبہ کے روز بوقت زوال اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور یہ وہی دن اور وہی وقت تھا کہ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تھے چہار شنبہ کی شب (یعنی منگل اور بدھ کی درمیانی رات) میں آپ دفن ہوئے حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: "توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنين ودفن لیلة الاربعاء (عمدہ مشتمل) باقی تفصیلات خود روایات و احادیث میں آ رہی ہیں۔

وقال یونس عن الزهری قال عمروة قالت عاشته کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعول فی مرضه الذی مات فیہ یاعائشہ ما زال أحد المم الطعام الذی اكلت بخیبر فهذا اوان وجدت انقطاع انہری من ذالک المسم۔

ترجمہ: اور یونس نے بیان کیا ان سے امام زہری نے ان سے عروہ (یعنی ابن زبیرؓ) نے بیان کیا ان سے عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الموت میں فرماتے تھے ”اے عائشہ! میں ہمیشہ اس زہر آلود (بکری کا گوشت) کھانے کی تکلیف محسوس کرتا ہوں جو میں نے خیر میں کھایا تھا اس وقت میں محسوس کرتا ہوں کہ اس زہر کے اثر سے میری شہ رگ (زندگی کی رگ) کٹ رہی ہے۔“

تشریحات

مطابقتہ للترجمہ ظاہرہ۔ یہ حدیث یہاں معلق ہے لیکن ہزار اور حاکم نے وصل کیا ہے عن عنبسہ ابن خالد عن یونس

بكذا الاسناد (عمدہ)

ما ازال اجد الم الطعام ای احس الالم فی جوفی بسبب الطعام المسموم۔
 هذا اوان بتدا اور خبر ہے اس صورت میں اوان مرفوع ہوگا۔ لیکن دوسری ترکیب یہ ہے کہ اوان کو ظرفیت کی بنا پر منصوب پڑھا جائے تو اس صورت میں مبنی برفتح ہوگا کیونکہ اوان کی اصناف و جدت ماضی کی طرف ہوگی جو مبنی ہے اور مضاف اور مضاف الیہ بمنزلہ شئی واحد ہوتا ہے۔ (عمدہ)
 ابھر بفتح الهمزة وسكون الباء الموحده وفتح الهاء قلب سے متصل ایک رگ ہے جس کے انقطاع سے انسان مر جاتا ہے۔ (فتح)

فتح خیبر کے بعد زینب بنت حارث نے ایک بکری کے گوشت میں زہر ڈال کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بہہ دیا تھا الخ پوری تفصیل گذر چکی ہے دیکھئے ”غزوہ خیبر“

۲۲۷ - حد ثنا یحییٰ بن بکیر قال حد ثنا اللیث عن عمیقیل عن ابن شہاب عن عتبیل اللہ بن عبد اللہ عن عبد اللہ بن عباس عن ام الفضل بنت الحارث قالت سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالمرسلات عرفات ثم ما صلی لنا بعدھا حتی قبضہ اللہ۔

ترجمہ: حضرت ام فضل بنت حارث (والدہ حضرت ابن عباسؓ) سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورہ والمرسلات عرفا پڑھ رہے تھے اس کے بعد آپ نے ہم کو کوئی نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کر لی۔

مطابقتہ للترجمہ فی قولہ ”حتی قبضہ اللہ“

والحدیث مضمیٰ فی الصلوٰۃ ص ۱۵۰ وہنا فی المغازی ص ۶۳۷۔

تشریحات

ام الفضلؓ یہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی والدہ اور ام المومنین حضرت میمونہؓ کی ہمیشہ رہی ہیں ان کا نام لباہ بنت الحارث ہے۔ مشہور ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے

بعد سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملاقات کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے ان سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

یہ مغرب کی نماز پنجشنبہ کے روز کی نماز تھی جس کے چار روز بعد دو شنبہ کے دن آپ کا وصال ہو گیا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد نماز نہیں پڑھائی، حالانکہ روایت آ رہی ہے کہ شنبہ یا یکشنبہ کے روز جب مزاج مبارک کچھ ہلکا ہوا تو حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے آپ مسجد تشریف لائے اس وقت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی نماز پڑھا رہے تھے آپ ابو بکر کی بائیں جانب جا کر بیٹھ گئے اور باقی نماز لوگوں کو آپ نے پڑھائی لیکن تقاض نہیں ہے اس لئے کہ ام الفضل کی روایت میں جو یہ گزرا ہے کہ حضور کی آخری نماز مغرب کی نماز تھی اس سے مستقل امامت مراد ہے کہ از اول تا آخر جس نماز میں امامت اور قرأت فرمائی ہو وہ مغرب کی نماز ہے۔

۲۲۸ - حدثنا محمد بن عروعة قال حدثنا شعبة عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کان عمر بن الخطاب یذنی ابن عباس فقال له عبد الرحمن بن عوف ان لنا ابناءً مثلہ فقال انہ من حیث تعلم فسأل عمر ابن عباس من ہذہ الایة اذا جاء نصر اللہ والفتح فقال اجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلمہ ایة فقال ما اعلم منہ الا ما تعلم۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب ابن عباس کو (یعنی مجھ کو) جاس میں (اپنے قریب بیٹھانے تھے اس پر عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عمر سے کہا کہ اس جیسے تو ہمارے بیٹے ہیں (یعنی انہیں بھی اپنے پاس بیٹھائے) حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ طرز عمل جس وجہ سے ہے وہ آپ کو معلوم ہے (یعنی ابن عباس صاحب علم ہے) پھر حضرت عمر نے ابن عباس سے اس آیت ”اذا جاء نصر اللہ والفتح“ کے متعلق پوچھا، ابن عباس نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو (یہ سورہ نازل فرما کر) خبر کر دی کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا حضرت عمر نے فرمایا میں بھی اس آیت کا مطلب وہی سمجھتا ہوں جو تم نے سمجھا ہے۔

تشریحات | مطابقتہ الترجمة توخذ من قوله ”فقال اجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ والحدیث قد مضی فی المناقب ص ۱۵۵ و فی المغازی ص ۶۱۵ و ایضاً ص ۶۳۸ تا ص ۶۳۸۔

ما اعلم منہ الا ما اعلم الخ اس سے عبداللہ بن عباس کی قرآن فہمی ثابت ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی ”اللہم علمہ الكتاب“ حضرت عمر فاروق نے ان کی قدر و عزت اس لئے کی کہ اس کم عمری کے باوجود بڑے عالم تھے فقہ فی الدین میں امتیازی مقام رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ علم ایسی دولت و نعمت ہے کہ اس کی تعظیم سب کو کرنی چاہئے بزرگی بر علم است نہ بسال۔

دوسرے اس وجہ سے بھی کہ ابن عباس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔

۲۲۹ - حدثنا قتیبہ قال حدثنا سفین عن سلیمان الاحول عن سعید بن جبیر

قال قال ابن عباس يوم الخميس وما يوم الخميس اشتد برسول الله صلى الله عليه وسلم وجعه فقال ائتوني اكتب لكم كتابا لن تضلوا بعده ابدا فتنازعوا ولا ينبغي عند نبي تنازع فقالوا ما شأنه اصبحت استفسرهم فذهبوا يودون عليه فقال دعوني فالذي انا فيه خير مما تدعونني اليه واوصاهم بثلاث قال اخرجوا المشركين من جزيرة العرب واجيزوا الوفد بنحو ما كنت اجيزهم وسكت عن الثالثة اوقال فنسيتمها -

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ جبرأت کا دن ہے (یوم الخمیس) بتدا محذوف کی خبر ہے آئی ہذا یوم الخمیس و بجز العکس) اور جبرأت کے دن کیا ہوا؟ (اظہار تعجب ہے عظمت شدت کی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں شدت اسی دن ہوئی تھی اس وقت آپ نے فرمایا آؤ میرے پاس کہ میں تمہارے واسطے ایک تقریر (وصیت نامہ) لکھ دوں کہ اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے، یہ سن کر اہل مجلس جھگڑنے لگے، اختلاف کرنے لگے (کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شدت کی حالت میں گھوڑانے کی تکلیف دینی چاہئے یا نہیں؟ بعض نے کہا کہ حضورؐ کا حکم ہے کاغذ قلم دو اور بعض نے کہا کہ حضورؐ کو اس وقت تکلیف سخت ہے ایسے وقت میں کہنے گھوڑانے کی تکلیف مناسب نہیں ہے) حالانکہ نبی کے سامنے اختلاف و جھگڑا مناسب نہیں، اس پر کچھ لوگوں نے کہا ”آپ کا کیا حال ہے کیا آپ نے بیماری کی شدت میں اور بیہوشی میں معاذ اللہ کوئی لغو اور بزدلیان کی بات کہی ہے؟ خود آپ سے دریافت کر لو (کہ آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے یا آپ کی تکلیف کے پیش نظر اسے ملتوی کر دیا جائے) پھر یہ جملہ آپ کے نزدیک بار بار دہرانے لگے تو آپ نے فرمایا ”مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں (یعنی مرا قبضی اللہ اور نقار باری تعالیٰ کی تیاری) وہ اس سے بہتر ہے جو تم کہہ رہے ہو اس کے بعد آپ نے (زبانی) تین باتوں کی وصیت کی فرمایا ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ دوئم یہ کہ وفد کو (جو قبائل عرب کے تمہارے پاس آئیں) اسی طرح جائزہ (تحفہ، ہدیہ) دیا کرو جس طرح میں انہیں دیا کرتا تھا، سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ تیسری بات ابن عباسؓ نے بیان نہیں کی یا ابن عباس نے بیان کی ہو میں اسے بھول گیا۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمة "اشتد برسول الله صلى الله عليه وسلم وجعه" والحدیث مرئی العلم ۲۲ - دنی الجہاد ۲۲۹ و ۲۳۹ و سنائی المغازی ۲۳۹ و ۲۴۹

و ۱۰۹۵ -

واقعة قرطاس | وفات سے چار یوم پیشتر بروز پنجشنبہ جب مرض میں شدت ہوئی تو جو لوگ حجرہ نبوی میں حاضر تھے ان سے فرمایا ”کاغذ قلم دو ات لے آؤ تاکہ تمہارے لئے ایک وصیت نامہ لکھوا دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے یہ سن کر اہل مجلس اختلاف کرنے لگے حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ بیمار ہیں، درد کی شدت ہے ایسی حالت میں تکلیف دینا مناسب نہیں اور

کتاب اللہ ہمارے پاس ہے جو گمراہی سے بچانے کے لئے کافی ہے، حاضرین مجلس میں اس کے متعلق اختلاف ہوا بعض نے حضرت عمرؓ کی تائید کی اور بعض نے کہا کہ دوات قلم لاکر لکھو لینا چاہئے اور یہ کہا "اھجر استقہمۃ"

علامہ عینی اور امام نووی فرماتے ہیں ہو بہمزۃ الاستفہام لانکارہی اور ہجر ماضی کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں ہڈیاں، وہ بے جوڑ اور بے ربط کلام جو مریض شدت مرض میں بولتا یعنی بڑبڑاتا ہے، تیمار دار نیز سارے گھروالے اس کو ہڈیاں محسوس کرتے ہیں اور اس کو غیر معتبر قرار دے کر تعمیل نہیں کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس معنی کے سید الا نبیاء حضور اقدسؐ کی طرف اس کی نسبت محال اور ناممکن ہے کما فی العمده قلت نسبتہ مثل ہذا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایجوز ان وقوع مثل ہذا الفعل عنہ مستحیل لانہ معصوم فی کل حالۃ فی صحۃ ومرضہ لقولہ تعالیٰ وما یطلق من الہوی الخ و لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی لا اقول فی الغضب والرضا الا حقاً یعنی حالت رضا و غضب میں میری زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

یہ جملہ اھجر استقہمۃ ان لوگوں کا ہے جو حضرت عمرؓ کی رائے کے خلاف تھے۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ کہا کہ حضورؐ کو تکلیف کا غلبہ ہے اس وقت تحریر کے لکھوانے کی ضرورت نہیں تو جن لوگوں کی رائے یہ تھی کہ دوات قلم لاکر لکھو لیا جائے ان لوگوں نے سامان کتابت کے روکنے والوں پر رد اور انکار کے طور پر کہا یعنی تم لوگ جو حضورؐ کے مریح حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہو آخر کیوں؟ کہا حضورؐ کی بات شدت مرض کی وجہ سے ہڈیاں ہے؟ حالانکہ یہ ممکن نہیں ہے پھر تم لوگوں کو تعمیل حکم کرنی چاہئے اور حسب الحکم سامان کتابت حاضر کر دینا چاہئے اس جملہ کے کہنے والے نے بھی استفہام انکاری کے طور پر کہا اور صرف حضرت عمرؓ اور ان کے ہم خیالوں سے محض الزام کیا۔ بعض روایتوں میں اھجر حرف استفہام کے بغیر آیا ہے وہ بھی استفہام پر محمول ہے اور حرف استفہام وہاں مقدر ہے۔

اس کے علاوہ اھجر استقہمۃ کے معنی اور بھی بیان کئے گئے ہیں۔ اھجر فعل ماضی ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے یعنی کیا آپؐ نے دنیاوی حیات چھوڑ دی؟ مقصد مضارع ہے لیکن چونکہ علامات و حالات موت کے ہیں اس لئے معنارے کو ماضی سے تعبیر کر دیا کہ ہونے والی بات اس دور یقینی ہے کہ گویا ہو گئی۔

اھجر سے قائل کی مراد مجاز ہو یعنی لازم بول کر لزوم مراد لیا ہے مطلب یہ ہے کہ شدت مرض میں عام طور پر ہڈیاں کی ٹوٹ آتی ہے تو یہاں ہڈیاں بول کر شدت تکلیف مراد لی گئی ہے، اب اس صورت میں اھجر کے معنی ہوئے کیا تکلیف بہت سخت ہے؟ سو حضورؐ سے دریافت کر لو۔

اور یہ منع کرنے والے اور روکنے والے سیدنا عمر فاروقؓ ہیں اور یہ معلوم ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضور اقدسؐ کے وزیر اور مشیر خاص تھے ان حضرات کا حضورؐ سے قرہبیاں صاحب ایمان سے

مخفی نہیں، حضرت عمرؓ نے غایت محبت میں مناسب نہیں سمجھا کہ مرض کی اس تکلیف میں کسی طرح کی اور تکلیف دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہؓ حضور اقدسؐ کے جوتے لے کر جنت کی بشارت دینے چلے تو حضرت عمرؓ راستے ہی میں ان کے سینے پر اس زور سے مارا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سرین کے بل گر پڑے ابو ہریرہؓ حضورؐ کے پاس شکایت کرنے چلے پیچھے پیچھے حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے اور حضورؐ سے فرمانے لگے کہ حضور! ایسا نہ فرمائے۔ اس طرح کے واقعات عمر فاروقؓ کے بہت سے ہیں جن سے عمرؓ کا مقام دربار رسالت میں بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ عمر فاروقؓ کا اس موقع پر حسینا کتاب اللہ فرمانا حضرت فاروقؓ کی دقت نظر اور تفہم فی الدین نیز حب رسول پر دال ہے اس لئے کہ ابھی ابھی تین ماہ قبل حجۃ الوداع کے اندر میدانِ عرفات میں الیوم اکملت لکم دینکم کے ذریعہ تکمیل دین کا اعلان ہو چکا ہے پھر ما فرطنا فی الکتاب من شیء کنا بشیر میں موجود ہے ایسی صورت میں پھر اس تکلیف شدید کے وقت کہ ڈول کا ڈول سر مبارک پر پانی ڈالا جا رہا ہے اور بار بار ایسی نوبت آرہی ہے کھینے کھانے کی تکلیف کسی طرح مناسب نہیں پھر حضرت عمرؓ نے یہ بھی سوچا کہ اگر یہ نوشتہ حضورؐ اپنے اجتہاد و اپنی رائے سے لکھوانا چاہتے ہیں یا وحی الہی سے؟ ہر دو احتمال ہے اور دونوں صورتوں میں حضرت عمرؓ کے روکنے سے حضورؐ ہرگز نہ رکتے اگر نوشتہ دینی اعتبار سے ضروری ہوتا، ممکن ہے کہ وحی الہی ہی سے بعد میں آپؐ رک گئے اور شور و غل ہونے پر ارشاد فرمایا ”دعونی فالذی انا فیہ“ الخ مجھے چھوڑ دو تم لوگ جس بات کی طرف متوجہ کر رہے ہو اس سے بہتر حال پر میں ابھی ہوں۔

رہا حضرت ابن عباسؓ کا انسوس کرنا؟ تو ابن عباسؓ کی نظر اور محبت اپنی جگہ ہے لیکن حضرت عمرؓ کا تفہم ابن عباسؓ سے بلاشبہ بڑھا ہوا ہے۔ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ دعویٰ الخ کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں ”مجھے چھوڑ دو اس وقت نہ چھیڑو میں اپنے لئے حق تعالیٰ کے یہاں جو عظمت اور اسباب راحت دیکھ رہا ہوں یہ بہتر ہے اس دنیاوی زندگی اور اس کے اسباب سے۔“

علاوہ مراقبہ فی اللہ اور جانے کی تیاری بہتر ہے اس چیز سے جس نوشتہ کی طرف تم لوگ مجھ کو متوجہ کر رہے ہو۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ قصہ جبرائیلؑ کا ہے حضور اقدسؐ کی وفات دو شبہ کے روز ہوئی درمیان میں جمعہ، شنبہ اور یکشنبہ آپؐ کا حال پنجشنبہ سے بہتر رہا جیسا کہ خود اس روایت میں ہے کہ آپؐ نے اوصاہم بثلاث الخ تین وصیتیں فرمائیں تو احتمال ہے کہ یہی وصایا جو زبان مبارک سے فرمائے گئے پہلے کھینے کا ارادہ ہو پھر زبانی بیان کرنے پر اکتفا کر لیا گیا ہو اگرچہ احتمالات اور کئی ہیں۔

تیسری وصیت میں جو سکوت کا لفظ ہے اس میں بعض کہتے ہیں کہ تیسری بات یہ تھی کہ قرآن کریم پر عمل کرنا، یا حبش اسامہ کو روانہ کرنا، یا میرے بعد میری قبر کو نوبت اور مسجد گاہ نہ بنانا۔

۳۳۰۔ حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزهري عن عبيد اللہ بن عبد اللہ بن عتبة عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم و فی البیت رجالٌ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم هلّموا اکتب لکم کتابا لا تضلّوا بعدہ قال بعضهم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غلبہ الوجع و عندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اهل البیت فاقتصموا فہنہم من یقول قرئوا ینکتب لکم کتابا لا تضلّوا بعدہ و منہم من یقول غیر ذلک فلما اکثر اللغو و الاختلاف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوموا قال عُبَیْدُ اللّٰہُ فکان یقول ابن عباس ان الرزیہ ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بین ان ینکتب لہم ذلک الکتاب لاختلافہم و لغطہم -

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب ہوا اس وقت گھر میں بہت سے صحابہ موجود تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آؤ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ (وصیت نامہ) لکھ دوں کہ تم اس کے بعد گمراہ نہ ہو گے اس پر بعض صحابہ (حضرت عمرؓ) کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے اور تم لوگوں کے پاس قرآن (اللہ کی کتاب) موجود ہے ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے پھر اہل بیت (حاضرین) میں اختلاف ہوا اور سب جھگڑنے لگے بعض کہنے لگے سامان کتابت حضور کے سامنے کرو کہ تمہارے لئے ایسا نوشتہ لکھ دیں کہ جس کے بعد گمراہ نہ ہو گے اور بعض ان میں سے اس رائے کے خلاف کہنے لگے (یعنی حضور پر بیماری کا زور ہے اس لئے لکھنے لکھانے کی کوئی تکلیف نہ دی جائے) پھر جب اختلاف و نزاع زیادہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چلو اٹھو" عبید اللہ نے بیان کیا کہ ابن عباس فرماتے تھے بیشک مصیبت بہت بڑی مصیبت وہ ہے جو لوگوں کے اختلاف اور شور کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس نوشتہ (تحریر) کے درمیان حاصل ہوئی۔

تشریحات

بہذا طریق آخری حدیث ابن عباس المذكور۔

نیز مطابقت حدیث کے لئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے "لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

حضر بضم الحاء علی صیغۃ الجہول حضر اور احضر قریب المرگ ہونا۔

یہ حدیث حدیث قرطاس کے نام سے مشہور ہے امام بخاری نے بخاری شریف میں سات جگہ اس کو لایا ہے جو الہ صفحات کے لئے حدیث سابقہ ص ۳۲۹ کی تشریحات دیکھئے۔

روافض کی تردید

اروافض (شیعوں) نے اس حدیث کو لے کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کی شان گرامی میں جو گستاخیاں کی ہیں اور غیر معمولی پروپیگنڈا کیا ہے وہ یا تو ناسمجھی ہے یا فاروق اعظمؓ سے عداوت و سبائی الجشش کے زہریلے اثرات کا مظاہرہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ روافض کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ عمر فاروقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و حکم پر اپنی رائے دی اور حکم کی تعمیل نہیں ہونے دی اس سے حکم نبوی کا انکار لازم آتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ انکار نہیں بلکہ عرضِ مصلحت ہے فاروق اعظمؓ کا جملہ تو یہ ہے کہ حضور اقدسؐ پر بیماری

کا غلبہ ہے ایسا غلبہ کہ ڈول کے ڈول پانی ڈالے جا رہے ہیں ایسی ناقابل برداشت تکلیف کے وقت کھنڈے کھانے کی مزید تکلیف دینا مناسب نہیں کیونکہ حضرت عمرؓ کے سامنے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد موجود تھا، حضور اقدسؐ فرما چکے تھے "تو کرکتکم علی ملۃ بیضاء لیلہا ونہارہا سماء"، میں تمہیں ایسی روشن ملت پر چھوڑے جاتا ہوں جس کا دن اور رات برابر ہے۔

ایسے وقت میں حضرت عمر فاروقؓ نے ایک گزارش کی، اپنی رائے پیش کی اب حضرت عمرؓ کی اس گزارش کے بعد حضور اقدسؐ نے دوبارہ طلب نہیں فرمایا جس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی رائے قبول کر لی گئی اور حضرت عمرؓ کی رائے و گزارش کے سلسلے میں یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بارہا ایسے مواقع پیش آچکے تھے کہ حضورؐ نے ایک حکم دیا اور حضرت عمرؓ نے گزارش کی تو حضورؐ نے گزارش قبول فرمائی جیسا کہ مسلم شریف کتاب الایمان کی روایت ہے کہ جب ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے لے کر ہرمون کو جنت کی بشارت دینے چلے تو حضرت عمرؓ نے راستے ہی میں ابو ہریرہؓ کے سینے پر اس زور سے ہاتھ مارا تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سرین کے بل گر پڑے تھے یہ حضورؐ کے پاس شکایت کرنے چلے پیچھے پیچھے حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے کہ حضور ایسا نہ فرمائے چنانچہ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق فرمایا۔

ایسے واقعات حضرت عمر فاروقؓ کے درجنوں ہیں، ہر صاحب ایمان سیدنا عمر فاروقؓ کے مرتبے سے واقف ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر اور وزیر تھے۔

ما من نبی الا وله وزیران من اهل السماء
وزیران من اهل الارض فاما وزیرای من
اهل السماء فجبرائیل ومیکائیل واما
وزیرای من اهل الارض فابوبکر وعمر۔
(ترمذی جلد ثانی ص ۲۸)

ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہیں اور دو وزیر
زمین والوں میں سے آسمان والوں میں سے میرے دو
وزیر جبرائیلؑ اور میکائیلؑ اور زمین والوں میں سے میرے
دو وزیر ابو بکر اور عمر ہیں۔

ایسے محترم اور صاحب الرائے وزیر نے اگر کوئی رائے پیش کی اور وہ دربار رسالت میں قبول بھی ہوگی تو اب وزیر پر اعتراض دراصل سلطان پر اعتراض ہے۔

کیونکہ اگر ہر حکم پر رائے پیش کرنا اور عرض مصلحت بدول حکمی ہے تو حضرت علیؓ کے بارے میں یہ روایات کیا جواب دیں گے کہ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت علیؓ نے رسول اللہ کا لفظ صلح نامہ میں تحریر فرمایا اور قریش نے اعتراض کیا تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اس لفظ کو مٹا دو مگر حضرت علیؓ نے نہیں مانا پھر آنحضرتؐ نے صلح نامہ اپنے ہاتھ میں لیا اور خود مٹایا لیکن کسی نے بھی حضرت علیؓ کو مخالفت پیغمبر کا الزام نہیں دیا۔ معلوم ہوا کہ ہر عرض مصلحت عدول حکمی اور مخالفت نہیں ہے، صورتاً اگرچہ مخالفت و معصیت ہو مگر درحقیقت کمال محبت اور کمال عظمت ہے جس پر ہزاروں طاعتیں قربان ہیں۔

پھر حضرت عمر فاروقؓ کے روکنے پر سارے اصحاب کیوں رگ گئے؟ بالخصوص اہل بیت حضرات تو ہر وقت

رہتے تھے دوسرے وقت گھوایئے لیکن تمام حضرات سمجھ چکے تھے کہ حضرت عمرؓ کی رائے حضور اکرمؐ نے قبول فرمائی اور بات ختم ہو گئی، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد کئی روز جمعہ، سنہ پیر اور الٹا رنگ باجیات رہے مگر پھر آپؐ نے کوئی تحریر لکھنے کا حکم نہیں فرمایا۔

روافض کی ایک اور جہالت | روافض کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ حضورؐ اس فزشتہ میں حضرت علیؓ کی امارت و خلافت بلا فصل لکھنا یا لکھوانا چاہتے تھے۔

جو یا عرض ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے سلسلے میں نہ اس حدیث میں اور نہ کسی حدیث میں کوئی اشارہ ملتا ہے البتہ خلافت بلا فصل کے سلسلے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے متعلق ثبوت ہے اور واضح ثبوت ہے مسلم شریف جلد ثانی ۲۷۳ کی حدیث ہے: "آنحضرتؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اپنے والد ابو بکر اور اپنے بھائی (عبدالرحمن) کو بلائے تاکہ میں ایک تحریر (وصیت نامہ) لکھ دوں مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے اور کہے کہ میں سب سے زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ اور مومنین ابو بکر کے سوا کسی پر راضی نہیں" نیز تقریباً یہی مضمون بخاری شریف جلد ثانی ۲۷۳ پر ہے ملاحظہ کر لیا جائے۔

ان حدیثوں سے صاف معلوم ہوا کہ حضورؐ نور صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر خلافت بلا فصل لکھوانی تھی تو روافضؓ بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی خلافت لکھوانی تھی امام بخاریؒ کے کلام سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے صدیق اکبرؓ کی خلافت لکھوانا مقصود تھا اس لئے کہ امام بخاریؒ نے کتاب الاحکام میں اس حدیث پر جو ترجمہ قائم کیا ہے وہ ہے "باب الاصل خلافت" ان ہدایات کے باوجود اگر روافض کو ضد و عناد ہے تو صرف عبداللہ بن سبا کے زہریٹے الجھکشوں کا اثر ہے حق تعالیٰ ان گمراہوں کو ہدایت مرحمت فرمائے۔

۳۳۱ - حدثنا اسرة بن سلوان بن جميل اللخمي قال حدثنا ابراهيم بن سعد عن ابيه من عروة من عائشة قالت دعاها النبي صلى الله عليه وسلم فاطمة في شكوة الذي قبض فيه فسارها بشيء فبكت ثم دعاها فسارها بشيء فضحكك فسألنا عن ذلك فقالت سارني النبي صلى الله عليه وسلم انه يقبض في وجهي الذي قبضت فيه فبكت ثم سارني فاخبرني اني اول اهله يتبعه فضحكك -

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس میں آپؐ کا انتقال ہوا حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور ان سے سرگوشی (پوشیدہ گفتگو) کی جس پر وہ روپڑیں پھر بلایا اور ان سے سرگوشی کی تو حضرت فاطمہؓ ہنس پڑیں (عائشہ فرماتی ہیں کہ آپؐ کی وفات کے بعد) ہم لوگوں نے اس (روانے اور ہنسنے) کا سبب پوچھا تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اسی بیماری میں آپؐ کی وفات ہو جائے گی یہ سن کر میں روپڑی پھر آپؐ نے (دوبارہ) مجھ سے سرگوشی کی اور مجھ سے فرمایا کہ حضورؐ کے گمراہوں میں سب سے پہلے میں آپؐ سے جا ملوں گی اس پر میں ہنس پڑی۔

تشریحات

”مطابقتہ للترجمۃ“ فی مشکوٰۃ الذی قبض فیہ
والحدیث مر فی المناقب ص ۵۲ و سنائی المغازی ص ۶۳۸
بیسرۃ بفتح الیا والیسین والرار۔ فی مشکوٰۃ ای فی مرضہ۔

فوائد

اس سلسلے کی ایک روایت مسروق سے ہے جس کے شروع میں اتنی زیادتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال کے مشابہ تھی جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوش آمدید میری بیٹی پھر آپ نے اپنے دائیں یا بائیں بیٹھایا اور سرگوشی فرمائی یعنی پوشیدہ طور پر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کوئی بات فرمائی جس پر وہ رو پڑیں الخ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ظاہر نہیں کر سکتی جب حضور کا انتقال ہو گیا تو میں نے ان سے پھر پوچھا انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حضور نے سرگوشی فرمائی کہ ہر سال جبریل مجھ پر ایک مرتبہ قرآن پیش کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ پیش کیا ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ میرے انتقال کا وقت قریب آ گیا اور میرے اہل میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی اس پر میں روئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تم ہر شقی عورتوں کی سردار ہو گی تو اس پر میں ہنسنے لگی۔ (بخاری ص ۵۱۷)

اس پر دونوں روایتوں کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار جو سرگوشی فرمائی وہ یہ تھی کہ اس بیماری میں آپ کا انتقال ہو گا۔

البتہ دوسری سرگوشی میں اختلاف روایات ہے جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے اہل میں سے تم مجھ سے ملو گی اور مسروق کی روایت میں ہے کہ آپ نے ریخردی کہ فاطمہ ہر شقی عورتوں کی سردار ہوں گی، ممکن ہے کہ آپ نے دوسری سرگوشی میں دونوں باتیں فرمائی ہوں اس لئے کہ مسروق کی روایت میں زیادتی ہے جو عروہ کی روایت میں نہیں ہے اور ثقافت کی زیادتی مقبول ہے۔

اس حدیث میں اخبار من الغیب ہے کیونکہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق جو پیشین گوئی حضور نے کی تھی وہ قطعاً پوری ہوئی کہ بالاتفاق اہل بیت میں سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کا انتقال ہوا۔

۲۳۲ - حدیثی محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبہ عن سعد بن عروہ عن عائشۃ قالت کنت اسمع انا لا يموت نبی حتى یخبر بین الدنیا والآخرۃ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مرضہ الذی مات فیہ واخذتہ بحنۃ یقول مع الذین انعم اللہ علیہم الایۃ فلنننت انہ خیر۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں سنا کرتی تھی کہ ہر نبی کو وفات سے پہلے دنیا اور آخرت کے

بارے میں اختیار دیا جاتا ہے، پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سنا آپ اپنے مرض الوفات میں فرماتے تھے آپ کی آواز بھاری ہو چکی تھی، آپ آیت کریمہ مع الذین انعم اللہ علیہم الخ تلاوت کر رہے تھے (یعنی ان لوگوں کے ساتھ کہ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے) پس میں سمجھ گئی (یعنی مجھ کو یقین ہو گیا کہ آپ کو بھی اختیار دے دیا گیا ہے) اور آپ نے آخرت کی زندگی پسند فرمائی ہے۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ ” فی مرضہ الذی مات فیہ “
والحدیث ہنالی المغازی ص ۶۳۸ و سیاتی فی التفسیر ص ۶۴۔

بِحکۃ بعض الباری و تشدید الحی خشونت، بحاری بن۔

واقفی سے منقول ہے کہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلام کیا شیرخوارگی میں وہ اللہ اکبر ہے اور سب سے آخری کلمہ آپ کا الرفیق الاعلیٰ تھا جیسا کہ اس کے بعد حدیث آرہی ہے۔

۴۳۳۔ حد ثنا مسلم قال حدثنا شعبۃ عن سعد بن عروۃ عن عائشۃ قالت لما مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم المرض الذی مات فیہ جعل یقول فی الرفیق الاعلیٰ۔ ترجمہ: حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الوفات میں فرماتے تھے فی الرفیق الاعلیٰ، اے اللہ میں رفیق اعلیٰ میں جانا چاہتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میں انبیاء کرام اور ملائکہ نظام کی جماعت میں جانا چاہتا ہوں جو اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ یہ بھی حضرت عائشہ رضی کی حدیث مذکور ہے دوسری سند سے۔

۴۳۴۔ حد ثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعبۃ عن الزہری قال اخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو صحیح یقول انہ لم یقبض نبی قط حتی یرى مقعدہ من الجنۃ ثم یحییٰ او یخیر فلما اشتکی وحضرہ القبض وراسہ علی فخذ عائشۃ غشی علیہ فلما افاق شخص بصرہ نحو سقف البیت ثم قال اللهم فی الرفیق الاعلیٰ فقلت اذ الا یجاورنا فعرفت انہ حدیثہ الذی کان یحدثنا وهو صحیح۔

ترجمہ: حضرت عائشہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرستی اور صحت کے زمانے میں فرمایا کرتے تھے کہ بلاشبہ کسی نبی کی روح قبض نہیں کی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ لے پھر اسے (دنیا یا آخرت کی زندگی کے منتخب کرنے کا) اختیار دیا جاتا ہے (راوی کو شک تھا کہ لفظ صحیحاً ہے یا یخیر؟ مفہوم دونوں کا ایک ہے) پھر جب حضور اقدسؐ بیمار پڑے اور موت کا وقت قریب ہوا اور آپ کا سر مبارک عائشہ رضی کی ران پر تھا تو آپ پر غشی طاری ہو گئی پھر جب افاقہ ہوا تو آپ کی آنکھیں گمراہی کی طرف اٹھ گئیں اور آپ نے فرمایا ”اللہم فی الرفیق الاعلیٰ“ (اے اللہ میں رفیق اعلیٰ

میں جانا چاہتا ہوں) تو میں نے (اپنے دل میں) کہا اب آپ ہم لوگوں کے پاس نہیں رہیں گے (یعنی دنیاوی زندگی چھوڑ دیں گے) پس میں سمجھ گئی کہ یہی حدیث ہے جو آپ صحت کے زمانے میں بیان فرماتے تھے (یعنی پیغمبروں کو مرنے جینے کا اختیار دیا جاتا ہے چنانچہ آپ کو بھی اختیار دیا گیا)۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمة "فلما اشتكى وحضرة القبض"

يحيى بضم الياء الاولى وتشديد الثانية مفتوحة بينهما حاء موحدة مفتوحة اى يسلم اليه الامر-

نوٹ: یہ اختیار انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک اعزاز ہے ورنہ دراصل ہوتا وہی ہے جو خدا کا حکم ہوتا ہے۔

۳۲۵ - حد ثنا محمد قال حدثنا عفان عن صخر بن جويرية عن عبد الرحمن بن القاسم عن ابيه عن عائشة دخل عبد الرحمن بن ابي بكر على النبي صلى الله عليه وسلم واننا مسندك ثم الى صدرى ومع عبد الرحمن مسواك رطبك يستنق به فابتك رسول الله صلى الله عليه وسلم بصره فاخذت المسواك فقضته وطيبته ثم دفعته الى النبي صلى الله عليه وسلم فاستنق به فما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم استنق استنانا قطا حسينا منه فماعد ان فرغ رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يده او اصبعه ثم قال في الرفيق الاعلى ثلثاتم قضي وكانت تقول مات بين حاقنتي وذاقنتي-

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے کہ عبد الرحمن بن ابی بکر رضی (میرے بھائی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آئے اور حضور اقدس (مرض الموت میں) میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور عبد الرحمن کے پاس (یعنی ہاتھ میں) ایک تازہ مسواک استعمال کے لئے تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسواک کو دیر تک دیکھا چنانچہ میں نے ان سے مسواک لے لی اور اسے اپنے دانتوں سے چبا کر اچھی طرح جھاڑنے اور صاف کرنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی آپ نے اس سے مسواک کی اور اتنے عمدہ طریقے سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے عمدہ طریقے پر مسواک کرتے کبھی نہیں دیکھا تھا مسواک سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر نہیں گزری (یعنی فوراً) آپ نے اپنا ہاتھ یا اپنی انگلی اٹھائی پھر تین مرتبہ یہ فرمایا "فی الرفیق الاعلیٰ" اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا، حضرت عائشہ رضی فرمایا کرتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میری ہنسنسی اور ٹھوڑی کے درمیان ہوئی۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمة في قوله "ثم قضى وكانت تقول مات بين حاقنتي والحدیث ۳۲۸

حد ثنا محمد هو ابن يحيى الذهلي، علامة عيني فرماتے ہیں "روى عنه البخاري في غير موضع في قريب من ثلاثين موضعا ولم يقل حدثنا محمد بن يحيى الذهلي مرعا يقول حدثنا محمد ولا يزيد عليه ويقول محمد بن عبد الله فينسب اليه جدوه ويقول محمد بن خالد فينسب اليه جداهيه والسبب في ذلك ان البخاري لما دخل نيشاپور شغب عليه محمد بن يحيى الذهلي في

مسئلہ خلق اللفظ وکان قد سمع منه فلم یترک الروایۃ عنه ولم یصرح باسمہ مات بعد البخاری سنۃ سبع و خمسين و ما تین (عمدہ ص ۳۱۸)

حضرت عائشہ رضیٰ بطور حدیث بالنعمة فرمایا کرتی تھیں کہ حق تعالیٰ نے اخیر وقت میں میرا آب دہن آپ کے آب دہن کے ساتھ ملا دیا اور آپ کی وفات میرے حجرہ میں اور میری نوبت کے دن اور میرے سینے اور ہنسی کے درمیان ہوئی۔

رفع اشکال یہ حدیث اس حدیث کے معارض نہیں ہے کہ جس میں ہے کہ آپ کا سر مبارک عائشہ رضیٰ کی رآن پر تھا، اس وجہ سے کہ حضرت عائشہ رضیٰ نے اپنی رآن اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا، البتہ اس حدیث سے اس روایت کی تردید ضرور ہوتی ہے جو عالم اور ابن سعد نے متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بوقت وفات حضرت علی رضیٰ کے گود میں تھا۔ حافظ مستقلانی فرماتے ہیں کہ ان روایات کا کوئی طریق (سند) روافض سے خالی نہیں ہے۔ (فتح الباری)

۳۳۶ - حدثني جَبَانٌ قَالَ اخبرنا عبدُ اللّٰهِ قَالِ اخبرنا يونسُ عن ابنِ شهابٍ قال اخبرني عُمْرُوَةٌ اَنَّ عَائِشَةَ اخبرتهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اشْتَكَيْ فَنَفَثَ عَلٰى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهِ فَلَمَّا اشْتَكَيْ وَجَعَهُ الَّذِي تُوْفِيَ فِيْهِ طَمَعَتْ اَنْفُسٌ عَلٰى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِي كَانَ يَنْفِثُ وَاَمْسَحَ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضیٰ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار پڑتے تو معوذات (یعنی سورہ اخلاص اور سورہ فلق اور سورہ ناس) پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیتے (یعنی اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کرتے) اور اس ہاتھ کو اپنے جسم پر پھیر لیتے پھر جب آپ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوئی تو میں آپ پر معوذات (سورہ میں پڑھ کر) دم کرتی جن معوذات سے آپ دم کیا کرتے تھے اور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لے کر آپ کے جسم مبارک پر پھیرا کرتی تھی (اس امید پر کہ دست مبارک کی برکت سے شاید تندرست ہو جائیں)۔

مطابقتہ للترجمۃ دو فلما اشتكى وجعه الذي توفى فيه .

والحدیث أخرجه البخاری ص ۵۷ و ۵۵ و ہنای المغازی ص ۶۳ .

تشریحات

معوذات بکسر الواو المغددة والمراد بالمعوذات اما المعوذتين على ان اقل الجمع اثنان او هما الاخلاص على التغليب و هو المعتمد (حاشیہ بخاری ص ۷۵)

مطلب یہ ہے کہ معوذات کا اطلاق اصل میں تو سورہ فلق اور سورہ ناس پر ہوتا ہے اور ان دونوں کو معوذتین کہتے ہیں لیکن اس حدیث میں معوذات جمع لایا گیا ہے اس لئے تیسری سورہ بطور تغلیب سورہ اخلاص مراد ہے چنانچہ بخاری ص ۷۵ پر تصریح ہے کہ جمع کفیه ثم نفث فیہما فقرا فیہما قل هو اللہ احد

وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس ثم يمسح بهما ما استطاع من جسده الز - نیز
۵۵۵ کی حدیث میں بھی تصریح ہے نفث فی کفیه بقل هو اللہ احد وبالعوذتین جمیعاً ثم یمسح
بہما وجہہ وما بلغت یداہ من جسده الخ -

۲۳۷ - حد ثنا معلى بن أسد قال حدثنا عبد العزيز بن مختار قال حدثنا هشام بن
عروة عن عباد بن عبد الله بن الزبير أن عائشة أخبرته أنها سمعت النبي صلى الله عليه
وسلم واصفئ إليه قبل أن يموت وهو مسند إلى ظهره يقول اللهم اغفر لي وارحمني و
الْحَقْنِي بِالرَّقِيقِ -

ترجمہ: حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آنحضرت وفات سے
پہلے اپنی پشت مبارک سے میرا سہارا لئے ہوئے تھے حضرت عائشہ نے یعنی میں نے کان لگا کر سنا کہ حضور
فرما رہے تھے اے اللہ میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم کر اور رقیقوں سے مجھے ملا دیجئے ۔

مطابقتہ للترجمة تؤخذ " قبل ان يموت "

تشریحات

۲۳۸ - حد ثنا الصلت بن محمد قال حدثنا ابو عوانة عن هلال الوزان عن عروة بن
الزبير عن عائشة قالت قال النبي صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي لم يقم منه لعن
الله اليهود اتخذوا قبور انبيائهم مساجد قالت عائشة لولا ذلك لأبرز قبره حتى
أن يتخذ مسجداً -

ترجمہ: حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیماری میں جس سے (اچھے ہو کر)
اٹھ نہ سکے (یعنی مرض الوفا میں) فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہودیوں پر جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو
سجدہ گاہ بنالیا، حضرت عائشہ نے فرمایا اگر یہ خطر نہ ہوتا تو آپ کی قبر کھلی رکھی جاتی لیکن آپ کو یہ خطر لاحق ہوا
کہ کہیں آپ کی قبر کو بھی سجدہ گاہ نہ بنالیا جائے ۔

مطابقتہ للترجمة " في مرضه الذي لم يقم منه "

تشریحات

والحدیث من ابن کثیر ۱۷۷ وہنا فی المغازی ۶۳۹ -

۲۳۹ - حد ثنا سعيد بن عفير قال حدثني الليث قال حدثني عمير بن بن شهاب
قال اخبرني عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود أن عائشة زوج النبي صلى الله
عليه وسلم قالت لما ثقل رسول الله صلى الله عليه وسلم واشتد به وجعه استاذن
ازواجه ان يعرض في بيتي فأذن له فخرج وهو بين الرجلين تحط رجلاه في الأرض بين
عباس بن عبد المطلب وبين رجل آخر قال عبيد الله فاخبرني عبد الله بالذي قالت
عائشة فقال لي عبد الله بن عباس هل تدري من الرجل الآخر الذي لم نسم عائشة

قال قلت لا قال ابن عباس هو علي فكانت عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم
تحدثت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لها دخل بيتي واشتد به وجعه قال هريقوا
علي من سبع قريب لم تحلل أو كيتهم لعلهم يهدوا إلى الناس فاجلسنا في مخضب لحفصة
زوج النبي صلى الله عليه وسلم ثم طفقنا نصبت عليه من تلك القرب حتى طفق يثبير
اليدايده أن قد فعلت قالت ثم خرج إلى الناس فصلى لهم وخطبهم واخبرني عبيد الله
بن عبد الله بن عتبة أن عائشة وعبد الله بن عباس قال لهما نزل برسول الله صلى الله
عليه وسلم طفق يطرح خميصة له على وجهه فاذا اغتم كشفها عن وجهه وهو كذلك
يقول لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبورا أنبيائهم مساجد يحذر ما صنعوا
اخبرني عبيد الله أن عائشة قالت لقد رجعت رسول الله صلى الله عليه وسلم في
ذلك وما حملني على كثرة مراجعته إلا أنه لم يقع في قلبي أن يعبت الناس بعده رجلا
قام مقامه أبدا ولا كنت أرى أنه لن يقوم أحدا مقامه إلا تشاءم الناس به فاروت أن
يعبد ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أبي بكر قال أبو عبد الله رواه ابن
عمرو أبو موسى وابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم -

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار
ہوئے اور آپ کے مرض نے شدت اختیار کر لی تو آپ نے اپنی دوسری بیویوں سے اس بات کی اجازت لی کہ آپ
کی تیمارداری میرے گھر میں کی جائے انہوں نے آپ کو اجازت دے دی تو آپ (حضرت میمونہ کے گھر سے) دو آدمیوں
کے درمیان سہارا لے کر نکلے آپ کے دونوں پاؤں (گمزوری کی وجہ سے) زمین پر گھسٹ رہے تھے، آپ حضرت
عباس بن عبد المطلب اور ایک اور دوسرے آدمی کے درمیان سہارا لے کر نکلے تھے عبيد اللہ (راوی حدیث)
نے بیان کیا کہ پھر میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث عبد اللہ بن عباس سے بیان کیا تو عبد اللہ بن عباس نے مجھ سے
کہا: ”کیا تم جانتے ہو وہ دوسرا آدمی جن کا نام عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہیں لیا کون تھا؟ بیان کیا کہ میں نے عرض کیا کہ نہیں، ابن عباس
نے فرمایا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی تھیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے گھر میں داخل ہوئے اور آپ کا مرض بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا: ”میرے اوپر ایسے
سات مشکوں کا پانی ڈالو جن کے جند نہ کھولے گئے ہوں شاید کہ کچھ تخفیف پر میں لوگوں کو وصیت کر سکوں چنانچہ
میں نے آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لگن میں بٹھایا اور ہم آپ پر ان مشکوں سے
پانی ڈالنے لگے آخر انھوں نے اپنے ہاتھ سے ہماری طرف اشارہ کرنے لگے کہ بس کر دو تم نے حکم کی تعمیل کر دی، عائشہ رضی
اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر آپ لوگوں کے طرف نکلے اور انہیں نماز پڑھائی اور خطاب کیا۔ زہری کا بیان ہے کہ مجھے عبيد اللہ
بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبد اللہ بن عباس نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم پر بیماری نازل ہوئی تو اپنی چادر اپنے چہرے پر ڈال لیتے تھے پھر جب (گرمی سے) گھبراتے تو چہرے سے

ہٹا دیتے اور آپ اسی حالت میں فرماتے تھے ”یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا آپ اپنی امت کو اس عمل سے ڈراتے تھے (متنبہ کرتے تھے) جو یہود و نصاریٰ نے کیا، زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے عبید اللہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے اس معاملہ (یعنی ایام مرض میں ابو بکرؓ کی امامت کے سلسلے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار پوچھا اور میں آپ سے بار بار صرف اس وجہ سے رجوع کر رہی تھی کہ میں یہ نہیں سمجھ سکی کہ آپ کے بعد جو کوئی آپ کے قائم مقام (جانشین) ہو گا اس سے لوگ محبت رکھیں گے بلکہ میرا خیال تھا کہ لوگ اس سے بدفالی لیں گے (متحوس سمجھیں گے) اس لئے میں چاہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر سے اعراض کر لیں (یعنی امامت سے معاف رکھیں اور دوسرے کو امامت کا حکم دیں)۔ ابو عبد اللہ یعنی امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو عبد اللہ بن عمر اور ابو موسیٰ اشعری اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

نوٹ: ابو موسیٰ اشعریؒ کی روایت بخاری جلد اول ص ۹۳ پر اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ کی روایت ص ۹۵ پر ملاحظہ فرمائے۔

مطابقت للترجمة فی قوله ”واشتد به وجعه“

تشریحات

والحدیث مضیٰ فی الطہارت ص ۳۲ و فی الہبۃ ص ۲۵۲ و فی الجہاد ص ۲۳۷ و ہناتی المغازی ص ۲۳۹

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ آپ فضل بن عباس اور اسامہ کے درمیان نکلے، اور ایک روایت میں ہے کہ فضل اور لوبان کے درمیان نکلے۔

فوائد

علماء نے تطبیق بین الروایات کے لئے کہا ہے کہ آپ کا خروج ایام مرض میں متعدد بار ہوا ہے اور متعدد حضرات کے سہارے نکلے۔

اور یہ جو فرمایا گیا سات مشک پانی کے متعلق تو اس کی حکمت یہ ہے کہ اس عدد کی خاصیت ہے زہر اور سحر کا ازالہ، چنانچہ ولوغ کلب کے اندر سات مرتبہ دھونے کی وجہ بھی ازالہ زہر ہے نہ کہ نجاست کیونکہ تین مرتبہ دھونے سے برتن پاک ہو جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کتے کے لعاب میں زہر ہے جس کے دور کرنے کے لئے سات مرتبہ دھونے کا حکم ہے۔

نیز حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص صبح کو جوہ کھجوریں سات عدد کھالے اس کو اس دن نہ سحر اثر کرے گا اور نہ زہر۔ نیز نسائی شریف میں مریض پر سات مرتبہ سورہ فاتحہ دم کرنا آیا ہے۔

۲۳۰ - حد ثنا عبد اللہ بن یوسف حد ثنا اللیث قال حدثنی ابن الہمام عن عبد الرحمن بن القاسم عن ابیہ عن عائشہ قالت مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم و انتہ لبین حاقنقی و ذاقنقی فلا اکرہ بشدۃ الموت لاحد ابدا بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ میرے حلق اور سینہ کے درمیان (سر رکھے ہوئے) تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کی شدت سکرات) کے بعد کسی کی شدت موت

کو کبھی برا نہیں سمجھتی ہوں۔

مطابقتہ للترجمة "مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم"
والحدیث ہنأ فی المغازی ص ۶۳۹۔

تشریحات

۴۱۱ - حدیثی اسحق قال اخبرنا بشر بن مشعب بن ابی حمزة قال حدثنی ابی من الزہری قال اخبرنی عبد اللہ بن کعب بن مالک الانصاری وكان کعب بن مالک أحد الثلاثة الذین تبع علیہم ان عبد اللہ بن عباس اخبرہ ان علی بن ابی طالب خرج من عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وجعہ الذی توفی فیہ فقال الناس یا ابا حسن کیف أصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال أصبح بحمد اللہ بارئاً فاخذہ یدہ عباس بن عبد المطلب فقال له انت واللو بعد ثلاث عبد الصا وانی واھو لاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوف يتوفی من وجعہ هذا انی لأعرف وجعہ بنی عبد المطلب منذ الميت اذ هب بنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلقنسا له فیمن هذا الامران كان فینا علینا ذالک وان كان فی غیرنا علمناہ فأوصی بنا فقال علی انا واللہ لئن سألتنا ہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنحنناھا لا یعطینا ما الناس بعدہ وانی واللہ لا اسألہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: عبد اللہ بن کعب بن مالک انصاری نے بیان کیا (ان کے والد کعب بن مالک ان تین صحابہ میں سے ایک تھے جن کی توبہ قبول ہوئی تھی یعنی مزوہ بک میں شرکت نہ کر نیک گناہ معاف کر دیا گیا تھا) انہیں عبد اللہ بن عباس نے خبر دی کہ حضرت علی بن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر آئے اس بیماری میں جس میں آپ نے وفات پائی تھی، لوگوں نے دریافت کیا کہ ابو حسن (کنیت حضرت علی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس حال میں صبح کی؟ (یعنی آج کیا حال ہے؟) حضرت علی نے کہا بحمد اللہ آج آپ اچھے ہیں پھر عباس بن عبد المطلب نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کے کہا کہ تو خدا کی قسم تین دن کے بعد لاٹھی کا غلام (مذکور) ہو گا اور خدا کی قسم تم سمجھتا ہوں (ایسے آثار نظر آرہے ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں وفات پائیں گے موت کے وقت بنو عبد المطلب کے چہروں کو میں پہچانتا ہوں، تم ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو تاکہ ہم آپ سے دریافت کر لیں کہ یہ معاملہ کس کے ہاتھ میں ہو گا (یعنی آپ کے بعد خلافت کسے ملے گی؟) اگر ہم (ذنی ہاشم) میں ہوگی تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر ہمارے غیر میں ہوگی تو وہ بھی ہمیں معلوم ہو جائیگا، پھر حضور اکرمؐ ہمارے متعلق (ہونے والے خلیفہ کو) کچھ وصیت کر دیں گے اس پر علیؑ نے کہا خدا کی قسم اگر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خلافت کے متعلق پوچھا اور آپ نے اس کا انکار کر دیا تو لوگ ہم کو آپ کے بعد کسی خلافت نہیں دیں گے میں تو خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ نہ پوچھوں گا۔

مطابقتہ للترجمة "وفی وجعہ الذی توفی فیہ"
والحدیث ہنأ ص ۶۳۹ ویاتی فی الاستبذان ص ۹۲۴۔

تشریحات

وقت فراست اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عباسؑ کے تجربات بہت تھے اور ان کی قوت فراست تھی

کہ آثار و علامات سے انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ آنحضرتؐ نہیں ٹھہریں گے میں خاندانِ عبدالمطلب کے چہرے بوقتِ گرگِ پہاں تاہوں
نیز اس حدیث سے سیدنا حضرت علی بن ابی طالبؑ کی بھی فریاد اور درویشی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کو صحابہ
کی جماعت کا اندازہ تھا کہ افضل البشر لیلہ الاہنیاء وغیرہ کی موجودگی کی وجہ سے اگر آنحضرتؐ نے ہماری خلافت کا انکار کر دیا تو لوگوں
کو ایک سند ہاتھ آجائیگی وہ پھر بھی ہماری خلافت پر راضی نہیں ہوں گے لیکن اگر معاملہ سکوت کا رہا تو ممکن ہے کہ لوگ ہماری قرابت و
فضیلت کا خیال کر کے خلیفہ قبول کر لیں اور بھرا لہذا ایسا ہوا کہ آپؐ جو تھے خلیفہ راشد ہیں۔

۲۲۲ - حدیثنا سعید بن عفیر قال حدثنی اللیث قال حدثنی عقیل بن ابی شہاب قال حدثنی انس بن
ملاک ان المسلمین بینا ہم فی صلوة الفجر من یوم الاثنين والیوم ینصلي لہم ثم یفجأہم الارسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قد کشف ستر حجرۃ عائشۃ فنظر الیہم وهم فی صفوف الصلوة ثم تبسّم یضحک
فتکس ابو بکر علی عقبیہ لیصل الصف ولحق ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوردان ینخرج الی الصلوة
فقال انس و ہم المسلمون ان یفتتوا فی صلاتہم فرحبا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانشأ الیہم بید رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان اتوا صلاتکم ثم دخل الحجرۃ و ارنی البیتر۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ مسلمان دو شنبہ کے دن فجر کی نماز میں تھے اور حضرت ابو بکرؓ ان کو نماز پڑھا رہے تھے
اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے آپؐ نے عائشہؓ کے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کی طرف دیکھا صحابہ نماز میں مصف بستہ
کھڑے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر ہنستے ہوئے مسکرایا حضرت ابو بکرؓ اپنے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے تاکہ صف
میں پہنچ جائیں (یعنی ابو بکر ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے تاکہ قبلہ سے انحراف نہ ہو) ابو بکرؓ نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز
کی طرف تشریف لانے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ انسؓ نے بیان کیا کہ یہ تھا کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی وجہ سے
اپنی نماز کے بارے میں آزمائش میں پڑ جاتے (یعنی حضور اکرمؐ کو دیکھتے ہی مارے خوشی کے نماز کو گڑ بڑ کر کے توڑ دیتے) لیکن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تم لوگ اپنی نماز پوری کرو، پھر آپؐ حجرہ کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ ڈال لیا۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمۃ ”لوخذ من تمت لہذا الحدیث من روایۃ ابی الیمان عن شعبہ“ ”فتونی من یومہ“
یعنی حضرت انسؓ کی روایت کو امام بخاریؒ نے کتاب الصلوٰۃ میں بھی لایا ہے جس میں یہ

اضافہ ہے ”وارخی السترفتونی من یومہ صلی اللہ علیہ وسلم“

والحدیث مضی فی الصلوٰۃ ص ۹۳ تا ص ۹۴ و ہنای المغازی ص ۶۳۔

فوائد | اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس آخری روز آنحضرتؐ نے نماز نہیں پڑھائی اور اسی روز آپؐ نے عالم فانی
سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔

۲۲۳ - حدیثنا محمد بن عبید قال حدثنا عیسیٰ بن یونس عن عمر بن سعید قال
اخبرنی ابن ابی ملیکہ ان اباعمر و ذکوان مولى عائشۃ اخبرہ ان عائشۃ کانت تقول ان
من نعم اللہ علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توفی فی بیتی و فی یومی و بین سحری
ونحری وان اللہ جمع بین ریقی و ریقیہ عند موتہ دخل علی عبد الرحمن و بیبہ

السُّوَالِكُ وَأَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ وَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ
السُّوَالِكُ فَقُلْتُ أَخَذَهُ لَكَ فَاشَارِ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعْمَ فَتَنَاوَلْتَهُ فَاسْتَدَّ عَلَيْهِ وَقُلْتُ أَلَيْسَ لَكَ فَاشَارُ
بِرَأْسِهِ أَنْ نَعْمَ فَلَيْسَتْهُ فَامْرَةٌ وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكُوعٌ أَوْ عُلْبَةٌ يَشْكُ عَمْرُ فِيهَا مَاءٌ فَجَعَلَ يَدْخُلُ
يَدِيهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكْرَاتٍ ثُمَّ نَسَبَ يَدَهُ فَجَعَلَ
يَقُولُ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى حَتَّى قَبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ -

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ کے انعامات میں سے ایک نعمت مجھ پر یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں اور میری باری کے دن ہوئی اور میرے سینہ اور منہ کی کے درمیان ہوئی، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی وفات کے وقت میرا لعاب دہن آپ کے لعاب دہن کے ساتھ ملا دیا تھا۔

(جس کا بیان اس طرح ہے کہ عبدالرحمنؓ میرے بھائی) میرے پاس آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک مسواک تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آپ اس مسواک کو دیکھ رہے ہیں میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک چاہتے ہیں اس لئے میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا یہ مسواک آپ کے لئے ہے لوں؟ آپ نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں میں نے وہ مسواک ان سے لے لی آنحضرتؐ سے جہاں سکے میں لے کر پوچھا آپ کے لئے میں اسے نرم کر دوں؟ آپ نے سر کے اشارہ سے فرمایا ہاں چنانچہ میں نے مسواک نرم کر دی، آپ کے سامنے ایک بڑا پیالہ تھا چمڑے کا یا لکڑی کا (راوی حدیث) عمر کو اس سلسلے میں شک تھا اس کے اندر پانی تھا آپ بار بار اپنے دونوں ہاتھ پانی میں داخل کرتے اور پھر اپنے چہرے پر پھیرتے اور فرماتے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ان للموت سكرات - (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک موت کی بڑی سختیاں ہیں پھر آپ نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور فرماتے لگے "فی الرفیق الاعلیٰ" یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی اور ہاتھ نیچے آ گیا۔

مطابقتہ للترجمة "حتى قبض"

تشریحات

والحدیث مضمی ۶۳۸ و ہنا ص ۶۴۰ -

۴۴۳ - حدثنا اسمعيل قال حدثني سليمان بن بلال قال حدثنا هشام بن عروة قال
أخبرني أبي عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسأل في مرضه الذي
مات فيه يقول أين أنا عند أين أنا عند أريد يوم عائشة فاذن له أزواجه يَكُونُ
حيث شاء فكان في بيت عائشة حتى مات عند ما قالت عائشة فمات في اليوم الذي
كان يدور علي في بيتي فقبضه الله وإن رأسه لبين نحري وسحري وخالط ريقه ريتي
ثم قالت دخل عبد الرحمن بن أبي بكر ومعهم سواك يستن به فنظر إليه رسول الله
صلى الله عليه وسلم فقلت له أعطني هذا السواك يا عبد الرحمن فاعطانيه فقبضته ثم
مفغته فاعطيته رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستن به وهو مستند إلى
صدري -

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الموت میں پوچھتے رہتے تھے کہ میں کہاں ہوں گا، میں میرا قیام کہاں ہو گا؟ آپ عائشہؓ ہی باری کے منتظر تھے تو اذواج مطہرات نے آپ کو اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں چنانچہ آپ وفات تک حضرت عائشہؓ ہی کے مکان میں رہے۔

عائشہؓ نے بیان کیا کہ آپ کی وفات اس دن ہوئی جس دن قاعدے کے مطابق میرے یہاں آپ کے قیام کی باڑی تھی، رحلت کے وقت میرے مبارک سینہ اور منہ کے درمیان تھا اور آپ کا عاب مبارک میرے ٹھوک کے ساتھ ملا تھا، عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ عبد الرحمن بن ابی بکر داخل ہوئے اور ان کے ہاتھ میں استواء کے قابل سواک تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سواک کو دیکھا تو میں نے کہا عبد الرحمن یہ سواک مجھے دے دو انہوں نے سواک مجھے دے دی میں نے اسے تراش کر دانتوں سے چھایا یعنی نرم کیا پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی پھر آپ نے وہ سواک کی اس وقت آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوتے تھے۔

مطابقتہ للتوجهة: فی مرضہ الذی مات فیہ // فاذن بتخفيف النون فی نسخة بتشديد
النون بصيغة الجمع الموت وازواجه فاعلمه حال طريقه سرفی ای بسبب السواک۔

تشریحات

۲۴۵- حد ثنا مسلم بن حریب قال حدثنا حماد بن زید عن ابي جوب عن ابن ابي مليكة عن عائشة قالت توفي النبي صلى الله عليه وسلم في بيتي وفي رومي وبين محوري ونحوي وكان احدنا يعوذ به بعد عاهة او امرض فذهبت اعوذه فرفع به اسم الله السام وقال في الرفيق الاطلا في الرفيق الاطلا ومر عبد الرحمن بن ابي بكر في يد جويده فربطه فظنوا اليه النبي صلى الله عليه وسلم فظننت ان له بها حاجة فاحذتها فمضت راسها ونفستهما نذفتها اليه فاستن بها كاحسن ما كان مستأثرا ولينها فسقطت بها او سقطت من يده فبسم الله بين ربي ورسوله في اخر يوم من الدنيا واول يوم من الاخرة۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں میری باری کے دن میرے سینے اور منہ کے درمیان ہوئی، ہم لوگوں کا قاعدہ تھا کہ جب آپ بیمار پڑتے تو ہم آپ کی صحت کے لئے وعائیں کرتے، میں نے آپ کے لئے اس بیماری میں، عدلہ کی شروا کر دی، یعنی معوذات پڑھ کر، پھر آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمانے لگے کہ فی الرفیق الاطلا فی الرفیق الاطلا اور عبد الرحمن بن ابی بکر آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک تازہ ٹہنی دسواک تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو میں بھڑکی کہ آپ کو اس کی ضرورت ہے، یعنی آپ سواک کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ میں نے اس سے ٹہنی لے لی پھر میں نے اس کا سر چبا کر اس کو جھاڑا پھر میں نے آپ کو دی پھر آپ نے اس سے سواک کی جس طرح آپ پہلے سواک کیا کرتے تھے اس سے اچھی طرح سے کیا پھر آپ وہ سواک مجھے دینے لگے تو آپ کا ہاتھ گر گیا یا براوی کو ٹھک ہے کہ یا عائشہؓ نے یہ فرمایا کہ سواک آپ کے ہاتھ سے گر گیا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب اور آپ کے لعاب مبارک کو اس دن جمع کر دیا جو آپ کی دنیا کی زندگی کا آخری دن اور آخرت کی زندگی کا سب سے پہلا دن تھا۔

مطابقتہ للتوجهة: توفي النبي صلى الله عليه وسلم في بيتي //

تشریحات

۴۴۲ء حد ثنا بھی بن بکیر قال حدثنا اللیث بن عقیل عن ابن شہاب قال اخبرنی ابو سلمة ان
 عائشة اخبرته ان ابا بکر اقبل على فرس من مسكنه بالسنخ حتى نزل فدخل المسجد فلم يكلم الناس
 حتى دخل على عائشة فتيقن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو معني بثوب خيرة فكشف عن وجهه
 فركب عليه ثقبته وكنى ثعر قال بالحيات واتي والله لا يجمع الله عليك مؤتئين اما الموتة التي
 كنت عليك فقد متها قال الزهري وحدثني ابو سلمة عن عبد الله بن عباس ان ابا بکر خرج وعمر
 يكلم الناس فقال اجلس يا عمر فاني عمر بن ان يجلس فاقبل الناس اليه وتركوا عمر فقال ابو
 بکر اما همد من كان منكرب عبد محمدا فان محمد اقدمت ومن كان منكرب عبد الله فان الله
 حق لا يموت قال الله تعالى وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل الى
 الشاكرين وقال الله نكان الناس لعمري علموا ان الله انزل هذا الآية حتى تلاها ابو بکر
 فتلقاها منه الناس كلهم فما سمع بشر من الناس الا يتلوها اخبرني سعيد بن
 المسيب ان عمر قال والله ما هو الا ان سمعت ابا بکر تلاها فقوتت حتى ما تقفني رجلا
 وحق اهويت الى الارض حين سمعته تلاها ان النبي صلى الله عليه وسلم قد مات
 ترجمہ حضرت عائشہ رضی نے بیان فرمایا کہ جب حضور اقدس کی وفات ہو گئی تو حضرت ابو بکرؓ اپنی قیام گاہ
 سے گھوڑے پر اٹے اور گھوڑے سے اتر کر مسجد میں گئے، آپؓ نے کسی شخص سے کوئی بات نہیں کی اور آپؓ
 عائشہ کے پاس پہنچے میرے حجرہ میں اٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے آنحضرتؐ ایک بیٹھی
 چادر سے ڈھکے ہوئے تھے ابو بکرؓ نے آپؐ کا چہرہ اور کھولا اور جھک کر بوسہ لیا اور رونے لگے پھر فرمایا میرے
 ماں باپ آپؐ پر خدا ہوں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو سو تیس جمع نہیں کرے گا بس ایک موت جو آپؐ کے
 لئے تھی تمہاری شادائی انتک قبیتا وہ ہو چکی۔

زہری نے بیان کیا کہ محمد سے ابو سلمہ نے عبد اللہ بن عباس سے یہ روایت بیان کی کہ ابو بکرؓ حجرہ شریف
 سے باہر آئے اس وقت عمرؓ جو شام میں بھرے ہوئے لوگوں سے ہاتھ کر رہے تھے یعنی عمرؓ کہہ رہے تھے کہ
 حضورؐ کا ابھی انتقال نہیں ہوا ہے جو ایسا کہجے گا اس کی گردن اڑا دوں گا، ابو بکرؓ نے کہا کہ عمرؓ بیٹھ جاؤ لیکن عمرؓ
 نے بیٹھنے سے انکار کیا پھر سارے لوگ حضرت ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہو گئے اور عمرؓ کو چھوڑ دیا حضرت ابو بکرؓ
 نے فرمایا اصاب بعد احم میں سے جو بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کا انتقال ہو گیا اور جو تم میں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ بیشک اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا وما
 محمد الا رسول الا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف خدا کے رسول ہیں اور ان سے پہلے بہت سے رسول گذر
 چکے ہیں ارشاد شاگرد بن بکر حضرت عباسؓ کا بیان ہے جب ابو بکرؓ نے یہ تلاوت کی تو، خدا کی قسم ایسا معلوم
 ہوا کہ جیسے پہلے سے لوگوں کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے اور جب ابو بکرؓ نے اس آیت
 کی تلاوت کی تو سب نے آپؓ سے یہ آیت سیکھی ہے، اب یہ حال تھا کہ جس کو دیکھو سب اسی آیت کی تلاوت کر رہے
 تھے۔ زہری نے بیان کیا کہ پھر محمد سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم ایسا محسوس ہوا

کہ میرے علم میں یہ آیت تھی ہی نہیں رہی میں نے یہ آیت سنی ہی دہی جب ابو بکرؓ نے اس کی تلاوت کی تو میں نے سنا کہ حضورؐ کی وفات ہو گئی ابھر تو میں کانپ اٹھا یعنی میرا ہوش جاتا رہا میں سکتے میں آ گیا یہاں تک کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھاتے تھے جس وقت میں نے ابو بکرؓ کو تلاوت کرتے سنا کہ حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں زمین پر گر کر پڑا۔

مطابقتہ للترجمة أما الطوثة التي كتبت عليها فقد منها

والحدیث قد مضی فی کتاب الجنائز ص ۱۳۶ و ہنالی المعازی ص ۱۳۶ علی من مسکنہ

تشریح مکات

ای مسکنہ مزوجہ بنت خارجه وكان عليه الصلوة والسلام اذن له في الذهاب اليها. استمع بعم السيين المهله بعد ما توفى ساكنة وبضها فعلم مهله عوالى المدينة في منازل بنى العارث بن الطرسج وهو مشفى بعم الميم وفق الفين والشين المشددة اى غطى. بثوب عبوة بكسر الحاء المهله وفق المرحلة واضافت ثوب اليه وبتنوين ثوب فعبوة صفت وهو من ثياب البهد (مطلاني)

دوشنبہ کا دن یوم الوصال ہے جس میں سید الاولیاء والاخرین خاتم الانبیاء والمرسلین

یوم الوصال اور صحابہ کا اضطراب

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کے وقت اپنی قیام گاہ حجرہ عائشہ کا پردہ اٹھا کر صحابہ کو جماعت سے بنا پڑھتے دیکھا اور رسم فرمایا مکان وجہہ ورتة مصحف چہرہ انور کا یہ حال کہ گویا مصحف شریف کا ایک ورق ہے یعنی سفید اور منور ہو گیا ہے حضرت ابو بکرؓ نماز فجر پڑھا رہے تھے ابو بکر صدیقؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ کر صف میں مل جائیں کیونکہ ابو بکرؓ نے سجا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں شریک پہننا چاہتے ہیں صحابہ کا تو یہ حال ہوا کہ فرط مسرت سے کہیں نماز نہ توڑ ڈالیں مگر حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضعف و ناتوانی کی وجہ سے زیادہ کھڑے نہ ہو سکے حجرہ کا پردہ گر کر اندر تشریف لے گئے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ جب صبح نماز سے فارغ ہوئے تو سیدھے حجرہ مبارکہ میں گئے اور آپ کو دیکھ کر عائشہ صدیقہؓ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اب سکون ہے جو کرب و غم پہلے تھی وہ اب جاتی رہی اور چونکہ یہ دن ابو بکرؓ کی دو بیویوں میں سے حبیبہ بنت خارجه کی نوبت کا دن تھا جو مدینہ سے باہر مسجد نبوی سے ایک کوس کے فاصلہ پر بمقام شیخ رہتی تھی ابو بکرؓ حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر سچ چلے گئے ادھر اسی روز زوال کے وقت روح مبارک عالم ہالاکو پردہ ادا کر گئی۔

انا لله وانا اليه راجعون۔

اس خبر قیامت کا آخر کا نوں میں پہنچنا تھا کہ قیامت آگئی اس جاں گزینہ واقعہ کو سنتے ہی صحابہ کے ہوش اڑ گئے اور مدینہ کے حالات کیا سے

صحابہ کا اضطراب

ہو گئے؟ الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں، حدیث میں آتا ہے کہ مسجد نبوی میں پہلے منبر پر تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک ٹکڑی پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جب منبر بنا اور آپ منبر پر تشریف

لے گئے تو بے جان لکڑی اس فراق کو برداشت نہ کر سکی رونے لگی اور اتنے زور سے رونی کہ صحابہ نے اس کے رونے کی آواز سنی جب اتنے سے فراق کا بے جان لکڑی پر یہ اثر ہوا تو ظاہر ہے کہ صحابہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کا کیا اثر ہوا ہوگا؟ صحابہ کرام کی زبان حال یہ کچھ رہی تھی۔

سے دکنٹ اسی کا موت من میں شانتہ۔ کلکف بیین کان موعدا الشتر
 میں تو ایک گھڑی ہی کی جدائی کو موت سمجھتا تھا بس اس جدائی کا کیا پوچھنا کہ جہاں بقا کا وعدہ حشر ہو۔
 جلیل القدر صحابہ کرام بلا مبالغہ جو اس کھوشی کے عظیم گم ہو گئے، حضرت عثمان غنی پر سکتے کی حالت ہو گئی حضرت علیؑ بیٹھ گئے اور زار و قطار روتے روتے بے ہوش ہو گئے، ایک صحابی عبد اللہ بن ابی اسحاق کے قلب کو ایسا مدہم ہوا کہ وہ برداشت نہ کر سکے جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کی پریشانی کا تو پوچھنا ہی کیا ہے کہ عقل بھی غائب ہو گئی انہوں نے تلوار کھینچ لی اور باواز بند کرنے لگے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا ہے تو اس کو قتل کر دوں گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے پروردگار کے پاس گئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ طور پر خدا تعالیٰ کے پاس گئے اور پھر واپس آگئے خدا کی قسم آپ بھی اسی طرح واپس آئیں گے اور منافقوں کا قلع قمع کریں گے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ چونکہ وفات کے وقت موجود نہ تھے وہ منیٰ میں تھے، جب منیٰ میں اس جاں گماز حادثہ کی خبر پہنچی تو فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ پہنچے اور مسجد نبوی کے پاس آ کر حضرت عائشہؓ کی اجازت سے حجرہ میں داخل ہوئے اور پھر انور سے چادر بٹھا کر پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور روتے ہوئے فرمایا میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو دو مرتبہ موت کا مزہ نہیں چکھایا کرتے حضرت ابو بکرؓ کا مقصد ان لوگوں کا رد کرنا تھا جو یہ کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ پھر زندہ ہوں گے۔
 ۱۳۲۷۔ حدیثی عبد اللہ بن ابی شیبہ قال حد ثنا ابی بن سعید عن سفین عن موسیٰ بن ابی عائشہ عن عید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ عن عائشہ و ابن عباس ان ابابکر قبل ان ینبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابو بکرؓ نے آپ کو بوسہ دیا۔

مطابق الترجمة فی قولہ "بعد موتہ"

والحدیث ہذا متصلۃ ایضاً بآی متصلۃ

تشریح

۱۳۲۸۔ حدیثی علی قال حد ثنا ابی و من اذ قالت عائشہ لذنباہ فی مرضہ جعل یشبہا لیبنا ان لا تلدون فی قتلنا کراہیۃ المریض للذواہم لنا افاق قال المرء ان حکم ان تلدون فی قتلنا کراہیۃ المریض فقال لا یبقی احد فی البیت الا للذواہم لنا انظر الا العباس فانہ لم یشد کمرہ و اہ ابن ابی الزناد من ہذا عن ابیہ عن عائشہ عن ابی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ۔ ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے عیسیٰ بن سعید نے بیان کیا
 عبد اللہ بن ابی شیبہ کی حدیث بالا کی طرح لیکن علی بن عبد اللہ نے اپنی اس روایت میں اتنا اضافہ کیا ہے
 کہ عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کے مرض میں ہم لوگوں نے آپ کے منہ میں دو اڈالی تو آپ اشارہ سے
 بتانے لگے کہ میرے منہ میں دو امت ڈالو، مگر ہم نے سمجھا کہ منع کرنا ایسا ہے جیسا کہ مریض عام طور پر دوا
 کو ناپسند کرتا ہے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا تو فرمایا "کیا میں نے تم لوگوں کو دو اڈالنے
 سے منع نہیں کیا تھا؟" ہم نے عرض کیا کہ آپ نے منع ضرور کیا تھا، لیکن ہم لوگوں نے یہ سمجھا کہ منع ایسا ہی
 ہے جیسے مریض عموماً دوا کو ناپسند کرتا ہے آپ نے فرمایا اب تمہاری سزا یہ ہے، گھر میں جتنے لوگ
 ہیں سب کے منہ میں میرے سامنے دو اڈالی جائے سوائے عباس کے کہ وہ دو اڈالتے وقت تمہارے
 ساتھ شریک نہیں تھے۔

اس حدیث کو عبد الرحمن بن ابی الزناد نے بھی ہشام سے اور انہوں نے اپنے والد عمروہ انہوں نے
 حضرت عائشہؓ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

مطابقتہ للتوحیۃ فی قولہ "فی موضعہ" والحدیث. ص ۱۳۱

تشریحات

دعا "اس کا فاعل عیسیٰ بن سعید القبطان ہے مطلب یہ ہے کہ علی بن مدینی نے
 عبد اللہ بن ابی شیبہ کی موافقت کی ہے عیسیٰ بن سعید القبطان، صرف علی بن مدینی کی روایت عن عیسیٰ بن
 واقعہ لدود کی زیادتی ہے جو عبد اللہ بن ابی شیبہ کی روایت میں نہیں ہے۔

لذذناک بدالین مہملتین ای جعلنا الذوا فی احدھا بنی فہ۔ لذذ بفتح اللام وہ دوا
 منہ کے کنارے سے ڈالی جائے جیسے سقوط وہ دوا جو ناک میں ڈالی جائے۔

کواھیۃ المریض قال عیاض ضبطناہ بالرفع ای ہذا منہ کواھیۃ المریض۔
 وقال ابو البقاء ہو خبر مبتدأ معذوف ای ہذا الامتناع کواھیۃ المریض۔ و
 یجوز النصب علی انہ مفعول لہ ای لاجل کواھیۃ المریض۔ ویجوز انتصابہ
 علی مصدر یہ ای کواھیۃ المریض المدواع۔

فوائد اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بدلہ لینا جائز ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف
 ورزی کی سزا میں فرمایا کہ جن لوگوں نے باوجود منع کے بلا اجازت دو اڈالی ان کی سزا یہ ہے کہ سب کے منہ میں میرے
 سامنے دو اڈالی جائے تو جن لوگوں نے اپنے ہاتھ سے دو اڈالی اس کی سزا تو ظاہر ہے لیکن جن لوگوں نے دوا نہیں
 ڈالی صرف دیکھا تو ان کو اس لئے سزا دی گئی کہ ابن دیکھنے والوں نے منع نہیں کیا حالانکہ نبی عن المنکر لازم تھا۔
 اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان لوگوں سے غایت محبت کی بنا پر سزا دے دی تاکہ کل قیامت کے
 روز نواخذہ سے محفوظ رہے۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ یہ سزا نہیں تھی کیونکہ حضور اکرمؐ اپنی ذاتی تکالیف کے معاملے میں سزا نہیں
 دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے تھے۔ یہاں مقصود تادیب اور تنبیہ ہے نہ کہ سزا۔

۲۲۹ - حد ثنا عبد اللہ بن محمد قال اخبرنا أن زهر قال اخبرنا ابن مؤمن من ابراهيم عن الاسود قال ذكر عند عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم أوصلني إلى علي فقالت من قاله لقد رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وإني لأستبكتك إني صدري فدعا بالطمست فانخنت فمات وما شعرت فكيف أوصلني إلى علي -

ترجمہ: اسود (یعنی ابن زید غنمی، ابراہیم غنمی کے ماموں) نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو اپنا وصی بنا لیا تھا (یعنی وفات کے وقت خلیفہ مقرر کیا تھا) عائشہؓ نے کہا وہ یہ کون کہتا ہے؟ میں نے تو خود دیکھا، میں تو آنحضرتؐ کو (آخر وقت تک) اپنے سینہ سے لگائے بیٹھی تھی آپؐ نے طشت منگوا یا پھر ایک طرف جھک گئے اور انتقال فرمایا اور مجھ کو معلوم نہیں کہ آپؐ نے علیؓ کو کب وصی بنایا؟ حضرت عائشہؓ کا مقصد یہ ہے کہ مرض الموت میں وفات تک تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہی پھر آپؐ نے علیؓ کو کیسے اور کس وقت وصی بنایا؟ میں نے تو نہ دیکھا نہ جانا حالانکہ حضورؐ کی وفات میرے سینے پر ہوئی۔

مطابقتہ ترجمہ "فمات"

تشریحات

والحدیث مرتبی ابو ایوب ۲۸۷ وہناتی المغازی ص ۶۴۱۔

مسئلہ خلافت
اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس صحیح ترین حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے لئے خلافت کی وصیت نہیں فرمائی تھی اور نہ کسی شخص کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا تھا۔

حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی خلافت کی وصیت کی تھی۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو خلافت کے لئے نامزد کیا ہوتا تو ناممکن اور محال تھا کہ صحابہ کرام اس پر عمل نہ کرتے۔

اہل سنت اور اہل تشیع کا سب سے بڑا اختلافی مسئلہ مسئلہ خلافت ہے اس لئے ہم نہایت اختصار کے ساتھ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اختلاف کا منشأ اور مدار کیا ہے؟

شیعوں کے نزدیک خلافت کا دار و مدار قرابت اور علاقہ و مصاہرت (یعنی دامادی) پر ہے اس لئے ظہیوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت سیدنا علیؓ کو ملنی چاہئے تھی کہ وہ آپؐ کے قریبی رشتہ دار تھے اور داماد تھے۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ خلافت نبوی کا دار و مدار تقرب پر ہے نہ کہ قرابت (رشتہ داری) پر، جو شخص سب سے زیادہ خدا اور اس کے رسول کا مقرب ہو گا وہی رسول خدا کا خلیفہ اور جانشین ہو گا۔

خلافت نبوت کا دار و مدار اگر قرابت نسبی پر ہوتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہوتے یا آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ہوتیں بلکہ حضرت فاطمہؓ ہی ہوتیں اور کوئی مردان کی طرف سے کا خلافت کو انجام دیتا جیسا کہ دنیا کا دستور ہے اور حضرت فاطمہؓ کے بعد حضرت حسنؓ پھر حضرت حسینؓ ہوتے اس کے بعد جو تھے خلیفہ حضرت علیؓ

ہوتے، اور اگر علاقہ مصاہرت پر خلافت کا دار و مدار ہوتا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زیادہ مستحق تھے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد تھے۔

معلوم ہوا کہ خلافت کا دار و مدار تقرب و تقویٰ پر ہے اور چونکہ صحابہ کرام دیکھ چکے تھے کہ آنحضرت نے مرض الوفا میں حضرت ابوبکرؓ کو نماز کا امام مقرر کیا، اور بے شمار احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس امر کی تاکید فرمائی کہ نماز کا امام ایسے شخص کو مقرر کریں جو علم و قرأت اور روح و تقویٰ میں سب سے قائل ہو۔ حضرات شیعہ کے نزدیک تو سوائے افضل و اشرف کے کسی کو امام بنانا جائز ہی نہیں۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی جگہ ابوبکرؓ کو امام مقرر کرنا اس امر کی مرئح دلیل ہے کہ حضور اقدسؐ کی نظر میں ابوبکرؓ ہی سب سے زیادہ اعلم اور افضلی ہے جیسا کہ تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ سورہ لیل کی اس آیت سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں (سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار) سے مراد ابوبکرؓ ہیں اور قرآن حکیم میں دوسری جگہ ارشاد الہی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

حضرات شیعہ کو اس امر کا اقرار ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارکہ میں برابر آمد و رفت رکھتے تھے مگر آپؐ نے سوائے ابوبکرؓ کے کسی اور شخص کو امامت کا حکم نہیں دیا۔ صحابہ کرام نے اس امامت سے صدیق اکبرؓ کی خلافت پر استدلال کیا، یہی وجہ ہے کہ جب دو شنبہ کے دن شام کے وقت سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرات انصار نے جمع ہو کر سلسلہ خلافت پر گفتگو کی اور کہا کہ ایک امیر ہم انصار میں سے اور ایک امیر مہاجرین میں سے ہو تو حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا ”الاثمۃ من قریش“ یعنی خلفاء اور امراء قریش میں سے ہوں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب انصار نے یہ کہا ”و منا امیر و منکم امیر“ تو فاروق اعظمؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تین خصوصیتیں بیان کی اور علیؓ کا اعلان فرمایا کہ جلاؤ کر یہ تین خصوصیتیں سوائے ابوبکر کے کسی اور شخص میں بھی جاتی ہیں؟

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو قرآن میں ثانی اثنين اذہما فی الغار فرمایا ابوبکر کو نبی اکرمؐ کا ثانی بتلایا اور آپؐ کا یارِ غار بتلایا۔ دوم یہ کہ ابوبکر کو آپؐ کا صاحب خاص اور محب بااختصاص فرمایا اذ یقول لصاحبہ لا تحزن۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے اپنی معیت خاصہ کو ذکر فرمایا ان اللہ معنا فرمایا، یہ تین فضیلتیں ابوبکرؓ کے لئے نص قرآن سے ثابت ہیں جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ ابوبکر ہی سب سے افضل ہیں اور وہی سب سے زیادہ مستحق خلافت ہیں۔

چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ باجماع مہاجرین و انصار خلیفہ منتخب ہو گئے اور سیدنا علیؓ نے بھی صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی (ماخوذ از سیرت مصطفیٰ وغیرہ)۔

۴۵۰ - حدثنا ابو نعیم قال حدثنا مالک بن مغول من طلحة قال سألت عبد اللہ بن ابی اوفی اوصی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا فقلت کیف کتب علی الناس الوصیۃ او امرنا

یہاں قال اوصنی بکتاب اللہ -

ترجمہ: طلحہ سے روایت ہے کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ سے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت کی تھی؟ (یعنی کیا علیؓ کو وصی بنایا تھا؟) انہوں نے فرمایا کہ نہیں، میں نے پوچھا پھر لوگوں پر وصیت کرنا کیسے فرض ہے؟ یا وصیت کرنے کا حکم کیسے دیا گیا؟ (یعنی وصیت کا مسئلہ پھر کہاں سے آیا جب حضور اقدسؐ سے ثابت نہیں ہے) انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی۔

مطابقتہ للترجمہ من حیث انه مطابق للحديث السابق -

والحدیث مضی فی الوصایا ص ۳۸۲ وہناتی المغازی ص ۶۴۱ -

تشریحات

فوائد | قولہ فقال لا یعنی ما اوصی - اور چونکہ یہاں وصیت کی نفی سے مراد وصی بالامامت یا وصیت بالممال کی نفی ہے اور اوصی بکتاب اللہ سے وصیت بکتاب اللہ کا اثبات ہے اس لئے کوئی تعارض و منافات نہیں ہے۔

۴۵۱ - حد ثنا قتیبة قال حدثنا ابوالاحوص عن ابی اسحق عن عمرو بن الحارث قال مات رسول الله صلى الله عليه وسلم دينارا ولا درهما ولا عبدا ولا امة الا بغلته البيضاء التي كان يركبها وسلاحه وارضنا جعلها لابن السبيل صدقة -

ترجمہ: عمرو بن الحارث (ام المؤمنین جویریہ بنت حارث کے بھائی) سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم، نہ کوئی غلام نہ باندی سوائے اپنے سفید بچے کے جس پر آپ سوار ہوا کرتے تھے اور اپنا ہتھیار اور وہ زین (خبر و فدک میں) جو آپ نے مسافروں کے لئے صدقہ کر دیا تھا۔

مطابقتہ للترجمہ مثل مطابقتہ الحدیث السابق -

والحدیث مر فی الوصایا ص ۳۸۲ وہناتی المغازی ص ۶۴۱ -

تشریحات

۴۵۲ - حد ثنا سليمان بن حرب قال حدثنا حماد عن ثابت عن انس قال لما نزل النبي صلى الله عليه وسلم جعل يتغشاه فقالت فاطمة واكرب اباه فقال لها ليس على ابنيك كرب بعد اليوم فلما ماتت قالت يا ابنة اجاب ربنا دعاه يا ابنة من جنة الفردوس ماواه يا ابنة الى جبريل تنعاه فلما دفن قالت فاطمة يا انس اطابت نفسك ان تحثوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم التراب -

ترجمہ: حضرت انس بن مالک نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدید ہو گئی اور آپ پر عشی طاری ہو نے لگی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا وہ آہ ابا جان کی ہے چینی اس پر حضورؐ نے فاطمہ سے فرمایا آج کے بعد تمہارے والد پر کوئی بے چینی نہیں رہے گی، پھر جب آنحضرتؐ کی وفات ہو گئی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا ہائے ابا جان آپ نے پروردگار کے بلا سے کو قبول کر لیا اے ابا جان جس کا مقام جنت الفردوس ہے، اے ابا جان ہم اس

موت کی خبر جبریلؑ کو سنانے میں پھر جب آنحضرتؐ دفن کر دیئے گئے تو حضرت فاطمہؑ نے کہا ”اے انس کیا تمہارے دل کو اچھا لگا (یعنی تمہارا دل کیسے آمادہ ہوا؟) کہ تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو۔“

تشریحات | مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ ”فلما مات“

۶۴۱۔ بابُ اخْرَما تَکَلَّمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا

۴۵۳۔ حد ثنا بشر بن محمد قال اخبرنا عبد الله قال يونس قال الزهري اخبرني سعيد بن المسيب في رجال من اهل العلم ان عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول وهو صحيح انه لم يقبض نبي حتى يرى مقعده من الجنة ثم يخير فلما نزل به وراسه على فخذي عثي عليه ثم افاق فاشخص بصرة الى سقف البيت ثم قال اللهم الرفيق الاعلى فقلت اذ لا يختارنا وعرفت انه الحديث الذي كان يحدث ثنا وهو صحيح قالت وكانت اخر كلمة تكلم بها اللهم الرفيق الاعلى ترجمه : امام زہری نے بیان کیا کہ سعید بن مسیب نے مجھ سے کئی عالموں کے سامنے (جیسے عروہ بن زبیر وغیرہ) یہ بیان کیا کہ حضرت عائشہؑ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ صحت میں فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی وفات پانے سے پہلے جنت میں اپنی قیام گاہ دیکھ لیتے ہیں پھر اختیار دیا جاتا ہے (کہ چاہیں تو دنیا میں اور رہیں اور اگر چاہیں تو آخرت کو پسند کریں) پھر جب آپؐ پر بیماری نازل ہوئی اور آپؐ کا سر مبارک میری ران پر تھا آپؐ پر غشی طاری ہوئی پھر افاقہ ہوا تو آپؐ نے اپنی نظر گھر کی چیمت کی طرف اٹھالی اور فرمایا اللهم الرفيق الاعلى اے اللہ مجھے بلند رفیقوں میں شامل کرے، میں اسی وقت سمجھ گئی کہ اب آپؐ ہم لوگوں میں رہنا پسند نہیں کریں گے (مطلب یہ ہے کہ میں سمجھ گئی کہ آپؐ کو کبھی اختیار دیا گیا لیکن آپؐ نے آخرت کو ترجیح دے دی) اور مجھ کو وہ حدیث یاد آئی جو آپؐ حالتِ صحت میں ہم سے بیان کرتے تھے (کہ ہر نبی کو وفات سے پہلے اختیار دیا جاتا ہے) حضرت عائشہؑ نے بیان کیا کہ آخری کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا وہ یہی تھا ”اللهم الرفيق الاعلى“

مطابقتہ للترجمۃ ”فكانت اخر كلمة تكلم بها الخ“

والحدیث اخرجه البخاری فی الدعوات ص ۹۳۹ و فی الرقاق ص ۹۶۳ و تاج ص ۹۶۴ و سنن المغازی ص ۶۴۱

تشریحات

روافض کے مفوات و موضوعات | ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؑ کی اس حدیث سے مفوات و روافض کا پردہ بخوبی چاک ہو جاتا ہے

اور روافض نے جو موضوعات پھیلا رکھا ہے اس کی پوری پوری تردید ہو جاتی ہے۔

روافض کے موضوعات میں سے ہے کہ سلمان سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا

حضرت اللہ تعالیٰ ہر پیغمبر کو بتلا دیتا ہے کہ ان کے بعد کون خلیفہ ہوگا تو کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعد کا خلیفہ بتایا ہے؟
 حضور اقدسؐ نے فرمایا ہاں علی بن ابی طالبؑ -

۲ - ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر پیغمبر کا ایک وصی ہوتا ہے اور بیشک میرا وصی علیؑ ہے۔

۳ - ایک روایت میں ہے کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور علیؑ خاتم الادھیاء ہے۔
 ان روایات موضوعہ کو علامہ ابن جوزیؒ نے اپنے موضوعات میں جمع کر دیا ہے کہ یہ احادیث سب کے سب موضوع ہیں حضرات شیعہ نے گڑھ رکھا ہے۔

۶۴ - باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان

۴۵۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانٌ عَنْ يَحْيَىٰ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرًا وَعَشْرِينَ يَوْمًا يُنَزَّلُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ وَالْمَدِينَةَ عَشْرًا -

ترجمہ: حضرت عائشہ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (نبوت کے بعد) دس سال مکہ میں رہے آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا اور (ہجرت کے بعد) مدینہ میں دس سال رہے۔

اشکال و جواب | سب سے پہلا اشکال ترجمہ الباب سے عدم مطابقت کا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ترجمہ الباب سے حدیث کی مطابقت بطریق دلالت التزامی ہے اور وہ اس طرح کہ حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مدینہ منورہ میں دس سال رہا اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ دس سال کی مدت پوری ہونے کے بعد آپ کی وفات ہو گئی پس مطابقت ہو گئی۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ساٹھ سال کی ہوئی اور دوسرے احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کل عمر تریسٹھ برس کی ہوئی۔

جواب یہ ہے کہ روایت مذکورہ میں صرف دہائی کا شمار و اعتبار کیا گیا ہے اور کسور کو چھوڑ دیا گیا جہود طار کے نزدیک صحیح نژاد مشہور قول تریسٹھ ہی ہے نیز بعد والی روایت میں تفریح آرہی ہے۔

دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ قیام مکہ سے مراد فترۃ الوحی کے بعد ہے اور فترۃ الوحی کی مدت تین سال ہے جیسا کہ حدیث مذکور کے الفاظ ینزل علیہ القرآن سے اشارہ بھی موجود ہے کہ قیام مکہ کی وہ مدت دس سال ہے جس میں قرآن کا نزول ہوتا رہا اور ظاہر ہے کہ یہ مدت فترۃ الوحی کے بعد ہی ہے فلا اشکال۔

۴۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْبٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ هُرَّةِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَفَّى وَهُوَ ابْنُ

ثَلَاثٌ وَسِتِّينَ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ وَاخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهُ -
ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر
مبارک تریسٹھ سال کی تھی ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔
تشریحات | مطابقتہ للترجمة "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توفی"
جب وہ علماء کے نزدیک یہی قول اِشہر و معتبر ہے کہ انتقال کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی عمر مبارک تریسٹھ سال کی تھی۔

۶۲۱ - باب

یہ باب بلا ترجمہ ہے۔ فہو کالفصل من الباب السابق۔

۲۵۶ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ تَوَفَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ بَنِي ثَلَاثِينَ
صَاعًا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ ایک یہودی
(ابو انشم) کے یہاں تیس صاع جو کے بدلے میں گروی رکھی ہوئی تھی۔

مطابقتہ للترجمة فی قولہ "توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ"

تشریحات

حیات نبوی کی ایک جھلک | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی درویشانہ اور فقیرانہ
تھی دو دو پہینے تک گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا صرف پانی اور
اکھجور پر گذر تھا۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ کی ایک زرہ (جس کا نام ذات الفضول تھا یہ لوہے کی زرہ تھی) ایک
یہودی کے پاس گروی (یعنی آپ نے اہل و عیال کے لئے یہود سے تیس صاع جو یا اس سے کم قرض لئے یہ زرہ
ایک سال تک گروی پھر سیدنا ابو بکرؓ نے اس یہودی کا قرض ادا کر کے آپ کی زرہ چھڑالی۔

باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامة بن زید فی مرضہ

الذی توفی فیہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض الوفات میں اسامہ بن زید کو جہاد کے لئے روانہ کرنا۔

سریرہ اسامہ بن زیدؓ آخری سریرہ تھا جس کے پیچھے کارسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے حکم دیا۔ ۲۸ صفر بروز دوشنبہ ۱۰ سالہ کو آپ نے رویوں

کے مقابلہ کے لئے تیاری کا حکم دیا اور اسامہ بن زید کو بلا کر فرمایا میں نے تم کو اس فوج کا امیر مقرر کیا اور اپنے باپ کے مقتل اہنی میں جاؤ اور ان پر حملہ کرو یہ مقام اہنی (بضم ہمزہ و سکون باء) ارض بلقاء کے اطراف میں ایک مقام ہے جہاں غزوہ موتہ یعنی سریہ موتہ کی شہادتیں ہوئی تھی جس میں حضرت اسامہ کے والد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت جعفر طیارؓ وغیرہم شہید ہوئے تھے۔

اس کے بعد ۳۰ صفر چہار شنبہ سے آپ کی علالت کا سلسلہ شروع ہو گیا لیکن صحت وفاقہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ ۵ ربیع الاول یوم دو شنبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں منتقل ہو گئے جس کی تفصیل باب مرض النبی میں گذر چکی ہے۔

پنج شنبہ کے روز بیماری کی حالت میں آپ نے اپنے دست مبارک سے نشان درست فرما کر اسامہ کو دیا اور فرمایا: اغز باسم الله وفي سبيل الله فقاتل من كفر بالله يعني الله کے نام پر اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جو خدا کا انکار کرے اس سے مقاتلہ کرو۔

حضرت اسامہ لشامیؓ کو باہر تشریف لائے اور حضرت بریدہ بن حصیب (بضم الحاء مصغرا) اسلمی کے سپرد کیا اور فوج کو مقام جرف (بضم جیم و ضم راہ) میں جمع کیا اور تمام جلیل القدر مہاجرین و انصار لیسرت وہاں آکر جمع ہو گئے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما تو آنحضرت کی تیمارداری کی غرض سے مدینہ واپس آ گئے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما اسامہ امیر فوج سے اجازت لے کر حضور اقدسؐ کو دیکھنے کے لئے آتے تھے جمہرات کے روز جب مرض میں شدت ہوئی اور حضورؐ نماز عشاء کے لئے مسجد میں تشریف نہ لاسکے تو ابوبکرؓ کو امامت نماز کے لئے اپنا خلیفہ مقرر کیا، فوج مقام جرف میں جمع تھی جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر ہے، دو شنبہ کی صبح جب آپ کو سکون ہوا اور صحابہ یہ سمجھے کہ حضورؐ پر نورا چھے ہو گئے تو حضرت اسامہؓ نے روانگی کا قصد کیا اسی تیاری میں تھے کہ حضرت اسامہ کی والدہ ام ایمن نے آدمی بھیجا کہ آپ حالت نزع میں ہیں کچھ ہی دیر کے بعد یہ خبر قیامت اثر کالوں میں پہنچی کہ آپ کا وصال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تمام مدینہ میں تہلکہ مچ گیا اور سب اطفال و خیراں مدینہ واپس آئے آپ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو پہلا کام یہ کیا کہ باوجود مخالفت کے حبش اسامہ کو روانہ کیا اور جرف تک خود مشایعت کے لئے گئے۔ اس طرح حبش اسامہ روانہ ہوا اور چالیس دن کے بعد مظفر و منصور واپس آیا معرکہ میں جو بھی مقابلہ پر آیا اس کو تہ تیغ کیا اور اپنے باپ (زید بن حارثہ) کے قاتل کو قتل کیا اور چلتے وقت ان کے مکانات اور باغات کو نذر آتش کیا صدیق اکبرؓ نے مدینہ سے باہر جا کر ان کا استقبال کیا جب مدینہ میں داخل ہوئے تو مسجد نبویؐ میں شکر کا دو گانہ ادا کیا پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔

۳۵ - حدثنا ابو عاصم الضحاك بن مخلد عن الفضيل بن سليمان قال حدثنا موسى بن عقبة عن سالم عن ابيه استعمل النبي صلى الله عليه وسلم أسامة فقالوا فيه فقال النبي صلى الله عليه وسلم قد بلغني أنكم قلتم في أسامة وإنه أحب الناس لي.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ کو عامل یعنی لشکر کا امیر مقرر کیا تو بعض صحابہ نے ان کے بارے میں باتیں بنائیں (یعنی اسامہ کی امارت پر اعتراض کیا کہ بزرگوں کی موجودگی میں ایک کم عمر بیٹس سالہ نوجوان کو امیر لشکر بنا دیا) اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اسامہ پر اعتراض کر رہے ہو حالانکہ اسامہ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمہ "استعمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ"
 احب الناس الخ ای احب الناس الذین طعنوا فیہ الی یعنی جن لوگوں نے اعتراض کیا ہے ان

تمام لوگوں میں مجھے اسامہ سب سے زیادہ عزیز ہے۔

۲۵۸ - حدثنا اسمعيل قال حدثنا مالك عن عبد الله بن دينار عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث بعثاً وامر عليهم اسامة بن زيد فطعن الناس في امارته فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ان طعنوا في امارته فقد كنتم تطعنون في اماره ابيهم من قبل وائيم الله ان كان تخليفاً للاماره وان كان لمن احب الناس ابي وان هذا لمن احب الناس ابي بعدة -

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (روم کی طرف) ایک لشکر روانہ کیا (یعنی لشکر بھیجنے کا حکم دیا) اور اس کا امیر اسامہ بن زید کو مقرر کیا تو لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا کہ اکابر مہاجرین و انصار کی موجودگی میں ایک کم عمر نوجوان کس طرح امیر ہو سکتا ہے؟ اس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطاب فرمایا "اگر تم اس کی امارت پر اعتراض کرتے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے (تم اس سے پہلے اس کے والد (زیدؓ) کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو اور خدا کی قسم وہ (زید بن حارثہ) امارت کا مستحق تھا (یعنی امیر ہونے کے لائق تھا) اور بلاشبہ مجھے سب سے زیادہ عزیز تھا اور یہ (اس کا بیٹا اسامہ) ان کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔"

تشریحات

مطابقتہ للترجمہ "بعث بعثاً وامر عليهم اسامة بن زيد"
 ايم الله من الفاظ القسم جیسے لعن الله وعبد الله وغیرہ۔

خليفة بفتح الخ ای قال هذا خليفة برای لائق ہے۔ وان كان الخ ای انہ کان الخ مقصديہ ہے کہ جو میرا محبوب اور عزیز ہو اس کی امارت و سرداری تمہیں بخوشی قبول کرنی چاہئے۔
 نقل ہے کہ جب لوگوں کے اعتراض کا علم سیدنا عمر فاروقؓ کو ہوا تو عمرؓ نے لوگوں کو سخت زجر و توبیخ کی۔

۶۴۲ - بَابُ

بالتنوين بلا ترجمہ - فهو كالفصل من الباب السابق -

۲۵۹ - حدثنا اصْبَغ قال اخبرني ابن وهب قال اخبرني عمرو عن ابن ابي حبيب

من ابی الخیر من الصنابجی اِنَّہ قال لہ متی ہاجرت قال خرَجنا من الیمین مہاجرین فقد منا الجحفة فاقبل راكب فقلت لہ الخبر فقال دفننا النبی صلی اللہ علیہ وسلم منذ خمسین قلت هل سمعت فی لیلة القدر شیئا قال نعم اخبرنی بلال مؤذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّہ فی السبع فی العشر الا وَاخر -

ترجمہ: ابو الخیر سے روایت ہے انہوں نے عبدالرحمان بن عسیلہ صنابجی سے نقل کیا کہ ابو الخیر نے صنابجی سے پوچھا کہ آپ نے کب ہجرت کی؟ انہوں نے بیان کیا کہ ہم یمن سے ہجرت کر کے نکلے، جب ہم جحفہ پہنچے تو ایک سوار سناٹے آیا (یعنی مدینہ سے آتے ہوئے ایک سوار سے میری ملاقات ہوئی) ہم نے ان سے پوچھا ”خبر بتلاؤ“ (یعنی مدینہ کی خبر بتلاؤ) اس نے کہا کہ پانچ روز ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم دفن کر چکے ہیں (ابو الخیر کا بیان ہے کہ) میں نے صنابجی سے پوچھا آپ نے لیلة القدر کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن بلال نے مجھ سے بیان کیا کہ لیلة القدر رمضان کے آخری عشرہ کے ساتویں روز (یعنی رمضان کے ستائیسویں کی رات) ہوتی ہے۔

تشریحات ترجمہ الباب سے حدیث کی مطابقت کے لئے یہ سمجھنے کے اصل باب ”باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ ہے یعنی ”دفننا النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ اور بعد کے دو ابواب اصل باب ہی سے متعلق ہیں جو ادنیٰ غور سے معلوم ہو جائے گا۔

صنابجی اسم عبدالرحمن بن عسیلہ ولیس لہ فی صحیح البخاری سوئی ہذا الحدیث وعند ابی داؤد من وجہ آخر عن الصنابجی انہ صلی اللہ علیہ وسلم خلف ابا بکر الصدیق - فاقبل راكب لم اقف علی اسمہ (فتح ۱۲۲)

لیلة القدر کی تفصیل کا محل کتاب الصوم ہے۔

۶۲۲ - باب کَمَ غَزَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات کئے؟

۴۶۰ - حد ثنا عبد اللہ بن رجاء قال حد ثنا اسرا ئیل عن ابی اسحق قال سألت زید بن ارقم کم غزوات مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سبع عشرة قلت کَمَ غَزَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال تسع عشرة -
ترجمہ: ابو اسحق نے بیان کیا کہ میں نے حضرت زید بن ارقم سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنے غزوات کئے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ سترہ، میں نے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات کئے تھے؟ فرمایا ”انیس“۔

تشریحات مطابقتہ للترجمة ”کم غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ والحدیث قد مضی فی اول المغازی ص ۵۶۳۔

یعنی کتاب المغازی کی پہلی حدیث ملاحظہ فرمائے وہاں تفصیل کر دی گئی ہے۔

۴۶۱ - حد ثنا عبد اللہ بن رجاء قال حدثنا اسرا ئیل عن ابی اسحق قال حدثنا البراء قال غزوت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم خمس عشرة - ترجمہ: ابواسحاق سے روایت ہے کہ ہم سے براہ بن عازب نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پندرہ غزوے کئے۔

یعنی میں آنحضرت کے ساتھ پندرہ غزوں میں شریک رہا۔

تشریحات

۱۔ اصل میں حضرت ابواسحاق تابعی کو غیر معمولی اور بے انتہا شوق تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعداد معلوم کریں اس شوق و حرص میں کبھی حضرت زید بن ارقم اور کبھی حضرت براہ بن عازب سے دریافت کرتے تھے۔

۴۶۲ - حد ثنبی احمد بن الحسن قال حدثنا احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال قال حدثنا معتمر بن سلیمان عن کثیر بن ابن بريدة عن ابیہ قال غزا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ست عشرة غزوة - ترجمہ: عبداللہ بن بریدہ اپنے والد (بریدہ بن حصیب) سے روایت کرتے ہیں کہ بریدہ نے بیان کیا کہ انہوں نے (یعنی بریدہ نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ غزوے کئے تھے۔

تشریحات

۱۔ علامہ قسطلانی نے کتاب المغازی کے آخری باب میں فرماتے ہیں ”قالوا کان عدد مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنا عشرین غزوة وکان سرایاہ التي بعث فیہا سبعا واربعین سریة الخ۔“

وقال العلامة العینی ”وقال ابن اسحاق جمیع ما غزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسه الکریم سبعا وعشترین غزوة (عمدة ۴۵۶) یعنی سرکار دو عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس جن غزوات میں شرکت فرمائی وہ چھوڑ دین اور مورخین کے نزدیک ستائیس غزوات ہیں۔“

تفصیل کے لئے نہر الباری کے ابتدائی صفحات ملاحظہ فرمائے۔
الحمد للہ کہ آج بخاری شریف کے کتاب المغازی کی شرح مکمل ہو گئی۔

محمد عثمان غنی البہاری غفر اللہ الباری

استاذ حدیث مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور

۲۹ / محرم الحرام ۱۴۲۹ھ ستمبر ۱۹۸۸ء